دِل پَتھر کا
تحریر: رمشا حسین

چھوٹی سی زندگی ہے
ہر بات میں خوش رہو،

جو چہرہ پاس نہ ہو
اس کی آواز میں خوش رہو
جو لوٹ کر نہیں آنے والے
ان کی یادوں میں خوش رہو
کل کس نے دیکھا ہے؟
اپنے آج میں خوش رہو۔

ڈائی ری پہ لکھنے کے بعد اس نے مسکرا کر اس کو بند کیا اور ٹیبل پہ سر رکھ دیا ایسے ہی وہ ٹیبل پہ سر ٹکائے بیٹھی تھی جب اس کی بڑی بہن کمرے میں آ کر بولی۔

آرزو اب سو جاؤ رات کہ گیارہ بج رہے ہیں۔

افف آپی کونسا پہلی دفعہ رات کہ گیارہ بجے ہیں جو آپ ایسے کہہ رہی ہیں۔ آرزو نے اس کی بات سن کر منہ بگاڑ کر کہا۔

محترمہ پہلی دفعہ گیارہ نہیں بجے یہ ہمیں پتا ہے پر میں یہ بات تمہیں کئی دفعہ بتائی ہے کہ جلدی سو جایا کرو تمہاری وجہ سے مجھے بھی دیر ہو جاتی ہے پہلے اسکول میں اور اب میں نہیں چاہتی کہ کالج بھی میں تمہاری وجہ سے دیر ہو جاؤ۔ روشنا نے اس کے کمرے کی کھڑکیاں بند کرتے اس کو تیز آواز میں کہا۔

ہائے آپی اتنا بڑا جھوٹ تو نہ بولے اللہ گناہ دے گا۔ روشنا کی بات سن کہ آرزو نے اس کی طرف مڑ کر ڈرانے والے انداز میں کہا۔

گناہ کیوں ملے گا مجھے میں نے کیا غلط کہا ساری رات تو تم یا تو اس ڈائی ری لکھنے میں لگاتی ہوں یا کوئی ی اور شغل جس کی وجہ سے صبح کو تمہاری آنکھ وقت پہ نہیں کھلتی اور میں آجاتی ہوں بار بار تمہیں جگانے پر مجال ہے جو میری آرزوٹس سے مس ہو۔ روشنا اس کے سامنے کھڑی ہو کر ہاتھ کمر پہ ٹکا کر بولی۔

تو کونسا میں نے کہا ہوتا ہے آپ سے کہ آئے اور مجھے جگانے کی زحمت کرے۔ آرزو اپنی جگہ سے اٹھ کر بیڈ پہ آ کر لاپروائی ی سے بولی۔

تم نہ کہتی ہو پر اماں اور بابا تو کہتے ہیں نہ کہ آرزو کو ساتھ اٹھا کہ لایا کرو۔ روشنا نے اس کہ لاپروہ انداز دیکھ کر کہا۔

اچھا میں تو سونے لگی ہوں آپ بھی جا کر آرام کرے ایسا نہ ہو کہ کل کالج میں پہلے دن ہی لیٹ ہو جائے۔ آرزو اپنا گلابی نائٹ سوئٹ بیڈ سے اٹھا کر بولی۔

اچھی اچھی باتیں کرو اور تم یہ ڈریس الماری میں کیوں رکھ رہی ہو۔ روشنا نے پہلے اس کو ٹوکا بعد میں اس کو اپنا نائی ٹ سوٹ الماری میں رکھتے دیکھا تو سوال کیا۔

وہ جیسے کہ میں نے پہلے بتایا آپ کو کہ ہم سونے لگے ہیں اس لیے ہمارا آج نائی ٹ سوٹ پہننے کا کوئی ي موڈ نہیں۔ آرزو نے آرام سے بیڈ پہ لیٹ کر اس کو آگاہ کیا۔

اللہ آرزو پتا نہیں کب تم بڑی ہو گی سترہ سال کی ہو عقل کرو کچھ۔ روشنا نے اس کی بات سن کر ہاتھ اپنے ماتھے پہ مار کہ کہا کیوں کی آرزو ہمیشہ سُستی دیکھاتی تھی کام میں چاہے پھر اپنا ہی کیوں نہ ہو۔

گڈ نائی ٹ آپی آپ اپنے کمرے میں جا کر سو جائے اور سوچے کہ ریگنگ کرنے والے سین ئی ر لوگوں سے کیسے بچے گی آپ۔ آرزو نے آرام سے اس کو مفت مشورہ دیا۔

میں جا رہی ہوں ورنہ تم نے میرے سر میں درد کر لینا ہے روشنا نے باہر جانے کی طرف بڑھ کہ کہا۔

ہاہاہا میں نے تو بس آپ کو خبر دار کرنا چاہا۔ آرزو نے قہقہہ لگا کر کہا جب کی روشنا پاؤں پٹختی باہر چلی گئی آرزو اس کے غصے کا سوچ کہ پھر سے ہنس دی اور ٹیبل پہ پڑی اپنی ڈائری کو دیکھا اور سونے کے لیے آنکھیں موند لی۔

✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸

✸

پسینے سے شرابور وہ اپنے کمرے میں ایک سائیڈ پہ گیلری میں لگے پنچنگ بیگ پہ مکے مارے جا رہا تھا بلیک بنیان جینز پینٹ پہنے وہ ہر چیز سے غافل تھا بنیان سے اس کے گورے اور مضبوط بازوں صاف ظاہر تھے اُپر سے اس پہ چمکتا پسینہ ایسے ہی پنچنگ بیگ پہ مکے برسانے کہ بعد اس نے اپنے ہاتھ میں بندھا بلیک رومال کھول کہ رکھا اور اپنے ماتھے پہ چمکے

بال ہٹائے اور گیلری سے نکل کہ کمرے میں آیا جہاں اس کا ملازم ٹرے میں جوس کا گلاس تھامے کھڑا تھا زیاد مضبوط قدموں سے چلتا اس کے پاس آیا اور ایک ہی گھونٹ میں سارا جوس ختم کر کے خالی گلاس واپس ٹرے میں رکھا اور خود بیڈ کہ قریب سائیڈ ٹیبل پہ پڑا اپنا موبائل اٹھا کہ چیک کرنے لگا۔

سر وہ اسرار صاحب آپ کو اپنے کمرے میں بولا رہے تھے۔ ملازم نے جھکے سر سے اس کو کہا اس کی بات پہ موبائل پہ ٹائی پنگ کرتی انگلیاں رک گ ئی تھی اور اس نے اپنا سر اٹھا کر اپنی ایک آنکھ کی آئی برو اٹھا کر اپنے سے کجھ دور کھڑے ملازم کو دیکھا۔

میں اپنی بات دوہرانے کا عادی نہیں کتنی دفعہ بتا چکا ہوں اپنے صاحب اور ان کی بیگم کا پیغام مجھ تک نہ پہنچایا کرو سمجھ نہیں آتا ایک دفعہ کے کہے میں۔ ملازم جس کا نام شبیر تھا اس کا جھکا سر زیاد کی دھاڑ پہ مذید جھک گیا تھا۔

سوری سر۔اس نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

گیٹ لاسٹ۔زیاد نے کڑے تیوروں سے کہا زیاد کے کہنے پہ وہ جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔

ہاں احمد میں بس کالج کہ لیے نکلوں گا تب بات کرتے ہیں۔اس کہ جانے کہ بعد زیاد نے اپنے دوست احمد کو کال کر کے کہا اور اپنا موبائل بیڈ پہ پھینکنے والے انداز میں رکھ کر واشروم کی جانب فریش ہونے چلا گیا دس منٹ شاور لینے کہ بعد وہ اپنے وارڈروب کے سامنے کھڑا ہوا اور اپنے کپڑے نکالنے کہ بعد چینجنگ روم چلا گیا وہ جب وہاں سے آیا تھا ریڈ شرٹ اور بلیک جینز پینٹ اور بلیک جیکٹ میں ملبوس تھا ڈریسنگ مرر کے سامنے آکر اس نے اپنے بال سیٹ کیے اور پرفیوم خود پہ چھڑکنے کہ بعد وہ گاڑی کی چابیاں اور اپنا موبائل لیتا کمرے سے نکلتا باہر آیا۔

شبیر۔وہ سیڑھیاں اُترتا اپنے ملازم کو بولانے لگا جو اس کہ پکارنے پہ اس کے سامنے آکھڑا ہوا تھا۔

میرے کمرے سے کالج بیگ لیکر میری گاڑی میں رکھ آؤ۔ زیاد نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر حکم دیا۔

جی۔ ملازم تابیداری سے بولتا سامنے سے ہٹا زیاد ڈائینگ ٹیبل پہ آیا تو بنا کسی پہ نظر گھمائے اپنی جگہ پہ بیٹھا اور ناشتہ کرنے لگا۔

سب کے ساتھ بیٹھنے کہ کچھ آداب ہوتے ہیں۔ اسرار صاحب جو اس کے باپ تھے انھوں اس کو بے نیازی سے بیٹھ کر کھاتے دیکھا تو اس کو ٹوکا۔

مجھے نہیں پتا ان آداب کا بکوز یہ سب ایک ماں سکھاتی ہے اور وہ میری ہے نہیں اس لیے میری طرف سے معذرت کوئی ي مجھ سے آداب کی امید نہ رکھے۔ زیاد سلائس منہ میں ڈالتا بنا ان کی طرف دیکھے بولا۔

زیاد باپ ہے تمہارا کچھ لحاظ کرو۔ اب کی ابرار صاحب نے ناگوار لہجے میں کہا۔

شکریہ تایا جان مجھے بتانے کا ورنہ مجھے پتا ہی نہیں تھا کہ میرا باپ بھی کوئی ہے۔زیاد ان کے سامنے ہاتھ جوڑ کر ممنونیت لہجے میں بولا ابرار صاحب اس کو اپنا مزاق اُڑاتا دیکھ کر ضبط کہ گھونٹ بھر کہ رہ گ ئ ے جب کی سمایا بیگم جو اس کی سوتیلی ماں تھی وہ بولی۔

زیاد میری جان میں تمہاری ماں کہ جیسی ہوں تم مجھے بھلے ماں کا درجہ نہ دو پر میں تم سے عینی اور اشرف کی طرف چاہتی ہوں۔انہوں نے اپنے سامنے بیٹھے اپنے بچوں کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

ہاؤ کائ ینڈیو آر بٹ ایم ہارٹ لیس۔زیاد اس دوغلی عورت کو دیکھ کر مصنوعی مسکراہٹ سے کہا جس کہ ظلم کی داستان آج تو اس کو یاد تھی اور اب وہ اپنے پیار کا بتا رہی تھی۔

زیاد آخر ہم کب تک تمہاری یہ بداخلاقی برداشت کرے گے۔اسرار صاحب نے سب کی بات اور موجودگی کو نظر انداز کرتے پوچھا۔

نہ کرے میری بلا سے۔زیاد سر جھٹک کہ بولا۔

زیاد بیہویئ رسیلف۔ اسرار صاحب نے میز پہ ہاتھ مار کہ کہا۔

میں یہاں اپنا بریک فاسٹ کرنے آیا ہوں آپ کی سیاسی تقریر سننے نہیں۔ زیاد اپنی جگہ سے اٹھ کر بغیر کوئی ی تاثر لیے بولا۔

ہم سب کو پریشان کر رکھا ہے تم نے وہ بات تمہیں سمجھ نہیں آتی اور اپنے بریک فاسٹ لنچ کی پڑی ہے۔ اسرار صاحب بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر غصے سے بولے۔

اور ڈنر کی بھی۔ زیاد نے ان کی بات پہ لقمہ دیا اس سنجیدہ حالت میں زیاد کی بات سن کہ عینی اشرف اور ابرار صاحب کہ بچے زارون اور کشمالا کی ہنسی نکل گ ئی۔

میں تنگ آگیا ہوں تم سے زیاد تم نے کوئی ی ایسی جگہ نہیں چھوڑی جہاں مجھے شرمندہ نہ کیا ہو۔ اسرار صاحب غصے سے ہانپتے بولے۔

تو بیس سال پہلے مجھے بھی وہاں چھوڑا ہوتا نہ جہاں کالی رات میں میری ماں کو چھوڑا تھا یہ خیال کیے بنا کہ وہ کہاں جائے گی کالی اور طوفانی رات

میں جہاں ان کا آپ کہ سِوا کوئی ي سہارا نہ تھا۔زیاد ان کہ مقابل کھڑا ہوتا سرخ آنکھوں سے دیکھ کہ بولا۔

اسرار آپ ریلیکس کرے ورنہ آپ کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔وہ کچھ کہتے کہ سمایا بیگم ان کو کندھوں سے تھامتی فکر مندی سے بولی۔

ہاں لیجائے ان کو کہیں شوٹ ہونے پہ آپ کو اڑا نہ لے جائے۔زیاد ان دونوں پہ ایک ناگوار نظر ڈالتا بولا اور تن فن کرتا باہر کی طرف چلا گیا جب کی سمایا بیگم سب کہ سامنے اپنی اس بعزتی پہ کلس کہ رہ گ ئی۔ماہي بیگم ابرار صاحب کی بیوي جلدی سے زیاد کہ پیچھے آئی ي۔

زیاد بات سننا۔انہوں نے پیچھے سے آواز دی ان کی پکار پہ زیاد جو اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا اس کہ قدموں کو بریک لگی۔

مجھے بات کرنی ہے تم سے۔ماہي بیگم نے سنجید گی سے کہا۔

جی کہے۔زیاد احترام سے بولا اگر وہ گھر میں کسی سے بات کرتا تھا تو وہ ماہي بیگم تھی۔

اپنا رویہ تبدیل کرو زیاد سب کو پریشانی ہوتی ہے اور اب تو اپنے باپ کو معاف کروا اور ان سے صلح کرو۔ انہوں نے اس کی ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھ کہ کہا۔

صلح کرنے سے میری ماں یا میرا بچپن واپس آسکتا ہے۔ زیاد نے سوال کیا۔

نہیں زیاد بیتا ہوا وقت کبھی لوٹ کہ نہیں آسکتا اس لیے تم گزرے وقت کی وجہ سے اپنا آج اور کل مت خراب کرو۔ ماہی بیگم نے گہری سانس لیکر کہا۔

جس طرح گزرا وقت واپس نہیں آسکتا اسی طرح میرا دل ان کی طرف سے صاف نہیں ہو سکتا۔ زیاد نے کہتے ہی گاڑی میں بیٹھ گیا اور گیٹ کی طرف ریورس کی۔ ماہی بیگم نے دکھ سے اس کی جانب دیکھا جو پتھر کا بن چکا تھا کوئی جذبات نہ تھا جس نے اس کو چھوا ہو۔

✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸
✸

یہ صبح صبح مٹھائی ی کہاں سے لائی ی تم؟ روشنا کالج کہ لیے تیار ہو کر جب باہر آئی ی تو آرزو کو گلاب جامن کھا کہ دیکھا تو پوچھا۔

ہماری گلی میں اُڑ رہے تھے تو ایک ہم نے پکڑ لیا۔ آرزو نے گلاب جامن منہ میں ڈال کہ شرارت سے جواب دیا۔

سدھر جاؤ۔ روشنا نے ہلکہ سے اس کہ سر پہ تھپڑ مار کہ کہا جس پہ اس نے آنکھیں گھمائی ی۔

ہماری پڑوس میں جو راشیدہ ہے نہ اس کی بیٹی کا رشتہ پکا ہو گیا ہے اس لیے وہ صبح مٹھائی ی لے آئی ی تھی۔ زرینہ اس کی ماں نے جواب دیا۔

ماشااللہ۔ روشنا نے ان کی بات پہ مسکرا کر جواب دیا۔

آپي حسرت سے نہ مسکرائے آپ کی بات بھی پکی کر لیگیے۔ آرزو نے ایک اور گلاب منہ میں ڈال کہ اس کو چھیڑا۔

آرزو بڑی بہن ہوں تمہاری اور یہ کیا اتنا کھاتی رہتی ہوں پہلے کیا کم موٹي ہو جو میٹھا کھا کہ اور اپنا وزن بڑھا رہی ہو۔ روشانے پہلے گھوڑ کہ پھر اس کہ صحتمند جسم پہ مزاق چوٹ کرتے کہا۔

آپ کو کیا پتا گلابي گال اور صحتمند ہونے کا بھی اپنا چارم اور مزہ ہوتا پر آپ کیا جانے اتنی سوکھی لکڑی کی مانند جو ہیں۔ آرزو نے بنا اس کی بات کا برا مانے خوبصورت مسکراہٹ سے اپنے گلابي گالوں کی طرف اشارہ کرتے کہا جو روئی ي کی طرح گورے اور نرم سے تھے۔

ماشااللہ میری بیٹی کو نظر نہ لگے اتنی خوبصورت بیٹی اللہ نے ہمیں دی ہے۔ زرینہ بیگم آرزو کی بات سن کہ جلدی سے اس کی طرف آکر بلائے لینے لگی۔

اماں آج اس کو نہیں مجھے دعا دے سخت ضرورت ہے دعا کیج ئی ے گا کہ پہلا دن اچھا گزرے۔ روشنا اپنا بیگ پاس ٹیبل پہ رکھ کہ زرینہ بیگم سے بولی۔

میں تو سب کہ لیے کرتی تمہارا دن اچھا گزرے گا خوش اب۔ زرینہ بیگم اس پہ آیۃ الکرسی پڑھ بولی۔

جی اور تم آرزو دعا کرنا۔ روشنا نے مسکرا کر ان جواب دیا پھر آرزو سے مخاطب ہوئی ي۔

بدلے میں مجھے کیا ملے گا؟ آرزو نے پر سوچ لہجے میں پوچھا۔

کیا مطلب اگر دعا کروں گی تو کجھ لو گی بھی۔ روشنا نے گھور کہ کہا۔

مجھے بھی تو کجھ فائ دہ ہو۔ آرزو نے شانِ بے نیازی سے جواب دیا۔

کیا چاہیے۔ روشنا نے سانس بھر کہ کہا۔

اب آئی ي ہیں نہ آپ کی بات پہ اِدھر بیٹھے۔ آرزو نے پر جوش ہو کر اس کو اپنے پاس بیٹھایا اور کہا۔

زیادہ کچھ نہیں بس آپ کالج میں جیسے انٹر ہو گی اس سے لیکر کالج سے ایکزٹ ہونے تک مجھے ساری باتیں بتائیں گی۔ آرزو نے ہاتھوں سے اشارہ کرتے بتایا۔

توبہ ہے تم سے تو۔ روشنا اٹھ کہ بولی اور اپنا بیگ لیا۔

کیا توبہ ؟ آرزو نے آنکھیں پھاڑ کہ کہا۔

کچھ نہیں اماں بابا چلے گ ئ ے دفتر؟ روشنا نے زرینہ بیگم سے سوال کیا۔

ہاں وہ تو سات بجے ہی نکل گ ئ ے تھے۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔

اچھا میں بھی نکلتی ہوں خدا حافظ۔ روشنا ان سے گلے ملتی اپنا بیگ سنبھالتی باہر نکل گ ئی۔

آرو جب تک تمہارے اسکول کی چھٹیاں ہیں تب تک تم گھر کے کاموں میں میری مدد کروایا کرو۔ زرینہ بیگم کچن میں جا رہی تھی پھر رک کہ آرزو سے کہا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں۔ آرزو نے جلدی سے کہا

شاباس آؤ پھر کل رات اور صبح کہ برتن پڑے ہیں تم وہ صاف کرو تب تک میں صحن میں مشن لگاتی ہوں کپڑے دھونے کے لیے۔ زرینہ بیگم نے ہونک بنی آرزو سے کہا۔

اماں کیا برتن کمرے میں کجھ کام ہے وہ نپٹا کہ آتی ہوں۔ آرزو ان کی بات میں شاک سے نکل کہ جلدی سے بھاگ ئی۔

کام کا کہو تو موت پڑتی ہے ان کو۔ زرینہ بیگم آرزو کی چلاکی سمجھ کہ بڑبڑاہٹ سے بولی اور خود ہی کام کرنے کے ارادے سے کچن میں چلی گ ئی۔

آرزو کمرے میں آکر اپنی چھوٹی سی ٹیبل کہ پاس آکر اپنی ڈائی ری اٹھائی ی اور بیڈ پہ چڑھ کہ اس کو اپنی گود میں رکھ کر خالی صفحہ کھولا اور سائی یڈ سے پین اٹھا کر اس پہ لکھنے لگی ڈائی ری پہ لکھنا اس کا پسندیدہ کام تھا کجھ دیر تک وہ سوچتی رہی کہ کیا لکھے پھر کجھ یاد آنے پہ اس کی

آنکھیں چمک اٹھی اس نے جہاں سے اپنی ڈائی ری اٹھائی ی تھی وہاں اپنے پسندیدہ ناولز کو دیکھا جو پانچ چھ تھے بس جو وہ نجانے کتنی دفعہ پڑھ چکی تھی وہ ان پہ نظر ڈال کہ ڈائی ری پہ جھک کہ لکھنے لگی۔

میرا دل جس دل پہ فدا ہے۔

وہ حیا کا میاں ہے۔

امامہ کا سائی بان ہے۔۔۔زرنور کا خانزادہ ہے۔۔

سعدی کی پھوپھو کا میاں ہے۔۔۔

اشعر آفندی کا سالا ہے۔۔

میرا دل سب پہ فدا ہے۔

اپنے لکھے الفاظ پڑھ کہ وہ خود پہ ہنسی پڑی اور سائی یڈ پہ لکھا۔

میری پیاری ڈائی ری۔۔

یہ مت سمجھنا کہ میں دل پھینک ہوں جو ہر کسی پہ اپنا دل فدا کرتی ہوں یہ سب تو میں نے تمہیں ہنسانے کہ لیے کہا ورنہ تم تو جانتی ہو میں کتنی

اچھی ہوں اور میرا دل ہے کوئی یی سرکاری ادارہ تھوڑئی یی جو ہر کوئی یی

اس میں داخل ہو سکتا ہے ہمارا دل تو بہت مضبوط ہے اس میں انٹر ہونا

بہت مشکل ہے وہ تو آج کچھ سمجھ نہ آیا کہ کیا لکھیں اس لیے یہ لکھ دیا اور

تمہیں اب میں بتادوں نمرا احمد کا نیا ناول آنے والا ہے جس کا نام مالا ہے

تمہیں تو نہیں پتا پر شاید اس کہ کچھ ایک دو قسطیں بھی آچکی ہو گی پر میں

ابھی تو نہیں پڑھنے والی تمہیں تو پتا ہے نہ مجھے سسپنس برداشت نہیں

ہوتا اور اگر میں پڑھ لوں گی تو مجھے اگلی قسط کا انتظار ہو گا جس میں ایک

مہینہ تو لگ ہی جانا ہے بس اس لیے میں خود پہ جبر کر کہ بیٹھی ہوں جب

اینڈ ہو جائے گی تو میں پڑھ لوں گی اور یہ دو تین سال میں کیسے رہوں گی

یہ تو میں اور میرا خدا جانتا ہے دو تین سال میں کہہ رہی ہوں شیور نہیں

ہوں پر ظاہر ہے ایسے ہی تو لگنے ہیں نہ کچھ غلط اندازہ بھی نہیں میرا مجھے

نہ بس ایک بات سمجھ نہیں آتی نمرا احمد، عمیرا احمد، اور سمیرا احمید یہ

اتنے زبردست ناولز لکھ کیسے لیتی ہیں اور ان میں سسپینس کیسے ڈال

دیتی ہیں میں جتنا سوچتی ہوں اتنا حیران ہوتی ہوں مطلب کہ اللہ تعالیٰ کسی کو اتنا زیادہ اچھا لکھاری کیسے بنا سکتا ہے جن کہ ہر ایک لفظ میں سحر ہوتا ہے جس میں سب پڑھنے والے جکڑ جاتے ہیں خیر اگر میں ان باتوں میں لگ گ ئی تو پھر تو رات ہو جانی ہے آج بس تم سے اتنی ہی بات کرنی تھی تمہیں تو پتا ہے نہ ناولز گھر میں بس میں ہی پڑھتی ہوں آپی کو کوئی ي دلچسپی نہیں اور ایک میری سہلیاں ہے جن کو ماشااللہ سے ناول کا پتا ہی نہیں کہ وہ کیا ہوتے ہیں یا کیا ہوتا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ میں جب جو ناول پڑھ لوں اس پہ کسی کہ ساتھ آرام سے بیٹھ کہ تبصرہ کروں پر میری یہ خواہش ہی ہوتی اگر تم میری زندگی میں نہ آتی کسی کہ پاس اتنا وقت جو نہیں ہوتا میری ناولز کہ بارے میں سننا لوگوں کو لگتا ہے ناول پڑھنا وقت کا ضائع ہے اور کچھ نہیں ان کو کیا پتا ناول ایک نشہ ہے جو اس میں پڑ جائے پھر باہر ہی نہیں نکلتا اور نہ نکلنا چاہتا ہے اور وقت کا ضائع وہ ناول ہر گز نہیں ناول میں تو ہر انسان کچھ نہ کچھ ضرور سیکھتا ہے

میں تو بہت کچھ سیکھی ہوں جیسے اگر میں بتانے پہ آؤں تو الفاظ ختم ہو جائے میری ناول پڑھنے کا سفر تو تمہیں پتا ہے نہ کہ کڑی دھوپ سے شروع ہوا تھا وہ ایک ناول جو بس کچھ پیجز کی تھی اس نے مجھے اتنا امپریس کیا کہ یہ دن اور آج کا دن میں ناولز کی شوقین ہو گئی کیا کہانی تھی نہ اس ناول کی پر افسوس کہ مجھے اس رائٹر کا نام نہیں یاد پر مجھے ان کے کرداروں کہ نام آج تک یاد ہے ہیرو جو میر داد ہوتا ہے پر بچپن میں اس کو اپنی ماں ٹیپو بولاتی تھی اور ہیروئن طلحہ میں آج تک اس ناول سے امپریس ہوں کیوں کی اگر میں وہ ناول نہ پڑھتی تو شاید مجھے ناولز کا شوق ہی نہیں ہوتا اور نہ میں کچھ سیکھ پاتی اس ناول کہ بعد تو میں نے بہت سے ناول پڑھے جس کو اگر میں لامحدود کہوں تو غلط نہ ہو جیسے کہ شہزاد، خواب شیشے کے، شہرِ تمنا یہ میرے پسندیدہ ناولز میں شامل ہیں رقصِ بسمل بھی ہوتا اگر اس کے آخری اپیسوڈ میں تیمور کی ڈیتھ نہ ہوتی اس کو گولی لگی تھی رائٹر اس کو بچا سکتی تھی پر نہ بچایا اس نے مطلب کہ

حد ہے وہ اتنے وقت بعد مل پائے تھے اپنی زندگی کی شروعات کرنے والے تھے اور تیمور مر گیا میں اتنا روئی ي تھی کہ بس نجانے کیا کر گزرنے کا دل کیا شاید رائی ٹرز ظالم بھی ہوتے ہیں تیرا عشق مجھے لے ڈوبا افففف اللہ اس میں زارون کی موت اور آفرین کی موت نے تو بس خون کہ آنسو روالانے پہ مجبور کیا تھا کتنا سوچا تھا انہوں نے اپنے بچے کہ مطلق اور وہ خیر ناولز کی باتوں کو چھوڑتے ہیں ورنہ میں نے تمہیں بھی رولا ڈالنا ہے ایک تم ہی میری ساتھی ہو جو میری ہر فضول بات سنتی ہوں اور شکایت بھی نہیں کرتی۔

تمہاری آرزو

ڈائری اس نے بند کی اور گہری سانس بھری کبھی کبھی وہ ایسے ہی جذباتي ہو جاتی تھی ڈائری لکھتے لکھتے وہ شوخ مزاج کی تھی پر نرم حساس مزاج بھی زیادہ تھی افسانوی کرداروں کو حقیقت سمجھ کہ ان کا دکھ درد

محسوس کرتی تھی ان کا غم اس کو ایسے لگتا کہ وہ سوچنے پہ مجبور ہو جاتی کہ کیا کوئی ي حقیقت میں اتنا کچھ برداشت کر پائے گا یقیناً ہاں یقیناً نہیں۔

زیاد اپنی گاڑی سے نکل کر جلدی سے جا رہا تھا جب سامنے سے آتے وجود سے زبردست سا ٹکر ہوا روشنا جو جلدی سے کالج کے اندر جانا چاہتی تھی تبھی سامنے والے انسان کو دیکھ نہ پائی ی اور ٹکر لگنے کی وجہ سے وہ نیچے گر پڑی اور سامنے والے نے اٹھانے کا فرض ادا کرنا ضروری نہیں سمجھا۔

یو اسٹوپڈ اندھے ہو میں نظر نہیں آئی ی تمہیں یا جان بوجھ کے کیا۔ روشنا زمین پہ اپنا بازوں دیکھتی زیاد کو غصے سے کہا جو اس کو گرتے دیکھ کر بیزاری سے دیکھ رہا تھا اس کی بات پہ وہ سخت تاثرات لیے نیچے

گڑی لڑکی کو دیکھا جو بادامی رنگ کہ کرتا پاجامے اور اس کے رنگ کہ ڈوپٹہ اوڑھے اس کو سنا رہی تھی۔

سلی گرل غلطی تمہاری ہے دیکھ کہ چلنا تھا اور دوبارہ مجھ سے اس لینگویج سے بات کی تو اپنے حشر کی زمیدار خود ہو گی۔زیاد نے اپنا بیگ دوسرے کندھے پہ رکھ کہ حساب بے باک کیا۔

بات کرنے کی تمیز ہے نہیں اور مجھے بول رہے ہو کہ میں اپنی زبان سنبھالوں۔روشنا اٹھ کر اس کے مقابل کھڑی ہوتی بولی۔

تم جانتی نہیں میں کون شاید نئی ہو اس لیے ویل ڈونٹ وری جلدی جان جاؤ گی میں کو ہوں۔زیاد تمسخر اُڑانے والی نظروں سے اس کو دیکھتا اپنے راستے چل دیا جب کی روشنا کلس کہ رہ گئی۔

جاہل،بد تمیز،ایڈیٹ،لفنٹر،لوفر آوارہ،روشنا اس کو جاتا دیکھ کہ گالیاں دینے لگی اور اپنے ڈپارٹمنٹ تلاش کرنا کا سوچتی جلدی سے کالج کہ اندر داخل ہوئی ی۔

ہے سویٹ گرل کین آئے ہیلپ یو؟ روشنا اندر بڑھ ہی رہی تھی تو تین لڑکے اس کے سامنے کھڑے ہو کر بولے۔

نو تھینکس۔ روشنا ایک نظر ان پہ ڈال کہ بولی۔

آپ ن ئ ي ہو نہ تو وي کین ہیلپ یو۔ اس کہ انکار پہ دوسرے لڑکے نے اس کے ساتھ قدم ملا کر کہا۔

کہا نہ نہیں چاہیے مدد پھر کیوں کتوں کی طرح پیچھے آ رہے ہو تم لوگ۔ روشنا نے رک کر اونچی آواز میں ان کو سنایا جو زیاد کا غصہ وہ اس پہ نہ اتار پائ ي ان تینوں پہ نکالنا چاہا۔

اوہ لیڈی ہم بس تمہاری مدد کرنا چاہ رہا تھے اس میں اتنا غصہ کیوں کر رہی ہو پیار سے بھی کہہ سکتی ہو۔ روشنا کی بات پہ ان کو غصہ تو بہت آیا پر لڑکی سمجھ کہ ضبط کر گ ئ ے۔

مدد کرنے کا اتنا شوق ہے تو کسی اور کی کرو سڑک پہ بہت لوگ ملے گیں۔ روشنا چبا چبا کہ لفظ ادا کرتی نکل گ ئ ی۔

کیا چیز تھی یار۔ وہ جو حیرت سے اس کو جاتا دیکھ رہے تھے تب تیسرے لڑکے نے کہا جو بلکل خاموش تھا۔

انتہا کی خر دماغ تھی۔ پہلے لڑکے نے غصے سے کہا۔

چلو چھوڑ یار صبح سے بہت اسٹوڈنٹ کی ریگنگ کی ہے اس کی نہیں ہوئی تو بھی خیر ہے۔ دوسرے نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔ وہ جیسے ہی جانے کے لیے مڑے تو زیاد کو سینے پہ بازوں باندھے کھڑا پایا جو ان کو سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔

توں کب آیا تجھے پتا تھا نہ آج نیو اسٹوڈنٹ آئے گے تب بھی دیر آیا۔ پہلا لڑکا اس کے ہاتھ ملا کر گلے لگتا بولا۔

بس دیر ہو گئی کیا کہہ سکتے ہیں تم لوگ بتاؤ کون تھی وہ لڑکی۔ زیاد نے بتا کر پوچھا۔

کوئی ي نہیں بس وقاص نے کہا کہ لڑکی کو غلط گائی یڈ کر تیں ہیں پر وہ لڑکی افف توبہ انگارے چبار ہی تھی بات کرنے وقت۔ پہلا لڑکا جس کا نام احمد تھا وہ بولا۔

اووہ۔ زیاد نے ہونٹ گول کے اسٹائی ل میں سکیڑے اور وہ چاروں سیڑھیوں کی جانب آگ ئی ے تھے۔

اور نہیں تو کیا ہمیں کہہ رہی تھی کہ ہم اس کو پیچھا کر رہے ہیں وہ بھی کتوں کی طرح دوسرے لڑکے نے جلے انداز میں بتایا جس کا نام وقاص تھا اسکی بات پہ تیسرا لڑکا ہنس پڑا جس کا نام علیدان تھا۔

جو بھی ہو پر غصے میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی۔ علیدان نے جیسے ان کی بات تردید کی۔

شٹ اپ۔ وقاص اور احمد نے ایک ساتھ گھور کہ کہا زیاد ہنس دیا جس پہ علیدان کھسیانا ہو کہ سر کھجانے لگا۔

میری ہمایوں سے بات ہوئی تھی کل آ جائے گا۔ پنڈی سے۔ زیاد نے ان تینوں کو اطلاع تھی۔ ہمایوں ان کے گروپ کا تھا جس کا کام بس پڑھنا ہوتا تھا اپنا بھی اور ان چاروں کا بھی ایکزامز میں بھی ان سب کا ساتھ دینا یہ چاروں تو کتاب کھول کہ دیکھتے بھی نہ تھے۔

شکر ہے ہمایوں کو واپسی کا خیال تو آیا میں تو پریشان ہو گیا تھا دو دن بعد اسائی منٹ جمع کرانے کی آخر تاریخ ہے۔ احمد نے شکر ادا کرنے والے انداز میں کہا۔

اور نہیں تو کیا۔ وقاص نے جلدی سے احمد کی بات پہ اتفاق کیا۔

تم اداس لگ رہے ہو گھر میں پھر لڑائی ہوئی کیا؟ علیدان نے اس کو خاموش دیکھا تو پوچھا۔

دفعہ کرو گھر والوں کو۔ زیاد بیزاری سے بولا۔

مطلب میرا شک ٹھیک ہے۔ علیدان گہری سانس بھر کہ بولا۔

کلاس کا وقت ہو چکا ہے چلے۔ وقاص ان سب کو دیکھ کہ بولا۔

ہاں چلو ورنہ پروفیسر ہمدان نے اندر گھسنے نہیں دینا۔ احمد نے کہا۔ پھر وہ چاروں اپنی کلاس کی جانب چلے گئیں۔ وہ کلاس میں اپنی ڈیسک پہ آئے تو وہاں A گروپ ان کی جگہ پہ بڑے حق سے بیٹھے تھے زیاد نے جب دیکھا تو اس کے دماغ کی نسیں غصے سے ابھر پڑی۔

اٹھو۔ زیاد ان کے سامنے آکر بولا جب کی وہ تینوں بھی اس کے سامنے کھڑے ہوئے۔

وائے۔ زاویار نے کہا ان کے دوستوں اور زیاد کہ گروپ کا آپس میں بہت پرانہ جھگڑا ہوتا وہ سب کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑتے تھے ایک دوسرے کو نیچا دیکھانے کے لیے۔

جتنا کہا ہے اتنا کرو بھول گئے ہو کیا یہاں ہم بیٹھتے ہیں تم جیسے لوزر لوگوں پیچھے بیٹھتے ہیں۔ زیاد اس کی جانب جھک کے مزاق اڑانے والے انداز میں بولا۔

حد میں رہ کر بات کرو۔زاویار اس کو دھکا دے کر اپنی جگہ سے اٹھ کر تیش میں بولا جس سے اس کے دوست ماہر اسفند اور شان بھی اٹھ گ ئ ے کلاس میں بیٹھے لڑکے لڑکیاں بھی ان کا تماشا دیکھنے لگے۔زیاد اس کی حرکت پہ ضبط کیا اور ہاتھ کہ اشارے سے احمد کو کچھ کہا جسے سمجھ کہ وہ تینوں زاویار کی سائیڈ سے گزر کر ان کا بکھرا سامان اٹھا کر پھینکنے لگے زاویار جو نا سمجھی سے ان کو دیکھ رہا تھا جلدی سے ہوش میں آکر چیخ کہ بولا۔

دماغ ٹھیک ہے تمہارا یہ کیا کر رہے ہو؟

لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے۔زیاد آرام سے ڈیسک پہ ٹانگ کے اپر ٹانگ چڑھا کر بولا۔ماہر جو علید ان کے سامنے ہی تھا اس کو اپنی بیگ میں ہاتھ ڈالتا دیکھ کر فورن سے اس کا ہاتھ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے اس کی ناک پہ مکہ دے مارا علید ان نے اپنا ہاتھ منہ پہ رکھ دیا اور ناک کہ

اپر ہاتھ رکھ کہ دیکھا جہاں نازک جگہ ہونے کی وجہ سے خون نکل پایا تھا۔

تیری یہ مجال۔علیدان غصے سے کھولتا اس پہ مکوں کی برسات کرنے لگا جس اسفند اور شان اس کے بچاؤ میں آکر علیدان کو اس سے دور کرنے لگے احمد اور وقاص جو مزے سے علیدان کا جوش دیکھ رہے تھے ان دونوں کو بیچ میں آتا دیکھ کر خود بھی میدان میں کود پڑے کیوں کی کلاس روم تو کہا جا سکتا نہیں تھا۔

زیاد تمہارا مس ئی لا کیا ہے جو بلاوجہ اپنے دوستوں سے کہہ کر یہ سب کروا رہے ہو۔زاویار زیاد کے سامنے کا استسفار کرنے لگا۔

مجھے تمہیں اپنے مس ئی لے بتانے کا شوق نہیں۔زیاد نے اس کے پیروں سے لیکر چہرے تک انگلی سے اشارہ کرتے کہا جس پہ آس پاس کے اسٹوڈنٹ ہنس پڑے۔

زیاد۔ زاویار غصے سے اس کو مکہ مارنے ہی لگا تھا جب زیاد نے ویسے ہی بیٹھے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور اپنے ہاتھ میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھا جہاں ان کے پروفیسر کو آنے میں بس دو منٹ تھے۔

یہ غلطی، غلطی سے بھی مت کرنا۔ زیاد اس کا پکڑا ہاتھ زور سے دبائے بولا۔

لیو مائے ہینڈ۔ زاویار اپنا درد برداشت کرتا بولا۔

وہ دیکھو۔ زیاد نے پیچھے دیکھنے کا کہا جہاں وہ کتوں جیسی حالت کرتے اب بس چیلینج کرتی نظروں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ زاویار اپنے دوستوں کے بگڑے چہرے دیکھ کر مٹھیاں بھینچ لی وقاص اور علیدان احمد کی شرٹ کے بس کالر ہی پھٹیں ہوئے تھے کیوں کی انہوں نے اپنے چہروں کا بچاؤ زیادہ کیا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے کلاس ہے کے مچھی مارکیٹ۔ زاویار کچھ کہتا اس سے پہلے ہی پروفیسر ہمدان کلاس میں اینٹر ہو کر رعبدار لہجے میں بولے ان کی

آواز سن کر سب اپنی جگہ پہ بیٹھ گ ئ ے جب کی وہ ایک طرف کھڑے ہو گ ئ ے۔

کلاس ہے سر۔ زیاد نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

گڈ کے آپ کو یاد ہے پھر بتانا پسند کریں گے آپ کے یہ سب کیا حال بنادیا ہے۔ پروفیسر ہمدان نے طنزیہ پوچھا۔

سر ایسا کچھ نہ ہوتا اگر یہ زاویار اور اس کے پالتوں ہماری بات مان لیتے۔ زیاد نے کندھے اچکا کر کہا۔

تمہیں پتا بھی ہے کس سے بات کر رہے ہو آؤ میرے ساتھ تم سب باقی باتیں اب ایڈمن کے آفس میں ہو گی۔ پروفیسر ہمدان تیکھی نظر ان سب پہ ڈال کے بولا اور باہر چلے گ ئ ے وہ بھی ان کی تلقید میں ایڈمن کے آفس داخل ہوئے۔ پروفیسر ہمدان نے آکر ان کو ساری بات بتائی جس پہ انہوں نے خشمگین نگاہوں سے ان کو دیکھا زیاد ان کے اسطراح دیکھنے پہ پاس پڑی چ ئ ر پہ بیٹھ گیا۔

یہ آپ کے باپ کا آفس نہیں۔ایڈمن وقار نے اس کو بنا اجازت کے بیٹھتے دیکھا تو کہا۔

باپ کا آفس نہیں تو کیا ہوا باپ یہاں ہر مہینے تگڑا فنڈ دیتا ہے جس کا آدھا حصہ آپ کی جیب میں ہوتا ہے۔زیاد بداخلاقی کی ساری حدیں کراس کرتا بولا۔

زیاد آپ کو دیکھ کر لگتا نہیں کہ ایک اچھے خاندان سے تعلق ہے آپ کا۔ایڈمن وقار نے آہستہ مگر سخت لہجے میں کہا جس پہ زاویار اور اس کے ساتھی مسکرانے لگے۔

ویسے ہی جس طرح آپ کو دیکھ کر نہیں لگتا کہ آپ

زیاد زبان سنبھال کے بات کرو عمر اور عہدے دونوں میں تم سے بڑے ہیں۔پروفیسر ہمدان نے غرانے والے انداز میں اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی ٹوک دیا۔

انسان کی تعلیم بتاتی ہے اس کا اخلاق پر شاید آپ کو پڑھا کر آپ کے والدین نے وقت اور پ ئی سوں کا ضائع کیا ہے بس۔ ایڈ من و قار نے افسوس سے اس کی جانب دیکھ کر کہا زیاد کی آنکھیں ان کی بات پہ لہوں ٹپکانے کی حد تک لال ہو گ ئی تھی۔ علید ان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر اس کو کنٹرول کرنے کا کہا۔

مجھے بھی یہی لگتا ہے پر کیا کرے میرے فادر چاہتے ہیں کے میں یہاں پڑھ کر بعد میں ان کا بزنس سنبھالوں۔ زیاد نے قہقہہ لگا کر خود کا مزاق اڑانے والے انداز میں کہا۔

تم سب کو ایک ہفتے تک کالج سے خارج کیا جاتا ہے۔ ایڈ من و قار اور بحث کرنے کے بجائے حکیمہ لہجے میں کہا۔

پر ہماری کوئی ي غلطی نہیں۔ زاویار نے احتجاج کیا۔

،You all may be go now

ایڈمن وقار نے ان کو نکل جانے کا کہا جس پہ سب باہر چلے گئے۔ ان کے جانے کے بعد وہ پروفیسر ہمدان سے مخاطب ہوئے۔

اسرار صاحب سے درخواست کیجئے گا کہ وہ اپنے قیمتی وقت سے چند گھنٹے نکال کے ہم سے ملے۔

جی۔ پروفیسر ہمدان نے یک لفظی جواب دیا۔

تم سب کو زیادہ چوٹیں تو نہیں آئی؟ زیاد کالج کے مین گیٹ سے نکل کر باہر آکر ان سے پوچھا۔

نہیں ہم ٹھیک ہے تم ٹھیک ہو۔ احمد نے جواب دے کر سوال کیا۔

مجھے کیا ہونا ہے ٹھیک ہوں ایسے طعنے سننے کا میں بچپن سے عادی ہوں۔ زیاد تلخی سے بولا۔

تم کو ایڈمن سے اس طرح بات نہیں کرنی چاہیے تھی۔ علیدان نے اس کو ملامت کی۔

ایک ہفتے تک کیا کرنے کا پلین ہے ؟زیاد اس کی بات نظر انداز کرتا بولا۔

کجھ کجھ بناتے ہیں پلین اور گھر میں صفائی بھی تو دینی ہے نہ کے ایک ہفتے کالج سے کیوں سسپینڈ کیا گیا ہے۔وقاص نے ہنس کہ کہا۔

✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸

روشنا جیسے گھر میں آئی تو آرزو جھٹ سے اس کے لیے گلاس پانی کا لا کر اس کو دیا اور اس کو صوفے پہ بیٹھایا۔

یہ آج اتنی کرم نوازی کس خوشی میں ؟روشنا پانی پی کر اس سے سوال کیا۔

پانی پی لیا آپ نے اب بتائے سب۔ آرزو اس کے ہاتھ سے گلاس لیتی تجسس سے بولی۔

کیا بتاؤں۔روشنا کو اس کی بات سمجھ میں نہیں آئی۔۔

کیا مطلب کیا بتاؤں کالج میں انٹر ہونے سے ایکزٹ تک بتائی یں۔ آرزو نے منہ بسوڑ کے اس کو جواب دیا۔

شروعات ہی خراب تھی۔ روشنا اپنا اور زیاد کا ٹکراؤ یاد کر کے بولی۔

بتائے کیسے۔ آرزو نے سوال کیا

میں جیسے ہی کالج جا رہی تھی نہ تو وہاں ایک بد تمیز لڑکے سے میرا ٹکر ہوا۔ روشنا نے منہ بگاڑ کے بتایا۔

ہاؤ رومانٹک۔ آرزو نے ہاتھ اپنے گالوں پہ رکھ کر کہا۔

بکومت اتنا بد تمیز تھا کے کیا بتاؤں لڑکیوں سے بات کرنے کی تھمیز تک نہ تھی۔ روشنا نے مزید بتایا۔

دیکھنے میں کیسا تھا۔ آرزو نے اشتیاق سے پوچھا۔

ہینڈ سم تھا۔ روشنا نے زیاد کا خوبصورت چہرہ یاد کرتے کہا پھر بتایا۔ ہیزل گرین آنکھیں

جس سے زہانت ٹپک رہی تھی۔ آرزو نے اس کا جملا بیچ میں اچک لیا۔

جس سے مغروریت ٹپک رہی تھی۔ روشنا نے گھور کے کہا

اووہ۔ آرزو نے ہنس کے کہا

ہاں بس دوبارہ اس سے ملنا نہ ہو۔ روشنا نے اٹھتے کہا

اب تو ملنا ملانا لگا رہے گا ایک کالج کے جو ہیں۔ آرزو نے صوفے پہ اپنے پیر اپر کرتے کہا

ڈپارٹمنٹ الگ ہے اور شاید سین ئی رہو میرا۔ روشنا اس کو بتاتی اپنے سامان لیتی وہاں سے نکل گ ئی۔

ہائے میں کب کالج جاؤں گی اور ہینڈسم سے ملوں گی۔ آرزو اپنے ٹانگوں کا حصار بنا کر ان پہ اپنا چہرہ رکھ کر خود سے بولی۔

دیکھ میری محبت کا دستور

توں مجھ سے، میں تجھ سے دور۔

آرزو اپنے بابا سے کال کر کے پوچھو کے کب آئے گے۔ وہ سوچ میں مگن تھی جب زرینہ بیگم کچن سے کفگیر پکڑ کر باہر آ کر اس سے بولی

کیوں اس کفگیر سے ان پہ حملا کرنا ہے کیا۔ آرزو کی شرارت کی رگ پھڑکی۔

شرم کو آرزو لنچ پہ کھانا کھانے آئے گے یا نہیں وہ جاننا چاہ رہی تھی میں۔زرینہ بیگم نے تاسف سے اس کو دیکھ کے کہا

اچھا کرتی ہوں لینڈلائی ن سے کال مجھے بھی فون لیکر دے نہ۔ آرزو نے کہہ کر اپنا دکھرا اور دیا۔

انٹر کلی ئی رکر لو اور ابھی اتنے پ ئی سے ہیں بھی نہیں کے سمارٹ فون تمھیں لیکر دے۔زرینہ بیگم نے اس کو کہا۔

میری سب دوستوں کے پاس ہے۔ آرزو اداس ہوئی ی۔

تمھارے پاس بھی ہو گا اداس کیوں ہوتی ہوں۔زرینہ بیگم نے اس کو پچکارا۔

ہم جاتے ہیں بابا کو کال کرنے۔ آرزو اٹھ کے بولی۔زرینہ بیگم بھی پھر دوبارہ اپنے چھوٹے سے کچن میں چلی گ ئی۔

✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹✹
✹

توں کہاں جائے گا اب ؟زیاد نے جب علیدان کو اس کے گھر کے پاس ڈراپ کیا تو اس نے اُترنے سے پہلے سوال کیا۔

مسجد ؟یک لفظی جواب۔

اچھا۔علیدان ہنس کہ بولا۔

ہنسنے کی کیا بات ؟زیاد کو اس کو ہنستا دیکھ کر پوچھا

نہیں ایسے ہی مطلب تم جو ہر وقت ہر کسی کو سناتے رہتے ہو تمہیں دیکھ کر کوئی یہ کہہ نہیں سکتا کے تم نماز بھی پڑھ سکتے ہو تمہیں دیکھ کر یہی لگتا ہے کے تم نے کبھی مسجد کی شکل بھی نہیں دیکھی ہو گی۔علیدان نے مسکرا کر بتایا۔

جو جیسے سمجھے آئے ڈونٹ کی ئر۔زیاد نے آنکھیں گھما کر جواب دیا۔

پتا ہے پر ایک راز کی بات پوچھو؟علیدان اس کی طرف تھوڑا جھک کے بولا۔

جلدی پوچھو مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنی ہے۔زیاد نے گھڑی پہ وقت دیکھ کر کہا۔

ایک تو بات، بات پہ وقت نہ دیکھا کرو۔علیدان چڑ کہ بولا پھر زیاد کے گھورنے پہ بولا۔

تم اپنے لیے دعا مانگتے ہو؟

نہیں۔زیاد نے بنا دیر کیے جواب دیا۔

پھر نماز کا فائی دہ وہ تو دعا کے بغیر ادھوری ہے۔علیدان نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

میں نے یہ کہا کے میں اپنے لیے دعا نہیں مانگتا یہ نہیں کہا کے مانگتا ہی نہیں۔زیاد نے اس کو کنفیوز کیا۔

کیا مانگتے ہو اور کس لیے؟علیدان نے پوچھا۔

یہ میرا اور میرے رب کے بیچ کی بات ہے۔زیاد نے اس کو ٹالا۔

سہی بھ ئی نہ بتاؤ پر میری مانو اپنے لیے ایک لڑکی کی دعا مانگا کرو جو تمہیں بہت زیادہ پیار کرے۔علیدان نے مزے سے مشورہ دیا۔

شکریہ پر ابھی مجھے دیر ہو رہی ہے تو تم گاڑی سے اُترو۔زیاد نے گاڑی کا لوک کھول کر اس کو باہر جانے کا اشارہ دیا جس پہ علیدان منہ کے زاویے بگاڑتا نکل گیا۔زیاد اس کو جاتا دیکھ کر گاڑی اسٹارٹ کر کے مسجد کی طرف موڑ دی۔

✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸

بن ساجن جھولا جھولو، میں واعدا کیسے بھولوں۔ آرزو گانا گاتی روشنا کے کمرے میں آئی اور گول گول گھمنے لگی روشنا جو اپنا کمرہ صاف کر رہی تھی اس کو ایسے خوشی سے جھومتا دیکھا تو پوچھا۔

خیر ہے اتنا خوش کیوں ہو؟

کیوں کی میرے پاس ناخوش ہونے کی وجہ نہیں۔ آرزو اس کے بیڈ پہ آرام سے لیٹتی بولی۔

اچھا مجھے لگا جانے کونسا خزانہ تمہارے ہاتھ لگھ گیا۔ روشنا سر جھٹک کر بولی۔

میں کسی خزانے سے کم ہوں کیا۔ آرزو ایک ادا سے اپنے سلکی بال دوسرے کندھے پہ ڈال کے بولی۔

تمہاری عمر میں میں نے انٹر پڑھ لیا تھا اور ایک تم ہو جو ابھی انٹر میں ایڈمیشن لیا ہے۔ روشنا نے اس کو کہا۔

ہمم میں تو B.S.C بھی کلی ئی رکر جاتی اگر دو سال فیل نہ ہو جاتی تو آپ تو انٹر کی بات کر رہی ہے۔ آرزو نے کروٹ بدل کر جواب دیا۔

تمہارا کوئی ي مقابلہ نہیں ہر بات کا جواب ہوتا ہے۔ روشنا نے گھور کر کہا۔

نوازش پر ایک بات تو بتائی یں۔ آرزو نے مسکرا کر جواب دیا پھر پوچھا۔

کیا۔ روشنا نے اپنے کپڑوں کو الماری میں رکھ کر کہا۔

جس سے آپ کی ٹکر ہوئی ی تھی اس کا نام کیا تھا۔ آرزو نے سوال کیا۔

مجھے کیا پتا۔ روشنا نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

ہائے میں ہوتی تو فورن سے نام پوچھ لیتی۔ آرزو نے سیدھا لیٹ کر جواب دیا۔

آرزو بس تمہیں پتا لگا وہ ہینڈ سم تھا تو تم نے اپنے ناول کے ہیرو سے اس کو ملا لیا۔ روشنا نے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھ کر کہا جو مسکرا کر اپر کو دیکھ رہی تھی۔

اور نہیں تو ہیزل گرین آنکھیں کتنی خوبصورت ہوتی ہے بندہ تو کمال کا ہو گا نہ۔ آرزو نے بتایا۔

بچی ہی رہنا تم۔ روشنا نے الماری کا پٹ بند کرتے کہا۔

اسکول کی چھٹیاں دو دن بعد ختم ہیں۔ آرزو نے کچھ دیر بعد خاموش رہتے پھر کہا۔

سہی ہے تم بھی مصروف ہو جاؤں گی پھر پڑھائی ي میں۔ روشنا نے جواب دیا۔

ہاں مجھے موبائی ل چاہیے تھا۔ آرزو نے مزید کہا۔

تکیے کے نیچے ہے میرا موبائل اٹھا لوں میں نے نیو گیم انسٹال کی ہے تمہارے لیے۔ روشنا نے مسکرا کر کہا۔

مجھے اپنا چاہیے۔ آرزو نے اٹھ کر کہا۔

اپنا مطلب۔ روشنا نا سمجھی سے بولی۔

آپی یار اپنا مطلب پرسنل کیوں کی سب کے پاس ہے سوائے میرے۔ آرزو نے اٹھ کے کہا۔

آرزو گھر کے حالات تمہارے سامنے ہے پھر بھی ایسی بیجا ضد کیوں میں نے بہت سال پہلے جب ٹیوشن کے پ ئی سوں اور اپنی پاکٹ منی سے لیا تھا۔ روشنا اس کے پاس آکر پیار سے بولی۔

ہمیں نیند آرہی ہے گڈ نائی ٹ۔ آرزو اس کی بات سن کے بنا اس کی طرف دیکھ کر کہتی کمرے سے نکل گ ئی روشنا نے گہری سانس لی وہ جانتی تھی آرزو جس طرح چھوٹی بات پہ خوش ہوتی تھی ویسے ہی اداس بھی ہو جاتی تھی آرزو اپنے کمرے میں آ کر ڈائ ری لکھنے کا سوچا وہ کرسی پہ بیٹھ کر ٹیبل سے اپنی ڈائ ری اٹھا کر ورق گردانی کی پھر خالی صفحہ کھول کے اس پہ لکھنے لگی اس جگہ کو وہ اپنی رائ ٹنگ ٹیبل کہتی تھی۔

ہر کوئ ي میرا ہو جائے

ایسی میری تقدیر نہیں

میں وہ شیشہ ہوں

جسکی کوئ ي تصویر نہیں

درد سے رشتہ ہے میرا

خوشیاں مجھے نصیب نہیں

مجھے بھی کوئ ي یاد کرے

میں اتنا خوش نصیب نہیں۔۔۔۔

لکھنے کے بعد اس نے ایک طائرانہ نظر اس صفحے پہ ڈالی یہ اس کی پسندیدہ شاعری تھی اور جب وہ اداس ہوتی تھی تو یہی لکھتی تھی۔ آیاز مرید کے باپ مرید صفدر ایک اسکول میں استاد تھے ان کی تین بچے تھے ایک آیاز مرید اور دو بیٹیاں جن میں ایک کا نام فرزانہ تو دوسری کا افسانہ نام تھا آیاز صاحب اپنے باپ کی موت کے بعد کراچی میں ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ اور ایک دفتر میں نوکری کرتے تھے جن میں ان کا اچھا خاصا گزارا ہو جاتا تھا اولاد میں دو بیٹیوں کی زمیداری پڑی تو ان کے اخراجات اور پڑھائی ي کے خرچے کے لیے انہوں نے اپنے دفتر میں رات کی شفٹ پہ بھی نوکری کرنا شروع کی تھی تاکہ ان کی اولاد کو کسی تنگی کا احساس نہ ہو روشنا کو بڑے کالج میں داخلہ کے لیے روزینہ بیگم نے اپنے جہیز میں ماں سے ملا کچھ زیور بیچ دیا تھا جس پہ آیاز صاحب نے اعتراض تو کیا تھا پر انہوں نے یہ

کہہ کر ان کو چپ کروایا کہ وہ اپنی بیٹی کو اعلیٰ تعلیم دلانہ چاہتی ہیں زیور کا کیا ہے وہ تو آتے جاتے رہے گے ابھی ان کی پڑھائی ي اہمیت رکھتی ہے پر پھر بھی روشنا کے تین سال ضائع ہو چکے تھے B.S.C کے بعد اس نے پڑھائی ي بند کر دی تھی اور بچوں کو گھر میں ٹیوشن دینا شروع کیا تھا تین سال یہ سلسلہ جاری رہا پھر زرینہ بیگم اور آیاز صاحب کے کہنے پہ اس نے کالج میں داخلہ کروالیا تھا جب کی آرزو ابھی فرسٹ ای ئیر کے ایکزامز سے فارغ ہوئی ي تھی وہ کہنے کو تو سترہ سال کی تھی اپنی آپی سے چار پانچ سال چھوٹی پر اپنی باتوں اور حرکتوں سے وہ بارہ سال کی لگتی تھی وہ شوخ چنچل مزاج کی تھی پر جب اس کو کچھ پسند آتا وہ نہ ملتا تو اس کا دل اداس ہو جاتا تھا جیسے مہنگے کپڑے خرید کرنا اس سے میچنگ جیولری سینڈل اور گھومنا پھرنا ایسے بہت سے معصوم ارمان اس کے دل میں دفن تھے مگر اس نے کبھی اظہار نہیں کیا تھا کیوں کی اس کو پتا تھا جہاں وہ رہتی تھی وہاں یہ سب ممکن نہیں اور اب اس کو اپنا موبائل خریدنے کا

دل تھا جس کے ملنے کے اثار اس کو نظر نہیں آرہے تھے وہ روشنا کی نسبت کچھ صحتمند تھی جب کی روشنا کافی سمارٹ تھی آرزو خوبصورت بہت تھی اُپر سے اس کا ہیلدی ہونا گورا رنگ اور گلابی گال کالی آنکھیں گھنے بھورے سلکی بال اس کی خوبصورتی میں روشنا بھی کم تھی یہ بات روشنا کو بھی سمجھ میں آتی تھی پر وہ ان بہنوں میں نہیں تھی کے اپنی بہن کو خود سے پیارا دیکھ کر جلے اور دوسری طرف آرزو اپنی خوبصورتی سے واقف ہوتے ہوئے بھی اس کو لگتا تھا کہ روشنا زیادہ پیاری ہے وجہ اس کا سمارٹ ہونا تھا اس کو اپنے موٹے ہونے پہ افسوس نہیں تھا اس کے خیال سے جو جیسا ہے اچھا ہی ہے کیوں کی وہ جانتی تھی وہ موٹی نہیں بلکہ صحتمند تھی اور ان دونوں میں بہت فرق ہوتا ہے۔

✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸✸

✸

زیاد گھر آیا تو رات کے دو بج گ ئ ے تھے وہ جیسے ہی ہال سے گزر کر سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اندھیرے اور رات کے سناٹے نے اس کا استقبال کیا وہ جانتا تھا سب اس وقت نیند کے مزے لوٹ رہے ہو گے ایک وہی تھا اس گھر میں جس کی کسی کو پرواہ نہ تھی زیاد کہ تو یہی سوچ تھی وہ کمرے میں آیا اور لائ ٹ اون کر کے پورے کمرے کی جانب دیکھا جو ڈارک برائ ون کلر سے انٹرن ئ ر کیا گیا تھا زیاد دھپ کر کے بیڈ پہ لیٹ گیا اور سامنے دیوار کو دیکھنے لگا بھوک اس کو لگی نہیں تھی کیوں کی وہ باہر سے کھا کر آیا تھا گھر میں کھانا وہ کم ہی کھاتا تھا زیاد نے گہری سانس اپنے اندر کھینچی اور آنکھیں بند کر لی کیوں کی وہ ابھی اپنا ماضی یا بچپن یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

آج ناشتے پہ آپ کا بڑا صاحبزادہ نہیں آیا۔ وہ اس وقت صبح کے ناشتے کے لیے ڈائ ینگ ٹیبل پہ تھے جب ابرار صاحب نے سب پہ ایک نظر

دیکھ کر اسرار صاحب سے پوچھا جو سربراہی کرسی پہ بیٹھے معمول سے زیادہ سنجیدہ لگ رہے تھے۔

ہو گا اپنے کمرے میں ساری رات آوارہ گردی کرنے کے بعد گھر آیا ہو گا اور سو یا ہوا ہو گا ابھی تک اور کام کیا ہے اس کا کالج تو ڈھنگ سے جایا نہیں جاتا اس سے ایک آوارہ گردی اور بد تمیزی کے رکارڈ قائم ہے اس کے۔ سمایا بیگم کو تو جیسے موقع مل گیا تھا زیاد کی شان میں کچھ بولنے کا اس لیے نخوت سے بولی۔

سمایا بیگم۔ اسرار صاحب نے تنبیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا جس پہ وہ بس ہونہہ کرتی رہ گئی پھر انہوں نے زیاد کے کام کرتے ملازم شبیر کو آواز دی۔

جی بڑے صاحب۔ شبیر فورن سے ان کے سامنے آکر سر جھکا کے بولا۔

زیاد کہاں ہے ابھی تک اٹھا نہیں کیا؟ اسرار صاحب اس سے سوال کیا۔

جی میں ان کے کمرے کے پاس گیا تھا کمرا لاک تھا تو میں واپس آگیا۔ شبیر نے اِن ڈائی ریکٹلی ان کو زیاد کے سونے کا بتایا۔

تمہیں جگانا چاہیے تھا اس کو۔ اسرار صاحب اس کے جواب سن کے بھرم ہوئے۔

دروازہ لاک تھا اور ان لاک بھی ہوتا تو میں کیسے جگا سکتا تھا ان کو زیاد صاحب تو پھر مجھے اپنے کمرے کی گیلری میں لیکر جا کر وہی سے گرا دیتے۔ شبیر نے منمناتے بولا۔

ایکزامز سر پہ ہیں اس کے اور ایک یہ ہے جس کو پرواہ تک نہیں۔ اسرار صاحب سر پکڑ کر بولے۔

گستاخی معاف کرئیے گا بھائی جان مگر یہ فکر آپ اس کے بچپن میں دیکھاتے تو آج حالات مختلف ہوتے اور اب وہ ماشا اللہ سے پانچ نہیں پچیس سال کا ہے دو سال بعد اس کے بزنس کی پڑھائی پوری ہو جائے گی اس کو اب کسی کی ضرورت نہیں بیس سال پہلے تھی اس لیے آپ اس کو

ٹوکنا چھوڑ دے ورنہ وہ اور باغی ہو جائے گا۔ ابرار صاحب سنجید گی سے کہتے وہاں سے اٹھ گ ئ ے جب کی اسرار صاحب اپنے چھوٹے بھائ ی سے یہ باتیں سن کر شر مندہ ہو کر رہ گ ئ ے۔

اور چڑھاؤ اس کو سر پر جب دیکھو اپنی منمانی کر تا رہتا ہے۔ سمایا بیگم بڑبڑاتی ہیل کی ٹک ٹک کرتے وہ بھی اٹھ گ ئ ان کے جانے کے بعد اشرف عینی کشما لا زارون نے بھی اپنا بیگ اٹھایا اور کالج کے لیے نکل گ ئ ے۔

بھائ ی پتا نہیں کب ڈیڈ کو معاف کرے گیں۔ وہ چاروں گاڑی میں بیٹھے تو عینی نے کہا۔

کرے گا پر شیور ٹی نہیں اس بات کی کیوں کی وہ تو ہم پہ ایک نظر ڈالنا گوارا نہیں کرتا ہمارا قصور نہ ہونے پہ بھی۔ اس کی بات کا جواب فرنٹ سیٹ پہ بیٹھے زارون نے دیا جب کی اشرف گاڑی چلانے میں مصروف تھا۔

ہاں یہ تو ہے پر ہم اس کے کزن ہے ہم سے بات کرنی چاہیے۔ کشمالا بیگ سے اپنا موبائل نکال کے بولی۔

ہم تو ان کے اسٹیپ سسٹر برادر ہیں نہیں کرتے ہماری کی ئی ر جیسے بڑے بھائی ی کرتیں ہیں تو تمہاری کیسے کریگا۔ اشرف جو خاموش تھا اس کی بات پہ کہا۔

کیوں کی تم لوگ چچی سمایا کی اولاد ہو اور زیاد بھائی ی ان سے بہت نفرت کرتے ہیں وجہ ہمیں پتا نہیں پر ہماری مما سے تو وہ ٹھیک سے بات کرتے ہیں پھر بھی ہم سے نہیں۔ کشمالا نے ان تینوں کی جیسے بولتی بند کر دی باقی کا سارا راستہ خاموشی سے کٹا تھا۔

ماہی بیگم زیاد کے کمرے کے پاس آئی ی اور ڈپلیکیٹ کی سے دروازہ کھول کے اندر داخل ہوئی ی جہاں رات کا سماں تھا ابھی انہوں نے پوری کمرے میں نظر گھمائی ی جہاں بس اندھیرا تھا وہ گہری سانس بھر کر کھڑکی کے سامنے پردے ہٹا دی ئی ے اور گیلری کا دروازہ کھول کے

سورج کی روشنی کو اندر آنے کا راستہ دیا پھر وہ ان کی نظر جہازی سائی یز بیڈ پہ پڑی جہاں زیاد اپنے اُپر کمبل لپیٹے ان کی کاروائی ی سے بے خبر نیند کے مزے لوٹ رہا تھا وہ چلتی اس کے پاس آئی ی اور اس کے چہرے سے کمبل ہٹایا جہاں اور اس کے چہرے کو دیکھا جہاں سنجید گی نہیں بلکہ بچو جیسی معصومیت تھی ماہی بیگم نے مسکرا کر اس کے بکھرے سلکی بالوں کو اس کے ماتھے سے ہٹایا تو ماضی کی ایک بات ان کے دماغ میں آگ ئی جب بچپن میں زیاد ان کے پاس آتا تھا۔

چچی جان میں آپ کے ساتھ سوؤ مجھے اپنے کمرے میں ڈر لگتا ہے۔ پانچ سالا زیاد کشن بازوں میں دبائے ان کے دروازے کے پاس کھڑا کہہ رہا تھا وہ اپنا سر جھٹکتی زیاد کو آواز دینے لگی۔

زیاد اٹھ جاؤ

زیاد

زیاد۔انہوں نے اب کی زور سے اس کا نام لیا تھا زیاد کے سوئے وجود میں ہلکی سی جنبش ہوئی ی اور وہ اپنی آنکھیں کھول کے نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھا اور اٹھ کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر اپنی آنکھیں مسلنے لگا۔

آپ اس وقت یہاں ؟زیاد نے ان کی طرف دیکھ کر پوچھا

تمہیں اٹھانے آئی ی تھی کیا بات ہے آج اتنی دیر تک سوتے رہے اور کیا کالج نہیں جانا تمہیں طبعیت ٹھیک ہے نہ۔ماہی بیگم نے بتا کر پھر سوالوں کی بوچھاڑ کر ڈالی اور آخر میں فکر مندی سے اس کی چمکتی پیشانی پہ ہاتھ رکھ کر ٹیمپریچر چیک کرنے لگی زیاد ان کی فکر مندی دیکھ کر مسکرایا اِس طرح اس کے دائیں گال پہ ڈمپل نظر آنے لگا جو اس کے خوبصورت چہرے کو مزید سحر انگیز بنا رہا تھا زیاد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر عقیدت سے بوسہ یا اور اپنے دونوں میں لیکر بولا۔

میں ٹھیک ہوں اور میں کالج نہیں جاؤں گا چھٹی پہ ہوں اور آپ کی محبت کا شکریہ۔

زیاد سال میں جانے کتنی دفعہ تو اور تمہارے دوست خارج کیے جاتے ہو۔ماہی بیگم اس کی چھٹی کا مطلب سمجھتی تھی اس لیے اس کی بات کے آخر میں بولی۔

اب میں کیا کروں ان کو میرا آنا پسند نہیں تو۔زیاد کندھے اچکا کر سارا الزام کالج والوں پہ لگا دیا۔

فریش ہو جاؤ تم پھر ناشتہ کرنے نیچے آجاؤ۔ماہی بیگم نفعی میں سر ہلاتی بولی۔

دل نہیں۔زیاد نے جواب دیا

کھانے کا تعلق دل سے نہیں پیٹ سے ہوتا ہے۔ماہی بیگم اس کے ماتھے پہ چپت لگا کر بولی۔

کیا بنایا شبیر نے۔زیاد ان سے پوچھا۔

اس نے نہیں میں نے تمہارے لیے پراٹھے بنائے ہیں ناشتہ تمہاری پسند کا ہے اس لیے نو نخرے اور جلدی سے آجاؤ پھر مل بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ماہی بیگم اس کے اپر سے کمبل ہٹا کر بولی۔

آپ نے کیوں کیا ابھی تک ناشتہ ؟زیاد موبائل کی اسکرین آن کر کے اس پہ وقت دیکھ کر بولا جو گیارہ کا وقت بتا رہی تھی۔

کسی نے بھی ٹھیک سے نہیں کیا تھا اب تم سوالات کا سیکشن ختم کرو۔ماہی بیگم اس کے کمرے کی حالت ٹھیک کرتی مصروف انداز میں بولی۔

اچھا پھر بحث ہوئی ی۔زیاد تلخ مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر بولا تو ماہی بیگم کچھ نہ بولی۔

آرزو چھت سے جا کر سوکھے کپڑے اتا کر لاؤ۔زرینہ بیگم روشنا کا موبائل لیے ناول پڑھتی آرزو سے بولی۔

اماں قریب ہی تو ہے چھت آپ جا کر اٹھا لائیے۔ آرزو نے بنا اپنی جگہ ہلے ان کو مشورہ دیا جواب میں زرینہ بیگم نے اپنا جوتا اُتار کر اس کو دے مارا جو سیدھا اس کے ہاتھ میں لگا تھا۔

بہت ہڈ حرام ہو گئی ہو تم آرزو اٹھو جاؤ جو کہا ہے وہ کرو سارا دن کرتی کیا ہو جواب بھی جواب دے رہی ہو۔ زرینہ بیگم نے ٹھیک ٹھاک اس کی کلاس لے ڈالی۔

اماں یار اتنا زور سے کون مارتا ہے۔ آرزو اپنے ہاتھ میں پھونکیں مار کر ناراض نظر اپنی ماں پہ ڈال کر کہا۔

جاتی ہو یا اور مرمت کروں۔ زرینہ بیگم نے اپنے دوسرے پیر کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

جاتی ہوں۔ آرزو موبائل صوفے پہ رکھتی برا منہ بنا کر بولی۔

یہ ڈوپٹہ پہنتی جاؤ۔ اس کو بغیر ڈوپٹے کے جاتا دیکھ کر انہوں نے آدھا صوفے اور آدھا قالین پہ لٹکتا اس کے ڈوپٹے کی طرف اشارہ کرتے نیا حکم دیا۔

اماں اپنے چھت پہ ہی جا رہی ہوں کونسا باہر جو آپ ایسے بول رہی ہے۔ آرزو نے بیزار نظر اپنے ڈوپٹے پہ ڈال کر ان سے بولی اس وقت آرزو پیرٹ کلر کے گول فراق اور اور پاجامے میں تھی پیرٹ کلر اس کے چہرے کے رنگ پہ کِھل اٹھا تھا بالوں کی اس نے چوٹی بنا رکھی تھی جو پیچھے کمرے پہ جھول رہی تھی وہ ایسے ہی اپنے حلیے سے لاپرواہ رہتی تھی مگر زرینہ بیگم کو اس کی یہ بات بری لگتی تھی کم عمری اور اس کی خوبصورتی ان کو ہر وقت پریشان رکھتی تھی وجہ آرزو کا شوخ مزاج اور ناسمجھ ہونا تھا جو کسی بات پہ نا غور کرتی تھی اور نہ کچھ سمجھتی تھی۔

آرزو ہر بات پہ ضد نہ کیا کرو چھت پہ پورا مُحلا نظر آتا ہے جہاں آوارہ لڑکے بھی ہوتے ہیں اور تم جو بس ایسے ہی دندناتی پھرتی ہو۔زرینہ بیگم نے تنگ ہو کر کہا

یہ لیں پہن لیا۔ آرزو ڈوپٹہ اپنے سر پہ پہنتی بولی اور چھت پہ چلی گ ئی اور وہ جیسے ہی وہ کپڑے اٹھانے لگی سامنے والی چھت پہ کھڑے لڑکے نے اس کو دیکھ کر کہا

بڑے وقت بعد اپنا دیدار کروایا ہے۔

بکواس بند کرو اپنی۔ آرزو نے غصے سے تمتماتے چہرے سے اس کو گھور کر کہا جو اس کی ہی ہم عمر کا تھا۔

کیا بات ہے اپنے غبارے جیسی شکل میں گیس کیوں فل کی ہے۔وہ اب دیوار پار کرتا اس کے سامنے آکر بولا۔

خبر دار عاشر جو تم نے میرے چہرے کو غبارا کہا تو۔ آرزو نے ہاتھ کی انگلی سے اس کو وارن کرنے والے انداز میں کہا۔

اچھا بابا اچھا نہیں کہتا میں کچھ۔ لڑکا جس کا نام عاشر تھا وہ اپنے ہاتھ کھڑے کرتا بولا۔

بیٹھو۔ آرزو نے پاس پڑی چارپائی پہ بیٹھ کر اس کو بھی بیٹھنے کا کہا۔

نوازش۔ عاشر اس کے کچھ فاصلے پہ بیٹھ کر آنکھ ونک کرتا بولا۔

تم چھت پہ کیا کر رہے تھے۔ آرزو نے کھوجنے والی نظروں سے اس کی طرف دیکھ کر کہا

کچھ نہیں بس گھر میں گھٹن ہو رہی تھی تو یہاں تازی ہوا لینے چلا آیا۔ عاشر تو پہلے اس کے اِس طرح پوچھنے پہ گڑبڑا گیا پھر کچھ سنبھل کے کہا۔

یہ جنوری میں تمہیں کونسی گھٹن ہو رہی تھی جو تم دھوپ میں بیٹھنے کے بجائے چھت پہ چلے آئے۔ آرزو کو اس کی بات پہ یقین نہیں آیا۔

میری چھوڑو تم بتاؤ اتنی غصے میں کیوں تھی پہلے۔ عاشر نے باتوں کا رخ اس کی طرف موڑا۔

یہ دیکھو۔ آرزو نے اپنا ہاتھ اس کی طرف کر کے کہا جہاں زرینہ بیگم کا جوتا لگنے پہ اس کے ہاتھ کی پشت پہ اسکن پہ کھڑوچ آگئ تھی اور لال نشان بن گیا تھا آرزو کی اسکن کچھ زیادہ ہی ملائم نرم تھی۔

خالا سے پھر جوتا پڑا۔ عاشر اس کا ہاتھ تھام کر بولا اور نرمی سے وہاں اپنی انگلیاں گھمانے لگا۔

اور نہیں تو کیا۔ آرزو نے شکایت کرنے والے انداز میں کہا۔

اچھا موڈ خراب نہ کرو تم اپنا میں تمہیں اپنی بائیک پہ آئی سکریم کھلانے لے جاتا ہوں۔ عاشر نے اس کو بچوں کی طرح پچکار کے کہا۔

پئی سے تم بھرو گے۔ آرزو خوش ہوتے بولی۔

بلکل تم نے کب اپنی منی مجھے دی ہے۔ عاشر اس کا ہاتج چھوڑ کے بولا۔

توبہ اب ایسا بھی نہیں اور تم آج مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو۔ آرزو نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھ کر سوال کیا

آرزو پلیز یہ جاسوس کم بنا کرو تم میرا موڈ آج ٹھیک تھا تو سوچا تمہیں آفر کروں ویسے بھی میری پیاری اور موٹو کزن پلس دوست ہو۔عاشر نے اس کا گال کھینچ کر کہا۔

چلو پھر اور بائی یک آرام سے چلانا۔ آرزو اٹھتی اس کو ہدایت دیتی بولی۔

تم یہ کپڑے خالا کو دے آؤ اور ان سے اجازت لو تب تک میں چینج کرلوں۔عاشر دیوار دوبارہ پار کرتے بولا۔

اوکے۔ آرزو کہتی بھاگ کر سیڑھیاں اترنے لگی۔

اتنی دیر کیوں کی۔وہ جیسے ہی کپڑے زرینہ بیگم کے پاس رکھنے لگی تو انہوں نے پوچھا

عاشر سے باتیں کی اور اب میں اس کے ساتھ باہر جا رہی ہوں آئی سکریم کھانے۔اجازت کیا لینی تھی آرزو سیدھا ان کو بتایا۔

تمہارے بابا کو عاشر سے اس طرح بات کرنا اور باہر جانا پسند نہیں۔زرینہ بیگم نے بتایا۔

کیوں خالا کا بیٹا ہے ہمارا اور میری عمر کا آپ تو جانتی ہیں ہماری کتنی اچھی دوستی ہے۔ آرزو اپنے بال ٹھیک کر کے بولی۔

وہی تو میرا اتنا نیک فرمانبردار بھانجہ ہے۔ زرینہ بیگم نے کپڑے تہہ کر کے بولی۔

اچھا میں جا رہی ہوں۔ اس سے پہلے وہ اپنے بھانجے کی اور تعریف کرتی آرزو اپنا ڈوپٹہ سنبھالتی باہر چلی گ ئی۔

اسلام علیکم خالا۔ آرزو دبے پاؤں لائی ونج میں آتی نصرت بیگم کو پیچھے اپنے حصار لیکر بولی۔

وعلیکم اسلام۔ مجھے تم سے بات نہیں کرنی۔ انہوں نے اس کے ہاتھ ہٹا کر ناراضگی سے بولی۔

ہائے یہ ظلم کیوں۔ آرزو ان کی بات سن کر اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر ڈرامائی انداز میں بولی۔

یہ سامنے گھر ہے پھر تم لوگوں کو توفیق نہیں کے اپنی خالا سے ان کی خیر خبر پوچھے۔وہ صوفے پہ بیٹھتی ہنوز ناراض بھرے لہجے میں بولی ان کی بات پہ آرزو نے زبان دانتو تلے دبائی ی تبھی عاشر بلیک شلوار قمیص پہن کر وہاں آیا آرزو کو ایسے کرتے دیکھ کر مسکرا کر نفعی میں سر ہلانے لگا اور اپنی ماں کے ساتھ بیٹھ گیا

ماشااللہ میرا بیٹا کتنا پیارا لگ رہا ہے۔نصرت بیگم عاشر کی بلائے لیتی بولی جو مسکرا رہا تھا آخر کو آرزو کا کزن پلس دوست تھا ایک جیسی خصوصیت تو ہو گی نہ

اتنا بھی نہیں۔آرزو منہ بسور کے بولی

تم تو جلتی ہی رہنا میری خوبصورتی سے۔عاشر اپنے گیلے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بولا جس پہ آرزو نے اس کو زبان دیکھائی ی۔

اچھا خالا آپ اب مسکرا کر مجھے دیکھے تو ہم باہر جائے۔آرزو ان کے پاس آکر بولی۔

امی جان کردے معاف اس کو بیچاری تازہ جوتا خالا سے کھا کر آئی ی

ہے۔عاشر نے صوفے پہ پشت ٹیکا کر اپنی ماں سے کہا۔

زرینہ کا تو دماغ خراب ہے بھلا جوان بچی کو ایسے مارتا کون ہے۔عاشر کی

بات پہ وہ اپنی ناراضگی بھول کر آرزو کو اپنے ساتھ بیٹھا کر بولی۔

اب ان کو کون سمجھائے۔ آرزو نے معصومیت سے کہا۔

اب چلنا ہے کے نہیں۔عاشر اس کی ایکٹنگ دیکھتا بولا۔

چلنا ہے کیوں نہیں چلنا مجال ہے جو دو گھڑی بات کرنے دو۔ آرزو اٹھ

کرے تپ کے بولی۔

دو گھڑی تمہاری ختم بھی تو ہو۔عاشر اور وہ بحث کرتے باہر تک

آگ ئی ے تھے۔

عاشر پھر سے کہہ رہی ہوں آرام سے بائی یک چلانا۔ آرزو اس کے پیچھے

بیٹھتی بولی۔

بے فکر رہو۔عاشر نے کہا اور بائی یک اسٹارٹ کر دی۔

یہ آج کالج میں سب کیا بات کر رہے ہیں ؟ روشنا نے اپنے ڈپارٹمنٹ کی لڑکی سے پوچھا جس سے اس کی اچھی بات چیت ہو گ ئی تھی۔

وہ دراصل کل ہمارے جو سین ئی رہے نہ ان کا آپس میں جگھڑا ہو گیا تھا بس اس کے مطلق سب گوسپ کر رہے ہیں۔ علیزہ نے جواب دیا

اوو کیا جھگڑا زیادہ ہوا تھا اور کس بات پہ۔ روشنا نے تجسس سے پوچھا۔

کوئ ی خاص وجہ نہیں تھی بس A گروپ اور زیاد اسرار کے دوستوں کی نہیں بنتی ایک دوسرے سے لڑائ ی جھگڑا ہو اور اسپورٹس میں مقابلا جو کوئ ی کومپٹشن ہو وہ ایک دوسرے کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں زیاد کا لک بہت اچھا ہے ہر بار وہی جیت جاتا ہے۔ علیزہ نے تفصیل سے بتایا۔

اچھا مطلب امیر باپ کی بگڑی اولادیں ہیں۔ روشنا نے کہا

ایسا ہی پر تم زیاد کو دیکھو گی نہ قسم سے دل دے بیٹھو گی وہ اتنا ہینڈ سم ہے جس کی کوئی ی حد نہیں اپر سے اس کا اٹیٹیوڈ لیول جو ہمیشہ ہائے رہتا ہے جو اس کی شخصیت کو اور خوبصورت بناتا ہے پر وہ کبھی مسکراتا نہیں اگر مسکرائے گا تو نجانے کتنی لڑکیوں نے جان دینی ہے اس کے اُپر۔ علیزہ نے اب کی فدا ہونے والے انداز میں کہا۔

اتنا بھی خوبصورت نہیں ہو گا جتنا تم بتا رہی ہو۔ روشا نے کتاب کھول کر کہا۔

تم نے دیکھا نہیں نہ اس لیے۔ علیزہ نے اس کی بات ہوا میں اُڑائی ی۔

امیر لوگ خوبصورت نہ بھی ہو تو ان کے پ ئی سے ان کو خوبصورت بنا ہی دیتے ہیں۔ روشا ابھی تک اپنی بات پہ قائ م تھی۔

اچھا ایک منٹ رکنا۔ علیزہ نے کہا اور ہاتھ بیگ کی اندر ڈال کر اپنا کلیچ نکالا اس میں موبائل نکال کر اس نے FB میں زیاد کا اکائ ونٹ کھول کر اس کی تصاویریں روشا کے سامنے کی۔

یہ ہو؟روشنا نے جیسے ہی زیاد کی تصویر دیکھی جس میں وہ اسپورٹس ڈریس میں تھا اور ایک ہاتھ میں بال تھامے کھڑا تھا چہرے پہ ہنوز سنجیدگی رقم تھی۔

ہاں پیارا ہے نہ۔علیزہ نے اس کے تاثرات دیکھے بنا کہا

بلکل نہیں ایک نمبر کا گھمنڈی ہے یہ لڑکا میری ملاقات ہوئی تھی ایک دفعہ اس سے بد تمیز کہیں کا۔روشنا پھٹ پڑی۔

بد تمیز تو نہیں بس زبان کو کچھ تیز ہے۔علیزہ نے مسکرا کر زیاد کی تصویر دیکھ کر کہا۔

سارا موڈ ہی میرا خراب کر دیا۔روشنا کتاب زور سے بند کرتی بولی۔

افففف روشنا حد ہے ایک ملاقات میں تم کسی کے بارے میں رائے کیسے قائم کر سکتی ہو اور جس کو ہم جانتے نہ ہو اس کے بارے میں ایسے کچھ غلط نہیں کہنا چاہیے۔علیزہ نے اب کی بار اس کو ٹوک کر کہا۔

ملاقات نہیں تھی بس اتفاقی ٹکراؤ تھا اس سے زیادہ نہیں۔روشنا نے اس کی غلط فہمی دور کی۔

ایک ہی بات ہے۔علیزہ نے کہا روشنا کچھ کہتی کے ایک لڑکا ان کی کلاس میں آکر سب کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

گائیز تم لوگ یہاں بیٹھے ہو باہر زیاد اسرار کا فادر ایڈمن کے آفس میں ہے۔لڑکے نے کسی اینکر کی طرح ان کو خبر پہچائی ی۔

کیوں کیا سب کے فادرز ہے ؟۔کلاس میں ایک لڑکے نے پوچھا۔

نہیں سنا ہے زیاد نے ایڈمن سے روڈلی بات کی تھی شاید اس لیے اس کا باپ آیا ہے بس۔وہ لڑکا کہہ کر دوبارہ وہاں سے نکل گیا۔

دیکھا جس انسان کی استاد کی عزت یا اس کی عمر کا لحاظ نہ ہو وہ ٹھیک ہو سکتا ہے۔اس کے جانے کے بعد روشنا نے علیزہ سے کہا

کہاں نہ بس زبان کا تیز ہے۔علیزہ نے ابھی بھی زیاد کی طرفداری کی تو روشنا نے اس کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔

میں آپ سے شرمندہ ہوں۔اسرار صاحب نے ایڈمن وقار سے کہا جو ان کو ساری بات بتا چکے تھے۔

ہم آپ کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتے تھے زیاد اب بچہ نہیں آپ کو ان کے والد ہے آپ کا فرض ہے ان کو صحیح غلط بتائیں زیاد اس عمر سے گزر چکا ہے جہاں ٹیچر بچوں کو اخلاق سکھاتی ہے پر ان سب میں والدین کا کردار بھی اہم ہوتا ہے زیاد جوان ہے وہ اب ہم جب اس کو حسنِ اخلاق کا کچھ بتاتے بھی ہیں نہ تو وہ اس طرح دیکھتا ہے کے ہم شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ایڈمن وقار نے سنجیدگی سے کہا۔

میں جانتا ہوں پر وہ اپنی ماں کے جانے کے بعد ایسے ہی ہو گیا ہے وہ بچپن سے ہی کومپلیکس کا شکار ہے۔اسرار صاحب نے اپنی طرف سے دلیل دی۔

بچے ایسے ہی احساس کمتری کا شکار نہیں ہوتے ان کو وہ محسوس کروایا جاتا ہے تبھی ہو جاتا ہے وہ اور زیاد کے پاس تو سب کچھ ہے جو انسان چاہتا

ہے خوبصورت ہے زہین ہے اور مالدار بھی ہے میں امید نہیں یقین سے کہہ سکتا ہوں کے آپ نے بچپن میں اس کو ہر آسائش دی ہو گی مگر پھر بھی زیاد کا ایسا رویہ صرف اس کے بد تمیز ہونے کی وجہ سے تو نہیں۔ ایڈمن وقار نے کہا

آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اسرار صاحب نے ان کی بات کا مطلب جاننا چاہا۔

کبھی کبھار بچوں کو چیزوں کے علاوہ بھی کسی چیز کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ ہوتی ہے توجہ پیار وقت جو وہ اپنے والدین سے چاہتا ہے مگر جس طرح آپ کا کہنا کے وہ اپنی ماں کے جانے کے بعد ایسا ہوا ہے تو اس میں زیاد کی نہیں آپ کی غلطی ہے کم عمری میں ماں کی وفات بچوں کے لیے صدمہ ہوتا ہے وہ یہ تو نہیں جانتا بھلا پانچ سال کے بچے کو کیا پتا کے مرنا کس کو بولتے ہیں جب زیاد کی ماں کا اس دنیا سے چلی گ ئی تو آپ کا فرض تھا اس کو ماں باپ دونوں کا پیار دینا اس کو اکیلا محسوس نہ کرواتے

اس کو اتنا پیار دیتے کے وہ اپنی ماں کی کمی محسوس نہ کر پاتا جب وہ رات کو ڈرتا تو اس کے پاس چھپنے کے لیے ماں کا آنچل نہ ہوتا تو باپ کا ساتھ ہوتا اگر وہ غلطی کرتا تو اس کی غلطی پہ پردا ڈالنے والی ماں نہ ہوتی تو باپ ہوتا جو اس کو غلطی کا احساس بھی کرواتا اور دوبارہ ایسے نہ کرنے کا بھی کہتا مگر افسوس آپ نے اس کو ایسا کجھ محسوس نہیں کروایا یہ آپ کا گھر کا مس ئی لا ہے مجھے کہنا تو نہیں چاہیے تھا پر میں کہنے سے خود کو باز نہ رکھ پایا۔ ایڈمن وقار نے ان کو اپنی غلطیاں بتائی یں جن سے وہ نظریں چڑاتے تھے۔

میں نے دوسری شادی کی تھی تو بس زیاد کی وجہ سے مگر۔ اسرار صاحب شرمندگی کی وجہ سے مزید بول نہ پائے۔

آپ زیاد کو سمجھائے اس سے بات کرے اور اپنی محبت کا یقین دلائے اگر دیکھا جائے تو اتنی دیر نہیں۔ ایڈمن وقار نے ان کو مشورہ دیا۔

کوشش تو یہی ہے اب۔ اسرار صاحب نے تھکن زدہ سانس خارج کرتے کہا اور ان سے ہاتھ ملا کر واپسی کے لیے نکل گ ئ ے کار میں بیٹھ کر انہوں نے ڈرائی یور کو کار آفس کے راستے کی طرف چلانے کا کہا ان کے دماغ میں اب زیاد کے بچپن کی باتیں التجائے اور غصے کی یادیں تھیں۔

ڈیڈ آپ جس عورت کو لائے ہے وہ مجھ پہ بہت غصہ کرتی ہے ان کو گھر سے نکالے۔ پانچ سالا زیاد اپنے باپ کے کمرے میں آکر کہا جو ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے اپنی ٹائی ی باندھ رہے تھے۔

وہ عورت اب تمہاری ماں ہے اس لیے اس کی ہر بات مانا کرو۔ اسرار صاحب اس کے پاس پنجو کے بل بیٹھ کر بولیں۔

وہ میری ماں نہیں دادی بتاتی ہیں کے میری امی جان جنت میں ہے اور جنت میں جانے والے لوگ واپس نہیں آتے۔ زیاد نے ان کی بات رد کی۔

وہ اب تمہاری ماں نہیں اب جو میں نے کہا اس پہ عمل کرو مجھے شکایت نہ ملے تمہاری اس سے۔ اسرار صاحب اب کی کچھ سخت ہوئے۔

ماں ایک ہوتی ہے اور کوئی میری ماں کی جگہ نہیں لے سکتا۔ زیاد اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔

زیاد جاؤ اب اسکول جانے کی تیاری کرو بحث مت کرو۔ اسرار صاحب اٹھ کر بولے۔

پر

جاؤ۔ اسرار صاحب اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بولے جس پہ زیاد منہ لٹکاتا باہر نکل گیا۔

ڈیڈ مجھے اپنے کمرے میں ڈر لگتا ہے وہاں اندھیرا ہوتا ہے۔ سردیو کی موسم تھی جب رات کے گیارہ بجے کے قریب زیاد سلیپنگ ڈریس پہنے ان کے کمرے کے باہر کھڑا ڈرتے ہوئے بتا رہا تھا۔

زیاد اب تم بچے نہیں چھ سال کے ہونے والے ہو بہادر بنو۔ اسرار صاحب اپنے گائی ون کی ڈوریاں بند کرتے بولے۔

مجھے آپ ساتھ سونا ہے۔ زیاد نے ان کے ساتھ چپک کر کہا۔

ایک تو تمہارا یہ لڑکا اتنا ڈرامے باز ہے ہر وقت بس اٹینشن چاہیے ہوتی ہے بس۔ سمایا بیگم نیند سے بھری آنکھیں لیے زیاد کو دیکھ کر بولی۔

آپ چپ کرے میں اپنے ڈیڈ سے بات کر رہا ہوں۔ زیاد نے ناگواری سے کہا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے زیان ماں ہے وہ تمہاری۔ اسرار صاحب نے اس کو ڈانٹا جب کی سمایا بیگم اس کو ایسے گھور رہی تھی جیسے نظروں ہی نظروں میں کھا جانے کا ارادہ ہو۔

وہاں اندھیرا ہے ڈیڈ عجیب سی آوازیں آتی ہیں۔ زیاد نے ان کی بات سنی ہی نہیں۔

تو لائٹ آن کر کے سو جاؤ پر یہاں آ کر ہماری نیند خراب نہیں کرو۔ سمایا بیگم اس کو بازوں سے پکڑتی کمرے سے باہر کر کے بولی اور دروازہ ٹھاہ کی آواز سے بند کیا. دل پتھر کا

از رمشا حسین

دروازے کے باہر کھڑا زیاد بھرائی ی آنکھوں سے بند دروازے کو دیکھا اور وہی دیوار سے لگ کر سکڑ کر بیٹھ گیا گھٹنوں کے اطراف اپنے چھوٹے بازوں کا حصار بناتے اپنا سر چھپا دیا۔

یہ میرا ٹفن ہے۔ سات سالا زیاد نے سمایا بیگم کو اپنے اسکول بیگ سے ٹفن نکال کے دیکھا تو ان کے ہاتھ سے ٹفن چھین کر بولا۔

یہ مجھے دو واپس۔ سمایا بیگم اپنے بھاری وجود کو سنبھالتی غصے اس کی طرف بڑھ کر بولی ان کو پریگننٹ ہوئے آٹھواں مہینہ تھا۔

کیوں آپ کے باپ کا مال ہے جب دیکھو تب میرے معاملات میں گھستی رہتی ہیں اور اب میرے ٹفن تک بھی پہنچ گ ئی ی۔ زیاد بد تمیزی سے

بولا دو سال سے اس کی معصومیت سمایا بیگم اور اپنے باپ کے رویے سے ختم ہوتی جارہی تھی جہاں اس کچی عمر میں بچے اپنے کھیل کود میں مگن ہوتے ہیں وہی زیاد اب بس سمایا بیگم کی سازشو سے خود کو بچانے کی کوششوں میں ہوتا تھا۔

منحوس دور ہٹو میری نظروں کے سامنے سے یہ تربیت کی تھی تمہاری ماں نے۔ سمایا بیگم اس کی بد تمیزی دیکھ کر بھڑک اٹھی۔

دور تو آپ ہٹے یہ میرا کمرہ ہے اس لیے اپنا سؤ کلو کا وزن اٹھا کر نکلے یہاں سے۔ زیاد بنا لحاظ کیے ان کے وجود پہ ٹونٹ مار کر بولا۔

آنے دو اسرار کو بتاتی ہوں تمہارے کرتوت میں۔ سمایا بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا وہ سات سالا زیاد کو کہاں پہنچا دیتی پر حمل میں ہونے کی وجہ سے وہ کنٹرول کیے ہوئے تھی۔

اور کام ہی کیا ہے چغل خوری کرنے کے علاوہ۔ زیاد ریک سے اپنا اسکول شوز نکالتا بیزار شکل بنائے بولا۔

شکل سے جتنے خوبصورت ہو اخلاق میں اتنے ہی بدصورت جانے کیا سکھایا تمہاری ماں نے پانچ سال میں تمہیں۔ سمایا بیگم نے تیکھی نظریں زیاد پہ ڈال کے دوبارہ اس کی ماں کا طعنہ دے کر کہا جانتی تھی اپنی ماں کے زکر پہ کیسے وہ آپے سے باہر ہو جاتا تھا۔

اللہ کا شکر شکل سے ہی سہی خوبصورت تو بنایا مگر آپ کو صورت اور سیرت دونوں سے ہی محروم رکھا اور میری ماں کی بات تو نہ ہی کرے تو بہتر ہے یہ ان کی تربیت ہی ہے جو میں آپ کو برداشت کر رہا ہوں ورنہ کب کا میرے کمرے اور گھر کے باہر ہوتی۔ زیاد تمسخر سے کہتا اپنا بیگ پہن کر جانے لگا جب کی سمایا بیگم منہ کھولے اس کو جاتا دیکھتی رہی اس کو زیاد کہیں سے بھی سات سال کا بچہ نہ لگا۔

ابھی سے ایسی دھمکیاں دے رہا ہے بڑا ہو کر تو پتا نہیں کیا کرے گا کمبخت۔ سمایا بیگم بڑبڑائی ی۔

ڈیڈ آپ کی بیوی جھوٹ بول رہی ہے میں نے اشرف کو سیڑھیوں سے نہیں گرایا۔ دس سالا زیاد نے لائی ونج میں اپنے باپ سے کہا جو کڑے تیوروں سے اس کو گھور رہے تھے جب کی ایک سینٹر صوفے پہ اس کی دادی الماس بیھٹی تھی سمایا بیگم بھی وہی کھڑی تھی۔

ہمت دیکھو اس چٹان بھر کے لڑکے کی میرے بیٹے کو زخمی کر کے کیسے نڈر انداز میں جھوٹا کہہ رہا ہے مجھ کو۔ سمایا بیگم زیاد کو نفرت سے دیکھ کر بولی۔

زیاد یہ کیا آپ کی بیوی بولتے رہتے ہو ماں ہے تمہاری اور تمہیں زرہ شرم نہیں آئی ی اپنے سے چھوٹے بھائی ی کو تکلیف دیتے۔ اسرار صاحب نے غصے سے زیاد سے استسفار کیا

ایک دفعہ اس کی سن تو لو۔ الماس بیگم کمزور آواز میں بولی۔

ڈیڈ آپ کی بیوی تو ہے ہی مکار۔زیاد حقارت سے سمایا بیگم کو دیکھ کر کہا
اسرار صاحب کے ہاتھ اٹھا تھا اس کے نازک گال پہ زیاد بے ساختہ نیچے
گر گیا اور شاک سے اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔

یہ تربیت ہے تمہاری جو باپ کے سامنے ایسی زبان استعمال کر رہے ہو
اس کے لیے اسکول بھیجتے ہیں تمہیں کے وہاں سے بد اخلاقی سیکھ کر
آؤ۔اسرار صاحب نے تیز آواز میں اس کو کہا سمایا بیگم شیطانی
مسکراہٹ سے زیاد کو دیکھنے لگی الماس بیگم کے جیسے کلیجے میں ہاتھ ڈالا ہو
کسی نے۔

میں جھوٹ نہیں بولتا۔زیاد موٹے موٹے آنسو اپنی آنکھوں میں لیکر
بولا۔

تسلیم کرو کے تم نے اشرف کو دھکا دیا ہے اور سمایا سے معافی مانگو۔اسرار
صاحب حکیمہ لہجے میں کہا۔

میں دونوں کا نام نہیں کروں گا نہ تو میں نے اس کو دھکا دیا اور نہ ہی یہ معافی کے قابل ہے۔زیاد اپنی آنکھیں صاف کرتا بولا۔

تم ایسے نہیں مانو گے۔اسرار صاحب نے اس کو دیکھا پھر ملازم کو بولانے لگا

دین کاکا

دین کاکا۔

جی مالک۔پچاس سال آدمی فورن سے ان کے سامنے آیا۔

زیاد کو اسٹور روم میں لے جاؤ اور کمرے کو لاک کرنا تب تک نہ کھولنا جب تک یہ سچ نہ بول دے بہت برداشت کرلی اس کی بدتمیزی اب اور نہیں۔اسرار صاحب نے سفاکیت سے ان کو حکم دیا۔

ڈیڈ میری بات کا یقین کرے ایسے مجھ کو سزا نہ دے۔زیاد ان کے پیروں پہ ہاتھ ڈال کر بولا۔

سنا نہیں تم نے۔ اسرار صاحب نے دین کاکا سے کہا جو رحم بھری نظروں زیاد کو دیکھ رہے تھے۔

صاحب بچہ ہے معاف کر دے اسٹور روم میں اندھیرا ہوتا ہے اور چوہے ہوتیں ہیں زیاد بابا کو تو اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔ دین کاکا نے آخر مجبور ہو کر بول پڑے۔

بچہ اگر حد سے بڑھ جائے تو اس کو ایسی سزا ملنی چاہیے تاکہ دوبارہ نہ وہ زبان درازی کرے اور نہ اپنے چھوٹے بھائی پہ تشدد۔ اسرار صاحب اپنی بات قائم رکھی۔

ڈیڈ میں آپ کو معاف نہیں کروں گا کبھی بھی نہیں۔ زیاد روتے ہوئے بولا اور بھاگ کر خود ہی اسٹور روم کے راستے چلا گیا اس کے لہجے میں جانے کیا تھا جس پہ اسرار صاحب کچھ پل ساکت سے رہ گئے۔

معافی تو ابھی تمہیں مانگنی پڑے گی۔ سمایا بیگم بڑبڑاہٹ میں بولی۔

تم نے زیاد کو بہت دور کر دیا ہے خود سے بہت دور دعا ہے کے وہ تمہیں خود سے دور نہ کرے ورنہ ساری زندگی پچھتاتے رہو گے۔ الماس بیگم رنجیدہ آواز میں بولی۔

صاحب

صاحب آفس آگیا۔ وہ جو پرانی یادوں میں گم تھے ڈرائی یور کی آواز سن کر ہوش میں آئے۔

کچھ کہا تم نے۔ وہ جیسے گہری نیند سے جاگ اٹھے۔

جی وہ دس منٹ سے آپ کو پکار رہا تھا آفس پہنچ گ ئ ے ہیں۔ ڈرائی یور نے سامنے لگے مرر سے ان کو دیکھ کر کہا۔

اچھا۔ اسرار صاحب نے محض سر ہلایا ان کو اپنی آنکھوں میں کچھ گیلا محسوس ہوا وہ کار سے اتر کر اپنی آنکھوں کے نم گوشے کو صاف کیا اور آفس جانے کے لیے قدم بڑھانے لگے۔

کبھی کبھی زندگی میں انسان وہ کر گزرتا ہے جس کا کبھی اس نے سوچا بھی نہیں ہوتا زندگی کا مطلب ہی شاید پہیلی ہے جو کبھی کوئی سلجھا ہی نہ پایا اور نہ جان پایا کے وہ کرنا کیا چاہتا ہے اور کر گیا گزرتا ہے کبھی سہی راستے پہ چلنے کی امنگ کرتا ہے تو کبھی گمراہی کی دلدل میں پھنس پڑتا ہے کہنے کو تو انسان عبادت کرنے کے لیے اس دنیا میں آیا ہے مگر وہ دنیا کی رنگینیوں میں اپنا مقصد بھول جاتا ہے اور یہی سوچتا ہے کے جو ہے یہی ہے اور کچھ نہیں۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

اللہ ایسے دن ہمیں بھی نصیب کرے۔ وقاص نے حسرت سے آئی سکریم پارلر کے باہر سجے ٹیبل اور اس کے گرد کرسیاں رکھے ایک پہ بیٹھا وہ اپنے سے دور بائی یک پہ بیٹھے آرزو اور عاشر کی طرف دیکھ کر ان تینوں سے کہا زیادہ موبائل میں بزی تھا احمد کچھ بیزار سا تھا جب کی علید ان اس کی بے تکی باتیں سن رہا تھا۔

شرم کرو وقاص بچے ہیں وہ۔علیدان نے گھور کر کہا۔

ہاں تو بچے کیا ایسے کُھلے عام رومانٹک طریقے سے آئی سکریم کھاتے ہیں۔وقاص نے کہا اس کی بات پہ احمد نے پیچھے مڑ کر دیکھا کیوں کی وقاص سامنے دیکھ رہا تھا اور احمد کی وہاں پشت تھی جب کی علیدان دائیں تو زیاد بائیں طرف بیٹھے تھے بیچ میں ٹیبل پڑا تھا۔

اس میں رومانٹک کیا ہے ؟احمد اپنا چہرہ دوبارہ سے وقاص کی طرف موڑ کر کہا

تم لوگوں کو وہ نظر نہیں آرہا جو مجھے آرہا ہے۔وقاص کسی ماہرِ جاسوس کے انداز میں بولا۔

آرہا ہے نظر مگر وہ سوچ نہیں آرہی جو تمہارے دماغ میں آئی ہے۔علیدان نے جواب میں کہا۔

ہاں اور نہیں تو بہن بھائی بھی تو ہو سکتے ہیں لڑکی کو آئی سکریم ٹھیک سے کھانی نہیں آرہی تو اس لیے وہ لڑکا ایک ہاتھ سے اپنی آئی سکریم

کھا رہا ہے اور دوسرے سے اس لڑکی کا چہرہ صاف کر رہا ہے جو آئی سکریم سے بھرا ہوا ہے۔ احمد نے بھی اس کی بات کو غلط کیا کیا پتا ڈیٹ پہ آئے ہو۔ وقاص نے رازدانہ انداز میں کہا جب کی زیاد وہاں ہو کر بھی نہیں تھا اس کا سارا دھیان موبائل یوز کرنے میں تھا۔ ان کی عمر دیکھو سترہ اٹھارہ کے بیچ کی ہو گی اور ضروری تو نہیں کے لڑکا لڑکی اگر ساتھ ہو تو ان کے بیچ یہی ایک رشتہ ہو اور کوئی ی بھی تو ہو سکتا ہے جیسے بہن بھائی ی کا دوست ہونا یہ کزنز ہونا مگر نہیں ہمارے دماغ میں ایک ہی سوچ ہو گی کے ان کا چکر ہو گا دوسری طرف تو ہمارا دھیان ہو گا ہی نہیں جائے گا۔ علید ان نے جزباتی تقریر کر ڈالی۔

میں تو بس جسٹ ایسے ہی بول رہا تھا تم تو جزباتی ہی

ہو گ ئی ے۔ وقاص برا منہ بنا کر بولا

جو بھی پر تم دیکھو بچی کے چہرے پر تو معصومیت ہے ہم دور سے بھی دیکھ سکتے ہیں مگر بچے کے چہرے پر بھی ک ئی گنا معصومیت ہے ابھی ان کے

دماغ میں وہ بات نہیں ہو گی جیسے تم رومانٹک انداز بول رہے تھے وہ اپنی طرف سے نارملی انداز میں آئی سکریم کھا رہے ہیں۔علید ان نے آرزو کو بچی تو عاشر کو بچہ کہہ ڈالا علید ان کی بات پہ زیاد کا دھیان پہلی دفعہ وہاں گیا اور ان کے سر اٹھا کر بائی یں طرف دیکھا جہاں آرزو بائی یک پہ بیٹھی بچوں انداز میں آدھی آئی سکریم کھا رہی تھی تو آدھی چہرے پہ لگا رہی تھی اور چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ بھی تھی جب کی ساتھ کھڑا لڑکا جو عاشر تھا رومال سے اس کا چہرہ صاف بھی کر رہا تھا مسلسل کچھ کہہ بھی رہا تھا اس کے چہرے کے تاثرات سے زیاد کو یہی لگا کے اس کو ڈانٹ رہا تھا کیوں کی عاشر کے چہرے پہ کچھ غصے کی رمق بھی ظاہر تھی زیاد ایک نظر ان پہ ڈالتا اپنے کام میں مشغول ہو گیا جو کی اس وقت موبائل یوز کر نا تھا۔

ہاں بچی ہے تو بہت خوبصورت گول مٹول سی۔ وقاص ہنس کے بولا جب کی اس کے گول مٹول کہنے پہ احمد اور علیدان بھی ہنس دی ئے مگر زیاد نے کوئی ی تاثر نہیں دیا۔

یار شادی کے بعد اس لڑکی نے پہلی فرصت میں تمہارا موبائل توڑ ڈالنا ہے۔ علیدان زیاد کے ہاتھ سے موبائ ل کھینچ کر بولا۔

میں شادی کروں تب نہ۔ زیاد نے بے فکری سے کہا۔

کروگے تو صحیح تم شادی پھر دیکھنا روز تمہارے موبائ ل کے ٹوٹنے کی خبر ملے گی ہمیں۔ وقاص آنکھ ونک کرتے زیاد سے کہا اور آخر میں احمد سے تالی ملائی ی۔

کسی میں اتنی ہمت نہیں کے میری چیزوں پہ اختلاف کرے۔ زیاد علیدان نے موبائل لیتا مغرور لہجے میں بولا

کسی کی بات ہم کرے بھی نہیں رہے ہم تو بیوی کا بول رہے ہیں اور وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔ احمد نے اس کی بات پہ کہا۔

آرڈر ابھی تک کیوں نہیں آیا ہمارا؟ زیاد نے بات بدل ڈالی

آتا ہی ہو گا ویسے بھی چائی نیز کھانا یہاں بس ہمارے لیے بناتے ہیں اور ہم کبھی کبھی اتنی دور آتے ہیں۔ علید ان نے جواب دیا وہ اس وقت جہاں تھے وہاں ایک طرف آئی سکریم پارلر تھا تو روڈ کے دوسرے طرف چھوٹا سا کھانے کا ہوٹل تھا جہاں دیسی کھانا پکتا تھا مگر وہ پانچوں وہاں آکر زیادہ پ ئی سے دے کر کچھ اور بھی کہہ کر بنوا لیتے تھے جو ہوٹل کے مینیو سے ہٹ کر ہوتا تھا۔

کبھی کہاں جب کالج سے خارج کیے جاتے ہیں تب ہی تو آتے ہیں۔ وقاص زوردار قہقہقہ لگا کر کہا جیسے سسپینڈ کے دن نہیں بلکہ ویکیشن کی چھٹیاں انجوائے کرنے آئے ہو۔

ویسے ہم پہلی دفعہ یہاں ہمایوں کے بغیر آئے ہیں۔ احمد نے کہا۔

ہاں وہ کراچی آ گیا ہے۔ ہم نے اپنا کارنامہ بتایا تو لیکچر دینے لگ گیا۔ علید ان نے مزے سے بتایا جس پہ وقاص اور احمد تو ہنس دی ئے پر زیاد نے بس مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

بچوں میں بھی کھانے کی تمیز اور ڈھنگ ہوتا ہے مگر تم میں نہیں آرزو۔ عاشر آرزو کے چہرے سے آئی سکریم صاف کرتا مسلسل بول رہا تھا۔

تو مجھے کیوں بتا رہے ہو۔ آرزو مزے سے آئی سکریم کھاتی بولی۔

اس لیے تاکہ تم ان سے ہی کچھ سیکھ لو۔ عاشر جل بھن کے بولا۔

اگر اتنا ناگوار گزر رہا ہے تو نہ لاتے نہ کونسا میں نے کہا تھا کہ آئی سکریم کھلاؤ۔ آروز الٹا اس پہ چڑھ دوڑی۔

ناگوار نہیں گزر رہا سب ہمیں دیکھ رہے ہیں اس لیے میں نے کہا انسانوں کی طرح کھاؤ۔ عاشر نے اب کچھ دھیمی آواز میں کہا۔

تو تم لوگوں کو نہ دیکھو تو وہ بھی نہیں دیکھے گے۔ آرزو نے مشورہ دیا کہ وہ تو ایسے ہی کھائے گی لوگ دیکھتے ہیں تو دیکھتے رہے۔

تم اور کوئی ی بات سمجھ لو۔ عاشر تاسف سے اس کو دیکھتا رہ گیا۔

وہاں سائی یڈ پہ نہ ایک ٹھیلا ہے آؤ وہاں چلتے ہیں۔ آئی سکریم کھانے کے بعد آرزو نے ن ئی ی فرمائی ش کی۔

وہاں تمہارا کیا کام۔ عاشر جو بائی یک اسٹارٹ کرنے والا تھا اس کی بات پہ نا سمجھی سے بولا۔

مجھے وہاں سے چوڑیاں خریدنی ہے دیکھو میری کلائی یاں کتنی خالی ہیں۔ آرزو نے پیچھے بیٹھ کر اپنے ہاتھ اس کے سامنے کیے۔

میں اس وقت پہ لعنت بھیجتا ہوں جب تمہارا موڈ اچھا کرنے کا سوچا تمہارے اچھے کرنے کے چکر میں تم نے میرا موڈ خراب کر دیا۔ عاشر تپ کے بولا۔

نہیں چاہیے مجھے۔ آرزو ناراضگی سے بولی۔

چپ رہو اب۔ عاشر نے کہا اور بائی یک آرزو کے بتائے راستے پہ چلانی شروع کی آرزو جو منہ پھلائے بیٹھنے کا سوچ رہی تھی عاشر کو اپنی بات مانتا دیکھ کر کِھل اٹھی۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

بات کرنی ہے تم سے۔ زیاد ٹی وی لائی ونج میں تھا جب اسرار صاحب اس کے ساتھ والے صوفے پہ بیٹھ کر بولے۔

شبیر

شبیر۔ زیاد ان پہ نظر ڈالے بنا اپنے ملازم کو بولانے لگا۔

جی۔ شیبر بھاگ کر اس کے پاس آکر بولا۔

دو دفعہ پکارنے پہ آئے ہو ایک دفعہ پہ آنا دوبارہ اگر میں پکاروں تو۔ زیاد ہاتھ میں پکڑا ریموٹ زور سے نیچے پھینک کر غصے سے بولا

سو سوری۔ شبیر ڈر کے بولا اسرار صاحب دکھ سے زیاد کی کاروائی ی دیکھ رہے تھے مگر وہ خاموش رہے اپنا بویا کاٹ رہے تھے۔

میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں تین منٹ میری کافی مجھے ملنی چاہیے۔زیاد تیز آواز میں بولتا اسرار صاحب کے سامنے سے گزرنے لگا تو وہ بولے۔

اتنی نفرت باپ سے۔

نفرت اور محبت بھی ایک رشتہ ہوتا ہے اور میں آپ سے نفرت کا رشتہ بھی نہیں رکھنا چاہتا یہاں اگر ہوں تو اس لیے کیوں یہ گھر میری ماں کے نام ہے اور میں اپنی زندگی کے پانچ سال ان کے ساتھ یہاں گزارے ہیں آپ اور آپ کی فیملی یہاں دیکھنا میری مجبوری ہے میرا بس چلے تو میں آپ لوگوں کے سائے سے بھی دور رہو۔زیاد زہریلے انداز میں کہتا وہاں سے نکل گیا اس کے جانے کے بعد اسرار صاحب کسی ہارے جواری کی طرح صوفے پہ بیٹھتے رہ گئے۔زیاد کمرے میں آیا تو شیبر کافی ٹرے میں سجائے کھڑا تھا زیاد کے حکم دیتے ہی وہاں سے نکل گیا تھا اور اب وہ زیاد کے آنے سے پہلے موجود تھا زیاد کافی پکڑی اور

اپنے کمرے میں رکھے کائی ونچ پہ بیٹھ گیا اس کو اپنا سر درد سے پھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

تم اب جا سکتے ہو۔ زیاد شبیر کو ایک جگہ اسٹل دیکھ کر بولا زیاد کی اجازت پہ وہ ایسے باہر گیا جیسے آیا ہی نہ تھا زیاد نے گہری سانس لی اور اپنی جیکٹ کی پوکٹ سے موبائل نکال کے ایک نمبر ڈائی ل کیا۔

علیدان میں کچھ دنوں کے لیے اسلام آباد جا رہا ہوں خالا جان سے ملنے۔ علیدان کے کال اٹھانے پہ زیاد اپنے ماتھے پہ انگلیاں رکھ کے بولا۔

اسلام آباد خیریت۔ علیدان جو بیڈ پہ لیٹا تھا اس کی بات پہ اس نے حیرانگی سے پوچھا کیوں کی کچھ دیر پہلے زیاد کا ایسا کوئی ی پلین نہیں تھا۔

ہاں خیریت ہے انہوں نے بہت وقت پہلے کہا تھا میں تب نہیں جا سکا تھا اس لیے رات میں نکلوں گا۔ زیاد نے جواب دیا۔

سہی پر کچھ ٹائم وہاں رہو گے تو کالج کا کیا ایگزامز میں تھوڑا وقت بچا ہے اور چار دن بعد ہمارے سسپینڈ کے دن ختم ہو گے تو جائے گی بھی کالج اور تم اس طرح۔علیدان نے الجھ کر بتایا۔

ہمیں کونسا تیاری کرنی ہوتی ہے سب کچھ ہمایوں کرتا ہے۔زیاد نے ریلیکس ہو کر بتایا۔

ہاں یہ تو ہے خیر بتاؤ کب تک وہاں رکو گے۔علیدان نے پوچھا۔

وہ تو جاؤں گا تو دیکھوں گا کب تک رہنا ہے۔زیاد نے کافی کا گھونٹ بھر کے کہا۔

ٹھیک ہے فیصلہ تو تم نے کر دیا ہے میں سب کو بتا بھی دو گا۔علیدان نے کہا تو زیاد نے کال کٹ کر دی اور انٹر کام کے سامنے آکر اس پہ کچھ نمبر ڈائل کیے۔

شبیر میری پیکنگ کرو میں اسلام آباد کے لیے نکلوں گا۔زیاد نے حکم دے کر کال کٹ کر دی۔

کچھ دن بعد:

میرے ہاتھوں میں نوں نوں چوڑیاں ہیں ذرہ ٹھیرو سجن مجبوریاں ہیں۔ آرزو روشنا کے کمرے میں اپنے اسکول کا کام کر رہی تھی ایک ہاتھ سے لکھ رہی تھی تو ساتھ میں گانا بھی گنگنا رہی تھی۔

یہ ایسے گانے تم سنتی کہاں سے ہو؟ روشنا جو نوٹس بنا رہی تھی اس سے سوال کیا جو آئے دن پرانے گانے گاتی رہتی تھی۔

کانوں سے۔ آرزو مسکراہٹ ضبط کرتے مزے سے بتایا۔

وہ تو پتا ہے میں یہ نہیں پوچھ رہی تھی ایسے پرانے مطلب تمہیں کیسے یاد ہوتے ہیں۔ روشنا گھور کر اس سے کہا۔

,Old is Gold

آرزو نے جھکے سر ہی بتایا۔

توبہ۔ روشنا نے نفعی میں سر ہلایا۔

اچھا آپی وہ جو آپ نے بتایا تھا کے جس سے آپ کی ٹکر ہوئی ی تھی ان کا نام زیاد تھا تو کیا آپ کی اب ملاقات نہیں ہوئی ی ان سے۔ آرزو نے رجسٹر بند کر کے ایک کتاب کھول کر بولی۔

نہیں شکر اللہ کا دوبارہ ٹکراؤ نہیں ہوا۔ روشنا نے آرام سے بتایا۔

اوو نام کتنا پیارا اور یونیک ہے نہ ان کا۔ آرزو نے کھوئے لہجے میں کہا۔

ہاں دیکھا نہیں نہ تم نے اس کو کبھی اور نہ اس مغرور اور بد تمیزی کی داستانیں جو میں نے سنی ہے وہ تم نے اس طرح نہیں سنی اگر سنوں تو تمہیں اس کا نام پیارا نہیں لگے گا۔ روشنا نے منہ کے زاویے بگاڑ کر کہا

اب ہر کسی کا ٹیسٹ آپ کی طرح برا بھی نہیں ہوتا اور پریزاد کہتا ہے کے ہر انسان دوسرے انسان کے لیے الگ الگ رائے رکھتا ہے سب لوگ ایک انسان کے لیے ایک رائے نہیں رکھتا۔ آرزو نے اپنی طرف سے سمجھداری کی بات کہیں۔

پریزاد کی فین اب اٹھو اور جا کر سو جاؤ ۔روشنا نے اپنی کتابیں سمیٹ کر کہا۔

ہاں میرا کام بھی ہو گیا بس جا رہی ہوں۔ آرزو نے جواباً کہا۔۔

بریک فاسٹ میں کیا لو گے میری جان۔نور جہاں جو زیاد کی خالا تھی اس کو جاگنگ سے آتا دیکھ کر محبت سے بولی۔

اونلی فریش جوس۔زیاد پاس رکھے ڈائی ینگ ٹیبل سے جگ سے جوس گلاس میں ڈالتا بولا۔

ویری بیڈ زیاد کمزور ہو گ ئی ے ہو تم اور ناشتہ مسٹ امپورٹنٹ ہوتا ہے بس ایک جوس سے کیا ہو گا۔نور جہاں خفگی سے بولی۔

سچی خالا جان ابھی بھوک نہیں کچھ دیر بعد کھالوں گا۔زیاد پیچھے سے ان کے کاندھے پہ اپنا حصار بناتا بولا۔

ڈائی یٹ کرنے میں تو تم نے لڑکیوں کو بھی اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔ نور جہاں نے ایسے ہی کے گال پہ ہاتھ رکھ بولی۔

ہاہاہاہا خالا جان ڈائی یٹ اور وہ بھی میں۔ زیاد ان کی بات پہ قہقہقہ لگا کر ہنسا اور ان کے سامنے کھڑا ہو کے بولا

لک ایٹ می خالا جان ایم فٹ ویری فٹ اور مجھے ڈائی یٹ کی ضرورت نہیں وہ تو سچ میں میرا دل نہیں کجھ کھانے کو۔ زیاد نے اپنی طرف اشارہ کر کے بتایا

تمہیں یاد ہے سونیا کو بھی دونوں گالوں پہ ڈمپل پڑتے تھے جب وہ مسکراتی تھی تو۔ نور جہاں نے افسردی سے اپنی چھوٹی بہن کا ذکر زیاد سے کیا

امی جان کے خوبصورت ڈمپل میں کیسے بھول سکتا ہوں اور بچپن میں دادی بتاتی تھی کے میں ان کی کاپی ہوں بس میرے گالوں پہ ڈمپل ایک ہے۔ زیاد اپنی ماں کے ذکر پہ ہلکی مسکراہٹ سے بولا۔

ہاں تو تم بلکل سونیا جیسے ہی ہو۔نور جہاں محبت سے بولی

میں ان کا بزنس تھوڑا بہت دیکھتا ہوں جیسے پیپرز سائن کرنا ہو تو مگر

پروپر گیا نہیں وہاں۔زیاد نے ان کو بتایا۔

تم اگر خود کو فیل نہ کرواتے تو آج بزنس کی دیکھ بھال کر رہے ہوتے مگر

نہیں تم نے دو سال جانے کیا سوچ کر فیل ہونے کا ارادہ کیا۔نور جہاں

تاسف سے اس کو دیکھ کر بولی۔

بس اسرار معید کو بتانا تھا کے میں ان کے بزنس میں دلچسپی نہیں رکھتا

اس لیے۔زیاد سنجیدگی سے بولا

باپ ہے تمہارا۔وہ ٹوک کر بولی۔

یہی تو دکھ ہے۔زیاد نے سخت ہوا۔

یہ دیکھو۔نور جہاں لائی ونج میں آکر ایک لفافہ اس کی طرف بڑھاتی

بولی

واٹ از؟زیاد نے بنا کھولے ایسے ہی پوچھ بیٹھا۔

اس میں ایک سے بڑھ کر ایک لڑکی کی تصویر ہے تم ان میں سے ایک کا انتخاب کرو تو میں تمہاری شادی کرواؤ۔نور جہاں پر جوش آواز میں بولی

اوو خالا جان ناٹ اگین۔زیاد اکتاہٹ سے وہ لفافہ پھینکنے والے انداز میں رکھ کر بولا۔

وائے ناٹ اگین عمر دیکھو اپنی پچیس سال تمہاری عمر کے لڑکوں کے تین چار بچے ہیں اور تم شادی کی بات پہ ایسے اکتاہٹ کیوں ہو۔نور جہاں نے تفتیش شروع کی۔

ابھی نہیں کرنی اور ان سے تو بلکل نہیں جو میک اپ ایسے لگاتی ہے جیسے اتارنا ہی نہ ہو۔زیاد لفافے کو عجیب نظروں سے دیکھ کر بولا۔

بری بات زیاد اور تم نے ایک نہ ایک دن شادی کرنی ہے نہ اگر تمہیں کوئی ی پسند نہیں تو میری پسند میں کیا خرابی ہے۔نور جہاں نے سوال کیا۔

اس لیے بکوز جو آپ کو پسند ہے مجھے ایسی لڑکیاں نہیں پسند جو بات بھی ایسے کرے تا کہ ان کا میک اپ بھی خراب نہ ہو اور بار بار آئینے میں بس اپنا چہرہ دیکھنے میں مگن ہو۔زیاد نے وجہ بتائی ی۔

تو میک اپ آج کل عام ہے۔نور جہاں کو اس کے انکار کی وجہ ٹھیک نہیں لگی۔

ہو گا عام پر مجھے سادگی کا پیکر چاہیے اگر ایسی لڑکی ملی تو میں آپ کے آگے سلینڈر کر لوں گا۔زیاد نے بیٹھتے کہا۔

اچھا سیدھا کہو نہ عمر پچیس اور خیالات پچاس کے ہو۔نور جہاں بوریت سے بولی۔

اب ایسا بھی نہیں کہا وہ بس میچیور ہو فضول کے فیشن نہ کرے اور سمجھدار رہو۔زیاد نے اپنے دل کی بات کہیں۔

زیاد تمہیں نہ ایسی لڑکی ملنی چاہیے جو زندگی کو جینا جانتی ہو جو ہنسے اور ہنساتی رہے جو شوخ مزاج بھی ہو تو سنجیدہ مزاج بھی ایسی لڑکی جو تمہیں

بھی جینے کا ڈھنگ سکھائے۔نور جہاں محبت گہری سانس لیکر بولی زیاد ہاتھ کی مٹھی بنائے اپنے ہونٹوں پہ جمائے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

مجھے امیچیور لڑکی نہیں چاہیے جو بلاوجہ بس اپنے دانتوں کی نمائش کرتی پھیرے۔زیاد نے پھر سے ان کی پسند پہ احتراز کیا۔

میری تو یہی آرزو تمنا ہے کے تمہیں کوئی ی بہت ہی ناسمجھ لڑکی ملے جو ناخن کے چنے چبانے پہ تمہیں مجبور کرے۔نور جہاں اب کجھ برامان کے بولی۔

ہاہاہا۔آپ کی بہ نہ خالا جان شادی کروانا چاہتی ہے یہ بچہ گود میں دے گی مجھے۔زیاد ہنس کے بولے جو بات پہ بات اس کا ڈمپل ابھر رہا تھا جو ہمیشہ غائب رہتا تھا۔

میں سنجیدہ ہوں زیاد یہ جو تمہارا ڈمپل ہمیشہ بادلوں میں چھپا ہوتا ہے نہ کوئی ی ایسی لڑکی آئے جس سے تمہارے یہ ڈمپل اندر چھپ نہ پائے

جس کے خیال سے ہی تمہارے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ کا بسیرا ہو۔ نور جہاں سچے دل سے بولی۔

آپ میری اتنی اچھی بی ئی رڈ کو بادل کہہ رہی ہیں۔ زیاد مصنوعی ناراضگی سے اپنی ڈارھی جو ہلکی سی تھی اس پہ ہاتھ پھیر کے بولا۔

زیاد تمہاری زندگی ایسی لڑکی تو ہوگی ایسا کیسے ہو سکتا ہے تمہیں کبھی کوئی ی لڑکی پسند ہی نہ آئی ی ہو۔ نور جہاں نے کھوجنے والا انداز اپنایا۔

بلیومی خالا نہیں کوئی ی میری زندگی اور نہ کبھی کسی کو دیکھ کر ایسا کچھ محسوس ہوا اور آپ کی سوچ ہے کے میں کبھی کسی میں اتنا انوالو ہو گا کے اس کے خیال سے ہی میں مسکرا دو گا یہ سب باتیں ہے کرنے کی اور کچھ نہیں۔ زیاد اٹھ کر بولا۔

میری دعا ہے زیاد کے وہ لڑکی اب جلدی سے تمہیں مل جائے۔ نور جہاں نے پیچھے سے ہانک لگائی ی جس کو نظر انداز کرتا زیاد چلا گیا۔

آپی یہ لپ گلوس ہی لگالیں قسم سے بہت پیاری لگے گی۔ آرزو نے روشنا سے منت کرنے والے انداز میں کہا جو اپنا حجاب سیٹ کر رہی تھی آج اس کی ایک دوست نے اس کو اپنی بہن کی منگنی پہ انوائٹ کیا تھا اور وہ اب اسی کی تیاری میں تھی جو بس اس نے ابھی ریڈ رنگ کا فراق اور پاجامہ پہنا تھا جس کا ڈوپٹہ باریک سا تھا اس لیے اس نے دوسری ڈریس جو آرزو کی تھی اس کا ڈوپٹہ لیا تھا اور اپنے سر پہ حجاب کے اسٹائل میں پہنا تھا اپنی تھوری تیاری میں بھی وہ بہت پیاری لڑکی لگ رہی تھی۔

نہیں آرزو ایسے ٹھیک ہوں۔ روشنا ایک تنقیدی نظر آئینے میں خود پہ ڈال کے بولی۔

مانا کے آپ سادگی میں بھی پیاری لگتی ہیں پھر بھی ایک لپ اسٹک لگانے میں کیا برائی ہے۔ آرزو نے ریڈ رنگ کی لپ اسٹک کا شیڈ اس کے سامنے کر کے بولی۔

نہ لپ اسٹک نہ لپ گلوس۔ روشنا نے اس کے گال کھینچ کے بولی۔

افف آپ تو بلکل بڈھی خاتون ہے۔ آرزو نے اس کو چھیڑا۔

بڑی بہن ہوں تمہاری۔ روشانے آنکھیں دیکھا کر بولی۔

جانتی ہوں ہر دفعہ یاد نہیں کروایا کرے آپ۔ آرزو نے منہ بسورا۔

اچھی بات ہے اب میں چلتی ہوں خدا حافِظ۔ روشا اس کے گال پہ کس کرتی کمرے سے نکل گ ئی پھر آرزو نے بھی خدا حافِظ کہا اور اپنے کمرے میں آگ ئی اور ڈائی ری لکھنے کا سوچا زرینہ بیگم بھی اس وقت نصرت بیگم کے گھر گ ئی ہوئ ی تھی۔

کیا لکھوں؟ آرزو پین ٹھوڑی پہ رکھے سوچنے لگی۔

جون ایلیا کی غزل لکھتی ہوں۔ آرزو نے پرجوش آواز میں خود سے کہا اور لکھنے لگی۔

شاید مجھے محبت کسی سے نہیں

لیکن یقین سب کو دلاتا رہتا ہوں میں

ایک حسن بے مثال کی تمثیل کے لیے

پرچھائیوں پہ رنگ گرا اتارہتا ہوں میں

اپنا مثالیہ مجھے اب تک نہ مل سکا

ذروں کو آفتاب بتاتا رہتا ہوں میں

کیا مل گیا ضمیر ہنر بیچ کر مجھے

اتنا کے بس کام چلاتا رہتا ہوں میں

کل دوپہر عجیب سی ایک بے دلی رہی

بس تیلیاں جلا کے بجھا تا رہا ہوں میں

(جون ایلیا)

لو آج کی تاریخ کا بھی لکھ دیا۔ غزل لکھنے کے بعد آرزو نے خود سے کہا اب اماں آپی ہے نہیں میں بھی سو جاتی ہوں۔ آرزو ڈائری بند کرتی اٹھ کر اپنے کمرے کو لاک کیا اور سونے کے لیے بیڈ پہ لیٹ گ ئی۔

ہے تم واٹ آ سرپرائی ز۔ احمد آج مال آیا تھا اور وہاں کشمالا کو دیکھ کر خوش ہو کر بولا۔

سرپرائی زکیسا مال میں تو سب آتے ہیں۔ کشمالا کندھے اچکا کر بولی احمد کو وہ جانتی تھی کیوں کی وہ بس زیاد کا دوست نہ تھا احمد کے فادر کے ساتھ اسرار صاحب اور ابرار صاحب کے بزنس ٹرمز بھی ہیں جس وجہ سے ان کی اچھی خاصی جان پہچان ہے۔

ہاں یہ تو ہے اور بتاؤ اکیلی ہو۔ احمد اس کی بات پہ اتفاق کرتا بولا

ہاں اکیلی ہوں کجھ ضروری چیزیں لینی تھی تو خود ہی آگ ئی۔ کشمالا نے بتایا وہ اس وقت شارٹ شرٹ اور پینٹ میں تھی جب کی احمد وائی ٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا۔

گڈ میں بھی اکیلا ہوں ایک دوسرے کو کمپنی دیتے ہیں۔ احمد نے ہنس کہا۔

وائے ناٹ۔ کشمالا خوشدلی سے بولی۔

پہلے میل کی طرف کپڑے دیکھتے ہیں پھر تم اپنی شاپنگ کرنا میں نے سنا ہے لڑکیاں بہت دیر کرتی ہیں۔ احمد اس کے ساتھ قدم ملاتا بولا۔

ضرور پہلے آپ ہی کرے پھر میرے ساتھ خوار ہوئیے گا کیوں کی لڑکیاں واقع دیر کرتی ہیں آپ نے صحیح سنا ہے۔ کشمالا اس کی شرارت سمجھتی کھلے دل سے بولی۔

ہاہاہا کافی صاف گوئی ی سے کام لیتی ہیں۔ احمد ہنس کے بولا

بلکل۔ کشمالا نے جواب دیا پھر وہ کپڑے دیکھنے لگے احمد کو اپنے لیے شرٹ پسند آتی وہ کشمالا کو نہیں آرہی تھی اور جو کشمالا کو آرہی تھی اس میں سے احمد س ؤ نقص نکالتا ایسے ہی کرتے وہ پورا مال گھومنے لگے وہ جو لڑکیوں کی بات کر رہا تھا کے دیر کرتی ہیں اب اس نے ان کا رکارڈ توڑ کر اپنا قائی م کر دیا جب کی کشمالا نے اس کے ساتھ شاپنگ کرنے پہ خود کو بہت کوسا اور احمد کے ساتھ چلنے لگی جو ایک جگہ ٹک ہی نہیں رہا تھا۔

اچھا مومل اب میں چلتی ہوں بہت دیر ہو گئی ہے۔روشنا اپنی دوست سے مل کے بولی اس کو وقت کا پتا ہی نہیں چلا اب جب اس نے رات کے آٹھ بجتے دیکھے تو پریشانی پہ کنٹرول کرتے اس نے کہا۔

ابھی کچھ دیر رکتی نہ۔مومل نے اس کا ہاتھ تھام کے کہا

نہیں یار رات ہو گئی ہے۔روشنا نے مسکرا کر انکار کیا۔

اچھا کچھ دیر صبر کرو میرے بھائی کے ساتھ چلی جانا وہ بس آتا ہو گا کسی کام سے باہر گیا ہوا ہے۔مومل نے دوسری پیش کش کی۔

شکریہ پر اس کی ضرورت نہیں میں خود چلی جاؤں گی۔روشنا نے سہولت سے انکار کیا۔

پکا کوئی مسئلا تو نہیں ہو گا نہ۔مومل نے پوچھا۔

انشااللہ نہیں ہو گی۔روشنا نے مسکرا کر کہا اور جلدی سے اپنا حجاب ٹھیک کرتی وہاں سے نکلی باہر آئی تو اس کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا اتنا

اندھیرا دیکھ کر روشنا کے ماتھے پہ ہلکا ہلکا پسینہ آنے لگا وہ زندگی میں کبھی اتنی دیر تک باہر نہیں رہی تھی اور اب وہ کیسے گھر جائے گی یہی سوچ کے اس کو ڈر لگنے لگا۔

بابا کو کال کروں کیا۔ایک خیال اس کے دماغ میں کوندا۔

نہیں نہیں اب ان کا کیا تکلیف دوں کچھ پیدل چل کے دیکھتی ہوں کیا پتا ٹیکسی مل جائے۔روشنا نے اپنا خیال رد کیا اور ایسے ہی چلتے ہوئے وہ روڈ تک آگئی اور اپنے موبائل کی ٹارچ آن کی مگر اس کو کہیں سے بھی ٹیکسی نہیں دیکھی جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

یا اللہ مدد کرے۔روشنا نے دل میں اپنے رب کو مخاطب کیا روشنا نے آس پاس دیکھا اب اس کو کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھی جس سے اس کے خوف میں مزید اضافہ اور ماحول کسی ہارر فلم کی طرح لگ رہا تھا۔

کیا ضرورت تھی لال رنگ پہنے کی۔اس کو ایک بات یاد آئی ی جب بچپن میں سنا تھا کے بھوتوں کا دل لال رنگ پہ آتا ہے یہ خیال آتے ہی اس نے خود کو اور کوسا۔

نہ چھیڑ ملنگا نوں اسی دل دے مارے آجو بازی کھیلے توں اسی جِت کے ہارے آ۔علیدان ڈرائی یونگ کرتے ساتھ گانا بھی گا رہا تھا جب اس کو سامنے کے ایک وجود دیکھا پہلے اس کو اپنا وہم لگا مگر اس کو چلتا دیکھ کر تصدیق ہو گ ئی کے کوئی ی لڑکی ہے۔

یہ سچ میں لڑکی ہے یا چڑیل۔علیدان گاڑی کی اسپیڈ آہستہ کر کے بڑبڑایا۔

علیدان واپس جاتنے سنسان راستے پہ کوئی ی لڑکی کیوں ہو گی ضرور جن بھوت پریت چڑیل ہو گی۔علیدان نے خود کو مشورہ دیا۔

ہاں تو ہو علیدان پیرزادہ کو نسا ڈرتا ہے کسی کو۔علیدان نے ہمت کی اور اسپیڈ تیز کر کے اس کے پاس ہی گاڑی رک دی روشنا جو آیۃ الکرسی کا

ورد کرتی چلے جارہی تھی اپنے سامنے گاڑی کو رکتا دیکھ کر ڈر کے کچھ دور ہوئی مگر گاڑی کے اندر علیدان نے جب ونڈو کا شیشہ نیچے کیا تو روشنا کو دیکھ کر کچھ پل کے لیے وہ آنکھیں جھپک نہ پایا وہ اس کو اتنی پیاری لگی جس کی کوئی حد نہ تھی علیدان مسلسل روشنا کو دیکھ رہا تھا جو آنکھیں بند کیے جانے کیا پڑھ رہی تھی۔روشنا جو آنکھیں بند کیے کھڑی تھی اپنے چہرے پہ کسی کی گہری نظروں کی تپش محسوس ہوئی تو اس نے آنکھیں کھولی اور جیسے ہی اس کی نظر علیدان پہ پڑی تو اس کا ڈر ختم ہوا اور غصہ بیدار ہوا وہ اس کو پہچان گئی تھی جو کالج کے فرسٹ ڈے پہ اپنے دوستو کے ساتھ اس کی مدد کرنے آپہنچا تھا۔

یہ کیا بدتمیزی ہے۔روشنا نے گھور کر کہا جو اس کے سامنے گاڑی روکے کھڑا تھا وہ تو اب یہ تک بھول گئی تھی کے وہ رات کے وقت باہر ہے۔

کہاں ہے۔علیدان جو اس کو دیکھنے میں مگن تھا ہوش میں آکر شوخ لہجے میں بولا اور گاڑی کا لوک کھول کر باہر نکل آیا۔

گاڑی سامنے کیوں روکی مجھے لگ بھی سکتی تھی۔روشنا نے غصے سے کہا۔

تم ہر وقت کیا غصے میں رہتی ہوں۔علیدان اس کے سرخ ہوتے گال دیکھ کے بولا۔

تم سے مطلب۔روشنا گواری سے بولی۔

ہاں اس لیے تو پوچھا اور تم اتنی رات میں یہاں کیا کر رہی ہوں کراچی کے حالات کا نہیں پتا تمہیں۔اب کی وہ کچھ سنجیدگی سے بولا۔

تمہیں کیوں بتاؤں اپنے کام سے کام رکھو۔روشنا کو اس کا ایسے رعب سے پوچھنا ایک آنکھ نہ بھایا۔

آؤ میں چھوڑ دو تمہیں جہاں تم کہو۔علیدان نے آفر کی۔

میں اکیلے جا سکتی ہوں۔روشنا نے کہا اور اس کے پاس سے گزرنے لگی جب علیدان پیچھے سے بولا۔

سوچ لو لال ڈریس اندھیری رات میں ایک خوبصورت لڑکی ڈراؤنی کتوں کی آواز ایسے میں تیسری مخلوق بھی آسکتی ہے اور لال رنگ تو

بھوتوں چڑیلوں کی کمزوری ہوتا ہے۔روشنا جو ہمت کرتی جا رہی تھی علیدان کی گھمبیر آواز سن کر اس کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی ی۔

شٹ اپ میں نہیں ڈرنے والی تمہاری ان باتوں سے۔روشنا اس کے سامنے کھڑی ہو کے مضبوط لہجہ اپنا کے بولی

اچھا نہیں ڈرتی۔علیدان نے کہہ کر ایک ایک قدم بڑھاتا اس کے پاس آنے لگا۔

یہ تم یہاں کیوں آرہے ہو۔روشنا کی ساری ہمت ہوا ہوئی ی تھی وہ قدم پیچھے لیتی بولی۔

تمہاری بہادری چیک کر رہا ہوں۔علیدان نے آنکھ ونک کرتے کہا۔

پاس مت آنا میرے میں نے جان سے مار ڈالنا ہے تمہیں۔روشنا نے مزید اپنے قدم پیچھے لیتی اس کو دھمکی دی

تو بیٹھو چپ کر کے میری گاڑی چھوڑ آؤں گا تمہارے گھر حفاظت سے۔علیدان نے یقین دلانے والے انداز میں کہا۔

اگر میں نہیں چاہتی تو زبردستی کیوں۔روشنا چڑ کے بولی

دیکھو تمہارا ایسے دیر رات تک باہر رہنا سہی نہیں تم لڑکی ہو ایسی باتوں کو مجھ سے بہتر جانتی ہو گی اس لیے ضد چھوڑو اور آؤ شاباش۔علیدان نے اس کو بچوں کی طرح ٹریٹ کیا۔

تم پہ یقین کیوں کروں۔روشنا کو اس کی بات سہی تو لگی مگر پھر بھی کہا۔

ہم ایک کالج کے ہیں مجھے ٹرسٹ کر سکتی ہوں۔علیدان نے نرمی سے کہا۔

اوکے۔روشنا نے بحث ختم کی اور اس کی گاڑی میں بیٹھنے لگی اس کے ماننے پہ علیدان نے شکر کا سانس لیا اور چل کر فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گیا اور ساتھ میں روشنا بھی تھی جو خود کو انکمفرٹ ایبل فیل کر رہی تھی۔

تمہارا نام کیا ہے ؟علیدان اس کی طرف چہرہ کیے پوچھنے لگا۔

میرا ضبط نہ آزمائے اور گاڑی چلائے۔روشنا جو پہلے ہی پریشان تھی علیدان کا نیا شوشہ جان کر اکتاہٹ سے بولی۔

آرام سے بات کرو غصہ صحت کے لیے اچھا نہیں ہوتا۔علیدان کو اس کا تپا ہوچہرہ اور لہجہ لطف دے رہا تھا اس لیے بار بار اس کو غصہ کرنے پہ مجبور کر رہا تھا۔

اگر آپ ابھی گاڑی اسٹارٹ نہیں کی تو میں وہ کروں گی جو آپ کی صحت کے لیے اچھا نہیں ہو گا۔روشنا نے اپنی طرف سے اس کو دھمکی دی۔

نام بتاؤ نہ۔علیدان نے ضد کی۔

آپ۔روشنا کی شکل رونے والی ہو گئی تھی وقت گزرتا جا رہا تھا اس نے علیدان کو دیکھا جس کو مزاق سوجھ رہا تھا اس نے اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور علیدان کو بھی اس کی رونے والی شکل دیکھ ترس آ گیا پھر کبھی نام جاننے کا سوچتا وہ گاڑی چلانے لگا پھر کہا۔

ایڈریس بتائے اپنے گھر کا۔علیدان کے پوچھنے پہ اس نے جلدی سے اپنے گھر جانے والا راستہ بتایا۔

بس یہی روک دے۔روشنا نے کہا۔

یہاں۔علیدان آس پاس دیکھتا بولا جہاں کچھ گھر تھے مگر جو روشنا نے بتایا تھا اس میں ابھی ان کو آگے جانا تھا۔

ہاں اس سے آگے آپ کی گاڑی کا گزر نہیں ہو گا۔روشنا نے عام انداز میں بتایا اور سیٹ بیلٹ کھول کر گاڑی سے اُتر گ ئی اس کو جاتا دیکھ کر علیدان بھی اتر گیا۔

آپ کیوں اترے ؟روشنا نے اس کو اپنے ساتھ کھڑے ہو تا دیکھ کر نا سمجھی سے بولی۔

آپ کو گھر کے دروازے تک چھوڑنے۔علیدان نے مزے سے بتایا۔

اس کی ضرورت نہیں آپ یہاں تک آ ئے مجھے چھوڑنے وہی بڑی بات ہے اس کے لیے شکریہ اب آپ اپنے راستے جائے۔روشنا نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

میں تو ساتھ چلوں گا۔علیدان نے اپنے لفظوں پہ زور دے کر کہا۔

عجیب مصیبت ہے۔ روشنا کہتے ہی چلنے لگی علیدان بھی مسکراتا اس کے ہم قدم ہوا علیدان تنگ گلیوں سے گزرتا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا اس کو یاد نہیں پڑتا تھا کے وہ اپنی زندگی میں اتنی چھوٹی گلیوں یا راستے سے گزرا ہو گا۔

آپی آپ آگ ئی۔ آرزو جو اپنے گھر کے دروازے کے پاس کھڑی تھی روشنا پہ نظر پڑتے ہی وہ بھاگ کر اس کے پاس گ ئی اور عاشر جس کو آرزو نیند سے جگا کر آئی ی تھی تو وہ بھی بیچارہ اپنی سرخ آنکھیں لیے روشنا کے آنے پہ شکر کا سانس لیا جس کے انتظار میں آرزو نے نہ خود چین لیا تھا اور نہ ہی عاشر کو لینے دیا تھا

ہاں پر تم دونوں دروازے کے باہر کیا کر رہے ہو۔ روشنا نے تعجب سے پوچھا ان کی نظر ابھی علیدان پہ نہیں پڑی تھی علیدان آرزو کو دیکھ کر ہی پہچان گیا تھا کہ وہی ہے جس کو انہوں نے بچوں کی طرح آئی سکریم

کھاتے دیکھا تھا وہ جو جانے والا تھا روشنا کو دروازے تک چھوڑنے کے بعد اب رک گیا جاننے کے لیے کہ وہ روشنا کی کیا لگتی ہے۔

آپ نے اتنی دیر کر دی آپی روشنا اس لیے یہ آرزو کی بچی ایک گھنٹے سے زیادہ یہاں کھڑی آپ کا انتظار کر رہی تھی اور ساتھ میں مجھے بھی کیا اور کہہ رہی تھی کے آپ کی دوست کی طرف چلتے ہیں وہ تو اچھا ہوا آپ آگ ئی۔ آرزو سے پہلے ہی عاشر بول پڑا جس کا نیند سے برا حال تھا۔

آرزو اس میں یہاں کھڑی کیوں تھی مجھے آنا تو یہی تھا نہ۔ روشنا کو آرزو پہ پیار تو بہت آیا جو اس کی فکر میں رات گ ئی ے باہر اس کا انتظار کر رہی تھی۔

آپ چار بجے گ ئی تھی اور کہا تھا کے جلدی آجائے گی اس لیے مجھے پریشانی ہو گ ئی کے آپ کیوں نہیں آئی ی ابھی تک رات کے دس بج گ ئی ے ہے میں نے اور عاشر نے بہت مشکل سے اماں بابا کو سمجھا کے سونے کا کہہ دیا ورنہ وہ تو بار بار آپ کا پوچھ رہے تھے۔ آرزو نے اپنے

باہر رکنے کی وضاحت دی جس پہ سب کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی علیدان بھی آرزو کو ہی دیکھ رہا تھا جو گلابی نائٹ سوٹ پہنے اور اپنے گالوں کو پُھلائے ڈول لگ رہی تھی اس کو وہ سامنے سے اور زیادہ خوبصورت لگی تھی۔

آپ کون؟عاشر کی نظر اب علیدان پہ پڑی تو پوچھا

میں علیدان پیرزادہ روشنا کو ڈراپ کرنے آیا تھا ہم ایک کالج میں پڑھتے ہیں۔علیدان نے مسکرا کر اپنا تعارف کروایا اور روشنا کا نام لیتے وقت اس نے چور نگاہ اس پہ ڈالی جو نام بتانے میں نخرا کر رہی تھی اور اب وہ آسانی سے جان گیا تھا۔

میں عاشر عباس سوری میری آپ پہ نظر نہیں پڑی تھی۔عاشر اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔

کوئی بات نہیں۔علیدان ہاتھ ملاتا جواباً بولا۔

آپ اندر چلے۔ آرزو نے مسکرا کر اندر آنے کا کہا جس پہ روشنا ایک گھوری سے نوازہ پر آرزو کا دھیان علیدان کی طرف تھا۔

ضرور آتا پر دیر ہو گ ئی میں اب واپس جاؤں گا۔علیدان اس کے سر پہ ہاتھ رکھتا بولا۔

چائے نہیں تو پانی ہی۔ آرزو دوبارہ بولی۔

سوری ڈول نیکسٹ ٹائی م انشااللہ۔علیدان کو اس کے اتنے پیار سے کہنے پہ انکار ٹھیک تو نہیں لگا پر اس نے کر دیا ایسے رات میں کسی کے گھر جانا اس کو سہی نہیں لگا وہ تو بچی تھی پر علیدان نے سمجھداری سے کام لیا۔

اچھا سہی ہے۔ آرزو نے سر ہلا کے کہا۔

ہاں اور آپ تو اتنی پیاری ہے آپ کی بہن کسی پہ گ ئی۔علیدان نے کچھ رازدانہ انداز میں پوچھا

ہاہاہا پتا نہیں یہ سوال میں بھی اپنی اماں سے کرتی رہتی ہوں۔ آرزو جو بہت دھیان سے اس کی بات سن رہی اس کے خاموش ہونے پہ قہقہقہ لگا

کر بولی روشانے ناسمجھی سے عاشر کو دیکھا جس نے کندھے اچکا دیے جس کا مطلب اس کو سنائی ہی نہیں تھا کچھ۔

پتا چلے تو بتانا اب میں چلتا ہوں۔ علیدان نے مسکرا کر کہا اور ایک الوداعی نظر روشنا پہ ڈال کر چلا گیا۔

میں بھی چلتا ہوں نیند آرہی ہے بہت۔ عاشر اپنی جمائی ہی رکتا بولا

سوری عاشر تمہیں تکلیف ہوئی ہی۔ روشانے شرمندگی سے کہا

شرمندہ تو نہ کرے آپی۔ عاشر نے خفگی سے کہا۔

اچھا تم جاؤ صبح کو کالج بھی جانا ہوتا ہے تمہیں۔ روشانے کہا

ہاں جاتا ہوں۔ عاشر نے کہا اور جانے لگا

تم بھی چلو کیا یہی رکنا ہے۔ روشانے دروازہ کھول کے آرزو سے کہا

آپ جائے میں آتی ہوں۔ آرزو نے کہا اور بھاگ کر عاشر کے پیچھے گئی۔

رات کے وقت بھی اس کو سکون نہیں۔ روشنا بڑبڑاتی اندر چلی گئی۔

عاشر۔ آرزو نے پیچھے سے آواز دی۔

اب کیا ہوا۔ عاشر رکتے بیزاری سے بولا۔

غصہ کیوں ہو رہے ہو شکریہ کہنے کے لیے روکا تھا۔ آرزو نے منہ بسور کر

بتایا۔

اچھا کرو۔ عاشر نے سینے پہ بازوں باندھ کر کہا۔
تھینکس۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔

مائے پلیزر۔ عاشر جھک کر ایک ادا سے بولا تو آرزو کھکھلا اٹھی اس کو ہنستا

دیکھ کر عاشر بھی مسکرا دیا۔

☀☀دل پتھر کا

از رمشا حسین

پلنگ کیوں؟ نور جہاں زیاد کے کمرے میں آئی تو اس کو اپنا سامان

پیک کرتا دیکھ کر پوچھ بیٹھی۔

میں کراچی جا رہا تھا اس لیے۔ زیاد نے مصروف انداز میں بتایا۔

پر کیوں کجھ دن اور رکتے نہ۔نور جہاں نے کہا۔

آپ کے شوہر آرہے ہیں اور میں نہیں چاہتا میری وجہ سے آپ اور ان کے بیچ کوئی ی بد مزگی ہو۔زیاد نے صاف گوئی ی سے بتایا۔

ان کے اور میرے بیچ کوئی ی بد مزگی کیوں ہو گی وہ بھی تمہاری وجہ سے اس لیے ابھی تم یہی رہو گے۔نور جہاں نے بیڈ کی ایک سائیڈ پہ بیٹھ کر کہا۔

خالا جان پلیز میں ان کی نظروں میں بچپن سے ہی کھٹکتا ہوں اس کا بات کا اندازہ مجھے ہے اس لیے آپ پردہ نہ ڈالے۔زیاد نے مسکرا کر کہا

وہ چاہ

وہ چاہتے ہیں کے میں ان کے نام اپنی ماں کی جائی یداد کروں ضرور کرتا اگر ان کی نیت میں کھوٹ نہ ہوتا۔نور جہاں کی بات زیاد نے کاٹ کر کہا۔

تم جانتے ہو سب۔نور جہاں کو کجھ شرمندگی ہوئی ی۔

بلکل۔زیاد نے کہا۔

میں کرتی ہوں پکنگ تم نے تو جانے کیسے کپڑے بیگ میں ڈالے ہیں۔نور جہاں اٹھ کر اس کے ہاتھ سے شرٹ لیکر بولی۔

شبیر کرتا ہے یہ سب۔زیاد خجل ہو کر بولا۔

ہاں جانتی ہوں تم کتنے سگھڑ ہو بس مار پیٹ کروالوں تم سے باقی سب میں تو زیرو ہو۔نور جہاں نے اس کے بیگ سے کپڑے نکالتی ٹھیک سے رکھتے ہوئے کہا۔

زیاد خانزادہ ہر کام کر سکتا ہے خالا جان مجھ کو اتنا انڈرسٹمنٹ نہ کرے۔زیاد مغرور لہجے میں بولا

ایک لڑکی تو اب تک اپنے لیے ڈھونڈ نہیں پائے اور کہہ رہے ہو کے انڈرسٹمنٹ نہ کروں۔نور جہاں آخر میں اس کی نقل اتار کر بولی۔

مجھے فلحال لڑکیوں میں دلچسپی نہیں۔زیاد دوبارہ ان کو پرانے ٹاپک میں آتا دیکھ کر بولا۔

لڑکیوں میں نہ کرو مگر میری جان ایک لڑکی تو تلاش کرو۔ نور جہاں اس کا سارا سامان پیک کرتی بولی۔

جیسی میں چاہتا ہوں ویسی ملے بھی تو سہی نہ۔ زیاد نے کہا۔

زیاد آج کے دور میں کونسی لڑکی سادگی میں ہوتی ہے تمہیں سنجیدہ مزاج اور سادگی کا پیکر ہی کیوں چاہیے۔ نور جہاں نے اس کو ایک بات پہ اٹکا دیکھ کر پوچھا۔

پتا نہیں بس چاہیے چچی جان کی طرح سنجیدہ ہو اور امی جان کی طرح سادگی میں رہنے والی اور کچھ نہیں۔ زیاد نے کچھ سوچ کے کہا۔

محبت کرنے والی اگر شوخ مزاج ملے پھر۔ نور جہاں نے دوسرا سوال کیا۔

میری زندگی میں فلحال محبت کی جگہ نہیں خالا جان۔ زیاد تلخ ہو گیا۔

زیاد کب تک ایسا رہے گا تم اپنی زندگی کی شروعات کرو۔ نور جہاں نے اس کو سمجھانا چاہا۔

مجھے اگر اپنی سوچ مطابق کوئی ی لڑکی ملی یا کسی نے میرے دل میں ہلچل مچائی ی تو امی جان کی قسم ہر حد پار کر کے اس کو اپنا بنا لوں گا۔ زیاد کا لہجہ آخر میں شدت پسند ہو گیا نور جہاں نے پھر کچھ اور نہیں کہا۔

علیدان تیار ہو کر خود پہ ایک طائی رانہ نظر آئی ینے میں ڈالی ہلکے گلابی رنگ کی شرٹ اور جینز پینٹ میں بہت پر وقار اور پیار الگ رہا تھا ہی ئی ر اسٹائی ل اس نے پف کے انداز میں بنایا تھا ہاتھ میں گھڑی باندھتا ایک بار پھر خود پہ مسکراتی نظر ڈالی اور موبائل بیڈ کی سائی یڈ ٹیبل سے اٹھاتا روم سے نکلنے لگا جب اس کے کانوں میں ایک آواز گونجی چلتے ہوئے اس کے قدموں کی رفتار آہستہ ہو گ ئی۔

تم پہ یقین کیوں کروں۔ اس آواز کے بعد علیدان کی آنکھوں حجاب میں لپیٹا خوبصورت چہرے کا عکس ابھرا تھا جس سے اس کی آنکھوں میں چمک آگ ئی تھی ڈر کر آنکھیں بند کرنا پھر کھول کے غصہ کرنا علیدان

کی مسکراہٹ روشنا کے خیال سے گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی ایسا پہلی دفعہ ہوا تھا کے وہ کسی لڑکی کے بارے میں سوچ رہا تھا اس کو روشنا پہلی ملاقات میں جب وہ اس کو تنگ کرنے کی خاطر گ ئ ے تھے تب ہی وہ بہت اٹریکٹو لگی تھی پر کالج نہ جانے کے بعد وہ اس کے خیال سے نکل گ ئ ی تھی پر کل کے بعد شاید ہی وا اس کو اپنے دماغ سے نکال پائے۔

مس اینگری سے تو آج مل ضرور لوں گا۔علیدان ایک ہاتھ میں پکڑا موبائل دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتا مسکرا کر خود سے بولا تبھی اس کے موبائل میں کال آنے لگی نمبر دیکھا تو احمد کالنگ جگمگا رہا تھا۔

ہاں بول۔علیدان کال اٹھا کے بولا۔

زیاد آئے گا آج کالج میں۔احمد نے پوچھا۔

وہ تو اسلام آباد ہے بھول گ ئ ے کیا۔علیدان نے اپنے کمرے کا دروازہ کھول کے باہر نکلتا بولا۔

رات بات ہوئی تھی میری کہہ رہا تھا کے وہ کراچی کے لیے نکل گیا ہے مجھے لگا تم سے بات ہوئی ہو گی۔ احمد نے تفصیل سے بولا۔

اچھا پر آج تو پھر بھی نہ آئے کل شاید۔علیدان نے اندازہ لگا کر کہا۔

سہی توں کالج آ پھر شام میں ملنے کا پروگرام بناتے ہیں احمد نے اس کی بات سنتے کہا۔

ٹھیک ہمایوں کو بول دینا کے زیاد نام کے نوٹس پروفیسر جمال کو دیکھا دے۔علیدان نے کہتے کال کٹ کر دی اور ڈائی ینگ ٹیبل پہ آیا جہاں اس کے فادر اسد اللہ اور ماں نرما بیگم اور چھوٹی بہن حفصہ ناشتے کر رہے تھے۔

اسلام علیکم:علیدان اپنے لیے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ کر سب کو سلام کیا۔

وعلیکم اسلام:سب نے اس کو سلام کا جواب دیا پھر اسد اللہ صاحب بولے۔

دانی ایکزامز کب ہیں تمہارے ؟گھر میں زیادہ تر اس کو دانی ہی کہتے تھے۔

ایک ماہ بعد۔علیدان آملیٹ کھاتا ان کو جواب دیا۔
ہمم پھر جب کجھ ٹائی م کالج جب نہیں جاؤ گے تو آفس آنا۔اسداللہ صاحب نے حکمانہ لہجے میں کہاعلیدان نے مزے سے آملیٹ کھارہا تھا بڑی مشکل سے پھر نگل کر اپنے باپ سے کہا۔
ڈیڈ پر کیوں وہ دن تو ہمارے آرام اور مائی ینڈ فریش کرنے کے دن ہوتے ہیں اس کی بات پہ نرما بیگم اور حفصہ نے اپنی مسکراہٹ چھپائی ی۔
برخوردار کبھی کبھار ن ئی ی ایکٹو یٹی کرنے سے بھی مائی ینڈ فریش ہو جاتا ہے یقین نہ آئے تو آفس آکر دیکھ لینا۔اسداللہ صاحب بھی اس کے باپ تھے آرام سے اس کو جواب دیا۔

پر ایک سال بعد تو ہم نے ویسے ہی بزنس سنبھالنا ہے تو کچھ دن آنے سے کیا ہو گا۔ علیدان نے پھر سے احتجاج کیا۔

دانی اگر اسد کہہ رہے ہیں تو مان لو ان کی بات اچھا ہے وہاں ورکرز سے اسٹاف وغیرہ سے مل لینا۔ اس کے انکار پہ اب کی نرما بیگم نے اس کو کہا۔

سہی ہے جیسا آپ لوگ کہیں۔ علیدان گہری سانس بھر کے بولا۔

بھائی ی میرا برتھ ڈے ہے کچھ دن بعد اگر آپ کو یاد ہو تو۔ حفصہ نے علیدان کو دیکھ کر اس کو یاد کروایا۔

یاد ہے بھ ئی تم نہ یاد کرواؤ تو بھی۔ علیدان نے مسکرا کر کہا۔

ہاں بس یاد نہیں رکھنا اچھا سا گفٹ بھی دینا ہے۔ حفصہ شرارتی انداز میں کہا۔

ظاہر ہے ورنہ موم ڈیڈ نے مجھے گھر میں داخل نہیں ہونے دینا۔ علیدان ڈرنے کی ایکٹنگ کرتا بولا۔

ہاہاہا۔ حفصہ ہنس دی۔

اچھا خدا حافظ۔علیدان اپنا ناشتہ ختم کرتے اٹھتا بولا۔گاڑی میں بیٹھنے کے بعد اس کی نظر سامنے والی سیٹ پہ پڑی جہاں ایک ٹاپس گرا پڑا تھا علیدان نے ہاتھ میں لیکر غور سے دیکھا جس کے بیچ میں سفید موتی چمک رہا تھا جو نہ چھوٹا تھا نہ بڑا مگر خوبصورت تھا۔

کیا یہ روشنا کا ہے؟علیدان نے اس کو اپنے ہاتھ میں پکڑ کر خود سے سوال کیا۔

پر اس کے سر پہ تو حجاب تھا اگر یہ اس کے کان سے گرتا بھی تو اس کے حجاب میں الجھ جاتا پر یہاں کیسے۔علیدان نے اپنی بات کی نفعی کی۔

شاید اٹھنے وقت گر گیا ہو اتر بھی تو بہت جلدی سے رہی تھی۔علیدان اب کی مسکرا کر خود سے بولا اور ایک دراز کھول کے اس نے آرزم سے وہ ٹاپس وہاں رکھا۔

مس حجابن اینگر آپ سے ملنے کا تو نہیں پر بات کرنے کا بہانہ ضرور مل گیا مجھے۔ علیدان دلفریب لہجے اس کے تصور سے بولا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

عشق بھی ہو حجاب میں

حسن بھی ہو حجاب میں

یا خود آشکار ہو یا مجھے

آشکار کر"

میں تو اس پہ مرتی ہوں دنیا سے نہیں ڈرتی نام پہ اس کے سنورتی ہوں پل پل آہیں بھرتی ہوں، آرزو اسکول جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی اور ساتھ میں ناچ اور گانا بھی کر رہی تھی جب روشنا کالج کے لیے تیار ہو کر اس کے کمرے میں آکر کہتی ہے۔

اگر آہیں بھر لی ہو تو آؤ تمہارے اسکول کی وین آگئی ہے میں بھی تمہارے ساتھ آؤں گی۔

بس میں چوٹی بنا لوں۔ آرزو نے اپنے بڑے بالوں کی اچھی سی چوٹی کی بنا کر اس پہ ربن ڈال کے روشنا سے کہا۔

دور ہٹو میں اپنا حجاب دیکھو۔ روشنا نے مرر کے سامنے آکر کہا اس نے پستہ کلر کی شلوار قمیص اور ہم رنگ کا حجاب پہنا تھا

حجاب میں کیا دیکھنا ہے آپ کو ٹھیک سے تو پہنتی ہے۔ آرزو اپنے اسکول یونیفارم کا وائٹ ڈوپٹہ پہنتی بولی۔

تم بھی کر لیا کرو اتنے بڑے بال ہے ماشاءاللہ سے اور دوسروں کی نظروں سے بھی بچ جاؤں گی۔ روشنا نے آرزو کو دیکھ کر کہا جو کاندھے پہ اپنا بیگ ڈال رہی تھی فل وائیٹ یونیفارم اور آنکھوں میں کاجل لگائے آرزو بہت خوبصورت لگ رہی تھی اپر سے سردی میں اس کے گال سرخ ٹماٹر ہو گئے تھے جو اس کو اور زیادہ خوبصورت کر رہے تھے۔

سر پہ پہنتی توں ہوں اور حجاب مجھ سے نہیں کیا جاتا اور بتائی یں وین والا کیوں آیا ان کو تو منع کر دیا تھا نہ ہم نے۔ آرزو نے جواب دے کر سوال کیا۔

ہاں اس مہینے آئے گا پھر نہیں۔ روشنا نے بتایا۔

سہی چلیں پھر۔ آرزو خود تیار ہو گ ئی تو جلدی کا شور مچانے لگی۔

ہاں چلو میر ی بہن۔ روشنا نے کہا اور وہ دونوں نکل گ ئ ے۔

آرزو روکو یہ چادر اوڑھو۔ وہ دونوں جا رہی تھی کے زرینہ بیگم نے پیچھے سے روکتے آرزو سے کہا۔

اماں میرے اسکول کے یونیفارم کا ڈوپٹہ بڑا ہے چادر کی کیا ضرورت۔ آرزو نے اپنے سر پہ ٹکے ڈوپٹے کی طرف اشارہ کر کے بتایا پھر روشنا کو دیکھا جو کندھے اچکا گ ئی تھی۔

پھر بھی اپنے اطراف پہن لو۔ زرینہ بیگم نے خود ہی چادر اس کے کندھوں پہ پہنا دی جس سے اس کا وجود چھپ گیا تھا۔

اچھا سہی اب ہم چلتے ہیں۔ آرزو نے اپنی ماں کے گال پہ بوسہ دے کر کہا پھر وہ نکل گ ئی جب کی زرینہ بیگم نے پیچھے سے آیۃ الکرسی پڑھ کر ان دونوں پہ پھونکی۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

زیاد کی یاد آرہی ہے کیوں نہ آج اس کے گھر چل کے ملے۔ ہمایوں نے اپنی عینک ٹھیک کرتے ان تینوں سے کہا وہ اس وقت کینٹین میں تھے۔

شام کو مل تو رہے ہیں تھوڑا صبر کر گھر جانا ٹھیک نہیں۔ وقاص نے کولڈرنک پیتے کہا۔

ہمم ٹھیک ہے یہ بھی۔ ہمایوں نے اس کی بات پہ اتفاق کیا۔

وہ میری کال پک نہیں کر رہا جانے کیوں۔ علیدان نے موبائ ل کان سے ہٹا کر ان کو بتایا۔

سویا ہوا ہو گا۔ احمد نے وجہ بتائ ی۔

زیاد کی نیند گہری نہیں ہوتی جلدی اٹھ جاتا ہے۔ ہمایوں نے کہا۔

اٹھ تو جلدی نہیں جاتا۔ احمد منہ بگاڑ کے بولا۔

ہاں یاد ہے کچھ سال پہلے جب ہم گھومنے گ ئ ے تھے اور زیاد کو سوتا دیکھ کر کتنی دفعہ آوازیں دی تھی مگر وہ تو اٹھ ہی نہیں رہا تھا۔ علید ان نے ہنس کے پرانہ واقعہ یاد کرتے بولا۔

کیوں کی وہ سلیپنگ پلز کھاتا ہے اس لیے ورنہ اس کی نیند گہری نہیں۔ ہمایوں اپنی بات پہ ڈٹا رہا۔

ہائے بھ ئی ہمارے پڑھاکو سرکار آپ سہی بول رہے ہے ہم غلط۔ وقاص اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کے کہا جس سے وہ دل مسوس کر کے رہ گیا۔

اچھا مجھے ایک کام ہے میں آتا ہوں۔ علید ان ان سب کو دیکھتا بولا جس پہ انہوں نے سر ہلایا اور باتوں میں لگ گ ئ ے علید ان ان کو آپس میں مگن دیکھتا اٹھ گیا۔

ہائے کیسی ہو۔علیدان گھومتے روشنا کے ڈپارٹمنٹ میں آتا بولا جو کتاب پہ جھکی ہوئی ی تھی اچانک سے علیدان کے آنے پہ اس کا دل اچھل کے ہلک میں آگیا۔

کیا بدتمیزی تھی۔روشنا دل پہ ہاتھ رکھ کے بولی۔

تمہارا پرانہ ڈائی لوگ ہے یہ۔علیدان اس کے ساتھ بیٹھ کر بولا۔

یہاں کیوں آئے ہو۔روشنا اپنے آس پاس دیکھتی بولی۔

تم سے بات کرنے۔علیدان نے آرام سے بتایا اس کی بات پہ روشنا نے گھور کے اس کو دیکھا جو مسکراتا اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

بات کرو اور جاؤ یہاں سے. روشنا بیزاری سے بولی۔

یہ آپ کا ہے ؟علیدان نے جیب سے ٹاپس نکال کے اس کے سامنے کیا۔

تمہیں کہاں سے ملا یہ ؟روشنا اس کے ہاتھ سے وہ ٹاپس چھین نے والے انداز میں لیکر پوچھا۔

میری گاڑی میں تھا یہ دینے آیا تھا اور آپ ہے کے مجھے پہ ہی غصہ کر رہی ہیں۔علیدان نے شکوہ کیا۔

تو فضول نہ بولتے سیدھا یہ دے کر چلے جاتے۔روشانے اس کو اپنی غلطی بتائی ی۔جس پہ علیدان اس کو دیکھ کر رہ گیا کے وہ اس سے چھوٹی ہو کر آپ کہہ کر مخاطب کر رہا تھا اور وہ تھی کے بڑے کا لحاظ نہ کرتے ہوئے تم کہہ رہی تھی۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

آرزو یہ پیار جب انسان کو ہوتا ہے تو کیا محسوس ہوتا ہے؟ وہ اسکول میں بریک ٹائی م پہ تھے جب اس کی دوست مہک اس سے مخاطب ہوئی ی اس کے سوال پہ ردا بھی آرزو کی طرف متوجہ ہوئی ی جو چپس کھانے میں مصروف تھی۔

پیار۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آرزو نے اس کا کہا لفظ دوہرایا اور سوچنے لگی مہک اور ردا سرک کے اس کے پاس بیٹھ گ ئی آرزو کو ایسے سوچتا دیکھ کر ان کو تجسس ہوا کہ پتا نہیں کیا بتانے والی ہے۔

پیار جو ہے نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آرزو اتنا کہہ کر چپ ہو گ ئی اور ان دونوں کو دیکھا جو اس کے جواب کے انتظار میں تھی۔

بتاؤ نہ چپ کیوں ہو گ ئی ہو۔ ردا نے کہا۔

بتا رہی ہوں نہ صبر کرو۔ پیار جو ہے نہ میں نے کبھی کیا ہے نہیں اگر کروں گی تو بتاؤ ں گی کے کیا محسوس ہوتا ہے۔ آرزو آرام سے بتا کر دوبارہ کھانے میں مصروف ہو گ ئی۔

لعنت ہو تو یہ اتنا سوچ کیا رہی تھی۔ مہک نے باقائدہ ہاتھ سے اس کو لعنت بھیج کر جل کے بولی۔

اور نہیں تو سوچ تو ایسے رہی تھی جیسے نجانے کیا بتانے والی ہو۔ ردا نے بھی برا منہ بنا کے کہا۔

سوچا اس لیے تو کہا اب عقل، عقل کی بات ہے نکمیو جو چیز میں نے کی ہی نہیں اس کا میں کیسے بتا سکتی ہوں کے کیا محسوس ہوتا ہے۔ آرزو نے چپس کھاتے ان کی عقل پہ جیسے ماتم کیا۔

کھا کھا کے بس موٹی ہونہ۔ مہک نے رجسٹر اس کے بازوں پہ مار کے کہا۔

کیا ہے سہی تو کہا میں نے۔ آرزو نے اپنا بازوں سہلاتے کہا

پیار جو ہوتا ہے نہ وہ بہت خوبصورت احساس ہوتا ہے اور ہر انسان پیار کے بنا ادھورا ہوتا ہے اور کوئی ی ایسا انسان نہیں جس کو پیار اکا مطلب پتا نہ ہو ہر کوئی ی تھورا بہت اس کے بارے میں جانتا ہے اور ویسے بھی پیار ہر کسی کی قسمت میں نہیں ہوتا وہ تو قدردان اور خوبصورت دلوں پہ اُترتا ہے۔ ردا نے ایک جذب کے عالم میں کہا تو وہ دونوں اس کی آواز میں کھوئے گ ئ ے تھے۔

واہ واہ واہ ردا انصاری تم نے تو آج میدان مار دیا۔ مہک نے اس کو خاموش ہوتا دیکھ کر خوشی سے تالیاں بجا کے بولی۔

یہ تم نے کہاں سے پڑھا پیار کا۔ آرزو نے پوچھا اس پہ دونوں نے گھور کر دیکھا جس پہ آرزو ہنس دی۔

ویسے پیار بھی ہوا کی طرح ہوتا ہے۔ مہک نے کچھ ٹائم بعد کہا۔

ہوا کی طرح کیسے۔ آرزو نے ٹھوری پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

دیکھو ہوا ہوتی ہے تو پتا نہیں چلتا محسوس تب ہوتی ہے جس سامنے سے گزر جاتی ہے اور پیار کا بھی کچھ پتا نہیں چلتا جب ہو جاتا ہے تو پتا چلتا ہے کے ہمیں پیار ہوا ہے ہاہاہا۔ مہک اپنی بات کے آخر میں خود ہی قہقہہ لگا کر ہنسی جس کا ساتھ آرزو نے بھی دیا ردا بس ان کو دیکھ کر نفعی میں سر ہلا گئی۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

زیاد اپنے کمرے میں گیلری کے پاس کھڑا تھا جہاں اس کے گھر کے لان کا سارا منظر نظر آتا تھا وہ ایسے ہی کھڑا بلیک کافی پی رہا تھا جب اس کو یاد آیا تھا کے ان کو ریسٹورنٹ میں ملنا تھا زیاد نے ماتھے پہ ہاتھ مارا اور گھڑی

میں وقت دیکھا جو پانچ بتا رہی تھی موبائل اس کے بند کر رکھا تھا اور وہ بھول گیا تھا کے اس کو تین ہفتے بعد اپنے دوستوں سے ملنا تھا زیاد ایک نظر خود پہ ڈالی جو رف حلیے میں تھا بلیک بنیان اور بلیک ٹرائی وزر پہنے وہ کمرے میں آیا کافی کا مگ سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور خود فریش ہونے چلا گیا کیوں کی وہ جب سے اسلام آباد سے لوٹا تھا اپنے کمرے سے باہر نہیں نکلا تھا پندرہ منٹ نہانے کے بعد وہ واشروم سے نکلا تو اس نے بلیو کلر کی پینٹ پہنی تھی اور بنا شرٹ کے تھا اس کے مضبوط بازوں اور چوڑے سینے پہ پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھی بال بھی ماتھے پہ گیلے پڑے تھے زیاد نے ٹاول لیا اور پانی کی بوندیں صاف کر کے چینجنگ روم گیا زیاد کی عادت تھی وہ جو کام واشروم میں کرنے کا ہوتا ہے وہ کمرے میں کرتا ہے جیسے اپنے بازوں سینے پہ ٹاول پھیر کے پانی صاف کرنا وہ چینجنگ روم میں آیا اور وائیٹ شرٹ پہن کر اس کے اُپر بلیو جیکٹ پہنی پھر ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر ڈھیر سارا پرفیوم خود پہ چھڑکا

ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑیوں کی کلیکشن سے ایک گھڑی نکال کے اپنے ہاتھ میں پہنی پھر آخر میں اپناہی ئی راسٹائی ل بنایازیاد کے تیار ہونے کا انداز بھی اپنانرالا تھابال بناکر وہ سائی یڈ ٹیبل کے ڈرار سے موبائل اور گاڑی کی کیزنکالی موبائل آن کیاتوڈھیر سارے مسیجز کالز تھی پر ابھی وہ ان کوسب کو نظر انداز کرنا ضروری سمجھا اور علیدان کا نمبر ڈائی ل کیاجو پہلی ہی دفعہ میں اٹھالی گ ئی تھی۔

کہاں ہو زیاد ہم کب سے تمہیں کال کیے جارہے کیے جارہے اور تم ہو کے نہ مسیج کا جواب دے رہے ہو اور نہ ہی کال بیک کر رہے ہو اور ابھی ہم چاروں تمہارے انتظار میں ریسٹورنٹ میں سڑ رہے ہیں۔علیدان نے بنااس کو بولنے کا موقعہ دی ئے شروح ہو گیا تھااور وہ تین بچارے سلاد کھاتے اس کی چلتی زبان دیکھ رہے تھے زیاد اس کی شکایتیں سنتا گیراج کی طرف آگیاتھاجہاں سب کی گاڑیاں تھی زیاد نے اس کی تقریر پہ اپنے کان میں انگلی رکھی اور کہا۔

میں بھول گیا تھا کے مجھے آج تم لوگوں سے ملنا تھا پر ابھی میں بس آرہا ہوں دس منٹ میں تم لوگوں کے ساتھ ہو گا۔زیاد اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چابی گھماتا بولا

مہربانی ہو گی اگر آؤ تو۔اب کی وہ چاروں ایک ساتھ بولے جیسے سنتے زیاد کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی اس نے کال بند کرتے موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

کچھ منگوا لیتے ہیں۔احمد نے کہا

ہاں۔علیدان نے کہا اور ویٹر کو اشارہ کرتے بولایا۔

لو زیاد بھی آگیا۔ہمایوں اپنی جگہ اٹھتا بولا اس کا چہرہ ریسٹورنٹ کے انٹرنس سائیڈ پہ تھا اس لیے اس کی جیسے نظر اندر آتے زیاد پہ پڑی تو کہا۔

ہائے ایوری ون۔زیاد ایک کرسی اپنی گھسٹ کر بولا۔

ہائے۔سب نے جواباً کہا۔

کچھ منگوایا نہیں مجھے تو بہت بھوک لگی ہے۔زیاد ٹیبل پہ بس سلاد کی پلیٹ دیکھتا بولا۔

آجائے گا ابھی آڈر دیا ہے۔احمد کھیر امنہ میں ڈالتا بولا۔

تم بتاؤ کیسے دن گزرے اسلام آباد میں۔ہمایوں نے سوال کیا۔

پرسکون گزرے وہ دن جس دن خالا جان نے میری شادی کا تزکرہ نہیں کیا۔زیاد پانی کا گھونٹ پی کے بولا۔

توں کیا انھوں نے تمہارے لیے لڑکی پسند کی ہے۔وقاص ٹیبل پہ جھک کے تجسس انداز میں پوچھا شادی اس کا پسندیدہ ٹاپک تھا۔

لڑکی نہیں لڑکیاں۔زیاد کہنیاں ٹیبل پہ ٹکاتا بولا۔

ایک ساتھ چار شادیاں کروانی ہے کیا ان کو تمہاری۔احمد نے ہنس کے کہا۔

یہ مطلب نہیں تھا وہ چاہتی ہیں ان کی پسند کی ہوئی ہی لڑکیوں سے ایک فائی نل کرو تو وہ میری شادی کروائے۔زیاد نے بتایا۔

پھر تمہیں کوئی ی پسند آئی ی۔علیدان نے سوال کیا۔

نو۔یک لفظی جواب۔

ہائے کاش تمہاری خالا کی طرح میری ماں ہوتی یا میری بھی خالا تو میں نے فٹ سے ہاں کر کے شادی کر دینی تھی۔وقاص اس کی بات پہ حسرت سے بولا۔

اس لیے تو تمہاری نہیں ہے۔احمد نے اس کا مزاق اڑایا۔

انکار کیوں کیا ایک سال بعد ویسے بھی تم نے بزنس سنبھالنا ہے اچھا ہے شادی کر لوں بزنس کے ساتھ ساتھ اور بھی اچھی مصروفیت ہو گی۔علیدان نے کہا۔

امی جان کا بزنس کبھی کبھار دیکھ لیتا ہوں بعد میں پر وپر لی دیکھ لوں گا ان کے بزنس کو اوچائی یوں تک پہنچانا ابھی میری مصروفیت ہے شادی کے جھنجھٹ میں ابھی نہیں پڑنا چاہتا۔زیاد نے صاف لہجے میں بتایا اور آس

پاس دیکھا ریسٹورنٹ بھرا پڑا تھا لوگوں سے ار سب اپنی گفتگو میں بزی تھے۔

سہی پر شادی جھنجھٹ نہیں ہے تم جب تھک ہار کے گھر آؤ گے تو وہ تمہارا گیٹ کے پاس کھڑی انتظار کرے گی اور تمہارے ہاتھ سے کوٹ لیکر کہے گی آپ آگ ئی ے میں آپ کا انتظار کر رہی تھی آپ فریش ہو جائے تب تک میں کھانا لگاتی ہوں پھر تم اس کے ساتھ گھر کے اندر داخل ہو کر کہوں کے نہیں جان تم بس کھانا لگاؤ فریش تو میں تمہارا خوبصورت چہرہ دیکھ کر ہی ہو گیا ہوں۔ وقاص اس کی بات سن کر اس کے مستقبل کا سارا نقشہ کھینچ کر بتایا جس پہ تینوں کے قہقہقہ بے ساختہ تھے مگر زیاد نے اس کو ایسے دیکھا جیسے اس کے دماغی حالت پہ شک گزرا ہو تبھی وہاں آکر ویٹر نے کھانا ٹیبل پہ سجایا جس پہ احمد نے اس کا شکریہ ادا کیا تو جواباً وہ جھک کر مسکراتا وہاں سے چلا گیا۔

زیاد نے کھانا سب سے پہلے شروع کیا کھاتے ہی وہ ہلکی ہلکی گفتگو بھی کرنے لگے تو علیدان نے کہا۔

تم سب سے ایک مشورہ چاہیے تھا۔

مانگو۔ وقاص کباب منہ کھاتے ہی بولا۔

میری سسٹر کی برتھ ڈے ہے اور میں اس کو کیا گفٹ دوں جو اچھا اور یونیک ہو۔ علیدان نے نوالہ ہاتھ میں پکڑ کے بولا.

گولڈن کی کوئی ی چیز۔ احمد نے کہا

کوئی ی گاڑی گفٹ کر دو تمہاری بہن ہماری بھی بہن ہے اور ہمیں پتا ہے اس کو گاڑیوں کا کریز ہے۔ وقاص نے کہا۔

تاریخی کتاب گفٹ کرو جس میں اس کے لیے نالج ہو۔ ہمایوں نے مشورہ دیا ایک کے بعد ایک نے اپنا مشورہ دیا پر زیاد بس کھانے میں ایسے مصروف تھا جیسے دوبارہ کھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

نہیں اس کے علاوہ کچھ کیوں کی گولڈن میں اس کو انٹرسٹ نہیں گاڑی ڈیڈ نے پہلے سے ہی اس کے لیے خرید رکھی ہے جس کی چابی اس کے برتھ ڈے دیں گے اور کتابوں کا اسے شوق نہیں کورس ہی بہت مشکل سے پڑھتی ہے۔علیدان نے سب کے مشورے رد کیے اس کے بعد سب کی نظریں زیاد پہ پڑی جو اپنا کھانا کھا کر اب نیپکن سے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

مجھے کیوں ایسے گھور رہے ہو؟ زیاد نا سمجھی سے پوچھا۔

ہم گھور نہیں رہے بلکے دیکھ رہے ہیں۔وقاص نے بتایا۔

جو بھی پر کیا بات ہے۔زیاد نے پھر کہا۔

مشورہ دو تم ہی کوئی اب مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا اور ان کے مشورے ٹھیک ہیں پر میرے کام کے نہیں۔علیدان نے کہا۔

عبایا گفٹ کرو اپنی بہن کو۔زیاد نے آرام سے اپنے مشورے سے نوازا اور جیکٹ کی پوکٹ سے اپنا موبائل نکال کے اس میں بزی ہو گیا جب کی

وہ چاروں منہ کھولے زیاد کو دیکھ رہے تھے کیوں کی ان سب کو زیاد سے کم سے کم ایسے مشورے کی امید نہیں تھی پر ہمایوں کو زیاد کو مشورہ اچھا لگا برا تو ان تینوں کو بھی نہیں لگا پر عجیب ضرور لگا کیوں کی مشورہ دینے والا زیاد تھا۔

عبایا؟علیدان حیرت سے نکل کے تصدیق کے لیے پوچھا۔

جی عبایا۔زیاد نے بنا دیکھے جواب دیا۔

میری بہن جینز پہنتی ہے اس نے کبھی ڈوپٹہ نہیں دیکھا ہو گا اور تم کہہ رہے ہو کے میں اس کو عبایا گفٹ کر وہ بھی اس کی سالگراہ کے دن۔علیدان کو زیاد کی بات مزاق لگی تو ہنس کے بولا جب کی وہ تینوں بھی کھانے سے ہاتھ اٹھا کر ان دونوں کی باتیں سننے لگے۔

ہم جس سوسائٹی میں رہتے ہیں وہاں عام طور پہ فیشن کے نام پہ یہی سب پہنتے ہیں لڑکیاں ہو یا عورتیں میں نے تمہیں یہ نہیں کہا کے اپنی بہن کو زبردستی عبایا پہننے کا کہوں تم بس اس کو گفٹ کرو استعمال کرنا نہ کرنا اس

کا کام ہے جس طرح ہم مردوں پہ سونا حرام ہے ویسے ہی عورتوں کے لیے جینز پہننا حرام ہے۔زیاد نے موبائل ٹیبل پہ رکھتے سنجیدگی سے بتایا اور آج ان سب کو زیاد کی باتوں پہ حیرت کے جھٹکے لگ رہے تھے پہلے کہاں زیاد نے اس طرح کی باتیں کرتے سنا تھا اس لیے ان کی حیرت غلط نہ تھی۔

کیا جینز حرام ہے لڑکیوں پہ؟ احمد نے سوال کیا وہ نہیں جانتا تھا شاید یہ بات۔

بلکل۔زیاد نے جواب دیا۔

میں پھر اپنی بہن کو یہی گفٹ کروں گا۔علیدان مسکرا کر بولا اس کو زیاد کی بات اچھی لگی۔

میری اگر اپنی کوئی بہن ہوتی تو میں اس کو ہر سال یہی گفٹ کرتا وہ پہنتی یا نہیں پھر بھی دیتا۔زیاد نے بغیر کسی تاثر کے کہا۔

کیا حفصہ کو یہ گفٹ پسند آئے گا۔وقاص ماحول میں اچانک سنجید گی محسوس کرتا اس کو ختم کرنے کی خاطر بات بدل کے بولا

کیوں نہیں آئے گا پسند ایک لڑکی کے لیے اس سے بہتر کیا اچھا گفٹ ہو گا ایسا نہیں کے میں تنگ سوچ کا مالک ہوں پر کچھ چیزیں پردے میں ہی اچھی لگتی ہیں۔وقاص کو جواب زیاد نے دیا۔

ہاں یہ تو ہے۔علید ان کی آنکھوں کے سامنے روشنا کا عکس آیا تو وہ کھوئے لہجے میں بولا۔

اسکیوزمی کین ون سیلفی پلیز۔وہ باتیں کررہے تھے کے ایک لڑکیوں کا گروپ ان کی ٹیبل کے پاس آیا اور ان میں سے ایک لڑکی زیاد سے بولی۔

نو۔زیاد نے بنالحاظ کیے انکار کیا جس سے ان کی منہ اتر گیا وہ چاروں رلیکس ہوکر جھرمٹ زیاد کے اُپر دیکھ رہے تھے یہ ان کے لیے عام سی

بات تھی لڑکیاں ایسے ہی بہانے سے زیاد سے باتیں کرنے آتی تھی یا ان سے کچھ پوچھتی تھی۔

ایک سیلفی سے کیا ہو گا جو آپ کا انکار کر رہے ہیں۔وہ لڑکی پھر سے بولی۔

بلکل سیلفی سے کیا ہو گا جو آپ سب کہہ رہی ہیں اپنی عمریں دیکھے اور حرکتیں دیکھے یہ سب آپ کو زیب نہیں دیتا۔زیاد نے اب کی سخت انداز میں کہا کیوں کی سامنے والی لڑکیوں کی عمر اٹھارہ سترہ کے بیچ کی تھی۔

ہمیں پتا ہے کیا زیب دیتا کیا نہیں آپ سے ایک سیلفی کا کیا کہا آپ تو عمر پہ ہی آگ ئی ے۔وہ لڑکی کافی ڈھیٹ معلوم ہوئی ی تھی زیاد نے بیزاری سے اس کو دیکھا۔

چھوڑو نہ سومل اگر نہیں چاہتے تو۔اس کی ایک دوست نے کہا۔

آپ مایوس نہ ہو ہم سے نکلوا لے سیلفی نہیں بلکہ سیلفیاں ہم میں نخرا بلکل نہیں۔وقاص کی زبان میں کھجلی ہوئی تو کہا جس سے علیدان احمد ہمایوں کی دبی دبی ہنسی گونجی۔

آپ سب ہینڈسم ہو پر میری شرط لگی ہے اس بندے کے ساتھ سیلفی لینے کی اس لیے بکوز سومل عمران کوئی شرط نہیں ہارتی۔وقاص کی بات پہ وہ ایک نظر زیاد پہ ڈال کے بولی۔

اااووو شرط۔احمد او کو کھینچ کے بولا۔

یس۔اس نے کہا اور فرنٹ کیمرا آن کر کے زیاد کے سامنے ہوئی اس کی جرئت پہ ان چاروں نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا جب کی زیاد کی غصے سے نسیں پھول گئی وہ اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے ہاتھ سے موبائل کھینچ کر زور سے نیچے پھینکا جو کئی ٹکرو میں تقسیم ہو گیا ریسٹورنٹ میں بیٹھے سب لوگ اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کو دیکھنے لگے

سومل صدمے کی حالت میں اپنا مہنگا موبائل ک ئی ٹکرو کی حالت میں دیکھا اس کے ساتھ لڑکیوں نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

جو لوگ اپنی حد میں نہیں رہتے ان کو حد میں رکھنا زیاد خانزادہ کو اچھے طریقے سے آتا ہے۔زیاد مغرور انداز میں کہتا اپنے شاندار طریقے سے ریسٹورنٹ سے باہر نکلنے لگا اس کو جاتا دیکھ کر وہ چاروں بھی اس کے پیچھے گ ئی ے بل وہ پہلے دے چکے تھے ان کے جانے کے بعد ریسٹورنٹ میں ہلچل مچ گ ئی سب آپس میں باتیں کرنے لگے جب کی سومل کا صدمے غصے اور شرمندگی سے برا حال تھا۔

کتنا مغرور تھا۔ایک لڑکی بولی۔

ہاں نہ حسن ہو تو مغروریت بھی آجاتی ہے۔دوسری نے بھی اس کی بات سے اتفاق کیا۔

چپ کرو تم دونوں۔سومل چیخ کر اپنی دوستو سے بولی

سوری سومل پر اس لڑکے کو تمہیں جواب دینا چاہیے تھا۔ ایک نے اس کو اکسایا۔

چھوڑوں گی تو میں اب بھی نہیں اتنے لوگوں کے سامنے اس نے میری انسلٹ کی اس کا بدلا تو میں لیکر رہوں گی۔ سومل نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

زیاد کی کوئی ی کمزوری تو ہو گی نہ جس سے ہم اس کو شکست دے پائے۔ زاویار نشے میں دھت اپنے دوستو سے بولا اس کا سینا زیاد سے بدلا لینے کے لیے جل رہا تھا وہ اس وقت کلب میں تھے ہاتھ میں شراب کا گلاس پکڑے زیاد کے خلاف منصوبے بنا رہے تھے۔

نہیں ہے ورنہ پتا لگ جاتا۔ اسفند اس کا دوست حقارت سے بولا۔

کوئی ی لڑکی کا سین۔ شان حرام کی شے منہ میں ڈالتا بولا

کمینہ ہے جتنا بھی پر لڑکیوں سے ٹائم پاس کرنے کے لیے بھی کبھی بات نہیں کی۔ماہر ان سے بولا۔

اس کی کمزوریا بھی اس کے وہ چاروں ساتھی جو کمینے پن میں اس سے کم نہیں۔اسفند نے دوبارہ کہاجب کی زاویار نفرت سے زیاد کا سوچ رہا تھا۔

اگر ان کے بیچ لڑائی ی ہو جائے تو۔زاویار کمینگی سے بولا

ناممکن ہے ایسا کچھ نہیں ہو سکتا وہ جان دینے کی حد تک ایک دوسرے کے ساتھی ہے اور اگر کوئی ی ایک ان کو ورغلائے بھی تو وہ اس کی ایسی درگت بناتے ہیں کے اللہ کی پناہ۔ماہر کانوں کو ہاتھ لگا کے بولا

تو پھر میں کیا کروں ہاتھ پہ ہاتھ جمائے بس بیٹھا رہوں اور وہ زیاد ہر دفع مجھ سے بازی جیت لے جائے۔زاویار اس کی بات پہ ہاتھ میں پکڑا اگلاس پھینک کے غصے سے بولا۔

توں بس وقت آنے کا انتظار کر وقت ایک جیسا ہمیشہ نہیں رہتا ابھی اس کا اچھا چل رہا تو کل ہمارا اچھا ہو گا اور یہ زیاد کا ساری عمر ایسے رہے گا کیا

گھر والوں سے اس کی نہیں بنتی تو کیا ہوا ایک نہ ایک دن گھر والی تو ہو گی نہ۔ماہر نے اس کو حوصلہ دینے والے انداز میں کہا۔

گھر والی۔وہ سب ایک ساتھ بولے پھر زور دار قہقہقہ لگا کے ہنس پڑے۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

رات کا وقت تھا آرزو اپنے کمرے میں چوڑیوں سے کھیل رہی تھی اس کے ہاتھ میں پہنی چوڑیوں کی آواز سے پورے کمرے میں چھن چھن کی آواز تھی وہ ایسے ہی خود میں مگن تھی جب روشنا اس کے کمرے میں آئی ی۔

شکر ہے تم جاگ رہی ہو۔روشنا اپنی کتابیں اور بہت سارے پیپرز لگا کے بولی۔

خیریت آپ آج شکر کر رہی ہیں ورنہ تو آ کر ہی سونے کا کہتی ہیں۔ آرزو نے شرارت سے اس کی طرف دیکھ کے کہا اور اپنی ٹانگیں سیکڑ کے بیٹھ گ ئی تاکہ روشنا کے لیے جگہ بن سکے۔

ہاں نہ ہمیں اسائی یمنٹ ملا تھا پرسوں اس کی لاسٹ ڈیٹ ہے میں نے جمع تو کی اس کے بارے میں معلومات پر میں ایسے جلدی سے لکھنے پہ ایک لائ ن دو دفعہ لکھتی جا رہی ہوں بہت مسٹکس ہو رہی تو سوچا تم سے ہی مدد لی جائے۔ روشنا اپنی کتابیں آدھی اس کے بیڈ پہ اور آدھی اس کی رائی ٹنگ ٹیبل پہ رکھ کے سب ایک سانس میں ہی بتا دیا۔

میں تو ہر وقت Available ہوں آپ کی مدد کرنے کو آپ بس حکم کرے۔ آرزو نے خوشدلی سے کہا

ہاں میری پیاری بہن تم نے بس یہ کرنا ہے کے میں جو پوائ نٹس ٹک مارک کی ہیں ان کو بتاتے رہنا ہے پھر میں وہ لکھوں گی اور اس کے بعد میں گوگل پہ بھی اس کے بارے میں کچھ سیو کیا تھا آج لکھ دوں تو کل

جمع کروادو اور بھی بہت سے نوٹس بنانے ہے اور اسائی یمنٹ
بھی۔روشانے بیڈ پہ بیٹھ کر اس کو بتایا جو بہت غور سے اس کی بات سن
رہی تھی۔

تو کیا ساری رات جاگنا ہے آپ نے۔آرزو نے بڑی مشکل سے خود کو
حیرانی سے بچایا۔

ساری رات کہا۔روشانے ہنس کے کہا اور کتاب کھولنے لگی۔

آپی آپ نے جو جتنی کتابیں اٹھا کے رکھی ہے نہ ایک اسائی یمنٹ کے
لیے مجھے تو لگتا ہے اگر آپ کا ساری رات لکھ بھی جائے تو یہ رات کم
ہے۔آرزو نے اس کے کتابوں کی طرف اشارہ کرتے کہا جو پتا نہیں وہ
کونسے کونسے جمع کر لائی ی تھی۔

ضروری ہے بہت اس لیے اور تم ابھی چھوٹی ہو خود جب اس کلاس میں
آؤں گا تو پتا چلے گا۔روشانے نے کہا۔

پھر بھی میں دو گھنٹے تک آپ کی مدد کروں گی اور اس کے بعد آپ جانے آپ کا اسائی یمنٹ۔ آرزو نے ابھی سے ہاتھ کھڑے کر دی ئے جو ہر وقت Available ہونے کا داعوا کر رہی تھی۔

افففف آرزو تمہارا ابھی کوئی ی حال نہیں سہی ہے بس تم اتنی ہی مدد کرنا دو گھنٹے بہت ہے میں کرلوں گی اگر نہ بھی تو کل کالج میں کلاسس مس کر کے پورہ کرلوں گی۔ روشنا نے نفعی میں سر ہلاتے کہا اور پین پکڑ کے لکھنے لگی ایک کتاب آرزو کو دیا اور بتایا جو اس کو پڑھ کے بتانا تھا۔

ہاں دیکھتے ہیں ابھی آپ کی موبائل رات کے گیارہ کا وقت بتا رہی ہے آپ کے پاس ایک بجے کا وقت ہے جو کرنا ہے جلدی کرے۔ آرزو نے بھاری آواز میں روشنا کو حکم دیا جس پہ روشنا نے سر ہلایا آرزو بھی ہھر اپنی شوخ مزاجی کو سائیڈ پہ کر کے اس کو ایک کے بعد ایک لائی ن اور ضروری پوائی نٹس بتانے لگی روشنا لکھنے پہ آئی ی تو لکھتی گ ئی اس ٹائی م میں اس نے اپنا جھکا سر ایک سیکنڈ کے لیے بھی نہیں اٹھایا تھا دو

گھنٹے کا وقت دور کہی جا سویا تھا آرزو کو پڑھنے اور اس کے بتانے میں اتنا مزہ آرہا تھا کے وہ اپنی نیند فراموش کر بیٹھی تھی اور روشنا بھی لکھنے میں اس طرح مگن تھی اس کا نا اپنی نیند کا خیال آیا اور نہ آرزو کا اب کی جمائی ی لیتی آرزو کا برا حال تھا نیند سے پر وہ ڈھیٹ بنی رہی ایک ایک کتاب سائی یڈ پہ کرتی گ ئی جو وہ روشنا کو بتاتی گ ئی تھی ہوش دونوں کو تب آیا جب مسجد میں امام صاحب کی آذان کی آواز ابھری اللہ اکبر آپی۔ آرزو نے اپنی پوری آنکھیں کھول کے روشنا سے کا جو اپنا سر دائی یں بائی یں ہلا رہی تھی اس کا کندھا دکھ گیا تھا ایک جگہ جھک کے۔

کیا ہے اتنا حیران کیوں ہو رہی ہو فجر کی آزان ہے ابھی خاموش رہو۔روشنا نے عام انداز میں کہا اور اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

آپی میں نے نیند نہیں کی اور اسکول میں اب میں کیا کروں گی مجھے نہیں جانا کل پھر اسکول آپ کی وجہ سے ہوا ہے اماں کو جواب بھی اب آپ

دینگی۔ آرزو نے آذان ختم ہونے کے بعد بچوں کی طرح کہا اور تکیہ درست کر کے سونے کی تیاری کرنے لگی۔

تمہیں تو بہانا چاہیے کیا ہوا اگر ایک رات نہ سوئی تو مجھے دیکھو اتنا لکھنے کے بعد بھی کتنی فریش ہوں۔ روشنا نے گھور کے اس کو کہا۔

آپ دی گریٹ روشنا ہو جو کچھ بھی کر سکتی ہیں اور میں دی گریٹ ون اینڈ اونلی آرزو ہوں جو وہ نہیں کر سکتی جو آپ ابھی توقع کر رہی ہیں۔ آرزو نے اپنے اوپر چادر اوڑھ کے بتایا۔

پھر بھی کچھ اسائیمنٹ رہتا ہے۔ روشنا نے افسوس سے کہا۔

جتنے جہان کی آپ نے کتابیں جمع کی ہے نہ ایک رات میں پورا ہو بھی نہیں سکتا تھا میں نے پہلے ہی بتایا تھا پر میری کوئی سنے تب نہ بھئی اسائیمنٹ اور پریزنٹیشن کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے کے آپ کچھ ضروری نالج اور باتیں لکھے کچھ اہم پوائنٹس بس جس میں کم لفظوں میں بہت معلومات مل جائے اس طرح لکھتی آپ تاکہ نہ پڑھنے میں

لوگوں کو تھکن ہو اور نہ ہی سننے والا بوریت کا شکار ہو انسانوں کو زیادہ پڑھنے میں نالج نہیں ملتی جتنی کم اور ضروری پوائی نٹس جو دو لفظوں پہ ہی مشتمل کیوں نہ ہو اس پہ ملتی ہے یونیک اور سہی تو وہی ہو انہ جو کم اور اچھا ہو۔ آرزو اٹھ کے اپنی بڑی بہن کو دیکھ کے بولی جو حیرت سے اس کا منہ تک رہی تھی شاید زندگی میں پہلی دفعہ آرزو نے سنجیدگی اور عقلمند کی بات کی ہو گی اور کہنے کے بعد تو وہ خود حیران ہوئی ی کے یہ سب میں نے کہا۔

تم نے نیند نہیں لی شاید اس کا اثر زیادہ ہو گیا ہے۔ روشنا نے اس کے ماتھے پہ چپت لگائی ی۔

یااللہ میری اتنی عقل والی بات آپی کو سہی نہیں لگی۔ آرزو منہ بسور کے بولی۔

ٹھیک تھی پر میں نے بھی فضول نہیں بلکہ بہت اہم پوائی نٹس ہی لکھی تھی۔ روشنا نے مسکرا کے بتایا۔

اچھا گڈ نائٹ۔ آرزو اپنے اپر چادر لیکر بولی۔

آرزو اٹھو شاباس نماز پڑھ کے سو جانا اسکول بھی نا جانا میں اماں کو بتادوں گی کے آرزو نے بڑی محنت کی ہے جس کے لیے ابھی اس کے لیے نیند ضروری ہے۔ روشنا اسے اپر سے چادر ہٹا کے بولی۔

آپی میری نیند خراب کر کے پاپی نہ بنے اور سونے دے۔ آرزو نے اپنی آنکھیں بند کر کے التجائی یہ انداز میں کہا۔

پانچ منٹ بھی نہیں لگیں گے نماز پڑھو پھر سونا ثواب ملے گا نہیں تو گناہ۔ روشنا نے اس کو پیار سے کہا۔

قضا پڑھ لوں گی اور دن کی ساری نمازیں تو پڑھ لیتی ہوں نہ۔ آرزو نے لیٹتے ہوئے ہی کہا۔

اٹھوں آرزو نماز کے بغیر تو میں نے تمہیں سونے نہیں دینا۔ روشنا بھی اٹل انداز میں بولی۔

آپی۔ آرزو نے منت کی۔

آرزو میری جان میری پیاری بہن نماز پڑھوں اللہ کو راضی رکھو نہیں تو وہ ناراض ہو گا پھر جو تم چار وقت کی نماز پڑھتی ہو نہ اللہ اس کی توفیق بھی چھین لیگا۔ روشنا نے اب کی اس کو ڈرایا۔

لیں اٹھ گ ئی۔ آرزو اٹھ کے بولی روشنا کی ہنسی نکل گ ئی کیوں کی آرزو کے سارے بال اس کے چہرے پہ تھے جو اس کو ڈراونہ تو نہیں دلکش ضرور بنا رہے تھے۔

یہ ہوئی نہ بات اب جاؤ وضو کرو میں بھی اپنے کمرے میں جا کے وضو کر کے نماز پڑھوں گی اور اس کے بعد کالج جانے کی تیای سونے کا وقت تو ہے نہیں میرے پاس۔ روشنا نے اس کے چہرے سے بال ہٹا کے کہا۔ ٹھیک پر اماں کو بتائی یے گا مجھے اٹھانے نہیں آئے۔ آرزو واشروم جاتے ہوئے بولی۔ کہہ دوں گی۔ روشنا نے کہا اور دروازہ بند کر کے نکل گ ئی۔

اسلام علیکم: میں کچھ مدد کروں آپ کی۔ روشنا نماز اور قرآن پاک کی تلاوت کے بعد کچن میں آکر زرینہ بیگم سے بولی۔

وعلیکم اسلام: اٹھ گئی تم آرزو کو بھی بولا لاؤ۔ زرینہ بیگم چائے چولھے سے اٹھا کے بولی۔

امی وہ ابھی سوئی ہے اور آج اسکول نہیں جائے گی آپ اس کو اٹھانا مت پتا تو ہے آپ کو اگر وہ نیند سہی سے نہیں لے تو سر درد ہو جاتا ہے اس کو۔ روشنا سینک پہ برتن جما کر کے بولی۔

سوئی کیوں نہیں تھی وہ۔ زرینہ بیگم سخت لہجے میں بولی تو روشنا نے ان کو بتایا جس سے ان کے تاثرات کچھ نرم ہوئے اور وہ مان گئی۔

اچھا تم یہ چائے اپنے بابا کو دے آؤ برتن آکر پھر دھونا میں تب تک روٹی بنالوں۔ زرینہ بیگم نے اس کو چائے ٹرے میں رکھ کے دی۔

ٹھیک ہے۔ روشنا نے ان سے ٹرے لی اور کچن سے نکل گئی۔

اسلام علیکم: روشنا نے دروازہ نوک کرتے اپنے باپ سے کہا۔

وعلیکم اسلام: میری بچی آؤ۔ ایاز مرید جو دفتر جانے کے لیے تیار ہو رہے تھے روشنا کو دیکھ کر اجازت دی تو وہ مسکراتی ان کے پاس آئی ی۔

اماں نے چائے بھیجی ہے۔روشنا نے کپ ان کی طرف بڑھا کر کہا۔

ہاں شکر یہ میں بس آج چائے پیتے ہی نکلوں گا کچھ ضروری کام ہے دفتر میں۔ آیاز صاحب نے چائے کا گھونٹ بھر کہا۔

خالی پیٹ کیوں اماں بس ناشتہ تیار ہی کرنے والی ہے وہ کر کے جائی یے گا ایسے میں آپ کیا کام کر پائے گے۔روشنا نے خفگی سے ان کی بات سن کے کہا

ہاہا میری دادی ماں دیکھتے ہیں ناشتہ کرنا ہے کے نہیں۔ایاز مرید ہنس کے بولے

آپ نے بابا اچھا کیا جو رات کی ڈیوٹی کرنا ختم کی۔روشنا نے کچھ خاموشی کے بعد کہا۔

بس بیٹا کیا کرتا طبعیت خراب رہنے لگی تھی اس لیے چھوڑدی اگر مجھے کچھ ہو جاتا تو تم تینوں کا کیا ہوتا اللہ کے علاوہ اور کون ہے اپنا ہمارا۔ایاز صاحب سانس بھر کے بولے وہ اب کچھ رنجیدہ ہو گ ئی ے تھے۔

ایسا کیوں کہہ رہے ہیں اللہ آپ کو لمبی اور صحتمند زندگی عطا کرے۔ روشنا کا دل ان کی بات پہ لرز اٹھا۔

ہاہا چھوڑو یہ بتاؤ میری آرزو کدھر ہے۔ ایاز صاحب محبت سے آرزو کا پوچھنے لگے۔

آپ کی لاڈلی سو رہی ہے۔ روشنا نے بتایا۔

اسکول نہیں جانا کیا اسے پہلے بھی اپنے دو سال ضائع کر چکی ہے ورنہ وہ اور عاشر آج ایک کلاس میں ہوتے۔ ایاز صاحب چائے کا آخری گھونٹ بھر کے بولے۔

آج نہیں جائے گی اور پہلے تو بس فعل ہو گئی امتحانوں کی تیاری نہ کرنے کی وجہ سے۔ روشنا نے مسکرا کر جواب دیا۔

ہاں پڑھنے سے کتراتی جو ہے۔ ایاز صاحب بولے۔

ہاں اور اب میڈم کو موبائل چاہیے میٹرک میں A.1 گریٹ آنے کی خوشی میں۔ روشنا آرزو کی بات یاد کرتی بولی۔

مجھے بتایا تھا ایک سال پہلے جب اس کا ریزرٹ آیا تھا تو۔ایاز صاحب نے کہا۔

آپ نے تو واعدہ بھی کر لیا تھا اس سے کے لیکر دینگے۔روشنا نے ان کی کہیں بات یاد کروائ ی۔

ہاں یاد ہے اب پڑھائ ی کی شوقین جو ہو گ ئ ہے تو بس میں نے پ ئ سے جمع کر لیے ہے اپنی بیٹی کی خواہش پوری کر لوں گا اللہ نے چاہا تو۔ایاز صاحب اٹھتے بولے۔

سہی آئے باہر امی نے ناشتہ ٹیبل پہ تیار کی ئ ے رکھا ہو گا۔روشنا نے ان کو اٹھتا دیکھ کر خود بھی اٹھ کر بولی

چلو مجھے بھی دیر ہو رہی ہے دفتر جانے کے لیے۔ایاز صاحب پھر وہ دونوں باہر نکل گ ئ ے۔

اشرف تیری بائیک توزبردست ہے۔ آج اشرف کی ریس تھی جب اس کا مخالف جس سے اس کو جیتنا تھا اس کی اسپورٹس بائیک پہ نظر ڈالتا بولا۔

تھینکس۔ اشرف کو عجیب تو لگا اس کے منہ سے تعریف سننا پر وہ نارملی انداز میں بولا۔

ہاں نہ کتنے کی ہے۔ نجف نے اس کی بائیک پہ ہاتھ پھیر کے پوچھا

ڈونٹ نو میرے فادر میرے بڑے بھائی کے لیے لائے تھے پر انہوں نے کبھی اسپورٹس بائیک کو ہاتھ نہیں لگایا ہمارے گیراج میں ایسے ہی پڑی رہتی ہے تو میں آج لے آیا بنا بتائے کسی کو۔ اشرف نے کندھے اچکا کر بتایا

تمہارا بھائی ی زیاد کی ہے یہ؟ نجف نے پوچھا

ہمم پر انہوں نے ڈیڈ سے یہ بائی یک لینے سے انکار کر دیا تھا انہوں نے اپنی دوسری لی تھی جب وہ اٹھارہ سال کے تھے۔ اشرف نے آرام سے اس کے سوالوں کا جواب دیا۔

اتنی اچھی ہے پر تمہارے بھائی ی کے نخرے بہت ہیں۔ نجف بے ڈھنگا قہقہ لگا کر اپنے ساتھ کھڑے لڑکے کی طرف دیکھ کے بولا۔

نخرے نہیں بس ان کو وائی ٹ کلر کجھ پسند نہیں آیا تھا۔ اشرف کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ اس کو دبا گیا اور کہا۔

اچھا اچھا تو تم اس سے ریس لگاؤ گے سوچ لوں بچے ہو ابھی تم ہار سکتے ہو ہم سے اور اگر تمہاری بائی یک پہ اسکرچ وغیرہ آگیا تو تمہارا بھائی ی غصہ بھی ہو سکتا ہے اس کی تو ویسے بھی تم سے یا تمہارے گھر والوں سے نہیں لگتی۔ نجف نے مصنوعی ہمدردی کے تاثرات چہرے پہ سجا کے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

انیس کا ہوں بچہ نہیں اور تمہیں فکر کی ضرورت نہیں کے بائی یک پہ اسکرچ آتا ہے کے نہیں اور میرے ہارنے کی بھی نہیں کیوں کی میں اس کا بھائی ی ہوں جو تمہارے کزن کو کتے کی طرح ہرا کر جیت جاتا ہے۔ اشرف نے بھی لحاظ ختم کر کے اچھا خاصا اس کو جتلایا اور بائی یک پہ بیٹھ کر زن سے بھگا کے لے گیا۔

ہمم کمینہ بول کا کیا گیا کے میں کس کا بھائی ی ہوں وہ جو ذات بھی اپنی ماں کی استعمال کرتا ہے اور یہ ہے کے اس کے گن گا رہا ہے۔ نجف نے جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑے۔

ٹینشن نہ لے ایک گھنٹے کے بعد ریس شروع ہے ہم ہی جیتے گے اور اس کو بھی دیکھ لیں گے جسے بڑی گرمی چڑھی ہے۔ اس کا دوست امیر نے اس کو تسلی دی۔

وہ تو ٹھیک پر زیادہ ہے بہت کمینہ اگر اشرف کو کجھ کیا تو وہ چھوڑے گا ہمیں بھی نہیں تو نہیں جانتا ابھی ن ئی بات ہے اس نے زاویار کے

دوستوں کو کیسی دھلائی کی تو اس وجہ سے کے انہوں نے بس اس کی گاڑی کا ٹائی ر پینچر کیا تھا۔ نجف کو اس کی بات تو ٹھیک لگی پر زیاد کا خیال آتے اس نے اپنا خدشہ ظاہر کیا۔

ہاں تو وہ اس کی گاڑی تھی اور اگر ہم اشرف کو جان سے بھی مار دے تو وہ کجھ نہ کہے وہ تو ان بہن بھائی ی سے تو کیا کزنز سے بھی بات کرنا گوارا نہیں کرتا اور تم نے ہی تو ابھی کہا کے اب کے وہ ذات بھی اپنی ماں کی استعمال کرتا ہے تو بس بات ہی ختم۔ امیر نے اس کو مطمئن کیا۔

کہا تو تم نے درست ہے ریس جیت جائے پھر اشرف جو ابھی بڑے بول بول گیا ہے اس کو بھی مزہ سیکھاتے ہیں۔ نجف نے کمینگی سے کہا۔

یہ ہوئی ی نہ بات۔ امیر نے اس کے ہاتھ پہ تالی مار کے کہا۔

روشنا کالج آکر سیڑھیوں کے پاس بیٹھ کر اپنے اسائی یمنٹ جو اس کی ساری رات کی محنت تھی اس کا ایک ایک پیج درست کر کے فائی ل میں

لگانے کا ارادہ رکھتی تھی اس لیے وہ جہاں بیٹھی تھی اس کے اطراف کتابوں کے ساتھ کاغذ جس میں اس نے لکھ رکھا تھا اس کا ڈھیر تھا وہ اب بار بار گہری سانس لیتی ان کو ٹھیک کرنے میں لگی تھی وہ یہاں بیٹھ کر اب پچھتا رہی تھی ایک یہ کے وہ اکیلی تھی اس کی دوست جواب بنی تھی علیزہ وہ آج ابھی تک نہیں آئی تھی دوسرا سب اسٹوڈنٹ کی آؤ بھگت تھی کوئی سیڑھ چڑھ کر نیچے جا رہا تھا تو کوئی اُپر جس سے وہ تنگ ہو کر رہ گئی تھی۔

زیاد نے گاڑی کالج کے مین گیٹ پہ روکی اور اُتر کر اپنی جیکٹ ٹھیک کی آج وہ وائٹ شرٹ جینز پینٹ اور براؤن جیکٹ میں تھا جس سے وہ بہت شاندار دیکھ رہا تھا اپر سے ہمیشہ کی طرح چہرے پہ سنجیدگی سجائے ہوئے رکھی تھی اور ایک کاندھے پہ کالج بیگ تھا پڑھتے تو وہ تھے نہیں پر دیکھانے کے لیے بس زیاد نے اپنی گاڑی سے بوٹل نکالی جس میں اس کا فریش جوس تھا وہ ہاتھ میں لی اور اندر کی طرف بڑھ گیا آج اس نے اپنے

لیے خود جوس بنایا تھا پہلی دفعہ ورنہ شبیر بناتا تھا مگر آج وہ چھٹی پہ تھا اور

وہ اپنا کام اس کے علاوہ کسی کو کہتا نہیں تھا اس لیے یہ مشقت آج خود ہی

کی وہ اپنے ڈپارٹمنٹ میں آیا اور بیگ اپنی جگہ پہ رکھی آج ایک مہینے بعد

وہ کالج آیا تھا اس کے کلاس میں بیٹھے کچھ اسٹوڈنٹ جو بیٹھے تھے اور

آدھے باہر تھے اس کے آنے کے بعد چپ ہو گئے تھے زیاد سب

کو نظر انداز کرتا اپنا بیگ رکھ کر وہ واپس مڑ گیا اب اس کا راستہ کینٹین

کی طرف تھا اس کو پتا وہ چاروں وہی اس کا انتظار کر رہے تھے وہ

سیڑھیوں کی طرف آیا اور اترنے لگا اس ہاتھ میں پکڑی بوٹل کا ڈھکن

سائیڈ پہ کیا اور چلتے ہی پہلا گھونٹ بھرا پر اس نے جیسے منہ میں جوس کا

گھونٹ گیا اس کو لگا جیسے کوئی زہریلی چیز وں منہ میں ڈال لی ہو زیاد

نے فورن سے منہ میں بھرا گھونٹ نکال دیا جو نیچھے سیڑھیوں پہ ہی

گر کے صاف شفاف سیڑھی پہ نشان چھوڑ گیا۔

واٹ دے یار۔ زیاد نے چہرے کے عجیب تاثرات بنا کے بوٹل کو گھورا اس کے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا تھا۔

حد ہے مطلب میں نے چینی کے بجائے نمک ڈالا تھا۔ زیاد وہی رک کے خود سے باتیں کرنے لگا پھر نفعی میں سر ہلاتا بنا یہاں وہاں دیکھے اور دھیان دی ئی ے کے وہ کہاں ہے اپنے پیچھے بوٹل کا منہ کرتا وہاں سارا جوس گرا کر چلنے لگا اور بوٹل کا ڈھکن بند کر دیا۔

روشنا جو اپنا اسائیمنٹ درست کر رہی تھی خود پہ عجیب سی شۓ گرتے اور پوری کھلی فائ ل پہ پانی سا کچھ محسوس کر کے اس کو صدما ہی لگ گیا صدمے کے ختم ہونے کے بعد اس کی جگہ غصے نے لی اور غصہ آتا بھی کیوں نہ اس کی رات جاگنے کی محنت تھی اور ایک منٹ سے بھی کم وقت میں کسی نے برباد کر دی تھی یہ خیال آتے ہی اس نے اپنا سر اٹھا کے یہاں وہاں دیکھا پھر ایک لڑکے کی پشت دیکھ کر اور ہاتھ میں بوٹل دیکھی تو اٹھ کر جلدی سے وہاں گ ئی اور پیچھے سے اس کا کندھا پکڑ کر

اپنی طرف منہ کیا زیاد جو موبائی ل پہ کال آنے پہ رک گیا تھا کسی کے کھینچنے پہ اس نے اپنے سامنے لڑکی کو دیکھا

تم۔ روشانے جیسے ہی زیاد کا چہرہ دیکھا تو چیخ کے بولی۔

ایسی واحیات حرکت تم ہی کر سکتے ہو۔ روشانے پھر سے کہا جب کی زیاد نے ایک سنجیدہ نظر اس پہ ڈالی اور دوسری اس کے ہاتھ پہ جو اب اس کی جیکٹ کے کالر پہ تھا زیاد نے بے دردی سے اس کا ہاتھ اپنے کالر سے جھٹکا۔

ہوش میں تو ہو تم اور تم وہی ہو نہ جو کچھ ٹائی م پہلے گرنے کا الزام مجھ پہ لگا یا تھا۔ زیاد نے سنجید گی سے کہا

میں جو بھی ہوں پر تمہیں کوئ ی شرم حیا ہے کے نہیں ایسے ہی چیزے پھینک کر چلے جاتے ہو کیا تمہاری جاگیر ہے کالج۔ روشانے غصے سے چیخ کے کہا اب ان کے آس پاس لوگوں کا رش ہو گیا تھا سب اپنے کلاس جانے کے بجائے وہاں کھڑے ہو گئ ے۔

آئی یندہ مجھ سے اس ٹون میں بات مت کرنا آج برداشت کر گیا دوبارہ نہیں کروں گا۔ زیاد ایک ناگوار نظر اس پہ ڈالتا پتھریلے لہجے میں کہا۔

کیوں نہ کروں یہ دیکھو۔ روشنا نے فائی ل اٹھا کر اس کے سامنے کی جو گیلی تھی اور کہا

تمہیں اندازہ بھی نہیں میری کتنی محنت تم نے پانی گرا کے ضائی ع کی ہے اب اس کو دوبارہ کو سہی کرے گا۔ روشنا کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ایک تھپڑ زیاد کو مار دیتی جو ریلیکس کھڑا تھا اس کی محنت ضائی ع کر کے روشنا کا دل چاہ رہا تھا رونے لگ جائے پر زیاد کو سبق بھی سیکھانا تھا نہ۔

پانی نہیں فریش جوس تھا۔ زیاد نے بیزاری سے اس کی معلومات میں اضافہ کیا اس کے جواب پہ کھڑے اسٹوڈنٹ کی دبی دبی ہنسی کی آوازیں گونجنے لگی۔

تو پاگل انسان یہ کیا طریق

اس کی بات بیچ میں ہی رہ گ ئی تھی جب زیاد نے سختی سے اس کا بازوں پکڑا روشانے بڑی مشکل سے اپنی چیخ کا گلا گھونٹا۔

کہا تھا نہ مجھ سے دوبارہ اس ٹون میں بات مت کرنا برداشت نہیں کروں تو مطلب نہیں کروں گا۔زیاد نے ایک ایک لفظ چبا کے ادا کیا اور اس کا بازوں چھوڑ دی۔

ایک تو غلطی کرتے ہو اپر سے اپنی مردانگی کا رعب جماتے ہو۔روشانے تیکھے لہجے میں کہا۔

غلطی میری نہیں تمہاری ہے سمجھی تم ناؤ گیٹ لوسٹ۔زیاد نے اپنا مخصوص جملا دوہرایا۔

کیوں تم کون ہوتے ہو مجھے جانے کا کہنے والے معافی مانگو مجھ سے ورنہ میں ایڈمن کو تمہاری شکایت کروں گی۔روشانڈر ہو کے بولی اس کی بات پہ زیاد زوردار قہقہہ لگا کر ہنسا اس کو ہنستا دیکھ کر کھڑے اسٹونٹ نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا ان یاد نہیں تھا کے چار سال

کالج میں کبھی ہنسا ہو یا انہوں نے دیکھا ہو کبھی پر آج وہ قہقہقہ لگا رہا تھا یہ ان کے لیے کسی معجزے سے کم نہ تھا روشنا نے عجیب نظروں سے اس کو دیکھا جس کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا ہنسنے کی وجہ سے اس کو زیاد کا قہقہہ لگانا سمجھ نہیں آیا۔

کیا کہا تم نے کے ایڈمن کو میری شکایات کرو گی اگر میں نے معافی نہ مانگی تو۔زیاد یکدم سنجیدہ ہو کے بولا

ہاں اور میرا خراب کیا اسائی یمنٹ بھی بنا کے دو گے۔روشنا نے مذید کہا۔

اوو و لکھ کے بھی دوں معافی بھی مانگوں۔زیاد نے مصنوعی افسردگی سے کہا

غلطی کرنا جانتے ہو تو سدھارنا بھی سیکھو۔روشنا نے طنزیہ کہا۔

تمہیں ایڈمن کے آفس کا رستہ پتا ہے یا میں لے چلوں۔زیاد نے بازوں سینے پہ باندھ کر کہا اور ایک نظر کھڑے اسٹوڈنٹ پہ ڈالی جو مزے سے

کھڑے تھے زیاد کا گھورنا دیکھ کر آہستہ سب وہاں سے کھسکتے گ ئ ے۔

مطلب تم میری بات نہیں مانوں گے۔روشنا نے پوچھا۔
نہیں کیوں کی غلطی تمہاری ہے مس کس نے کہا تھا راستے پہ بیٹھنے کو اور میں زیاد خانزادہ ہوں ڈرتا تو میں اپنے باپ سے بھی نہیں اور تم ایڈ من کی دھمکی دے رہی ہو اور معافی تو میں کسی سے مانگتا نہیں تمہارا یہ ارمان ارمان ہی رہے گا اب کوشش کرنا کے دوبارہ میرے سامنے نہ آؤ۔زیاد تمسخر سے کہتا نکل گیا
ایک ہی تو ہم نے فن سیکھا ہے
جس سے ملیے اسے خفا کیجیے
جب کی روشنا جہاں تھی وہی کھڑی کی کھڑی رہ گ ئ

بے اختیار اس کی آنکھوں سے آنسو آگ ئ ے تھے جن کو بے دردی سے صاف کرتی اپنے ہاتھ میں پکڑی فائ ل کو دیکھا جواب اس کے کسی کام کی نہیں تھے سارے پیج ایک دوسرے سے چپک گ ئ ے تھے۔ کیا اس لیے میں نے آرزو سے مل کر اتنی محنت کی تھی۔روشانے خود کلامی کی اور اپنی کتابیں سمیٹتی ڈپارٹمنٹ کی طرف گ ئ اس کو پتا تھا ایڈمن سے شکایات کرنے کا کوئ ی فائ دہ نہیں ہو گا ایک مہینے میں ہی اس نے زیاد کے بہت سے قصے سن رکھے تھے۔

اتنے غصے میں کیو ہو؟ زیاد جب کینٹین میں آیا تو زور سے کرسی گھسیٹ کے بیٹھا تو وقاص نے پوچھا۔

کچھ نہیں بس جاہل راستے میں مل گ ئ تھی اس سے مغزماری کر آیا ہوں۔زیاد نے پانی کا گلاس ایک سانس میں پیتے بتایا اس کی بات میں ان چاروں نے اشاروں ہی اشاروں میں ایک دوسرے سے پوچھا کے جاہل سے مراد کون پر سب نے کندھے اچکا دی ئ ے۔

کون کس کی بات کر رہے ہو ؟علید ان نے پوچھا۔

کچھ نہیں یار بس ایک لڑکی فضول میں لڑنے لگ گ ئی کے میں نے اس کا اسائی یمنٹ خراب کر دیا۔زیاد نے بتایا۔

تجھے کیوں کہا تم تو آئے بھی اتنے بعد ہو کالج اور کون تھی وہ لڑکی۔احمد نے سوال کیا۔

مجھے کیا پتا کون تھی وہ میں نے جسٹ اپنا جوس گرایا تھا اگر وہ اس کی اسائی یمنٹ پہ گرا تو میری کیا غلطی اس کو دھیاں رکھنا چاہیے تھا ایسے ہی بیٹھ گ ئی تو ہو گیا خراب اور فضول میں شور کر رہی تھی تم بنا کے دوں سلی گرل۔زیاد نخوت سے سب بتاتا گیا جب کی ان چاروں نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کی تھی ہمایوں نے تو اپنے چہرے کے سامنے کتاب کر دی تھی اور علید ان گلاس منہ پہ رکھے یہاں وہاں دیکھنے لگا پر بولا تو صرف وقاص۔

ہاں نہ تم نے تو بس جسٹ جوس گرایا تھا بنا دیکھے کے یہ کالج ہے اور کچھ اصول بھی ہوتے ہیں اور تو جوس لے وہی آیا جہاں وہ تھی اب تمہیں کیا پتا تھا کے کوئی ی بیٹھا ہے یا نہیں۔ وقاص کا بولنا تھا اور ان کا چھت پھاڑ قہقہہ پورے کینٹین میں گونجا تھا۔

ویٹ ویٹ تم لوگوں کا مطلب کے غلطی میری تھی۔ زیاد ان کو پاگلوں کی طرح ہنستے دیکھ کر پوچھا۔

دونوں کی تھی پر زیادہ تمہاری تھی تمہیں کالج میں ایسے راستے پہ جوس یا کچھ اور پھینکنا گرانا نہیں چاہئے تھا صفائی ی بھی کسی شے کا نام ہے اور تم خود اس کا بہت خیال کرتے ہو پھر آج کیا ہوا۔ احمد نے اپنی ہنسی روک کر کہا۔

نمک ڈال گیا تھا غلطی سے میں جوس میں تو بس دماغ کام کرنا بند ہو گیا تھا اور منہ کا ذائقہ کڑوا۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

تمہیں تو چینی اور نمک کا فرق تک نہیں معلوم۔علیدان نے تاسف سے اس کو دیکھ کر کہازیاد ابھی کجھ کہتا کے اس کا موبائل پھر سے بج اٹھا جو پہلے وہ کال نہیں اٹھاپایااب بھی اسی نمبر پہ تھی زیاد نمبر کو بس دیکھتا رہا جو کی انون تھا۔

کال اٹھا کیوں نہیں رہے۔ہمایوں نے پوچھا۔

انون نمبر ہے۔زیاد نے موبائل رکھ کے بتایا۔

توکیاپتاضروری ہو کال اٹھالیں اور کونسا تو لڑکی ہے جو انون نمبر دیکھ کر گھبرا رہا ہے۔وقاص نے مزاق کہا۔

فضول مت بولا کرو وقاص ہم نے ابھی کلاس میں جانا ہے بعد میں کال پک کرلوں گا۔زیاد نے سنجیدگی سے بتایا اب اور کوئی ی کجھ کہتا کے موبائل پھر بجا۔

اب اٹھا لے۔علیدان نے کہا تو اس نے کال پِک کر لی۔کال اٹھانے کے بعد دوسری طرف جانے کیا کہا گیا تھا جسے سنتے زیاد کے ماتھے پہ بل آتے گ ئ ے تھے۔

میں آتا ہوں آپ ایڈریس سینڈ کرے۔زیاد نے بس یہی کہا اور اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔

کیا ہوا خیریت کس کی کال تھی۔اس کو اٹھتا دیکھ کر وہ پوچھنے لگے۔

تم لوگ کلاس اٹینڈ کرو مجھے کہی جانا ہے۔زیاد نے کہا

پر بتا تو سہی بات کیا ہے۔علیدان فکر مندی سے بولا۔

اٹس ایمرجنسی بعد میں بتاؤں گا۔زیاد کہتے ہی وہاں سے نکل گیا جب کی وہ اس کو جاتا دیکھتے رہے۔

اشرف نے آخر بتا ہی دیا تھا کے وہ سوتیلا ہی سہی پر بھائی ی زیاد کا ہے جو بھلے زیاد کے بعد صدیقی کے بجائے خانزادہ اپنی ماں سونیا خانزادہ کی

ذات لگا تا ہے اشرف جیت گیا تھا نجف سے دس لوگوں نے جن نے پارٹیسپیٹ کیا تھا ریس میں ان سب سے اشرف جیت گیا تھا جس کا کمال زیادہ تر بائی یک کا تھا جو زیاد کی تھی اشرف ایک طنزیہ نظر ان کے گروپ پہ ڈالنے کے بعد روانہ ہو گیا تھا جب راستے میں روڈ پہ دو گاڑیاں اس کے سامنے آگ ئی تھی اشرف نے جلدی سے بائی یک روکی تھی ورنہ برا ایکسیڈنٹ ہوتا اشرف نے حیرت سے ان گاڑیوں سے نجف امیر وہ کچھ ن ئے لڑکوں کو دیکھا جو ان دونوں کے پیچھے ہاکی اسٹکس لیکر کھڑے تھے۔

اس سب کا مطلب۔ اشرف بائی یک سے اٹھتا نجف سے بولا۔

تمہاری خاطر تواضع کرنے آئے ہے۔ نجف نے شیطانی مسکراہٹ سے کہا

لگتا ہے ہار کا صدمہ لگ گیا ہے۔ اشرف طنزیہ مسکرایا۔

ہمم سوچنے والی بات ہے۔ نجف اس کے گول چکر لگاتے بولا۔

اپنی گاڑی ہٹاؤ مجھے کام سے جانا ہے۔ اشرف اس کی پر اسرار بات نظر انداز کرتا بولا۔

کام سے نہیں ہسپتال جاؤ تم۔ نجف نے کہتے ایک مکہ اس کے منہ پہ مارا اشرف اس سے واقف نہیں تھا اس لیے سنبھل نہ پایا اور دو قدم پیچھا ہوا تھا اشرف نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ کے دیکھا تو خون نظر آیا اور اس نے پوری قوت سے ایک مکہ آگے بڑھ کر نجف کی آنکھ پہ مارا تھا جس سے وہ کڑاہا اٹھا تھا۔

کمینے تیری تو۔ امیر جلدی سے اشرف کی طرف آیا اور نیچھے گرا کر اس کے منہ پہ مکوں کی برسات کرنے لگا جب کی نجف ابھی اپنا درد ضبط کرنے میں لگا تو کیوں کی اشرف کا وار بہت تیز نکلا تھا اشرف نیچھے گر کر خود کو بچانے کی کوشش کی پر ناکام رہا کیوں کی امیر اس پہ چڑھ کے مار رہا تھا اور رہا کی پکڑے والوں میں ایک نے اس کے ہاتھ پکڑے تھے اب

اشرف کا سارا منہ خون آلود ہو گیا تھا درد کے مارے اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھی وہ ایک تھا بس جب کی وہ سات تھے وہ کتنا مقابلہ کرتا۔

امیر چھوڑو اسے مر جائے گا یہ۔ایک لڑکے نے اس کو اشرف سے دور کیا جو بیھوش ہونے کو تھا اٹھنے کی سکت اس میں نہ تھی۔

مر جائے سالا کہیں کا میری آنکھ زخمی کر ڈالی۔ نجف ایک زوردار لات اس کے پیٹ میں مار کر کہا جو اب تکلیف سے بیھوش ہو گیا تھا۔

ہاں تیری آنکھ تو سوجھ گ ئی ہے۔امیر اس کی طرف آکر بولا۔

اس کی بائی یک کو توڑ پھوڑ ڈالوں پ ئی سے مل جائے گے۔ نجف امیر کی بات نظر انداز کرتا ان پانچوں سے بولا جن کے ہاتھ میں اسٹکس تھی۔

ہو جائے گا کام۔ایک لڑکے نے کہا۔

ہاں اور بنا کوئی ی نشان چھوڑے نکل جانا گاڑیاں آتی جا رہی ہیں۔ نجف نے ان کو خبر دار کیا اور امیر کو اشارے سے آنے کا کہا اور خود گاڑی میں

بیٹھتے چلے گ ئ ے جب کی وہ لوگ اشرف کو ایسے چھوڑ کر اس کی بائی یک کی چابی نکالی اور ہاکی سے بائی یک پہ وار کرنے لگے لائی ٹس وغیرہ توڑ کر ہینڈل تک کو انھوں نے نہیں بخشا اور کسی گاڑی کے رکنے پہ وہ فورن سے اپنی گاڑی میں بیٹھ کر چلے گ ئ ے جو کجھ ٹائی م پہلے بائی یک چمک رہی تھی اب اس کا نقشہ ہی بدل گیا تھا اور کسی کنڈر چیز کا پتا دے رہی تھی جب کی اس سے دور اشرف زمین پہ زخمی لیٹا اپنے ہوش و حواس سے بیگانہ پڑا تھا۔

گاڑی سے رکنے ولا شخص باہر آیا اور اشرف کے بیھوش وجود کو دیکھنے کے بعد یہاں وہاں دیکھا جہاں اب لوگوں کا ہجوم ہو گیا تھا جو پہلے غائ ب تھا جب اس کو پیٹا جا رہا تھا اس شخص نے ایک آدمی کی مدد سے اشرف کا وجود اپنی گاڑی میں رکھا اور ہسپتال کی طرف گاڑی بڑھائ ی اور پولیس کو کال کر کے ایڈریس اور یہاں کا واقعہ بھی بتا دیا تھا۔

آپ ان کے کیا لگتے ہیں۔ جو شخص اشرف کو ہسپتال لایا تھا اس کو یہاں آکر ایک گھنٹہ ہو گیا جب پولیس والے وہاں آکر اس سے پوچھ رہی تھی۔

میرا کوئی ی رشتہ نہیں میں تو بس اسانیت کی خاطر ان کی مدد کی۔ پچاس سالا مرد نے بتایا۔

ہمم آپ کی تعریف۔ ایس پی نے پوچھا

شہنواز بلوچ۔

آپ کا شکریہ پر ابھی آپ کو یہی رکنا ہو گا جب تک مریض کو ہوش نہیں آتا ایس پی نے کہا تبھی کانسٹیبل آیا اور ایس پی کو سلیوٹ کرتا بولا۔

سر وہاں جو بائی یک تھی اس کا تو انہوں نے قیمہ بنا ڈالا تھا پر نیم پلیٹ پہ جو نمبر تھا اس سے معلوم ہوا ہے کے وہ بائی یک کسی زیاد اسرار صدیقی کے نام پہ رجسٹرڈ تھی اور بائی یک کے آس پاس یا اس لڑکے کے پاس لائی نسس وغیرہ کے کاغذ نہیں تھے۔ کانسٹیبل نے معلومات تھی۔

ہمم ہو سکتا ہے گھر ہو تو کیا یہ لڑکا جس کا علاج ہو رہا ہے وہ بزنس مین

اسرار صدیق کا بیٹا ہے ؟ایس پی نے سوال کیا۔

ہو سکتا ہے سر۔کانسٹیبل نے کہا پھر ان کا دھیان میل نرس پے پڑا جو

اشرف کا کچھ سامان لایا تھا۔

یہ آپ کے مریض کی کچھ چیزیں۔ میل نرس نے وہ شہنواز بلوچ کو دیا

کیوں کی اس کے لانے والے یہی تھے۔

اس کی طبعیت کیسی ہے ؟ایس پی نے پوچھا۔

ابھی ان کو نیند کا انجیکشن لگایا ہے ویسے وہ ٹھیک ہے کیوں کی چوٹیں

زیادہ گہری نہیں تھی پر مارا بہت گیا ہے یہ ایکسڈنٹ کیس نہیں تھا۔ میل

نرس نے بتایا اور چلا گیا شہنواز بلوچ نے وہ چیزیں ایس پی کو دی جو ایک

موبائل تھا میڈل اور ایک چین تھی۔

گڈ موبائل پہ پاسورڈ نہیں لگا ہم اب اس کے فادر کو کال کر لیتے ہیں۔ ایس پی نے موبائل اسکرین آن کر کے کہا جس پہ پاسورڈ نہیں لگا تھا۔

سر لڑکا تو کافی معصوم ہوا پھر پاسورڈ ہی نہیں لگا یا موبائل پہ پھر اس کا کون دشمن ہو گا۔ کانسٹیبل نے کہا۔

مزاق نہیں کرو یہ پکڑو موبائل اور اس میں اس کے فادر کا نمبر ڈھونڈ کے بتاؤ تو میں ان کو فون کرو۔ ایس پی نے رعب سے کہا۔

سوری سر میں بتاتا ہوں نمبر دیکھ کر۔ کانسٹیبل نے کہا اور ایس پی سے موبائل لیا۔

سر یہ دیکھے۔ کانسٹیبل نے ایک نمبر دیکھ کر کہا۔

کیا ہے۔ ایس پی نے کہا۔

سر یہ نمبر ہے جس پہ لکھا ہے۔ زیاد برو تو مطلب یہ کے بائی یک جس کے نام ہے وہ زیاد صدیق نہیں ہے۔ کانسٹیبل نے اپنی عقل کے گھوڑے چڑھائے۔

نمبر بتاؤ میں کال کر کے دیکھوں۔ ایس پی نے اپنی جیب سے موبائل نکال کے کہا جب کی شہنواز بلوچ بینچ پہ خاموش بیٹھے تھے۔

کال جا رہی ہے پر رسپونس نہیں کر رہا ہے۔ ایس پی نے موبائی ل کان سے ہٹا کر کہا۔

دوبارہ کر کے دیکھے سر۔ کانسٹیبل نے کہا۔

یہ دوائی یاں چاہیے اور فیس بھی جما کروائے۔ وہ دوبارہ کال کرتے کے دوسرا میل نرس شہنواز بلوچ سے بولا جس پہ وہ سر ہلاتے اٹھے۔

آپ رکے یہ پرچی دے فراز لیکر آئے گا۔ ایس پی نے احترام کہا جو بھی تھا وہ ان سے عمر میں بڑے تھے دوسرا مریض سے اس کا کوئی ی رشتہ بھی نہ تھا اس لیے اس نے اپنے ساتھ کھڑے کانسٹیبل کی طرف اشارہ

کرتے کہا جس سے انہوں نے بحث کی کیے بنا پرچی تھمادی جو عقلمندی کی نشانی تھی کے وہ بحث نہیں کرتے۔

حد ہے آدھے گھنٹے سے کال کر رہا ہوں اٹھا ہی نہیں رہا کال۔ ایس پی جو بہت ٹائم سے زیاد کو فون کر رہا تھا تپ کے بولا۔

سر آپ یا اس موبائل سے کال کرے یا پھر ان کے فادر اسرار صدیق کو۔ کانسٹیبل نے مشورہ دیا۔

یہی کرتا ہوں اگر اب اس نے کال پک نہ کی تو۔ ایس پی نے کہا اور پھر سے کال کرنے لگا جو اٹھالی گئی تھی۔

اسلام علیکم میں ایس پی نعمان بات کر رہا ہوں۔

ہممم۔ دوسری طرف سے بس یہی جواب ملا تھا۔

آپ کی کوئی اسپورٹس بائیک ہے جو ہمیں روڈ پہ بری حالت میں ملی ہے اور اس کو چلانے والا ایک شخص بھی جس کا ابھی علاج ہو رہا ہے اس کی حالت بھی خراب ہے کافی مارا پیٹا گیا ہے اس کو اور

آپ ایڈریس سینڈ کرے میں آتا ہوں۔ اس کی بات بیچ میں کاٹ کر آواز ابھری تھی جس سے ایس پی نے کال رکھ کے مسیج پہ معلومات لکھ کے سینڈ کی۔

ہو گئی بات اس سے سر۔ کانسٹیبل نے پوچھا۔

ہاں کافی بدتمیز اور روڈ انسان معلوم ہو رہا تھا وہ۔ ایس پی نے بتایا اور بینچ پہ بیٹھ گیا۔

پئی سا چیز ہی ایسی ہے جو انسان کو اور کچھ بنائے نہ بنائے مغرور اور خودسر ضرور بناتی ہے جس میں انسان بولنے کی تھمیز بھول جاتا ہے۔ کانسٹیبل نے تبصرہ کیا۔

دو منٹ کی گفتگو پہ اندازہ لگانا غلط ہے کے کون کس مزاج کا ہے کم بولنے والے کو ہم مغرور سمجھتے ہیں پر وہ کم گوئ بھی ہو سکتا ہے ایسے میں شاید جس سے آپ نے بات کی وہ جلدی میں ہو سکتا ہے یا کسی اجنبی سے زیادہ بے تکلف نہیں ہوتا ہو گا۔ شہنواز بلوچ نے ان دونوں کی طرف دیکھ کر

شائستہ لہجے میں کہا ان کی باتوں پہ وہ شرمندہ ہوئے تھے مگر خاموش

رہے پھر نرس نے ان کو بتایا کے مریض کو ہوش آگیا ہے تو اٹھ کر وہاں

گئے جہاں اشرف کو رکھا گیا تھا۔

نام کیا ہے تمہارا۔ ایس پی نے پوچھا۔

اشش اشرف صدیقی۔ اشرف نے کچھ ڈر اور تکلیف ضبط کرتے بتایا۔

تمہیں مارنے والے کون تھے تم جانتے ہو انہیں ہو تو ابھی بچے پھر بھی

ابھی سے دشمن پال لیے ہیں۔ ایس پی نے پوچھا کانسٹیبل اس کا بیان لکھ

رہا تھا رجسٹر ہاتھ میں پکڑے

میں نہیں جانتا ان کو اور آپ پلیز مجھ سے سوال جواب نہ

کرے۔ اشرف نے منت بھرے لہجے میں کہا ایک اس کا سر درد میں

پھٹ رہا تھا دوسرے سامنے والوں کے سوالات اس کو مذید عجیب

کیفیت میں مبتلا کر رہے تھے۔

سوالات تو ہم کرے گیں اور تم نے جواب بھی دینے ہو گے تا کہ ہم آگے کی کاروائی ی کرے۔ایس پی نے مسکرا کر کہا۔

کونسی کروائی ی۔؟ اشرف کو ان کی بات سمجھ نہیں آئی ی۔

اسپورٹس بائی یک آپ کی تھی نہ؟ ایس پی نے سوال کیا۔

ہاں میرے بھائی ی کی ہے آج میں نے استعمال کرنے کے لیے لی تھی ریس کے لیے۔ اشرف بائی یک کے نام پہ فورن بولا اس کا دل کسی کی انہونی کی تحت دھڑک اٹھا۔

ہمممم زیاد صدیقی کی رائی ٹ۔ایس پی نے تصدیق کرنی چاہی۔

ج جی ان کی ہے۔اشرف اپنی تکلیف بھلائے بتانے لگا۔

آپ نہیں جانتے تھے جنہوں نے آپ کو مارا پر آپ کے پاس جو بائی یک تھی اس کو کسی کام کا نہیں چھوڑا بری طرح سے توڑ پھوڑ کی گ ئی ہے ہم نے زیاد کو بتا دیا ہے وہ آتا ہو گا شاید اس کو کچھ معلوم ہو۔ایس پی نے آرام سے اس کے سر پہ دھماکہ کیا۔

آپ نے ان کو کیوں کال کی۔ اشرف کا رنگ فق ہو گیا ایک بائی یک کی حالت جان کر دوسرا زیاد کے آنے کی خبر سن کر وہ تو اپنی ماں کا بھی نہیں بتا کے آیا تھا نہ کسی اور کو کے وہ زیاد کی بائی یک لیکر جا رہا ہے گھر کے باہر کھڑے گارڈز کو بھی اس نے منع کیا تھا کسی کو بتانے سے اب زیاد اس کا کیا حال کرے دل پتھر کا

از رمشا حسین

اب زیاد اس کا کیا حال کرے گا یہ اشرف ابھی سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ کیوں کی آپ کے گھر میں کسی کو کال کرنا لازمی تھا تو ہم نے آپ کے بڑے بھائی ی کو کر دی۔ ایس پی نے بتایا۔

ایس پی کی بات سنتے اس کے ماتھے پہ پسینے کی بوندے نظر آنے لگی اس کو اب بس زیاد کا ڈر تھا اگر وہ اپنی بائی یک دیکھے گا تو کیا کرے اور وہ تو ان سے بات بھی نہیں کرتا تھا اب تو پتا نہیں کیا درگت بناتا وہ۔

ابھی آپ انہیں آرام کرنے دے ان کو ٹیشن ہو رہی ہے آپ کی تفتیش سے۔ میل نرس جو ساتھ ہی تھا ایس پی سے بولا جو اس کی بات پہ اٹھ گیا تھا۔

او کے بعد میں آؤں گا تم جواب تیار رکھنا۔ ایس پی نے کہا اور کانسٹیبل کو اشارہ کر کے نکل گیا۔

کیسی طبعیت ہے تمہاری بیٹا۔ شہنواز بلوچ نے پوچھا جو خاموش بیٹھے تھے۔

ٹھیک ہوں۔ اشرف نے جواب دیا۔

کیا تم سچ میں ان کو نہیں جانتے جنھوں نے تمہارا یہ حال کیا۔ انہوں نے اس کی طرف اشارہ کیا جس کے سر پہ پٹی بندھی تھی چہرے کی ایک سائیڈ سوجھی ہوئی تھی ہونٹوں پہ بھی زخم سا تھا ان کی بات پہ اشرف ان کا چہرہ تکنے لگا۔

ایس پی اور کانسٹیبل آپس میں بحث کر رہے تھے جب زیاد ان کے پاس آیا۔

اسلام علیکم۔زیاد نے سنجید گی سے کہا۔

وعلیکم اسلام۔ آپ کا زیاد صدیقی ہیں۔ایس پی نے ہاتھ ملا کر کہا۔

میں زیاد خانزادہ ہوں۔زیاد نے جتانے والا انداز میں کہا اس کی بات پہ ایس پی نے ایک نظر کانسٹیبل پہ ڈالی جو خود اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

اوکے مسٹر خانزادہ آپ پہلے اپنے بھائی ی سے ملے گے یا تھانے میں اپنی بائی یک دیکھنے چلے گے۔ایس پی نے کہا۔

میں ابھی اشرف سے ملنا چاہوں گا۔زیاد نے جوابً کہا۔

جی تو وہ وارڈ نمبر ۲۵ میں ہے آپ مل لیں جا کر ہم نے بیان ٹھیک سے ابھی نہیں لیا کیوں کی ان کا کہنا ہے کے وہ نہیں جانتے کے ان کو مارنے والا کون تھا۔ایس پی نے پر فیشنل انداز میں کہا۔

سہی ہے میں دیکھ آتا ہوں۔زیاد کہتا وہاں سے چلا گیا۔

سر جی بندہ اتنا کمال شخصیت کا مالک ہے خوبرو گورا رنگ اور پرفیکٹ سا اس میں اگر وہ مغرور ہو یا بد تمیز تو کچھ غلط بھی نہیں۔ کانسٹیبل نے زیاد کے جانے کے بعد ایس پی سے کہا۔

ہینڈسم ہے پر پرفیکٹ کوئی ی نہیں ہوتا۔ ایس پی نے اس کی بات سن کے کہا۔

زیاد اشرف کی طرف آیا تو اس کے ساتھ ایک آدمی دیکھا جو شاید اب جانے کی تیاری میں تھا اشرف کی نظر جب سنجیدہ کھڑے زیاد پہ پڑی تو اس کا خون خشک ہو گیا اس نے اپنے سوکھے ہونٹوں پہ زبان پھیری۔

شہنواز بلوچ زیاد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر وہاں سے نکل گ ئی ے ان کو اشرف نے سارا سچ بتا دیا تھا۔

زیاد بھائی ی میں آپ کی بائی یک ریس کے بعد واپس اسی جگہ رکھنے والا تھا میں نے پہلی دفعہ آپ کی کوئی ی چیز لی تھی سچی اور بائی یک میں واپس رکھتا پر یہ حادثہ ہو گیا۔ اس نے نرس اور شہنواز بلوچ کو جاتا دیکھ

کر کسی طوطے کی طرح بولنے لگا اس کو ڈر تھا اب زیاد اس کی پٹائی ی ضرور کرے گا جو کثر ان لوگوں نے چھوڑی تھی وہ زیاد نے پوری کرنی تھی زیاد خاموشی سے اس کی بات سنتا پاس آیا اور وہاں رکھے اسٹول اس کے بیڈ کے پاس رکھا اور بیٹھ کے بولا۔

کس نے کیا تمہارا یہ حال؟ اشرف جواب اللہ سے دعا مانگ رہا تھا کے زیاد سے بچائے اس کے پوچھے گ ئ ے سوال پہ اس نے حیرت سے زیاد کی طرف دیکھا جو پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھا اس کو امید نہ تھی زیاد یہ سوال بھی کر سکتا ہے اس یاد نہیں تھا کے زیاد نے کبھی ان سے بات کی تھی اگر اسرار صاحب سے بھی ہو تو وہ لڑائی ہوتی تھی بچپن میں بھی ان چاروں نے زیاد سے کھیلنے اور باتیں کرنے کی بہت کوشش کی تھی پر ہمیشہ زیاد کے چہرے پہ نو لفٹ کا بورڈ دیکھتے وہ بھی اپنی کوشش ختم کر چکے تھے وہ ایک گھر میں بھی اجنبیوں کی طرح رہتے تھے۔

میں نہیں جانتا ان کو۔ اشرف نے سر جھکا کے جواب دیا وہ نہیں چاہتا تھا کے بات مزید بگڑے اس لیے بات چھپانے میں ہی اس نے عافیت جانی پر وہ بھول گیا تھا سامنے اس کا چھ، سات سال بڑا بھائی تھا جو اگر کسی کو حیران کر سکتا تھا تو سچ اگلوانا بھی جانتا تھا

اگر تم چاہتے ہو کے تمہارا دوسرا گال سلامت رہے تو جو پوچھ رہا ہوں اس کا سچ سچ جواب دو۔ زیاد نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا جس پہ اشرف کو اپنی روح فنا ہوتی محسوس ہوئی اتنا ڈر خوف تو نہ ان کے ہاتھ میں ہاکی اسٹکس دیکھ کے ہوا تھا اور نہ ہی جب وہ اسے مار رہے تھے جتنا اپنے سامنے بیٹھے زیاد سے لگ رہا تھا اشرف نے زیاد کی بات پہ جھری جھری آئی ی۔

بھائی ی وہ ہمارے کالج کا ہے آج میری ان سے ریس تھی وہ ہمارے مخالف ساتھی تھا پر کوئی ی جھگڑا وغیرہ نہیں تھا ہمارا۔ اشرف کو سمجھ نہیں آیا کے زیاد کو کیسے بتائے اس لیے جو منہ میں آیا کہہ دیا۔

جھگڑا نہیں تھا تو تمہارے چہرے کا نقشہ کیوں بدل دیا۔زیاد نے ہاتھوں کی مٹھی بنا کے اپنے ہونٹوں پہ رکھ کے پوچھا۔

میں ریس جیت گیا تھا ان سے تو جب واپس آ رہا تھا تو انہوں نے میرا راستہ روکا اور یہ سب۔اشرف نے خجل ہو کے بتایا۔۔

ہمم نام کب بتاؤ گے ان کا جو پوچھا تھا میں نے۔زیاد نے پوچھا۔

نجف دانیش اور امیر چوہان۔اشرف نے بتایا۔

تمہارے ڈیڈ کو پتا ہے کے تم ریس میں حصہ لیتے ہو؟زیاد نے ایسے پوچھا جیسے اس کا کچھ لگتا ہی نہ ہو۔

نہیں۔اشرف ندامت سے بولا۔

رسکی ہوتا ہے پتا ہے نہ تمہیں پھر کیوں حصہ لیا تمہارا برا ایکسیڈنٹ بھی ہو سکتا تھا جانتے نہیں کیا ایسے وقت میں ہر کوئی ی جیتنا چاہتا ہے ایک دوسرے کو ٹکرے مار کر بس خود کو آگے جانا کا جنون ہوتا ہے۔زیاد نے غصے سے کہا۔

ایسا کچھ ہوا تو نہیں۔ اشرف منمنا کے بولا۔

تو تمہیں کچھ ہونے کا انتظار تھا۔ زیاد نے میٹھا طنزیہ کیا۔

نہیں میں آئیندہ ریس میں حصہ نہیں لوں گا۔ اشرف جلدی سے بولا

مجھے اگر پتا چلا نہ تو ٹانگیں توڑ کر گھر میں بیٹھا لوں گا اور دوسری بات ابھی

تم انیس کے ہو بس اپنی پڑھائی پہ فوکس کرو اس کے بعد تمہاری مرضی

ہے کار ریس میں حصہ لو یا بائیک ریس میں۔ زیاد حکیمہ انداز میں کہا

جس پہ اشرف فرمانبرداری سے سر ہلایا۔

آرام کرو تم مجھے کچھ کام نپٹانے ہیں۔ زیاد اٹھتا بولا۔

بھائی ایک دفعہ گلے نہیں لگائے گے ہمیں اپنا قصور نہیں پتا پر ہمارا دل

چاہتا ہے آپ سے باتیں کرنے کا اور خاص طور پہ عینی کا وہ چاہتی ہے

آپ بڑے بھائیوں کی جیسے سب کے ہوتے ہیں اس کے ناز نخرے

اٹھائے۔ اشرف اپنے دل میں دبائی باتوں کا اظہار کر دیا کیوں کی پہلی

دفعہ اس کو موقع ملا تھا اور وہ اس کو ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔

میں اس کا بڑا بھائی ی نہیں میں اپنی ماں کا اکلوتا ہوں تم آرام کرو اب۔زیاد اپنے خول میں واپس آتا بے حسی سے بولتا نکل گیا جب کی اشرف نے دکھ بھری مسکان سے اس کو جاتا دیکھا۔

مسٹر خانزادہ پولیس اسٹیشن اب چلیں گے آپ؟ وہ جیسے باہر آیا تو ایس پی نے سوال کیا جس پہ ناچاہتے ہوئے بھی زیاد نے سر ہلایا اور پولیس اسٹیشن جانے کے لیے نکل گ ئ ے۔

☀☀☀☀☀☀

یہ جو تم مسلسل مسکرا رہے ہو

کچھ تو ہے جسے چھپا رہے ہو۔

علیدان کالج گرائی ونڈ میں تھا جب اس کی نظر روشنا پہ پڑی تھی جو غصے سے کسی لڑکی سے بات کر رہی تھی وہ بس دور سے اس کو دیکھتا رہا آج بھی اس کو غصے میں دیکھ کر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آ گ ئی تھی جس کا پتا اسے خود کو بھی نہیں تھا وہ ایسے ہی کھڑا بس دیکھ رہا تھا جب اس

کے ایک کندھے پہ اپنا بازوں ٹکائے وقاص نے ایک لائن شعر کی پڑھی اور بائیں کندھے پہ احمد نے بازوں ٹکا کر وقاص کا شعر مکمل کیا اب دائیں بائیں وہ کھڑے اس کو شرارتی نظروں سے دیکھ رہے تھے علیدان اچانک سے ان کو دیکھ کر بوکھلا گیا اس کو پتا تھا اب یہ جان نہیں چھوڑنے والا تھے اس کی۔

شعر کافی اچھا تھا۔علیدان مصنوعی مسکراہٹ سجائے بولا اور جانے کے لیے مڑ گیا تو وہ دونوں سامنے آکر کھڑے ہو گئے اس کا راستہ روکنے کے لیے اور بازوں سینے پہ باندھے اس کو دیکھ رہے تھے۔

ہاں وہ تو ہم جانتے ہیں پر علیدان صاحب آپ یہ بتائے کے وہ لڑکی کون ہے جسے آپ بے خود ہو کر تک رہے تھے بنا آس پاس دیکھے کے آپ لو پوائنٹ پہ نہیں بلکہ کالج میں ہیں جہاں ہم سب تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں نہ کے یہ سب۔وقاص نے بھگو بھگو کے تیر مارا بڑی مشکل سے اس کو موقع ملتا تھا ہاتھ جانے دینے کی وہ غلطی تو نہیں کر سکتا تھا۔

کون لڑکی ؟علیدان نے ناسمجھی کی ایکٹنگ کرنے میں بڑے اداکاروں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

آآ کون لڑکی وہی بلیک حجاب والی جس کو آپ تکتے جارہے تھے اور اب کون لڑکی ہوگئی وہ۔احمد نے اب کی افسوس کا اظہار کیا۔

احمد تم وقاص کی بات پہ دھیان دو ایسا تو کچھ نہیں میں تو ویسے ہی کھڑا تھا۔علیدان نے دلیل دی۔

واہ علیدان واہ تم سے اتنی بزدلی کی امید نہ تھی۔وقاق نے بھی احمد کی طرح اظہارِ افسوس کیا۔

اور وہ شعر کیا ہوتا ہے وقاص کے بے خودی۔احمد شرارت سے اب وقاص کی طرف دیکھ کر دانستہ طور پہ جملا ادھورا چھوڑ دیا جب کی علیدان اپنا ماتھا مسل رہا تھا۔

وہ تو نہیں کے بے خودی بے سبب نہیں غالب

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ وقاص نے سوچنے کی اداکاری کرتا احمد سے بولا۔

یہی تو ہے میرے یار ہاہا۔ احمد اس کے ہاتھ پہ تالی مار کے ہنس کے بولا تو وقاص نے بھی قہقہہ لگایا۔

فضول مت بولوں یہ بتاؤ زیاد سے بات ہوئی ی۔ علیدان بات بدل نے کے غرض سے بولا تاکہ ان کا دھیان زیاد کی طرف جائے۔

ابھی تک تو نہیں ہوئی ی ہو جائے گی پہلے لڑکی کا کیا سین ہے وہ بتاؤ ورنہ ہم نے اسے خود پوچھ لینا ہے۔ وقاص نے اس کو دھمکایا۔ اس کی بات پہ علیدان نے ان سے نظر بچا کے وہاں دیکھا جہاں پہلے روشنا کھڑی تھی پر اب کوئی ی نہیں تھا جس پہ اس نے شکر کا سانس لیا۔

ہمایوں کا کہاں ہے؟ علیدان نے ہنسی ضبط کرتے پوچھا۔

پاپڑ بیچنے گیا ہے۔ احمد تپ کے بولا۔

ہاہاہا غصہ کیوں ہوتے ہو میں بتاؤں گا نہ پر وقت آنے تک ابھی نہیں۔علیدان ہنس کے ان کی طرف آیا اور دونوں کے کندھے پہ بازوں سے حصار قائم کرتا خود بیچ میں آکر ان سے بولا۔

پکا۔وقاص نے تصدیق چاہی۔

ہاں نہ پکا پہلے کبھی ہم نے کوئی بات راز رکھی ہے جو یہ رکھے گے۔علیدان نے پر یقین لہجے میں کہا تو وہ بغیر بحث کے مان گئے اور ایسے ہی چلتے کالج سے نکل گئے۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

اس بائیک کو دیکھ کے زیاد کو کیا کچھ یاد نہیں آیا تھا اس نے تو کبھی اس بائیک کو انگلی سے ٹچ نہیں کیا تھا کیوں کی یہ دینے والی اسپورٹس بائیک وہ ہستی تھی جس سے اس نے تعلق ختم کر دیا تھا ان سے بات نہ کرنے کا عہد ان سے کوئی امید سب کچھ اس نے ختم کر دیا تھا اس نے اپنے دل کو مضبوط کر دیا تھا کے کچھ بھی ہو جائے اب ان کے سامنے

نہیں جانا جن کو اس کی ضرورت نہیں وہ ماں کے بنا تو جینا سیکھ گیا تھا باپ کے بنا بھی جینے کا ہنر جان گیا تھا اگر اسکول کالج میں کوئی پرینٹس میٹنگ بھی ہوتی تو ان کے ساتھ جانا گنوارا نہیں کرتا تھا اور نہ بتانا اس نے تو اپنے باپ کے لیے ڈیڈ کا لفظ استعمال کرنا تک چھوڑ دیا تھا اگر گھر میں رہ رہا تھا تو وجہ تھی اس کی ماں جس کی خوشبو اس کو محسوس ہوتی تھی دوسری وجہ اس کی دادی جس نے ماں کے جانے کے بعد اس کی کمی محسوس نہ کروانے کی کوشش کی تھی پر ماں تو ماں ہوتی ہے اس کی کمی کوئی پوری کر سکتا تھا کوئی بھی تو نہیں اپنی دس سالا زندگی میں وہ ایک بات جان گیا تھا کے باپ کے بعد ایک ماں دونوں کے کردار نبھا سکتی ہے پر ایک باپ ماں کے بعد اپنا کردار نبھانہ بھی بھول جاتا ہے اس کے لیے تو یہی بات تھی کیوں کے اس کے ساتھ ایسا ہی ہوا تھا وہ عجیب نظروں سے بگڑی حالت میں بائی یک ہو دیکھ رہا تھا جو دیکھنے کے

حالت میں بھی نہ تھی اور اپنی سوچوں میں گم تھا جب کانسٹیبل کی آواز نے اس کو حقیقت کی دنیا میں لوٹایا۔

بائی یک کو اگر آپ کہے تو ہم ورکشاپ یا بائی یک شوروم میں بھیج دے۔

اس کی کوئی ی ضرورت نہیں یہ کسی کام کی نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔زیاد اپنے ازلی لہجے میں بولا۔

پتا نہیں پر بائی یک کی کیز ہمیں نہیں ملی۔کانسٹیبل کو زیاد کی بات سمجھ تو نہیں آئی ی پر وہ دوسری بات بتانے لگا۔.

اس کو دیکھ کر تمہیں کہیں سے چابی ڈالنے کی جگہ نظر آرہی ہے؟زیاد نے طنزیہ کہا۔

نہیں پر بتانا ضروری تھا۔کانسٹیبل کھسیانا ہو کے بولا اس کو زیاد کی بات ٹھیک لگی تھی اگر بائی یک کام کی نہیں تھی اور اپنی پہچان بھی گنوا بیٹھی تو ان کو چابی کا کیا کرنا تھا۔

میں ہسپتال بھی آگیا اور یہاں بھی تو اب میں جا سکتا ہوں آپ لوگوں کی تفتیش پوری ہو گ ئی ہو گی۔ زیاد نے موبائل میں دیکھ کر کانسٹیبل سے کہا۔

آپ کیا آگے کی کاروائی ی نہیں کروائے گے آپ کے چھوٹے بھائی ی کو سراسر مارنے کی کوشش کی گ ئی تھی اور بڑا نقصان بھی کیا ہے اس لیے کیا آپ رپورٹ درج نہیں کروئے گے۔ کانسٹیبل نے زیاد سے آرام سے پوچھا ورنہ سامنے کھڑے زیاد کو اتنے پر سکون سے دیکھ کر اس کو حیرت ہو رہی تھی اس کے خیال سے زیاد کو چیخنا چاہیے تھا اور کہتا کے اس کو وہ لوگ چاہیے جس نے اس کے بھائی ی کو مارا اور اس کی بائی یک کو ناکارہ کیا پر زیاد کا سکون اس کی سمجھ سے باہر تھا۔

نہیں۔ زیاد نے یک لفظی جواب دیا۔

بات بڑھ بھی سکتی ہے اور ایسا دوبارہ بھی ہو سکتا ہے۔ کانسٹیبل نے اس کو آگاہ کرنا چاہا۔

زیاد خانزادہ سب کر سکتا ہے خود ہی آپ لوگوں کا شکریہ پر ابھی آپ لوگوں کی ضرورت نہیں جب ہو گی تو آپ کو کہا جائے گا۔زیاد نے اپنی بات کہتے وہاں سے جانے کے لیے مڑ گیا۔

بڑا ہی کوئی سرپھرا آدمی تھا۔کانسٹیبل نے زیاد کو جاتا دیکھ کر بڑبڑایا۔

آرزو نیند سے اٹھی جب تو دوپہر کے دو بج رہے تھے اس نے ایک بھرپور انگڑائی لی اور اپنے بیڈ سے اٹھ کر چپل پہنتی باہر آئی جہاں اس کی ماں چھوٹے سے لائونج میں کپڑے سلائی کر رہی تھی۔

آپی کالج سے نہیں آئی کیا ابھی؟ آرزو قالین پہ بیٹھ کر ان سے پوچھنے لگی کیوں کی زرینہ بیگم بھی قالین پہ بیٹھی تھی۔

فون آیا تھا اس کا بتا رہی تھی کسی کام سے کالج کے بعد اپنی دوست کے ساتھ جائے گی کچھ پڑھائی کرنی تھی ساتھ۔زرینہ بیگم نے مصروف انداز میں بتایا۔

اچھا آپ کو کب ضرورت پڑی پڑھائی ی میں کسی کی مدد کی خیر مجھے بھوک لگی ہے کیا ہے کھانے میں۔ آرزو نے اپنی ماں سے کہا اس کی بات پہ زرینہ بیگم نے اس کو دیکھا جو نائی ٹ سوٹ میں ہی تھی اور بال بھی چوٹی سے نکل کے اس کے چہرے پہ پڑ رہے تھے۔

آرزو اٹھارہ کی ہونے والی ہو پر عقل ابھی تک چھو کے نہیں گزری تمہیں۔ زرینہ بیگم نے افسوس سے اس کو دیکھ کر کہا۔

عقل کو چھو کر کرنا کیا تھا خواہ مخواہ مجھے چھونے کے بعد وہ خود بھی بے عقل ہو جاتی۔ آرزو نے زرینہ بیگم کی بات ہوا میں اُڑائی ی۔

باتیں کروالوں تم سے بس اور کرنا کیا ہے تم نے۔ زرینہ بیگم اٹھتی بولی۔

ہاں تو کرے نہ جا کہاں رہی ہے؟ آرزو نے مسکرا کر اپنی ماں کو چھیڑا۔

تمہارے لیے کھانا کچن سے لانے اور کہا اور کھانے کے بعد اپنا کام کرنا میر اسر مت کھانا مجھے ضروری کپڑے سلائی ی کرنے ہے یہ آج ہی۔ زرینہ بیگم نے جاتے ہوئے اس کو خبر دار کرنا لازمی سمجھا۔

آپ کا سر اگر کھانے کی چیز ہوتی تو آپ خود ہی کھا لیتی۔ آرزو نے پیچھے سے ہانک لگائی ی۔

زیادہ مت بولا کرو آرو۔ زرینہ بیگم اس کو کھانے کی پلیٹ دیتی بولی جس میں دال چاول تھے۔

زیادہ کہاں بولتی ہوں اتنا کم تو بولتی ہوں۔ آرزو نے ان کی معلومات میں اضافہ کیا جسے سن کے زرینہ بیگم نے گھورا اور اپنے کام میں لگ گ ئی۔

اماں یہ بیماروں والے دال چاول مجھ سے نہیں کھائے جاتے۔ آرزو نے ایک نوالہ کھا کر پلیٹ اپنے سے دور کھسکا کے کہا۔

کھانے کے بارے میں ایسا نہیں بولتے شکر کرو وقت پہ یہ مل رہا ہے۔ زرینہ بیگم نے اس کو ٹوکا۔

میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا تھا اور اب یہ مجھے نہیں پسند آپ جانتی ہے پھر بھی۔ آرزو نے شکوہ کرنے والے انداز میں کہا۔

میرے کمرے میں بیڈ پہ تکیے کے نیچے کچھ پ ئی سے ہے وہ اٹھاؤ عاشر سے کہنا پھر وہ باہر سے تم کچھ کھلانے لے جائے گا۔ زرینہ بیگم نے اپنی جان چھڑائی۔ ان کی بات پہ آرزو کی باچھیں پھیل گ ئی اور وہ اٹھ کر جانے لگی۔

سنو۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

سنائے۔ جواب فورن سے ملا تھا۔

یہ پ ئی سے مجھے سلائی ی کے ملے تھے مہینے بعد جب تمہاری سالگرہ کا دن آئے تو مجھ سے کوئی ی فرمائی ش مت کرنا اپنے باپ سے جو مرضی آئے کہنا۔ زرینہ بیگم مشین پہ جھکی بولی۔

تب کی تب دیکھی جائے گی پیاری اماں جان ابھی آپ فکر نہ کرے۔ آرزو نے مزے سے بتایا۔

اگر ابھی تم دال چاول نہیں کھانا چاہتی نہ تو میری بات اپنی سالگرہ کے دن تک یاد رکھنا اور یہ پلیٹ جا کر کچن میں رکھو۔ زرینہ بیگم نے حکم دیا۔

پڑی ہے پلیٹ آپ سے کچھ مانگ تو نہیں رہی مجھے فریش بھی ہونا ہے بھوک لگی ہے اور نماز بھی دوپہر کی پڑھنی ہے۔ آرزو نے ایک منٹ کے کم کام کا سن کر اپنی مصروفیت بتائی ی۔

تم آتی ہو یا میں اپنا جوتا بھیجوں۔ زرینہ بیگم بنا اس کی طرف دیکھے بولی۔

آتی ہوں آپ اپنے جوتے کو آرام دے کچھ۔ آرزو پیر پٹختی ان کے پاس آ کر بولی اور پلیٹ اٹھالی۔

ویسے اگر آپ لیڈی پولیس ہوتی نہ تو جہاں لوگ بندوق پسٹول کا استعمال کرتا آپ وہاں اپنے جوتوں کا استعمال کرتی۔ آرزو کچن سے واپس آکر بولی اور زرینہ بیگم کا ہاتھ اپنی چپل میں جاتا دیکھ کر وہ فورن سے بھاگ کے اندر کی طرف چلی گ ئی۔

آرزو واشروم سے نہا کے نکلی اور جلدی سے اپنے گیلے بال سوکھانے لگی اس نے جامنی کلر کا فراق پہنا تھا جس پہ جامنی ہی کلر کا ٹرائی وزر تھا آرزو نے بال سوکھا دی ئی ے تو اس کو یاد آیا کے اس نے وضو نہیں کیا تھا وہ

اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر دوبارہ واشروم کی طرف کی بڑھ گ ئی وضو کرنے کے غرض سے وضو کے بعد اس نے جائے نماز بچھا کر نماز کی نیت کی نماز پڑھنے کے بعد وہ مرر کے سامنے کھڑی ہو کر بال بنانے لگی بالوں کی چوٹی بنانے کے بعد اس نے جامنی رنگ کا ربن اپنی چوٹی میں ڈالا اور اس اپنے بالوں کی چوٹی ایک سائیڈ پہ رکھ کے خود کو آئ ینے میں دیکھنے لگی پھر مسکرا کر جلدی سے الماری سے اپنا ڈوپٹہ نکالا کے سر پہ اچھی طرح اوڑھ کے وہ باہر نکلی پ ئی سے اس کی مٹھی میں تھے پرس کلیچ اس کے لیے جنجھٹ کا نام ہے کے انسان خود کو سنبھالے یا بچوں کی طرح اپنی پرس پہ توجہ دے کے کہیں گم تو نہیں ہوئ ی۔

اچھا اماں اب میں جا رہی ہوں خالا کے گھر۔ آرزو ان کے پاس آ کر بتایا۔

ہمم جاؤ جلدی واپس آجانا عاشر کو تنگ مت کرنا بس کھانے کے بعد واپس آجانا وہ بھی کالج سے تھکا ہارا گھر آیا ہو گا۔ زرینہ بیگم نے اس کو سمجھایا۔

جلدی آنے کا میں ابھی کچھ کہہ نہیں سکتی اور نہ میں بچی ہوں اور نہیں ہی عاشر اتنا معصوم جس کو میں تنگ کروں گی آپ کا بھانجا اتنا بھی نہیں پڑھتا جو تھکا ہوا ہو گا۔ آرزو نے ان کی ہر بات کا جواب دینا ضروری سمجھا۔

اب جاؤ میرے سر میں درد نہیں کرو۔ زرینہ بیگم نے باقائدہ اشارے کرتے اس کو جانے کہا۔

ہاں جاتی ہو ایک دن میری یہی باتیں آپ کو یاد آئے گی پھر میں بھی نہیں آؤں گی۔ آرزو منہ بسور کے کہتی وہاں سے نکل گ ئی۔

بس فضول بولنا ہوتا ہے اور کچھ نہیں۔ زرینہ بیگم بڑبڑائی ی۔

اسلام علیکم زبیر بھائی ی۔ آرزو جیسے ہی گھر میں جانے لگی تھی وہاں سے زبیر عاشر کے بڑے بھائی ی کو باہر جاتا دیکھا تو سلام کیا۔

وعلیکم اسلام بڑے دن بعد دیکھی ہو۔ زبیز نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے مسکرا کر پوچھا۔

بس بہت مصروف لوگ ہے ہم۔ آرزو نے اِترا کر کہا۔

جی بلکل اندازہ ہو رہا ہے آپ سے بات کرنے کے لیے اپائی یمنٹ لیٹر لینا ہو گا پھر کہیں بات ہو پائے گی۔ زبیر بھی شرارت سے بولا۔

ہاں آپ تو بھائی ی ہے اس لیے میں ایسے بھی بات کر سکتی ہوں۔ آرزو نے احسان کرنے والے انداز میں کہا۔

مہربانی ہے آپ کی۔ زبیر سر کو خم دیتے بولا۔

آپ کہی جا رہے تھے ؟ آرزو نے پوچھا۔

ہاں میں تو اس وقت آفس ہوتا ہوں بس کچھ کام سے آیا تھا۔زبیر نے بتایا

سہی خالا اور عاشر گھر ہے نہ۔ آرزو نے پوچھا۔

ہاں گھر ہیں تم جاؤ میں بھی جاتا ہوں دیر ہو رہی ہے۔زبیر نے کہا تو آرزو سر ہلاتی اندر کی طرف بڑھ گ ئی۔

کیسی ہے آپ خالا۔ آرزو نصرت بیگم کے گلے ملتی بولی۔

میں ٹھیک تم کسی ہوں۔ انہوں نے صوفے پہ اپنے ساتھ بیٹھا کر محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

فٹ اینڈ فائی ن آپ کے سامنے۔ آرزو نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہنس کے بتایا

ہاں اور خوبصورت بھی۔ نصرت بیگم نے اس کے بھرے گال کھینچ کے کہا۔

آ خالا جان گال نہ کھینچا کرے درد ہوتا ہے۔ آرزو نے اپنا گال سہلاتے ہوئے کہا۔

اچھا بابا نہیں کھینچتی تم بیٹھو میں تمہارے کجھ بنا کے لاتی ہوں۔ نصرت بیگم کہہ کر اٹھنے لگی تو آرزو نے ہاتھ پکڑ کے روکا۔

ارے خالا آپ تکلف نہ کرے میں تو صبح کی بھوکی ہوں اور ابھی میں عاشر کو لینے آئی ی تا کہ وہ مجھے باہر جا کر کجھ کھلا پلا سکے پ ئی سے

میرے اپنے ہیں۔ آرزو نے پہلے معصوم سی شکل بنائی ی پھر اپنے ہاتھ میں پ ئی سے دیکھا کر بتایا۔

صبح کی بھوکی کیوں ؟ نصرت بیگم نے حیرانکن لہجے میں پوچھا۔

کیا بتاؤں خالا لمبی کہانی ہے آپ عاشر کو بولائے تاکہ میں اس کے ساتھ باہر چل کے اپنی پسند کا کجھ کھاؤں۔ آرزو نے آرام سے صوفے پہ ٹیک لگا کر کہا۔

باہر کا کیوں میں نے آج گھر میں قورمہ بریانی بنائی ی تھی زبیر ہے نہ اس کو آفس میں پرموشن ملا ہے اور ایک بڑے علائی قے میں فلیٹ بھی اس خوشی میں۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر بتایا۔

ارے واہ یہ تو بہت اچھی بات ہے ماشاللہ سے۔ آرزو صوفے سے ٹیک چھوڑ کر سیدھی ہو کر بیٹھ کے بولی۔

ہاں ماشاللہ ہم سب رات آنے والے آپ لوگوں کے گھر کیوں کی تب تو ایاز بھائی ی ہوتے ہیں تو۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر بتایا۔

ٹھیک پر آپ عاشر کو تو بولائے۔ آرزو نے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کر معصوم منہ بنا کے بولی۔

اس نے بھی کھانا نہیں کھایا کالج سے آ کر اپنے کمرے میں ہی ہے تم جاؤ اس کے پاس میں تم لوگوں کا کھانا وہی لاتی ہوں۔ نصرت بیگم نے کہا۔

وہ سب تو ٹھیک پر خالا جان میرا دل آج باہر جانے کو ہے اگر کھانا کھا جاؤں گی تو عاشر باہر نہیں لیکر جائے گا۔ آرزو نے اپنا مس ئی لا بتایا۔

افففف لے جائے تم فکر نہیں کرو پر میری ایک شرط ہے۔ نصرت بیگم نے اس کو دلاسہ دیا۔

آپ کب سے شرط رکھنے لگی۔ آرزو نے آنکھ ونک کر کے پوچھا

شریر شرط یہ کے تم دونوں آئی سکریم نہیں کھاؤ گے۔ نصرت بیگم نے آنکھیں دیکھا کر کہا۔

اچھا اچھا نہیں کھائے گے میں عاشر کے پاس جاتی ہوں۔ آرزو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں کھانا گرم کر کے لاتی ہوں ویسے بھی چار بجنے والا ہے اب تو۔ نصرت بیگم بھی اٹھ کے بولی۔

وہ تو ہر روز بجتے ہیں۔ آرزو نے بتایا۔

اچھا مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔ نصرت بیگم نفعی میں سر ہلا کے کہتی کچن کی طرف گ ئی آرزو بھی ہنس کے عاشر کے کمرے کی طرف بڑھی اور دروازے کو ہلکا سا نوک کر کے اندار داخل ہو گ ئی۔

آج تو کوئی ی بڑی محنت سے پڑھ رہا ہے۔ آرزو نے عاشر کو کچھ لکھتے دیکھا تو کہا۔

تم یہاں گھر میں چین نہیں ہے کیا۔ عاشر ایک نظر اس کو دیکھتا دوبارہ رجسٹر پہ جھک کر بولا۔

بول تو ایسے رہے ہو جیسے میں دن میں جانے کتنی دفعہ یہاں آتی ہوں۔ آرزو اس کے پاس بیٹھتی برا منہ بنائے بولی۔

اچھا تو بتاؤ آج ہمارے گھر کو اپنے آنے کا شرف کس خوشی میں بخشا ہے۔ عاشر نے پوچھا۔

ان بکس کو تو پڑے کرو سچی بہت الجھن ہوتی ہے جب کوئی ی میرے سامنے پڑھتا ہے تو۔ آرزو نے اس کے کجھ کتاب سامنے پڑے بیگ میں رکھ کے بولی۔

آرزو تنگ نہ کرو آج پلیز کل میرا بہت ضروری ٹیسٹ ہے انگلش کا۔ عاشر اس کا ہاتھ پکڑ کر بولا جس سے وہ کتابیں اس کی بیگ میں ڈال رہی تھی۔

انگلش اتنا آسان تو ہوتا ہے پریشان کیوں ہو رہے ہو دیکھنا تم بنا پڑھے ہی ٹیسٹ میں پاس ہو جاؤ گے۔ آرزو نے چٹکی بجا کے کہا۔

مس آرزو مجھے پاس نہیں بلکے فرسٹ آنا ہے۔ عاشر نے گھور کے کہا۔

پاس بھی تو ہو جائے گے نہ کونسا فعل ہو گے تمہیں پتا ہے جب میں میٹرک میں تھی نہ تب ہمارا ابھی انگلش کا ٹیسٹ ہوا تھا اور میں نے کجھ

خاص تیاری نہیں کی تھی پھر بھی ۱۰۰ نمبرز میں ۳۰ نمبر لیکر پاس ہوئی ی تھی۔ آرزو نے اس کو ایسے بتایا جیسے فرسٹ پوزیشن لی ہو۔

اتنے کم نمبرز میں تم پاس ہو گئی تھی۔ عاشر لکھنا بھول کے اس سے پوچھنے لگا۔

ہاں نہ جب ٹیسٹ کا پیپر واپس ملا تھا نہ تو لاسٹ پیج پہ ٹیچر نے لکھا تھا "دوبارہ اس سے اچھی کوشش کرنا"۔ آرزو نے اب کی رازدانہ انداز میں بتایا۔ اس کی بات پہ عاشر کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

آرزو تم دن بدن اتنی عقلمند ہوتی جا رہی ہوں یا بیوقوف۔ عاشر نے بڑی سنجیدگی سے سوال کیا۔

دونوں نہیں۔ آرزو نے زبان چڑا کے کہا۔

مجھے پڑھنے دو میں نہیں چاہتا کے میری ٹیسٹ پہ بھی سر یہ لکھیں کے دوبارہ کوشش کرو۔ عاشر پین ہاتھ میں پکڑتا بولا۔

کیوں کیوں۔ آرزو نے پوری آنکھیں کھول کے بولی۔

آرزو کام کی بات کرو اب۔ عاشر نے کہا۔

ہاں میں اس لیے آئی ی تا کہ باہر چلے۔ آرزو نے بتایا۔

سوری آرزو پر آج نہیں۔ عاشر کو خود بھی برا لگا اس کو منع کرنا پر اس کا ٹیسٹ بھی ضروری تھا اس لیے نا چاہتے ہوئے بھی اس نے انکار کیا۔

میں صبح سے بھوکی ہوں کچھ بھی نہیں کھایا چار بجنے والے ہے میں نے تو پانی کا ایک گھونٹ تک نہیں پیا اور اماں نے بھی آج دال چاول بنائے تھے تمہیں تو پتا ہے نہ میں سب کچھ صبر شکر سے کھا لیتی ہوں ہر یہ دال چاول نہیں کھائے جاتے پھر میں نے اتنی منت کے بعد اماں سے پ ئی سے لیکر یہاں آئی ی یہ سوچ کے تمہارے ساتھ باہر جا کر کھانا کھاؤں گی اور تم منع کر رہے ہو ایک ٹیسٹ کے لیے جو تم بعد میں بھی یاد کر سکتے ہو پر خیر کوئی ی بات نہیں میں جاتی ہوں واپس اللہ نے اگر مجھے میرا بھائی ی دیا ہوتا تو وہ کبھی انکار نہ کرتا پر بات یہ ہے کے میرا کوئی ی بھائی ی نہیں او کے میں چلتی ہوں سوری تمہارا ٹائی م ضائی ع

کیا۔ آرزو نے اچھی خاصی ایموشنل تقریر کر کے دروازے سے گزرنے لگی تو عاشر نے اس کو آواز دے کے روکا اس کو ذرہ اندازہ نہیں تھا کے آرزو اتنا فیل کرے گی کیوں کی پہلے بھی وہ یا مان جاتی تھی یا ضد کرتی مگر آج تو بس رونے کی کثر رہ گ ئی تھی ورنہ آرزو رو بھی دیتی۔

آرزو یار سوری میں نہیں جانتا تھا کے تم بھوکی ہو اور کچھ نہیں کھایا واپس آئو چلتے ہے پھر جہاں تم کہوں۔ آرزو عاشر کی آواز سن کے خوش ہو کے لب دانتوں تلے دبا گ ئی دل ہی دل خود کو شاباشی دے کے وہ سنجید گی چہرے پہ طاری کر کے عاشر کی طرف مڑی ورنہ دل تو کر رہا تھا یہی بھنگڑا ڈال کے ڈانس کرے۔

تم بزی ہو رہنے دو پھر کبھی چلے گے۔ آرزو نے نخرا دیکھانا ضروری سمجھا۔

نہیں میں واپس آکر کام کرلوں گا اور کھانا تو میں بھی نہیں کھایا اچھا ہے میں بھی کھالوں گا۔ عاشر اٹھ کے مسکرا کر بولا آرزو کچھ کہتی کے نصرت بیگم کھانے ٹرے لے آئی ی جس میں بریانی اور قورمہ تھا۔

کھڑے کیوں ہو بیٹھو اور کھاؤ باہر سے گھر کا کھانا اچھا ہوتا ہے۔ نصرت بیگم ٹرے سامنے رکھی چھوٹی سے ٹیبل پہ رکھ کے ان کو صوفے پہ بیٹھنا کا کہا۔

ہاں کیوں نہیں خالا۔ آرزو سر کھجاتی بولی اب اس کو اپنی کی گ ئی تقریر ضائع ہوتی ہوئی ی محسوس ہوئی ی۔

آپ نے کھایا ہے کھانا۔ عاشر آرام سے صوفے پہ بیٹھتا ان سے پوچھنے لگا کھانے کو دیکھ کر اس کی بھوک جاگ اٹھی تھی۔

ہاں میں نے زبیر کے ساتھ کھالیا تھا وہ اپنے کسی کام سے آیا تھا تو۔ نصرت بیگم نے بتایا۔

سہی آؤ آرزو تمہیں بھوک لگی تھی نہ اب باہر جانا بھی نہیں پڑے گا۔عاشر نے ایک جگہ کھڑی آرزو کو دیکھ کر کہا۔

ہاں بہت لگی ہے۔ آرزو اس کے ساتھ صوفے پہ کچھ فاصلے پہ بیٹھتی بولی۔

عاشر آج تم کھانے کے بعد آرزو کو باہر لیکر جانا گروسری کا کچھ سامان ختم ہو گیا ہے اچھا ہے آرزو کے ساتھ چلے جانا۔ نصرت بیگم آرزو کی اُتری شکل دیکھی تو عاشر سے کہا جس نے بریانی کھانا شروع بھی کر دی تھی آرزو ان کی بات سنی تو چہرہ چمک اٹھا اور اس نے دل لوٹاتی نظروں سے اپنی خالا کو دیکھا۔

امی ہفتہ پہلے ہی تو بھائی ی لائے تھے سامان۔ عاشر نے بتایا۔

تمہیں نہیں پتا بس میں لسٹ دوں گی آرزو اور تم لے آنا اب کھانا کھاؤ مجھے کچھ کام ہے۔ نصرت بیگم کہتی وہاں نے نکل گ ئی۔ عاشر بھی کندھے اچکاتا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

روکو تو کھانے میں خود ہی شروح ہو گئی ے میرا انتظار تو کرتے۔ آرزو

اس کے بازوں پہ چپت لگا کے بولی۔

تو آؤ اور کھاؤ کس نے روکا ہے۔ عاشر نے کہا۔

مجھے بولتے ہو کے میں بچوں کی طرح کھاتی ہوں اور خود کیسے ندیدوں کی

طرح انگلیاں چاٹ رہے ہو۔ آرزو نے کھانا شروع کرتے عاشر کو

انگلیاں چاٹ کے دیکھا تو بولے بغیر نہ رہ سکی۔

سنت ہے۔ عاشر نے مزے سے اپنی انگلیاں اور زور سے چاٹ کے آرزو

کی معلومات میں اضافہ کیا۔

سنت ہے۔ آرزو نے اس کی نقل اُتاری اور بریانی کھانے لگی ڈر تھا کے

کہیں عاشر ہی نہ سب کھا جائے۔

اٹھو اب میرے لیے ایک گلاس پانی لے آؤ۔ عاشر کھانے سے فارغ

ہو کر آرزو سے بولا جو اپنے ہاتھ اٹھائے ہیں اللہ کا شکر ادا کر رہی تھی۔

شرم نہیں آتی گھر آئے مہمان کو کام کا کہتے ہوئے۔ آرزو نے ہاتھ اپنے چہرے پہ پھیر کے عاشر کو شرم دلانی کی کوشش کی۔

نہیں۔ عاشر نے دانتوں کی نمائش کرتے ہوئے جواب دیا۔

چاول کھانے کے بعد پانی نہیں پیتے ورنہ پیٹ بڑا ہو جاتا ہے۔ آرزو نے بڑی اہم معلومات فراہم کی۔

وہ تم جیسے موٹے انسان کے لیے مجھ جیسے سے سمارٹ لوگوں کے لیے نہیں نہیں جس نے بھی تمہیں یہ بتایا ہے آدھا بتایا ہے۔ عاشر نے کالر جھاڑ کے مزے سے آرزو سے کہا جو اس کو گھور کے دیکھ رہی تھی۔

خبردار جو مجھے موٹا کہا تو میں تو صحتمند ہوں اور سمارٹ کا بھی خوب کہا پتلے ہو تم کوئی ی سمارٹ نہیں اگر میں ایک پھونک ماروں تو جانے کہا پہنچ جاؤ تم۔ آرزو نے بڑے آرام سے اس کو خوشفہمی سے باہر نکالا۔

ہاں تم تو ایسے کہوں گی نہ جل ککڑی نہ ہو تو۔ عاشر منہ بنا کے بولا اچھے خاصے کو اس نے ایک پھونک کی مار کہا برا تو لگنا تھا۔

ہاہاہاواٹ جوک۔ آرزو عاشر کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر قہقہہ لگا کر اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ میں مار کے کہا۔

آرزو پانی پلاؤ اب ثواب ملے گا۔ عاشر نے دوبارہ سے کہا۔

میں خود کسی اور سے مانگتی ہوں اور تم مجھ سے مانگ رہے ہو۔ آرزو نے ٹانگیں اُپر کر کے آرام سے بیٹھ کر عاشر کو کہا۔

کتنی سست ہو یار آرزو تم جس سے تمہاری شادی ہو گی وہ تو شادی کے ایک گھنٹے بعد ہی اپنے بال نوچ گا۔ عاشر نے تاسف سے اس کو کہا جو چہرہ ہاتھ کی مٹھی پہ رکھ کے مسکرا رہی تھی۔۔

شرم نہیں آتی لڑکی سے ایسے بات کرتے ہوئے۔ آرزو نے افسوس سے کہا۔

تمہیں کونسا آئی ی اپنی شادی کا سن کے۔ عاشر نے بھی حساب برابر کیا۔

کونسا ابھی ہو رہی ہے جو شرمانے لگ جاؤں شادی ہوئی ی تو شرما بھی لوں گی۔ آرزو نے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا

اچھا باہر چلو امی سے لسٹ لو سامان کی پھر چلے مجھے واپس آکر اپنا ٹیسٹ بھی یاد کرنا ہے۔ عاشر اٹھتا بولا پتا تھا آرزو سے باتوں میں اس کی ماں نہیں جیت پاتی تھی تو پھر وہ کیا تھا۔

ہاں آؤ میں باہر جاتی ہوں اور تم یہ ٹرے لیکر آنا۔ آرزو آرام سے اس کو حکم دیتی کمرے سے نکل گ ئی جب کی عاشر دانت پیس کے رہ گیا۔

پتا نہیں یہ ملکہ ہمارے خاندان میں کیسے آگ ئی جب کی اس کو تو کسی محل میں پیدا ہونا چاہیے تھا جو بس حکم دینا جانتی ہے۔ عاشر ٹرے اٹھاتا خود سے بڑبڑاتا کمرے سے نکل گیا۔

خالا آپ نے کوئی ی لسٹ دینی تھی۔ آرزو نصرت بیگم کے کمرے میں آکر ان سے بولی۔

ہاں یہ ہے وہ۔ نصرت بیگم جو بیڈ پہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی آرزو کی بات سن کے سائی یڈ ٹیبل کے دراز میں سے ایک پرچی نکال کے دی۔

اچھا ہم چلتے ہیں اب خدا حافِظ۔ آرزو نے ان کے ہاتھ سے لسٹ لیکر بتایا۔

اللہ کی امان میں۔ نصرت بیگم اس کے جانے کے بعد کہا

گاڑی کب لو گے زبیر بھائی ی کو تو فلیٹ مل گیا ہے۔ آرزو بائی یک پہ عاشر کے پیچھے بیٹھ کر کہا۔

بھائی ی کی تو جاب ہے اور ان کو وہاں سے فلیٹ ملا ہے میرے پاس بائی یک ہے فلحال کے لیے وہی غنیمت سمجھو۔ عاشر بائی یک اسٹارٹ کرتا بولا۔

اچھا بات سنو؟ آرزو نے کجھ یاد کر کے اس سے کہا۔

بولوں تم پھر میں بائی یک باہر نکالوں۔ عاشر اپنے ہاتھ ہینڈل سے ہٹاتا آرزو سے بولا۔

تم لوگ اس فلیٹ میں تو شفٹ نہیں ہو گے نہ جو زبیر بھائی کو ملا ہے خالا بتا رہی تھی کے بڑے علائی قے میں تو وہ تو یہاں سے دور ہو گا نہ۔ آرزو نے سوال کیا

شفٹنگ کا مجھے نہیں پتا ایسی کوئی ی بات نہیں ہوئی ی اور ویسے بھی ہمارا اپنا یہ گھر بھی تو اچھا ہے نہ چھوٹا ہے نہ بڑا تو ہمیں وہاں رہنے کا سوچنا نہیں چاہیے۔ عاشر سادگی سے اس کو بتایا۔

ہاں نہ اور یہاں اپنے بھی تو ہیں۔ آرزو نے پرجوش آواز میں کہا اور ہلکی چپت اس کے بازوں میں لگانے والی تھی جو بہت تیز عاشر کو لگ گئی۔

آرزو حد کرتی ہو ایسے کون مارتا ہے۔ عاشر چڑ کے اپنا بازوں سہلاتا بولا۔

سوری۔ آرزو لب دانتوں تلے دبا کے بولی جسے سن کر عاشر بنا کجھ کہے بائیک اسٹارٹ کی اور گھر سے نکلتا گیا راستے پہ ٹریفک دیکھ کے اس نے بائیک روکی اور گرین سگنل ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

یہ ٹریفک کیوں ہے آج؟ بائیک رکنے پہ آرزو نے عاشر سے سوال کیا۔

مجھے بتا کے نہیں ہوئی ی۔عاشر نے آرزو کی طرف منہ کر کے بتایا۔

آرام سے جواب نہ دینا کبھی۔آرزو نے منہ کے زاویے بگاڑ کے کہاوہ باتوں میں اتنی مگن تھی کے اس کو یہ معلوم بھی نہ ہوا کہ اس کا ڈوپٹہ ٹائر میں اٹک گیا ہے۔

تم اپنے سوالوں پہ بھی تو غور کرو نہ کیسے کرتی ہو اور کتنے سارے کرتی ہو تمہیں تو نہ رپورٹر ہونا چاہیے ساری وہ خوبیاں ہیں زیادہ بولنے کی بھی اور سوالات کرنے کی بھی۔عاشر نے پہلے جواب دیا اور ساتھ ساتھ مشورہ بھی ایسے ان کی نہ ختم ہونے والی بحث شروع ہو گ ئی تھی جو شاید سگنل کھلنے پہ بند ہونی تھی۔

ہاں میں پہنچتا ہوں راستے میں ٹریفک ہے وہی پھنس گیا ہوں۔زیاد نے فون کال پہ کسی کو بتایا۔

تم ان پہ نظر رکھو اور وہ کہیں بھی جائے مجھے خبر کرتے رہنا۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا وہ بات کرتے ہوئے روڈ پہ نظر گھمارہا تھا جب سامنے اس کی گاڑی سے کچھ دور ایک بائیک پہ لڑکی کا ڈوپٹہ ٹائر پہ اٹکا نظر آیا زیاد نے غور سے دیکھا اس کو کچھ صاف نظر تو نہیں آیا اور لڑکی کی پشت ہی بس دیکھائی دے رہی تھی۔

حد ہے لاپرواہی کی اگر ڈوپٹہ سنبھالنا نہیں آتا تو پہنتی ہی کیوں ہے یہ لڑکیاں۔زیاد نے دور سے گاڑی میں ہی ان کو دیکھ کر خود سے بولا اس سے پہلے گرین بتی ہوتی اس نے اٹھ کر ان کو بتانا ضروری سمجھا۔

اب اتنی ٹریفک میں محترمہ کو بتانے جاؤں کے اپناڈوپٹہ سنبھالے پر عقل تو بائیک چلانے والے میں بھی ہے جو شاید بناہدایت دی ئے لڑکی کو بیٹھایا ہے۔زیاد سیٹ بلیٹ کھولتا ساتھ میں باتیں کرنے میں بھی بزی تھا۔زیاد دو تین گاڑیوں سے گزر کر ان کی طرف بڑھنے لگا اس کے ایسے گزرنے پہ گاڑیوں میں بیٹھے لوگوں نے ہارن بجایا تھا جو زیاد نے

بہت کوفت سے سنا اور بنا لڑکی کو مخاطب کیے اس کا ڈوپٹہ جو اٹکا ہوا تھا نکال اس کے بعد مخاطب کرتے کہا۔

سنبھالے اپنا ڈوپٹہ اور ٹھیک سے بیٹھے ورنہ برا حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔زیاد اپنی بات کہتا بنا لڑکی کی شکل دیکھتا واپسی کے لیے مڑ گیا۔

آرزو جو عاشر کو سنانے میں مگن تھی اپنے پیچھے بھاری آواز سن کر وہ ڈر گئی پر جب اس نے پیچھے مڑ کے دیکھا تو بس اس کی پیٹھ نظر آئی ی۔

آرزو خیال تو کرتی اگر وہ شخص نہ بتا تا تو۔زیاد کا کہا آرزو نے تو نہیں پر عاشر نے ضرور سنا تھا اس لیے وہ بائیک سے اٹھتا آرزو کو ڈانٹنے والے انداز میں بولا۔

پتا نہیں چلا۔آرزو نے عاشر کو دیکھ کر جواب دیا جس پہ عاشر نے اس کا ڈوپٹہ ٹھیک سے پہننانے لگا اور اُپر بھی کچھ کیا تا کہ دوبارہ ایسا نہ ہو گرین

سگنل روشن ہوتے ہی سب نے اپنی گاڑی اور کسی نے اپنی بائیک اسٹارٹ کی اور اپنے راستے چل دیئے۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

زیاد گاڑی چلا رہا تھا جب اس کی موبائل پہ کال آنے لگی زیاد موبائل کو Bluetooth میں کنیکٹ کرتا اور اس کو کان میں ڈالے کال رسیو کی جو احمد کی تھی۔

ہاں بولوں کیا بات ہے؟ زیاد Bluetooth کان میں ٹھیک کرتا احمد سے پوچھنے لگا۔

کیا بات ہے یہی تو ہم تم سے پوچھنا چاہتے ہیں کہاں ہو تم اس وقت اور کس کی کال آئی تھی تمہیں۔ یہ کہنے والا علید ان تھا کیوں کی احمد نے کال کا اسپیکر آن رکھا تھا اور وہ چاروں ساتھ تھے ہمایوں کے گھر۔

کچھ خاص نہیں بس اشرف کو کسی نے مارا تو ایس پی نے اس کی موبائل میں سب کے نمبر چھوڑ کے مجھے کال کی کیوں کی اس کے ساتھ جو فٹیچر

بائیک تھی وہ میرے نام پہ رجسٹرڈ تھی۔زیاد گاڑی ایک سائیڈ پہ روکتا ان کو بتانے لگا۔

اشرف ٹھیک ہے کیا زیادہ مارا ہے اس کو اور کس نے مارا ہے اور کیوں۔ہمایوں نے اب کی سوال کیا اس کے ایک ساتھ سوال پوچھنے پہ تینوں نے اس کو گھور کے دیکھا جب کی زیاد نے گہری سانس بھری۔

زیادہ نہیں بس اس کے چہرے کا نقشہ بدل کے رکھ دیا گیا ہے۔زیاد اشرف کا سوجھا منہ یاد کر کے بولا۔

بائیک تو تمہارے پاس ہے نہیں تو اشرف کے پاس کیسے آئی ی؟وقاص جو خاموش تھا اب زیاد سے پوچھنے لگا۔

وہی بائیک تھی جو اسرار صدیق نے میری اٹھارویں سالگرہ پہ مجھے گفٹ کرنی چاہی تھی۔زیاد نے آنکھیں زور سے بند کر کے بتایا۔

اسپورٹس بائیک کو تم فٹیچر بول رہے ہو۔احمد نے حیرت سے کہا۔

اب اگر تم لوگ اس کو دیکھتے تو فٹیچر بھی بہتر لگتا۔زیاد نے طنزیہ بتایا۔.

تم نے بتایا نہیں اشرف کو کس نے مارا اور کیوں اشرف نے تمہاری بائی یک کیوں لی۔ علیدان نے سنجیدگی سے کہا

ریس تھی اس کی کسی کے ساتھ پر ایک نے اپنی ہار کا بدلا اشرف کو مار کے لیا دوسری بات یہ کے وہ میری بائی یک نہیں تھی بس رجسٹرڈ تھی۔ زیاد نے جواباً کہا۔

ابھی تم کہاں ہو؟ ہمایون نے جاننا چاہا۔

میں کسی کام میں مصروف ہوں شاید کل ہم مل نہ سکے اور میں کہی نہیں بس راستے میں ہوں۔ زیاد نے اطلاع دی۔

ٹھیک ہے اپنا دھیان رکھنا۔ سب نے ایک آواز میں کہا جسے سن کے زیاد کا بائی یاں ڈمپل اُبھر کے معدوم ہوا تھا۔ ان سے بات کرنے کے بعد زیاد نے دوسرا نمبر ڈائی ل کیا۔

ہیلو اسجد؟ زیاد نے سلام کے بعد تصدیق چاہی۔

جی میں اسجد آپ کون؟ اسجد نے بتا کر سوال کیا۔

میں زیاد خانزادہ ہوں۔ زیاد نے سنجیدگی سے بتایا۔

آپ اشرف کے بھائی ہی ہیں۔ اسجد نے پر جوش ہو کر پوچھا۔

میں نے ایک کام کے لیے فون کیا تھا تم اشرف کی ماں کو کال کرو گے اور کہنا کے اشرف تمہارے ساتھ ہو گا کچھ دن کے لیے۔ زیاد اس کی بات نظر انداز کرتا بولا۔

پر وہ میرے ساتھ نہیں۔ اسجد نے الجھ کے بتایا

جانتا ہوں پر تمہارا دوست ہے نہ اشرف۔ زیاد نے تصدیق کے لیے پوچھا۔

ہاں دوست ہے۔ اسجد نے فورن سے بتایا۔

تو بس تم اس کی ماں کو فون کر کے بتا دینا وہ کچھ دن تمہارے ساتھ ہو گا پہلی دفعہ تو نہیں تم لوگ اس سے پہلے بھی تو کمبائن اسٹڈی کے نام پہ سنیماؤ میں مووی ز دیکھنے جاتے ہو پر آج میرے کہنے پہ اس کی ماں کو بتا دینا۔ زیاد نے جانے کیا کچھ باور کروایا اس کو۔

ج جی م میں اب ابھی ان کو ب بتا دیتا ہوں۔ زیاد کی بات سن کے اسجد کے گلے میں گلٹی ابھری اس لیے اس نے اٹک اٹک کے زیاد کو کہہ دیا کہ کوئی ی اور پول نہ کھول دے۔

گڈ۔ زیاد نے کہہ کر کال کٹ کر دی اور گاڑی اسٹارٹ کر کے اپنے راستے چلا گیا۔

سامان کچھ زیادہ نہیں ہے؟ آرزو نے عاشر کے ہاتھ میں پکڑے شاپرز دیکھ کر کہا جو بڑی اور بھری چار پانچ تھی۔

ہاں تو تم پیچھے بیٹھ کے پکڑنا بہت دیر ہو گئی ہے مجھے نہیں تھا اندازہ کے شام ہو جائے گی۔ عاشر نے دو تین شاپرز آرزو کی گود میں رکھ کے کہا۔

اندازہ تو مجھے خود نہیں تھا اماں نے کہا تھا جلدی آجانا اب تو اپنی چپل سے سواگت کرے گی۔ آرزو نے اس کی بات پہ اتفاق کیا۔

خالا کو بتا دینا امی نے کام کہا تھا پھر نہیں کہے گی کجھ۔عاشر بائی یک پہ بیٹھ کر اس کو مشورہ دیا۔

ٹائی م کتنا ہوا ہے۔ آرزو نے سوال کیا۔

تمہارے ہاتھ میں گھڑی جو ہے اس میں دیکھ لو۔عاشر نے کہا۔

یہ تو فیشن کے لیے ہے کونسا ٹائی م دیکھنے کے لیے میں نے پہنی ہے۔ آرزو نے گھڑی پہننے والا ہاتھ لہرا کر عاشر سے کہا۔

توبہ ہے گھڑی چل نہیں رہی پھر بھی پہن رکھی ہے۔عاشر اس کا لہراتا ہاتھ پکڑ کر گھڑی کی طرف دیکھ کے بولا جو کی بند تھی۔

ہاں تو کیسے چلی گی سیل خراب ہو گیا ہے تمہیں کہا تھا ٹھیک کروا کے دو تو نہیں کروا کے دیا اس لیے مجھے بند گھڑی پہننی پڑ رہی ہے۔ آرزو نے سارا الزام اس پہ ڈالا

نہیں ہوئی تھی ٹھیک اس کے علاوہ بھی تمہارے پاس ہے نہ جو ٹھیک سلامت ہے ان کو پہننا کرو اس بیچاری کی جان چھوڑ دو۔ عاشر نے بیزاری سے کہا۔

کیوں چھوڑوا اتنی اچھی تو۔ آرزو نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھ کے کہا جو گلابی رنگ کی تھی۔

نہ چھوڑو مرضی ہے ٹائم سات بج رہے ہیں۔ عاشر نے کہہ کر اپنی موبائل سے ٹائم دیکھ کے بولا۔

ویسے تم اپنی فیس بک اور انسٹاگرام کے اکائونٹ کا نام کیوں نہیں بتاتے میں نے آپی کی فون سے تمہیں انسٹاگرام پہ ڈھونڈا تھا پر نہیں ملے۔ آرزو نے پوچھا۔

نہ ڈھونڈو کیوں کی میں نے اپنے نام پہ اکائونٹ نہیں بنایا۔ عاشر جو بائیک اسٹارٹ کرنے والا تھا رک کر آرزو جو جواب دیا۔

اوو کس کے نام پہ ہے؟ آرزو نے سوال کیا۔

ڈمپل بوائے۔ آرام سے جواب دے کر عاشر نے بائی یک زن سے بھگائی ی۔

زیاد نے اپنی گاڑی ایک فارم ہائی وس کے پاس روکی گاڑی سے نکل کر اس نے آس پاس نظر گھمائی ی جہاں بس اندھیرا تھا یہ فام ہائی وس کراچی کے کافی سنسان جگہ پہ تھا زیاد نے ایک نظر دیکھ کر اپنے قدم فام ہائی وس کی طرف بڑھائے اور باہر کی گیٹ پہ کھڑے کھڑے گارڈ کو سوتا دیکھ کر اس کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ آگ ئی۔

محبت جان مانگے کبھی انکار نہ ہو

ہماری جیت میں بھی کسی کی ہار نہ ہو

سارے جہاں میں اک تم اور اک ہم ہی ہم

وہ جیسے فام ہائی وس کے اندر داخل ہوا کانوں کی پھاڑنے والی آواز اس نے سنی زیاد نے ایک تیکھی نظر سامنے ناچتے لڑکوں پہ ڈالی جن میں

ایک نجف امیر اور تین الگ لڑکے تھے جو علی ظفر کے گانے پہ سچ میں مستی میں جھوم رہے تھے زیاد چلتا ہوا لائی وڈا سپیکر کے پاس آیا اور اس کا سوئچ بورڈ سے نکال دیا اچانک سے جہاں پہلے شور کی آواز تھی اب ایکدم سناٹا چھا گیا تھا زیاد اپنی کاروائی ی سے مطمئن ہو کر اب ان کی طرف بازوں سینے پہ ٹکائے دیکھ رہا تھا۔

ابے گانا کس نے بند کیا؟ نجف نے ڈانس کرتے ہوئے رک کر ان لوگوں سے پوچھا۔

یہ کون ہے؟ تین لڑکوں میں سے ایک نے امیر اور نجف کو پیچھے دیکھنے کا اشارہ کرتے پوچھا اس کی بات پہ نجف نے پیچھے دیکھا اور زیاد کو دیکھ کر اس کے اوسان خطا کر گ ئ ے جب کی امیر کی حالت اس سے زیادہ خراب تھی۔

یہ ایسے شاکنگ فیس کیوں بنایا ہوا ہے مستی کے دن ہے چلو جھومو اور گائی و۔ زیاد ان کی طرف آکر کہنے لگا۔

زیاد بھائی آپ یہاں کیوں؟ امیر نے اپنے سوکھے لبوں پہ زبان پھیر کے پوچھا۔

تم لوگ جانتے ہو اسے؟ ایک لڑکے نے سوال کیا جس کا نام ارسلان تھا۔

تم بھی جان جاؤ گے ابھی صبر کرو۔ اس کی بات کا جواب بہت پیار سے زیاد نے دیا تھا۔

آپ بیٹھے۔ نجف ہوش میں آکر جلدی سے وہاں رکھے صوفے کی طرف اشارہ کرتا بولا۔

تھینک یوں۔ زیاد اس صوفے پہ لات مارتا بولا جو کچھ اپنی جگہ سے سرک گیا تھا۔

یہ کیا حرکت ہے؟ ارسلان نے غصے سے سوال کیا جواب میں زیاد نے ایسے اس کو دیکھا جس سے ارسلان اپنے ساتھ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔

مجھے صوفہ پسند نہیں آیا اس لیے میں چی ئی رپہ بیٹھوں گا۔ زیاد نے کہا

ہاں میں لاتا ہوں نہ۔ امیر کہتا جانے لگا تو زیاد نے آواز دے کے روکا۔

تم نہیں جاؤ گے تم جاؤ گے۔ زیاد نے انگلی سے اس کی طرف نہ کا اشارہ کر کے ارسلان کی طرف اشارہ کر کے اس کو لانے کا کہا جس سے وہ فورن سے چلا گیا۔

اشرف سے کیا دشمنی تھی؟ زیاد ارسلان کی لائی کرسی پہ بیٹھ کر اپنا موبائل جیب سے نکال کر اس میں دیکھ کر سوال کیا۔

اشرف سے دشمنی تو نہیں وہ تو اپنا دوست ہے۔ نجف نے جلدی سے زیاد سے جھوٹ بولا۔

اچھاااا۔ زیاد نے اچھا کو کافی لمبا کھینچ کے کہا

ہاں نہ آپ کو ایسا کیوں لگا ویسے۔ امیر نے نجف کی تاکید کرتے زیاد سے پوچھا۔

میں تمہارے سوال کے جواب دینے کا پابند نہیں۔ زیاد نے امیر کی طرف دیکھ کر ایک ایک لفظ چبا کے کہا

اس کو چھوڑے آپ بتائے کیا لینگے چائے کافی یا شربت جوس یا کچھ اور۔ نجف ایک سانس میں پتا نہیں کیا کہہ گیا اس کو خود کو بھی اندازہ نہیں ہوا۔

اشرف کو آج تم لوگوں نے مار کر کافی غلط کیا یہ خیال تو دماغ میں رکھتے کے وہ بھائی ی کس کا ہے۔ زیاد اپنا پاؤں زمین پہ رکھ کر ان سے خشک لہجے میں بولا۔

ہم ن

جھوٹ بولو گے نہ وہ حال کروں گا کے خود کو بھی پہچان نہیں پاؤ گے۔ امیر کچھ کہنے والا تھا جب زیاد نے بیچ میں ٹوکتے ہوئے کہا۔

میں نے اس کو کچھ نہیں کیا تھا یہ امیر ہے نہ اس نے اس کو مارا اور جان سے مارنے والا تھا پر ایک لڑکے نے اس کو روک لیا۔ نجف نے سارا الزام اپنے دوست امیر پہ ڈال دیا اس کی بات پہ زیاد نے سر ہلا کر امیر کی طرف دیکھا جو آنکھیں پھاڑ کر اپنے دوست کی دغابازی دیکھ رہا تھا۔

کمینے توں نے بولا تھا نہ کے اس کو مارے گے اور اب سارا الزام مجھ پہ ڈال رہا ہے اور اس کو پیٹ پہ لات مارنے والا بھی تو تھا یہ خیال بھی تیرے دماغ میں آیا تھا کے ریس کے بعد اشرف کی ساری گرمی اُتارے گے یہ وہ اور اب کیسے پنترا بدل رہا ہے۔ امیر خود پہ زیاد کی نظریں محسوس کرتا رٹیں رٹائی یں انداز میں نجف سے بولا جب کی وہ تینوں حیرت سے کبھی ان دونوں کو تو کبھی آرام سے بیٹھے زیاد کو دیکھ رہے تھے جو ان کو ایسے دیکھ رہا تھا جیسے کوئی ی پسندیدہ ڈرامہ یا شو چل رہا ہو۔

زیاد بھائی ی میرا یقین کرے میں نے کچھ نہیں کیا تھا یہ سب امیر کا کیا دھرا ہے۔ نجف امیر کو گھورتا زیاد سے بولا۔

چھوڑو ان باتوں کو میں ایک گانا چلا رہا ہوں تم دونوں بس ڈانس کرنا اوکے۔ زیاد نے ان کو بچوں کے انداز میں پچکارتے ہوئے کہا

ڈانس؟ وہ دونوں شاک میں ایک ساتھ بولے۔

ہاں ڈانس پہلے تو بڑا ڈانس کر رہے تھے میرے کہنے پہ اتنا شاک کیوں لگ رہا ہے۔ زیاد نے اب کی کڑک لہجے میں پوچھا۔

آپ ڈانس کا کیوں بول رہے ہیں کچھ اور کہے نہ۔ امیر نے اپنی طرف سے منت کی۔

میرا بڑا دل کر رہا ہے اپنے موبائل پہ گانا چلا کر تم لوگوں کا ڈانس دیکھنے کا اس لیے بول رہا ہوں۔ زیاد نے بتایا۔

اگر آپ اشرف کا بدلا لے رہے ہیں تو ہم اس سے معافی مانگ لے گے۔ نجف نے بھی اپنی سی کوشش کی۔

وہ تو مانگوں گے پر پہلے میں جو کہہ رہا ہوں کرو۔ زیاد سنجیدگی سے بولا۔

آپ کونسا اشرف کو اپنا بھائی ی مانتے ہیں جو اب ایسا کہہ رہے ہیں۔ امیر کو اگر پتا ہوتا کے یہ کہنے کے بعد اس سے کیا ہو گا تو وہ مر کے بھی نہ کہتا۔

یہ بوتل اٹھا کے دینا۔ زیاد نے صوفے پہ شراب کی بوتل کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ زیاد کی بات پہ امیر نے نجف پہ ایک نظر ڈالی جو اسے

دیکھ کر نگاہ پھیر گیا تھا امیر اس کو گالیوں سے نواز تا زیاد کے حکم کی پیروی کرنے لگا جو کی بوتل اٹھا کر اس کو دینے کا تھا۔

آآآآآہ

میری آنکھ۔امیر نے جیسے ہی بوتل زیاد کی طرف بڑھانے کے لیے آگے کی زیاد نے لیکر اس کے سر پہ مار ڈالی جس سے اس کا سر تو پھوٹا پر شراب بھی اس کی آنکھ میں گ ئی امیر فرش پہ بیٹھ کر بُلبلا رہا تھا نجف کے ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گ ئ ے تھے ارسلان اور کے دو ساتھی جلدی سے امیر کی طرف بڑھے اور اس کو اٹھا کر صوفے پہ بیٹھا گیا۔

اتنی فکر۔زیاد ان کو دیکھ کر طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔

آپ کی بائی یک کا جتنا نقصان ہوا وہ ہم پورہ کرلیں گے پر پلیز آپ مارے مت۔ نجف زیاد کے سامنے ہاتھ جوڑ کے بولا۔

کیوں تم لوگوں نے اشرف کو کیوں مارا تم لوگوں کے مقابلے میں وہ بچہ تھا نہ۔ زیاد نے نجف کا جبڑا زور سے پکڑ کے دھاڑنے والا انداز میں پوچھنے لگا۔

وہ۔ نجف اس کی گرفت سے نکل کے کھانس کے بات ادھوری چھوڑ گیا۔

بس باتیں بہت ہو گئی اب اٹھو اور ڈانس کرو۔ زیاد نے ہاتھ جھاڑ کے ان کو حکم دیا۔

ڈانس کیوں۔ امیر نے اپنے سر پہ ہاتھ رکھے ہی پوچھا جہاں خون بہہ رہا تھا۔

پہلے کیوں کر رہے تھے جشن منا رہے تھے اشرف کو مارنے کی خوشی میں تو بس اب میں بحث نہیں سنوں گا گانا چلا رہا ہوں اچھے بچوں کی طرح ڈانس کرنا شروع ہو جاؤ۔ زیاد دوبارہ اپنی جگہ پہ بیٹھ کر بولا۔

جو پہلے سونگ چل رہا تھا اس سونگ پہ کر لے گے۔ نجف نے اپنی رائے بتائی ی ہو جیسے۔

نہیں تم لوگ میرے بھائی ی سے ہارے ہو اس لیے تم لوگوں کا یہ کہنا نہیں بنتا ہماری جیت میں بھی کسی کی ہار نہ ہو۔زیاد نے باقاعدہ گانا گا کر ان سے کہا اور اپنی موبائل پہ گانا اسٹارٹ کر کے موبائل کی کیمرہ بھی آن کر دی گانے کو سنتا نجف کی رہی ہمت بھی ختم ہو گئی وہ جو احتجاج کرنے والا تھا زیاد کی گھوری پہ مجبورن ڈانس کرنی پڑی اور زیاد نے تو امیر کو بھی نہیں بخشا جو اپنا سر تھام کے بیٹھا تھا اب اس زخمی سر کے ساتھ زیاد کے حکم پہ ڈانس کر رہا تھا۔

Laila mai laila aisi ho laila

Har koi chahe Mujhse milna

Akela

وہ دونوں بلکل زیاد کے سامنے کھڑے ہو کر ڈانس میں سنی لیون کو بھی پیچھے چھوڑ گئ ے زیاد ہاتھ کی مٹھی بنائے اپنے ہونٹوں کے قریب رکھ کے فرصت سے ان کی ڈانس دیکھ رہا تھا جب کی دوسرے ہاتھ میں موبائل ان کے سامنے کر رکھی تھی۔

Jisko bhi dekho dunia

Bhola du majnu bana du

_Aisi mai laila

زیاد کا چہرہ پورہ لال ہو گیا تھا ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں پر اس نے ان کو نہ ڈانس کرنے سے روکا اور نہ ہی کُھل کے ہنسا تھا زیاد کو ان کی روتی ہوئی ی شکل پہ ذرہ ترس نہ آیا اور اس نے دوسرا سونگ پلے کر دیا۔

Sheeela sheeela ki jawani

ابھی زیاد نے سونگ کاٹ کر اپنے مطلب کا مصرع لگایا ہی تھا کہ وہ دونوں اس کے پاؤں کے قریب آ گئ ے تھے۔

پلیز زیاد بھائی ی ہمیں معاف کر دو ہماری توبہ جو ہم کبھی اشرف کے آس پاس بھٹکے بھی۔ نجف نے اس کے پیر پہ ہاتھ رکھ کے التجا کرنے والے انداز میں کہا۔

اس سے اچھا تھا آپ ہمیں مارتے پیٹتے پر آپ نے تو ہمیں خواجہ سرا ہی بنا ڈالا۔ امیر اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھتا گہری سانس لیتا بولا جس پہ زیاد کو ہنسی تو بہت آئی ی پر وہ قابو پا گیا۔

خیال تو میرا ابھی یہی تھا تم لوگوں کی ہڈی پسلی توڑنے ہی آیا تھا پر پھر مائی ینڈ چینج ہو گیا۔ زیاد نے اپنی پی ئی رڈ پہ ہاتھ پھیر کر اس کو جواب دیا۔

اب تو معاف کر دے۔ نجف نے کہا۔

ہمممم اشرف سے آئی یندہ تم لوگوں دور رہو گے مجھے اگر پتا لگا کے تم میں سے کسی نے اس کو نقصان پہچانے کی کوشش کی ہے یا سوچ رہا ہے تو یہ جو موبائل دیکھ رہے ہو نہ۔ زیاد نے اپنا موبائل ان کے سامنے لہرائی ی۔

اس میں تم لوگوں کا لیلا ڈانس اور شیلا کی جوانی پوری دنیا میں وائی رل کرلوں گا اور ہو سکا تو لائی یو ڈانس بھی دیکھاؤں گا۔ زیاد ان کو اچھے سے وارن کرتا اپنی جگہ سے اٹھا۔

اب تو میں جا رہا ہوں امید ہے میری فرسٹ تم لوگوں سے ملاقات اچھی رہی ہو گی اور تم میں سے کوئی ی بھولے گا نہیں۔ زیاد جاتے ہوئے ان دونوں کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا دوستانہ انداز میں بولا پھر آنکھ ونک کرتا باہر نکل گیا۔ زیاد کے جانے کے بعد وہ نیچے قالین پہ ہی گرنے والے انداز میں بیٹھ گ ئی ے۔

کمینے توں نے آج اچھا نہیں کیا۔ امیر نے اب کی اپنی بھڑاس نجف پہ نکالنی چاہی۔

میر سرا بھی گھما ہوا ہے اس لیے چپ رہو۔ نجف نے گھور کے اس سے کہا

اچھا پٹی تو کر لوں یا ڈاکٹر کو فون کرو مجھے کچھ ہو نہ جائے۔ امیر قالین پہ لیٹتا بولا۔

ہو جائے تو اچھا ہے۔ نجف بڑبڑایا۔

زیاد اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہ ویڈیو واٹس ایپ گروپ پہ سینڈ کی جن میں بس وہ پانچوں ہی تھے اب وہ اکیلے تو مزہ نہیں لیتا نہ اس لیے اپنے دوستو کو بھی دیکھایا جانتا تھا ان کا کیا حال ہونا تھا ویڈیو دیکھنے کے بعد پھر وہ ویڈیو اپنی خالا جان کو بھی سینڈ کی اور نیچے کیپشن پہ لکھا۔

خالا جان آپ کا بھانجا مار پیٹ کے علاوہ بھی اور بہت کچھ کر سکتا ہے اس لیے اس کو انڈر سٹمنٹ نہ کیا کرے۔ سینڈ پہ بٹن کلک کرنے کے بعد وہ موبائل ڈیش بورڈ پہ رکھنے لگا جس کی چارجنگ اب بس 3٪ تھی اور چارجر اس کے پاس نہیں تھا موبائل رکھنے بعد زیاد نے گاڑی اسٹارٹ کی اس کا رخ اب ہسپتال کی طرف تھا۔

آرزو کو گھر پہنچتے بہت دیر ہو گئی تھی وہ جیسے ہی گھر میں داخل ہوئی زرینہ بیگم کی اڑتی چپل نے اس کا استقبال کیا جو اس کے بازوں پہ بہت زور سے لگی تھی وہ خود کو بچا بھی نہ پائی کیوں کی حملا اچانک تھا۔

ہائے اماں کیا ہے توبہ اتنی زور سے۔ آرزو نے آنکھوں میں آنسو لائے زرینہ بیگم کو ناراضگی سے دیکھ کر کہا۔

کہا تھا نہ جلدی اور تم رات کے آٹھ بجے آرہی ہو تین بجے نکلی تھی گھر سے آرو بچی نہیں ہو خیال رکھا کرو۔ زرینہ بیگم نے بنا اس کے رونے کا نوٹس لیے کہا۔

ہاں تو آپ کی بہن نے لسٹ دی تھی مجھے اور عاشر کو کے یہ سامان لے آؤ جس میں دیر ہو گئی میں شوقیہ طور پہ لیٹ نہیں آئی اور یہ پکڑے اپنے پئی سے۔ آرزو ایک سانس میں کہتی ان کو پئی سے

تھما کر اپنے کمرے میں چلی گ ئی جب کی زرینہ بیگم کو شرمندگی ہوئی ی اپنے رویے پہ پر وہ بھی ماں تھی دل کے ہاتھوں مجبور تھی۔

کیا ہوا اماں یہ آرزو اتنی ناراض کیوں تھی۔ روشنا جو شام کو ہی علیزہ کے گھر سے واپس آ گ ئی تھی پھر کاموں میں لگ گ ئی تھی اب بھی وہ کچن میں برتن دھو رہی تھی جب آرزو کی آواز سنتی باہر آئی ی۔

کجھ نہیں بس آج میرا جوتا شاید اس کو زور سے لگ گیا۔ زرینہ بیگم چپل اپنے پاؤ میں ڈالتی بولی۔

نہ لگایا کرے وہ دل پہ لے لیتی ہے باتیں۔ روشنا نے کہا

لاپرواہیاں بھی تو دیکھو نہ تم اس کی میں ہر وقت آرو کی فکر میں رہتی ہے خوبصورت اور کم عقل ہے ڈر ہوتا ہے کہی ان چیزوں کی وجہ سے نقصان نہ اٹھالے۔ زرینہ بیگم تھکن زدہ لہجے میں بولی

اللہ نہ کرے اماں ایسا تو نہ بولے اور وہ کم عقل نہیں بس نادان ہے اور وہ کونسا اکیلی تھی عاشر کے ساتھ تھی اس لیے فکر نہ کرے وہ لاپرواہ ہے پر

ذمیدار بھی ہو جائے گی ابھی اس کو بس اپنی زندگی اپنے طریقے سے جینے دے۔روشانے آرام سے اپنی ماں کو سمجھایا۔

آرزو کمرے میں آکر دروازے کو لاک کیا اور ڈوپٹہ اُتار کر بیڈ پہ لیٹ گئی کچھ ٹائم رو لینے کے بعد وہ اٹھ کر اپنا بازوں دیکھا جو سرخ ہو گیا تھا پھر سر جھٹکتی ڈائری کے پاس آئی ی دراز سے پین نکال کے لکھنا شروع کیا۔

انسان کی سب سے خوبصورت دنیا اس کے خیالوں کی دنیا ہوتی ہے جہاں وہ اپنی مرضی کی زندگی گزارتا ہے اور جی سکتا ہے چاہے پھر وہ کچھ سیکینڈ کی ہی کیوں نہ ہو پر وہ بھرپور طریقے سے جی لیتا ہے کیوں کی ان کے خیال میں وہ ہی حقیقت ہوتی ہے جو وہ سوچ رہا ہوتا ہے جس طرح رات کو نیند میں انسان خواب دیکھتا ہے اور اس کو تب خواب نہیں پر سچ لگتا ہے اور کچھ خواب ایسے بھی ہوتے ہیں جو انسان چاہتا ہے وہ خواب ختم نہ ہو یا دوبارہ سوئے کے اپنا ادھورا خواب مکمل کرے۔

کیسا ہے اشرف اب؟ زیاد ہسپتال آکر اشرف کے وارڈ میں آکر وہاں کھڑی نرس سے پوچھا جو اس کی دوائی یاں دیکھ رہی تھی۔

ٹھیک ہے اور ابھی کچھ ٹائم پہلے نیند کا انجیکشن لگایا ہے گھر جانے کی ضد کر رہے تھے۔ نرس نے زیاد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

اچھا چارجر ہے آپ کے پاس کوئی۔ زیاد اس نرس کی بات سن کر ایک نظر سوئے ہوئے اشرف کی جانب دیکھ کر نرس سے بولا۔

جی ہے آپ اپنا موبائل دے میں چارجنگ پہ لگا دوں گی۔ نرس نے پیش کش کی۔

ٹھیک ہے۔ زیاد اپنی تربیت کے برعکس بنا بحث کیے اپنا موبائل نرس کی طرف بڑھا دیا اور خود ایک طرف دیوار کے پاس صوفے پہ بیٹھ گیا جو سنگل تھا پر اس کو آج رات اِسی سے کام چلانا تھا وہ صوفے پہ لیٹنے پہ ایڈجسٹ کر ہی رہا تھا جب دروازہ کھول کے علیدان وقاص احمد اور

ہمایوں چاروں اندر داخل ہوئے جن کے ہاتھوں میں پھولوں کا بکے اور کچھ کھانے کی چیزیں تھی زیاد ان کو دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا اور اپنی حیرت پہ قابوں کر ان کو دیکھ رہا تھا کیوں کی اس نے نہ ان کو اپنے یہاں رہنے کا بتایا اور نہ ہی ہسپتال کا نام اس نے بس مختصر سا آج کے واقعے کا بتایا تھا۔

کیسے ہو ہماری جان۔ وقاص پھولوں کا بکا اشرف کے تکیے کے پاس رکھ کے زیاد سے گلے مل کر شوخ لہجے میں بولا۔

تم لوگ یہاں کیوں آئے ہو۔ زیاد ان سب کو گھور کے بولا۔

تمہاری لیے ہمیں پتا تھا تم اکیلے بور ہو رہے ہو گے اس لیے تمہیں کمپنی دینے چلے آئے۔ احمد صوفے پہ جہاں پہلے زیاد تھا وہاں بیٹھ کر بولا۔

ساری رات کیا کرو گے یہاں اور اشرف ڈسٹرب بھی ہو سکتا ہے مطلب حد ہے پانچ لوگ ایک روم میں۔ زیاد جھری جھری لیکر بولا۔

ہاں تو کیا ہوا تم ہی تو کہتے ہو سچا دوست وہ ہے جو ضرورت پڑنے والے وقت پہ مشورہ نہیں بلکہ ساتھ دے۔ ہمایوں نے اپنا چشمہ ٹھیک کرتے زیاد سے کہا

تم لوگوں کی بے آرامی کا سوچ کے بولا۔ زیاد بھی احمد کے قریب بیٹھ کر بولا

کوئی ی فرق نہیں پڑتا ایک رات کی تو بات ہے۔ علیدان عام لہجے میں بولا

تمہارے لیے سینڈوج اور ہلکی پھلکی کھانے کی چیزیں لائے ہیں تم نے کھانا نہیں کھایا ہو گا نہ۔ ہمایوں شاپر کھول کے زیاد سے بولا۔

ہلکی پھلی کیوں مریض کونسا میں ہوں اور سینڈوج رات کے ٹائی م میں کھاؤں گا۔ زیاد نے کہا۔

ابھی اسی سے کام چلا لے۔ احمد صوفے پہ پشت ٹکاتا آرام سے بولا۔

ہاں ہم نے بھی رات کا کھانا نہیں کھایا۔ علیدان معصوم شکل بنا کے بولا۔

کوئی ی حال نہیں آؤ ساتھ کھاتے ہیں پر شور مت کرنا۔زیاد نے اشرف کی طرف اشارہ کرتا کہا۔

نہیں ہم کونسا بچے ہیں ویسے بھی کھانے کے بعد ہم نے زمین پہ سو جانا ہے۔وقاص انگرائی ی بھر کے زیاد سے بولا

انکل کو نہیں بتایا کیا اشرف کا؟علید ان نے سینڈوج کھاتے ہوئے پوچھا۔

نہیں۔مختصر جواب۔

اچھا کیا خوامخواہ پریشان ہو جاتے۔ہمایوں نے تبصرہ کیا۔اس کی بات پہ زیاد کا منہ میں جاتا نوالہ رک گیا اور اس نے سائی یڈ پہ کر کے اپنی جگہ سے اٹھا اس کو اٹھتا دیکھ کر سب نے ایک نظر ایک دوسرے سے ملائی ی جب کی ہمایوں اپنی کہی بات پہ شرمندہ ہو گیا۔

پریشان تو واقعی ہو جاتے اکلوتا وارث ہے ان کا اور بڑھاپے کا سہارا ایسے میں ان کا فکر کرنا جائی زہے۔زیاد نے بے تاثر لہجے میں کہا

کھانا بیچ میں نہیں چھوڑتے زیاد آؤ اور اپنا کھانا پورا کرو۔احمد نے اس کی بات نظر انداز کرتے کہا۔

میرا ہو گیا بس۔زیاد نے انکار کرتے کہا۔

اتنا نیگیٹو مت ہو زیاد ہمایوں نے جسٹ ایسے ہی بات کی۔علید ان نے اس کو سمجھانے کی خاطر کہا۔

جانتا ہوں انہوں نے کبھی میری اتنی پرواہ نہیں اگر ان کو اشرف کی حالت کا پتا لگتا نہ تو بھاگ کر آتے اور اس کی یہ حالت کرنے والوں کو زندہ نہ چھوڑتے۔زیاد کی بات پہ وقاص کے دماغ کچھ کلک ہوا اس نے جلدی سے جیب میں ہاتھ ڈال کے موبائل نکالا اور کہا۔

کم تو تم نے بھی نہیں کیا ان کے ساتھ۔اس کی بات پہ احمد نے اس کو گھورا جو سنجیدہ ماحول میں بھی شوخ ہو رہا تھا کیوں کی اس نے ویڈیوں نہیں دیکھی تھی۔

کیا مطلب تمہاری بات کا۔علید ان ناسمجھی سے بولا

تم لوگوں نے زیاد کا بھیجا ویڈیوں نہیں دیکھا کیا؟ وقاص نے الٹا اس سے پوچھا۔ اس کی بات پہ تینوں نے اپنی موبائل جیب سے نکالی جب کی زیاد بے تاثر کھڑا تھا جب کی ہمایوں احمد علیدان ویڈیو دیکھنے کے بعد کبھی زیاد کی پشت دیکھتے تو کبھی ایک دوسرے کو پھر وہ تینوں کمرے سے باہر نکل کرے ایک دوسرے کو دیکھا پھر زور سے پیٹ پکڑ کے ہنسنے لگے ہنسنا بھی کیا تھا اتنے زور سے قہقہقہ لگا رہے تھے کہ کوریڈور میں جو پہلے سناٹا تھا اب ان کے ہنسنے کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔

اومائے گوڈ مجھے زیاد سے یہ امید نہ تھی۔ احمد ہنستے ہوئے بولا۔

مجھے تو زیاد سے ہر بات کی توقع ہوتی ہے۔ علیدان اس کی بات پہ ہنستے ہوئے دیوار کے سہارے کھڑا ہوا۔

یار اب بس کرو میرے پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔ ہمایوں نے ہاتھ جوڑ کے کہا۔

ویسے کتنا کیوٹ ڈانس تھا ہمارا یہاں ہونے سے زیادہ وہاں ہونا ضروری تھا۔ احمد اپنی ہنسی کنٹرول کرتا بولا

ہاں پر یہ بھی شکر کے زیاد نے لائی یو تو نہیں پر ویڈیو تو دیکھائی ی۔ علیدان نے کہا تبھی وہاں ایک نرس تیز قدموں سے آتی ہوئے بولی

آپ لوگوں نے اتنا شور کیوں مچایاں ہوا ہے یہ ہسپتال ہے پلیز یا تو آپ باہر جائے یا خاموش رہے تا کہ مریض پریشان نہ ہو۔

سوری۔ وہ تینوں شریفوں کی طرح سر جھکا کر یک آواز میں بولے جس پہ نرس ان پہ ایک نظر ڈالتی واپس چلی گ ئی وہ بھی اندر چلے گ ئی ے جہاں وقاص اشرف کے بیڈ کی ایک سائیڈ جو خالی تھی وہاں لیٹا سیلفیاں نکال رہا تھا جب کی زیاد صوفے پہ پشت ٹکائے آنکھیں موند کے بیٹھا تھا۔

قسمے آج تو مزہ آگیا۔ احمد زیاد کا بازوں تھپتھپا کے اس کو داد دینے والے انداز میں بولا۔

یہ ہسپتال ہے تمہاری پکنک کی جگہ نہیں جو تم اسٹائیل سے تصویر کھینچ رہے ہو اپنی۔ علیدان نے گھور کے وقاص کو دیکھ کر کہا اس کی بات سن کے وقاص جو لیٹا ہوا تھا چاروں طرف نظر گھما کر بڑی سنجید گی سے بولا۔

تھینک یوں یار توں نے بتا دیا ورنہ میں تو جان ہی نہ پاتا کہ یہ ہسپتال ہے۔ اس کی بات سن کے سنجیدہ بیٹھے زیاد کی بھی ہنسی نکل گ ئی علیدان نے گھور کے وقاص کو دیکھا جو دل جلانے والی مسکراہٹ سجائے اس کو ہی دیکھ رہا تھا۔

وقاص کبھی تو سنجیدہ رہ لیا کرو۔ زیاد نے مسکرا کر کہا۔

ہائے دل لوٹ لیتے ہو جب اپنے ڈمپل کا دیدار کرواتے ہو۔ وقاص بیٹھ پر اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر دلفریب لہجے میں بولا۔

ہاں نہ اگر زیاد تم لڑکی ہوتے نہ تو میں نصرت فتح کے یہ بول روز تمہیں دیکھتے بولتا۔

دِل کیا چیز ہے جان سے جائیں گے

موت آنے سے پہلے ہی مرجائیں گے

یہ ادا دیکھنے والے لٹ جائیں گے

یُوں نہ دِلبر ہنس ہنس کے اِشارہ کرو

احمد کہاں پیچھے رہنے والا تھا اس نے بھی زیاد کی طرف آنکھ ونک کرتے ہوئے کہا جس پہ سب ہنس پڑے مگر زیاد کے منہ سے بے ساختہ یہ لفظ نکلا

استغفر اللہ۔ ان کی ہنسی زیاد کی بات پہ اور تیز ہو گئی۔

نظریں ملی دل دھڑکا میری دھڑکن نے کہا لو یو آرزو۔

لو یو راجا ہوتا ہے۔ آرزو جو صبح ہوتے ہی باہر آکر گول گول گھوم کے گانا گا رہی تھی روشانے اس کی آخری لائن پہ مسکراہٹ ضبط کرتے کہا ہنسی اس کو آرزو کو دیکھ کے آرہی تھی جس کے چہرے سے کہی بھی رات والی ناراضگی نہیں تھی کیوں کی آرزو کوئی ی بھی بات اپنے دماغ پہ زیادہ سوار نہیں کرتی تھی اور نہ زیادہ دیر تک کسی سے ناراض رہ سکتی تھی۔

راجا کون راجا میں کسی راجا باجا کو نہیں جانتی۔ آرزو اس کی بات پہ گول گھومتے ہوئے صوفے پہ بیٹھ کے بولی۔

خیر چھوڑو گانا گا رہی ہوں خوشی کی وجہ جان سکتی ہوں میں۔ روشانے اس کا چمکتا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

ہاں کیوں نہیں آپ میری ون اینڈ اونلی سسٹر ہے ضرور بتاؤں گی۔ آرزو نے خوشدلی سے کہا پھر رک کے بولی۔

زبیر بھائی ہی ہے نہ ان کو فلیٹ ملا ہے کل نہیں بتا پائی ہی میں اور خالا والے رات کو آنے والے تھے پر پتا نہیں کیوں نہیں آئے۔ آرزو نے آخر میں کندھے اُچکا دی ئے۔

اچھا ماشاءاللہ تو یہ بات تھی جس وجہ سے وہ آج آئے گے۔ روشنا اس کی بات سمجھ کے بولی۔

ہاں اور آپ تیار نہیں ہوئی ہی کالج کے لیے۔ آرزو نے پیر ہلاتے ہوئے پوچھا اس کی بات پہ روشنا کو کل کا واقع یاد آ گیا جس سے پھر سے اس کو زیاد پہ غصہ آنے لگا جسے دبا کے وہ آرزو سے بولی۔

اماں نے کہا تھا وہ لوگ آئے گے اس لیے میں اور تم آج چھٹی کر لیں۔

اچھا آپ کے اسائیمنٹ کا کیا بنا جمع کروالیا کمپلیٹ کر کے۔ آرزو نے انجانے میں ہی سہی اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھ گ ئی. دل پتھر کا

از رمشا حسین

اس سے پہلے وہ جواب میں کچھ کہتی زرینہ بیگم آرزو کی پسند کا ناشتہ لے آئی ی اور اس کے سامنے ٹیبل پہ رکھ کے بولی۔

آرو جلدی سے ناشتہ کرو رات میں بھی بنا کھائے ہی سو گ ئی تھی

تمہاری پسند کا پراٹھا بنایا ہے وہ بھی زیادہ آئی ل ڈال کے۔

خیر ہے اماں اتنا پیار۔ آرزو نے حیرت سے اپنی ماں سے پوچھا۔

پہلی دفعہ تو نہیں کر رہی جو ایسے حیران ہو رہی ہو۔ زرینہ بیگم نے اس کے ماتھے پہ چپت لگا کے بولی

اماں آرزو کو اتنے زیادہ آوئی ل کی چیزین نہ کھلایا کرے اس کے لیے ٹھیک نہیں۔ روشنا ٹیری نظر سے آرزو کو دیکھ کر زرینہ بیگم سے بولی۔

میرے ساتھ کونسا شوگر کا مس ئی لا ہے جو ٹھیک نہیں۔ آرزو پر اٹھے والی پلیٹ اپنے ہاتھ میں لیکر روشنا کو گھور کے بولی۔

میری جان ایسا نہیں بولتے میں تو تمہاری ویٹ کی وجہ سے بول رہی ہوں ایسے کھاؤں گی تو فٹبال بن جاؤں گی۔روشنا نے اس کے دونوں بھرے ہوئے گال کھینچ کے کہا۔

آآآہ آپی نہ کرے۔ آرزو نے اپنے گالوں سے اس کے ہاتھ ہٹا کے چیخ کے کہا۔

چیخ کیوں رہی ہو کونسا درد ہوتا ہے اور تمہارے ہیں بھی اتنے نرم۔روشنا نے اس کو چیختے دیکھا تو کہا۔

ہاں اس لیے تو پڑے کیے کہی آپ گالوں کو چہرے سے ہٹا ہی نہ لو۔ آرزو نے اب مزے سے پراٹھا کھا کر جواب دیا۔

اچھا باتیں چھوڑو ناشتے کے بعد فریش ہو جانا تم دونوں تم لوگوں کی خالا آتی ہو گی۔زرینہ بیگم ان کو ہدایت کرتی وہاں سے اٹھ گئی۔

آپ نے سنا نہیں اماں نے کیا کہا؟ آرزو نے روشنا کو خاموش دیکھا تو کہا۔

سنا کیوں؟روشنا نے نا سمجھی سے جواب دے کے پوچھا

نہیں وہ آپ اپنے کمرے میں فریش ہونے کے لیے نہیں گ ئی تو مجھے لگا آپ نے سنا نہیں۔ آرزو نے وضاحت دی۔

جارہی ہوں۔ روشنا اس کو کہتی نکل گ ئی۔

بس میرا پیٹ بھر گیا۔ اشرف نے علیدان سے کہا جو اس کو سوپ پلا رہا تھا زیاد اپنی موبائل یوز کرنے میں بزی تھا جو نرس نے صبح فجر کے وقت اس کو دیا تھا چارج ہونے کے بعد وقاص اسٹول پہ بیٹھا تھا اور ہمایوں احمد صوفے پہ ایک دوسرے کے کاندھے پہ سر رکھے سوئے ہوئے تھے۔

کچھ چاہیے تو بتانا۔ علیدان نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔

تھینکس۔ اشرف نے مشکوک نظروں سے دیکھ کر کہا پھر زیاد کو دیکھا جو انجان بن کے بیٹھا تھا۔

کچھ دن یہاں رہ کے پھیکا کھانا کھاؤ تو عقل ٹھکانے آئے پھر دوبارہ یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہوگی عقل ہوگی تو دشمنی لینے والے کام بھی

نہیں کرو گے اور نہ پھر کوئی ی تمہیں دن دھاڑے مار کے چلا جائے گا۔زیاد موبائل پہ نظر جماتا اشرف سے کہا جس پہ وہ مسکین شکل بناتا علیدان کو دیکھا جس نے ہاتھ کھڑے کر دی ئے جس کا مطلب وہ کچھ نہیں کر سکتا۔

دوبارہ ایسا نہیں ہو گا آپ یہاں سے اب ڈسچارج کروا دے۔اشرف خود ہی ہمت جمع کرتا زیاد سے بولا۔

گھر کی فکر نہ کرو ان کو یہی پتا ہے کے تم اپنے دوست کے ساتھ ہو اگر تم گھر جانا چاہتے ہو تو میں ابھی ڈسچارج پیپر بنواتا ہوں اس سوجھے چہرے سے گھر جانا پھر بتانا گھر میں سب کو کونسا کارنامہ سرانجام دے کے آئے ہو بتانا اس کے بعد نہ تمہارے پاس گاڑی رہنے دے گے تمہارے فادر اور نہ ہی دوستوں سے زیادہ ملنا جلنا پھر جی بھر کے گھر پہ ٹکنا۔زیاد کی بات پہ تو اس کی بولتی بند ہو گ ئی تھی یہ تو اس نے سوچا ہی نہ تھا جو زیاد نے کہہ دیا تھا وقاص جو چپ تھا داد دیتی نظروں سے زیاد کو دیکھنے لگا

جیسے کہہ رہا ہو کے فکر بھی احسان کرنے والے انداز میں کر رہے ہو وقاص کی نظروں سے زیاد خائف ہوتا بات بدل کے بولا۔

تم لوگ کالج نہیں جاؤ گے کیا گھر جاؤ فریش ہو جاؤ۔زیاد نے کہتے ہی ہمایوں اور احمد کو کندھوں سے جھٹکا دیا تو وہ بھی ہڑبڑا کے اٹھ گئے۔

کیا ہوا؟احمد آنکھیں مسلتا بولا۔

صبح ہو گئی ہے جناب۔وقاص نے بتایا۔

اتنی جلدی۔ہمایوں شاید ابھی بھی نیند میں تھا۔

ہاں اتنی جلدی چشما پہنوں اپنا تا کہ پتا چلے کہ سورج ڈوب کے اُبھر گیا ہے۔وقاص اس کے پاس آتا اس کے گلاسس اس کی طرف بڑھاتے بولا۔

آپ بھی فریش ہونے گھر چلے جائے میں ٹھیک ہوں۔اشرف زیاد کی سرخ آنکھیں دیکھ کے کہا۔

مجھے جب جانا ہو گا میں چلا جاؤ گا اپنے چھوٹے دماغ پہ زور نہ دو۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

اچھا تم لوگ جاؤ میں زیاد کے ساتھ آؤں گا۔علید ان نے وقاص احمد اور ہمایوں سے کہا۔

میں تو کالج نہیں جانے والا سر تاج سر آج ہفتے پہلے کی گ ئی ٹیسٹ زبانی پوچھنے والے ہیں۔وقاص بدک کے ان سے دور ہو گے بولا جیسے وہ زبردستی اس کو لیکر جا رہے ہو۔

تو کرتے نہ یاد میں نے جوابات آسان کر کے تو دی ئ ے تھے۔ہمایوں نے چشما آنکھوں سے نیچے کرتے گھور کے وقاص سے کہا۔

نہیں ہوئے تو میں کیا کرتا۔وقاص نے ہاتھ کھڑے کر کے کہا احمد جو کالج جانے کا سوچ بیٹھا تھا وقاص کی بات پہ اس کو یاد آیا کے اس نے اچھے نمبر حاصل کرنے کے چکر میں جوابات سارے لکھے تھے اور شارٹ بھی نہیں کیے تھے اس کو پتا جو نہیں تھا کہ سر ایسا کچھ کرنے والے تھے کاپی تو

وہ سب ہمایوں کی مدد سے کر لیتے تھے پر اب وہ کیا کرتے اس لیے احمد بھی اپنا بھرم رکھنے کے لیے بولا۔

میں بھی نہیں جاؤں گا میری نیند پوری نہیں ہوئی ایسے میں کیا پڑھوں گا۔

ہاں پہلے تو جیسے تمہاری زہانت کے چرچے ہے نہ۔وقاص نے گھور کے کہا۔

سارے نکمے دوست میرے ہی ہونے تھے۔زیادان کی بات پہ جل کے بولا تو سب نے بیک وقت اس کو گھورا تو زیاد کو احساس ہوا وہ کیا کہہ گیا پر وہ انجان بنتا موبائل میں لگ گیا۔

جی آپ نے تو جیسے نیوٹن کے تین لاءlaw یاد کر رکھے ہیں۔علیدان نے میٹھا سا طنزیہ کیا۔

اور نہیں یہ بات اگر ہمایوں کرتا تو ہمیں اپنی بے عزتی فیل نہ ہوتی۔وقاص نے بھی علیدان کا ساتھ دیا۔

نکل گیا منہ سے اور میں خود نہیں پڑھتا ورنہ میرا جیسا ذھین کہیں نہیں۔زیاد اپنے کالر اکڑائے۔

دعا ہے میری تیری بیوی روز تجھ سے ٹیوشن لے اور کتابوں سے مشکل مشکل سوالات تلاش کر کے تم سے اس کا جواب پوچھے تب پتا چلے گا جب وہ تمہیں نکما کہے گی۔احمد جو چپ تھا اتھ آسمان کی جانب کرتا بولا اس کی بات پہ اشرف ہنس دیا جب کی باقی سب نے آمین کہا۔

میں کسی ٹیچر لڑکی سے شادی کرلوں گا۔زیاد نے اس کی بات ہوا میں اُڑائی ی۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

توں آپ لوگ کو اب زبیر کی شادی کا بھی سوچنا چاہیے ماشاﷲ سے ستائی یس کا ہو گیا ہے۔ایاز صاحب نے عباس صاحب اور نصرت بیگم کو دیکھ کر کہا جو کجھ ٹائی م پہلے ہی آئے تھے میٹھائی ی لیکر اور زبیر کی کامیابی کا بتایا تو انہوں نے کہا۔

چاہتی تو میں بھی یہی ہوں بھائی ی صاحب پر زبیر شادی کی بات پہ ٹکتا نہیں۔ نصرت بیگم نے افسوس سے کہا۔

زبیر کافی ضدی معلوم ہوا ہے۔ زرینہ بیگم ہنس کے بولی۔

ہاں جی یہی ہے ورنہ ہم تو زبردستی اپنے والدین سے کہتے تھے کہ ہماری شادی کرواؤ اور اب والدین زبردستی کروا بھی رہی ہے تو منع کر رہے ہیں بچے۔ عباس صاحب چائے کا گھونٹ بھر کے بولے۔

شادی میں بچوں کی رائے ہو تو ہی کروانی چاہیے ورنہ گھر کا سکون ختم ہو جاتا ہے۔ ایاز صاحب نے تبصرہ کیا۔

یہ تو ہے پر یہ چاروں ہیں کہاں؟ نصرت بیگم نے لائی ونج میں نگاہ گھما کر پوچھنے لگی۔

روشنا کے کمرے میں ہیں۔ زرینہ بیگم بتایا۔

عاشر بتاؤ نہ تمہارا ٹیسٹ کیسا رہا۔ آرزو نے تجسس سے پوچھا۔

ابھی تو کالج سے آیا ہوں سانس تو لینے دو۔ عاشر جو کالج سے واپس آ کر اپنے گھر میں کپڑے چینج کے بعد یہاں آ گیا تھا آرزو کے ایک ہی سوال پہ تپ کے بولا۔

نہ بتاؤ آدھے گھنٹے سے جیسے تم بنا سانس کے جی رہے ہو نہ۔ آرزو اس سے زیادہ تپ کے بولی۔

ہاہاہا۔ آرزو ان کو چھوڑو ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں جیسے یہ کر رہے ہیں۔ زبیر جو اس کے ساتھ ہی تھا ہنس کے عاشر اور روشنا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

آپی یہ آپ کیا لکھ رہی ہیں اب کونسا اسائیمنٹ ملا ہے۔ آرزو زبیر کی بات مسکرا کر روشنا کو دیکھ کے سوال کرنے لگی۔

صرف سوال ہی کرنے ہوتے ہیں اس کو۔ عاشر نے اپنی ٹانگ اڑانا ضروری سمجھا۔

تم سے بات نہیں کر رہی۔ آرزو نے گھور کے عاشر سے کہا پھر سوالیہ نظروں سے روشنا کو دیکھا۔

وہی پہلے والا جو تھا میں سر سے ایک دن کا ٹائم مانگا شکر ہے انہوں نے دے دیا۔ روشنا مصروف انداز میں بولی

توں کیا وہ پورا نہیں ہوا ابھی تک۔ آرزو نے دوبارہ سوال کیا۔ اس کی بات سن کے روشنا نے گہری سانس لیکر سب کچھ بتا دیا جس پہ آرزو کی ہنسی نکل گئی پر روشنا کے گھورنے پہ اس نے جلدی سے اپنی انگلی ہونٹوں پہ رکھ دی اور ایک ہاتھ سے اشارہ کر کے اپنی بات جاری رکھنے کا اشارہ کیا۔

یہ غلط ہوا آپی اس کو آپ کی مدد تو کرنی چاہیے تھی اگر معافی نہیں مانگی تو پر یہ کیا بات ہوئی کے اس نے اپنی غلطی سرے سے ہی نہیں مانی۔ عاشر اس کی بات پہ تاسف سے بولا۔

تو آپی نے بھی تو نہیں مانی نہ۔ آرزو جو اپنی ہنسی کنٹرول کرنے کے چکروں میں تھی عاشر کی بات پہ فورن سے بولی۔

میں نے کیا نہیں مانا اور کیا ماننا تھا جب کی سراسر غلطی اس طوطے کی آنکھوں والے کی تھی۔ روشانے زیاد کی خوبصورت ہیزل گرین آنکھوں کو طوطے کا نام دے دیا۔ جس پہ زبیر اور عاشر کی ہنسی نکل گ ئی جب کی آرزو نے برا منہ بنایا۔

آپی آپ کی غلط یہ تھی کے آپ راستے میں بیٹھ کے اپنے اسائی یمنٹ کے سارے پیپر کھول کے بیٹھ گ ئی اپنے گلاس میں آپ آرام سے اس کو ٹھیک کرتی یا لائی بریری میں جاتی نہ۔ آرزو نے بڑے آرام سے اس کو اپنی غلطی گنوائی ی۔

راستے میں نہیں تھی میں سیڑھیوں کے قریب تھی جو کی کالج کے اندر ہوتی ہیں اور ہر کوئی ی وہاں پڑھتا بھی ہیں اپنا کام بھی کرتا ہے اور باتیں

بھی۔ روشنا نے گھور کے اپنی چھوٹی بہن کو دیکھ کے کہا جو اس کی بہن ہو کر جس سے ملی نہیں تھی اس کی سگی ہو رہی تھی۔

کہاں آپی وہاں تو ہر کوئی ہی باتیں کرنے کے لیے بیٹھتا اور گرائی ونڈ پہ اگر اسپورٹس گیم کوئی ہی کھیلے یا کچھ اس کو دیکھنے کے لیے بھی پر پڑھنے کے لیے لائی بریری ہوتی ہے آپ کو چاہیے تھا وہاں جاتی اور اگر وہاں فٹبال کوئی ہی گیم کھیلتا اگر اس کی بال اُڑتی ہوئی ہی آپ کو لگتی تب آپ کیا کرتی اور اس بیچارے کو کیا پتا تھا کے جہاں سے وہ گزر رہا ہے وہاں کوئی ہی اپنا اسائی یمنٹ بنا رہا ہے۔ آرزو نے زیاد کی فل سپورٹ کی جس پہ روشنا نے صدمے کی حالت میں اس کو اور ان دونوں کو دیکھا۔

ویل اس بات پہ تو میں آرزو کے ساتھ ہوں۔ زبیر نے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا۔

زبیر بھائی ہی مطلب حد ہے۔ روشنا روٹھے انداز میں بولی۔

پر بھائی ی یہ کیا بات ہوئی ی کے کالج میں راستے میں گزرتے ہوئے

آپ بنا دھیان دی ئی ے کچھ بھی پھینک دو آپی کہہ رہی ہیں کہ وہ

سین ئی یر ہے تو ان کو اپنے سے چھوٹوں کو سمجھانا چاہیے نہ کے خود ایسے

بیہیو کرے۔ عاشر کو روشنا ٹھیک لگی

جب میں نے کہا کہ پانی گرایا تو ڈھیٹ ہو کر کہتا ہے کہ پانی نہیں فریش

جوس تھا۔ روشنا نے آخر میں زیاد کی نکل کرتے کہا۔

ہاہاہا آپی تو جو گرایا وہی بتائے گا نہ۔ آرزو نے اب کی روشنا چڑانے کے

لیے زوردار قہقہہ لگا کر کہا جس پہ عاشر اور زبیر بھی ہنس پڑے روشنا نے

غصے سے ہاتھ میں پکڑی پین اس کی طرف مارنے کے لیے اچھالی جو اس

نے کیچ کر کے ہنس کے بولی

نشانہ اماں سے سیکھے۔

☀☀☀☀☀

اشرف کے چہرے کے نشان ہفتے کے اندر اندر ٹھیک ہو گئے تھے جس سے وہ ہسپتال سے گھر آ گیا تھا اسرار صاحب اور سمایا بیگم کو یہی بتایا تھا کہ اپنے دوست کی طرف تھا جب کی زیادہ سر ے سے اب اس کو پہلے کی طرح نظر انداز کرنے لگا تھا پر یہ ہفتے میں زیادہ اِس کے ساتھ ہی رہا تھا اور رات کے وقت وہ چاروں بھی آ جاتے تھے بقول وقاص کے وہ بور ہو گا اس لیے کمپنی دینے آتے ہیں اور ان سب نے کالج جانا بند کر رکھا تھا سوائے ہمایوں نے کیوں کے ان کے امتحان قریب تھے۔

روشنا نے اپنا اسائی یمنٹ جمع کروالیا تھا دوبارہ لکھ کے اور اس بیچ میں ایاز صاحب نے اس آرزو کو موبائل بھی گفٹ کر لیا تھا جس کو دیکھنے پہ آرزو کو یقین نہیں ہوا تھا پر بعد وہ زور سے اپنے باپ کے گلے لگ کے شکریہ بولتی رہی تھی۔

روشنا پریشانی سے اپنے بیگ میں نوٹس تلاش کر رہی تھی جو اس کو مل نہیں رہے تھے اور وہ تھے بھی اس کے اسٹریکٹ سر فیاض کے

جو انھوں نے سب کلاس کو کاپی کرنے کا کہا تھا جو اب روشنا کے پاس تھے اور آج اس کو واپس کرنے تھے وہ ایسے ہی پریشان بیٹھی تھی جب اس کو یاد آیا کہ وہ اس نے آرزو کی بیگ میں رکھے تھے اور اپنی بیگ میں ڈالنا بھول گئی تھی یہ خیال آتے ہی اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا وہ پاگلوں کی طرح یہاں تلاش کر رہی تھی اور وہ تھے کہاں۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

یار آرزو فزکس اتنا بورنگ سبجیکٹ کیوں ہوتا ہے۔ مہک نے بورڈ پہ ٹیچر کو فزکس کے کچھ سوالات لکھتے دیکھا تو آرزو کے کان کے پاس آکر بولی۔ کیوں کی اس کو سمجھنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور جن کو سمجھ نہیں آتا ان کو بورنگ لگتا ہے۔ آرزو بورڈ پہ لکھے سوال اپنے رجسٹر پہ اتار کر مہک کو کم عقل کہا جو مہک نہیں سمجھ پائی پر اس کی سیٹ کے پاس بیٹھی ردا نے مسکراہٹ دبائی۔

اچھاتو کیا تمہیں سمجھ آیا؟ مہک نے دھیمی آواز میں پوچھا تاکہ ان کی آواز ٹیچر نہ سن پائے۔

کہانہ عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور میرے پاس اتنی عقل نہیں کے میں فزکس جیسا سبجیکٹ سمجھ پاؤں۔ آرزو نے جواب دیا۔

تو غور تو ایسے کر رہی تھی فزکس کی ٹیچر جب سمجھارہی تھی جیسے ساری فزکس کی کتاب سمجھ میں آتی ہو یا یاد ہو۔ مہک نے اس کی بات پہ گھور کے کہا۔

تم نے کبھی پڑھا نہیں یہ کہ

Behave like a fool

Think like a birlliant

میں اس کی مثال ہوں۔ آرزو نے رجسٹر بند کر کے آرام سے مہک کو ہنس کے بتایا جس پہ مہک داد دیتی نظروں سے اس کو دیکھنے لگی تبھی

کلاس میں پیون نے فزکس کی ٹیچر سے اجازت لیکر کلاس کے اندر آکر بولا۔

آرزو ایاز کون ہے؟ پیون نے پوچھنے پہ کچھ منٹ تو وہ گھور کے پیون کو دیکھنے لگی پھر مہک نے جب پیچھے کمر پہ اس کو چٹکی کاٹی تو وہ بُلبلا اٹھی مہک کو گھور کے وہ کھڑی ہوئی ی اور پیون کی طرف دیکھ کر بولی۔

اتنی سی تھی جب سے میں یہاں پڑھتی ہوں اور تب سے آپ کو یہاں کام کرتے دیکھا ہے پر آپ ابھی تک یہ جان نہ پائے کے آرزو ایاز ون اینڈ اونلی اس اسکول میں میں ایک ہی ہوں۔ آرزو بنا ٹیچر کی موجودگی کا سوچے پیون کو ہاتھ سے اشارے سے بتانے لگی کہ وہ کتنی چھوٹی تھی جب سے وہ یہاں پڑھنے آتی ہے اس کی بات پہ کلاس میں دبی دبی ہنسی کی آواز گونجنے لگی۔

کلاس سائی لینٹ پلیز۔ فزکس کی ٹیچر تیز آواز میں بولی

جی تو آپ کو پرنسپل میم اپنی آفس میں بولا رہی ہیں۔ پیون جلدی سے بول کر وہاں سے نکل گیا۔

یہ آج پرنسپل کو میری یاد کیسے آگ ئی۔ آرزو اپنی جگہ پہ بیٹھ کر مہک سے بولی۔

باتیں کم کرو اور جاؤ اس سے پہلے دوبارہ بولا وا آ ئے۔ اس کی بات ردا نے کہا تو وہ سر ہلاتی کلاس سے نکلنے لگی پر کلاس کے دروازے سے ایک قدم ہی باہر نکلی تھی کے دوبارہ کلاس کے کچھ اندر آکر اپنی ٹیچر سے مخاطب ہوئی ی۔

میم وہ پرنسپل بولا رہی ہے میں جاؤ ں۔ آرزو کی بات پہ ردا اور مہک نے اپنے سر پہ زور سے ہاتھ مارا۔

جی بڑی مہربانی ہو گی۔ ٹیچر نے دانت پیستے ہوئے کہا جس پہ آرزو برا منہ بنائے پرنسپل کی آفس میں آئی ی اور اندر آنے کی اجازت لی اجازت مل کر وہ بولی۔

میم آپ نے بولایا تھا۔

ہاں یہ لو اپنی بہن سے بات کرو۔ پرنسپل نے اس کی طرف اپنا فون بڑھا کر کہا جس پہ اس نے ایک نظر فون کو دیکھ کر ان سے لیکر کان سے لگایا۔

آرزو تمہاری بیگ میں میرے ضروری نوٹس رکھے ہیں پلیز وہ میرے کالج لے آؤ میں نہیں آسکتی تم جلدی سے آجاؤ۔ آرزو نے جیسے ہی آپی کہا روشنا کی منت بھری آواز ابھری۔

آپی میں اسکول میں ہوں۔ آرزو نے اس کو یاد کروایا کہ شاید وہ بھول گ ئی ہو۔

جانتی ہوں اور میں نے پرنسپل سے اجازت لی ہے تم بس آجاؤ پھر دوبارہ اسکول آجانا۔ روشنا نے جواب میں کہا۔

آپی آپ کا کالج یہاں سے دور ہے میں اکیلی کیسے آؤں گی۔ آرزو جھنجھلا کے بولی۔

میری پیاری بہن نہیں ہو۔ روشنا نے پیار سے کہا۔

آتی ہوں۔ آرزو نے کہہ کر فون پرنسپل کی طرف بڑھائی ی اور وہاں سے نکلنے لگی دوبارہ کلاس میں آئی ی اپنی چادر پہننے لگی جب مہک بولی کہاں جارہی ہوں؟

جہنم میں۔ آرزو نے بھڑاس نکالی۔

کوئی ی پروبلم ہے؟ ٹیچر نے سوال کیا

نو میم بس مجھے کچھ ٹائی م باہر جانا تھا پرنسپل سے اجازت مل گ ئی ہے۔ آرزو نے کہا۔

باہر کیا کرنے جاؤں گی؟ اس کے کلاس کی ایک لڑکی اپنی دوست کے ساتھ مل کر ہنس کے پوچھا۔

سومل بیہویوئی رسیلف کلاس میں ٹیچر موجود ہے اور آپ اتنی بیہودہ بات کر رہی ہیں۔ ٹیچر نے سخت لہجے میں کہا جس پہ وہ غصہ دبانے لگی۔

کل جب تم گاڑی میں نکل کے یہاں آئی ی تھی نہ اسکول تو اسکول کی گیٹ کے پاس جو پاپڑ بیچنے والا انکل ہوتا ہے نہ کل وہ تمہارا نمبر مانگ رہا

تھا اپنے بیٹے کے لیے شاید تم اس کو پسند آگ ئی ہو بس وہی دینے جا رہی ہوں۔ وہ آرزو ہی کیا جو کسی کی بات کا جواب نہ دے آرزو گہری مسکراہٹ چہرے پہ سجا کے سومل کو جلا کے وہ کلاس سے نکل گ ئی سومل کا چہرہ غصے اور بے عزتی کے احساس سے سرخ ہو گیا تھا وہ اپنی سیٹ سے اٹھ کے ٹیچر سے کچھ غصے میں بولی۔

میم اس کو تو آپ نے کچھ نہیں کہا۔

اگر آپ بولنے کی ہمت رکھتی ہیں تو سننے کی بھی رکھے۔ ٹیچر نے سنجیدگی سے جواب دیا اور فزکس بک کھول کے بیٹھ گ ئی سومل اپنی مٹھیاں زور سے بند کر کے رہ گ ئی۔

انسان ہوں میں بھی اس کے ساتھ ایک لڑکی اور بچی بھی تو ہوں پر آپی کو ذرہ ترس نہ آیا۔ آرزو رکشے والے کو پ ئی سے دیتی کالج کے کچھ قریب آکر خود سے بڑبڑانے لگی وہ خود سے باتیں کرتی آرہی تھی جب

زور سے اس کا کسی سے ٹکراؤ ہوا اس کے ہاتھ میں پکڑے سارے نوٹس نیچے گر گئے اور سامنے والے کا موبائل بھی۔

بس اس کو دور سے دیکھتے رہو گے یا پیار کی کہانی آگے بھی بڑھاؤ گے۔ وقاص اس علیدان کے کندھے پہ اپنا بازوں حمائل کرتا شرارت سے پوچھنے لگا جو لگا جو اپنے ڈپارٹمنٹ کے پاس علیزہ سے ساتھ کھڑی بات کر رہی تھی اور علیدان دور سے بس اس کو دیکھ رہا تھا

ابھی تو بس دیکھتے رہنا ہے۔ علیدان نے مسکرا کے بولا۔

یہ لے۔ وقاص نے اس کے ہاتھ میں ایک پرچی پکڑائی ی۔

یہ کس کا نمبر ہے۔؟ علیدان نے جب پرچی کھول کے دیکھی تو پوچھا۔

تمہاری مس حجابن کا۔ وقاص نے آنکھ ونک کرتے جواب دیا علیدان کے چہرے کی مسکراہٹ گہری ہو گئی وقاص کے منہ سے تمہاری مس حجابن سن کے۔

تمھیں کہاں سے ملا اور کیوں لیا کسی سے اس کی ضرورت نہیں تھی۔علیدان اچانک سے سنجیدہ ہو کے بولا

ضرورت تھی اور ملا نہیں میں نے تلاش کیا کسی سے لیا بھی نہیں سو تم بے فکر رہو۔وقاص نے اس کی پیٹھ تھتھپا کر اس کو ریلیکس کیا۔

سہی پر میں اس نمبر کیا کروں گا۔علیدان نے پوچھا

اس سے بات کرنا اور یہ وہی لڑکی تو نہیں جس کو ہم نے کالج کے فرسٹ ڈے پہ مس گائیڈ کرنے کا سوچا تھا۔وقاص جواب دے کر پر کسی خیال آنے کے بعد پوچھنے لگا۔

وہی ہے۔علیدان ہنس کے بولا۔

ملی بھی تو یہی ملی مطلب اففف علیدان میں کیا کہوں۔وقاص کانوں کا ہاتھ لگاتا بولا جس پہ علیدان نے ایک مکہ اس کے بازوں جھڑ دیا۔

ہر کسی کو میں ملتا ہوں ٹکڑانے کے لیے۔ زیاد جو جلدی میں جا رہا تھا سامنے سے کسی سے ٹکڑ لگنے پہ جب اس کا موبائل نیچے گرا تھا تو وہ اٹھانے کے لیے جھک کے بڑبڑانے بھی لگا اس کی بڑبڑاہٹ آرزو نے سنی تھی جس کا سر زیاد کے سینے پہ لگا تھا اور اب اس کو اپنا سر گھومتا محسوس ہو رہا تھا اس نے اپنا ہاتھ ماتھے پہ رکھا تھا جب سامنے والی کی بڑبڑاہٹ پہ بنا اس کو دیکھے بولی۔

اتنے تم جہان سکندر۔

ایکسکیوز می۔ زیاد موبائل اٹھاتا نا سمجھی سے بولا۔

ہائے اللہ میرا سر توڑ کے رکھ دیا۔ آرزو نے ابھی بھی ویسے ہی کہا۔

اب اتنا بھی نہیں لگا جتنا تم رونا ڈال رہی ہو۔ زیاد گھور کے اس کو دیکھتا بولا جو اسکول یونیفارم میں اس کو بچی لگی۔

تو آپ کیا چاہتے تھے کہ میرا سر پھٹتا خون نکلتا۔ آرزو اب اپنے ہاتھ کمر پہ ٹکائے زیاد کی طرف دیکھ کے بولی۔

میں ایسا کیوں چاہوں گا۔زیاد کو سامنے کھڑی لڑکی دیکھی ہوئی سی لگی پر کہاں اس نے دیکھا تھا یہ یاد نہ آیا تو اس کے چہرے سے نگاہ پھیرتا پوچھنے لگا۔

خیر یہ بات بھی ہے آپ بس میرے نوٹس جو آپ کی وجہ سے گرے ہیں وہ اٹھا کے دے۔ آرزو اس کی بات پہ شانِ بے نیازی سے حکم دیتی بولی اس کا انداز دیکھ کے زیاد عش عش کر اٹھا۔

میری وجہ سے گرتے تو ضرور اٹھا کے دیتا پر غلطی تمہاری اپنی ہے اس لیے خود ہی اٹھاؤ۔زیاد سر جھٹکتا بولا۔

آپ بہت ہینڈسم ہیں اب اس خوشی میں اٹھا کے دے۔ آرزو کچھ پل خاموش رہی پر اس کا چہرہ دیکھ کر معصوم شکل بنا کے بولی جس پہ زیاد اس کی معصومیت پہ یقین کر کے نوٹس اٹھانے لیے جھک گیا اور سارے بکھرے کاغذ گری ہوئی فائل میں ٹھیک سے رکھنے لگا ایسا وہ کیوں کر رہا تھا وجہ وہ خود نہیں جانتا تھا۔

کیا تم اسکول کا راستہ بھول گ ئی ہو۔زیاد فائ ل کی پن زور سے بند کر تا اس سے پوچھنے لگا۔

میں کیا آپ کو اتنی بچی لگ رہی ہوں جو راستہ بھول جاؤں گی سچ کہتے ہیں کہ خوبصورت لوگ عقل سے پیدل ہوتے ہیں۔ آرزو اس کی بات پہ افسوس سے بولی

یہ بات تو میں تمہیں بھی کہہ سکتا ہوں۔زیاد اٹھ کر اس کی طرف فائ ل بڑھا کر بولا جس پہ آرزو سوچ میں پڑ گ ئی کے وہ تعریف سمجھ کے خوش ہو یا عقل سے پیدل ہونے پہ اس پہ غصہ کرے۔

دے مجھے۔ آرزو نے ہاتھ فائ ل پکڑ کے کہا کیوں کی زیاد نے اپنا ہاتھ ہٹایا نہیں تھا آرزو نے کہتے اس کی آنکھوں کو دیکھا تو اس کے دماغ میں کچھ کلک ہوا تو وہ پر جوش آواز میں پوچھنے لگی۔

کیا آپ کا نام زیاد ہے ؟اس کے سوال پہ باہر جاتے زیاد کے قدم رکے تھے پر وہ سرد مہری سے بولا۔

تم سے مطلب۔

مطلب آپ زیاد ہیں میں نے آپ کی بہت برائی سنی ہے۔ آرزو کالج کی گیٹ پہ کھڑے گارڈ کو نوٹس روشنا تک پہچانے کا کہتی خود بھاگ کر زیاد سے چلتے ہوئے بتانے لگی۔

عموماً میں نے آپ کی بہت تعریف سنی ہے یہ جُملا ہوتا ہے۔زیاد رک کر اس کی طرف چہرہ کر کے بولا۔

پر میں نے جو سنا وہی کہوں گی۔ آرزو نے کندھے اچکا کے جواب دیا۔

کہاں سے سنی ہے میری برائی۔زیاد دانت پیس کے پوچھنے لگا۔

میری بہن سے روشنا نام ہے اس کا آپ کو یاد ہو گا ایک دفعہ آپ نے اس کے اسائیمنٹ پہ جوس گرایا تھا۔ آرزو نے یاد کروانے کی خاطر سارا واقع کہہ سنایا۔

اووووو تو تم اس کی بہن ہو۔زیاد کو کجھ پل یاد تو نہ آیا پر جسے ہی ایک چہرہ آنکھوں کے سامنے لہرایا تو وہ آرزو کو دیکھ کے بولا۔

ہاں بلکل۔ آرزو اترا کر بولی۔

اچھی بات ہے اگر اب آپ کی اجازت ہو تو میں جاؤں۔ زیاد نے بڑی مسکین شکل بنا کے پوچھنے لگا جیسے وہ نہ کہے گی تو وہ ہلے گا نہیں اپنی جگہ سے۔

ہاں جائیں۔ آرزو مسکرا کر بولی زیاد گہری نظروں سے اس کا مسکرانا دیکھا پھر سائیڈ سے گزر گیا۔

بدتمیز تو نہیں تھا۔ آرزو زیاد کی پشت دیکھتی خود سے بولی۔

کونسا کام تھا جو یہاں آگئے؟ زیاد کالج کے باہر آ کر سامنے گاڑی سے اُتر کر مینیجر سے بولا جس نے فون پہ کہا تھا کہ ارجنٹ کام ہے۔

سر وہ اس فائل میں آپ کے سائن چاہیے تھے اس لیے یہاں آنا پڑا۔ مینیجر زیاد کو غصے میں دیکھتا جلدی سے وضاحت دیتا بولا۔

دو فائل۔ زیاد نے اس کے ہاتھ سے فائل لی اور ایک نظر ڈال کے سائن کر دی ئے۔ سونیا خانزادہ کا بزنس اب زیاد کی سنبھالتا تھا

انہوں نے اپنی ساری جائیداد زیاد کی پیدائش پہ اس کے نام کر دی تھی جس کا پتا کسی کو نہ تھا زیاد کو بھی یہ بات اپنی دادی کے مرنے کے بعد پتا چلی تھی تب سے وہ اسرار صاحب کا ایک روپیہ بھی استعمال نہیں کرتا تھا۔

اب جاؤ کچھ عرصے بعد میں نے کمپنی جوائن کرنی ہے پر ابھی مجھے کچھ ضروری کام ہیں۔زیاد نے اس کو فائل پکڑاتے کہا وہ دوبارہ کالج جانے لگا جب اس کی نظر آرزو پہ پڑی جو ٹیکسی پہ بیٹھ رہی تھی زیاد اس کو دیکھتا اپنے راستے چل دیا۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

زیاد ایک بات پتا چلی تمہیں؟ وہ سب آج ہماہوں کے گھر تھے کیوں کہ وہ اکیلا رہتا تھا اس لیے کبھی کبھار وہ اس کے گھر میں آجاتے تھے آج بھی ایسا کچھ تھا جب احمد شرارتی نظروں علیدان کو دیکھتا زیاد سے پوچھنے لگا۔

نہیں کونسی بات۔زیاد ہمایوں سے کافی کا مگ لیتالاعلمی کا اظہار کیا جب کی علیدان کو اپنے آس پاس خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہورہی تھی وقاص احمد کی شرارت جان کر اس کا ساتھ دینے لگا۔

علیدان تم نے زیاد کو نہیں بتایا یہ تو بہت پرانی بات ہے نہیں۔وقاص اپنی پوری آنکھیں پھاڑ کے حیرت سا علیدان سے پوچھنے لگا علیدان کو اپنی جان جاتی محسوس ہوئی ی جب زیاد کی سوالیہ نظریں خود پہ دیکھی۔

مجھے بھی نہیں پتا کیا بات ہے؟ہمایوں ایک سینٹر صوفے پہ بیٹھا پوچھنے لگا۔

نہیں خاص ہے بھی نہیں تم لوگ تو جانتے ہو ان دونوں کو بہانا چاہیے ہوتا ہے ڈراما کرنے کا۔علیدان مصنوعی مسکراہٹ سے زیاد اور ہمایوں سے بولا جب کی اس بیچ ان دونوں کو گھوری سے نوازنہ نہیں بھولا تھا۔

پھر بھی کیا بات ہے۔زیاد کافی پیتا ساتھ میں سوال کرنے لگا۔

وہ دراصل

بات یہ ہے کے علیدان جو ہے اپنے باپ کے ساتھ بزنس جائے گا جب ایکزیمز کے بعد چھٹیاں ہو گی۔ اس سے پہلے علیدان اپنا بھانڈا خود ہی پھوڑتا احمد اس کی بات کاٹ کے بولا جس پہ علیدان نے شکر کا سانس لیا پر ان سے بدل لینے کا عہد خود سے کر دیا تھا۔

اچھی بات ہے۔ زیاد سنجیدگی بولا۔

آل دے بیسٹ علیدان آخر کو ایک مہینے بعد تمہاری ہر ایک حرکات پہ کڑی نظر ہو گی تمہارے باپ کی۔ ہمایوں نے ہنس کے علیدان سے بولا جب کی وقاص اور احمد اپنے ہاتھ پہ ہاتھ مارتے قہقہہ لگا رہے تھے علیدان کی شکل دیکھ کر جس پہ علیدان بس ضبط کرتا رہ گیا۔

یہ تم دونوں کو اتنی ہنسی کیوں آرہی ہے؟ زیاد جو پانچ منٹ سے ان کو ہنستا دیکھ رہا تھا آخر کو پوچھ ہی لیا۔

نہیں بس ایسے ہی۔ وہ دونوں گڑبڑا کہ سیدھے ہو کر بولے

روشنا صبح اٹھ کر فجر کی نماز کے بعد اپنا موبائل لیا تو اس پہ انون نمبر پہ کچھ منٹ پہلے کا مسیج تھا پہلے سوچا انون ہے ڈیلیٹ کر دے پھر سوچا پڑھنے میں کیا ہے وہ ان بوکس میں آکر مسیج دیکھنے لگی۔

جیسے پھولوں میں سے ایک پھول کو گلاب کہتے ہیں ویسے ہی ایک حسین صبح کی امید میں ہم آپ کو آداب کہتے ہیں۔

صبح بخیر 🌹

روشنا الجھ کے بار بار ایک مسیج پڑھنے لگی پھر موبائل بیڈ پہ اچھالتی کالج کی تیاری کرنے لگی۔

یہ تم کیا کر رہی ہو؟ روشنا آدھے گھنٹے بعد جب آرزو کے کمرے میں آئی تو حیرت سے پوچھنے لگی جو اسکول یونیفارم میں بلکل تیار تھی بیگ بھی بیڈ پہ رکھا تھا پر ڈوپٹہ الماری پہ لٹک رہا تھا اور وہ خود اپنے بازوں میں کچھ لکھنے میں مصروف تھی۔

وہ آپی آج فزکس کا ٹیسٹ ہے۔ آرزو بنا دیکھے جواب دینے لگی۔

توں۔ روشنا کو سمجھ نہ آیا۔

توں کیا آپی فزکس کا ٹیسٹ ہے آج اور مجھے کچھ فزکس کے پروبلم اور فارمولاز یاد نہیں ہو رہے تھے اس لیے میں سب پروبلمز کے فامولاز اپنے دونوں آرمز پہ لکھ رہی ہوں۔ آرزو نے اپنی عقلمندی کا ثبوت دیا جب کی روشنا کا منہ پورا کا پورا کھل گیا آرزو کا جواب سن کر اور اس کو حیرت سے دیکھنے لگی جواب اپنی کاروائی ی سے مطمئن سلیوس کا بٹن بند کر رہی تھی۔

تم چیٹنگ کروں گی۔ روشنا نے کافی ٹائم بعد پوچھا۔

نہیں توتوبہ توبہ کیسی بات کر رہی ہیں۔ آرزو بیگ کندھوں پہ ڈالے اب چادر پہن رہی جب روشنا کی بات پہ کانوں پہ ہاتھ لگا کے بولی۔

توں لکھا کیوں ہیں پسند ہیں کیا اس کے فارمولاز۔ روشنا نے طنزیہ پوچھا۔

وہ تو بس یہ فارمولاز ہے باقی تو سب مجھے یاد ہے اور اگر میں یہ دیکھ لوں گی تو کونسا بڑی بات ہے اتنا سب تو ہر کوئی ی کرتا ہے۔ آرزو نے آرام سے اپنا لوجک بتایا۔

مجھ سے کہا ہوتا میں ٹھیک سے تیاری کروا لیتی۔ روشنا نے تاسف سے کہا۔

اچھے سے تیاری کی ہے میں نے اور آپ گھر کے کاموں میں اپنی پڑھائی ی میں بزی ہوتی ہیں اس لیے میں نے نہیں کہا پر عاشر نے مدد کی تھی یہ مشورہ بھی اس نے دیا ہے۔ آرزو نے ایک اور بم پھوڑا۔

عاشر نے ؟روشنا اور بے یقین ہوئی ی۔

ہاں نہ میں تو قائی ل ہی ہو گ ئی عاشر کی عقلمندی پہ۔ آرزو نے مزے سے بتایا۔

میں مانوں ہی نہ عاشر خود اتنی محنت کرتا ہے اور وہ تمہیں چیٹنگ کا مشورہ دے گا بلکل نہیں۔ روشنا نے آرزو کی طرف دیکھ کے کہا۔

نہ مانے پر آرزو کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔ آرزو منہ بنا کے بولی۔
اب میں نے تمہیں جھوٹا بھی نہیں کہا۔روشنا اس کو گھور کے بولی۔
چھوڑے یہ بتائیں آپ چلے گی میں تو نکل رہی ہوں آج ٹیسٹ جلدی ہو گا۔ آرزو نے پوچھا۔
میں تو آج عاشر کے ساتھ بائیک پہ آؤں گی اس کا اور میرا کالج ایک راستے پہ ہے تو سوچا آج اس کے ساتھ جاؤں۔ روشنا نے بتایا۔
اوکے خدا حافظ۔ آرزو اس کے گال پہ کس کرتی کمرے سے نکل گئی۔
پاگل۔ روشنا اپنے گال پہ ہاتھ رکھتی ہنس کے بولی اور نصرت بیگم کی طرف پہلے جانے کا سوچا اس لیے اپنی کتابیں اٹھائی اور وہاں گئی۔
اسلام علیکم خالا۔روشنا نے پہنچ کر سلام کیا
وعلیکم اسلام کیسی ہو۔ نصرت بیگم اس کو گلے لگائے حال چال پوچھنے لگی۔

میں ٹھیک ہوں عاشر کے ساتھ آج کالج جانا تھا وہ نکل تو نہیں گیا

نہ۔روشنا نے مسکرا کر جواب دے کر پوچھا۔

نہیں اپنے کمرے میں ہی ابھی جائے گا شاید۔نصرت بیگم نے بتایا۔

اچھا تو میں اس کو بتاؤں۔روشنا ان سے کہتی عاشر کے کمرے کی طرف

بڑھی۔

ایک تو تم اور آرزو اسکول یونیفارم میں بھی بہت پیارے لگتے ہو۔روشنا

عاشر کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے عاشر کو دیکھتے بولی جو وائی ٹ

شرٹ بلیو پینٹ کالج یونفارم میں تھا اور اب مرر کے سامنے اپنے بال

سیٹ کر رہا تھا۔

ارے آپی آپ آئے۔عاشر روشنا کی آواز سنتا پیچھے مڑ کر اس کو اندر

آنے کا کہنے لگا۔

ہاں مجھے آج تم کالج تک چھوڑنا ہمیشہ آرزو کو بائی یک کی سیر کرواتے

ہو۔روشنا بیڈ پہ بیٹھتی مسکرا کر بولی۔

ضرور آپی کیوں نہیں۔ عاشر اس کی بات پہ ہنس دیا۔

آرزو بتا رہی تھی تم نے اس کو کوئی مشورہ دیا تھا۔ روشنا اس کے چہرے کے تاثرات دیکھتی بولی۔

آرزو پوری دنیا کو مشورہ دینے کی صلاحیت رکھتی ہے بقول اس کے وہ عقلمند ہے اس کے علاوہ کوئی نہیں آپ کو لگتا ہے وہ مجھ سے مشورہ لیگی یا اگر میں دوں تو وہ عمل کرے گی۔ عاشر ریک سے اپنے شوز نکالتا سر نفعی میں ہلا کے بتانے لگا۔

وہ بتا رہی تھی کہ تم نے اس کو کہا تھا کہ اپنے بازوں پہ فزکس کے پروبلمز کے فارمولاز لکھے پھر اس پہ دیکھ کر وہ ٹیسٹ دے۔ روشنا اس کو جانچنے والے انداز میں بولی عاشر اس کی بات پہ پہلے حیران ہوا پھر جب کل کا واقع یاد آیا تو اس نے اپنے سر پہ ہاتھ مار دیا۔

وہ آپی میں نے مشورہ نہیں دیا تھا اس نے اتنا تنگ کیا کل کے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا اس کو تو میں نے تنگ آکر کہہ دیا تھا عاشر کہہ کر کل کے بارے میں سوچنے لگا جب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ باہر تھا۔

کیا ہے کیوں کال کی ہے آرزو خالو نے تمہیں موبائل لیکر دے کہ میرے جان عذاب کر دی ہے۔عاشر جو اپنے دوستوں کے ساتھ کمبائی ن اسٹڈی کر رہا تھا آرزو کے بار بار کال کرنے پہ ان سے الگ ہو تا ایک سائی یڈ پہ کال اٹھاتا کوفت سے بولنے لگا۔

آرام سے آرام سے اتنا چڑ کیوں رہے ہو۔آرزو اپنا ہاتھ ہونٹوں کہ پاس رکھتی عاشر کا غصہ ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

میری یاد کیوں ستائی ی تمہیں وہ بتاؤ۔عاشر گہری سانس لیتا پوچھنے لگا۔

کل نہ میرا ٹیسٹ ہے ہو بھی فزکس کا۔آرزو نے پریشانی سے بتایا۔

تو اس کی تیاری کرو نہ مجھے کیوں کال کی ہے۔عاشر دانت پیستا بولا۔

تم مدد کر دو نہ مجھے مشکل ہو رہی ہے آپی کو کہہ نہیں سکتی اس کے اپنے ہی بہت سارے کام ہوتے ہیں۔ آرزو مسکین لہجے میں بولی۔

شام کو آکر سمجھاؤں گا جو کہوں گی۔ عاشر کچھ نرمی سے بولا۔

شام کو نہیں ابھی۔ آرزو نے اپنی بات پہ زور دے کر کہا۔

ابھی میں اپنا پڑھ رہا ہوں اور میں گھر نہیں جو تمہیں بتا پاؤں گا کچھ۔ عاشر اپنا ایک ہاتھ بالوں میں ڈال کے بولا اس کا دل کر رہا تھا اپنے بال نوچ ڈالے۔

گھر نہیں ہو پتا ہے کمبائن اسٹڈی کر رہے ہو پر بس تم آدھے گھنٹہ مجھے دو اپنا اور گھر آنے کی بھی کیا ضرورت تم فون پہ ہی سمجھا دو۔ آرزو نے اپنے لہجے کو اور مسکین بنایا۔

آرزو ابھی ممکن نہیں میں ٹھیک سے نہیں بتا پاؤں گا بات کو سمجھو اور میں گھر بھی نہیں آسکتا شام تک کا صبر کرو۔ عاشر یہاں وہاں چکر لگاتا بول رہا تھا۔

تو تم نہیں سمجھا رہے سہی ہے اگر میرا بھائی ہوتا

اوو پلیز آرزو اب یہ تقریر شروع مت کر دینا۔ عاشر نے اس کی بات بیچ میں ہی ٹوک دی۔

تو تم سمجھا رہے ہو۔ آرزو زبان دانتو تلے دبا کے پوچھنے لگی۔

ہاں میرا اور کام کیا ہے تمہارے حکم کی پیروی کرنے کے علاوہ اس لیے بھائی ی نہیں تمہارا اللہ کو پتا تھا نہ تم اس کو پاگل کر دو گی۔ عاشر نے آرزو کی بات پہ کہا۔

اب ایسا بھی نہیں ہاں پر اللہ نے تمہیں بہن نہیں دی اللہ جانتا تھا نہ تم نے اس کی قدر نہیں کرنی۔ آرزو نے حساب بے باک کیا۔

اب بتاؤں کیا سمجھانا ہے تمہیں فزکس میں۔ عاشر نے بات بدلنے میں عافیت جانی۔

تمہیں پھر بھی اس کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا اب تو وہ ہر بار ایسا ہی کرے گی۔روشنا اس کی ساری بات سن کے بولی جس پہ عاشر نے شرمندگی سے سر جھکا دیا۔

اچھا اب شرمندہ نہ ہو تیار ہو تو چلیں۔روشنا اٹھ کے بولی۔

جی میں بھی تیار ہوں آئے۔عاشر نے کہا پھر وہ دونوں ساتھ نکل گ ئ ے۔

زیاد کالج کے لیے تیار ہو کر جا رہا تھا باقی سب ناشتہ کر رہے تھے جب ماہی بیگم جو ڈائی ینگ ٹیبل پہ جوش رکھ رہی تھی اس کو بغیر ناشتہ کیے جاتا دیکھا تو آواز دے کر روکا۔

زیاد ناشتہ کر لوں۔

راستے میں کر لوں گا چچی ابھی نہیں۔زیاد نے سہولت سے انکار کیا جب کی چاروں بچوں کے ساتھ ساتھ اسرار صاحب اور ابرار صاحب بھی

اس کو دیکھ رہے تھے جو ریڈ شرٹ کے ساتھ بلیو پینٹ میں تھا بال بے ترتیب سے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے۔

یہاں آؤ۔اب کی وہ کچھ برہم ہوئی تو ناچار زیاد کو آنا پڑا جس پہ سمایا بیگم نے گہری سانس لی۔

بائی یک کا کیا تم نے۔زیاد نے ابھی بریڈ ہی کھای تھا جب اسرار صاحب نے سنجیدہ آواز اس کے کانوں میں پڑی پراٹھا کھاتے اشرف کا نوالا گلے میں اٹک گیا تھا جب کی زارون عینی کشمالا تیار ہو گ ئ ے ان کی بحث سننے کے لیے ابرار صاحب لا تعلق سے اپنے ناشتے میں لگے رہے سمایا بیگم نے کوفت سے سر جھٹکا۔

کچھ کرنا تھا کیا؟زیاد نے الٹا ان سے سوال کرنے لگا۔

سات سال سے جہاں میں نے اس کو کھڑا کیا تھا وہی تھی پر اب وہ نہیں ہے کہاں گ ئ ی وہ پوچھ رہا ہوں اگر اپنے باپ کو بتاؤ گے تو تمہاری شان میں کمی نہیں آجائے گی۔اسرار صاحب خود پہ کنٹرول کرنے کہ باوجود

غصے سے پوچھنے لگے۔ماہی بیگم انے اس وقت کو کوسا جب زیاد کو آواز دی جو سکون سے جا رہا تھا ان کو شرمندگی ہونے لگی زیاد کا سرخ چہرہ دیکھ کر۔زیاد نے ایک نظر اشرف کو دیکھا جس کا چہرہ ڈر کے مارے فق ہو گیا تھا۔

آپ نے جہاں رکھی تھی اب وہ وہاں نہیں تو مجھے کیا پتا آپ نے اس کو میرے نام رجسٹرڈ کروائی پر آپ یہ جانتے ہیں کہ وہ میں نے کبھی استعمال نہیں کی اور نہ ہی اس کو غلطی سے بھی چھ کیا تھا پھر آپ مجھ سے سوال کیوں کر رہے ہیں۔زیاد نے کھانے کی ٹیبل پہ اپنا ہاتھ زور سے مار کے سوال کیا جس سے سب نے زیاد کا غصے بھرا چہرہ دیکھا۔

آرام سے بات کرنا سیکھو زیاد ہر وقت غصہ نہیں کیا کرو تم بڑے ہو اگر تم ایسا کرو گے تو یہ کیا سیکھے گے۔ابرار صاحب نے نرمی سے زارون کشمالا اور اشرف عینی کی طرف اشارہ کر کے کہا

توں آپ اپنے بھائی کو یہ بات سمجھائے نہ ان کے سامنے بات نہ کیا کرے کوئی مجھ پہ نظر پڑتی نہیں ان کی کے شروع ہو جاتے ہیں۔زیاد اپنی جگہ سے اٹھ کے بولا۔

میں تو تنگ ہوں اس روز روز کی چک چک سے۔سمایا بیگم منہ کے زاویے بگاڑ کے بولی

اور میں آپ سے تنگ ہوں اب سے نہیں پورے بیس سالوں سے۔زیاد سرد لہجے میں کہتا وہاں سے نکل گیا۔

شادی کروا دے زیاد کی کیا پتا ٹھیک ہو جائے۔ابرار صاحب نے سر تھامے کے بیٹھے اسرار صاحب کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔

کون کرے گی لڑکی شادی زیاد سے جو بس غصہ کرنا جانتا ہے جو ہر ایک پہ طنزیہ کرنا اپنا اولین فرض سمجھتا ہے آپ کو لگتا ہے وہ گزارا کر لے گی۔اسرار صاحب نے حقیقت ان کے سامنے کی۔

بھائی ی سے تو کوئی ی بھی لڑکی شادی اور گزارا کر لے گی آپ یہ سوچے کہ بھائی ی مانتے ہیں یا نہیں۔زارون اپنے ہاتھ نیپکن سے صاف کرتا بولا۔

نہ بھی مانے نور جہاں اس کو منا لے گی اس کی ہر بات مانتا جو ہے پہلے اس کا دماغ کم خراب تھا جو وہاں سے آیا ہے تو اور اپنا غصہ دیکھا رہا ہے۔سمایا بیگم اکتاہٹ سے کہتے وہاں سے نکل گ ئی تھی۔

ویسے بات بھابھی نے پہلے والی سچ کہی ہے زیاد بہت مانتا ہے نور جہاں کی۔ابرار صاحب سمایا بیگم کے جانے کے بعد بولے۔

وہ سونی کی وفات کے بعد کراچی ہی نہیں آئی ی تمہیں لگتا ہے ابرار وہ ہمارے کہنے پہ زیاد کو شادی کے لیے رضامند کرے گی۔اسرار صاحب تھکن زدہ لہجے میں بولے۔

بات کرنے میں کیا جاتا ہے۔ابرار صاحب اپنی بات پہ قائ م رہے۔

ویسے مانتے تو وہ چچی جان کی بھی ہیں۔عینی اپنے کان میں پہنے ای ئی رنگ کو انگلی سے گول گھماتی بولی۔

میں بات کر کے دیکھوں گی۔سب نظریں خود پہ محسوس کرتے ماہی بیگم کہہ کے نکل گ ئی ان کے جواب پہ اسرار صاحب نے سکون بھرا سانس لیا۔

روشنا اپنے ڈپارٹمنٹ آکر سیدھے اپنی جگہ پہ بیگ رکھا تھا تو اپنی سیٹ پہ ایک چٹ چپکی دیکھی اس نے ایک چور نظر کلاس میں ڈالی جو خوش گپوں میں مصروف تھے اور کچھ پڑھنے میں روشنا اپنی جگہ بیٹھتی اس چٹ کو سیٹ سے نکال کے اپنی مٹھی میں قید کیا کسی کا خود پہ دھیان نہ پا کر اس نے وہ چٹ کھولی جو چھوٹی سی تھی گلابی رنگ کی۔

دے کے دل ہاتھ تیرے اپنے ہاتھ

ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں

روشنا کو اپنے دل کی دھڑکن کانوں میں گونجتی محسوس ہوئی ی اس نے
بے ساختہ تھوگ نگلا صبح تو وہ نظر انداز کر بیٹھی تھی پر اب اس کو ڈر
محسوس ہوا اس نے جلدی سے وہ کاغذ کا ٹکڑا مروڑا اور اٹھ کے ڈسٹ بن
میں پھینک دیا اور واپس اپنی جگہ پہ بیٹھ گ ئی اس کی ٹانگیں کانپ رہی
تھی ایسا اس کے ساتھ پہلے کبھی ہوا جو نہیں تھا۔

کیا ہوا پریشان دیکھ رہی ہوں۔ وہ ایسے مسیج اور چٹ کا سوچ رہی تھی
جب برابر والی سیٹ پہ علیزہ آکر بیٹھی اور اس دیکھ کر سوال کرنے لگی۔

نہیں میں ٹھیک ہوں۔ روشنا خود کو کمپوز کر کے بولی

اچھا لگ تو نہیں رہی ماتھے پہ بھی پسینہ ہے فروری کا مہینہ میں بھی۔ علیزہ
ہنس کے بولی اس کی بات پہ روشنا نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھا جہاں ننھی
ننھی بوندیں اس کو اپنے ہاتھ میں محسوس ہوئی ی۔

زیاد آر یو اوکے؟ علید ان پریشانی سے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگا۔

یس ایم اوکے۔ زیاد گہرے سانس بھرتے بولا

تمہیں اندازہ ہے جس رفتار سے تم گاڑی چلا کر یہاں آئے ہو اگر ایک بھی گاڑی کسی کی تمہارے سامنے آتی نہ تو تم اس وقت زندہ نہ ہوتے۔ ہمایوں نے غصے سے اس کی طرف دیکھ کے کہا جو خاموش بیٹھا تھا۔

کیا ہو رہا ہے زیاد بابو کچھ غصے میں ہیں۔ سب خاموش سے تھے جب گرائی ونڈ میں زاویار اور اس کے دوست ان سب کو دیکھ کر یہاں آکر بولنے لگے۔

اگر ابھی تم چاہتے ہو کہ تمہارے چہرہ کا نقشہ نہ بگڑے تو دفع ہو جاؤ۔ احمد گھور کر زاویار سے کہا جو شیطانی مسکراہٹ سے زیاد کو دیکھ رہا تھا۔

کیوں ہمارے ہاتھ میں کونسا چوڑیاں ہے جو تم لوگوں کو ہم بخشے دینگے۔ ماہر تیز آواز میں بولا اس کی بات پہ زیاد نے اپنا سر اٹھا کے ان کی جانب دیکھا تھا جو قطار میں ایک ساتھ تھے۔

میرا دل چاہ رہا ہے میں اپنا غصہ تم لوگوں پہ اُتاروں۔زیاد کھڑا ہوتا ان کے روبرو آکر بولا۔

اتنا غرور اچھا نہیں ہوتا مسٹر زیاد۔شان اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا بولا زیاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کے جھٹکا دے کر اس کی پیٹھ اپنے قریب کر کے اس کا بازوں مروڑ ڈالا یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کے وہ سب سمجھ ہی نہیں پائے تھے۔

آآ جھنگلی چھوڑو میرا ہاتھ۔شان درد سے تڑپ کے بولا زاویار نے جلدی سے آگے بھر کے شان کو اس کی فولادی گرفت سے نکالا جب وہ چاروں علیدان احمد ہمایوں وقاص تماشائی کا رول ادا کر رہے تھے۔

دماغ سیٹ ہے تمہارا۔زاویار اس کے مقابل کھڑا ہوتا چیخ کے بولا جب کی زیاد خاموش سا تھا وہ بنا کچھ کہے واپس مڑنے لگا جب زاویار نے اس کی شرٹ کے کالر کو پکڑا اس کی حرکت پہ زیاد نے اپنی ٹانگ اس کے ٹانگ میں الجھا کر نیچے گرا دیا زیاد جانے کے لیے مڑا تو زاویار نے ویسے ہی نیچے

گرے اپنی ٹانگ زیاد کے پیر کے سامنے کی جس پہ زیاد اس کی ٹانگ کے اپر اپنا پیر رکھ دیاز اویار کی چیخ بے ساختہ تھی ماہر نے اپنے بیگ سے ایک چاکو نما شے نکالی اور زیاد کے پیٹھ کی طرف اچھالی جو زیاد کو زور سے لگی تھی وہ ایسی چیزیں رکھتے ہی زیاد کی وجہ سے تھے تاکہ موقع ملنے پہ وار کر سکے اور آج موقع بھی ملا تھا اور وار بھی ضائع نہیں ہوا تھا وہ چاروں جو آرام سے کھڑے تھے جلدی سے زیاد کی طرف بڑھے تھے۔

زیاد تم ٹھیک ہو۔ وقاص کے سوال پہ زیاد نے گھور کے اس کو دیکھا اور ان سے کچھ دور ہوتا اپنا ہاتھ پیٹھ کی طرف لیجانے لگا اس کے ایسے کرنے پہ سب کی نظر اس پہ جگہ پہ پڑی جہاں چاکو ابھی بھی زیاد کی پیٹھ پہ لگا ہوا تھا ہمایوں جلدی سے اپنا ہاتھ اس چاقو پہ رکھ کے آرام سے نکالا جس پہ زیاد نے اپنے لب بھینچ لیے پر علیدان اور احمد تو بنا کچھ کہے شان کو مارنے بھاگے تھے جس پہ شان اور اسفند بھی روکنے کے چکر میں عجیب بوکسنگ

کرنے کا ماحول بنا گیا جہاں سب اپنے ڈپارٹمنٹ میں کلاسیس اٹینڈ کر رہے تھے وہاں یہ سب یہاں لڑنے میں بزی تھے۔

تم پانی پیو۔ وقاص نے پانی کی بوتل اس کو دینی چاہیے جس کو اس نے جھٹک دیا زیاد کو اپنی پیٹھ جلتی محسوس ہو رہی تھی پر وہ ضبط کیے کھڑا رہا ضبط کب ٹوٹا جب زاویار اٹھ کے طنزیہ بولا۔

یہ جو تم غرور لیکر گھومتے ہو نہ جچتا نہیں کیوں کی تم ایک بھاگی ہوئی عورت کے بیٹے ہو۔ اس کی بات پہ زیاد اپنا درد بھلائے اس کو مارنے کے لیے بڑھا توں جانتا کیا ہے میری ماں کے بارے میں جو بکواس کر رہا ہے زیاد اس کو گلے سے پکڑ کر در پہ مکے مار کے بولا ہمایوں اس کو روکنے کے لیے بڑھ رہا تھا جب وقاص نے اس کو روک دیا۔

چ چھ چھوڑ مجھ مجھے۔ زاویار اس کا ہاتھ اپنے گلے سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہانپ کے بولا اس کا سانس رک رہا تھا پر زیاد پہ تو جسے کوئی ہی جنون سوار ہو گیا وہ بنا رکے اس کو مارے جا رہا تھا زاویار نڈھال ہوتا نیچھے بیٹھ

گیا تھا جب زیاد پھر بھی بنار کے اس کے پیٹ پہ لاتوں کی برسات کرنے لگا بات بڑھتی دیکھ کر وقاص فورن سے آگے بڑھا تھا تب علیدان اور احمد بھی شان اسفند کو چھوڑے اس کی طرف آئے تھے جب کی ماہر فورن سے ایڈمن کے آفس چلا گیا تھا۔

زیاد چھوڑا اسے۔علیدان اس کو پیچھے کرتا بولا

میں جان سے ماردوں گا اسے یہ ہے کون جو میری ماں کے بارے میں بکواس کر رہا ہے۔زیاد علیدان کو ہٹائے اپنا بھاری پیر زاویار کے منہ پہ مار کر وحشت بھرے انداز میں چلانے لگا جب کی زاویار خون کی اُلٹی کرتا بیھوش ہو گیا تھا۔

چھوڑے اسے آپ چلے آفس میں۔دو تین پروفسر اور گارڈ وہاں آکر ان سب کو بولنے لگے۔

زاویار کو ہوسپٹل لے جاؤ۔ پروفیسر منہاز سنجیدگی سے بولے جس پہ گارڈ نے فورن سے تکمیل کی اور ایک آدمی کے ساتھ زاویار کو لے گئے جب کی وہ سب آج پھر ایڈمن کی آفس میں تھے۔

میں کیا کہوں تم سب کو۔ ایڈمن وقار ان سب کو دیکھ کے بولے۔

سر ابھی آپ کچھ نہ بولے زیاد کو مرہم پٹی کی ضرورت ہے اس کی پیٹھ پہ گہرا زخم ہے۔ وقاص ان کی بات پہ فورن سے بولا اس کی بات پہ انہوں نے پہلے اس کو گھورا پھر زیاد کو دیکھا جس کے بال پورے بکھرے ہوئے تھے شرٹ کے اپری بٹن ٹوٹے ہوئے تھے اور چہرے کا رنگ پہنی ہوئی شرٹ سے زیادہ لال ہوا پڑا تھا۔

اس دفعہ تم لوگوں نے حد ہی کر دی اور تم سب کو ہفتہ بھر کے لیے نہیں پورے سال کے لیے خارج کیا جاتا ہے آپ سب کے والدین کو ہم فون کر دینگے پر مزید ہم تم لوگوں کی وجہ سے اپنے کالج کا نظام خراب نہیں

کرینگے تم لوگوں کا یہ آخری سال تھا اس کالج پر تم سب نے کیا کیا۔ ایڈمن وقار سخت لہجے میں ان کو اپنا فیصلا سنانے لگے۔

آپ مجھے نکال دے پر میرے دوستو کو نہیں۔ زیاد سرد پن سے بولا۔

اب فیصلا ہو چکا ہے بچے نہیں ہو تم سب۔ ایڈمن وقار تاسف سے اس کو دیکھ کے بولے۔

میرا بیٹا کیسا اب ؟ عمران فاروق۔ پریشانی سے ڈاکٹر سے پوچھنے لگے ان کو جیسے ہی اطلاع ملی تھی وہ فورن سے یہاں آگئ ے تھے زاویار کو دیکھنے۔

ان کو بہت برے طریقے سے مارا پیٹا گیا ہے ابھی ان I.C.U میں شفٹ کیا گیا ہے اللہ بہتر کرے گا۔ ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں بولے۔

جو ان کو لیکر آئے تھے وہ اب کہاں ہیں۔ عمران صاحب ان کی بات سن کے بولے۔

وہ تو شاید کالج کے پروفیسر اور ایک گارڈ تھا جن کو گئے ہوئے آدھا گھنٹہ ہو گیا ہے۔ڈاکٹر نے سوچ کے بتایا۔ڈاکٹر کی بات سن کے وہ ان کی کیبن سے نکل کر باہر آئے تھے جہاں اب ماہر شان اور اسفند بھی کھڑے تھے۔

تم سب کو بھی اب علاج کی ضرورت ہے۔عمران صاحب ان کے سوجھے منہ دیکھ کے بولے۔

انکل وہ

ابھی میں کچھ نہیں سننا چاہتا۔ماہر کچھ بولنے والا تھا جب انہوں نے ٹوک دیا۔

آپ کسی میل نرس کو کہے وہ میری پٹی کرے۔زیاد کو وہ لوگ کالج کے قریب کلنک پہ لائے تھے جب روم میں فیمیل نرس اس کی پٹی کا سامان

لائی ی توزیاد اس سے کہا جس پہ وہ سب پہ ایک نظر ڈالے سر ہلاتی وہاں سے نکل گ ئی۔

کرنے دیتے اس کو ہی پٹی شرمانے کی کیا بات تھی۔وقاص ماحول میں چھائی ی سنجیدگی ختم کرنے کے غرض سے شوخ لہجے میں بولا۔

کیوں کرنے دیتا خوامخواہ زیاد کی گوری پیٹھ وہ دیکھتی جو آج تک ہم نے نہیں دیکھی۔احمد بھی وقاص کا ساتھ دیتا مصنوعی قہقہقہ لگا کر بولا۔

کین یو پلیز شٹ اپ۔زیاد سرخ آنکھوں سے ان کی طرف دیکھ کے بولا جس سے وہ خاموش ہو گ ئے۔

آپ لوگ باہر جائے ہمیں ان کی پٹی کرنی ہے۔ڈاکٹر کے ساتھ نرس آ کر ان چاروں کو دیکھ کے بولا۔

پٹی ہی تو کرنی ہے کونسا آپریشن کرنا ہے جو ہم جائے۔وقاص ڈاکٹر کی بات پہ منہ بنائے بولا جس پہ علیدان گھسیٹ کر اس کو باہر کی طرف لیجانے لگا احمد اور ہمایوں بھی اس کے پیچھے نکل گ ئے۔

زخم کافی گہرا ہے پانی سے احتیاط کیجئے گا۔ ڈاکٹر نے اس کی پیٹھ پہ زخم دیکھ کے کہا جہاں نرس اس کی ابھی صفائی کر رہا تھا اور وہ وائٹ شرٹ تھا۔

ہمم۔ زیاد نے ہمم کہنے پہ اکتفا کیا۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

زیاد گھر پہ ہے۔ اسرار صاحب آفس سے گھر آ کر ملازم سے پوچھنے لگے۔

جی صاحب وہ اپنے دوستو کے ساتھ آئے تھے ہیں وہ اپنے کمرے میں پر ان کے دوست جا چکے ہیں۔ شبیر نے جواب دیا۔

سہی میں اس کے کمرے میں جا رہا ہوں کوئی بھی زیاد کے کمرے کے آس پاس نہ بھٹکے۔ اسرار صاحب سنجیدگی سے کہتے اُپر کی جانب بڑھنے لگے زیاد کے کمرے کا دروازہ نوک کیا تو کوئی آواز نہیں آئی تو وہ اندر آگئے جہاں گیلری کے پار زیاد اپنی پیٹھ کے زخم سے لاپرواہ پنچنگ بیگ پہ مکے برسا رہا تھا

زیاد بس کرو۔ اسرار صاحب تیز آواز میں زیاد سے بولے جو پورا پسینے سے بھیگا ہوا تھا ان کی بات پہ زیاد اور زور سے پنچگ بیگ پہ مکے مارنے لگا۔

اپنی ماں کے لیے ہی بس کر دو۔ اس کو اپنی بات نہ مانتا دیکھ کر اس کو اس کی ماں کا واسطہ دینے لگے زیاد کا بڑھتا ہاتھ ہوا میں معلق ہو گیا تھا اس نے ایک طنزیہ نظر اپنے باپ پہ ڈالی اور کمرے میں آ گیا۔

کیوں خود کو تکلیف دے رہے ہو؟ اسرار صاحب نے بے بس ہو کے پوچھا زیاد کچھ نہیں بولا بس تولیہ اٹھا کر اپنا پسینہ صاف کرنے لگا اس کو محسوس ہو رہا تھا اس کی پیٹھ پہ لگے ٹانکے کُھل گئے تھے اپنی ہی بے احتیاطی کی وجہ سے پر اس نے دھیان نہیں دیا۔

میں تم سے بات کر رہا ہوں زیاد۔ اسرار صاحب اس کو خاموش دیکھ کے پھر سے کہنے لگے۔

آپ کی خود غرضی کی وجہ سے میری معصوم ماں کو سب بھاگی ہوئی ی عورت کہتے ہیں ان کے ساتھ آپ کی وجہ سے کتنا بڑا حادثہ ہو گیا یہ کوئی ی نہیں جانتا اور ایک آپ ہے جو اتنے پر سکون ہے۔زیاد کاٹ دار لہجے میں ان کی طرف دیکھ کے بولا۔

تمہیں کالج میں وہ نہیں کرنا چاہیے تھا جو کر کے آئے ہو۔اسرار صاحب کو شرمندگی تو ہوئی ی زیاد کی بات پہ پر وہ خود پہ قابو پا کے بس یہی بول پائے۔

آپ کو ڈر نہیں لگتا ایک بیٹی کے باپ ہیں اگر کل کو اس شوہر

چٹاخ

زیاد کی بات بیچ میں ہی اسرار صاحب کے لگے تھپڑ میں رہ گ ئی زیاد اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کے لب بھینچ کے رہ گیا۔

بہن ہے تمہاری شرم نہیں آئی ی دل نہیں کانپا اس کے بارے میں ایسا بولتے ہوئے۔ اسرار صاحب اونچی آواز میں بولنے لگے جس پہ زیاد کے چہرے پہ زخمی مسکراہٹ آگ ئی۔

میرا کوئی ی نہیں ہے میرے سارے رشتے اس دن مر گ ئ ے تھے جب نو سال بچے نے یہ الفاظ سنے تھے کے اس کی ماں ک

چپ کر جاؤ زیاد چپ کر جاؤ۔ اسرار صاحب اپنے کانوں پہ ہاتھ رکھ کے اس کو خاموش رہنے کا کہنے لگے جو آج پھر اپنا ماضی دوہرا رہا تھا۔

کیوں ہمت نہیں ہو رہی سننے میں سوچے میرا کیا حال ہوا ہو گا تب۔ زیاد چلا کے پوچھنے لگا۔

اپنے آپ کو بدل دو زیاد میں بات کروں گا کالج کے ایڈمن سے وہ اپنا فیصلا ضرور بدل دینگے۔ اسرار صاحب صرف اپنی بولنے لگے۔

آپ جائے یہاں سے اور کبھی یہاں مت آئی ے گا۔ زیاد منہ موڑے ان سے بولا۔

پرانی باتوں میں کوئی فائدہ نہیں ہمارے ساتھ خوش رہو بھول جاؤ سب سونیا کی زندگی اتنی ہی تھی تم کب تک اس کی موت کا زمیدار مجھے سمجھو گے۔ اسرار صاحب نے اس کو سمجھانا چاہا۔

بیشک اتنی ہی ہو گی لیکن جیسی ہوئی اس کی وجہ آپ ہیں اور اب آپ جائے اس سے پہلے کہ میں کچھ غلط کہہ بیٹھو آپ سے۔ زیاد ضبط کی آخری حدود چھوتا ہوا بولا۔

میں پیار کرتا ہوں تم سے زیاد

آپ جا رہے ہیں یا میں جاؤں۔ زیاد ایک ایک لفظ چبا کے بولا جس پہ وہ بے بس ہو کر کمرے سے نکل گئے۔

دھیان سے ڈیڈ۔ ان کا پاؤں سیڑھیوں پہ اٹک رہا تھا جب عینی جلدی سے ان کو بازوں سے پکڑ کے بولی

آپ کو ڈر نہیں لگتا ایک بیٹی کے باپ ہیں۔ عینی کو دیکھ کے ان کو اپنے کانوں پہ زیاد کے الفاظ گونجنے لگے

تمہیں کوئی بہت نیک دل لڑکا ملے جو بزدل نہ ہو اور نہ خود غرض جس کو ہیرے کی پہچان ہو وہ میرے جیسا بلکل نہ ہو۔ اسرار صاحب اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کے بولتے چلے گئے جب کی عینی اپنے چہرے پہ حیرت کے تاثرات سجائے اپنے باپ کو جاتا دیکھتی رہی پھر کندھے اچکا کر ڈور کر کشمالا کے کمرے میں گئی۔

زیاد اپنی بنیان اُتارے آئینے کے سامنے کھڑا ہوتا اپنے آپ کو دیکھنے لگا اپنا چہرہ دوسری طرف کرتے اس نے ایک سائیڈ سے کھڑا ہوتا اپنی پیٹھ پہ نظر ڈالی جہاں بندھی پٹی سے خون رس رہا تھا وہ بے تاثر نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جب اس کا موبائل بجنے لگا نام دیکھا تو اس کے چہرے کے تاثرات کچھ ڈھیلے ہوئے۔

ہیلو۔ زیاد نے سنجیدہ آواز میں کہا۔

ہیلو زیاد تم ٹھیک ہو آج صبح سے میرا دل گھبرا رہا تھا سوچا اس وقت تم فری ہو گے تو کال کرو۔ دوسری طرف نور جہاں کی پریشان آواز سن کر اس نے گہری سانس لی۔

ٹھیک ہوں خالا جان آپ کیسی ہیں۔ زیاد نے جواب دے کر پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں تمہاری آواز مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔ نور جہاں اس کے جواب پہ مطمئن نہیں ہوئی ی۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی زکام تھا۔ زیاد نے ٹالا۔

اچھا دوائی ی لی پھر۔ نور جہاں نے دوسرا سوال کیا۔

ہاں میں بعد میں بات کروں آپ سے۔ زیاد ماتھا مسلتے بولا۔

ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔ نور جہاں نے کہتے کال کاٹ دی۔ زیاد موبائل رکھتے سائی یڈ ٹیبل کا ڈرار کھول کے اس میں سے ٹیبلیٹ نکال کہ منہ میں ڈال کے پانی سے نگل گیا اس کو ابھی آرام چاہیے تھا جو بس سلپنگ پلز ہی دے سکتی تھی جو وہ ہمیشہ استعمال کرتا تھا۔

برو کیسا ہے ڈیڈ اب۔ سومل ہوسپٹل آکر اپنے باپ سے بولی جو سنجیدگی سے بیٹھے تھے۔

ہمم ابھی کچھ ٹھیک ہوئی ہے حالت اس کی۔ عمران صاحب نے جواب دیا۔

میں نے برو کو دیکھا اس کو جس نے مارا آپ اس کو پولیس کے اندر کیوں نہیں کروا رہے اس کو سزا ملنی چاہیے جس نے زاویار برو کا ایسا حال کیا۔ سومل آگ بگولا ہوتی ان سے بولی۔

تمہارے بھائی کی بھی غلطی ہے نکالا گیا ہے اس کو کالج سے۔ عمران صاحب نے اس کو کہا۔

توں کیا ہوا کالج صرف ایک تو نہیں بھائی کسی یونی میں ایڈمیشن لے سکتا ہے۔ سومل بال جھٹک کے بولی جس پہ عمران نے تاسف سے اس کی طرف دیکھا جس کے لیے کوئی معمولی بات نہ تھی

ماں کو بتایا اپنی۔ انہوں نے پوچھا

ہاں آجائے گی کل تک۔ سومل نے جواب دیا اور ببل کھانے لگی۔

کیسا گزرا تمہارا ٹیسٹ ؟ عاشر آج آرزو کے پاس آیا تھا جیسے اس کو زرینہ بیگم نے بتایا کہ وہ چھت پہ ہے تو وہ وہیں آگیا تھا جہاں وہ چارپائی پہ بیٹھی موبائل میں گیم کھیلنے میں مگن تھے کھلے بال چہرے کے پاس آرہے تھے جن کو ہٹانے کی اس نے زحمت بھی نہ کی تھی عاشر اس کے ساتھ چارپائی پہ بیٹھا اور اس کے بال چہرے سے ہٹا کے سوال کرنے لگا۔

اتنی جلدی خیال آگیا دو دن بعد پوچھ رہے ہو کہ ٹیسٹ کیسا گزرا۔ آرزو بنا اس کی طرف دیکھے نروٹھے انداز میں بولی۔

کچھ کام تھا ورنہ جلدی پوچھتا۔ عاشر کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی تھی آرزو کا پھولا منہ دیکھ کے۔

کونسا کام تھا جو دو دن تک چلا تھا۔ آرزو نے پوچھا۔

کرکیٹ میچ تھا ہمارا۔ عاشر اٹھ کے اس کے بالوں میں پن لگا تا بتانے لگا۔

پھر ہار گ ئی ے۔ آرزو سیدھی بیٹھ کے تجسس سے بولی۔

اللہ کا شکر جیت گیا۔ عاشر نے گھور کے کہا۔

اچھی بات ہے۔ آرزو نے ہنسی روک کے کہا۔

اپنا چہرہ پیچھے کرو تو میں تمہاری چوٹی بناؤ ڈائ ن لگ رہی ہو بلکل کھلے بالوں میں۔ عاشر نے اس کے بال کجھ بگاڑ کے کہا۔

میں ڈائ ن لگ رہی ہوں تم کو۔ آرزو شاک میں سوال کرنے لگی۔

ہاں نہ بال جو اتنے بڑے بڑے کُھلے ہوئے ہیں اور چہرے پہ۔ عاشر ہنسی ضبط کرتا بولا۔

بڑی ہنسی آرہی ہے تمہیں۔ آرزو اس کے دونوں گالوں پہ نظر جماتی بولی جہاں اس کے ڈمپلز دیکھ رہے تھے۔

نہیں تو۔ عاشر جلدی سے چہرہ نفعی میں ہلاتا بولا۔

تو چہرہ کیوں لال ہو رہا ہے اور گندے ڈمپلز بھی دیکھ رہے ہیں۔ آرزو برا منہ بنائے بولی اس کو جلن ہوتی تھی عاشر کے چہرے پہ ڈمپل دیکھ کے وہ کہتی تھی اگر ہیں تو اس کے بھی ہوتے ورنہ عاشر کو بھی کیوں ہیں اور یہ بات عاشر جانتا تھا اس لیے وہ جان بوجھ کے بھی آرزو کو چڑانے کے لیے ہر وقت اپنے ڈمپلز کی نمائش کرتا رہتا تھا۔

میرے خوبصورت ڈمپلز کو گندے تو نہ کہو تمہیں پتا نہیں میں اپنے کلاس میں ڈمپل بوائے سے جانا جاتا ہوں اور ہمارے کالج میں جو لڑکیاں ہوتی ہیں وہ تو بہانے تلاشتی ہیں مجھ سے بات کرنے کے پر میں ان کو لفٹ نہیں کرواتا۔ عاشر اپنی قمیض کے کالر جھاڑ کے فخریہ لہجے میں بتایا۔

ہنہ ان سب کی توں نظریں خراب ہے اور کچھ نہیں اس لیے تم زیادہ شوخے نہ بنو۔ آرزو منہ کے الگ الگ زاویے بناتی بولی۔

کبھی دیکھنا میری آئے ڈی پہ انسٹاگرام پہ ہی K3 تو بس لڑکیاں ہیں۔ عاشر نے اس کو اور جلایا۔

بس لڑکیاں ہی گننا اور اب چوٹی بنانے کی بات کہی ہے تو کر بھی

دو۔ آرزو گھور کے اس کو دیکھنے لگی۔

ہاں آؤ ٹھیک سے بیٹھنا۔ عاشر اس کو بڑی اماؤں کی طرح ہدایت دینے

لگا۔

میں نے نہ کچھ دن پہلے ایک ہارر مووی دیکھی تھی۔ عاشر اس کے بڑے

بالوں کو سلجھاتے ہوئے بولا۔

ہمم تو۔ آرزو آنکھیں بند کیے بولی۔

اس میں ایک لڑکی ہوتی ہے۔ عاشر نے اس کے بال بناتے بناتے ہوئے

اپنے لہجے کو تجسسی بناتے ہوئے کہا۔

چڑیل؟ آرزو نے سوال کیا۔

ہاں۔ عاشر نے اس کے بالوں میں ربن ڈال کے جواب دیا۔

پھر لاسٹ میں کیا ہوتا ہے۔ آرزو کو بس اینڈنگ جاننی تھی۔

اچھی ہوتی ہے وہ لڑکی نہ مجھے تمہاری جروا بہن لگتی ہے۔عاشر نے مزے سے اس کو بتایا۔

تمہیں میں چڑیل لگتی ہوں۔ آرزو کڑے تیوروں سے اس کو گھور کے بولی۔

ہاں اور نہیں تو۔عاشر ہنس کے بولا۔

تمہیں تو اب میں بتاتی ہوں۔ آرزو اٹھتے ہوئے بولی جس پہ عاشر نے نیچے ڈور لگائی ی۔

جاتے کہا ہو رکو تم۔ آرزو اس کے پیچھے آ کر بولی۔

پکڑ کے دیکھاؤ تم۔عاشر لاؤنج میں آتا بولا۔

یہ کیا ہو رہا ہے۔زرینہ بیگم ان کو بھاگتا دیکھ کے بولی۔

اماں آپ کو پتا نہیں اس نے مجھے چڑیل بولا ہے میں اکو چھوڑو گی نہیں۔ آرزو صوفے پہ رکھا کشن عاشر کی طرف مارنے لگی جس پہ عاشر نیچے جھکا اور نہ لگنے پہ اس کو زبان چڑانے لگا۔

بچے نہیں ہو آرام سے بیٹھو ایک جگہ۔زرینہ بیگم گھور کے آرزو سے بولی۔

خالا آرزو کو بولے اب بس کرے۔عاشر پورے لاؤنج میں بھاگ بھاگ کے تھک گیا تو زرینہ بیگم سے سفارش کروانی چاہی۔

آرو بس کرتی ہو یا میں جوتا اُتاروں۔زرینہ بیگم نے اب کی اس کو خبر دار کرنا چاہا۔

اماں آپ کی چپل بھی آج عاشر کو مجھ سے بچا نہیں سکتی۔آرزو گرم کفگیر لا کر اپنی ماں کے سامنے ڈائیلوگ مارا۔اس کی بات پہ عاشر نے ایسے دیکھا جیسے کہہ رہا ہو اپنی ماں کی ایک چپل کی مار ہو جب کی زرینہ بیگم عاشر کو بھاگتے اور گہرے سانس بھرتا دیکھ کر انہوں نے اپنی چپل پہ ہاتھ رکھا عاشر نے ان کا ارادہ جان کر جلدی سے آرزو کی طرف آیا جب زرینہ بیگم نے چپل اُتار کے آرزو کی طرف اچھالی تو وہ اس کو تو نہیں پر بہت زور سے عاشر کو اس کے سینے پہ لگی تھی جس سے وہ بس آنکھیں بند

کر گئی ے تھا کچھ پل کے لیے آرزو حیرت تو زرینہ بیگم پریشانی سے اس کی طرف آئی ی تھی۔

عاشر یہاں بیٹھو کیا زیادہ لگی کیا؟ زرینہ بیگم اس کو صوفے پہ بیٹھا کر شرمندگی سے پوچھنے لگی جس پہ عاشر کا دل کیا کے کہے زیادہ نہیں خالا بس پہلے سانس لینے میں مشکل ہوئی ی اور کچھ نہیں پر بولا صرف یہ۔

نہیں خالا اتنی بھی نہیں لگی آپ شرمندہ کیوں ہو رہی ہیں۔

آرو سدھر جاؤ تم اب بچی نہیں تمہاری وجہ سے عاشر کو چوٹ لگی۔ زرینہ بیگم نے آرزو کو ڈپٹ کے کہا پر آرزو کا دھیان بس عاشر کے ہاتھ پہ تھا جو اس نے سینے پہ رکھا تھا جہاں چپل لگی تھی۔

اماں آپ کو کیا ضرورت ہوتی ہے چپل سے وار کرنے کی اور میں عاشر کے لیے پانی لیکر آتی ہوں۔ آرزو اپنی کہتی عاشر کے لیے پانی لینے چلی گئی۔

کیا ہو گا اس کا۔ زرینہ بیگم نے اپنا ماتھا پیٹا۔

یہ لو عاشر پانی پیو۔ آرزو صوفے پہ اس کے ساتھ بیٹھتی پانی کا گلاس دیتے بولی جب کی زرینہ بیگم وہاں سے اٹھ گ ئی تھی

تمہیں کیا ضرورت تھی ہیرو بن کے سامنے آجانے کی۔ آرزو اس کو دیکھتی پوچھنے لگی۔

مجھے لگا چپل ہی ہے کونسا بندوق کی گولی پر توبہ خالا تو جیسے پوری طاقت چپل اچھالنے میں لگاتی ہیں۔ عاشر پانی کا گلاس پی کے بولا۔

ہاہاہا اماں کی چپل کسی بندوق سے کم بھی نہیں میں ایسے ہی تو نہیں ڈرتی۔ آرزو اس کی بات پہ ہنس کے بولی۔

میں اس لیے بھی آگیا کیوں کی اگر تمہیں لگتا تو مجھے یہ احساس ہوتا کے میری غلطی کی وجہ سے ہوا اور میں اپنی کزن پلس موٹو دوست کو تکلیف نہیں دے سکتا۔ عاشر مسکراتا اس کے گال کھینچ کے بتانے لگا۔

ہائے سچی تم کتنے کیوٹ ہو عاشر ایسے ہی تو میرے دوست نہیں۔ آرزو بھی اس کے گالوں کو کھینچ کے پیار سے بولی۔

اچھا میں اب گھر جاؤں گا۔ عاشر اٹھتا بولا۔

سہی آج اماں نے اتنے اچھے سے تمہاری خاطر تواضع کی جو تم بھولنے والے نہیں۔ آرزو اب کی اپنے شرارتی روپ میں آکر بولی۔

سچ ہے پر بات ہے رسوائی کی اور میں تو شکر ادا کر رہا ہوں کے امی میں خالا جیسی عادت نہیں چپل مارنے کی۔ عاشر ہنس کے بولا تو آرزو کا قہقہقہ نکل گیا۔

ہم دو دنوں کب سے آپ کو کہہ رہے ہیں بس ایک سال کی بات ہے اور اب کی ان سب سے آپ کو کوئی شکایت نہیں ملے گی۔ اسرار صاحب اور اسد اللہ اس واقع کے بعد ایڈمن کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کے اب وہ کچھ غلط نہیں کریں گے بس ایک سال کی بات ہے ورنہ ان کا مستقل خراب ہو سکتا ہے پر ایڈمن اپنی بات پہ قائم تھے اس لیے وہ آج پھر آئے ہیں تھے۔

آپ کی بات سہی ہو گی پر ہمارے کالج کی بھی عزت کا سوال ہے۔ایڈمن وقار سنجیدگی سے بولے۔

ہم نے بچوں کو سمجھا دیا ہے وہ اپنے عمل سے شرمندہ ہیں۔اسداللہ صاحب نے کہا۔

زیاد،علیدان،احمد،وقاص،ہمایوں،ان سب کو شرمندہ ہونا کیا ہوتا ہے اس کے ش سے بھی واقف نہیں میں مانوں ہی نہ وہ اپنے عمل سے کبھی شرمندہ ہوسکتے ہیں یا ایک پل بھی احساس ہوا ہو گا۔ایڈمن نے ان کو ہی شرمندہ کر دیا۔

آپ ہماری خاطر ان کو آخری موقع دے۔اسرار صاحب نے کہا۔

او کے بٹ لاسٹ چانس کیوں کی ان کا آخری سال ہے اور ان کی ذہانت کی وجہ سے ان کے ٹیچرز کو کوئی ی شکایت نہیں کے وہ پڑھتے نہیں۔ایڈمن وقار کچھ سوچ کے ان کی بات مان لی جس پہ ان دونوں کے چہرے پہ سکون بھری مسکراہٹ نے بسیرا کیا۔

چٹھی نہ کوئی سندیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئے چٹی نہ کوئی سندیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئے جہاں تم چلے گئے اس دل پہ لگا کے ٹھیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئے

🔈🔉🔉🔊🔊🔊🔊🔊🔊🔊🔊🔊🔊🔊 ایک آہ بھری ہوگی ہم نے نہ سنی ہوگی جاتے جاتے ہوئے تم نے آواز تو دی ہوگی ہر وقت یہی ہے غم اس وقت کہاں تھے ہم کہاں تم چلے گئے چٹی نہ کوئی سندیس جانے وہ کونسا دیس جہاں تم چلے گئے جہاں تم چلے گئے۔

بند بھی کرو دوکھی آتما یہ گانا کان پک گئے ہیں تمہارا یہ گانا سن سن کے یا تو خود گاتے ہو یا لگا لیتے ہو موبائل پہ۔ احمد اپنی گود میں رکھا کشن

وقاص کی جانب پھینک کے بولا جو سینٹر صوفے پہ اپنی پشت ٹکائے آرام سے آنکھیں بند کیے گانا سن رہا تھا۔

زیاد کی یاد آرہی ہے یار اور ایک وہ ہے جس نے ہم سے دو تین دن سے ملنا تو دور مسیج تک کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھا گھر جاؤ تو اس کا چمچہ شبیر کہتا ہے کے وہ فلحال کسی سے ملنا نہیں چاہتا اور اس کو سختی سے منع کیا ہے کہ وہ یا کوئی ی اور اس کے کمرے کے آس پاس بھی نہیں آئے ہم بھی نہیں۔ وقاص اس کی بات سن کے بھڑاس نکالنے لگا جو دو دن سے اس کے اندر تھی کالج میں ہوئے ہنگامے کے بعد زیاد نے سب سے بائیکاٹ کر لیا تھا جب وہ ڈپریسڈ ہوتا تھا تو یہی کرتا تھا پر اس بار اس نے کچھ زیادہ ہی خاموشی اختیار کی تھی اور ان سب سے بھی بات تک نہ کی تھی جس سے وہ چاروں پریشان تھے وہ سب ہمایوں کے گھر تھے گول دائی رے پہ رکھے صوفوں پہ اور بیچ میں رکھی ٹیبل پہ کھانے کی چیزے

پڑی ہوئی تھی اور شاپرز بکھرے پڑے تھے کشن صوفوں کے بجائے قالین پہ تھے۔

وہ اپنے اندر کی ہر بات ہمیں بتائے تو اس کا بوجھ کچھ ہلکہ ہو پر وہ تو سب اپنے اندر دفن کیے بیٹھا ہے۔علیدان سوچ میں گم ہوتا بولا۔

ایک آہ بھری ہو گی

وقاص گانا بند کرتے ہو یا توڑو میں تمہارا موبائل۔وقاص کو پھر سے وہی سے گانا لگاتا دیکھ کے احمد دھمکی دیتا بولا۔

بند کر دیا اور کیا کروں اپنے منہ سے بھی نہیں گا سکتا اتنی بری آواز نکلتی ہے گلے سے کہ میں خود ہی توبہ کرتا ہوں۔وقاص موبائل بند کرتا احمد سے بولا۔

تم بس چپ رہو۔احمد نے مشورہ دیا۔

زیاد کو تو ہمایوں یاد کر رہا ہے دیکھو کتنا خاموش بلبل بیٹھا ہے۔علیدان نے ان کی توجہ ہمایوں پہ کروائی ی جو قالین پہ کشن سجائے بیٹھا تھا چائے کا کپ ٹھنڈا ہو گیا تو اور اس کا دھیان جانے کہا تھا۔

زیاد کی پیٹھ پہ گہرا زخم لگا تھا اور پتا نہیں زیاد نے پٹی چینج کی بھی ہو گی یا نہیں اور پانی سے بھی اس کو ڈاکٹر نے احتیاط کرنے کا کہا تھا۔ہمایوں فکر مند ہوتا بولا دل پتھر کا

ازرمشا حسین

ہم جانتے ہیں تم ہم سے زیادہ زیاد سے پیار کرتے ہو اور اتنا ہم سے بھی نہیں کرتے ہو گے پر زیاد پہ مجھے بھی غصہ ہے ایسا اس کو کرنا نہیں چاہیے تھا جیسا وہ کر رہا ہے۔علیدان اس کی بات پہ گہری سانس لیتا بولا

کیا تم ہم سے ایک جتنا پیار نہیں کرتے ؟وقاص نے جیسے ایک ہی بات علیدان کی سنی تھی۔

ایسا نہیں ہم سب سے پیار کرتا ہوں پر زیاد کی جگہ میرے دل میں کچھ الگ ہے مجھے نہیں پتا کیوں شاید وہ ہے ہی پیار کے قابل پر اس کے ساتھ بچپن میں جو ہوا اس نے زیاد کی شخصیت پہ بہت گہرا اثر چھوڑا ہے۔ ہمایوں اپنے نرم لہجے میں بولا۔

زیاد کی ماں کو کیا ہوا؟ وقاص کو زاویار کے الفاظ یاد آئے تو اس نے پوچھا۔

اگر یہ بات تم زاویار کی بکواس کی وجہ سے پوچھ رہے ہو تو میں بتادوں ایسا کچھ نہیں تھا زیاد نے اپنا سب کچھ بتایا ہے پر اپنی ماں کا مختصر یہ بتایا کہ وہ اب اس دنیا میں نہیں۔ ہمایوں بھی اس کا دوست تھا اس کے دماغ میں چل رہا تھا اچھے سے جان گیا تھا اس لیے دوٹوک ہو کر بولا۔

جانتا ہوں وہ بکواس کر رہا تھا ورنہ وہ اپنی ماں سے بھی نفرت کرتا۔ وقاص اس کی بات پہ بولا۔

ہمم۔ ہمایوں نے ہنکارہ بھرا۔ تبھی احمد کا موبائل رنگ ہوا تو وہ پرجوش آواز میں بولا۔

زیاد کی کال ہے۔ اس کی آواز سن کے وہ تینوں اس کے پاس آگئے

احمد نے کال اٹھا کر اسپیکر پہ کی۔

ہیلو کہاں ہو تم سب؟ زیاد بیڈ پہ لیٹا رف حلیے تھا جب موبائل آن کر کے احمد کو کال کی۔

جنت میں ستر حوروں کے بیچ میں بیٹھے ہیں۔ وقاص نے دانت پیس کے جواب دیا جب ان تینوں نے زیاد کی آواز سن کر شکر کا سانس لیا۔

مزاق مت کرو۔ زیاد بیزار سا بولا۔

تم بتاؤ کہاں ہو ہم آئے یا تم اس ریسٹورنٹ پہ آؤ جہاں اکثر ہم آتے ہیں۔ علیدان نے کہا۔

میں اپنے کمرے میں ہوں فریش ہو جاؤ پھر پہنچتا ہوں۔ زیاد نے جواب کہا۔

او کے ہم انتظار کرینگے۔ ہمایوں نے کہا ان سب نے بات کر کے احمد کی طرف دیکھا جو گھور کہ ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

تجھے کیا ہوا اب۔ وقاص ریلیکس ہو کر بولا

کال اس نے مجھے کی تھی اور تم سب نے مجھے بات ہی نہیں کرنے دی۔ احمد نے اپنے گھور کے دیکھنے کی وجہ بتائی ی۔

مل رہے ہیں نہ پھر جی بھر کے بات کرنا۔ علید ان اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا دلاسا دیتا بولا۔

زیاد ان سے بات کرنے کے بعد کچھ پل تو ایسے ہی لیٹتا اپنے خیالوں میں رہا تھا تین دنوں سے اس نے اپنے آپ کو کمرے تک محدود کیا تھا ماہی بیگم کہ بار بار دروازے پہ نوک کے بعد بھی وہ نہ نکلا پیٹھ کا زخم اس کا بہت خراب ہو گیا تھا پر اس نے ڈاکٹر کو دیکھانا ضروری نہیں سمجھا تھا پر وہ اپنے آپ کو ایک جگہ قید نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے احمد کو کال

کی تھی زیاد مزید دو منٹ ایسے لیٹنے کے بعد وہ اٹھا اور واشروم کی جانب چلا گیا تا کہ فریش ہو سکے پندرہ منٹ وہ تولیے سے بال رگڑتا کمرے میں آیا وارڈروب سے چاکلیٹی برائی ون شرٹ لیکر پہنی اور مرر کے سامنے کھڑا ہی ئی رسٹائی ل بنا کہ ڈھیر سارہ پرفیوم خود پہ چھڑکا موبائل کیز لیکر وہ اپنے کمرے سے نکل گیا۔

زیاد کیا ہو گیا تھا جو تم تین دنوں سے کمرے سے ہی نہیں نکلے۔زیاد سیڑھیاں اُتر کر نکل رہا تھا جب ماہی بیگم جو کچن میں جا رہی تھی اس کو جاتا دیکھ کے بولی۔

کچھ نہیں ہوا چچی بس اکیلا رہنا چاہتا تھا اس لیے۔زیاد نے جواب دیا۔

اب تو تم مجھ سے بھی باتیں چھپانے لگے ہو۔ماہی بیگم نے شکوہ کیا۔

ایسا نہیں۔زیاد ان کا ہاتھ تھام کے بولا۔

کہاں جا رہے ہو؟ماہی بیگم نے اس کی تیاری دیکھ کر پوچھا۔

دوستو کے پاس بہت دن سے ملا نہیں تو آج ان سے ملنے کا پلین بنایا۔زیاد نے مسکرا کر بتایا۔

سہی کیا روز آتے تھے پر تم ملے نہیں ان سے۔ماہی بیگم گہری سانس بھر کے کہا۔

جی آپ کو کوئی ی بات کرنی تھی کیا؟زیاد نے ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کے پوچھا۔

تم واپس آؤ پھر بات کرینگے۔ماہی بیگم نے ٹالا۔

اوکے خدا حافظ۔زیاد ان کا ماتھا چومتا نکل گیا

❤❤❤❤❤❤

ہیپی برتھ ڈے آرزو۔روشا آرزو کے کمرے آئی ی پر اس کو سویا دیکھ کے کان کے پاس آکر اس کو وش کیا کیوں کی آج آرزو کا برتھ ڈے تھا۔

سو کھاوش نہیں چاہیے مجھے۔ آرزو ویسے ہی لیٹے جواب دینے لگی اس کی بات پہ روشانے اس کے ماتھے پہ چپت ماری جس پہ آرزو اٹھ کے بیٹھ گئی اور اپنا منہ پھولا کے چہرہ دوسری جانب کیا۔

ناراض کیوں ہو رہی ہو کونسا میں نے یہ بولا کی گفٹ نہیں لائی ی تمہارا۔ روشنا ہنسی کنٹرول کر کے بولی۔

یہ بھی تو نہیں کہا کہ گفٹ لائی ی ہیں۔ آرزو نے فورن سے جواب دیا۔

اچھا اب ڈراما بند کر وا پنا اور تیار ہو کر باہر آجاؤ خالا عاشر بھی آئے ہیں تمہیں وش کرنے اور امی نے تمہاری پسند کا ڈریس لیا ہے۔ روشنا نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا۔

اور بابا خالا عاشر زبیر بھائی ی یہ سب کیا لائے ہیں؟ آرزو نے سب کے نام گنوا کر پوچھا۔

افففف آرزو مجھے ان کا نہیں پتا بابا سے رات میں تم پوچھ لینا اور زبیر بھائی ی اپنے آفس والوں کی طرف سے دوسرے شہر گئی ے ہیں

اس لیے وہ نہیں آئے اب تم جلدی تیار ہو کر باہر آؤ۔روشنا اس کے اُپر سے چادر ہٹا کے بولی۔

جاتی ہوں۔ آرزو منہ بسور کے بولی۔

ہاں جاؤ میں تمہارے لیے اچھا سا ڈریس الماری سے نکالتی ہوں وہ پہننا۔روشنا نے کہا۔

سہی پر میں میک اپ بھی کروں آخر کو ایک سال میں ایک بار میری سالگرہ کا دن آتا ہے تیار ہونا تو بنتا ہے نہ۔ آرزو نے دوبارہ آکر اِترا کر بتایا۔

سب کا سال میں ایک دفعہ ہی آتا ہے پر تم جلدی کرو۔روشنا نے چڑ کے کہا جس میں آرزو خوش ہوتی ہوئے واشروم میں بند ہو گ ئی۔روشنا بھی اس کے لیے ڈریس نکالنے کے لیے الماری کھول کے دیکھا پھر ایک لیمن کلر کا شلوار قمیض ہینگر سے اُتاری جس سادہ سا تھا بس بازوں اور

گول گلے میں لیمن کلر کی نیٹ کی لیس تھی جب کی ڈوپٹہ پورا نیٹ کا تھا

روشنا وہ ڈریس اس کے بیڈ پہ رکھتی خود باہر چلی گ ئی۔

اس کو لیکر نہیں آئی ی۔زرینہ بیگم نے روشنا کو اکیلا آتا دیکھا تو پوچھا۔

اماں وہ تیار ہو کر آ ئے گی۔روشنا نصرت بیگم کے پاس بیٹھ کے جواب

دینے لگی

پورا چہرہ آٹے سے مل کے آ ئے گی۔زرینہ بیگم اس کی بات پہ بڑبڑائی ی

جس پہ عاشر جو چائے پی رہا تھا زرینہ بیگم کی بڑبڑاہٹ پہ زور سے اچھو لگا

جس پہ وہ کھانسنے لگا۔

آرام سے بیٹا۔زرینہ بیگم اس کی پیٹھ سہلاتے بولی۔

وہ چائے کچھ گرم تھی۔عاشر نے بہانا بنایا۔

تو آرام سے پیوں نہ۔نصرت بیگم نے مسکرا کر کہا۔

میں آرزو کے پاس جاتا ہوں۔عاشر اٹھتا بولا۔

ٹھیک ہے اور اس کو جلدی لیکر آنا۔زرینہ بیگم نے اجازت دے کر کہا۔

دونوں کا ایک دوسرے کے بنا دل نہیں لگتا۔ نصرت بیگم عاشر کو جاتا دیکھ کے ہنس کے بولی ان کی بات پہ زرینہ بیگم مسکرا دی پر روشنا کا دماغ ان کی بات پہ ٹھٹک اور رک گیا تھا۔

بہت پیار ہے دونوں میں بچپن سے ساتھ ہے نہ۔ روشنا نے جانے کیا سوچ کے کہا۔

ہاں اور ایک عمر کے ہیں بنتی ہے اس لیے دونوں میں لڑائی ی کر بھی لے تو جلدی مان بھی جاتے ہیں۔ زرینہ بھی نے جوابً کہا۔

تم یہاں۔ آرزو روشنا کا رکھا ڈریس پہن کے باہر آئی ی تو عاشر کو اپنا سیل فون استعمال کرتا دیکھ کے بولی۔

ہاں میں جلدی سے باہر آؤ امی نے زبردست قسم کا کیک تمہارے لیے بیک کیا ہے۔ عاشر ایک نظر اس کو دیکھ کے بتانے لگا۔

بال تو سوکھا لوں۔ آرزو ٹاول میں لپیٹے اپنے بالوں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

میک اپ مت کرنا ورنہ خالا نے سالگرہ کے دن بھی چپل گفٹ کرنی ہے۔عاشر نے اس کو وارن کیا۔

اماں کو چھوڑو تم بتاؤ میرا گفٹ کہاں ہے۔ آرزو جلدی سے عاشر کے پاس آکر بولی جس پہ عاشر پہلے اس کو دیکھتا رہا پھر ایک کارڈ اس کی جانب بڑھایا آرزو نے فورن سے اس کے ہاتھ سے کارڈ کھینچا اور پر جوش ہو کر کھول کے تیز آواز میں پڑھنے لگی۔

تمھاری سالگرہ پہ یہ دعا ہے میری

کہ ایسا روزِ مبارک ہزار بار آئے

تمھاری ہنستی ہوئی زندگی کی راہو میں

ہزار ولٹاتی ہوئی ی بہار آئے۔

آرزو مسکرا کر کارڈ پہ خوبصورت ڈائی ن سے تحریر کیا ہوا پڑھنے لگی جس کے آخر میں دو ہارٹس بنی ہوئی ی تھی ایک میں اس کی تصویر چسپا تھی دوسرے میں Happy birth day moto لکھا ہوا تھا آرزو پڑھنے

کے بعد اپنا ہاتھ عاشر کی طرف بڑھایا اور دوسرا کارڈ والا ہاتھ اپنے ہونٹو میں رکھ کے مسکراہٹ روک کے عاشر کو دیکھنے لگی عاشر اس کا مطلب سمجھ کے مسکرایا اور تکیے کے نیچے رکھا ہوا چاکلیٹ کا ڈبہ نکالا جو اس نے آکر یہاں چھپایا تھا وہ آپنے ہاتھ میں لیکر آرزو کی طرف بڑھا دیا۔

امید ہے اچھا لگا ہو گا۔ عاشر نے اس کا سرخ چہرہ دیکھ کے پوچھا جو خوشی سے کِھل اٹھا تھا۔

ہاں نہ بہت پسند آیا اور مجھے تو تمہارے دی ئے ہوئے کارڈز کا سب سے زیادہ انتظار ہوتا ہے کہ پتا نہیں اس بار تم نے کیا لکھا ہو گا اور میں ہر بار پڑھ کہ یہ فیصلا نہیں کرپاتی کہ اس سال والا اچھا ہے یا گزرے سال جو تم نے دیا تھا وہ۔ آرزو مسکرا کر عاشر کو بتانے لگی۔

مانتی ہو نہ پھر۔ عاشر اپنے ڈمپل کی نمائش کرتا پوچھنے لگا۔

ہاں نہ پر پلیز تم یہ ڈمپل چھپایا کرو سچی بڑا دل دکھتا ہے اس کو تمہارے گالوں پہ دیکھ کے۔ آرزو اس کے گال پہ جہاں ڈمپل ابھرا ہوا تھا وہاں اپنا ہاتھ رکھ کے مصنوعی افسردہ ہو کر بولی۔

ہاہاہا تم بھی نہ کبھی مت سدھرنہ۔ عاشر اس کی بات پہ قہقہقہ لگا کر بولا۔

ویسے عاشر تمہارے چہرے پہ اب ہلکی ہلکی ڈارھی ہو رہی ہے۔ آرزو نے ایسے بتایا جیسے جانے کونسی انہونی بات ہو۔

ظاہر ہے ہو گی آخر کو میں مرد ہوں۔ عاشر نے فخریہ بتایا

ویسے تمہاری بیوی کی موجیں ہو گی تم تو اس کو ہر روز ایسے کارڈز دو گے اور اشعار بھی لکھ کے دو گے۔ آرزو نے اٹھتے ہوئے کہا۔

تمہارا سالگرہ کا کارڈ کیا دیا تم تو بس جانے کیا کیا سوچتی ہو پھر۔ عاشر اس کی پشت دیکھتا بولا۔

ہاں تم کارڈز اتنے خوبصورت ڈزائی ن کے دیتے ہو اور اس پہ لکھتے بھی تم خود ہو شاپ والوں سے پرنٹ نہیں کرواتے تو میں یہی سوچوں گی نہ۔ آرزو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر بولی۔

اگلی بار جہاں سے کارڈز لوں گا ان سے کہوں گا خود پرنٹ کے لکھ کے دے۔ عاشر نے مزے سے جواب دیا۔

ہاں کر کے تو دیکھنا جب شادی کرو نہ تو اپنی بیوی کو دینا مجھے نہیں۔ آرزو نے آئی ینے میں نظر آتے اس کے عکس کو گھورتے کہا۔

میں اپنی بیوی کے لیے تو کتابیں لکھوں گا تم اشعار اور پرنٹ کی بات کر رہی ہوں۔ عاشر کو یہ بات کہہ کے ہنسی تو بہت آرہی تھی پر وہ کنٹرول کر کے بولا۔.

مزے بھ ئی کتابیں لکھوں گا۔ آرزو اس کی نقل اُتار کے بولی۔

ہاں نہ ایسی ویسی تو نہیں ہوگی نہ وہ بہت خوبصورت ہوگی تو میں اس کی تعریف میں باقی شاعروں کی طرح چند لائی نز کہ شعر میں اس کی

خوبصورتی بیان نہیں کروں گا پورہ کتاب لکھ لوں گا۔ عاشر نے ہنس کے بتایا۔

اگر وہ خوبصورت نہ ہوئی تو وہ کوئی کالی بھیدی نکلی تو۔ آرزو اس کی طرف مڑ کے بولی۔

خوبصورتی کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ انسان کا چہرہ پیارا گورا ہو خوبصورتی کا اصل مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ انسان کا کردار اخلاق اور اس کی شخصیت پیاری ہو پھر چاہے وہ لڑکی ہو یا لڑکا چہروں کی خوبصورتی بڑھتے دنوں میں کم ہو جاتی ہے جب کی اگر آپ کا من تن سے زیادہ پیارا خوبصورت ہو تو وہ وقت کے ساتھ اور مضبوط پاک ہو جاتا ہے کم نہیں ہوتا۔ عاشر نے کسی بڑے بزُرگ کی طرح اس کی بات کا جواب دیا۔

خیر ہے آج اتنی گہری بات کر دی تم نے۔ آرزو حیرت سے پوچھنے لگی۔

ہاں بس تم نے پوچھا تو بتا دیا۔ عاشر کندھے اچکا کے بولا۔

مطلب انسان کی شکل پیاری نہ ہو تو بھی وہ لوگوں کو خوبصورت لگتا ہے۔ آرزو نے اپنی سمجھ کے مطابق سوال کیا۔

شکل سے کون پیارا ہوتا ہے ہم تو بس جس انسان کا رنگ زیادہ گورا دیکھتے ہیں تو اس کو خوبصورت قرار دے دیتے ہیں اور اللہ نے ہر ایک کو خوبصورت بنایا ہے بس دیکھنے والوں کی نظر کی بات ہوتی ہے اس کو کون خوبصورت لگتا ہے اور کون نہیں۔ عاشر نے جواب دیا۔

اچھا۔ آرزو نے بس اتنا کہا۔

تم نے تو ابھی بال بھی نہیں بنائے۔ عاشر اس کے بڑے بالوں کو الجھا ہوا دیکھ کے تاسف سے بولا۔

بال کٹوا دو مجھ سے نہیں سنبھالے جاتے۔ آرزو برا منہ بنا کے کہا۔

ہاں تھوڑی لینتھ کم کروا دو۔ عاشر نے بھی مشورہ دیا۔

کتنی۔ آرزو نے اپنی کمر سے نیچے تک آتے بالوں کو دیکھ کے پوچھا۔

میں کاٹوں۔ عاشر نے اپنی خدمت پیش کی۔

اگر اماں نے چپل ماری تو۔ آرزو نے خدشہ بیان کیا۔

نہیں کہے گی تھوڑے کم کروں گا اور ویسے بھی تمہارے بال جلدی بڑے ہو جاتے ہیں۔ عاشر نے آرام سے کہا۔

او کے پھر کمر سے کچھ اُوپر تک کاٹنا۔ آرزو خوش ہوتے ہوئے بولی اور یہ بھی بھول گ ئی کہ ان کو باہر بھی جانا ہے جہاں سب اس کا انتظار کر رہے تھے اور عاشر بھی کہ وہ یہاں کس کام سے آیا تھا۔

قینچی ہے۔ عاشر بیڈ سے اٹھتا پوچھنے لگا۔

ہاں اس ٹیبل کے ڈرار میں ہو گی۔ آرزو نے رائ ٹنگ ٹیبل کی طرف اشارہ کر کے کہاں اس کی بات پہ عاشر نے وہ ڈرار کھولا تو وہ قینچی موجود تھی اس کا اٹھاتا وہ آرزو کی جانب آیا۔

کاٹنے آتے تو ہیں نہ مطلب کی برابر ایسا نہ ہو کہ میرے بالوں کا ستیاناس کر دو۔ آرزو نے اچانک سے خیال آیا تو پوچھنے لگی۔

بچہ نہیں ہوں اور اچھے سے کاٹوں گا۔ عاشر نے گھور کے کہا۔

پہلے کبھی کسی کے کاٹے ہیں۔ آرزو نے پوچھا۔

نہیں ایسے کام میں تجربہ صرف تم پہ کیا ہے جیسے چوٹی بنانا ہو یا یہ اب یہ۔ عاشر نے میٹھا سا طنزیہ کیا۔

تو خود ہی کہا کہ کاٹوں کونسا میں نے کہا۔ آرزو نے مزے سے اس کو یاد کروایہ۔

اچھا اب ہلنا مت ورنہ کٹنگ غلط ہو جائے گی۔ عاشر نے خبردار کیا۔ جس پہ وہ آرزو جلدی سے اسٹول پہ سیدھے ہو کر بیٹھی عاشر نے بڑے آرام سے اس کے پورے بالوں میں کنگھی کی اور ان کو سیدھا برابر کر کے اپنی مٹھی میں لیا جیسے بہت تجربہ حاصل ہو ان کاموں میں وہ بالوں پہ نظر ڈالتا قینچی پکڑی اور ماہرانہ طریقے سے اس کے بالوں میں پھیر کے بال کاٹنا شروع کر دی ئی ے جب کی دوسرے طرف آرزو جیسے جیسے قینچی اپنے بالوں محسوس کر رہی تھی اس کو ڈر لگ رہا تھا کہ کہی عاشر سے بال خراب نہ ہو جائے۔

لو ہو گئے بال تمہارے مطابق۔ عاشر بالوں کو اب اس کے کندھے سامنے کر کے آرزو سے بولا اور خود اپنی مٹھی میں کٹے بال اس نے ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھے اور نیچے جھک کے جو گرے ہوئے تھے ان کو اٹھانے لگا۔

آرزو عاشر کی آواز پہ اپنے بال دیکھنے لگی جو کمر کے نیچے والے اب کچھ اس کے اُپر تھے آرزو اٹھ کے مرر کے سامنے کھڑی ہوئی اور گول گول پھر کے ہر اینگل سے اپنے بالوں کو جانچا جو عاشر نے بہت اچھے طریقے سے کٹ کیے تھے۔

واہ عاشر تم نے تو اچھے سے کر لیے میں خوامخواہ گھبرا رہی تھی۔ آرزو چہک کے عاشر سے بولی جو اٹھ کے بال ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھ رہا تھا۔

میں سب ٹھیک کرتا ہوں اور اب تم باہر چلو ان بالوں کو ٹھکانے خود لگانا۔ عاشر نے اس کی بات پہ کہا۔

ہاں آتی ہوں بال تم نے سیٹ کر لیے اب بس لپ اسٹک لگالوں۔ آرزو جلدی سے بولی۔

او کے جلدی آؤ اور تمہارا موبائل میں لیکر جارہا ہوں۔ عاشر بیڈ سے موبائل اٹھاتا اس سے بولا اور کمرے سے نکل گیا آرزو نے جلدی سے اپنے ہونٹوں پہ لپ اسٹک لگائی ی اور ڈوپٹہ ایک سائی یڈ پہ سیٹ کر کے باہر نکل گ ئی۔

کچھ اور دیر لگاتی۔ وہ جیسے ہی باہر آکر نصرت بیگم سے مل رہی تھی زرینہ بیگم نے گھور کے کہا۔

آج میر ابر تھ ڈے ہیں اس لیے کچھ رحم کرے۔ آرزو منہ بسور کے بولے۔

اپنی ماں کو چھوڑو ماشا اللہ بہت پیاری لگ رہی ہوں۔ نصرت بیگم اس کی ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھتی بولی۔

اب کیک کٹ کرے۔ عاشر کو بس کیک کٹنے کا انتظار تھا۔

پہلے کیک ٹیبل تو سجانے دو۔ روشنا کیک اٹھائے مسکرا کر عاشر کی بے صبری دیکھ کے بولی۔

آؤ میڈم آرزو اپنا کیک کاٹو۔ روشنا سامنے ٹیبل پہ کیک اچھے سے سیٹ کر کی موم بتی جلا کر نائف آرزو کی طرف بڑھا کر بولی جس پہ آرزو جلدی سے چھری پکڑ کے پہلے موم بتی بجھائی ی اور کیک کاٹنے لگی تو سب آہستہ آہستہ تالیاں بجا کہ ہیپی برتھ ڈے کہا عاشر نے فورن سے اپنے فون میں ہیپی برتھ ڈے گانا لگایا۔

آرزو نے ایک پیس کٹ کر کے پہلے اپنی ماں اور خالا کو کھلایا جب کی اس کے بعد روشنا کے آدھے گال پہ لگا کہ پھر اس کے منہ میں بچا سارا پیس منہ ڈالا جس پہ روشنا نے اس کو گھور کے دیکھ کے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا آرزو نے دوبارہ آکر ایک پیس اور کٹ کیا پھر عاشر کی طرف بھری جو پہلے کیک کاٹنے پہ جلدی مچا رہا تھا اور اب اپنی سیلفیاں لے رہا تھا۔

عاشر منہ کھولو۔ آرزو اس کے پاس آکر بولی۔

ہاں آؤ پہلے تصویر لیں ساتھ میں۔ عاشر اپنے بالوں میں ہاتھ ڈالتا بولا۔ کیک تو چکھوا تنی جلدی جو کی تھی۔ آرزو کیک اس کے منہ کے قریب لاتی بولی جس پہ عاشر نے منہ کھول کے کیک کھایا اور وہی پیس آرزو کو بھی کھلایا پھر وہ سب آپس میں تصویریں لینے لگے۔

ایک اور اینٹ گر گئی دیوارِ حیات سے۔

نادان کہہ رہے ہیں۔ جنم دن مبارک

دیوداس کا روپ ختم کر کے اپنے اصل روپ میں آئے ہو تو کیسا محسوس ہو رہا ہے۔ وقاص نے اپنے ہاتھ کی مٹھی کو مائیک کے اسٹائل میں پکڑ کے زیاد کے قریب کرتا پوچھنے لگا وہ اس وقت کراچی کے مشہور ریسٹورنٹ میں تھے۔

جب بھی بولتے ہو فضول ہی بولتے ہو۔ زیاد اس کا ہاتھ دور کرتا بولا۔

اچھا اور جو تم نے کیا وہ کیا تھا ہمارا خیال نہیں آیا تمہیں۔علید ان نے سنجیدگی سے سوال کیا۔

کچھ ٹائم اکیلا رہنا چاہتا تھا اور کچھ نہیں۔زیاد کچھ بیزار سا بولا ہر ایک کا ایک ہی سوال سن سن کے۔

چلو دیر آئے درست آئے۔احمد نے مسکرا کر کہا۔

ڈیڈ نے بتایا تھا ہم کالج جا سکتے ہیں اور اتنے غصے مجھے وارن کیا کہ اب کی ان کو شکایت نہ ملے کہ کیا بتاؤں۔علید ان فرائی زمنہ ڈالتا مزے سے ان کو بتایا۔

یہ لوگ اپنی بات قائم کیوں نہیں رہتے اگر نکالا تھا تو دوبارہ آنے کی اجازت کیوں دے دی ان کے کالج کا نظام خراب ہو رہا تھا تو۔زیاد نے اپنے لیے پیزا آرڈر کیا تھا وہ کھا رہا تھا جب علید ان کی بات سن کے طنزیہ بولا۔

تم اب پورانی باتیں چھوڑو اور کالج آنا اسٹارٹ کرنا۔ ہمایوں نے اس کی بات پہ کہا۔

مجھے بس اب بزنس دیکھنا ہے۔ زیاد نے عام انداز میں کہا۔

ایک سال کی بات ہے اور تم کالج آؤ گے بات ختم۔ احمد نے اپنا رعب جمایا تو زیاد نے اس کو دیکھ کر ایک آئی برو اُپر کیا جس پہ احمد نے اپنے دانتو کی نمائش کی۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

کشمالا میں بلکل زیاد بھائی ی جیسی ہوں نہ۔ عینی کشمالا کے روم میں تھی جب اپنا چہرہ اس نے سیل فون کی کمیرا آن کر کے دیکھا اور اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کے کشمال سے پوچھا جو پاپ کورن کھا رہی تھی۔

انسان کو اتنا خوش فہم بھی نہیں ہونا چاہیے۔ کشمالا نے اس کا مزاق اڑایا۔

بہن ہوں میں ان کی اور بہن بھائی کی شکلیں ایک جیسی ہوتی ہیں اور میں ان کے جیسی ہوں اور یہ دیکھو میرا ڈمپل۔ عینی نے بات کر کے آخر میں سمائیل کر کے اس کی توجہ اپنے ڈمپل پہ کروائی جو زیاد کی طرح اس کے بھی بس بائیں جانب پڑتا تھا۔

صرف ڈمپل پڑتا ہے ورنہ وہ زیاد بھائی تو اپنی ماں کی کاربن کاپی ہیں میں نے سونیا چچی کی تصویر دیکھی تھی اسٹور میں پڑی تھی۔ کشمالا نے پاپ کورن منہ میں ڈال کے کہا۔

میں زیاد بھائی جیسی ہوں۔ عینی نے دانت پیس کے اپنی بات پہ زور دے کے کہا۔

کیوں جی ڈمپل کے علاوہ تم میں اور کیا خوبصورت ہے جو خود کو زیاد بھائی جیسا تصور کر رہی ہو۔ کشمالا اب پاپ کورن کا باؤل سائیڈ میں کرتی لڑاکا انداز میں عینی سے بولی جو مسکرا کر اپنا چہرہ ڈریسنگ ٹیبل پہ لگے مرر میں دیکھ رہی تھی۔

میرے نین نقش چہرے کا رنگ اور بالوں کا رنگ سب کچھ تو ہے اور کیا بتاؤں۔ عینی بالوں کو ایک ادا سے جھٹکا دیتی کشمالا سے بولی۔

اچھا اور یہ سب تمہیں کب لگا پہلے تو کبھی خود کو زیاد بھائی ی جیسا نہیں کہا۔ کشمالا نے سوال داغا۔

ہمیشہ سے ہی پر ان کو دیکھنا تو بس صبح کے ناشتے کے وقت ہوتا ہے لنچ ڈنر پر تو وہ غائب ہوتے ہیں اور اگر دن میں گھر ہو تو نظر پھر نہیں آتے اب اگر تم ان کو دیکھو نہ تو پھر مجھے سوچنا یقین آجائے گا کہ میں ان کے جیسی ہوں۔ عینی نے مسکرا کر کہا۔

اچھا کیا پتا ہو مجھے تو بس ڈمپل ہی لگا اور کچھ نہیں اور کونسا زیاد بھائی ی تمہارا سگا بھائی ی ہے۔ کشمالا نے منہ کے زاویے بگاڑ کے کہا۔

ایسا دوبارہ مت کہنا۔ عینی کو اس کا یہ کہنا برا لگا تو وہ بیچ میں ہی اس کو ٹوک کے کمرے سے باہر چلی گ ئی۔

میں تو ایسے ہی بات کی تھی۔ عینی کو جاتا دیکھ کے کشمالا خود سے بولی۔

کیسی ہو آپ ؟علیدان روشنا کو دیکھ کے محبت سے پوچھنے لگا۔

تم سے مطلب۔ روشنا نے گھور کے اس کو دیکھا وہ ابھی کالج آئی ی تھی جب ایسے اچانک علیدان کے سامنے آکر بات کرنے پہ پہلے تو ڈر گ ئی تھی پھر کچھ سنبھل کے غصے سے بولی۔

ہر وقت غصے سے بات کیوں کرتی ہیں۔علیدان کو آج پہلی بار اس کا ایسے بات کرنا برا لگا تھا۔

کیوں کی مجھے تم سے بات کرنے میں دلچسپی نہیں۔روشنا کہہ کر جانے لگی جب علیدان پھر سے اس کے سامنے آیا۔

تمہارا ڈپارٹمنٹ اس طرف ہے۔علیدان نے لیفٹ سائیڈ اشارہ کر کے کہا جب کی روشنا غلطی سے کالج کی بیک سائیڈ جانے والی تھی۔

پتا ہے مجھے۔روشنا کو شرمندگی تو ہوئی ی جس پہ وہ قابو پا کر علیدان پہ چڑھ دوڑی اور وہاں گ ئی جہاں علیدان نے اشارہ کیا تھا جب کی

علیدان اس کی حالت سمجھتا زور سے قہقہہ لگا کر ہنسا تھا اس کا چمکتا چہرہ ہمایوں وقاص اور احمد سے منفی نہیں رہ سکا تھا جو ابھی وہاں آئے تھے۔

چلیں کلاس شروع ہونے والی ہے۔وہ تینوں علیدان کے پاس آکر بولے۔

زیاد کو آنا تھا نہ آج؟علیدان نے پوچھا۔

ہاں آنا تو تھا ایسا کرو تم دونوں جاؤ ہم دیکھتے ہیں پھر آتے ہیں کلاس میں۔احمد نے اپنے اور وقاص کی جانب اشارہ کر کے کہا جس پہ وہ چلے گئے اور وقاص احمد گرائونڈ میں سیڑھیوں پہ بیٹھ گئے۔

اتنی دیر کر دی۔ان کی نظر جیسے ہی بلیو پینٹ شرٹ پہنے زیاد پہ پڑی تو وہ اس کی طرف آکر بولے جب کی زیاد کی نظریں روشنا پہ تھی جو علیزہ کے کہنے پہ کینٹین کی طرف جا رہی تھی۔

میں نے آپ کی بہت برائی سنی ہے۔اس کے کانوں میں بہت پہلے کہے کسی کی آواز گونجی تھی جس سے وہ دور جاتی روشنا کو کاٹ دار نظروں

سے گھور رہا تھا اس کا دھیان دوسری طرف دیکھ کے احمد اور وقاص نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا پھر پریشانی سے ایک دوسرے کو۔

تم جانتے ہو اس کو؟ احمد نے اپنے لہجے کو سرسری کر کے پوچھا۔

وہی ہے جو مجھے پہ الزام لگا رہی تھی کہ جوس گرایا ہے یہ وہ اور ہر کسی کو میرے بارے میں غلط بیانی کرتی ہے خیر مجھے کیا میں کلاس میں جا رہا ہوں تم دونوں بھی آجانا۔ زیاد حقارت سے کہتا وہاں سے چلا گیا جب کی وقاص نے منہ کھولے کہا۔

ایک لڑکی ہے۔ وقاص نے اپنی شہادت کی انگلی سے اشارہ کر کے بتانا ضروری سمجھی۔

ایک دوست کو شہد کی طرح میٹھی لگتی ہے اس کو دیکھ کے وہ ہر چیز سے غافل ہو جاتا ہے اور وہی لڑکی دوسرے دوست کو انتہا کی بری لگتی ہے اور وہ حقارت سے اس کا ذکر کرتا ہے۔ وقاص دنیا جہاں کی حیرت اپنے لہجے میں سموئے احمد کو مخاطب کر کے بتایا۔

ہاں یار اب دیکھنا یہ ہے کہ اینڈ کیا ہوتا ہے۔احمد اس کے کاندھے پہ اپنا بازوں حائل کرتا مزے سے بولا۔

تم رلیکس ہو زیاد نہیں جانتا کہ علیدان کسی لڑکی میں دلچسپی لے رہا ہے اور علیدان بھی زیاد کی نفرت اس لڑکی کے لیے نہیں جانتا۔وقاص نے اس کو بتانا چاہا۔

توں کیا ہوا کونسا زیاد اس سے پیار کرتا ہے۔احمد آرام سے بولا۔

کہی ہماری دوستی کے درمیان یہ لڑکی تو نہیں آئے گی نہ کجھ دنوں میں مجھے اندازہ ہو گیا ہے علیدان بہت سنجیدہ ہے مس حجابن کے لیے۔وقاص پریشانی سے بولا۔

رلیکس وقاص ایسا کجھ نہیں ہمارے درمیان کوئی ی نہیں آسکتا وہ لڑکی تو بلکل بھی نہیں۔احمد ہنس کے بولا۔

تمہاری سالگرہ کے دن یہ دعا ہے ہماری

جتنے ہیں چاند تارے اتنی ہو عمر تمہاری

آرزو جیسے ہی اپنے کلاس میں آئی تھی مہک اور ردہ نے اس کو سالگرہ کی مبارکباد دی اور مہک نے اس کو دیکھ کے کہا۔

اب کیا برتھ ڈے کل تھا میرے گھر آنا تھا نہ تم دونوں نے۔ آرزو نے منہ بسورتے ہوئے کہا۔

اووو آنا تو تھا پر نہیں آسکے کیوں کی ہم نے کلاس میں سیلیبریٹ کرنے کا سوچا تھا۔ ردہ نے اس کو وجہ بتائی جب کی اس کی کلاس فیلو نے بڑے حرفوں سے بورڈ پہ Happy birth day aarzu لکھا تھا پھر سب کلاس فیلوز نے اس کو ہیپی برتھ ڈے وش کیا جس پہ آرزو نے مسکرا کر خوشدلی سے قبول کیا۔

لوگ کہتے ہیں سالگرہ مبارک

میں کہتی ہوں ہر دن مبارک خوش رہو۔

اس کی ایک اور کلاس فیلو اس کے پاس آکر پھول اور Dairy milk

چاکلیٹ بڑھا کر مسکرا کر بولی۔

شکریہ اس کی ضرورت نہ تھی تم نے وش کیا یہی بڑی بات تھی۔ آرزو

نے مسکرا کر چاکلیٹ اور پھول کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

مجھے خوشی ہو گی اگر تم یہ قبول کروں گی تو۔ آرزو کو ہاتھ بڑھاتا نہ دیکھ

کے وہ سادہ لہجے میں بولی جس سے آرزو نے مسکرا کر پھول اور چاکلیٹ

لے لیا جس پہ وہ لڑکی خوش ہوتی اپنی جگہ پہ بیٹھ گ ئی سومل یہ سب

اپنی آنکھوں میں جلن لائے دیکھ رہی تھی مزید برداشت نہ ہوا تو وہ

کلاس سے نکل گ ئی۔

یہ تو بس جلتی ہی رہے گی۔ مہک سومل کو جاتا دیکھ کے منہ بنا کے بولی۔

اس لیے تو تیلی کی طرح پتلی ہے۔ آرزو ردہ کے ہاتھ پہ ہاتھ مارتی ہنس کے

بولی۔

ہاہاہا یہ تو ہے پر تم بتاؤ کل کا دن کیسا گزرہ۔ مہک نے قہقہہ لگا کے پوچھا۔

زبردست اور تمہیں پتا ہے عاشر نے نہ بہت اچھے سے میرے بال کاٹیں ہیں۔ آرزو نے ڈوپٹہ اُتار کے اپنے بال دیکھا کے کہاں آج نے اپنے بال کھولے رکھے تھے۔

واو بٹ تمہارے بال بڑے بھی تو اچھے چھوٹے کیوں کروائے۔ مہک نے تعریف کرنے کے بعد پوچھا۔

تھوڑے ہی کٹوائے ہیں دل کیا تو۔ آرزو نے دوبارہ ڈوپٹہ پہن کے کہا۔

سہی۔ ردہ نے سر ہلایا

اچھا یہ بورڈ تو کلین کرو ٹیچر آتی ہو گی۔ آرزو نے کہنی مار کے مہک سے کہا۔

خود جا کر کرو نہ۔ مہک نے انگلش بک کھول کے کہا۔

میری سالگرہ ہے۔ آرزو نے آنکھیں ٹپٹپا کر کہتے معصومیت کی انتہا کر دی۔ جس پہ مہک منہ بناتی اٹھ گ ئی اور بورڈ کلین کیا تب تک کلاس میں ٹیچر بھی آگ ئی تھی۔

زیاد نے ایک بیزار سی نظر سامنے اپنے پروفیسر ہمدان پہ ڈالی جو کسی اسائی یمنٹ کا بتا رہے تھے اور دوسری اپنے اطراف جہاں سب اسٹوڈنٹس بہت انہاک سے ان کی بات سن رہے تھے جواب اہم پوائنٹس لکھوا رہے تھے زیاد نے ایک نظر اب کی اپنے سفید کلائی ی میں پہنی گھڑی میں ڈالی جس سے اس نے گہری سانس لی یہ سوچ کر کے باقی کے دس منٹ اور رہتے تھے ان کے لیکچر میں وقاص جو اس کی سیٹ کے بلکل پاس تھا ہلکہ سا اس کی طرف سرک کے آیا اور دھیمی آواز میں بولا۔

بورنگ لیکچر ہے نہ ؟

وہ لیکچر نہیں دے رہے اسائی یمنٹ کا بتا رہے ہیں کہ اس میں کونسی باتیں اہم ہمیں لکھنی اور کونسی اپنی مرضی کے مطابق لکھنی ہے تین چار پوائنٹس وہ خود بتا رہے ہیں تاکہ ہمیں معلوم ہو باقی کا اسائی یمنٹ ہمیں

خود سوچ کہ لکھنا ہے اور بہت واضع طور پہ تا کہ پڑھنے والوں کو اور سننے والوں کو زیادہ نہیں پر تھوڑا ہی کچھ سیکھنے کو ملے۔ زیاد نے اس کے سوال پہ پروفیسر ہمدان کا کہا گیا جملا بتانے لگا۔

بڑے غور سے آج کلاس اٹینڈ کیا جا رہا ہے۔ وقاص تو زیاد کے جواب پہ شاک میں تھا کہ وہ پہلی دفع زیاد کہ منہ سے پڑھائی کہ حوالے میں ایسا کچھ سنا تھا اس لیے یہ بات احمد جو ان کے پیچھے بیٹھا تھا وہ زیاد سے بولا۔

کان سلامت ہیں میرے اس لیے ان کی آواز میرے کانوں میں پڑ رہی ہے۔ زیاد نے سکون سے جواب دیا جب کی علیدان اپنی سوچ میں گم تھا اور ہمایوں پروفیسر جو بول رہا تھا ان کی کچھ ضروری باتیں لکھنے میں تھا۔ مسٹر زیاد کل میں سب سے پہلے آپ کی فائل دیکھوں گا اس لیے اسائیمنٹ آپ کا مجھے اپنے آفس میں ملے۔

پروفیسر ہمدان کلاس سے جاتے ہوئے زیاد کو بولے کیوں کی وہ نوٹ کر رہے تھے اس کا دھیان کلاس میں نہیں۔

ضرور۔زیاد نے یک لفظی کہا۔

تم آج میرے ساتھ گھر چلنا میں بتاتا جاؤں گا پھر تم لکھنا۔ہمایوں نے کلاس سے نکلتے ہوئے کہا

نہیں تم بس Copy paste کرنا ای میل پہ باقی کا کام میرا ہے۔زیاد نے گلاسس اپنی آنکھوں پہ چڑھائے جواب دیا۔

اوکے۔ہمایوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

اب بس ایک کلاس رہتی ہیں ہماری۔ کینٹین میں آکر علیدان بولا۔

وہ بھی گزر جائے گی۔وقاص ہنس کے بولا۔

پر میں ابھی جارہاہوں۔زیاد نے موبائل پہ دھیان دیئے بتایا۔

اس فون کو تو بند رکھا کرو۔علیدان نے اس کا سارا دھیان موبائل میں دیکھا تو چڑ کے بولا۔

بہت ضروری ای میلز سینڈ کی ہیں مینجر نے آفس سے اس لیے ان کو دیکھنا ضروری ہے۔زیاد نے وجہ بتائی ی۔

اچھا اب جاؤ گے کہاں یہ تو بتاؤ ؟وقاص نے سوال کیا۔

آفس کا چکر لگاؤں گا۔زیاد نے جواب دیا۔

اووو۔وقاص نے اوو کو کھینچ کے کہا۔

ہفتے بعد ایکزیمز ہیں. ہمایوں نے بتایا۔

پتا ہے۔احمد بیزار ہوا۔

اچھا میں اب نکلتا ہوں۔زیاد اٹھتا ہوا بولا۔

ٹائی م کتنا ہوا ہے۔علیدان نے اس کی بات پہ وقاص سے پوچھا۔

وہی جو کل ہوا تھا۔وقاص نے ہنسی دبائی ی۔

دوپہر کے دو بج رہے ہیں۔زیاد وقاص کو گھورتا علیدان کو ٹائی م بتا کر نکل گیا۔

آج ریس رکھے۔وقاص نے شوشا چھوڑا۔

بائی یک یا کار۔ احمد نے پوچھا

کار بائی یک تھوڑا رسکی ہے۔ وقاص نے آنکھ ونک کر کے کہا

ہاہاہا دونوں ایک جیسے ہی ہیں۔ علید ان ہنس کے بولا۔

تو کالج کے بعد ڈن۔ ہمایوں نے کہا۔

او کے ڈن۔ وہ تینوں ساتھ بولے۔

زیاد گاڑی چلا رہا تھا جب سامنے روڈ پہ ایک لڑکی اپنی گاڑی کے سامنے آتی نظر آئی ی زیاد نے فورن سے گاڑی کو بریک لگائی ی ورنہ گاڑی سامنے والے کو لگ سکتی تھی زیاد نے سیٹ بلیٹ کھولا اور سخت تیور لیے گاڑی سے اُترا۔

آر یو میڈ؟ اندھی ہو نظر نہیں آرہا سامنے روڈ ہے ایسے ہی رستہ پار کر رہی ہوں اگر میری گاڑی سے ٹکر ہو جاتا تو۔ زیاد نے غصے سے پوچھا۔

کتے کا بچہ۔ اس کے منہ سے پھسلا۔

واٹ۔ زیاد مٹھیاں بھینچ کے ضبط کیے بولا۔

میرا مطلب کتے کا بچہ گاڑی کے نیچے آرہا تھا اس لیے میں اس کو بچانے کی خاطر بیچ سڑک پہ آگئی تھی۔ اس نے فوراً سے اپنی بات کی وضاحت کر کے اس کو پیچھے کی طرف اشارہ دیتے بتایا۔

تم وہی ہو نہ جو اس دن کالج کے سامنے ملی تھی۔ زیاد ایک نظر پیچھے دیکھا جہاں سچ میں ایک کتے کا بچہ بھاگ رہا تھا پھر دوبارہ اس کی طرف چہرہ کیے بولا جو آج بھی وائٹ یونیفارم میں تھی پر آج بلیک چادر اور ایک بیگ کا اضافہ تھا۔

ہاں میں آرزو ایاز۔ آرزو نے جگمگاتے چہرے کے ساتھ اپنا خوبصورت گول مٹول ہاتھ اس کی طرف بڑھا کر اپنا تعارف کروایا۔ زیاد نے ایک نظر اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پہ ڈالی پھر اس کے چہرے پہ جو مسکرا کر اس کو ہی دیکھ رہی تھی زیاد کی نظر گھوم کر اس کے بھرے ہوئے سرخ گالوں پہ پڑی جس سے وہ نظر ہٹاتا اپنا سفید مضبوط ہاتھ اس کے بڑھائے ہوئے ہاتھ پہ ہاتھ ملایا جس سے آرزو کی مسکراہٹ گہری ہوگئی تھی۔

زیاد خانزادہ۔ زیاد کو سمجھ نہیں آیا اس نے اپنا تعارف کیوں کروایہ۔

آپ کا نام بہت پیارا ہے یونیک سا۔ آرزو نے مسکرا کر کہا جب کی ہاتھ ابھی بھی زیاد کے ہاتھ میں تھا جس کو نہ زیاد نے چھوڑا تھا اور نہ آرزو نے چھڑوانے کی کوشش۔

یہاں کیا کر رہی ہو اکیلے۔ زیاد نے سوال پوچھا۔

میں گھر جا رہی ہوں پر شاید آج ہلتار ہے کوئی ی ٹیکسی ہی نظر نہیں آئی ی اس لیے پیدل جانے کا سوچا جب یہاں کتے کا بچہ دیکھا تو آگ ئی۔ آرزو نے لمبا سا جواب دیا۔ زیاد کو وہ بہت باتونی لگی۔

ہلتار تو نہیں میں چھوڑ دو تمہیں تمہارے گھر اگر تمہیں ٹھیک لگے تو۔ زیاد کو آج اپنا آپ کچھ روبوٹ سا لگا۔

نہیں میں خود چلی جاؤ ں گی پہلے بھی بہت دفعہ جا چکی ہوں اور آپ جس روٹ پہ جا رہے ہیں نہ میرے گھر کا رستہ وہاں نہیں اس لیے آپ کو پروبلم ہو گی۔ آرزو نے مسکرا کر منع کیا۔

مجھے کوئی پروبلم نہیں ایسے تمہارا جانا ٹھیک نہیں بچی ہو ابھی۔ زیاد نے اس کی پھر اتنی بڑی گفتگو پہ یہی کہا جانے کیوں وہ چاہتا تھا کہ وہ مان جائے اس کے ساتھ چلنے پہ۔

میں بچی تو نہیں کل پورے اٹھارہ سال کی ہو گئی تھی اور پہلے عاشر کے ساتھ آتی تھی پر جب وہ کالج جانے لگا تو میں وین میں آتی جاتی تھی اور اب ٹیکسی پہ عاشر ضرور لینے کے لیے آتا پر وہ کالج کے کوچنگ سینٹر جاتا ہے اس لیے میں خود ہی آجاتی ہوں ورنہ اکیلے نہیں۔ آرزو نے جواب دیا۔

میں ڈراپ کر دیتا ہوں۔ زیاد اس کے جواب پہ گہری سانس لیتے کہا اس نے شاید ہی کبھی کسی کی اتنی باتیں سنی ہو گی۔

اچھا اگر آپ اتنا انسسٹ کر رہے تو ٹھیک ہے۔ آرزو نے احسان کرنے والے انداز میں کہا اس کی بات پہ زیاد نے گھور کے دیکھا۔

اپنا بیگ دو میں پچھلی سیٹ پہ رکھتا ہوں۔زیاد نے کہا تو آرزو کی نظر بے ساختہ اپنے ہاتھ میں پڑی جو زیاد کے ہاتھ میں چھپا ہوا تھا وہ باتوں میں بھول ہی گ ئی تھی کہ اس کا ہاتھ زیاد کے ہاتھ میں ہے اس نے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا تو معلوم ہوا کہ زیاد نے مضبوطی سے تھامے رکھا ہے آرزو نے نظر اٹھا کر زیاد کو دیکھا جو اس کو دیکھ رہا تھا زیاد نے آرزو کو ایسا دیکھتا پا کر اپنے ہاتھ میں دیکھا تو فورن سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اس کو خود پہ غصہ آیا اس کو لگا آرزو کو شاید برا لگا ہو۔

بیگ۔ آرزو نے کندھے سے بیگ اُتار کہ زیاد کی طرف بڑھایا تو زیاد نے پکڑا تو احساس ہوا کہ بھاری تھا۔

اتنی کتابیں کیوں ڈالی ہیں۔زیاد گھوم کر پچھلی سیٹ پہ بیگ رکھتا پوچھنے لگا۔

ضروری ہیں سب۔ آرزو نے زبان دانتوں تلے دبا کے بتایا زیاد کو اس کی یہ حرکت کیوٹ لگی۔

آؤ۔زیاد نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول کے آرزو سے کہا زیاد کی یہ حرکت اگر وہ چاروں دیکھتے تو یقین ایک ہفتہ تو وہ بیھوش ہو کر ہسپتال میں گزاتے پر یقین نا کرتے کہ زیاد ایسا بھی کچھ کر سکتا وہ بھی کسی لڑکی کے لیے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولنا جس کو وہ بچی کا نام دے چکے تھے۔

شکریہ۔ آرزو بیٹھتے ہوئے بولی تو زیاد نے دروازہ لوک کیا اور خود گھوم کر ڈرائی یونگ سیٹ سنبھالی اور سیٹ بیلٹ باندھنے لگا۔

تم بھی سیٹ بلیٹ باندھ لو۔زیاد نے آرزو کو کہا اس کی بات پہ آرزو عجیب نظروں سے سیٹ بیلٹ کو دیکھا پھر زیاد سے کہا۔

مجھے باندھنا نہیں آتا۔

اور کہتی ہو کہ میں بچی نہیں۔زیاد اس کو دیکھ کے بولا جو مسکین سی شکل بنائے اس کو دیکھ رہی تھی۔

اس میں بچی والی کیا بات آپ سے بس دو تین سال ہی چھوٹی ہو گی۔ آرزو منہ کہ الگ الگ زاویے بناتی بولی۔

آٹھ سال۔ زیاد کو اس کی شکل دیکھ کے ہنسی تو بہت آئی پر اس نے سنجیدگی سے بتایا کہ دو نہیں آٹھ۔

ایک بات ہے۔ آرزو شان بے نیازی سے بولی۔

میں باندھتا ہوں۔ زیاد نے کہا اور ہلکہ سا اس کی طرف جھک کے سیٹ بیلٹ باندھنے لگا آرزو اپنی جگہ سیٹ پہ چپک کہ بیٹھ گئی تھی زیاد جیسے ہی اپنے کام سے فارغ ہوا تو آرزو کی جان میں جان آئی اس کو زیاد کی تیز پرفیوم کی خوشبو پہ سانس لینا مشکل لگ رہا تھا۔

اب سانس لے سکتی ہو۔ زیاد گاڑی سٹارٹ کرتا آرام سے بولا۔

یہاں سے سیدھا جا کر لیفٹ سائیڈ جائیے گا۔ آرزو نے اس کی بات پہ اپنی بات کہی جس پہ زیاد نے سر ہلایا۔

چاکلیٹ کھائے گے؟ آرزو نے اپنے یونیفارم کی جیب سے چاکلیٹ نکال کے زیاد کو آفر کی۔

نہیں۔ یک لفظی جواب۔

پسند نہیں کہ کھانے کا موڈ نہیں۔ آرزو نے چاکلیٹ منہ میں ڈالتے سوال کیا۔

پسند نہیں۔ زیاد نے جواب دیا۔

حیرت ہے آپ کو چاکلیٹ نہیں پسند عاشر کو تو بہت پسند ہیں۔ آرزو نے مزے سے بتایا۔

ہر کسی اپنی پسند ہوتی ہے۔ زیاد ڈارئی یو کرتا بولا۔

ہاں یہ تو ہے پر چاکلیٹ کس کو پسند نہیں ہوتا۔ آرزو نے ٹھوڑی پہ ہاتھ رکھ کے سوچنے والے انداز میں کہا

مجھے۔ زیاد نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ایک بار ٹیسٹ کر کے تو دیکھے پسند نہ آئے تو کہنا۔ آرزو نے اس کے منہ کی طرف چاکلیٹ کر کے کہا جس پہ زیاد نے جلدی سے اپنا چہرہ دوسری طرف کیا۔

میں ڈرائیونگ کر رہا ہوں میرا دھیان نہ بھٹکاؤ۔زیاد چاہ کر بھی یہ بات غصے سے نہ کر پایا۔

اچھا سوری۔آرزو اپنا ہاتھ پیچھے کرتی بولی جس پہ زیاد کی نظر اس کے چہرے پہ پڑی تو نفعی میں سر ہلانے لگا کیوں کی آرزو کے پورے چہرے پہ چاکلیٹ لگا ہوا تھا ما تھے کہ علاوہ جس سے وہ بے خبر کھانے میں مصروف تھی زیاد نے ٹیشو پیپر بوکس سے ایک ٹیشو نکال کے آرزو کی طرف بڑھایا اور کہا۔

اپنا چہرہ صاف کرو۔اس کی بات پہ آرزو نے ٹیشو پکڑا اور چاکلیٹ کا ریپر گاڑی کی ونڈو سے باہر پھینک کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگی اور پھر دوسرا تیسرا ٹیشو اٹھانے لگی اور خراب کیے گ ئے ٹیشو ڈیش بورڈ پہ رکھ دیا جس پہ زیاد نے اس کو ٹوکا نہیں۔

اب ٹھیک ہے؟آرزو نے اپنا چہرہ زیاد کی طرف موڑ کے پوچھا جس پہ زیاد کھتے کھتے نہ کہہ پایا کہ سامنے مرر ہے اس پہ دیکھ لو پر خود ہی اپنا چہرہ

اس کی طرف کیا جہاں ٹھوڑی کے علاوہ ہورا چہرہ صاف تھا زیاد نے اپنا ہاتھ اس کی ٹھوڑی پہ رکھا اور انگھوٹے کی مدد سے وہاں سے چاکلیٹ ہٹائی ی پھر کہا۔

ہاں اب ٹھیک ہے۔

اچھا بس یہی گاڑی روک دے۔ آرزو نے جلدی سے کہا کیوں کی وہ اپنے محلے کے قریب آچکی تھی۔

یہاں؟ زیاد نے کنفرم کرنا چاہا۔

ہاں آگے آپ کی گاڑی کا گزر نہیں ہو گا گلیاں تنگ ہے اور دوسرا کہ کیچڑ بھی ہوتا ہے ایک سائیڈ پہ۔ آرزو سیٹ بیلٹ کھولنے پہ جتن کر کے بولی جو کھل ہی نہیں رہا تھا۔

میں کھول دیتا ہوں۔ زیاد دوبارہ اس کی طرف جھک کے بولا آرزو کی چادر سر پہ اُترنے کی وجہ سے اس کے بال زیاد کے چہرے پہ پڑ رہے تھے جس وہ جلدی میں سیٹ بیلٹ کھولتا اپنی جگہ پہ آیا

پھر سے شکریہ۔ آرزو مسکرا کر بولی اور گاڑی کا لاک کھول کے اُتر گئی زیاد بھی اپنی جگہ سے اٹھا اور پچھلی سیٹ پہ رکھا اس کا بیگ اٹھا کے دیا آرزو نے بیگ کاندھے پہ ڈال کے اچھے طریقے سے چادر پہن لی اور ایک نظر آس پاس دیکھی جہاں کوئی نہیں تھا اس کی احتیاط زیاد کی نظروں میں چھپی نہیں رہی تھی۔

میں اپنی آپی کو بتاؤں گی آپ برے نہیں ہے۔ آرزو نے مسکرا کر زیاد سے کہا۔

مجھے کسی کی سوچ سے فرق نہیں پڑتا ہر کوئی اپنی سوچ مطابق دوسرو کو سوچتا اور پرکھتا ہے۔زیاد نے سنجیدگی سے جواب دیا اور اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ آرزو نے پھر کوئی بات نہ کی اور اپنے گھر کے راستے جانے والی گلی میں مڑ گئی زیاد تب تک گاڑی سٹارٹ نہیں کی جب تک آرزو وہ گلی کروس نہ کر ڈالی اس کے بعد وہ اپنے کام کے لیے نکل گیا۔

شکر اللہ کا کوئی ی تھا نہیں ورنہ اماں کو پتا نہیں کیا بتاتے اور پھر اماں کی چپل پہنچ جاتی مجھے سلامی دینے۔ آرزو چلتے ہوئے خود سے بڑبڑانے لگی۔

یہاں تم سب کام کرنے آتے ہو یا باتیں کرنے؟ زیاد آفس میں جیسے ہی داخل ہوا تھا ہر ایک کو ہنستا باتیں کرتا دیکھ کے پوچھنے لگا جس سے سب الرٹ ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گ ئی ے زیاد کی موجودگی آج ان کے لیے سرپرائی زنگ تھی وہ بتا دیتا تھا اپنے مینیجر کو مگر آج اچانک آیا تو وہ ڈر گ ئی ے تھے۔

کام کرنے۔ ایک ورکر ڈرتے ہوئے بولا۔

یہ کیا حال کیا ہوا آفس کا میں اگر نہیں ہو تو کیا تم لوگوں نے یہی سب کرنا ہے۔ زیاد سخت لہجے میں ان سے پوچھنے لگا اور اشارہ کیا جہاں ٹیبلز کے درمیان والی کرسیاں یہاں وہاں تھی اور پیپرز بھی بکھرے ہوئے تھے

سر ہم صفائی ی کرواتے ہیں۔ ایک لڑکی زیاد کے سامنے آکر بولی۔

صفائی؟ زیاد نے ایک آئی برو اچکا کر سوال کیا

جی سر۔ لڑکی نے زیاد کہ اسطرح پوچھنے پہ گڑ بڑا کہ جواب دیا۔

کتنے عرصے سے کام کر رہی ہو یہاں؟ زیاد نے سوال کیا۔

د دوس سال سے۔ ہمکلاتے ہوئے جواب دیا۔

اس سے پہلے کہی کام کرنے تجربہ ہوا آپ کو یا پہلی دفعہ ہیں یہاں۔ زیاد اب کی اس سے سوال کرنے لگا وہ لڑکی زیاد کے سامنے آ کر پچھتائی ی۔ پہلی دفعہ یہی جاب کے لیے اپلائے تو کیا تھا اور مل بھی گ ئ ی تھی۔ لڑکی نے کچھ کانفڈنٹ ہو کر جواب دیا۔

نام؟ زیاد نے سنجید گی سے پوچھا۔

ایہا طاہر۔ ایہا نے تھوک نگل کے جواب دیا۔

مس ایہا دو سالوں سے آپ یہاں کام کر رہی ہیں تو کیا ابھی تک آپ کو اس کمپنی کے رولز نہیں معلوم اور رولز کو چھوڑے کیا آپ سب بچے ہیں نا سمجھ ہیں کیا ہیں صفائی صبح کو ہو جاتی ہے نہ پورے آفس کی اور ہر

ایک کے کیبن کی بھی ہیں نہ ؟زیاد نے آخر میں اس سوال کیا باقی سب تو سانس روکے کھڑے تھے۔

ہوتی ہے سر۔ایبھا نہیں جواب دیا۔

تو آپ سب میں اتنے مینرز نہیں کہ جہاں رہو وہاں کی صفائی ی کا بھی خیال کرے اور یہ کوئی ی بھی چیز اپنی جگہ پہ کیوں نہیں۔زیاد تیز آواز میں سب سے پوچھنے لگا۔

آئی یندہ ایسا نہیں ہو گا سر۔دوسرے لڑکے نے ہمت کر کے جواب

دیا۔

مجھے نہیں تھا پتا یہاں سب جاہل کام پہ رکھے ہوئے ہیں یہ پیپرز فائی لز فضول نہیں جو تو سب نے ایسے رکھی ہوئی ی ہیں۔زیاد نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔

سر وہ

اناف۔زیاد نے ٹوک دیا۔

پانچ منٹ میں مجھے یہاں کا سارا نقشہ ٹھیک چاہیے ہر ایک چیز اپنی جگہ پہ ہو اور پروپرلی طریقے سے ہو ورنہ میرے لیے نیا اسٹاف ہائیر کرنا کوئی مشکل نہیں۔ زیاد نے ان سب کو وارن کر کے اپنے کیبن کی طرف گیا۔

یار سر تو کافی غصے میں تھے۔ زیاد کے جانے کے بعد وہ سب تبصرے کرنے لگا۔

ہاں آج تو کچھ زیادہ ہی ہیں اور صفائی کا ہمیں کہہ دیا ورنہ یہ کام تو پیون کرتا ہیں۔ دوسرا لڑکا بتانے لگا۔

باتیں چھوڑو اور کام پہ لگو سر نے پانچ منٹ کہا ہے تو مطلب پانچ منٹ ورنہ سر فائیر کر دیں گے ہمیں۔ دوسری لڑکی اپنی جگہ کے پیپرز ٹھیک کرتی ان سے بولی تو سب کام پہ لگ گئے۔

مسٹر سراج آپ ابھی میرے کیبن میں آئے۔ زیاد کیبن میں آ کر انٹر کام پہ مینیجر کو کہا۔

جی سر آپ نے بولایا۔ مینیجر سراج فورن سے حاضر ہوتا بولا۔

میں نے آفس کے سارے کام آپ پہ زمے لگائے تھے نہ۔ زیاد اپنی

چی ئی رکو ہلکا سا ہلاتا اس سے بولا۔

جی سر میرے زمے لگائے تھے مجھ سے کوئی کوتائی ہوئی ہے

کیا۔ سراج ڈرتے ہوئے بولا۔

کوتائی۔ زیاد طنزیہ مسکرایا۔

میں اسٹاف دیکھ کے آیا ہوں یہ کن کو تم نے سلیکٹ کیا ہے انٹرویو پہ

جن کو کسی چیز کا ہوش تک نہیں یہ تک نہ ہی پتا کہ کام کیسے کرتے

ہیں۔ زیاد نے غصے سے پوچھا۔

سر میں خیال رکھتا ہوں ہر بات آج جانے کیسے۔ سراج نے بات

ادھوری چھوڑ دی زیاد اپنی گھڑی میں وقت دیکھتا کیبن سے نکلا اور نیچے

آکر سارے اسٹاف پہ نظر ڈالی جو جلدی ہاتھ چلا رہے تھے۔

رک جاؤ۔زیاد نے تیز آواز میں کہا جس پہ سب جلدی سے سیدھے کھڑے ہوئے۔

اپنی جگہ پہ بیٹھے اور جن کا جو بھی کام ہوتا اس کی فائی ل بنا کر مجھے دیکھائے میرے کیبن میں آکر۔زیاد سب پہ ایک نظر ڈالتا واپسی کے لیے مڑ گیا۔

دیکھنا تم سب آج کوئی ی نہ کوئی ی نوکری سے ضرور جائے گا۔ایہا نے کہا۔

ایسا تو نہ کہو۔سب نے اس کی بات پہ یکدم کہا۔

اگر آپ اپنی زمیداری ٹھیک سے نہیں پوری کر سکتے تو مجھے بتائی یں۔زیاد دوبارہ کیبن میں آکر مینیجر سے مخاطب ہوا جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

سوری سے دوبارہ آپ کو شکایت نہیں ملے گی بس پہلی اور آخری غلطی سمجھ کہ معاف کر دے۔ سراج زیاد کی بات پہ منت بھرے لہجے میں بولا۔

اوکے بٹ نیکسٹ۔ زیاد نے جملا ادھورا چھوڑا۔

آپ کو شکایت نہیں ہو گی۔ سراج جلدی سے بولا۔

گڈ فاریو۔ زیاد چی ئی رپہ پشت ٹکاتا بولا۔

بابا یہ دیکھے میری واچ جو آپی نے گفٹ کی تھی۔ رات کے وقت کھانے کے بعد وہ سب لاؤنج میں تھے جب آرزو ایاز صاحب کے سینے پہ سر رکھتی گھڑی دیکھا کر بولی۔

ارے واہ یہ تو بہت پیاری ہے۔ ایاز صاحب نے بلیک رنگ کی واچ دیکھ کر مسکرا کر کہا۔

ہاں نہ۔ آرزو چہک کے بولی

آرو کچن میں جا کر روشنا کی مدد کرو کب سے وہ کام میں لگی ہوئی ہے اور ایک تم یہاں آرام سے بیٹھی ہو۔زرینہ بیگم چائے کا کپ ایاز صاحب کو دیتی آرزو سے بولی۔

مجھے نہیں آتے یہ کام۔آرزو بیزار سی شکل بنائے بولی۔

کروں گی تو آئے گے نہ۔زرینہ بیگم نے گھور کے کہا۔

نہ کروا ابھی میری بیٹی کی عمر کام کرنے کی نہیں ہے۔ایاز صاحب آرزو کا ماتھا چومتے ہوئے زرینہ بیگم سے بولے جس پہ آرزو نے زرینہ بیگم کو شرارتی نظروں سے دیکھا۔

آپ کی اور روشنا کی ڈھیل کا نتیجہ ہے اور اٹھارہ سال کی ہو گئی ہے ابھی بھی آپ ایسے بول رہے ہیں جیسے فیڈر چوسنے کی عمر کو۔زرینہ بیگم غصے سے کہتی اٹھ گئی۔

ہاہاہا اماں بھی جانے کیا کچھ بول جاتی ہے۔آرزو ان کی آخری بات پہ ہنس کے بولی۔

میرا شرارتی بچہ۔ ایاز صاحب بھی ہنس کے بولے

اچھا میں اب سونے جاتی ہوں۔ آرزو کچھ دیر بعد بولی۔

ہاں میرا بچہ آرام کرو میں بھی اب سونے جاؤں گا۔ ایاز صاحب نے مسکرا کر کہا تو آرزو اٹھ کر اپنے کمرے میں آگئی اپنا موبائل ڈریسنگ ٹیبل سے اٹھا کر دیکھا تو چارجنگ کم تھی تو اس نے فون چارج پہ لگایا تبھی روشنا اس کے کمرے میں آئی ی۔

سوئی ی نہیں اب تک۔ روشنا نے پوچھا۔

بس سونے والی ہوں۔ آرزو بیڈ پہ آکر مسکرا کر بولی۔

نماز پڑھ لی ہے عشاء کی؟ روشنا نے سوال پوچھا۔

الحمد اللہ۔ آرزو نے بڑے فرمانبرداری سے جواب دیا

خیر ہے آج ضرورت سے زیادہ چہک رہی ہو۔ روشنا نے مسکرا کر پوچھا۔

آپ کو پتا ہے میں آج گھر کس کے ساتھ آئی ی تھی۔ آرزو نے سسپینس دینے والے انداز میں روشنا سے کہا۔

عاشر کے ساتھ یا ٹیکسی کیب وغیرہ میں۔روشنا اپنے بال جوڑے میں قید کرتی آرام سے بولی۔

نہیں نہ میں زیاد خانزادہ کے ساتھ آئی ی تھی۔ آرزو نے پرجوش آواز میں بتایا جیسے جانے کونسی بڑی بات ہو جب کی روشنا تو پہلے الجھ گ ئی تھی مگر جیسے ہی اس کو بات سمجھ آئی ی حیرت سے اپنی بہن کو دیکھنے لگی جو بہت خوش ہو کر اس کو بتا رہی تھی۔

آرزو کیا مطلب تمہارا اس بات کا تم ایک غیر لڑکے کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر آئی ی ہو وہ بھی اس زیاد کے ساتھ جس کا میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ کالج میں ایک لڑکے کو اتنا پیٹا کے وہ ایمرجنسی میں رہا اور تین دنوں تک ہوش میں نہیں آیا تھا اور تم اس بدتمیز آوارہ انسان کے ساتھ اوہ میرے خدا آرزو میں کیا کروں تمہارا۔روشنا اس کی بات پہ پھٹ پڑی اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے۔

کیا ہو گیا ہے آپی اتنا بھی برا نہیں لگا مجھے وہ جتنا آپ غصہ کر رہی ہیں۔ آرزو جو شاک میں روشنا کا چلانا دیکھ رہی تھی اس کو خاموش ہوتا دیکھ کے بولی۔

تم جانتی کیا ہو اس کے بارے میں آرزو میں کالج میں اس کے ساتھ نہیں ہوتی پر کالج ہے تو ایک نہ تم اگر وہ باتیں سنو نہ جو میں سنتی ہو اس زیاد کے بارے میں تو کانوں کو ہاتھ ڈالو گی۔ روشنا نے اس کے پاس بیٹھ کر کہا۔

مجھے کسی کی سوچ سے کوئی ی فرق نہیں پڑتا ہر کوئی ی اپنی سوچ مطابق دوسروں کو سوچتا اور پرکھتا ہے۔ روشنا کی بات پہ اس کو زیاد کی بات یاد آئی ی جو اس نے کہا تو آرزو بولی۔

آپی ایسے تو آپ بھی اس کو نہیں جانتی ایسے ہی سنی سنائی ی باتوں پہ آپ اس کو غلط سمجھ رہی ہیں۔

میری اتفاقن ہی سہی اس سے ملاقات ہوئی ہے اور میں نے اس کو برا اور بد تمیز ہی جانا ہے۔روشنا نے تیز آواز میں کہا۔

اچھا میں سنا چاہتی ہوں اب۔ آرزو جمائی لیتی بولی۔

اوکے سو جاؤ پر دوبارہ تم اس سے بات بھی نہیں کروں گی میں تو اس کا ذکر تم سے کر کے پچھتا رہی ہوں۔روشنا نے اٹھتے ہوئے کہا آرزو نے کوئی جواب نہیں دیا اور آنکھیں موندلی۔اس کو سوتا دیکھ کے روشنا اپنے کمرے میں آئی اور فون چارج پہ لگانے والی تھی جب مسیج ٹون بجی روشنا نے بیزار نظر مسیج پہ ڈالی جو کی انون نمبر سے تھی وہ دو نمبر بلاک بھی کر چکی تھی مگر پھر دوسرے دن کسی اور نمبر سے مسیج آجاتا

دل چاہتا ہے تم کو اپنے پاس

رکھ لوں مگر پھر تمہارا

غصے بھرا چہرہ دیکھ کر

دل کہتا ہے تمہارے بدل

جانے کا انتظار کرو

Good night,

روشنا نے مسیج پڑھا اور نمبر بلاک کر دیا۔

ویلے لوگ اور کام نہیں ہوتا تو تھرڈ کلاس شاعرانہ باتیں کر ڈالتے ہیں۔ روشنا سوتے ہوئے خود سے بڑبڑائی ی۔۔

زیاد گھر آیا تو رات کے بارہ بج گ ئی ے تھے وہ آفس گیا تو کچھ ٹائ م کے لیے تھا مگر وہاں کا حال دیکھ کے وہ رک گیا تھا اور ان کا کام دیکھتے رہنے کے بعد اس کو وقت کا پتا بھی نہیں چلا تھا اس نے گاڑی گھر اندر کی جب گارڈ نے گیٹ کھولا تو اس نے چابی اس کو پکڑا دی کہ وہ سائ یڈ پہ کرے اس کو تھکن ہو گ ئی تھی اور وہ ابھی شاور لینا چاہتا تھا کمرے میں آکر اس نے واشروم کا رخ کیا آدھے گھنٹے کا شاور لینے کے بعد اس کو اپنا آپ ہلکا پھلکا محسوس ہوا اس نے ٹاول بیڈ پہ پھینکا اور انٹر کام پہ شبیر کو کہا

میرے لیے کافی لے آؤ کمرے میں۔زیاد نے کہتے ہی انٹر کام رکھ دیا۔جب کی دوسری طرف شبیر نیند سے جھولتا زیاد کے حکم کی پیروی کرنے لگا۔

رات میں بھی ان کو چین نہیں۔شبیر کچن میں آتا بڑبڑایہ زیاد کی بلیک کافی بنانے کے بعد وہ اس نے اپنا رخ سیڑھیو کی جانب کیا زیاد کے کمرے کے پاس آکر اس نے دروازہ نوک کیا۔

آجاؤ۔زیاد نے اجازت دی۔تو وہ اندر آیا اور زیاد کو دیکھا جو برائی ون کلر کی بنیان اور ٹرائی ور پہنے موبائل میں کجھ ٹائپ کر رہا تھا گیلے بال ماتھے پہ چپکے ہوئے تھے۔

آپ کی کافی۔شبیر نے اس کے سامنے آکر بولا تو زیاد نے ٹرے سے کافی کا مگ اٹھایا۔

آپ کے لیے کھانا لاؤں؟شبیر نے پوچھا۔

بھوک نہیں تم جاسکتے ہو اب مجھے بس کافی کی طلب تھی۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا تو سر ہلاتا نکلنے لگا تو زیاد نے آواز دی۔

سنو۔

جی۔شبیر جلدی سے مڑا۔

تمہیں پ ئی سے چاہیے تھے نہ؟زیاد نے سوال کیا۔

جی سر وہ میری بہن کی شادی تھی اس لیے میں بیگم صاحبہ سے اپنی سیلری پہلی تاریخ سے پہلے چاہ رہا تھا۔شبیر نے سر جھکا کر جواب دیا

تمہیں یہاں میں نے اپنے کام کے لیے رکھا ہے سمایا بیگم کے لیے نہیں پر اگر تم ان کے کام کرتے ہو تو میں نے انکار نہیں پر اب اگر کسی کی ضرورت ہو تو میرے پاس آنا۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا تو اس کو شرمندگی ہوئی ی۔

میں نے تمہارے اکائی ونٹ میں امائی ونٹ بھیج دی ہے آرام سے اپنی بہن کی شادی کروانا اور اچھے طریقے سے۔زیاد نے کافی کا گھونٹ بھر کے بتایا۔

شکریہ سر بہت بہت شکریہ میری ماں بہت پریشان تھی کیوں کی لڑکے والوں کی طرف سے ڈیمانڈز بہت تھی۔شبیر تشکر بھرے لہجے بولا۔

پھر سے شکریہ۔

اچھا اب تم جاؤ۔زیاد کے کانوں میں آرزو کا مسکراتا جملا گونجا تو فورن سے شبیر کو جانے کا کہا جس پہ شبیر بھی خوش ہوتا باہر نکل گیا۔

بہت ہی باتونی لڑکی تھی۔زیاد بیڈ پہ بیٹھ کے آرزو کو یاد کرتا بولا

جو بھی ہو میں کیوں یاد کر رہا ہوں اس کو۔زیاد کافی کا گھونٹ بھرتا تعجب سے بولا۔

آج علیدان کی آنکھ صبح وقت سے پہلے کھلی تھی وہ اٹھا اور ٹریک سوٹ پہنتا باہر نکل گیا جاگنگ کے لیے جہاں اس کو زیاد پہلے ہی بھاگتا ہوا دِیکھا وہ خود کبھی کبھی یہاں آتا تھا مگر زیاد کا روٹین تھا روز صبح فجر کے وقت جاگنگ پہ آنا علیدان بھی بھاگتے ہوئے زیاد کے ساتھ آیا جو ائی ئی رفون کان میں لگائے آہستہ آہستہ بھاگ رہا تھا علیدان بھی اس کے پاس پہنچ کر بھاگنے کی اسپیڈ کم کی۔

آج بڑے دنوں بعد یہاں آکر رونق بخشی ہے۔زیاد نے علیدان کو دیکھ کر پوچھا۔

ہاں بس سوچا آج تمہیں کمپنی دی جائے۔علیدان ہنس کے بولا۔

اچھا۔زیاد نے بس یہی کہا۔

یہ لڑکیاں ابھی بھی آتی ہیں ؟علیدان اور زیاد بینچ پہ اب بیٹھ گ ئی ے تھے جب اس نے فریش جوس پیتے زیاد سے سوال کیا۔

کونسی لڑکیاں۔زیاد کو اس کی بات سمجھ نہیں آئی ی۔

سامنے دیکھو۔علیدان نے شرارت بھرے انداز میں کہا تو زیاد نے سامنے دیکھا جہاں دو لڑکیاں بات تو آپس میں کر رہی تھی پر نظریں زیاد پہ ٹکی ہوئی ی تھی زیاد نے پھر علیدان کو دیکھا اور جواب دیا۔

شاید۔زیاد لاپرواہی ی سے بولا

شاید کا یقیناً۔علیدان نے کہا کیوں کی وہ جب بھی آتا تھا ان دو لڑکیوں کو ضرور دیکھتا تھا جن کی نظریں بس زیاد رہتی تھی پہلے اس کو اپنا وہم لگتا تھا مگر پھر اس کو یقین ہو گیا کہ یہ وہم نہیں حقیقت ہے۔

میں اب چلتا ہوں۔زیاد اس کی بات نظر انداز کرتا بولا۔

ہمم میں بھی چلوں گا۔علیدان بھی اٹھتا ہوا بولا۔وہ دونوں پھر اپنے گھر کی راہ لیکر وہاں سے نکل گ ئ ے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد گھر آیا تو اس کی نظر اپنی گاڑی کے پاس ملازم پہ پڑی وہ تعجب سے اس کی طرف دیکھنے لگا پھر سامنے آکر دیکھا تو کہا۔

کیا کر رہے ہو؟

وہ صاحب جی کل گارڈ نے آپ کی گاڑی ٹھیک سے لاک نہیں کی تھی میں بس وہی کرنے آیا تھا تو یہ کچھ گند ملا آپ شاید ہم سے کہنا بھول گ ئی ے تھے اس لیے سوچا صفائی کر لوں۔ ملازم جس کا کام ہی صفائی ی کا ہوتا تھا زیاد کے پوچھنے پہ اس نے جلدی سے جواب دیا اور ٹیشو پیپرز کی طرف اشارہ کہ اس کو اٹھا رہا تھا۔ زیاد نے ایک نظر اس کے ہاتھ میں رکھے ٹیشو پیپرز دیکھے جو آرزو نے لاپروائی سے رکھ دی ئی ے تھے استعمال کے بعد نہ اس نے باہر پھینکنے کا کہا تھا اور نہ اسے خود باہر پھینکنے کا خیال آیا تھا۔

یہ مجھے دو۔ زیاد نے اس کے ہاتھوں سے پیپرز چھین نے والے انداز میں لیے۔

میں جو کام کہوں بس وہی کیا کرے میری اجازت کے بغیر میری چیزوں ہاتھ مت لگائی یے گا دوبارہ۔ زیاد نے سخت لہجے میں اس کو وارن کیا اور

اندر کی طرف جانے لگا تو اس کی نظر لان میں چائے پیتی ماہی بیگم پہ پڑی تو اس کو یاد آیا انہوں نے کوئی ی بات کرنی تھی زیاد نے ٹیشو پیپرز اپنی پینٹ کی جیب میں ڈالے اور ان کی طرف جانے لگا۔

اسلام علیکم چچی۔زیاد ان کے سامنے والی کرسی پہ بیٹھ کے بولا۔

وعلیکم اسلام جاگنگ سے آئے ہو؟ ماہی بیگم نے مسکرا کر اس سے پوچھا جو بلیک ٹریک سوٹ میں ملبوس تھا

جی۔زیاد نے جواب دیا۔

چائے پیو گے۔ماہی بیگم نے پوچھا۔

نہیں میں تو اب فریش ہونے جا رہا تھا اور صبح کو میں چائے وغیرہ نہیں پیتا بس جوس وغیرہ پیتا ہوں اندر جا رہا تھا تو یاد آیا کل آپ نے کوئی ی بات کرنی تھی مجھ سے اس لیے آپ کو دیکھا تو یہی آ گیا۔زیاد نے پوری بات کی۔

ہاں بات تو کرنی تھی پر جانے تمہیں وہ بات کیسی لگے۔ماہی بیگم نے تمہید باندھی۔

آپ کُھل کے بات کرے۔زیاد نے ہاتھ ٹھوری پہ رکھے کہا۔

میں چاہتی ہوں تمہیں اب شادی کر لینی چاہیے ماشااللہ سے پچیس سال کے اُپر کے ہونے والے ہو۔ماہی بیگم نے کہہ دیا۔

شادی؟زیاد نے تصدیق چاہی۔

ہاں شادی۔ماہی بیگم کو اس کا ایساری ایکٹ سمجھ نہ آیا۔

میں نہیں کروں گا کبھی۔زیاد نے بڑے آرام سے جواب دیا

کیا میرا حق نہیں تم پہ زیاد مانا کہ ماں نہیں ہوں تمہاری پر ہمیشہ اپنے بچوں کی طرح ہی چاہا ہے میں نے۔ماہی بیگم دکھ سے بولی

ایسا نہیں مجھ پہ آپ کا حق ہے پر میں شادی نہیں کرنا چاہتا میں ایسے ہی ٹھیک ہوں۔زیاد نے جلدی سے کہا

کیوں نہیں کرو گے؟ماہی بیگم نے جاننا چاہا۔

میری زندگی میں ابھی ان چیزوں کی گنجائش نہیں۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

گنجائش نکالنی پڑتی ہے اور شادی ہر کوئی ی کرتا ہے۔ماہی بیگم نے اپنی بات پہ زور دیا۔

کرتیں ہو گے پر میں نہیں میں نے تو خالا جان کو ہی ٹالا کہ شادی نہیں کروں گا جب ملے گی اپنی پسند کے مطابق تو کروں گا۔زیاد نے کہا۔

تمھیں کسی ساتھی کی ضرورت ہے زیاد جس کو تم اپنا ہمقدم پاؤ اور جس سے تم اپنے دل کی ہر وہ بات کرو جو کسی اور سے نہیں کرتے۔ماہی بیگم نے گہری سانس بھر کے کہا۔

اس سے کیا ہو گا۔زیاد کا لہجہ طنزیہ ہوا۔

تمھارے دل کا بوجھ ہلکا ہو گا سکون ہو گا تمھارے اندر کہ کوئی ی ہے تو ہے جو بس تمھارا ہے جس سے تم جب چاہے اپنے دل کا حال بتا سکتے ہو

اور جو ہر وقت تمہارے ساتھ ہو گی۔ ماہی بیگم نے اس کو بچوں کی طرح سمجھایا۔

اچھا تو ایسی کوئی ی لڑکی ہے آپ کی نظر میں جو مجھے سکون دے سکے؟ زیاد نے سوال کیا۔

تم شادی کے لیے مان جاؤ لڑکی مل جائے گی۔ ماہی بیگم مسکرا کر بولی۔

تین سال کا وقت دے۔ زیاد نے بڑے آرام سے کہا۔

بوڑھاپے میں شادی کرنے کا ارادہ ہے کیا۔ ماہی بیگم نے گھور کے کہا۔

نہیں تین سال میں میرا بزنس بہت اچھے سے اسٹابلیش ہو جائے گا اس کے بعد شادی کا بھی سوچوں گا۔ زیاد نے جیسے احسان کیا۔

تین سال بعد بھی سوچو گے۔ ماہی بیگم کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے۔

بلکل شادی ایک بہت بڑا فیصلا ہے اور میں ایسے ہی کسی کو اپنی زندگی میں شامل نہیں کروں گا۔ زیاد نے سنجید گی سے کہا۔

تمہارا بزنس اسٹابلیش تو ہے اور کیا رہ گیا ہے۔ ماہی بیگم نے بات بدلی۔

بس کچھ رہتا ہے۔زیاد پُر اسراریت سے بولا۔

ہزاروں دعاؤ چاہتوں محبتوں اور خوشبوں کے لازوال خزانوں کے ساتھ آپ کو نئی صبح مبارک ہو۔

روشنا آج پھر نئے نمبر پہ اس کا مسیج دیکھ رہی تھی۔

نمبر بند کر دیتی ہوں۔روشنا نے سوچا۔

میں کیوں اس بد تمیز انون انسان کے لیے اپنا نمبر بند کروں بس اس کے مسیج اگنور کیا کرلوں گی۔روشنا نے نیا عہد کیا خود سے۔

آپی آپ کالج نہیں جارہی کیا؟ آرزو اس کے کمرے میں آکر بولی۔

میں تیار ہوں تمہارے پاس آنے والی تھی۔روشنا نے مسکرا کر اس کو دیکھ کے کہا جو فل تیار کھڑی تھی۔

پیاری لگ رہی ہیں۔ آرزو نے تعریفی انداز میں روشنا سے کہا جو پیرٹ کلر کے شلوار قمیص میں تھی اور خوبصورتی سے ڈوپٹے کا حجاب پہنا ہوا تھا

شکریہ میری بہن۔روشنا نے سر جھکا کے ادب سے کہا جس پہ آرزو ہنس دی۔

اماں ہم جا رہے ہیں۔وہ دونوں باہر آئی تو میشن پہ کپڑے سلتی زرینہ بیگم سے بولی۔

ہمم اللہ کی امان میں۔زرینہ بیگم مصروف سی بولی۔

جنگ پہ تھوڑئی ی جا رہے ہیں۔ آرزو نے اپنا بولنا ضروری سمجھا۔

صبح صبح میرا دماغ خراب نہ کرو جاؤ اور جا کر اپنی ٹیچر کا کرو۔زرینہ بیگم نے گھور کے کہا جس پہ آرزو نے منہ بنایا پر روشنا ضرور سے ہنس دی اس کی شکل دیکھ کر۔

چلیں آپی یہاں تو میری عزت ہی نہیں۔ آرزو نے روٹھے لہجے میں کہا اور باہر جانے کا رستہ عبور کر گ ئی۔

میں چھوڑ دوں۔روشنا آرزو کو اسکول چھوڑے اب اکیلے کالج جا رہی تھی جب علید ان آہستہ گاڑی چلاتا اس سے بولا۔

نہیں۔روشنا نے سنجیدگی سے انکار کیا۔

منزل ایک ہے تو سفر ایک ساتھ کرنے میں کیا حرج ہے۔علیدان نے بڑے دلکش انداز میں کہا جس پہ روشنا تیکھی نظروں سے دیکھا جس پہ علیدان گڑبڑا کہ بولا

میرے کہنے کا مطلب ایک ہی کالج جارہے ہیں تو میرے ساتھ آجاؤ اور پیدل چل کر اور تھک جاؤں گی۔علیدان نے اس کا لال چہرہ دیکھ کے کہا۔

میرے تھکنے کی پرواہ تم مت کرو۔روشنا رک کے بولی۔

آپ کو میں برا کیوں لگتا ہوں اتنا۔علیدان نے فرصت سے اس کی طرف دیکھ کے پوچھا۔

تم مجھے اچھے کیوں لگو گے۔روشنا نے جھنجھلاہٹ سے الٹا اس سے پوچھا۔

پوائی نٹ ہے۔علیدان نے اس کو داد دی۔

ہم دوستی کر لیتے ہیں میں بہت اچھا دوست ثابت ہو گا آپ کے لیے۔علیدان گاڑی سے نکل کے اس کے پاس آکر بولا اس کے اِس طرح سامنے آنے پر روشنا نے یہاں وہاں دیکھا جہاں روڈ پہ گاڑیاں آ اور جا رہی تھی۔

یہ بیچ سڑک پہ تمہیں کیا سوجھی ہے باتوں کی۔روشنا نے گھور کے کہا۔

گاڑی میں بیٹھو پر باتیں کرتے ہیں۔علیدان نے آفر دی۔

نہیں۔روشنا نے پھر انکار کیا۔

اتنی ضد کیوں۔علیدان نے پوچھا

ضد میں کر رہی ہوں کے تم اگر میں نہیں آنا چاہتی تو بس نہیں آنا چاہتی تم چاہیے کہ اپنے راستے جاؤ پر نہیں تم ہو کہ بحث کیے جا رہے ہو۔روشنا اس کی بات پہ غرا کر بولی۔

افففف اتنا غصہ۔علیدان نے کانوں پہ ہاتھ رکھا کیوں کی اس کی آواز تیز ہو گئی تھی جس سے کچھ لوگ ان کو ایسے کھڑا دیکھ کر رک گئے تھے۔

بیٹی کیا یہ لڑکا تنگ کر رہا ہے۔ایک بزرگ نے یہی اندازہ لگایا جس پہ علیدان شاک میں ان کی طرف دیکھا جب کی روشنا کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

جی انکل پچھلے دس منٹس یہ لڑکا میرا راستہ روکے کھڑا ہے جس سے میں کالج نہیں جا پا رہی۔روشنا نے مسکنیت سے کہا جب کی علیدان حیرت کے غوطے کھا رہا تھا۔

کیوں بھئی اکیلی لڑکی کو تنگ کر رہا ہے۔ایک لڑکا علیدان کے پاس آکر اس کو دھکا دیتا بولا جس سے علیدان کچھ قدم پیچھے ہٹا تھا روشنا نے بے ساختہ اپنے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

ایسا کچھ نہیں ہم جانتے ہیں ایک دوسرے کو۔علیدان کو غصہ تو بہت آیا پر وہ کوئی ی تماشا نہیں چاہتا تھا اس لیے صلح انداز میں کہا۔

اچھا تو کیا لڑکی جھوٹ بول رہی ہے ماں نے یہ تربیت کی ہے۔دوسرا ابھی اس کے پاس آکر بولا جس پہ علیدان نے زور سے اس کے منہ پہ پنچ مارا۔

آآ

لڑکے کی چیخ پہ دوسرے لڑکے نے علیدان کو مارنا چاہا جس پہ علیدان نے اس کا ہاتھ وہی روک کے مڑور ڈالا۔

یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے اس لیے دفع ہو جاؤ تم سب۔علیدان نے ایک جھٹکا دے کر اس کا ہاتھ چھوڑا جس سے وہ توبہ کر کے نکل گ ئی ے۔علیدان نے ایک تیز نظر سامنے کھڑی روشنا پہ ڈالی جو حیرت اور ڈر کے ملے جلے تاثرات لیے کھڑی تھی۔

اب چلنا ہے یا کسی اور اپنے رشتیدار کا انتظار کروں گی۔علیدان نے طنزیہ کہا جس پہ روشنا ڈر کر کچھ قدم دور ہوئی ی اس کو علیدان سے خوف آیا

اس نے کبھی اس کو اتنا غصے میں جو نہیں دیکھا تھا روشنا بنا کچھ کہے جلدی سے گاڑی کا لاک کھول کے بیٹھ گ ئی اس کی پھرتی پہ علیدان نے کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ آگ ئی سارا غصہ جھاگ کی طرح ختم ہو گیا اس کی یہ مسکراہٹ دور بیٹھے گاڑی میں زیاد نے بڑے غور سے دیکھی تھی وہ بھی کالج ہی جا رہا تھا جب اس نے علیدان کی گاڑی رکتی دیکھ کر اس کے پاس جانے کا سوچا مگر جب اس کو لڑکی سے بات کرتا دیکھا تو اس نے اپنی سوچ بدلی اور ایسے ہی دیکھنے لگا جو مسکرائے چہرے سے لڑکی سے مخاطب تھا اس کو روشنا کو پہچاننے میں ایک منٹ نہ لگا تھا پر وہاں لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر وہ گاڑی سے اُترا ہی تھا کہ علیدان کو ان سے لڑتا اور سب کو جاتے دیکھ کر اس نے اپنے قدم پیچھے لیے اور گاڑی میں بیٹھا وہ گاڑی سٹارٹ کرنے والا تھا پر نظریں اپنے دوست علیدان پہ تھی جو اب مسکراتا ڈرائی یونگ سیٹ پہ بیٹھ رہا تھا۔

کیا علیدان مریضِ محبت میں مبتلا ہوا ہے؟ زیاد نے دور جاتی گاڑی کو دیکھ کر خود سے کہا۔

یہ لڑاکا ہی رہ گئی تھی۔ زیاد بڑبڑاتا گاڑی چلانے لگا۔

سوری مجھے اندازہ نہیں تھا بات اتنی بگڑ جائے گی۔ روشانے سنجیدگی سے ڈرائیو کرتے علیدان سے کہا۔

تو بات کرنے سے پہلے اندازہ لگا لیا کرے کہ اس کا نتیجہ کیا ہو سکتا ہے۔ علیدان نے بنا دیکھے کہا۔

سوری۔ روشانے شرمندگی سے کہا۔

سوری سے کیا یہ ریئل لائیف ہے کوئی ڈراما یا فلم نہیں کہ آپ ایسے لوگوں سے بولے گی کہ یہ لڑکا آپ کو چھیڑ رہا ہے اور وہ لوگ پھر اس کو مارنے پیٹنے لگے گے پھر لڑکا جھوٹ موٹ میں کہے گا یہ میری بیوی ہے اور ناراض ہو گئی ہے وغیرہ وغیرہ بات اور بگڑ سکتی تھی وہ لوگ پولیس کو فون کر سکتے تھے میں پولیس سے نہیں ڈرتا پر میرے

والدین کی عزت تو ضرور خراب ہوتی نہ اور آپ کی وجہ سے کسی انجان آدمی نے میری ماں کی تربیت پہ سوال اٹھایا اور آپ کہہ رہی ہیں سوری واہ۔علیدان نے طنزیہ پہ طنزیہ کیے بولا جس پہ روشنا کا سر شرمندگی سے مزید جھک گیا۔

آپ کی منزل آگ ئی۔علیدان گاڑی سائیڈ پہ روکتا بولا۔

تھینکس۔روشنا گاڑی سے اُتر کر بولی۔

مائے پلیزر۔علیدان نے سنجیدگی سے کہا جب کی آنکھیں مسکرا رہی تھی روشنا کا چہرہ دیکھ کر۔روشنا اندر کالج کی طرف چلی گ ئی علیدان بھی نکلا تھا زیاد کی بھی گاڑی اندر داخل ہوئی ی تو علیدان رک گیا۔

آج کچھ جلدی آگ ئی ے۔علیدان اس کے ساتھ چلتا بولا۔

تم کچھ دیر آگ ئی ے ہو۔زیاد نے مسکرا کر کہا۔

اچھا۔علیدان کو تعجب ہوا۔

اسائی یمنٹ تیار ہے نہ۔ وہ دونوں اپنے ڈپارٹمنٹ میں آئے تو ہمایوں نے سوال کیا۔

پکڑو۔ زیاد نے بیگ سے ایک فائی ل نکال کے اس کی طرف بڑھائی ی جس پہ ہمایوں نے کھول کے چیک کیا سب ٹھیک دیکھ کر اس نے شکر کا سانس لیا۔

☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀ دل پتھر کا

از رمشا حسین

دو دن بعد۔

عاشر بائی یک پہ اپنے گھر جا رہا تھا جب راستے پہ اس نے گاڑی کے سامنے ایک لڑکی کو پریشان کھڑا دیکھا جو شاید کسی کو کال کرنے میں بزی تھی اس نے سوچا گزر جائے پر لڑکی چھوٹی عمر اور سنسنان سڑک دیکھ کر اس نے مدد کرنے کا سوچا اور بائی یک روک دی۔

عینی جو اپنی دوست کی طرف جا رہی تھی اور راستے میں گاڑی خراب ہونے پہ اس کو گھبراہٹ ہونے لگی ایک تو وہ آج ڈرائیور کے ساتھ نہیں آئی تھی اور نہ اس کے ساتھ کشمالا تھی اس لیے اب وہ گاڑی سے باہر نکل کر کبھی زارون یا کبھی اشرف کو کال کر رہی تھی جس پہ دونوں میں سے ہی اس کو رسپونس نہیں مل رہا تھا اور اپنے سامنے بائیک کھڑی ہوتے دیکھ کر اس نے ڈر لڑکے کو دیکھا جو اس کی ہی عمر کا ہو گا۔

کیا میں آپ کی کچھ مدد کروں؟ عاشر اس کو گھبراتا دیکھ کر نرمی سے پوچھنے لگا اس کی بات پہ عینی نے سکون کا سانس لیے اس کو لگا تھا شاید بدمعاشی کرے گا پر نہیں اس نے غور سے عاشر کی طرف دیکھا جو وائٹ شلوار قمیص پہنے ہوئے تھا اور چہرے پہ ہلکی بیئرڈ ہونے کی وجہ سے وہ بہت ہینڈسم لگ رہا تھا جب کی اس کے ڈمپلز چھپے ہوئے تھے اور بالوں کو اس نے پف کی شکل سے سیٹ کیا تھا۔ اور خود عینی بلیک ٹاپ

اور بلیک جینز پینٹ میں تھی اور کندھوں تک آتے بال اس کے کھلے ہوئے تھے جو بار بار اس کے چہرے پہ آ رہے تھے۔

اگر جائزہ لے لیا ہو تو بتائے ورنہ میں جاؤں۔ عاشر اس کی نظریں خود پہ ٹکی دیکھ کر بولا۔

نہیں وہ دراصل میری گاڑی اچانک خراب ہو گئی ہے مجھے اپنی دوست کی طرف جانا تھا۔ عینی کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا کہے۔

گھر پہ کسی کو فون کرے۔ عاشر نے مشورہ دیا۔

اپنے بھائیوں کی تھی پر وہ کال اٹینڈ نہیں کر رہے کیوں کی آج ان کا اسپورٹس میچ ہے اس میں بزی ہو گے۔ عینی نے پریشانی سے بتایا۔

میں آپ کی گاڑی ضرور چیک کرتا پر مجھے ان کو ٹھیک کرنے کی نالج نہیں۔ عاشر نے صاف گوئی سے بتایا

اچ اچھا۔ عینی اٹک کے بولی۔

یہاں تو کوئی ی کیب ٹیکسی نہیں آئے گی اس لیے میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں۔ عاشر نے اس کے چہرے کو ایک نظر دیکھ کے نظریں جھکائے بولا۔

کیا۔ عینی نے فورن سے پوچھا

اگر آپ ایزی ہو تو میری بائی یک پہ پیچھے سے بیٹھ جائے میں آپ کو بس اسٹاپ پہ چھوڑ دیتا ہوں وہاں آپ کوئی ی کیب دیکھ کے اس پہ چلی جانا جہاں جانا ہو۔ عاشر نے بتایا۔

اگر میں گر گ ئی تو۔ عینی نے ڈر کے پوچھا۔

میں آہستہ بائی یک چلاؤ گا آپ گرے گی نہیں۔ عاشر اب کی سر اٹھا کر مسکرا کر بولا جس پہ اس کے چھپے ڈمپلز نمایاں ہوئے عینی کی نظریں اس کے گالوں پہ پڑتے ڈمپلز پہ اٹک گ ئی تھی اس نے کبھی سوچا نہیں تھا زیاد کے علاوہ کسی کے ڈمپل اتنے خوبصورت ہو گے وہ بھی دونوں گالوں پہ جب کی زیاد کے بس بائی یں گال پہ پڑتا تھا۔

میں گاڑی سے اپنا موبائل اور گاڑی کی چابی لے آؤں۔ عینی اس کے چہرے سے نظر ہٹاتی بولی اور گاڑی سے اپنا موبائل اٹھا کر جینز پینٹ کی جیب میں ڈالا اور دوسرے میں کیز رکھی اور گاڑی کو لاک لگائے عاشر کے سامنے کھڑی ہوئی جو نظریں جھکائے بیٹھا تھا۔

کیسے بیٹھتے ہیں؟ عینی نے الجھ کر پوچھا۔

آپ کبھی بیٹھی نہیں یا کبھی کسی کو دیکھا نہیں۔ عاشر نے سوال کیا

دیکھا ہے پر بیٹھنے کا تجربہ فرسٹ ہے اللہ کرے آخری نہ ہو۔ عینی آخری بات منہ بڑبڑائی جو عاشر نے سن لی تھی جس پہ اس نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ عینی نے بائیک پہ جیسے تیسے کر کے بیٹھ گئی اس نے سوچا عاشر کے اسٹائیل میں بائیک پہ بیٹھے پر اپنی سوچ پہ لاحول ولا قوت پڑھتی لڑکیوں کے انداز میں بیٹھی اور عاشر سے کہا۔

میں بیٹھ تو گئی ہوں پر پلیز آپ کئی رفلی چلانا۔

جی جی۔ عاشر نے فرمانبرداری سے کہا اور بائیک سٹارٹ کی تو عینی نے گھبرا کر عاشر کے کندھے پہ ہاتھ رکھ دیا جس پہ اب عاشر کو بھی عجیب لگ رہا تھا کیوں کی اس کے ساتھ بائیک پہ زیادہ تر آرزو ہی ہوتی تھی یا کبھی کبھار روشنا پر آج پہلی دفع اپنے ساتھ کسی اجنبی لڑکی کو بیٹھا دیکھ کر اس کو آکورڈ فیل ہوا اُپر سے اپنے کندھے پہ اس کے ہاتھوں کا نرم ملائم لمس آرزو تو ہمیشہ فاصلا کیے بیٹھتی تھی وہ ہاتھ کبھی کندھے پہ نہیں رکھتی تھی کیوں کی اس کو عادت تھی اس لیے بے فکر ہو کر بیٹھتی تھی عاشر نے سانس ہوا میں خارج کی اور آہستہ آہستہ بائیک چلانے لگا تب بھی عینی کو ڈر لگ رہا تھا کہ وہ ضرور گرے گی اس نے اپنی آنکھوں کو زور سے بند کر دیا تھا اور ہاتھوں کی گرفت اس کے کندھوں پہ سخت کی تھی عاشر نظر انداز کرتا بائیک کو بس اسٹاپ پہ روکا جہاں ایک بس پہلے ہی رکی ہوئی تھی پر وہ عینی کو بس پہ تو نہیں بیٹھا سکتا تھا اس لیے کسی کیب یا ٹیکسی کا ویٹ کرنے کا سوچا۔

آئے کسی ٹیسکی کو دیکھے۔عاشر نے عینی سے کہا وہ اٹھ بھی نہیں سکتا تھا کیوں کی عینی اس کو پکڑے بیٹھی تھی۔

میں بچ گ ئی۔عینی جو آنکھیں بند کیے آیۃ الکرسی کا ورد کر رہی تھی عاشر کی آواز سن کر جلدی سے بولی۔

جی الحمد اللہ اب اپنے ہاتھ میرے کندھوں سے ہٹائے تو میں اٹھنے کی پوزیشن میں آؤں۔عاشر کا دل کیا زور ہنسے پر اس نے ہنسی پہ کنٹرول کیا اور عینی کو جواب دیا اس کی بات سن کر عینی کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا اس نے جلدی سے اپنے ہاتھ ہٹائے اور بائیک سے نیچے اُتری تو عاشر بھی بائیک سائیڈ بھی کی اور اس کا چہرہ دیکھا جہاں سفید رنگ اب سرخ ہو گیا تھا عاشر کو اس کے گالوں کا سرخ ہونا سمجھ میں نہیں آیا۔

یہاں کھڑے ہو تیں ہیں کوئ ی سواری ملے تو آپ چلی جانا۔عاشر نے روڈ پہ نظر جمائے کہا تو عینی نے سر ہلا یا۔

میری دوست کا گھر یہاں سے بہت دور ہے تقریباً ایک گھنٹے تک کا سفر۔ عینی نے عاشر کو خاموش دیکھ کر بات کرنے کے غرض سے بولی جی اندازہ تھا مجھے اس لیے یہاں لے آیا آپ کو تا کہ کیب پہ جا سکے ورنہ جتنا آپ کا بائیک پہ گریز تھا اس مطابق آج کی تاریخ میں آپ کا اپنی دوست کی طرف جانا ممکن نہ تھا۔ عاشر نے بات کہتے ہی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ دیا تھا اور وہاں چلا گیا جب کی عینی کا عاشر کی عام انداز میں کہی بات طنزیہ لگی۔

یہاں آئے۔ عاشر نے عینی کو ایک جگہ اسٹل کھڑا دیکھ کے پکارا جس پہ وہ اس کی طرف آئی ی۔

آپ کو یہ وہاں تک چھوڑ دے گے جہاں آپ کہے گی۔ عاشر نے ٹیکسی ڈرائیور کی طرف اشارہ کر کے کہا تو اس نے ڈرائیور کو دیکھا جس کا رنگ بہت کالا اور چہرے پہ بہت بڑی ڈارھی اور مونچھیں تھی عینی کو

اس کو دیکھ کر بہت ڈر لگا وہ تھوڑا سا سرک کے عاشر کے پاس آئی ی اور

چہرہ موڑ کے عاشر کے کان کے پاس بولی۔

یہ اگر مجھے کڈنیپ کر دے تو ان کی شکل تو ایسی لگ رہی ہے۔ اس کی

بات پہ عاشر اپنی ہنسی نہ روک پایا۔

ہاہاہا۔ آپ ڈرے نہیں یہ محفوظ طریقے سے آپ کو چھوڑ دے

گے۔ عاشر نے آرام سے کہا جس پہ عینی نے برا منہ بنایا اور بغیر بحث کیے

ٹیکسی میں بیٹھ گ ئی۔

سنے انکل۔ عاشر نے ڈرائی یور کو مخاطب کیا

جی بیٹا۔ ٹیکسی ڈرائی یور اپنا چہرہ ونڈو سے باہر نکالتا بولا۔

ان کو سہی سے آپ پہنچا دتج ئی یے گا جہاں وہ چاہے۔ عاشر نے آہستہ

آواز میں عینی کی طرف اشارہ کرتے کہا۔

جی جی بلکل۔ڈرائی یور نے سر ہلایا تو عاشر نے بھی اپنے قدم بائیک کی طرف بڑھائے اور اپنے راستے چل دیا جب کی عینی نے دوبارہ آیۃ الکرسی پڑھنے کا ورد شروع کیا۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

کروں کے نہ کروں۔آرزو پچھلے آدھے گھنٹے سے موبائل ہاتھ میں لیے خود سے سوال کیے جا رہی تھی آج اس نے ایف بی پہ زیاد کا اکائی ونٹ دیکھا تھا تب سے اس نے سوچا مسیج کرے پر پتا نہیں کیوں ہمت نہیں ہو رہی تھی اس نے انسٹا گرام پہ مسیج کرنے کا سوچا پر اس میں بھی ہمت نہیں ہوئی ی اس لیے وہ کمرے میں بیڈ پہ بیٹھی سوچ رہی تھی کہ کیا کرے پھر اس نے آنکھیں بند کیے مسیج ٹائپ کر کے بھیج دیا جو بس ہائے کا تھا۔

Hi,

وہ ایکٹو تھا پر مسیج سین نہیں ہوا تھا اس نے لگاتار ایک ہی مسیج سینڈ کیا۔

Hi,

Hi,

Hi,

Hi,

Hi,

Hi,

Hi,

پر کوئی ی جواب موصول نہ ہونے پہ اس نے دکھ سے موبائل کو دیکھا کیوں کی پچاس بار ایک ہی مسیج بھیجنے پہ سین تو ہو گیا تھا پر رپلائے نہیں ملا تھا۔

اس کی آئے ڈی ڈراما کوئی ین کے نام پہ بنی ہوئی ی تھی اور ڈی پی اس نے اپنے چہرے کی ایک سائی یڈ والا پوز دے کر رکھا تھا۔

Hi,

.ziyad me aarzu

آرزو نے کچھ دیر بعد پھر سے مسیج لکھ کے سینڈ کیا۔

کون آرزو؟ دس منٹ بعد رپلائے آیا آرزو تو اتنے سے ہی رپلائے ملنے پہ خوش ہوگئی اور کمرے میں گول گول گھوم کر نعرے لگانے لگی کہ دی زیاد خانزادہ نے اس کو رپلائے کیا وہ پورے کمرے میں ناچ رہی تھی پھر یکدم رک کے بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھ گئی اور موبائل آن کیا اس نے خود کو کوسا کہ فورن سے رپلائے کرنا چاہیے تھا وہ آف لائن ہو جاتا تو مگر اس کو ایکٹو دیکھ کر سکون کا سانس لیا اور جواب دیا۔

آرزو ایاز بھول گئے کچھ دن پہلے ہی اتفاقی ملاقات بھی ہوئی تھی اور آپ نے مجھے اپنی گاڑی میں لفٹ دی تھی۔ آرزو نے لمبا مسیج لکھ کے بھیجا۔

زیاد اپنے کمرے میں بیڈ پہ ٹیک لگائے بیٹھا موبائل میں بزی تھا جب اس کو ہائے کا مسیج آیا اس نے اگنور کر دیا تھا کیوں کی وہ ایسے ہی بات

کرنے نہیں بیٹھ جاتا تھا پھر تھوڑی دیر گزری کی بہت سارے ہائے کے مسیج آئے تو اس نے مسیج سین کیا تو لائین سے ڈھیر سارے ہائے کے مسیج تھے اس نے ڈی پی کھول کے دیکھی اس کو گمان ہوا کہ شاید اس نے ایک چہرہ دیکھ رکھا ہو پر چہرے کی ایک سائیڈ دیکھنے پہ وہ اندازہ نہیں لگا پایا اس لیے اگنور کر دیا پھر جب دوبارہ سے تیسری بار تعارف کا مسیج آیا تو اس نے نام دیکھ کر سائیڈ ٹیبل پہ نظر گھمائی جہاں لیمپ کے قریب بہت سلیقے سے اس نے استعمال شدہ ٹیشو رکھے تھے وہ چاہ کر بھی ان کو پھینک نہیں پایا تھا وجہ اس کو معلوم نہ تھی پر اس نے جواب میں کون آرزو لکھا تا کہ اس کو لگے وہ بھول گیا ہے پھر غیر ارادی طور پہ اس کو مسیج کے جواب کا انتظار ہونے لگا جو پانچ منٹ بعد آیا اور اس کی اتنے بڑے مسیج اس کے چہرے پہ ڈمپل ابھرا۔

ہاں کہو کیسے مسیج کیا؟ زیاد کو کچھ اور نہ سوجھا تو یہی لکھا اس کو سمجھ نہیں آیا وہ کنفیوز کیوں ہو رہا ہے۔ آرزو نے زیاد کا مسیج دیکھا تو لکھا۔

ہاتھ سے کیا۔ اس کی جواب پہ زیاد کی مسکراہٹ گہری ہوئی ی۔

اچھا یہ بتاؤ مجھے مسیج کرنے کی وجہ۔

ہاں بہت سی وجوہات ہے ایک تو مجھے آپ سے بات کرنی تھی دوسری دوستی۔ آرزو نے آرام سے لکھ کے سینڈ کیا

بات اور دوستی کیوں کونسا میں یا آپ مجھے جانتی ہیں۔ زیاد نے خود سے چھوٹی لڑکی کو آپ کہہ کر مخاطب کیا۔

نہیں جانتے تو جان جائے گے۔ آرزو نے جواب پہ لکھ دیا۔

چھوٹی ہو ابھی آپ۔ زیاد نے جانے کیا سوچ کہ یہ لکھا۔

دوستی عمر دیکھ کر نہیں کی جاتی۔ آرزو نے فٹ سے زیاد کو مسیج کیا۔ زیاد نے بہت بار یہ مسیج پڑھا۔

مجھ سے دوستی کرنے کا ریزن ؟ زیاد نے جاننا چاہا۔

آپ خوبصورت ہو اٹیٹیوڈ والے ہو اور آپ کی آنکھیں بہت پیاری ہیں آپ کا نام تک بہت یونیک سا ہے۔ آرزو نے اپنے مطابق وجہ

بتائی ی۔جب کی اس کی مسیج پہ زیاد کا قہقہہ اس کے کمرے کی دیواروں نے پہلی دفع سنا تھا ورنہ تو بس انہوں نے اس کی وحشت بھری چیخیں سنی تھی۔

اچھا تو بس یہ وجہ ہے؟زیاد نے ہنسی کنٹرول کر کے جواب لکھا۔آرزو کی نظریں موبائل اسکرین پہ اٹکی ہوئی ی تھی جب زیاد کا مسیج دیکھا تو لکھا۔

آپ بلکل ناولز کے ہیرو کی طرح لگے مجھے اس لیے میں نے آپ سے دوستی کرنے کا سوچا اور میں آپ کو تنگ نہیں کروں گی آپ بس دوستی کر لے۔زیاد نے اس کے مسیج پہ حیرت سے اسکرین کو دیکھا اس کو آرزو اب اپنی عمر سے زیادہ بچی لگی۔

مجھ سے دوستی بھاری بھی پڑ سکتی ہے۔زیاد نے اس کو ڈرانا چاہا۔

دوستی یقین کے ساتھ کی جاتی ہے اور آپ مجھے برے نہیں لگے جو میں یہ سوچوں کہ آپ کی دوستی بھاری پڑے گی یا ہلکی آپ سے بس دوستی کرنی

ہے مجھے۔ آرزو نے عقلمندی کا ثبوت دیا جو بعد میں واقعی میں بھاری پڑ سکتا تھا۔ زیاد اس کے جواب پہ ایمپریس ہوا اور یوں ہی ان دونوں کی دوستی کرنے کا سلسلہ شروع ہوا۔

وہ کونسا تعلق ہے جو تجھ سے نہیں

توں میرا دوست بھی، یار بھی، اور عشق بھی،

مجھے نام تو پوچھنا چاہیے تھا۔ عینی رات کو اپنے کمرے میں لیٹی عاشر کے بارے میں سوچ رہی تھی جب اس کو خیال آیا کہ اس نے عاشر سے نام نہیں پوچھا۔

اگلی بار ملے گا تو نام ضرور پوچھوں گی۔ عینی نے کشن کو ہگ کیے خود سے سوچا

پر دوبارہ ملاقات ہو گی؟ عینی بے چین ہوئی جانے کیوں۔

ہاں ضرور ہو گی ایک دفع ہوئی ی تو دوبارہ بھی ہو گی۔عینی نے خود کو سبز باغ دیکھائے اور ایسے ہی عاشر کو سوچتے ہوئے نیند کی وادیوں میں اُتر گئی۔

یار دو دن بعد امتحانات شروع ہیں۔وقاص نے ان سب کو دیکھ کر کہا وہ سب کالج میں فری پیرڈ میں کینٹین میں تھے۔

تو۔احمد نے پوچھا۔

تو یہ کے امتحان کے بعد باہر جانے کا پلین کرتے ہیں۔وقاص نے کہا۔

مجھے تو ڈیڈ نے بہت بار کہہ دیا تھا وہ مہینہ چھٹیوں جو ہو گا مجھے ان کے ساتھ بزنس میں گزارنا ہے۔علید ان نے اپنے ہاتھ کھڑے کیے۔

اور مجھے گاؤ جانا تھا زمینوں کی دیکھ بھال کرنے۔ہمایوں نے بھی اپنے ہاتھ کھڑے کیے پھر وقاص اور احمد کی نظریں زیاد پہ پڑی جو دنیا جہاں سے غافل موبائل میں محو تھا۔

تمہارا کیا ارادہ ہے زیاد۔ زیاد کا دھیان نہ پا کر انہوں نے مخاطب کیا۔

ہمم کس بارے میں ؟ زیاد نے موبائل ٹیبل پہ رکھتے پوچھا اس کا دھیان سراج کی بھیجی گ ئی ای میلز چیک کرنے میں تھا جس سے وہ جان نہ پایا کہ یہ سب کیا بات کر رہے ہیں۔

نیند میں ہو ؟ وقاص نے جل کے پوچھا۔

نہیں میرا دھیان نہیں تھا۔ زیاد نے آرام سے بتایا۔

ایگزیمز کے بعد کیا کروں گے۔ ہمایوں نے پوچھا۔

پلاٹ دیکھا ہے میں نے اپنی کمپنی کہ کجھ فاصلے پہ ہے بہت اچھا اور خالی جگہ تھی میں وہاں اپنے نام کی کمپنی بنوانا چاہتا ہوں اس لیے وہ مہینہ فری ہو گا میرے لیے اس لیے میں وہاں کام دیکھوں گا۔ زیاد نے اپنا پلین بتایا۔

سونیا گروپ آف انڈسٹری جو ہے اس کا کیا۔ علید ان کو زیاد کا نیا پلین سن کر حیرت ہوئ ی۔

میں زیاد خانزادہ گروپ آف انڈسٹریز کھولنا چاہتا ہوں۔ زیاد نے سکون سے بتایا۔

مطلب ویلے ہی ہم ہیں۔ وقاص نے اپنے اور احمد کی طرف اشارہ کر کے ہنس کے کہا۔

مجھے سیکریکٹری کی ضرورت ہے تم دونوں میں سے میرا ایک آفس کا بن جائے دوسرا گھر کا۔ زیاد نے اس کی بات پہ کہا۔

سیلری کتنی دو گے۔ زیاد کی بات پہ احمد نے آنکھیں گھمائی ی جب کی وقاص نے تجسس سے پوچھا۔

میں فلحال غریب آدمی ہوں تم دوست ہو مفت میں کام کر کے دینا۔ زیاد کچھ اچھے موڈ میں تھا اس لیے آرام سے بولا اس کی بات پہ وقاص بدمزہ ہوا جب کی ہمایوں احمد اور علید ان کا قہقہہ گونجا تھا زیاد کی بات پہ۔

تم اور غریب اللہ معاف کرے۔ وقاص نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

ہاں نہ۔ زیاد نے پھر کہا۔

اتنے بزنس کے مالک ہو اور تین فلیٹس تمہارے نام ہیں اب بھی تم کہتے ہو میں غریب آدمی ہو۔وقاص توشاک میں تھا۔

وہ تو میری امی کے باپ کا بزنس تھا جو انہوں نے میری امی کے نام کیا اور میری امی نے میرے نام کیا میرا اپنا تو خود کا بنایا ہوا نہیں ہے نہ۔زیاد نے اپنے مزاج کے برخلاف لمبی بات کی ہے۔

خیر ہے آج تم بہت لمبی گفتگو کر رہے ہو ورنہ تو بس یک لفظی جواب دیتے ہو۔علیدان نے شرارت سے پوچھا تو زیاد خجل ہو گیا تھا۔

ایسا نہیں میں نے جسٹ بات کہی۔زیاد نے کمزور سی دلیل دی اب کیا کہتا آرزو کے اتنے لمبے مسیج پڑھنے کی وجہ سے اس کو عادت ہو گئی ہے لمبی گفتگو کی۔

آرزو ایک کام کروں گی میرا؟ آرزو آج نصرت بیگم کے گھر آئی ہی تھی جب عاشر نے منت بھرے لہجے میں اس سے کہا۔

کام کے علاوہ جو کہوں گے وہ کروں گی۔ آرزو نے دانتوں کی نمائش کرتے کہا۔

پانچ منٹ کا بھی کام نہیں۔ عاشر نے پھر سے کہا۔

اچھا کیا۔ آرزو نے احسان کیا۔

میری یہ شرٹ استری کر دو۔ عاشر نے ہلکے پنک کلر کی شرٹ اس کے سامنے کر کے اور اپنے لہجے کو منت بھرا کیا۔

کیاااااا۔ آرزو کو ہارٹ اٹیک آتے آتے رہ گیا۔

چیخ کیوں رہی ہو۔ عاشر نے کانوں پہ ہاتھ رکھے گھور کے بولا۔

تم نے بات ہی کچھ ایسی کہی۔ آرزو نے سانس بھر کے کہا

شرٹ استری کرنے کا ہی کہا ہے نہ کہتا وہ تو امی کی آج طبعیت کچھ ٹھیک نہیں اپنے کمرے میں آرام کر رہی ہیں اس لیے تم سے کہا مجھے تو آتی نہیں خود میں تمہارے کتنے کام کرتا ہوں بال بناتا ہوں تمہارا پونی بناتا

ہوں جب کہتی ہو تب آئی سکریم کھلانے کے لیے لے جاتا اور تم ہو بس۔عاشر نے تقریر کرنے میں آج آرزو کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔

توبہ مجھے دو شرٹ۔ آرزو نے بیزاری سی شکل بناتے ہوئے اس سے شرٹ لی۔

یہ زیاد کون ہے؟ عاشر اپنی شرٹ آرزو کو دے کر وہی آیا تھا جہاں وہ استری کر رہی تھی شرٹ اور اس کا موبائل لیکر وہ کھڑا تھا جب اس کی ایف بی پہ بس زیاد اور خود کی چیٹ دیکھی تو پوچھا۔

زیاد خانزادہ میرا دوست ہے۔ آرزو نے مسکرا کر بتایا۔

آرزو ایسے سوشل میڈیا پہ دوست نہیں بناتے جسے آپ جانتے نہ ہو اور یہ تو عمر میں بھی تم سے بڑا ہے تم نے کیا کرنا ہے اس سے دوستی کر کے وہ بھی ایک لڑکے سے۔عاشر نے اس کے جواب پہ سمجھایا۔

وہ بہت اچھا ہے اور عمر کی کیا بات کہی اور دوسری کے یہ وہی ہیں جس کی آپی باتیں مجھے بتاتی تھی اور میں تمہیں۔ آرزو نے اس کو ریلیکس کیا۔

روشنا آپی جانتی ہے یہ بات؟ عاشر نے سوال کیا۔

شاید نہیں کیوں کی انہوں نے پوچھا نہیں اور میں نے بتایا نہیں۔ آرزو نے کندھے اُچکاے۔

وہ جس طرح کا بتاتی ہے میرا نہیں خیال پھر تمہیں بات کرنی چاہیے۔ عاشر نے پھر کہا۔

وہ ایسے نہیں آپی بس فرسٹ ایمپریشن از دی لاسٹ ایمپریشن کی بات کو بہت سیرئ سلی لے لیا ہے۔ آرزو نے مزاقً کہا۔

اچھا جو بھی پر تم احتیاط کرنا ایسے ہر کسی پہ یقین کرنا ٹھیک ہے بھی نہیں۔ عاشر نے شرٹ اس کے ہاتھ سے لیکر کہا کیوں کی آرزو استری کر چکی تھی۔

عاشر ناراض ہو گیا کیا۔ اس کو جاتا دیکھ کر آرزو نے انگلی دانتو تلے دباۓ خود سے پوچھا۔

ایک ماہ بعد۔

ان سب کے ایگزامز ہو گ ئی ے تھے علید ان نے اپنے باپ کے ساتھ آفس جانا شروع کیا تھا جو ابھی بس ایک مہینے کے لیے تھا زیادہ کبھی اپنے آفس جاتا تو کبھی پلاٹ پہ کام ہوتا دیکھنے جاتا سارا دن مصروف گزر جاتا جب رات بھی ایسے فائی لز میں سر دی ئی ے ہوتا وقاص اور احمد مری گ ئی ے ہوئے ہوتے ہمایوں پنڈی چلا گیا تھا جو اس کا ابائی ی شہر تھا یہاں کراچی میں تو بس وہ پڑھائی ی کے سلسلے میں آتا تھا۔

عینی نے دوبارہ عاشر سے ملنے کی بہت دعائیں کی تھی پر اس کی ملاقات نہ ہو سکی جس سے مایوں ہو کر اس نے سوچ لیا تھا کہ اتفاق بس ایک دفع ہوتا ہے بار بار نہیں اس لیے وہ بھی اپنی زندگی میں پہلے کی طرح مگن ہو گ ئی تھی۔

آرزو نے زیاد کے ساتھ دوستی کے بعد کچھ دن بات کی تھی تھوڑی بہت ہی سہی پر دن میں ضرور ہوتی تھی جب کی اس کے زیاد کو ہر وقت آف لائن ہوتا دیکھ کر اس کی مصروفیت سمجھ کے اس نے رابطہ نہیں کیا تھا روشنا اس دن کے بعد علید ان کو غلط سمجھنا چھوڑ دیا تھا اور اب کبھی کبھار اگر وہ بات کرتا تو وہ آرام سے جواب دے دیتی تھی انون نمبر پہ مسیجز کا سلسلا ابھی تک ختم نہیں ہوا تھا۔

عاشر اپنے پڑھائی ی اور آرزو کی فرمائی شوں میں مصروف ہوتا تھا یا تو اپنے دوستوں کے ساتھ کبھی کوئی ی میچ وغیرہ ہوتا تو اس میں وہ اپنے آپ میں مگن تو نہیں پر زیادہ تر اپنے دنیا میں ہی رہتا تھا۔

سر ان پہ آپ کے سائی ن چاہیے۔ زیاد اپنے کیبن میں لیپ ٹاپ یوز کر رہا تھا جب ایک لڑکا جس کا نام اویس تھا وہ نوک کرتے اندر آ کر بولا۔

ہمم رکھ دو میں کر دوں گا۔ زیاد نے لیپ ٹاپ پہ نظر جمائے بولا۔

اوکے سر۔اویس فائل ٹیبل پہ رکھتا باہر نکل گیا۔زیاد لیپ ٹاپ بند کرتا موبائل اٹھایا جہاں ڈھیر سارے مسیجز تھے اس نے گہری سانس لی اور واٹس ایپ کھولا اور گروپ چیٹ میں گیا جہاں بس وہ پانچوں باتیں کرتے تھے۔

زیاد ہم آرہے ہیں واپس مری سے۔

علیدان ہم آرہے ہیں واپس مری سے

ہمایوں ہم آرہے ہیں واپس مری سے۔

وقاص کا ایک مسیج ہر ایک کے نام پہ دیکھ کر اس نے نفعی میں سر ہلایا۔

مجھے تو لگتا ہے ڈیڈ نے سالوں کا کام میرے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا ایک ختم نہیں ہوتا کہ دوسرا آجاتا ہے کام بزنس نہیں ہو گیا اسٹار پلس کا سیریل ہو گیا۔علیدان کا میسج پڑھ کر اس کی ہنسی نکل گ ئی۔

میں تو پر جوش تھا کہ بس کہ دیکھ بھال کروں گا زمینوں کی کہ کسان کیسے محنت کرتا ہے ہر یہاں مالک ہو کر بھی مجھے اپنا آپ مالی محسوس ہو رہا

ہے۔ ہمایوں کی حالت جان کر اس کو افسوس تو ہوا پر ہنسی بھی بہت آئی کیوں کی وقاص اور احمد نے بہت سارے ہنسنے اور قہقہقہ کے ایموجز بھیجے تھے اور دل جلانے والے ہارٹ ایموجز۔

مطلب ایک مہینہ تم لوگوں پہ بہت بھاری گزرا ہے بس ایک ہفتہ پھر ایک سال کا رلیف اس کے بعد بس ساری زندگی یہی سب فیل کرنا ہے۔ زیاد نے ان دونوں کے زخموں پہ اور نمک چھڑکا پھر مطمئن ہوتا چیئر پہ پشت ٹکا گیا آنکھیں بند کی تو ایک چہرہ سامنے لہرایا زیاد نے جلدی سے آنکھیں کھولی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اس نے ایک نظر ٹیبل پہ رکھی موبائل پہ ڈالی اور ہاتھ بڑھا کر اس کو اٹھایا اور انسٹاگرام پہ دیکھا جہاں وہ ایکٹو تھی آرزو کو ایکٹو دیکھتا زیاد نے لب دانتوں تلے کُچلا اس کا دل کیا مسیج لکھ کے بھیجے پر جانے کیوں ہمت نہیں ہو رہی تھی اس کا دل کیوں چاہ رہا تھا بات کرنے کو اس کو نہیں تھا پتا جانے کیوں وہ خود سے چھوٹی لڑکی سے بات کرنے وقت احتیاط کرتا تھا اور کنفیوز ہوتا تھا زیاد

عجیب کشمکش میں مبتلا تھا اس نے موبائل واپس ٹیبل پہ رکھی اور وہ فائل دیکھنے لگا جو ابھی ایک لڑکا رکھ کہ گیا تھا زیاد نے سائن کرنے سے پہلے فائل چیک کی اس نے انٹرکام اٹھایا اور مینیجر سے کہا۔

اویس نور کو میرے کیبن میں بھیجو۔زیاد نے کہہ کر انٹرکام رکھ دیا۔

جی سر آپ نے بولایا۔اویس جلدی سے حاضر ہوا۔

فائل بناتے وقت پڑھی نہیں تھی کیا۔؟زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

پ پڑھی ت تھی۔اویس نے ہکلاہٹ سے کہا۔

تو اتنی غلطیاں کیوں ہے اگر پڑھی تھی اب دوبارہ ٹھیک سے پوری آنکھیں کھول کے دیکھو اور دوبارہ میرے پاس لے آنا تب کروں گا سائن۔زیاد نے سخت لہجے میں کہا۔

سوری سر میں دوبارہ ٹھیک سے کروں گا۔اویس نے جلدی سے فائل اٹھا کر کہا۔

جاؤ اب۔ زیاد نے باہر جانے کا کہا تو وہ ایسے غائب ہوا جیسے گدھے کہ سر سے سنگ۔ زیاد نے اپنا دھیان دوبارہ لیپ ٹاپ پہ مرکوز کرنا چاہا پر نظریں بار بار بھٹک کر موبائل میں پڑ رہی تھی آخر زیاد نے دماغ کی ان سنی کرتا دل کی آواز پہ لبیک پڑھا اور موبائل اٹھا کر مسیج سینڈ کیا۔

ہائے،

آرزو مہک سے بات کر رہی تھی جب زیاد کا مسیج آیا اس کو حیرت سے زیادہ خوشی ہوئی ی کیوں کی زیاد نے خود اس کو مسیج کیا تھا آرزو نے جلدی سے مہک سے بائے کیا اور زیاد کی چیٹ میں گ ئی۔

ہیلو۔ کیسے ہیں آپ؟ آرزو نے حال چال پوچھنا چاہا۔ آرزو کے رپلائے پہ زیاد نے گہری سانس لی اس کو اپنے اندر ایک سکون اُترتا محسوس ہوا۔

میں ٹھیک۔

آپ کیسی ہو؟ زیاد نے بھی حال چال کے بارے میں پوچھا۔

مجھے آپ نہ کہا کرے۔ آرزو کو اپنے لیے آپ کا لفظ پسند نہیں آیا تو اس نے جلدی سے زیاد سے کہا۔

کیوں؟ زیاد کو ہنسی آئی ی۔

میں اتنی بھی بڑی نہیں کہ آپ مجھے آپ کہے۔ آرزو نے مسیج سینڈ کیا۔

ہاں یہ تو ہے اب بتاؤ تم کیسی ہو؟ زیاد نے دوبارہ پوچھا۔

میں بلکل ٹھیک۔ آرزو نے فورن سے جواب دیا۔

پڑھائی ی کے علاوہ کیا کرتی ہو؟ زیاد کو کجھ اور نہ سوجھا تو یہی پوچھا۔

ناولز پڑھتی ہوں ڈائی ری لکھتی ہوں۔ آرزو نے اپنی مصروفیت بتائی ی۔

کیا میں کال کر سکتا ہوں؟ زیاد نے اس کا مسیج پڑھ کے پوچھا اس کا دل کیا اب اس کی آواز سنے۔

ضرور۔ آرزو نے بنا سوچے اجازت دے ڈالی وہ اس وقت اپنے کمرے میں تھی زرینہ بیگم پڑوس میں تعزیت کرنے گ ئی تھی جب کی روشنا

بھی اپنے کمرے میں تھی۔ زیاد نے جب آرزو کی رضامندی جانی تھی ایک منٹ کی دیر کیے بنا کال کر ڈالی۔

مجھے لگا شاید تم انکار کروں گی کہ کال کیوں۔ زیاد نے اس کے کال اٹھانے پہ گھمبیر آواز میں کہا۔

ایسا کیوں لگا؟ آرزو نے زیاد کی بھاری اور گھمبیر آواز سنی تو پہلے اس کا دل جانے کیوں گھبرایا پر وہ سنبھل کر اپنے انداز میں آکر پوچھنے لگی۔ زیاد نے آرزو کی آواز سن کر چی ئی ر پہ اپنی پشت ٹکائی ی اور آنکھیں بند کر کے کھولی پھر کہا۔

بس مجھے لگا۔

ہمم غلط لگا ویسے۔ آرزو نے ہنس کے کہا۔ آرزو کے ہنسنے کی آواز سن کر زیاد کو اپنا دل زور سے دھڑکتا محسوس ہوا آرزو سے ملنے کے بعد جو اس کے اندر فیلینگز آگ ئی تھی وہ پہلے کبھی اس نے محسوس نہیں کی تھی زیاد کو لگا شاید ہی کوئی ی اور آواز اتنی خوبصورت ہو گی جتنی آرزو کے

ہنسنے کی اس کو خوبصورت لگی دل موہ لینے والی ایک خوبصورت

گیت۔ زیاد نے اپنا ہاتھ دل پہ رکھا جیسے اس کو باز رکھنا چاہ رہا ہو۔

تمہارے ہنسنے کی آواز بہت اچھی ہے۔ زیاد تعریف کیے بنا نہ رہ سکا۔

شکریہ۔ آرزو نے عام انداز میں کہا جیسے کوئی نئی بات نہ ہو یا پھر اس

نے زیاد کے لہجے پہ غور نہیں کیا تھا۔

تم کس کلاس میں ہو؟ زیاد نے دوسرا سوال کیا۔

فرسٹ ائیر کی ہو اور میں تو B.S.C پارٹ ون کلئیر کیا ہوتا اگر

دو سال فیل نہ ہو جاتی تو۔ آرزو نے ہمیشہ والا جملا دُہرایا۔

اچھا فرسٹ ائیر بھی ٹھیک ہے۔ زیاد نے اس کی بات پہ ہنسی کنٹرول

کی ہے۔

ہاں اور آپ کس کلاس کے ہیں؟ اب کی آرزو نے پوچھا۔

تمہاری آپی نے نہیں بتایا۔ زیاد کا لہجہ اچانک بدل گیا۔

بتایا ہوگا یاد نہیں۔ آرزو لاپروائی سے بولی۔

بزنس کے لاسٹ ای ئی رمیں ہوں۔ زیاد نے بتایا

اچھا پر آپ کو یونیورسٹی میں ہونا چاہیے تھا نہ بزنس پڑھتے ہیں تو۔ آرزو نے حیرت سے پوچھا۔

کالج میں نہیں ہو سکتا میں کیا؟ زیاد نے مسکرا کر پوچھا۔

نہیں میں نے ایسے ہی پوچھا۔ آرزو نے کندھے اچکائے۔

یونی میں پڑھائی ی کر سکتا تھا پر میں نے کالج میں ہی پڑھائی ی پوری کرنا ٹھیک سمجھا۔ زیاد نے بتایا

سہی کتنے سمسٹر ہو چکے ہیں آپ کے؟ آرزو نے نیا سوال پوچھا۔

ایکزامز ہو چکے ہیں۔ زیاد نے لفظ "سمسٹر" پہ گہری سانس بھر کے بتایا۔

ایکزامز۔ آرزو نے لفظ دوہرایا۔

آگ ئی ے تم سب سچی میں تو چھٹیاں ختم ہونے پہ پہلی دفع شکر ادا کر رہا ہوں۔علیدان ان تینوں کو دیکھ کر بولا جب کی زیاد نہیں تھا ان سب کے ساتھ اور وہ اس وقت ہمایوں کے فلیٹ میں تھے۔

ہم نے تو انجوائے کیا۔وقاص نے مزے سے بتایا۔

تم چپ رہو۔علیدان نے گھور کے کہا۔

ہاہاہا۔احمد نے زور سے قہقہہ لگایا۔تو ہمایوں نے ہاتھ میں پکڑا کشن اس کو دے مارا۔

زیاد کہاں ہے آیا نہیں۔ہمایوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

ہاں وہ بزی ہے تم اب جا کر پاپ کورن چپس کھانے پینے کی چیزوں کا انتظام کرو تب تک ہم کوئی ی اچھی سی مووی لگاتے ہیں۔وقاص نے جواب دے کر حکم دیا۔

تم سائی ونڈ سسٹم چلالو۔ہمایوں نے جاتے ہوئے کہا۔

نو۔وقاص نے زبان چڑائی ی جس پہ وہ گھور کر کچن کی جانب چلا گیا۔

اچھی چلانا۔علیدان آرام سے صوفے پہ ٹیک لگائے بولا۔

ڈونٹ وری زبردست قسم کی مووی میں تمہیں دیکھانے والا ہوں۔وقاص نے کالر جھاڑ کے فخریہ بتایااور سب سے پہلے اس نے لائ ونج میں ساری بتیاں بجھادی گلاس ڈور جس میں لان کا منظر دیکھتا تھا وہاں سے آگے پردے گرادیے اور موبائل کی ٹارچ آن کرتا وہ ٹی وی کو اپنے موبائل پہ کنیکٹ کیا۔

کیاکوئی ہارر مووی لگارہے ہو۔علیدان نے ٹیک چھوڑ کر سیدھا بیٹھ کر پوچھاکیوں کی ایک تورات کے گیارہ بجے کاوقت تھادوسرا وقاص نے اندھیرا کر دیا تھااس کو یہی لگا کہ شاید ہارر مووی ہو۔

نہیں میرے بہادر دوست ہارر نہیں رومانٹک مووی ہے۔وقاص نے مزے سے بتایا۔

میں ہمایوں کہ ساتھ سامان یہاں لے آنے کچھ مدد کرلوں۔احمد کائ ونج سے اٹھتے ہوئے بولا۔

تو اندھیرا کیوں کیا ہے۔علیدان احمد کے جانے کے بعد اپنی بات وہی سے شروع کی۔

فیل کرو کہ تم سینئی ما میں ہو۔وقاص نے مزے سے کہا اور رموٹ ہاتھ میں پکڑ کر کائی وچ کے قریب بیٹھ گیا علیدان بھی اس کی بات پہ نفعی میں سر ہلا تا دوبارہ ٹیک لگائے بیٹھا تب تک ہمایوں اور احمد بھی کھانے کی چیزیں لے آئے تھے اور ٹیبل پہ رکھ دی وقاص نے جلدی سے پاپ کورن کا باؤل اٹھالیا ہمایوں نے لیز چپس اٹھائی ی اور علیدان جہاں بیٹھا تھا اس صوفے پہ پشت ٹکائی ی قالین پہ بیٹھ کر اور کشن گود میں رکھ دیا احمد بھی اپنی جگہ کائی وچ پہ بیٹھ گیا وقاص نے سب کو ایک نظر دیکھا اور فلم سٹارٹ کر دی۔

روح داری تیری میری

جو ہم نے کہی رب نے مانی

کہنے لگی خاموشی جو ہم نے سنی

رب نے مانی یہ بارشیں ہے نور کی

جو مل گیا جو مل گیا ساتھ تیرا

ہوئی ی جی ہوئی ی عشق میں ہمرازی

ہوئی ی جی ہوئی ی عشق میں ہمرازی

ہوئی ی جی ہوئی ی عشق میں ہمرازی۔

فلم دیکھتے وقت علیدان کا دھیان روشنا کی طرف چلا گیا اس کو زونی میں وہ تو سالار میں اپنا آپ لگ دیکھ رہا تھا اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگ ئی تھی پہلے والی بیزاری دھکاوٹ سب ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

یہ دونوں ویسے زیاد اور مس حجابن کی طرح نہیں۔ وقاص نے پاپ کورن میں ڈالے آہستہ سے احمد سے سوال کیا۔

ہمم لڑتے تو وہ بھی شاید ایسے ہی پر سالار تو زونی سے پیار کرتا ہے جب کی زیاد نفرت۔ احمد نے ہاں بھی کی اور اس کی بات رد بھی۔

ہاں تو پیار کی شروعات زیادہ تر نفرت سے ہوتی ہے۔ وقاص نے اپنا فلسفہ جھاڑا۔

نہ کرو علیدان اور وہ مس حجابن کہو کچھ میچ بھی ہو اور زیاد پیار وہ بھی اس مس حجابن نیور۔ احمد نے ناسکوڑ کے کہا جس پہ وقاص نے گردن موڑ کے علیدان کو دیکھا جو پوری طرح فلم دیکھنے میں مگن تھا اور چہرے پہ ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

لگتا ہے علیدان کو بھی زونی میں مس حجابن دیکھ رہی ہے۔ وقاص نے احمد کے کان میں سرگوشی کی۔

ہو سکتا ہے۔ احمد نے جواب دیا۔

ویسے یہ مس حجابن وہی ہے جو کالج کے فرسٹ ڈے پہ کہہ رہی تھی کہ کتوں کی طرح پیچھے کیوں آرہے ہو۔ وقاص نے ہنس کے کہا۔

اچھا مجھے نہیں یاد میں اپنی بے عزتی کرنے والوں کو یاد نہیں رکھتا۔ احمد اس کی بات سن کر منہ بگاڑ کے بولا۔

یاد بھی کیسے ہو گا لسٹ جو بڑی ہے۔ وقاص نے بڑبڑایا۔

ویسے اس کی اینڈنگ کیا ہے۔ احمد نے اس کی بڑبڑاہٹ نہیں سنی تھی اس لیے فلم پہ سونگ چلنے پہ اس نے پوچھا۔

رائی ٹر نے مجھے بتا کر نہیں لکھی تھی۔ وقاص جل کے بولا

مطلب فرسٹ ٹائی م دیکھ رہے ہو۔ احمد نے اس کی بات پہ اندازہ لگایا۔

بلکل ٹیلی فلم ہے پاکستان کی اور وہ بھی پہلی فلم جس پہ نو دنوں میں تیس ملین ویوز آئے ہیں۔ وقاص نے ایسے بتایا جیسے جانے کیا بات ہو۔

اچھا لڑکے کی اتنی ایکٹنگ ٹھیک تو نہیں۔ احمد نے نقص نکالا۔

اچھی خاصی تو نقل کر رہا ہے فیروز خان پہ۔ وقاص نے ہنس کے کہا۔

فیروز خان کون؟ احمد نا سمجھی سے پوچھا۔

اۓ مشت خاک کا ہیرو مستجاب۔ وقاص نے پاپ کورن میں ڈالے مزے سے بتایا۔

ایک تو تم لڑکیوں کی طرح سارے ڈرامے دیکھتے رہتے ہو۔ احمد بیزار سا بولا۔

تم لوگوں نے اگر باتیں ہی کرنی تھی تو فلم کیوں لگائی ی ہے ٹی وی پہ۔ ہمایوں کی نظر ان دونوں پہ پڑی تو گھور کے بولا۔

ہم نے کہاڈاریکٹر نے لگائی ی ہے۔ وقاق نے معصومیت سے جواب دیا کوئی ی اور کجھ کہتا اس سے پہلے علیدان کا موبائل رنگ ہوا۔

تم لوگوں دیکھوں میں زیاد کی کال سن کے آیا۔ علیدان نے موبائل پہ زیاد کو کرتا دیکھا تو ان سے کہا۔

زیاد کی کال تھی اٹھ تو ایسے گیا جیسے گرل فرینڈ کی ہو۔ وقاص نے اس کے اسطرح جانے پہ تبصرہ کیا۔

ہاں زیاد کیا بات ہے؟ علیدان لائی ونج سے نکل کر لان میں آ گیا تھا۔

بزی تو نہیں تھے کیا کر رہے تھے؟ زیاد نے پیشانی مسلتے پوچھا۔

ہم سب ہمایوں کے فلیٹ پہ ہیں روپوش فلم دیکھ رہے تھے۔علیدان کو جانے کیوں یہ بتاتے ہوئے ہنسی آئی ی۔

اچھا تو ہنس کیوں رہے ہو؟زیاد کو اس کا ہنسنا سمجھ نہیں آیا۔

ایسے ہی تم بتاؤ اس وقت کال کی خیریت۔علیدان نے ہاتھ میں بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر پوچھا جو بارہ بجے سے اُپر کا ٹائم بتا رہی تھی۔

ہاں وہ تمہارے فادر میرے ساتھ ایک پروجیکٹ کرنا چاہتے ہیں۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا

واؤ دیٹس گریٹ مجھے تو ڈیڈ نے نہیں بتایا۔علیدان نے پہلے خوشی بعد میں نا سمجھی سے بولا۔

ڈونٹ نو مجھے بھی کجھ دیر پہلے بتایا۔زیاد نے کندھے اچکا کر جواب دیا۔

اچھی بات ہے۔علیدان مسکرا کر بولا۔

اچھا اب رکھتا ہوں تم دیکھو روپوش فلم۔زیاد نے اس کی بات پہ کہا۔

ہاہاہا ضرور تم بھی دیکھنا مزے کی ہے۔علیدان نے ہنس کے کہا۔

میں نے فرسٹ ڈے پہ ہی دیکھ لی تھی جب وہ ریلیز ہو گئی تھی تو تیس ملین ویوز میں ایک ویوز میرا بھی ہے۔زیاد نے اس کی معلومات میں اضافہ کیا اور کال کٹ کر دی جب کی علیدان نے شاک سے موبائل اسکرین کو گھورا پھر سر جھٹک کر مسکراکر اندر کی طرف گیا۔

ہم نے باندھا ہے تیرے
عشق میں احرامِ جنوں
ہم بھی دیکھے گے تماشا
تیری لے لائی ی کا ہو کے روپوش
روپوش روپوش روپوش
ہو کر روپوش یوں دل نہ توڑ

علیدان جیسے لاؤنج کے قریب آیا تو اس کے کانوں میں یہ آواز پہنچی اس نے دکھ سے سانس اندر کھینچی کے فلم کی اینڈنگ ہو گئی۔

ایک نیا صبح ایک نیا طلوع ایک نیا پیغام لا یا تھا۔

کیاااااا رشتہ وہ بھی آپی کا۔ آرزو نے جیسے ہی زرینہ بیگم کی بات سنی شاک سے بولی روشنا کی حالت شاک میں اس سے مختلف نہ تھی کہ اچانک اس کے رشتے کی بات کہاں سے آگ ئی پہلے تو ایسا کچھ نہ تھا اور اب صبح سویرے ہی اس کی ماں کہہ رہی تھی کہ کالج نہ جانا تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آئے گے۔

آرو کونسا تمہارا کہا جو اتنا حیران ہو رہی ہو۔ آرزو کی اسطرح چیخ پہ زرینہ بیگم نے ہلکہ سا تھپڑ رسید کیا اس کی پیٹھ پہ کیوں کی آرزو کی غلطی یہ تھی کہ وہ ان کے قریب بیٹھی تھی۔

افففف اماں ایک آپ کی چپل دوسرا آپ کا تھپڑ۔ آرزو اٹھ کر کچھ دور ہوئی ی ان سے۔

اماں یہ اچانک میرے رشتے کی بات کہاں سے آگ ئی۔ روشنا حیرت سے نکل کر پوچھنے لگی۔

اچانک نہیں بہت دنوں سے راشیدہ نے اچھا اور مناسب رشتہ بتایا تھا ان کو تمھاری پڑھائی ی سے کوئی ی مس ئی لا نہیں ہو گا اس لیے بولا لیا ان کو۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔

پر پھر بھی۔ روشنا نے احتجاج کرنا چاہا۔

اور کچھ نہیں بچیوں کی جلدی شادی کرنی چاہیے تمہارے بیس کے ہونے کے بعد ہی میں شادی کروانا چاہتی تھی مگر تمہارے بابا نے کہا کہ صبر کرو ورنہ تب اور اچھے رشتے تھے۔ زرینہ بیگم نے احتجاج رد کیا۔

اماں ان کو بھی بس دو تین سال ہوئے ہیں کہہ تو ایسے رہی ہیں جیسے جانے کتنے برس بیت گ ئی ے ہو۔ آرزو نے بیزار سی شکل بنائی ی۔

اگر چپل کھانے کا دل کہہ رہا ہے تو بتا دو۔ زرینہ بیگم اس کے بار بار بیچ میں بولنے پہ سختی سے بولی جس پہ آرزو نے ہونٹوں کے اُپر انگلی رکھ دی۔

جیسا آپ کو ٹھیک لگے۔ روشنا سنجیدگی سے کہتی اٹھ گ ئی۔

روشانے بعد میں تمہارے ہاتھ پیلے کرتی ہوں۔زرینہ بیگم روشانے جواب پہ خوش ہوگ ئی تھی پھران کی نظر آرزو پہ پڑی جو خاموشی سے وہاں دیکھ ہی تھی جہاں روشناگ ئی تھی تبھی وہ گھور کے آرزو سے بولی۔

بعد کیوں ساتھ میں کرلے خرچہ کم ہوگا۔آرزو کہتی وہاں سے واک آؤٹ کرگ ئی پتا تھا اب چپل ضرور پڑتی اگر مزید بیٹھتی تو۔

یہ بے شرم جانے کس پہ گ ئی۔زرینہ بیگم اس کی بات پہ بڑبڑانے لگی۔

میرے جیسا طلبگار تم کو کہاں ملے گا۔

روشنا کمرے میں آکر لیٹ گ ئی تھی جب مسیج کی بپ کی آواز پہ اس نے بے دلی سے موبائل اٹھایا اور خالی نظروں سے مسیج پڑھا۔

حسرتیں۔۔۔۔حیرتیں۔۔۔تمنائیں۔

ایک دنیامیں۔۔۔۔۔۔کتنی دنیائیں

آج روشنا نے پہلی دفع اس انون نمبر پہ ریپلائے کیا تھا مسیج سینڈ کہ بعد اس نے موبائل پاور آف کر کے رکھ دی اور بازوں آنکھوں کے اُپر رکھ دیا۔

اللہ سے یقین کے ساتھ مانگا جائے تو یا وہ نصیب

بدل دیتا ہے یا ہمارا دل اپنی رضا سے مطمئن کر دیتا ہے۔

اللہ جی آپی اِس رشتے سے خوش نہیں جو ابھی آیا بھی نہیں اور نہ ہی ابھی کوئی ی بات بنی ہے آپ ان کی مایوسی ختم کر دے اور پلیز وہی کرئی یے گا جس میں آپی کی بہتری ہو۔ آرزو کمرے میں آکر اپنی ڈائی ری لکھنے لگی یہ سب لکھنے کے بعد اس نے پین اور ڈائی ری ٹیبل کا ڈرار کھول کے اس میں رکھ دی موبائل اٹھایا اور عاشر کے نمبر پہ کال کی جو دو تین بیل کے بعد اٹھایا گیا۔

ہیلو آرزو کیا بات ہے میں کالج میں ہوں۔ عاشر کلاس سے نکلتا آرزو سے بولا۔

ہاں وہ ایسے ہی کچھ بتانا تھا۔ آرزو بیڈ پہ بیٹھتی بولی۔

شام کو میں آجاتا یا تم آکر بتا دیتی۔ عاشر گرائی ونڈ میں آکر بولا۔

تب تک صبر نہیں ہوتا تمہیں تو پتا ہے جب تک میں تم سے بات شئیر نہ کرلوں سکون نہیں ملتا۔ آرزو نے آرام سے کہا۔

ہاں پتا ہے اب بتاؤ کیا ہے جو تمہارے پیٹ میں درد کر رہی ہے۔ عاشر نے مسکراہٹ دبائے پوچھا۔

آج آپی کو دیکھنے آئے گے کچھ لوگ۔ آرزو نے رازدارانہ انداز میں بتایا۔

ہاں امی کو رات میں بتایا تھا خالا نے۔ عاشر نے بڑے آرام سے اس کا سسپینس ختم کیا۔

ہے مطلب تم جانتے ہو۔ آرزو نے برا منہ بنایا۔

ہاں جی۔ عاشر ہنس کے بولا۔

اچھا تو میں رکھتی ہوں کال یہ بتانے کے لیے کی تھی پر تم تو مجھ سے پہلے بات جانتے ہو۔ آرزو نے کہہ کر کال بند کر دی۔

پاگل۔ عاشر موبائل کو دیکھ کر ہنس کے بولا

❤❤❤❤

ایسے یہاں باڈی بنانے سے کیا آپ اس لڑکے کا مقابلہ کرے گے جس نے آپ کو ہسپتال کہ آئے سی یو میں پہنچا دیا۔ سومل زاویار کے کمرے میں جو پش اپس کر رہا تھا اس کو دیکھ کر طنزیہ کرنے لگی۔

چھوٹی ہو چھوٹی بن کر رہو۔ زاویار اٹھتا کمرے میں کھرے ملازم سے تولیہ لیکر غصے سے سومل کو دیکھ کر کہا۔

برو آپ گھر میں کب تک رہو گے اس زیاد جو کوئی ی بھی ہے اس سے بدلا کیوں نہیں لیتے جس کی وجہ سے ڈیڈ نے بھی آپ کی انسلٹ کی اور کالج میں بھی خارج کیا گیا جب کی وہ سب تو جا رہے ہیں کالج۔ سومل نے اب کی ٹون بدل کر زاویار کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔

بدلا تو میں لیکر رہوں گا اور ایسا لوں گا کہ زیاد مرنے کی تمنا کرے گا۔ زاویار نے نفرت بھرے لہجے میں کہا جب کی آنکھوں میں شعلے بھڑک رہے۔

کب برو آپ کا دل نہیں کرتا اس زیاد نامی لڑکے کو شوٹ کر دے جس کی تعریفیں آپ کا باپ کرتا ہے۔ سومل نے اس کے دل میں لگی آگ کو مزید سلگا یا۔

شوٹ میں تو اس کا وہ حال کروں گا کہ نہ وہ مرنے والوں میں سے ہو گا اور نہ جینے والوں میں سے۔ زاویار اپنا شیطانی استعمال کرتا بولا۔

ایسا کیا کروں گے آپ؟ سومل نے تجسس سے پوچھا۔

ویٹ اینڈ واچ مائے لٹل سسٹر وقت آنے دو پھر دیکھنا میں کرتا کیا ہوں۔ زاویا سومل کے کندھوں پہ بازوں رکھتا پر اسرار لہجے میں بولا۔

آپ کی بیٹی نظر نہیں آرہی۔روشنا کو دیکھنے کے لیے ایک عورت جو لڑکے کی ماں تھی جو اپنا نام آصفہ بتا رہی تھی وہ اور اپنی نند کے ساتھ آئی تھی ان کو آئے آدھا گھنٹہ ہو چکا تھا پر ابھی تک روشنا نہیں آئی تو انہوں نے چائے پیتے ہوئے سوال کیا جب کی ان کی نند سموسہ اور پکوڑے کھانے میں مست تھی جیسے پہلی دفعہ ملا ہو یا دوبارہ کبھی نہ ملنے کا ڈر ہو۔ آرزو تو بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کنٹرول کیے بھیٹی تھی۔

دراصل آنٹی آپی یہاں نہیں اس لیے آپ کو نظر نہیں آرہی وہ تو اپنے کمرے میں ہیں۔ آرزو نے بڑے آرام سے تیر مارا جس پہ وہ عورت شرمندہ ہوئی ی۔

آرزو جاؤ بہن کو لے آؤ۔زرینہ بیگم نے بڑے ضبط سے آرزو سے کہا ورنہ ان کا دل کر رہا تھا مہمانوں کا لحاظ کیے بنا اس کو چپل دے مارے۔

جی۔ آرزو نے اپنی ماں کی وارن کرتی آنکھوں کو دیکھ کر اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔

آنٹی آرام سے کھائے کیوں چھینے گا نہیں آپ سے کچھ۔ آرزو نے جاتے ہوئے ان کی نند سے کہا جو دو سموسے ایک ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھی اس کو اب اُلٹی آرہی تھی اتنے ندیدوں کی طرح اس کو کھاتا دیکھ کر اس لیے شرمندہ کرنے کی خاطر بغیر لحاظ کیے بھگو بھگو کر تیر مارا۔

آرو۔ زرینہ بیگم نے دانت پیستے اس کا نام لیا۔

جاتی ہوں اماں۔ آرزو کہتے فورن سے نکل گ ئی۔

بہن جی برا مت ماننا پر اپنی بیٹی کو سمجھائے اتنی زبان چلانا اچھی بات نہیں ہوتی۔ آصفہ خاتوں نے آرزو کے جانے کے بعد کہا جس پہ زرینہ بیگم نے بس مصنوعی مسکرا کر سر ہلایا۔

چلے بلیک بیوٹی آپ کا بلاوا آیا ہے۔ آرزو روشنا کو پیچھے سے حصار میں لیتی بولی جو بلیک کلر کے شلوار قمیص میں تھی فل اور بلیک شیفون کا ڈوپٹہ اچھے سے سیٹ کیا تھا سر پہ بنا کوئی ی میک اپ کیے اس کا چہرہ چمک رہا تھا

روشانے اپنے کندھے پہ ٹھوڑی رکھی آرزو کے چہرے کو دیکھا اور اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کے گہری سانس لیکر کہا۔

میرا دل نہیں۔

میری جان باہر بڑے نمونے ہیں جن کا تعارف ابھی آپ کے سسرال کا دیا جا رہا ہے مگر میں گرینٹی دیتی ہوں رشتہ نہیں ہو گا اس لیے آرام سے بس پانچ منٹ ان کا شو برداشت کرے۔ آرزو نے ایسے ہی اس کو پیچھے سے گلے لگا کر عام انداز میں اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لیے کہا۔

اچھا چلو۔ روشانے کہا

آپ جائے مجھے تو ان کی شکلیں دیکھ کر اکتاہٹ اور دل میں عجیب سا پتا نہیں کیا فیل ہو رہا ہے۔ آرزو کو سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے۔

چلو تم۔ روشانے گھور کے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے ساتھ لے گئی۔

بیٹی تو آپ کی بہت پیاری ہے۔ روشنا اور آرزو باہر آئے تو آصفہ خاتون نے جلدی اس کو اپنے برابر میں بیٹھایا اور اس کو دیکھ کر کہا۔

ماشااللہ۔زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی روشنا کو الجھن ہو رہی تھی

اس خاتون کا ہاتھ بار بار اپنے سر پہ پھیرتا دیکھ محسوس کر کے پر مجبور تھی

اس کو آرزو کی بات ٹھیک لگی سچ میں کوئی ہی نمونے لوگ تھے۔

ہمیں تو آپ کی بیٹی پسند آئی ہی رشتہ پکا سمجھے آپ۔اس دفع نند نے کہا تو

زرینہ بیگم نے راشدہ کو دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں میں ان کو تسلی

دے رہی تھی۔

ایسا کیسے رشتہ پکا ہم بھی تو پہلے لڑکا دیکھے گے اگر پسند آیا تو رشتہ

پکا۔آرزو نے بڑے اماؤں کی طرح ہاتھ کو ہلا ہلا کر کہا زرینہ بیگم کا دل کیا

اپنا ماتھا پیٹ لے۔

ہاں تو دیکھ لیں آپ یہ ہی تصویر۔لڑکے کی ماں نے جلدی سے اپنے

ڈوپٹہ میں بندھا ہوا فوٹو نکالا جو انہوں نے چھپا کر باندھ رکھا تھا روشنا نے تو

کوئی ہی دھیان نہیں دیا پر زرینہ بیگم کو ان کی حرکت جاہلانا لگی بھلا

تصویر کو آج کل کون ایسے ڈوپٹے میں باندھتا ہے جب کی آرزو نے

مڑوڑی ہوئی پکچر کو دیکھ کر دل کیا زور سے قہقہ لگائے کہ کس دؤ رسے ہیں آپ۔

لڑکا تو پچاس کی عمر کا ہو گا۔ آرزو نے بڑی معصومیت سے لڑکے کی تصویر دیکھ کر پوچھا جس میں ایک تیس سال مرد کی تصویر تھی بال ماتھے پہ نا ہونے کے برابر تھے جب کی ناک بھی کافی لمبی لگی مونچھیں تو سرے سے تھی ہی نہیں چھلے ہوئے آلوں کی طرف چہرہ تھا۔

اۓ لڑکی نظر خراب ہے کیا پچاس کی تو میں اس کی ماں نہیں تو بیٹا کہاں سے ہو گا۔ آصفہ خاتوں تو آرزو کی بات پہ بھڑک اٹھی۔

غصہ کیوں ہو رہی ہیں میں نے تو ایسے ہی پوچھا انکل کے بال نہیں تھے مجھے لگا بڑھتی ہوئی عمر کی وجہ سے کمزوری ہو گئی ہو گی اور ناک تو آپ رہنے ہی دے اور چہرہ اللہ معاف کرے لگتا ہے کسی نے اس پہ ٹرک چلا لیا ہوا اتنی صاف تو کسی کی کھیت بھی نہیں ہو گی جتنا آپ کے بیٹے کا چہرہ ہے کلیزنگ والا عام الفاظوں میں کہا جائے تو چھلا ہوا

آلوں۔ آرزو نے فوٹو اپنے سامنے کیے کسی رپورٹر کی طرح ان کے بیٹے پہ تبصرے کیے زرینہ بیگم نے اپنا سر پکڑ لیا روشنا بڑے مشکل سے ہنسی کو کنٹرول کیے ہوئے تھی جب کی آصفہ خاتوں ان کی نند منہ پہ ہاتھ رکھے آرزو کی چلتی ہوئی زبان دیکھ رہے تھے۔

یہ آپ کی بیٹی میرے گبرون جوان بیٹے کو انکل اور چھلا ہوا آلوں کہہ رہی ہیں آپ کجھ کہہ نہیں رہی اس کو یہ تھمیز ہے اس کی۔ آصفہ خاتوں نے زرینہ بیگم سے کہا۔

ہاہاہاہا گبرون جوان بیٹا افففف اللہ ہاہاہا۔ آرزو نے ان کی بات پہ زور سے قہقہہ لگا کر روشنا کو اپنی ہنسی کنٹرول نہیں ہوئی تو وہ اٹھ کر چلی گ ئی۔

ہمیں نہیں کرنا ایسے گھر میں رشتہ جہاں چھوٹو کو بات کرنے کی تھمیز نہ ہو۔ وہ دونوں اٹھتی ہوئی بولی جب کی آرزو ابھی تک پیٹ پہ ہاتھ رکھے ہنس ہنس کے لوٹ پھوٹ ہو رہی تھی۔

ارے بہن بچی ہے یہ تو آپ بیٹھے تو۔راشدہ نے جلدی سے ان کو روکنے کے لیے کہا۔

نا بابا نہ ہم چلتے ہیں وہ کہتی اپنی نند کو چلنے کا اشارہ کرنے لگی۔جب کی زرینہ بیگم ویسے ہی اپنا سر پکڑے بیٹھی تھی۔

اپنے گبروں جوان بیٹے کی تصویر تو لیکر جائے۔ان کو جاتا دیکھ کر آرزو نے اپنا ہاتھ لہرا کر کہا جس میں فوٹو تھا آصفہ خاتوں منہ بناتے اس کے ہاتھ سے فوٹو لیا اور تن فن کرتی گھر سے نکل گ ئی راشدہ بھی ان کے پیچھے چلی گ ئی۔

اماں نہیں۔آرزو نے جب زرینہ بیگم کو چپل اُتار کے دیکھا تو کہا۔

کیا نہیں نالائق شرمندہ کروا دیا سب کے سامنے۔زرینہ بیگم نے چپل اچھالی آرزو جلدی سے بچاؤ کے لیے جھک گ ئی۔

وہ لوگ لائ ق نہیں تھے اماں اور آپی خوش نہ تھی لڑکا پورہ آٹھواں عجوبہ تھا اور میری بہن تو ملکہ ہے اس کے لیے کوئی ی شہزادہ آنا چاہیے

نہ کے چھلا ہوا آلوں۔ آرزو نے جب دوسرے چپل پہ زرینہ بیگم ہاتھ دیکھا تو وضاحت کرنے لگی۔

شہزادے محلوں میں رہنے والے لڑکیوں کے لیے آتے ہیں یہاں جوپڑیوں میں نہیں۔ زرینہ بیگم نے باقائدہ نشان لیکر چپل اس کی طرف اچھالی جو آرزو کے ماتھے پہ لگی۔

نہیں جی محلوں میں رہنے والی لڑکیوں کے لیے نہیں بلکہ قسمت سے ملا کرتے ہیں شہزادے اور دیکھ ئیے گا میری بہن کے لیے شہزادہ ہی آئے گا جو گھوڑے پہ نہ سہی پر بڑی سی گاڑی میں آئے گا اور شان وشوکت کے ساتھ میری بہن کو لے جائے گا۔ آرزو اپنا ماتھا مسلتی نروٹھے انداز میں کہہ کر اپنے کمرے میں بھاگ گ ئی۔

جا کہاں رہی ہوں میں نے آج تمہیں چھوڑنا نہیں آرو اچھا خاصا رشتہ ضائع کر دیا۔ زرینہ بیگم تیز آواز میں بولی پر آرزو جا چکی تھی۔

یا اللہ اس کو عقل دے۔ زرینہ بیگم تھک ہار کے صوفے پہ بیٹھ گ ئی۔

آج لگتا ہے میں ہواؤں میں ہوں آج اتنی خوشی ملی ہے۔ آرزو کمرے میں آکر موبائل پہ گانا چلا کر اب گول گول گھوم کر ڈانس کر رہی تھی جیسے رشتہ اس کی بہن کا نہیں خود کا ٹوٹا ہوں۔

عاشر کو تو آج کی اپ ڈیٹ دوں۔ آرزو ایسے ڈانس کرتے کرتے عاشر کا خیال آیا تو خود سے بولی وہ فورن سے بیڈ پہ چڑھی اور اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

افففف ایک تو کام کے وقت عاشر کا نمبر نہیں لگتا۔ آرزو نے بار بار عاشر کے کال کرنے پہ بھی جواب نہ ملا تو خود سے بولی۔

ایف بی یا انسٹا گرام پہ زیاد کو دیکھتی ہوں کیا پتا ایکٹو ہو۔ آرزو نے موبائل ٹھوڑی پہ رکھتے پر سوچ لہجے میں کہا یہ خیال آتے ہی اس کا چہرہ کِھل اٹھا

یس یس ایکٹو ہیں۔ آرزو نے جب انسٹا پہ زیاد کو ایکٹو دیکھا تو خوشی سے نعرہ لگایا اور ڈائی ریکٹ کال کر ڈالی۔

زیاد میٹنگ روم میں تھا جب اس کا موبائل بجا میٹنگ میں بیٹھے سب کی نظریں زیاد کی موبائل پہ پڑی جو رنگ کر رہا تھا اسد اللہ بھی وہاں موجود تھے زیاد جو بلیک تھری پیس پہنے سامنے پریزنٹیشن دیتے اپنے سیکٹری کو دیکھ رہا تھا موبائل بجنے پہ اس نے سب کو دیکھا جس کی نظر خود پہ اٹکی دیکھی تو اس نے اپنا سیل فون دیکھا آج وہ موبائل سائی لینٹ پہ لگانا بھول گیا تھا ورنہ وہ اکثر میٹنگ کے دوران موبائل سائی لینٹ پہ کرتا تھا زیاد نے کال کرنے والے ہستی کو دیکھنے چاہا اس نے آرزو کی آئے ڈی پہ کال دیکھی تو کہا۔

اٹس امپورٹنٹ آپ کی ئی ری آن کرے میں کجھ منٹس میں آتا ہوں۔

مسٹر خانزادہ یہ ڈیل یقیناً کال سے زیادہ ضروری ہے اور آپ کا یہاں رہنا ابھی ضروری۔ عطاء اللہ جو میٹینگ روم تھے انہوں نے زیاد سے سنجیدہ ہو کر کہا ان کی بات پہ اسد اللہ نے بھی تائی ید کی۔

کال اٹس امپورٹنٹ آپ کی ئی ری آن کرے میں آتا ہوں اور میں نہ ہوں تو بھی کیا ہوا میرا اسیکٹری ہے یہاں۔زیاد اپنی بات پہ زور دیتا وہاں نکل گیا پورے میٹینگ ہال میں سناٹا چھا گیا تھا اسد اللہ سوچ میں پڑگ ئی ے کہ ایسا کون ہو گا جس کی کال پہ زیاد کڑوروں کی میٹینگ پہ ہونے والی ڈیل کو نظر انداز کر گیا۔

مسٹر خانزادہ سے ہمیں ایسی امید تو نہیں تھی کیا بزنس اِس طرح ہوتے ہیں۔زیاد کے جانے کے بعد ایک آدمی نے کہا وہ زیاد کی اس حرکت پہ بہت خائ ف نظر آرہا تھا۔

ہاں کہو۔زیاد اپنے کیبن میں آکر چی ئی ر پہ بیٹھ کر آرزو سے کہا۔

بزی تھے آپ دو دفع کال کرنے پہ اٹینڈ نہیں کیا۔آرزو نے سوال کیا۔

تھا پر اب فری ہوں تم بتاؤ کیسی ہوں اسکول نہیں گ ئی کیا۔زیاد نے باندھی گھری پہ وقت دیکھا جہاں صبح کے بارہ بج رہے تھے۔

نہیں آج پتا ہے کیا ہوا۔ آرزو نے پر جوش آواز میں پوچھا زیاد کے چہرے پہ مسکراہٹ آگ ئی۔

بتاؤ گی تو پتا لگ جائے گا۔ زیاد نے چی ئی ر پہ پشت ٹکا کر آنکھیں بند کر کے کہا۔

اچھا تو دل تھام کے سن ئی یے گا۔ آرزو نے گلا کھنکھار کے کہا۔

تم سے بات کرتے وقت میں اپنا دل تھام ہی لیتا ہوں۔ زیاد کے منہ سے بے ساختہ پھسلا۔

مطلب؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا۔

آ کچھ نہیں تم بتاؤ کیا ہوا آج۔ زیاد نے اپنی آنکھیں کھول کے جلدی سے کہا تو آرزو نے مسکرا کر سب کچھ آج ہوا بتا دیا جسے سن کر زیاد مسکرانے لگا اس کو وہاں کیا ہوا انٹرسٹ نہیں تھا اس کو انٹرسٹ اس میں تھا کہ آرزو بتا رہی تھی اور آرزو کی تھوڑی بھی بات اس کے لیے اب

خاص بن گ ئی تھی اور اس کی وجہ اس کو آج تک سمجھ نہیں آئی ی تھی کہ کیوں۔

ہمم تو تمہاری آپی کا رشتہ نہیں ہوا۔زیاد نے اس کی بات پوری ہونے پہ کہا۔

ہاں نہ وہ لڑکا میری آپی کے قابل نہ تھا کہاں میری آپی اتنی خوبصورت پیاری اور کہاں ہو چلغوزہ۔ آرزو نے اس کا نیا نام رکھ لیا اس کی بات پہ زیاد کے سامنے روشنا کا چہرہ آیا اس کے بعد علیدان اور اس کا گاڑی میں بیٹھنا۔

تم مجھے اپنا نمبر دے سکتی ہو؟زیاد نے اچانک سے کہا۔

نمبر۔ آرزو نے لب کُھلے۔

کوئی پروبلم ہے یا مجھ پہ ٹرسٹ نہیں۔زیاد کا لہجہ سنجیدہ ہو گیا۔

اایسا نہیں میں آپ کو نمبر بتا دیتی ہوں۔ آرزو زیاد کی بات پہ گڑبڑا گ ئی۔

بتاؤ پھر۔زیاد کے چہرے پہ سکون لہر ڈور گ ئی۔

سر وہ پراجیکٹ گیلانی کمپنی کو مل گیا۔زیاد آرزو سے بات کیے بیٹھا اس کو ہی سوچ رہا تھا جب اس کا سیکٹری دروازہ نوک کر تا کیبن میں آکر بولا۔

اچھا۔زیاد نے خاص توجہ نہ دی۔

سر اس پراجیکٹ کا ملنا ہمارے لیے بہت ضروری تھا اگر آپ میٹینگ میں بیچ میں چلے نہ جاتے تو وہ ہمیں ملتا۔سیکٹری کو زیاد کا اتنا پرسکون ہونا سمجھ نہ آیا۔

نہیں ملا تو کیا کہا جاسکتا ہے خیر تم جاؤ اب۔زیاد نے آرام سے کہا اس کو ذرا پچھتاوانہ تھا کہ وہ پانچ منٹ اور میٹینگ روم میں ہوتا پھر کال اٹھاتا پراجیکٹ مل جاتا نہیں وہ خوش تھا اس کے لیے یہ نقصان معمولی سا تھا۔

اوکے سر۔سیکٹری کہتا وہاں سے چلا گیا۔زیاد نے موبائل میں آرزو کا نمبر سیو کیا۔

انت الحیات

آج علیدان کا موڈ خراب کیوں ہے۔ احمد نے وقاص سے پوچھا وہ کالج کے بعد جم آئے تھے۔

کالج میں شاید مس حجابن نہیں آئی ی تھی دیدار یار نہیں ہوا اس لیے عاشق کا حال ایسا ہے۔ وقاص نے شرارت سے بتایا۔

اووہ تو یہ بات ہے۔ احمد نے سمجھنے والے انداز میں کہا۔

بلکل اتنے ٹائی م بعد علیدان یہ سوچ کر آیا تھا کہ وہ آج مس حجابن سے ملے گا پر علیدان کے سامنے وہ کہاوت آگ ئی دل کے ارمان آنسوؤں میں بہہ گ ئی ے۔ وقاص نے پہلے سر کو جنبش دی پھر دوبارہ شرارتی موڈ میں آیا۔

ان دونوں کی اینڈنگ کیا ہو گی۔ احمد نے وقاص نے کندھے پہ بازوں رکھ کے پوچھا۔

انشا اللہ ہیپی۔ وقاص نے جلدی سے کہا۔

انشاالله۔ احمد نے بھی کہا تو علید ان کی طرف آیا۔

چلیں ؟علید ان نے دونوں سے پوچھا۔

ہاں زیاد سے بات ہوئی ی تھی میری وہ ضروری میٹینگ کی وجہ سے کالج نہیں آیا پر کل سے آئے گا۔ احمد نے اس کے ساتھ چلتے ہوئے بتایا۔

سہی ہے میں اب گھر جاؤں گا کجھ کام تھا۔علید ان نے بتایا۔

اوکے خدا حافظ۔ وہ دونوں اس سے گلے مل کر الوداع کیا اور اپنی اپنی گاڑی میں سوار ہو گ ئی ے۔

علید ان اپنی گاڑی میں بیٹھا تو اس نے اپنے ہاتھ اسٹی ئی رنگ پہ رکھے تو اس کی نظر اپنے فون پہ پڑی جو ڈیش بورڈ پہ رکھا تھا اس نے موبائل ہاتھ میں اٹھایا اور نمبر ڈائی ل کرنے لگا جو کی بند تھا و قاص نے جب اس کو روشنا کا نمبر دیا تھا تو اس نے دوسرے دن ہی روشنا کو بس مسیج بھیجنا شروع کیا تھا جو بس صبح اور رات کے وقت وہ سینڈ کرتا تھا کبھی کبھی کال کرنے کا بھی دل کرتا پر وہ دل کی بند دل میں ہی رہنے دیتا تھا مسیجز کا

سلسلا دو مہینے سے زیادہ ہو گیا تھا پر روشنا کی طرف سے اس کو کوئی ی رسپونس نہیں ملتا تھا یہ پوچھنے کے لیے بھی کہ کون؟ پر نمبر ضرور بلاک کیا جاتا جس پہ علیدان نے دوسری سم سے اس سے رابطہ کرنا شروع کیا تھا پر تب بھی نو رسپونس اس کو روشنا کی مسیج کا انتظار ہوتا بھی نہیں تھا پر جب آج اس کو روشنا کی طرف سے ہلکہ سا ہی جواب ملا تو اس کو جہاں خوشی ملنی چاہیے تھی وہی اس کو پریشانی ہو گ ئی تھی کیوں کی اس کو روشنا پریشان معلوم ہوئی ی اور اس کا آج کالج نہ آنا اس کو مزید پریشان کرنے لگا تھا۔

روشنا کا نمبر کیوں سوئی چ آف ہے۔علیدان نے موبائل واپس ڈیش بورڈ پہ رکھ کر خود سے پوچھا۔پھر گہری سانس بھرتا اسکلیٹر پہ پاؤں کا دباؤ بڑھاتا اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

رات جب زیاد گھر آیا تو سب ڈنر کر رہے تھے وہ اپنے کمرے میں جا رہا تھا پر اپنے قدم پھر اس نے ڈائی ینگ ٹیبل کی طرف موڑے اور وہاں آکر اپنی جگہ پہ بیٹھ گیا سب کی نظر اس پہ پڑی تھی جس میں حیرانی تھی کچھ ایک وہ آج جلدی گھر آیا تھا دوسرا ان کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا۔

زیاد یہ لو پلاؤ مٹر تمہارے فیورٹ ہے نہ۔ماہی بیگم نے جلدی سے ایک پلیٹ اس کی طرف آئی ی ان کو خوشی ہوئی ی زیاد کو دیکھ کر۔

تھینکس۔زیاد نے پلیٹ ان سے لیکر کہا اور اپنے لیے نکالنے لگا۔

آج یہ کایا کیسے پلٹ گ ئی۔کشمالا نے عینی کے کان میں سرگوشی کی جو اپنی پلیٹ میں چمچ ہلا رہی تھی۔

پتا نہیں۔عینی نے گہری سانس لیتے کہا۔

سنا ہے آج تمہیں کوئی ی پراجیکٹ نہیں ملا۔اسرار صاحب نے عام انداز میں کہا جب کی زیاد کو یہ بات تیر کی طرح چبھی تھی۔

سنا ہے تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔زیاد نے چکن منہ میں ڈالے کہا۔

ہم ساتھ میں بزنس کرینگے تو ٹھیک ہو گا باپ بیٹا تمہارا کیا خیال ہے۔ اسرار صاحب نے محبت سے پوچھا۔

میرا کیا خیال ہونا ہے اشرف سے پوچھے۔ زیاد نے پانی پیتے اشرف کی طرف اشارہ کیا۔

میرا بچہ ابھی پڑھ رہا ہے۔ سمایا بیگم نے بامشکل اپنا لہجہ نارمل رکھا۔

میں اپنی اور تمہاری بات کر رہا ہوں زیاد۔ اسرار صاحب نے سنجید گی سے کہا۔

میں آپ کے ساتھ گھر میں رہ لیتا ہوں وہی بڑی بات ہے۔ زیاد طنزیہ کہتا کرسی پیچھے کر کے اٹھنے لگا۔

جیسی ماں ویسا بیٹا۔ زیاد نے ڈائینگ ٹیبل سے اٹھتے ہوئے سمایا بیگم کہ یہ الفاظ سنے تھے مگر وہ نظر انداز کرتا اپنے کمرے میں آیا اور ٹھاہ کی آواز سے دروازہ بند کیا تھا زیاد خود پہ ضبط کرتا کمرے میں یہاں وہاں ٹہلنے لگا اس کا دل کیا اچھی خاصی ان کو سنا دے مگر آج وہ کوئی ی تماشا نہیں چاہتا

تھا زیاد بیڈ پہ بیٹھ کر زور سے آنکھیں میچ لی اور اپنا ماضی سوچنے لگا جس سے وہ دور جانا چاہتا تھا۔

امی آپ آج اتنے غصے میں کیوں ہو؟ پانچ سالا زیاد نے معصومیت سے اپنی میں کے چہرے پہ اپنے چھوٹے سے ہاتھ رکھ کر پوچھا۔

میں نہیں ہوں غصہ میری جان۔ سونیا خانزادہ نے زیاد کو اپنی گود میں بیٹھا کر اس کے دونوں گالوں پہ پیار کیا اور اس پہ زور سے چوما جس پہ ڈمپل ابھرا ہوا تھا۔

اچھی بات ہے آپ ہی تو بتاتی ہیں کہ غصہ گندے بچے کرتے ہیں۔ زیاد نے مسکرا کر کہا۔

ہاں بلکل اور ہم تو اللہ میاں کے اچھے بچے ہیں نہ؟ سونیا خانزادہ نے کہہ کر اس سے تائید چاہی۔

یس امی جان بٹ ڈیڈ از بیڈ۔ زیاد نے آخر میں منہ بسورا۔

بری بات ڈیڈ ہیں آپ کے ایسا نہی کہتے گناہ ملتا ہے۔ سونیا خانزادہ نے

اس کو سمجھایا۔

بٹ امی وہ صبح گارڈ پہ بہت چیخ رہے تھے میں نے خود سنا جب لان میں

کھیل رہا تھا تو۔ زیاد نے اپنی آنکھیں بڑی کر کے بتایا جس پہ سونیا خانزادہ

کو اپنے بچے پہ پیار آیا۔

تو ان کی شاید غلطی ہو ورنہ آپ کے ڈیڈ تو سویٹ ہیں بہت۔ سونیا خانزادہ

نے کہا

بٹ آپ ہی تو مجھے کہتی ہیں اگر کوئی ی غلطی کرے تو ان کو پیار سے

سمجھانا چاہیے غصے سے نہیں ورنہ سامنہ والا ہرٹ ہوتا ہے اور اگر انسان

ہرٹ ہو تو اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے کوئی ی انسان

ہرٹ ہو تو۔ زیاد نے آنکھیں گھما کر ان کی کہی بات یاد کروائی ی۔

اچھا میرے ابا میرے پڑھائے سبق مجھے نہ پڑھاؤ اور اپنی دادی کے پاس جاؤ اور دیکھو انہوں نے دوائی ی لی ہے کہ نہیں۔ سونیا خانزادہ اس کی بات پہ ہنس کے گود سے اُتار کر بولی۔

دادی ڈرامے دیکھتی رہی تھی ہیں اور اگر میں جاؤں تو کارٹون کے بجائے اپنی عمر کے جانے کونسے ڈرامے چلاتی ہیں ٹی وی پہ۔ زیاد ان کے سامنے کھڑے ہو کر کمر پہ دونوں ہاتھ رکھ کر منہ بنا کر کہا۔

زیاد تم بہت شرارتی ہو گئے ہو۔ سونیا خانزادہ نے اس کو آنکھیں دیکھائی ی۔

بس کبھی غرور نہیں کیا۔ زیاد نے اپنا چھوٹا ہاتھ بالوں میں پھیر کر شان بے نیازی سے کہا تو سونیا خانزادہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا ایسا کرتے وقت ان کو زیاد کہیں سے بھی پانچ سال کا بچہ نہ لگا۔

بڑی باتیں کرنے آگئی ہیں میرے طوطے کو۔ سونیا خانزادہ نے ہنسی کنٹرول کیے اس کی ہنزل گرین آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

امی ڈونٹ کال می طوطا۔زیاد نے ناک سکوڑ کر کہا۔

ہاہاہا نہیں کہتی اب جاؤ اپنی دادی کے پاس مجھے کجھ کام ہے۔ سونیا خانزادہ نے زور سے ہنس کے کہا۔

اوکے بٹ مجھے آپ کے ڈمپلز پہ کس کرنا ہے۔زیاد نے فرمائش کی تو سونیا خانزادہ کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ آگئی زیاد نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں گالوں پہ باری باری بوسہ دیا۔

آپ کے دو اور میرا ایک ڈمپل کیوں ہے؟زیاد نے ناراضگی سے پوچھا جیسے سارا قصور اس میں سونیا خانزادہ کا ہو۔

کیوں کی چاند ایک ہوتا ہے۔ سونیا خانزادہ نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔

مطلب؟زیاد نے ناسمجھی سے پوچھا۔

مطلب یہ کے آپ کا ایک ڈمپل میرے دو ڈمپلز پہ بھاری ہے کیوں کی جو ایک سائی یڈ پہ ڈمپل ہوتا ہے نہ وہ زیادہ پیارا ہوتا ہے جیسا کہ تمہارا۔ سونیا خانزادہ نے اس کی چھوٹی سی ناک دبا کر کہا۔

سچی۔ زیاد نے حیرت سے پوچھا۔

مچی۔ سونیا خانزادہ نے اُسی کے انداز میں کہا تو زیاد خوش ہو گیا اور ان کے کمرے سے نکل گیا۔

چچی یہ بڑا کب ہو گا؟ زیاد نے ماہی بیگم سے پوچھا جو ایک سالہ زارون کو فیڈر پلا رہی تھی۔

جلد ہی ہو جائے گا۔ ماہی بیگم اس کے سوال پہ ہنس کے بولی۔

اچھا اس سے کہے نہ کہ جلدی بڑا ہو جائے میرے جتنا تا کہ ہم ساتھ کھیلے اور اسکول جائے۔ زیاد ان کے پاس بیٹھ کر بولا۔

ہاہاہا زیاد یہ میرے کہنے سے تھوڑی بڑا ہو گا اور آپ جتنا ہونے میں اس کو ابھی وقت ہے۔ ماہی بیگم نے اس کی بات سن کر ہنس کے کہا۔

اچھا کتنا وقت۔زیاد کی سوئی ی وہی اٹکی ہوئی ی تھی۔

اممم چار سال۔ماہی بیگم نے ہنسی ضبط کرتے کہا۔

چارررررر ساللل۔زیاد نے حیرت سے کہہ کر لفظوں کو کھینچ کے ادا کیا۔

بلکل۔ماہی بیگم نے مسکرا کر اس کے گال کھینچے تبھی ملازمہ وہاں آئی ی۔

بیگم صاحبہ یہ آپ کا فون بہت وقت سے بج رہا تھا تو میں لے آئی ی۔ملامہ نے سیل فون ماہی بیگم کی طرف بڑھا کر بتایا۔

اچھا تم جاؤ۔ماہی بیگم نے فون لیکر کہا۔

زیاد اپنے بھائی ی کے پاس رہنا میں تمہارے چچا کی کال سن آؤں۔ماہی بیگم نے زارون کو زیاد کے پاس لیٹا کر کہا جو فیڈر پینے کے بعد غنودگی میں جا رہا تھا۔

اوکے۔زیاد نے فرمانبرداری سے سر ہلایا۔

ڈیڈ آپ لوگ کہا جا رہے ہو؟ زیاد اسکول سے آیا تو سونیا خانزادہ اور اسرار صاحب کو دیکھ کر سوال کیا۔

زیاد ہم باہر جا رہے ہیں آپ کے ڈیڈ کے دوست کی شادی پر شام تک واپس آئے گے اوکے۔ سونیا خانزادہ اپنی ساری کا پلو ٹھیک کرتی زیاد سے بولی

امی جان یو لک ویری اوسم۔ زیاد نے ان کی بات جیسے سنی نہیں تھی بس ان کو دیکھ کر مسکرا کر بولا جو اس وقت بلیک سلک کی ساری میں ملبوس تھی بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا چہرہ میک اپ سے پاک تھا بس ریڈ لپ اسٹک کو اپنے ہونٹوں پہ لگایا جس پہ وہ سادگی میں بھی بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور ان کے گالوں پہ پڑتے ڈمپلز جو ان کی خوبصورتی کو اور چار چاند لگا رہے تھے۔

اچھا امی اوسم اور ڈیڈ وہ کیا۔ اسرار صاحب اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بولے

آپ بھی پیارے لگ رہے ہیں۔زیاد نے مسکرا کر کہا اسرار صاحب بھی بلیک ہی کلر کہ تھری پیس پہنے ہوئے تھے۔

زیاد اپنی دادی اور چچی کو تنگ مت کرنا اوکے۔سونیا خانزادہ نے زیاد سے کہا۔

اوکے بٹ آپ جلدی آنا۔زیاد نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

بلکل میری جان۔سونیا خانزادہ نے جھک کر اس کے ماتھے پر پیار کیا۔

ڈمپلز شو کرے میں ان پہ پیار کروں تا کہ میرا دن اچھا گزرے جب تک آپ آجائے۔زیاد کچھ اداس ہوا۔

اتنا پیار تمہاری ماں کے ڈمپلز پہ میں نہیں کرتا جتنا دن میں تم کر دیتے ہو۔اسرار صاحب نے اس کے بال بگاڑ کے بولے جس پہ سونیا خانزادہ نے آنکھیں دیکھائی ی۔

کیوں کی ان پہ میرا حق ہے اور میرے پاس بھی ہے آپ کہ پاس تو نہیں۔زیاد نے اِترا کر کہا۔

نہ جی سونیا پہ میرا حق ہے ہم تمہارے لیے اور کوئی لاتے ہیں پھر تم اس پہ اپنا حق جتانا۔ اسرار صاحب نے مصنوعی غصے سے کہا۔

اس کے پاس ڈمپل ہو گے ؟ زیاد سونیا خانزادہ کا ہاتھ چھوڑے اسرار صاحب کے پاس آکر اشتیاق سے پوچھنے لگے۔

پتا نہیں پر وہ ہو گی بس تمہاری۔ اسرار صاحب نے اس کے انداز دیکھ کر ہنس کے کہا۔

اچھا اب میرے معصوم بیٹے کو بگاڑو مت زیاد اِدھر آؤ تم۔ سونیا خانزادہ نے پہلے اسرار صاحب کو آنکھیں دیکھائی پھر زیاد کا ہاتھ پکڑ کے اپنی طرف کیا۔

امی جان جلدی آئیے گا۔ زیاد نے ان کو گاڑی میں بیٹھ کر دیکھا تو پھر کہا۔

ہاں زیاد جلدی آئے گے آپ کو ساتھ لیکر چلتے مگر وہ وہاں اور بچے نہیں ہو گے آپ بور ہو گے اس لیے آپ کو لیکر نہیں جا رہے۔ سونیا خانزادہ نے چہرہ ونڈو سے کچھ باہر نکال کے زیاد سے بولی۔

اوکے میں ویٹ کروں گا آپ کو پتا ہے مجھے ورنہ نیند نہیں آتی جب تک آپ نہ ہو یا آپ کے ڈمپلز پہ پیار نہ کروں تو۔ زیاد نے کہا پھر اسرار صاحب نے گاڑی گیٹ سے باہر نکالی دی زیاد تب تک وہی کھڑا رہا جب تک گارڈز نے گیٹ بند نہ کر دیا۔

منہ کیوں اُترا ہوا ہے میرے شہزادے کا۔ الماس بیگم بیڈ پہ بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھی جب زیاد ان کے کمرے میں آکر اپنا اسکول بیگ صوفے پہ رکھا اور چہرہ اپنے دونوں کے ہاتھوں کے پیالوں میں رکھ دیا۔

بکوزامی ڈیڈ کے ساتھ باہر گئی ہیں۔ زیاد نے ویسے ہی جواب دیا اپنے منہ کو پھولا کر۔

اِدھر آؤ۔ الماس بیگم نے اس کو اپنے پاس بولایا تو وہ اٹھ کر بیڈ پہ ان کے ساتھ لیٹنے والے انداز میں بیٹھا۔

ابھی گ ئی ہیں شام تک آجائے گی اداس کیوں ہوتے ہو۔ الماس بیگم نے اس کو اپنے حصار میں لیکر کہا۔

بٹ میرا دل نہیں لگتا ان کے بنا اور آج تو بلکل بھی اچھا نہیں لگا۔ زیاد نے ان کے سینے پہ سر رکھ کے کہا۔

ماں ہے ہی ایسی جس کے بنا ہر لمحہ مشکل سے گزرتا ہے تم بس ایسا کرو کپڑے تبدیل کر آؤ اس کے بعد کھانا کھاؤ پھر اپنا ہوم ورک کرو تب تک سونیا بھی آجائے گی۔ الماس بیگم نے اس کو بہلایا۔

مجھے نیند آرہی ہے۔ زیاد نے ان کے سینے پہ سر رکھے آنکھیں موند کے جواب دیا

بہانا مت کرو پتا ہے کوئی ی نیند نہیں آ رہی تمہیں ہوم ورک اور کپڑے نہ بدلنے کے بہانے ہیں۔ الماس بیگم نے اس کو سر اُپر کر کے کہا دل پتھر کا

ازرمشا حسین

یقین جانے مجھ سے پڑھا نہیں جاتا۔ زیاد نے کوفت سے کہا۔

بری بات اگر پڑھو گے نہیں تو اپنے ڈیڈ کے جیسے بزنس مین کیسے بنو گے اور کامیاب کیسے ہو گے۔ الماس بیگم نے سمجھایا۔

بزنس تو اپنا ہے نہ میں نہ بھی پڑھو تو ان کو ہینڈل کر سکتا ہوں کیوں کی ان پہ دماغ کی ضرورت ہوتی ہے۔ زیاد نے اپنے مطابق بات بنائی ی۔

اور ایسا کس عقلمند نے تم سے کہا کہ پڑھنے کے بنا ہی آپ کامیاب ہو سکتے ہیں اور بزنس بھی ہینڈل کر سکتے ہو۔ الماس بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا۔

زیاد اسرار صدیقی نے۔ زیاد نے فخر سے کہا۔

باتیں بنانا ہی آتی ہیں اب اٹھو اور فریش ہو آؤ پھر کھانا کھاؤ۔الماس بیگم نے اب کی آنکھیں دیکھائی ی جس سے وہ منہ بناتا اٹھا۔

پانچ گھنٹے بعد۔

زیاد اندر چلو بارش ہونے والی ہے۔ماہی بیگم لان میں آکر بینچ پہ بیٹھے زیاد سے بولی۔

نو چچی امی اور ڈیڈ آنے والے ہوگے ان کے ساتھ آؤں گا۔زیاد ضدی لہجے میں بولا۔

زیاد موسم خراب ہے شاید وہ صبح تک آئے تم اندر چلو۔ماہی بیگم نے پیار سے کہا۔

امی نے کہا تھا وہ جلدی آئے گی وہ جانتی ہیں مجھے ان کے بغیر نیند نہیں آتی۔زیاد نے نم لہجے میں کہا۔

زیاد ضد نہیں کرتے بیمار پڑ جاؤ گے پھر سونیا بھابھی پریشان ہو گی۔ماہی بیگم نے ہلکی ہلکی بارش کی بوندیں خود پہ گرتے محسوس کی تو زیاد سے بولی۔

نہیں۔زیاد کا لہجہ اٹل تھا تبھی گیٹ کے اندر ایک گاڑی اندر داخل ہوئی ی ماہی بیگم نے دیکھا تو شکر ادا کیا جب زیاد بھاگ کر ان کے پاس جانے لگا بارش نے بھی اپنا زور پکڑ لیا تھا زیاد بھاگتے بھاگتے اچانک سے بریک لگائی ی اور آنکھوں میں نا سمجھی نے سوالات لائے اپنے باپ کو دیکھا اور گاڑی کی دوسری جگہ جہاں کوئی ی نہیں تھا اور اسرار صاحب بکھرے گلیے بالوں اور کورٹ بازوں پہ ٹکائے تھکن زدہ قدموں کے ساتھ آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔

ڈیڈو ی ئی راز امی؟زیاد بارش میں بھیگتا سوال کرنے لگا۔

بھابھی اس کو اندر لے جائے بارش میں بیمار ہو جائے گا۔اسرار صاحب زیاد کی بات نظر انداز کرتے ماہی بیگم سے بولے جو خود نا سمجھی سے ان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

امی کہاں ہے ڈیڈ آپ کے ساتھ تھی نہ وہ تو آپ اکیلے کیوں آئے ہیں ان کو ساتھ لانا تھا۔زیاد بدک کے ماہی بیگم سے دور ہو کر پوچھنے لگا۔

زیاد کل بات کرینگے رات ہو گئی ہے سونے کی تیاری کرو۔اسرار صاحب نے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔

امی کہاں ہے ڈیڈ؟زیاد کچھ سن ہی نہیں رہا تھا اس کو بس اپنی ماں سے مطلب تھا۔

وہ آج نہیں آئے گی کچھ دن تک اپنی بہن کے پاس رکے گی۔اسرار صاحب کہہ کر وہاں سے اندر کی طرف گئے جب کی زیاد وہی بارش میں رونے لگا

مجھے امی کے پاس جانا ہے۔ماہی بیگم نے اس کو گود میں اٹھا کر جلدی سے اندر لے آئی ی زیاد نے ان کی گود سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر چلائے مگر ماہی بیگم اس کو کمرے میں لا کر ہی دم لیا اور اس کے بال ٹاول سے سو کھاتی اس کے کپڑے بدلنے لگی تب تک زیاد کا رونا ختم نہیں ہوا تھا زیاد بیٹا کیا ہو گیا ہے کل چلے گے نہ ان کے پاس رو کیوں رہے ہو اتنا۔ماہی بیگم نے پریشانی سے کہا۔

مجھے ابھی امی چاہیے یا پھر فون پہ بات کروائے۔زیاد اپنا سر زور سے نفی میں ہلاتا بولا۔

کل ابھی سونے کی کوشش کرو۔ماہی بیگم نے جیسے تیسے کر کے اس کو سلا دیا۔

ایک ہفتے بعد۔

کھانا کیوں نہیں کھا رہے ہے تم۔اسرار صاحب آفس سے جیسے آئے اس کو زیاد کے کھانا نہ کھانے کا پتا چلا تو وہ اس کے پاس آگ ئی ے ان کی بات

پہ زیاد نے کوئی ی جواب نہیں دیا ایک ہفتہ ہو چکا تھا نہ وہ اسکول جاتا تھا اور نہ ٹھیک سے کچھ کھاتا پیتا رات ہوتی تو وہ رونا شروع کر دیتا کہ امی چاہیے نیند نہیں آتی جس پہ ماہی بیگم زارون کو چھوڑ کر ساری رات اس کو سنبھالتی اور بہلاتی رہتی۔

تم سے بات کر رہا ہوں زیاد کیوں اپنے ڈیڈ کو پریشان کر رہے ہو میں کیا پہلے کم پریشان ہوں۔ اسرار صاحب اس کو خاموش دیکھ کر گہری سانس لیکر بولے۔

امی کو لے آئے جہاں چھوڑ آئے تھے پھر بات بھی کروں گا اور کھانا بھی کھاؤں گا اسکول بھی جاؤں گا کسی کو تنگ نہیں کرو گا۔ زیاد نے معصومیت سے کہا جس پہ اس کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھی اس کے چھوٹے سفید گال سرخ ہو گ ئی ے تھے اسرار صاحب نے اس کو اپنے ساتھ لگا دیا وہ خود پریشان تھے پر ضبط کیے بیٹھے تھے وہ ایسے ہی

خاموش تھے جب ملازم بھاگ کر وہاں آیا اور پھولے ہوئے سانس سے کہا۔

صاحب باہر ایمبولینس اور پولیس کی گاڑی آئی ہے اس کی بات پہ اسرار صاحب کا دل کسی خوف کے احساس سے دھڑک اٹھا زیاد اپنے ماتھے پہ بل ڈالے کبھی اپنے باپ کا پریشان زرد چہرہ دیکھتا تو کبھی ملازم کا۔

تم زیاد کہ ساتھ رہو میں آتا ہوں۔ وہ ہمت کر کے اٹھتے بولے۔

مجھے بھی جانا ہے۔ زیاد ان کو جاتا دیکھ کر فورن سے پیچھے جانے لگا۔

زیاد بابا ابھی نہیں آپ یہی رکے صاحب غصہ کرے گا۔ ملازم نے جلدی سے اس کو پکڑ کر کہا۔

چھوڑو مجھے باہر جانا ہے۔ زیاد اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے پھڑ پھڑا کر بولا۔

نہی

ملازم کچھ کہتا کہ زیاد اسکے بازوں پہ زور سے کاٹتا باہر بھاگ گیا۔وہ جیسے ہی باہر آیا تو ہال کا منظر دیکھ کر وہ کچھ پل کہ لیے رک گیا اور یہاں وہاں دیکھنے لگا اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اتنے لوگو اچانک سے کیسے آگ ئی ے اور رو کیوں رہے تھے زیاد کی نظر ماہی بیگم اور الماس بیگم پہ پڑی جو جن کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھی اور سامنے دیکھ رہی تھی زیاد نے اپنے ہونٹوں پہ زبان پھیری اور ان کی نظروں کہ تعاقب میں دیکھا جہاں ایک میت رکھی ہوئ ی تھی اور عورتیں ان کے اطراف کھڑی ہوئ ی کچھ افسوس کر رہی تھی تو کچھ کانوں کو ہاتھ لگا رہی تھی زیاد آہستہ قدم چلتا بھیر سے گزر کہ میت تک پہنچا سب کی نظر زیاد پہ ٹکی ہوئ ی تھی اب زیاد میت کو دیکھتا رہا جس پہ سفید چادر بچھی ہوئ ی تھی اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنا چھوٹا ہاتھ اس چادر کی بڑھانے لگا۔

ارے کوئ ی رو کو بچہ ہے صدمہ لگ سکتا ہے۔

پانچ سال کا ہو گا اس کو اندر لے جائے میت کو دیکھنے کیوں دے رہے ہیں۔زیاد نے جیسے ہی کپڑے پہ ہاتھ رکھا تھا عورتوں کی آوزیں اس کے کانوں میں گونجنے لگی اس نے جلدی سے کپڑا چہرے کی طرف سے اُپر کیا تو ڈر کے کچھ قدم پیچھے ہو گیا ماہی بیگم نے جلدی سے آگے بھر کے اس کی آنکھوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔

زیاد نے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں کھولی اس کی آنکھیں بھاری ہو گ ئی تھی اور حد سے زیادہ سرخ جیسے ابھی خون بہہ نکلے گا۔

کیوں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔زیاد سب کچھ سوچتے زور سے چیخ پڑا اور اپنے بال مٹھی میں زور سے پکڑ لیے۔

مجھے سکون چاہیے اللہ سکون بھری نیند سکون بھرا لمس جس کے لیے میں بیس سال ترسا ہوں۔زیاد اپنا ہاتھ زور سے بیڈ پہ مارتا بولنے لگا اس کا دل کیا وہ دھاڑے مار کر روئے پر وہ رو نہیں رہا تھا اس نے رونا چھوڑ دیا تھا

اس کو لگتا مرد نہیں روتے اور وہ اب بچہ نہیں تھا کہ روئے وہ اپنے دل میں غبار جمع کیے بیٹھا تھا جو جانے کبھی ختم ہونا تھا یا نہیں۔

زندگی کی کتاب میں سب سے حسین صفحہ

ماں کی محبت ہے۔

❤ Always love your mother

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

آرزو کہاں ہو تم۔ روشنا تیار ہو کر آرزو کے کمرے میں آئی تو آواز دی واشروم سے پانی گرنے کی آواز پہ اس کا پتا لگ گیا کہ وہ وہاں ہے اس لیے وہ گہری سانس لیتی جانے لگی جب نظر آرزو کے موبائل پہ پڑی تو اس نے اٹھالیا جس پہ کال آرہی تھی اس نے موبائل اٹھایا تو مہک کالنگ لکھا آرہا تھا روشنا نے کال پک کی۔

ہیلو آرزو۔ مہک کی آواز ابھری۔

میں روشنا ہوں۔ روشنا نے بتایا۔

اچھا روشنا آپی آرزو کہاں ہیں۔ مہک نے پوچھا

وہ واشروم ہے تم بتاؤ خیریت۔ روشنا نے بتا کر پوچھا۔

وہ آپی آرزو سے کہنا میں آج اسکول نہیں آؤں گی وہ میری اٹینڈنس لگالے۔ مہک نے بتایا۔

اچھا میں بتادوں گی۔ روشنا نے کوئی ی سوال کیے بنا کہا پھر کال بند ہونے پہ اس کی نظر ریسنٹ کال لسٹ پہ پڑی تو اس کی آنکھوں میں شاک ابھرا اس کو یقین نہیں آیا کہ جو وہ دیکھ رہی ہے سچ ہے کہ جھوٹ۔

آپی آپ کالج کے لیے تیار ہو بھی گ ئی۔ آرزو واشروم سے نکلتے ہوئے روشنا کو دیکھ کر مسکرا کر بولی اس نے روشنا کے تاثرات نہیں دیکھے تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہو گ ئی۔

یہ کیا ہے ؟ روشنا آرزو کہ پاس آکر بازوں سے پکڑ اپنی طرف موڑ کر موبائل کی جانب اشارہ کر کے کہا۔

موبائل ہے۔ آرزو نے آرام سے جواب دیا جب کی اس کے جواب پہ
روشنا کے سر پہ لگی اور تلوؤں پہ بجھی۔

یہ زیاد کا نمبر تمہارے پاس کیوں ہے اور تم نے کل اس کے ساتھ دو گھنٹے پندرہ منٹ بات کی ہے۔ روشنا نے دانت پیستے ہوئے کہا اس کا بس نہیں چل رہا تھا اپنی بہن کا کیا کرتی۔

ہماری دوستی ہو گئی ہے اور ایک مہینے سے زیادہ وقت گزر گیا ہے دوسرا یہ کہ وہ اتنے اچھے ہیں کہ ان سے بات کرنے وقت گزرنے کا پتا نہیں لگتا وہ میری ساری باتیں سنتے ہیں اور ٹوکتے تو بلکل بھی نہیں۔ آرزو نے پرجوش ہو کر بتایا

دوستی ہوش میں ہو تم نہ وہ ہمارا جاننا والا ہے اور نہ تمہاری عمر کا تم کیسے اس سے بات کر سکتا ہوں آرزو تم نے اس دفع حد کر دی ہے بیوقوفی کی۔ روشنا نے اپنا سر پکڑ لیا

وہ بہت اچھا ہے اور دوستی کب سے انسان عمر دیکھ کے کرنے لگا زیاد

اتنے بھی بڑے نہیں جو آپ ایساری ایکٹ کر رہی ہیں۔ آرزو نے سکون

سے کہا

نمبر کہاں سے ملا تمہیں؟ روشنا نے جانچنے والے انداز میں پوچھا۔

سوشل میڈیا پہ بات ہوئی تھی پھر انہوں نے نمبر مانگا تو میں نے دے

دیا۔ آرزو نے بال ٹاول سے آزاد کرتے ہوئے بتایا ابھی نہانے کی وجہ

سے گیلے اس کی پیٹھ پہ چپک گئے تھے اور منہ کو بھی آرہے تھے۔

دوبارہ بات مت کرنا۔ روشنا نے گھور کر کہا۔

دوست ہے میرا اور آپی آپ کا اور اس کا جھگڑا جو بنا بات پہ ہوا تھا وہ

بلا وجہ تھا اگر آپ اس وجہ سے روک رہی ہیں تو پلیز وہ بات بھول

جائے۔ آرزو نے روشنا کی بات کہ جواب میں کہا۔

میں بڑی بہن ہوں تمہاری آرزو اور جو میں کہوں اس کو مانوں میں تمہاری بہتری کے لیے کہہ رہی ہوں وہ اچھا لڑکا نہیں ہے۔روشنا نے اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کر اب کی نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی

آپ ان کو برا کیوں کہتی ہیں جب کی مجھے تو کبھی ان سے بات کرنے وقت ایسا محسوس نہیں ہوا۔ آرزو نے جاننا چاہا۔

تم بچی ہو یہ سب سمجھنے میں ابھی تمہاری عمر نہیں وہ لڑکا ہے آرزو تمہاری معصومیت کا فائی دہ اٹھانا چاہ رہا ہے تم سے وقت گزاری کہ لیے بات کرتا ہے۔روشنا کے لہجے میں زیاد کے لیے نفرت تھی۔

آپی توبہ کرے کیا بات کر رہی ہیں وہ ایسے بلکل بھی نہیں۔ آرزو کو روشنا کی یہ بات بلکل اچھی نہیں لگی۔

تم جانتی کیا ہو اس کے بارے

آپ کیا جانتی ہیں ان کے بارے میں۔روشنا کی بات پوری ہونے سے پہلے آرزو نے وہی سوال کیا۔

وہ ایک بد تمیز انسان ہے جو بس مار پیٹ کرنا جانتا ہے لوگوں کو تنگ کرنا جانتا ہے بس بہت مغرور ہے اتنا کہ اس کو اپنے بڑوں کا لحاظ تک نہیں ہوتا استاد تک کا نہیں۔ روشنا نے تیز آواز میں کہا آج پہلی بار ان کے بیچ میں لڑائی ہوئی تھی وہ بھی ایک شخص کی وجہ سے۔

مجھے اسکول کے لیے دیر ہو رہی ہے تیار ہونا ہے۔ آرزو نے بات ختم کرنی چاہی جب کی روشنا نے حیرت سے اس کی جانب دیکھا اس کو آرزو سے یہ امید نہ تھی کہ وہ اس کو جواب ہی نہیں دے گی یا کسی تیسرے اجنبی انسان کی وجہ سے وہ نظر انداز کرے گی روشنا کچھ پل تو اس کو دیکھتی رہی پھر بنا کچھ کہے کمرے سے نکل گئی اس کے جانے کے بعد آرزو نے پلٹ کر دروازے کی طرف دیکھا اور اپنے بال بنانے لگی۔

آپی کہاں ہیں؟ آرزو باہر آئی تو روشنا کو نہ دیکھ کر زرینہ بیگم سے بولی۔

وہ تو کالج چلی گئی تمہیں نہیں بتایا کیا میں نے پوچھا آج ساتھ نہیں جا رہے تو کہاں کہ کوئی اسائیمنٹ اس کو سبمٹ کروانی ہے اس

لیے جلدی جارہی ہے تمہیں بھی بتایا۔ زرینہ بیگم وہاں کی ڈسٹنگ کرتی ہوئی ی بولی۔

اچھاہاں بتایا تھامیں بھول گ ئی۔ آرزو نے جلدی سے کہاورنہ اس کو عجیب لگا روشنا کا جھوٹ بولنا اور اس کے بنا کالج چلے جانا۔

آپی اتنی سی بات پہ ناراض ہو گ ئی۔ آرزو گھر سے نکلتے ہوئے خود سے بولنے لگی۔

کیسی ہو۔ وہ اپنی سوچ میں تھی جب اپنی کان کہ بلکل پاس مردانہ گھمبیر آوازی پڑی تو وہ ڈر کے مڑنا چاہا تو اس کا پاؤ پھسلا وہ گرتی اس سے پہلے ہی زیاد نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ زیاد ساری رات خود سے لڑتے ہوئے گزاری تھی فجر کے بعد مسجد کے لیے نکالا تھا پھر جاگنگ پہ اس کے بات وہ کالج جانے کے بجائے اس نے آرزو کے اسکول جانے والے راستے بھی اپنی گاڑی بڑھالی تھی اس کو پتا تھا وہ اپنی بہن کے ساتھ جاتی ہے اس لیے وہ دور سے اس کو بس دیکھے گا جانے کیوں آج اس کے اندر

ادسی تھی تو اس نے آرزو کو دیکھنے کا سوچا اس لیے اس نے اپنی گاڑی ایک سائیڈ پہ روکی تھی تا کہ جب وہ اسکول جانے کے لیے نکلے تو وہ آرام سے اس کو دیکھ سکے اس کو عجیب سا لگ رہا تھا اس کا انتظار کرنا وہ جانتا تھا یہ ٹین ایجر لڑکوں کی حرکتیں ہیں پر وہ دل کے ہاتھوں مجبور تھا اس کی زندگی میں پہلی دفع ایسا ہوا تھا کہ وہ کسی لڑکی میں دلچسپی لے رہا تھا جس کو وہ ٹھیک سے جانتا تک نہیں تھا اور وہ بھی خود سے کم عمر لڑکی میں اس کو یہاں گاڑی میں بیھٹے کافی وقت ہوا تھا جب اس کو روشنا اکیلی روڈ پار کرتی نظر آئی ی اس نے اس کے پیچھے دیکھنا چاہا پر آرزو اس کو نہیں دیکھی زیاد کی آنکھوں میں الجھن اُتری اس کو لگا شاید وہ آج نہ جائے روشنا کو ٹیکسی میں بھیٹتا دیکھ کر زیاد نے سیٹ بیلٹ کھول کر گاڑی سے باہر نکلا اس نے گھڑی پہ وقت دیکھا تو آٹھ بجنے والے تھے۔

یہ آج جلدی گ ئی ہے ورنہ تو حیات بتاتی ہے کہ وہ نو بجے اسکول جاتی ہے۔ زیاد نے خود سے کہا اور وہی گاڑی سے ٹیک لگائے آرزو کا انتظار

کرنے لگا تقریباً آدھے گھنٹے بعد اس کو آرزو دیکھی جو اسکول یونیفارم کاندھے پہ بیگ پہنے آرہی تھی اس کا پورا وجود کالی چادر سے چھپا ہوا تھا بس چہرہ ہی نظر آرہا تھا زیاد نے جب آرزو کو دیکھا تو اس کے چہرے پہ تبسم کِھل اٹھا زیاد نے اپنے قدم آرزو کی طرف بڑھائے اور بلکل اس کے پاس کھڑے ہو کر اس کے کان کے پاس جھک کر اس کا حال پوچھا پر آرزو کو اسطرح گرتا دیکھ کر اس نے جلدی سے اس کا ہاتھ تھام لیا تھا زیاد کو اندازہ نہ تھا کہ آرزو اتنا ڈر جائے گی۔

آپ؟ آرزو نے زیاد کو دیکھ کر حیرت سے پوچھا۔

ہاں میں کیوں نہیں ہو سکتا۔ زیاد اس کے چہرے کو دیکھ کر سوال کیا زیاد کا دل کیا وہ اس کے پھولے سرخ گالوں کو کھینچے پر اس نے اپنے دل کی آواز کو تھپک کر سولا دیا۔

نہیں کبھی آپ کو یہاں دیکھا نہیں تو اس لیے۔ آرزو نے مسکرا کر وضاحت دی اور آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چلنے لگی۔

اب دیکھ لو۔ زیاد اس کے ساتھ چلتا بولا۔

ہاں دیکھ لیا۔ آرزو نے اس کو دیکھ کر کہا۔

پیدل جاؤں گی۔ زیاد نے پوچھا۔

ہاں۔ آرزو نے جواب دیا۔

کوئی ی پریشانی ہے؟ زیاد کو وہ پہلے کی نسبت کچھ خاموش لگی ورنہ جب وہ دو دفع اس کو دیکھا تھا تو الگ لگی تھی بہت زیادہ بولنے والی اور کال پہ بھی پر آج اس کو لگا کہ شاید پریشان ہو۔

پریشانی تو نہیں پر آپی ناراض ہو گئی مجھ سے۔ آرزو نے صاف گوئی ی سے بتایا۔

تو منا لینا۔ زیاد نے مشورہ دیا۔

اگر انہوں نے ماننے کی شرط رکھی تو۔ آرزو نے پوچھا۔

تو پوری کر لینا۔ زیاد کو روشنا کا ذکر پسند تو نہ آیا پر برداشت کر گیا۔

اچھاا۔ آرزو نے اچھا کو کافی کھینچ کر کہا۔

تمہارا اسکول دور ہے کیا۔ وہ دونوں چلتے چلتے کچھ دور آئے تھے جب زیاد نے پوچھا اس نے آرزو کو گاڑی میں ڈراپ کرنے کا نہیں کہا کیوں کی وہ اس کے ساتھ باتیں کرنا چاہتا تھا جو وہ پیدل ہی کر سکتے تھے۔

ہاں تھورا۔ آرزو نے مسکرا کر کہا زیاد نے بہت غور سے اس کا مسکرانا دیکھا تھا۔

آپی کہتی ہیں میں آپ سے بات نہ کروں۔ آرزو نے ایسے ہی چلتے ہوئے کہا تو زیاد کے چلتے قدم دھیمے ہوئے تھے اس کے دل کی دھڑکن نے رفتار پکڑلی تھی جانے کیوں اس کو ڈر سا لگا۔

پھر تم نے کیا کہا۔ زیاد کو اپنی آواز کھائی ی سے آتی معلوم ہوئی ی۔

میں نے کہا آپ میرے دوست ہیں اور انہوں نے کہا آپ میرے سے وقت گزار رہے ہو آپ بہت برے ہیں اور بس مارنا پیٹنا جانتے ہیں۔ آرزو نے ہنس کے بتایا جیسے کسی فلم کا سین ہو۔ زیاد نے زور سے

مٹھیاں بھینچ لی تھی اس کا دل کیا روشنا کو شوٹ کر دے جو بلاوجہ اس کے گلے کین ہڈی بن گ ئی تھی۔

تمہاری بہن کی سوچ کافی خراب معلوم ہوتی ہے۔زیاد خود کو کہنے سے روک نہیں پایا۔

ایسا نہیں بس آپ سے ٹکراؤ ہی کچھ ایسے انداز میں ہوا ہے کہ وہ آپ کو غلط سمجھتی ہے۔ آرزو نے جلدی سے روشنا کی سائی یڈلی۔

تو کیا تم ان کی بات مان لوں گی۔زیاد نے غور سے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

میں ان کو منالوں گی اور بتادوں گی کہ آپ بہت اچھے ہیں اور مجھے آپ کی دوست بن کے رہنا ہے۔ آرزو نے رک کے کہا کیوں کی باتیں کرتے کرتے وہ اسکول تک پہنچ گ ئے تھے۔

میں تمہیں اب خود سے دوستی ختم کرنے کی اجازت دوں گا بھی نہیں۔زیاد کا لہجہ شدت پسند ہو گیا تھا۔

میں سمجھی نہیں۔ آرزو نے آس پاس دیکھ کر کہا کیوں کی اسکول کی گیٹ کے اندر جاتی لڑکیاں زیاد کو بہت غور سے دیکھتی جا رہی تھی پر زیاد کی نظریں آرزو پہ تھی۔

مطلب یہ کہ پریشان مت ہو اور آرام سے اسکول جاؤ۔ زیاد نے بات بدل دی تو آرزو مسکرا دی اور ملکہ سا زیاد کی طرف جھک کے بولی۔

اتنا تیار ہو کر نہ نکلا کرے نظر لگ جائے گی۔ آرزو کہتے ہی اسکول کی جانب چلی گئی تھی جب کی اس کی بات پہ زیاد کا ڈمپل ابھرا تھا اس نے ایک نظر خود کو دیکھا وہ آج بلیک شرٹ جینز پینٹ اور خاکی کلر کی جیکٹ پہنی ہوئے تھا جس کی آستینیوں کو اس کے کہنی تک فولڈ کیا تھا اور اس کے ہاتھ میں بندھی گھڑی صاف ظاہر تھی جس سے اس کے ہاتھ کی کلائی ی خوبصورت لگ رہی تھی زیاد نے پھر گہری سانس لی اب دوبارہ اس کو پیدل جانا تھا جہاں اس نے گاڑی روکی ہوئی تھی پہلے تو

آرزو تھی اس کے ہمقدم مگر اب اکیلا جانے کا سوچ کر اس نے منہ بنایا اور وہاں سے نکل گیا۔

سنو۔ آرزو کلاس میں جیسے ہی آئی ایک لڑکی نے اس کا مخاطب کیا۔

سناؤ۔ آرزو نے چادر اُتار کے کہا۔

وہ لڑکا کون تھا جو تمہیں یہاں گیٹ تک چھوڑ کے گیا پہلے تو نہیں دیکھا تھا اس کو۔ لڑکی نے آگے بڑھ کر رازدارانہ انداز میں پوچھا جو آرزو کو ایک آنکھ نہ بھایا۔

وہ تم اس کو اپنا بھائی ہی سمجھو۔ آرزو اپنی سیٹ پہ بیٹھ کر مزے سے بولی۔

ہنہ تمہارا ہو گا بھائی۔ لڑکی جل بھن کے کہتی وہاں سے واک آؤٹ کر گئی۔

کس کی بات کر رہی تھی وہ؟ ردہ نے سوال کیا جو اس سے پہلے آئی ی ہوئی ی تھی۔ آرزو نے گہری سانس لی اور ردہ کو زیاد کے بارے میں بتانے لگی۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

ہائے۔علیدان اچانک سے روشنا کے سامنے آ کر بولا۔

افففف میری جان نکال دی۔روشنا جو اپنے دھیان سے گزر رہی تھی علیدان کہ اسطراح آنے پہ اس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ سینے پہ رکھ کے علیدان کو گھور کے کہا۔

جان تو ہر وقت میری نکالتی ہوں تم۔علیدان نے آپ کہنے کا تکلف چھوڑ دیا تھا۔

کیا مطلب تمہارا اس بات سے؟روشنا نے آس پاس گزرتے اسٹوڈنٹ کو دیکھ کر پوچھا۔

مطلب کو چھوڑو یہ بتاؤ کل کیوں نہیں آئی تھی کالج۔ علیدان اس کو اپنی نظروں کے حصار میں لیے پوچھنے لگا۔

تمہیں کیسے پتا میں کل نہیں آئی تھی۔ روشنا نے حیرت سے پوچھا۔

میرے خیال سے میں بھی اس کالج میں پڑھتا ہوں۔ علیدان نے مسکرا کر معلومات دی۔

وہ تو پتا ہے پر ڈپارٹمنٹ تو الگ ہے نہ میرا تو کیا تم ہر ایک کی خبر رکھتے ہو کہ آئے ہیں یا نہیں۔ روشنا سیڑھیوں پہ بیٹھ کر بولی۔

سب کا پتا کیوں رکھوں گا بس کل تمہیں نہیں دیکھا سوچا پوچھ لوں۔ علیدان نے کندھے اچکا کر کہا۔

گھر میں کچھ مہمان آئے تھے اس وجہ سے نا آسکی۔ روشنا کو اب علیدان اتنا برا نہیں لگتا تھا اور نہ پہلے دن کہ بعد اس نے کوئی بدتمیزی کی تھی جو وہ اس سے غصہ کرتی اور اس روڈ پہ ہونے والے حادثے کے بعد اس نے اپنا دل علیدان کے لیے صاف کر دیا تھا اس لیے بلا جھجھک وہ اب

جواب دے دیتی تھی اس کی باتوں اور سوالوں کا جس پہ علیدان مطمئن سا تھا۔

اچھا یہ وجہ تھی۔علیدان نے سر ہلایا۔

اچھا میں چلتی ہوں میری کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔روشنا موبائل پہ وقت دیکھ کر علیدان سے بولی جو بس اس کو ہی دیکھے جا رہا تھا روشنا نے اس کے اس طرح دیکھنے کا کوئی خاص نوٹس نہیں لیا اور وہاں سے اٹھ گئی۔

ہمایوں اور زیاد نہیں آئے ابھی تک۔وقاص اور احمد نے علیدان سے پوچھا جو ابھی ان کے پاس آیا تھا۔

ہمایوں لائبریری میں ہے اور زیاد آ رہا ہے۔علیدان نے آخر میں سامنے کی جانب اشارہ کر کے کہا جہاں زیاد شان سے چلا آ رہا تھا۔

ہائے ایوری ون۔زیاد ان کے پاس پہنچ کر بولا۔

ہائے ٹو۔وقاص نے آنکھ ونک کر کے کہا۔

تمہاری آنکھوں کو کیا ہوا ہے اتنی سرخ۔علیدان نے فکر مندی سے پوچھا جس پہ زیاد یہ نہ بتا پایا کہ ساری رات خود پہ ضبط کرنے کی وجہ سے سرخ ہوئی ی ہے رات بھر جاگنے کی نشاندھی کر رہی ہیں۔

کچھ نہیں ہو کل آفس کا ضرور کام کر رہا تھا اس لیے نیند ٹھیک سے نہیں کی۔زیاد نے مسکرا کر بہانا بنایا۔

اتنا کام کیوں کر رہے ہو؟احمد نے فرئی زاس کے سامنے کر کے پوچھا۔

کام انسان کیوں کرتا ہے۔زیاد نے اُلٹا اس سے سوال کیا۔

جو کام کرتے ہیں ان کو پتا۔احمد نے مزے سے اپنی بات کہی اور آخر میں ہنس دیا جس پہ وقاص نے اس کے کندھ پہ ہاتھ رکھ کر داد دی جب کی علیدان اور زیاد نے نفی میں سر ہلایا جسے کہہ رہے ہو کہ ان کا کچھ نہیں ہو سکتا۔

یار کل میں نے تمہیں بڑا مس کیا۔علیزہ نے روشنا سے کہا وہ ابھی فری ٹائی م میں کینٹین کی طرف آئے تھے۔

میں نے بتایا تو تھا نہ اور سب اچانک ہوا میں خود سٹپٹا سی گ ئی تھی۔ روشنا نے مسکرا کر کہا۔

ہاں مجھے جب تم نے کال کی اور بتایا رشتے کا کہ تمہیں دیکھنے آ رہے ہیں تو مجھے لگا شاید تم اپریل فول بنا رہی ہو میرا۔ علیزہ نے ہنس کے کہا

نہیں نہیں مجھے تو یاد بھی نہیں تھا کہ اپریل کا مہینہ ہے۔ روشنا آنکھ ونک کی۔

ہاہاہا ویسے تمہاری بہن تو کمال کی ہے۔ علیزہ نے ہنس کے کہا پھر اچانک سے اس کی رات والی باتیں یاد آئی ی تو اس نے روشنا کو فون کیا تھا کہ کیا بنا رشتے کا تو اس نے سب کچھ بتا دیا تھا کہ کیسے آرزو نے ان کے ساتھ رویہ رکھا تھا۔

ہاں کمال کی ہے۔ روشنا کو صبح آرزو سے کی گ ئی بحث یاد آئی ی تو اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔

کیا تم نے وہ سنا جو میں نے سنا۔ وقاص نے احمد سے پوچھا وہ دونوں کولڈ ڈرنک لیکر جا رہے تھے اپنی جگہ پہ جب علیزہ کے رشتے والی بات پہ وہ کے قدم ٹھٹک کہ رک گ ئ ے تھے۔

ہاں سنا تو سہی۔ احمد نے تائ ید کی۔

چل علید ان کو بتا دینگے کہ جلدی سے مس حجابن کو اپنا حالِ دل بتا دے ورنہ ماما بننے کی تیاری کرے۔ وقاص نے اس کے کاندھے پہ بازوں ٹکا کر کہا۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

عاشر۔ آرزو اسکول سے واپس آکر نصرت بیگم کے گھر آکر عاشر کو بولانے لگی جو اپنے کمرے میں بیٹھا موبائل پہ گیم کھیل رہا تھا۔

ہمم۔ عاشر نے اس کو اپنے کمرے میں آتا دیکھا تو کہا۔

آؤ باہر آئ ی سکریم کھانے چلے۔ آرزو نے اس کے پاس آکر کہا۔

ابھی نہیں۔ عاشر نے انکار کیا۔

ابھی کیوں نہیں۔ آرزو نے گھورا۔

میں گیم جیتنا والا ہوں اس لیے اور میٹھا کم کرو اور موٹی ہو جاؤ گی۔ عاشر نے جواب کے بعد اس کو چھیڑا۔

موٹے تم اور یہ گیم کھیلنا بند کرو اور اٹھو۔ آرزو نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کے ہاتھ پکڑ کے اٹھنے کا کہا۔

اچھا کپڑے تو بدلنے دو۔ عاشر ہار مانتا بیڈ سے اٹھ کر بولا۔

اچھے تو لگ رہے ہو اور آئی سکریم کھانے جا رہے ہیں لڑکی دیکھنے نہیں۔ آرزو نے اس کو دیکھ کر کہا جو بلیو شرٹ اور وائیٹ پینٹ پہنے ہوئے تھا بکھرے بال ماتھے پہ پڑے تھے اور وہ تب بھی اپنے رف حلیے میں بہت پیارا لگ رہا تھا۔

اچھا چلو۔ عاشر نے سائیڈ ٹیبل سے بائیک کی چابی اٹھا کر کہا اور دونوں بائیک پہ سوار گھر سے نکلے۔

یہ کیسا لگے گا مجھے۔ کشمالا نے سکن کلر کی شرٹ خود کہ اُپر رکھ کر عینی سے کہا وہ آج شاپنگ کرنے مال آئے تھے۔

ہمم نائی س بٹ کجھ زیادہ چھوٹی نہیں یہ شرٹ۔ عینی نے اس کی طرف دیکھ کر کہا جو کشمالا کے پیٹ کے کجھ نیچے تک شرٹ تھی۔

نہیں اتنی بھی چھوٹی نہیں اور اس شرٹ پہ جیکٹ پہنوں گی تو فیل نہیں ہو گا۔ کشمالا نے اس کو مطمئن کیا تو عینی بھی اپنے لیے کجھ دیکھنے لگی اس نے سارے مال میں گھومنے کے بعد اس کو ایک اسکائے بلیو کلر کی شرٹ پسند آئی ی جس پہ سکن کلر کی کڑھائی ی کا کام کیا گیا تھا۔

یہ دیکھو۔ عینی نے وہ شرٹ کشمالا کو دیکھائی ی

زبردست۔ کشمالا کی نظروں میں ستائش ابھری تو عینی مسکرا دی اور وہ شرٹ اپنے لیے خرید لی کیوں کی اس وہ مناسب لگی وہ شرٹ گھٹنوں تک آرہی تھی اور اس شرٹ کے ساتھ اسکن کلر کا پلازو تھا۔ ان دونوں نے اپنی ضرور چیزیں لینے کے بعد بل کائی ونٹر کے پاس آئی ی۔

کھانا کھائے؟ کشمالا نے مال سے نکل کر عینی کو ریسٹورنٹ کی جانب اشارہ کر کے کہا جو مال کے پاس ہی تھا

بھوک نہیں مجھے میں نے گھر میں چکن قورمہ کھایا تھا۔ عینی نے شاپنگ بیگز ڈرائی یور کی طرف بڑھا کر انکار کیا۔

تم تو ڈائی یٹ پہ تھی۔ کشمالا نے مسکراہٹ دبائے پوچھا۔

مجھے ڈائی یٹ کرنے کی کیا ضرورت سلم سمارٹ تو ہوں۔ عینی نے بال جھٹک کر ایک ادا سے کہا۔

اچھا اب گاڑی میں بیٹھو بھوک مجھے بھی نہیں راستے میں بس آئی سکریم کھائی یں گے۔ کشمالا نے گاڑی کا ڈور اوپن کر کے کہا۔

او کے۔ عینی نے کندھے اچکائے پھر ڈرائی یور کو گاڑی چلانے کا کہا۔

بس یہی رو کے اور ہمارے لیے دو کپ آئی سکریم لیکر آئے۔ کشمالا نے ڈرائی یور سے کہا تو وہ سر ہلاتا گاڑی سے نکل گیا کشمالا موبائل میں بزی ہو گ ئی اور عینی نے گاڑی کا شیشہ نیچے کر کے باہر دیکھنا شروع کیا تب

ہی اس کی نظریں آئی سکریم پالر کے باہر عاشر پہ پڑی جو ہاتھوں میں آئی سکریم تھامے کھڑا تھا اس کا چہرہ کِھل اٹھا وہ کتنے ٹائم سے دعا مانگتی تھی کہ اس سے ملاقات ہو جائے پر نہیں ہو سکی اور جب اس نے امیدیں چھوڑ دی تو وہ یوں اچانک سے ملا وہ یک ٹک اس کو دیکھے جا رہی تھی جب عاشر اس کو کسی لڑکی پاس جاتا دیکھا عینی کی آنکھوں میں چبھن ہونے لگی اس لڑکی کو دیکھ کر جو مسکرا کر اس سے آئی سکریم لیکر کھا رہی تھی اس کی بائی یک پہ بیھٹی اور عاشر بلکل اس کے سامنے کھڑا تھا عینی کو لڑکی بری لگی جو بڑے حق سے بائی یک پہ بیٹھی عاشر سے بات کر رہی تھی۔

کش تم میرا ویٹ کرنا میں آتی ہوں۔ عینی نے باہر جانا چاہا۔

کہاں جا رہی ہو؟ کشمالا نے موبائل سے دھیان ہٹا کر پوچھا۔

بس کچھ منٹس میں آتی ہوں۔ عینی نے کہہ کر گاڑی کا لوک کھولا اور نکل گ ئی کشمالا کندھے اچکا کر دوبارہ موبائل میں بزی ہو گ ئی۔

ہائے۔عینی نے خود کمپوز کیا اور ہمت کر کے وہاں گ ئی اور مسکرا کر عاشر کو مخاطب کیا۔

عاشر جو آرزو کی فرمائش پہ اس کے ساتھ آئی سکریم کھانے آیا تھا اپنے پیچھے کسی لڑکی کی آواز پہ اس نے پلٹ کر اس کو دیکھا آرزو بھی آئی سکریم کھانا بھول کر سامنے لڑکی کو دیکھ رہی جو گلابی رنگ کی شرٹ اور پینٹ میں ملبوس تھی بال کھلے ہوئے تھے چہرے پہ ہلکہ سا میک اپ کیا گیا جس سے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی آرزو کی نظریں اس کے گال پہ پڑی تو ڈمپل دیکھ کر اس نے منہ بنایا اور اس کو وہ لڑکی دیکھی ہوئی ی لگی پر اس نے اپنا دھیان دوبارہ آئی سکریم کھانے پہ لگایا اگر وہ کچھ غور کرتی تو پتا چلتا کہ سامنے والی لڑکی بلکل زیاد کے جیسی تھی بس آنکھوں کا رنگ مختلف تھا۔

تم۔عاشر کچھ پل تو اس کو دیکھتا رہا پھر اس کی آنکھوں شناسائی کی رمق آئی ی پر اس کو عینی کا مخاطب کرنا سمجھ میں نہیں آیا عینی کو دکھ تو ہوا کہ

عاشر اس کو بھول بھی گیا تھا اور ایک وہ تھی جس نے اس کے علاوہ سب کچھ بھلا رکھا تھا پر اس نے اپنے چہرے پہ مسکراہٹ برقرار رکھی۔

جی میں وہ دراصل جب آپ نے میری مدد کی تھی اس دن تو میں نے شکریہ ادا نہیں کیا تھا پر آج آپ پہ نظر پڑی تو سوچا شکریہ ادا کرلوں۔ عینی نے کچھ سچ اور کچھ جھوٹ میں بات بنائی ی۔

اس کی کوئی ی ضرورت نہیں۔ عاشر نے رسانیت سے کہا تو عینی کی نظر دوبارہ آرزو پہ پڑی جو آئی سکریم کھانے مگن تھی جیسے اس کے علاوہ کوئی ی اور موجود ہی نہ تھا بس وہ اور آئی سکریم۔

یہ میری کزن پلس دوست ہے آرزو۔ عاشر نے اس کا دھیان آرزو پہ پایا تو تعارف کروایا۔

اچھا ماشا اللہ بہت پیاری ہیں۔ عینی نے مصنوئی مسکراہٹ سے کہا ورنہ اس کو آرزو کا پیارا ہونا پسند نہیں آیا کم تو وہ خود بھی نہ تھی پر آرزو کی بات ہی کچھ الگ تھی۔

تھینکس سب لوگ مجھ سے یہی کہتے ہیں کہ میں بہت پیاری معصوم اور بہتتتت خوبصورت ہوں۔ آرزو نے اس کی بات پہ اپنی تعریف کے قصیدے پڑھے جس پہ عاشر نے اس کو گھورا۔

آرزو آج پھر تم نے چہرہ بگاڑا اپنا۔ عاشر نے اس کہ چہرے پہ آئی سکریم لگی دیکھی تو اس کے ہی ڈوپٹے سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا آج اس کے پاس رومال جو نہ تھا عینی کو اپنا آپ ان دونوں کہ بیچ فضول سا لگا اُپر سے عاشر کا آرزو سے اسطرح خیال رکھنا اس کو تکلیف پہنچا رہا تھا

میرا نیو ڈریس ہے۔ آرزو نے عاشر سے کہا جو اس کا چہرہ صاف کر رہا تھا۔

تو چہرہ بھی تمہارا اپنا ہے۔ عاشر نے چہرہ صاف کر کے اس کے ماتھے پہ ڈوپٹہ ٹھیک کیا۔

اچھا میں چلتی ہوں۔ عینی کا دل بھر آیا۔

اوکے خدا حافظ۔ عاشر سے پہلے ہی آرزو بول پڑی عینی کو شرمندگی محسوس ہوئی ی اس لیے پھر وہ بنا رو کے واپس چلی گ ئی۔

آرزو اس کو برا لگا ہو گا۔ عاشر نے تاسف سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

اس کا برا لگا ہو گا یہ بات تمہیں کیوں بری لگ رہی ہے۔ آرزو نے مشکوک نظروں سے اس کی جانب دیکھا پر یہ نہیں پوچھا کہ وہ کون تھی کیوں کی عاشر نے بتادیا تھا کہ اس نے ایک لڑکی کو ڈراپ کیا تھا اپنی بائی یک پہ اور اس کو بہت انکمفرٹیبل فیل ہوا تھا جس پہ آرزو نے اس کا مزاق بنایا تھا۔

ایسا نہیں میں نے جسٹ بات کی۔ عاشر نے اس کی غلط فہمی دور کی۔

ہمم ٹھیک ویسے لڑکی بہت پیاری تھی سوائے اس کے ڈمپل کے۔ آرزو کو اس کا ڈمپل یاد آیا تو اس نے منہ بنایا۔

افففف تمہاری ڈمپلز سے جیلسی۔ عاشر ہنس پڑا

میں آرزو ایاز ہوں جس کی خوبصورتی سے لوگ جلتے ہیں وہ کسی سے نہیں جلتی۔ آرزو نے عاشر کی بات پہ ناک منہ چڑھایا۔

ہاہاہاخوبصورت تو دیکھو۔ عاشر نے قہقہقہ لگایا جس کی آواز دور جاتی ہوئی ی عینی کے کانوں تک بھی پہنچی تھی۔

عاشر اب چلو۔ آرزو نے اس کو خود پہ ہنستے دیکھا تو ناراض ہوئی ی۔

اچھا سوری خوبصورت تم ہو اور ہوتی اگر موٹی نہ ہوتی۔ عاشر نے اس کو اور تنگ کیا اور اس کے پھولے ہوئے کھینچے۔

موٹی نہیں میں۔ آرزو نے اس کے ہاتھ دور کرتے کہا

جی جی پتا ہے آپ بس صحتمند ہیں۔ عاشر بائی یک پہ بیٹھ کر بولا۔

کون تھے وہ؟ عینی جیسے ہی گاڑی میں بیھٹی کشمالا نے آئی سکریم کا کپ اس کی طرف بڑھا کر پوچھا

کوئی ی نہیں۔ عینی نے بے دلی سے اس کے ہاتھ سے کپ پکڑا اس کے بیھٹتے ہی ڈرائی یور نے گاڑی چلانا شروع کیا تھا

تو ان کے پاس گ ئی کیوں تھی۔ کشمالا نے ناسمجھی سے سوال کیا۔

غلطی ہو گئی۔ عینی نے چڑ کے کہا اس کو واقعی لگ رہا تھا کہ غلطی ہو گئی اس کو نہیں جانا چاہیے تھا ایک حادثاتی ملاقات تھی جو اس نے خود پہ سوار کی تھی جب کی دوسری طرف اس کو یاد ہی نہیں تھا بھلا یاد بھی کیسا کرتا ایک دن میں انسان جانے کتنے لوگوں سے ملتا ہے اب ہر کسی کو وہ اپنے دماغ میں محفوظ تو نہیں کر سکتا نہ یہ بات دماغ میں آتے ہی عینی کے چہرے پہ طنزیہ مسکراہٹ آگئی وہ تو اس لیے بھی اس کے پاس گئی تھی تاکہ نام ہی پوچھ لیں پر شاید نام بھی اس کا جاننا قسمت میں نہ تھا عینی نے ہاتھ میں پکڑی آئی سکریم ونڈو سے باہر پھینک دی اور سیٹ سے پشت ٹکا کر آنکھیں موند لی کشمالا کو وہ کافی ڈسٹرب لگی پر فلحال اس سے پوچھنا ٹھیک نہیں لگا۔

کیا پتا تم لوگوں کو سننے میں غلطی ہوئی ہو۔علید ان نے دھڑکتے دل سے کہا اس کو یقین نہیں آرہا تھا کہ وہ جس سے محبت کرنے لگا ہے وہ کسی

اور کہ نام ہونے جا رہی تھی وقاص اور احمد کو کالج میں وقت نہیں ملا تھا بات کرنے کا اس لیے ان دونوں نے شام کے وقت اس کو کیفے میں بولایا تھا اور سب بتا دیا تھا۔

تمہیں لگتا ہے ہم ایسے ہی بات کرینگے تم سے۔وقاص نے خفگی ظاہر کی۔

دیکھو علیدان ہمیں جو ٹھیک لگا وہ تمہیں بتا دیا اگر تم کے لیے سیریس ہو تو اپنے دل کی بات کہہ دو ایسا نہ ہو کہ بعد میں پچھتاؤ۔احمد نے علیدان کے پریشان چہرے کو دیکھ کر کہا۔

او کے میں ایک دو دن کے اندر اس کو پرپوز کر لوں گا۔علیدان نے ہلکہ سا مسکراہٹ سے کہا۔

ہاں پر کیا وہ مان جائے گی وقاص نے سرسری پوچھا۔

کیوں نہیں مانے گی مجھ میں کیا کمی ہے۔علیدان جزباتی ہوا۔

اس کو چھوڑ تو یہ بتا زیاد کو اور ہمایوں کو کب بتائے گا جلدی بتا دینا ورنہ ہمایوں تو نہیں پر زیاد تمہیں چھوڑے گا نہیں۔ احمد نے وقاص کو گھور کر علیدان کو وارن کیا۔

ہاں روشنا کی طرف سے اچھا رسپونس ملے تو میں ان کو بتا دوں گا۔ علیدان نے کہا۔

پرپوز کیسے کرو گے ؟ وقاص نے تجسس سے پوچھا۔

کسی اچھی سی جگہ پہ لیکر جاؤں گا اور اپنے جزبات بیان کروں گا اس کے سامنے۔ علیدان نے آنکھیں بند کیے جواب دیا۔

واہ ہمیں پتا نہیں تھا ہمارا علیدان اتنا رومانٹک ہو گا۔ احمد نے اس کو چھیڑا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

میں کسی ریسٹورنٹ میں بکنگ کرواؤں گا تم مجھے بتا دینا اسپیشل ٹیبل جہاں بس تم اور تمہاری مس حجاب ہو گی۔ وقاص نے مسکرا کر علیدان سے کہا۔

شکریہ۔علیدان نے مسکرا کر کہا۔

وہ آئے گی نہ تمہارے ساتھ وہاں مطلب کہ پوچھے گی نہیں کیوں اور شاید نہ آئے وہ کچھ الگ قسم کی ہے نہیں۔احمد نے اپنا خدشہ بیان کیا۔

ہاں شیور تو میں بھی نہیں پر اب وہ مجھ پہ ٹرسٹ کرنے لگی ہے اور بات بھی ٹھیک سے کرتی ہے اگر میں کروں تو دوسرا یہ کہ میں ابھی یہ سب نہیں سوچا تھا پر تم دونوں کی بات پہ میں پریشان ہو گیا اور میں اس کو کھونا نہیں چاہتا۔علیدان نے پہلے مسکرا کر پھر پریشانی سے کہا۔

ڈونٹ وری اللہ بہتر کرے گا۔احمد نے اس کو تسلی دی۔

چاول تو سامنے کیجئے گا آپی۔وہ سب اس وقت رات کا کھانا کھا رہے تھے جب آرزو نے جان بوجھ کر روشنا کو مخاطب کر کے کہا آج سارا دن روشنا نے آرزو کو نظر انداز کیا تھا اور یہ بات آرزو کو اداس کر گئی تھی ایسا روشنا نے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔

یہ پکڑو۔روشنا نے بنا اس کی جانب دیکھے چاولوں کی پلیٹ اس کے سامنے رکھ کہ کہا۔

بابا آج آپ خاموش کیوں ہیں؟ آرزو نے کھانے کہ بیچ اپنے باپ کو دیکھ کر کہا جو آرام سے کھانا کھا رہے تھے۔

آرزو کتنی دفع بولا ہے کھانے کہ دوران بات نہیں کرتے مگر تم جانے کب سمجھو گی۔زرینہ بیگم نے غصے سے آرزو سے کہا۔

کیا ہے ایک یہی ٹائم تو ہے بابا سے بات کرنے کا سارا دن وہ جاب پہ ہوتے ہیں رات میں آتے ہیں پھر کھانے کے بعد آرام کرتے ہیں پھر صبح سویرا اٹھ جاتے ہیں اور دوبارہ کام پہ جاتے ہیں اس وجہ سے اگر میں اب ان سے بات نہ کروں تو کب کروں۔ آرزو کو نہ پہلے کبھی اپنی باتوں کا اثر ہوا تھا اور نہ ابھی ہوا۔

میں خاموش نہیں ہوا بیٹا تمہیں ایسے ہی لگا۔ایاز صاحب نے مسکرا کر جواب دیا تو آرزو نے سر ہلایا کھانے کے بعد زرینہ بیگم اور روشنا نے

برتن کچن میں رکھنے لگی آرزو اپنے کمرے کی طرف بڑھ گ ئی اور موبائل لیکر اسٹیٹس دیکھنے لگی جب زیاد کے واٹس ایپ اسٹیٹس پہ اس کی نظریں ٹھیر گ ئی۔

تمہارے مسیج اور میرے سکون کا آپس میں بہت گہرا تعلق ہے۔

آرزو نے یہ لائی نز جو زیاد نے اسٹیٹس پہ لگائی ی تھی سوچا کمنٹ پہ پوچھے کہ کون پھر سوچا اتنا پرسنل ہونا بھی ٹھیک نہیں شاید اس کو برا لگے پر اس نے زیاد کا اسٹیٹس اپنی موبائل میں سیو ضروری کیا تھا۔

آج آپی کیوں نہیں آئی ی؟ آرزو نے کافی دیر بعد موبائل یوز کر کے خود سے سوال کیا روشنا ہر رات کو اس کے کمرے آتی تھی اس کو دیکھنے کہ وہ سوئی ی ہے کہ نہیں پر آج نہیں آئی ی تو اس نے خود جانے کا سوچا اور منانے کا بھی آرزو روشنا کے کمرے میں گ ئی تو اس کو کروٹ لیکر سوتا پایا۔

ناراض ہے۔ آرزو آہستہ سے اس کے بیڈ پہ چڑھ کر روشنا کو پیچھے سے ہگ کر کے پوچھا۔

آرزو مجھے نیند آرہی ہے سونے دو اور تم بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔ روشنا نے سنجیدگی سے کہا۔

آپ ناراضگی ختم کرے تو میں جاؤں گی ورنہ نہیں۔ آرزو نے ضد کی۔

آرزو تنگ نہ کرو اور جاؤ اپنے کمرے میں۔ روشنا نے کچھ سختی سے کہا۔

مان جائے نہ آپی بات اتنی بڑی تو نہیں تھی آپ بس ناراضگی ختم کرے آپ جو کہے گی میں وہ کروں گی۔ آرزو نے مسکین شکل بنائی ی۔

جو کہوں گی وہ مانوں گی۔ روشنا اس کو دور کرتی اٹھ کر پوچھنے لگی۔

جی آپی بس آپ ناراض مت ہو پہلے تو ایسا نہیں کرتی تھی آپ۔ آرزو نے خفگی ظاہر کی۔

پہلے ہمارے بیچ زیاد نامی کوئی ی تھا بھی نہیں۔ روشنا نے کڑواہٹ سے کہا آرزو کو روشنا کی اتنی چڑ زیاد کے لیے سمجھ میں نہیں آئی ی۔

آپ بتائیں ناراضگی ختم کی۔ آرزو نے پوچھا۔

ایک شرط پہ ختم کروں گی۔ روشانے اس کو دیکھ کر کہا۔

شرط؟ آرزو کو ہنسی آئی ی۔

ہاں اگر تم زیاد سے بات کرنا ختم کر دو تو مکمل طور پہ ایسے جیسے تم نے کبھی اس سے بات ہی نہ کی بھول جاؤ کہ میں نے کبھی برا ہی سہی اس کا ذکر کیا ہو تم بس زیاد کا ذکر نہیں کروں گی میں نہیں چاہتی تم کبھی اس کی وجہ سے مشکل میں آؤ اس کی ہماری زندگی الگ ہے وہ جہاں سے بلونگ کرتا ہے نہ وہاں لڑکیوں سے ایسے چیٹ کرنا عام اور وقت گزاری ہے میں نہیں چاہتی میری بہن اس زیاد خانزادہ کا ٹائم پاس ہونے کا سبب بنے۔ روشانے پیار سے اس کے گال پہ ہاتھ رکھ کے کہا۔

مجھے آپ کی بات سمجھ میں تو نہیں آئی ی پر میں اب زیاد سے بات نہیں کروں گی میں ان کے لیے یا کسی کے لیے بھی اپنے خونی رشتے خراب

نہیں کروں گی میرے لیے آپ سب بہت اہم ہیں۔ آرزو نے روشنا کا رکھا ہاتھ گال سے ہٹا کر اپنے ہاتھ میں لیکر کہا۔

واعدہ۔ روشنا کو خوشی ہوئی ی آرزو کی بات پہ اس کو لگا آرزو اتنی بھی ناسمجھ نہیں کہ اس کو کسی اپنے کی پرواہ نہ ہو وہ جتنا لاپرواہ دیکھتی تھی اُتنی تھی نہیں۔

میں بہن ہوں آپ کی میری بات پہ آپ بناواعدے پہ یقین کر سکتی ہیں۔ آرزو نے واعدا کرنے سے اجتناب کیا۔

روشنا نے بھی پھر ضد نہ کی اس کے لیے یہی بہت تھا کہ آرزو نے کہا تو وہ ضرور ایسا کرے گی بھی۔

☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀

ہیلو وقاص۔ علیدان نے صبح کو ہہ وقاص کو کال کی تھی۔

ہاں بولوں صبح صبح میری یاد کیوں ستائی ی تمہیں۔ وقاص اپنے کمرے میں بیڈ پہ سویا ہوا تھا جب علیدان کی کال پہ اس کی نیند خراب ہوئی ی تبھی وہ جل بھن کے بولا۔

غصہ کیوں ہو رہے ہو اور صبح صبح سے مراد تمہاری کالج نہیں آ رہے کیا آج؟ علیدان نے وجہ پوچھی۔

تم بتاؤ کال کیوں کی ہے؟ وقاص نے جمائی ی لیتے ہوئے کہا

ہاں وہ تم بکنگ کروانا کسی اچھے سے ریسٹورنٹ میں۔ علیدان سرشار لہجے میں کہا۔

آج؟ وقاص نے کنفرم کرنا چاہا۔

ہاں شام کو۔ علیدان نے ویسے ہی جواب دیا

وہ مان گ ئی آنے کے لیے۔ وقاص کو یقین نہ آیا۔

آج کالج میں بولوں گا کہ میرے ساتھ آئے یقین ہے وہ انکار نہیں کرے گی۔ علیدان کا لہجہ بہت پر ُیقین تھا۔

ہاں اگر انکار کرے تو کہنا چاند پہ لے جا رہا ہوں پھر فورن سے مان جائے گی۔ وقاص نے ہنس کے کہا۔

تم اپنی والی کو کہنا۔ علیدان نے طنزیہ کہا۔

میری کوئی ی ایک ہو تو کہوں نہ اب اتنی ساری لڑکیوں کو چاند پہ کیسے لیکر جا سکتا ہوں۔ وقاق نے مزے سے کہا علیدان کو پتا لگ گیا اب اس نے بکواس ہی کرنی ہے اس لیے کال کٹ کر دی ٹوں ٹوں کی آواز پہ وقاص نے گھور کے موبائ ل کو دیکھا۔

دوستی کا مطلب ہی زلیل ہونا ہوتا ہے۔ وقاص خود بڑبڑاتا بیڈ سے اٹھ کر واشروم کی طرف بڑھا۔

جھلک دیکھ لا جا جھلک دِیکھ لا جا

ایک بار آجا آجا آ آجا۔

جھلک بعد دیکھنا پہلے اِدھر آؤ۔ وقاص تیار ہوتا ہاتھ میں کی کو گول گول انگلی میں گھماتا گنگناتا گھر سے نکل رہا تھا جب اس کے باپ کی کڑک آواز نے اس کے منہ اور قدموں کو بریک لگائی ی۔

حکم کرے ابا جان۔ وقاص اپنا ہاتھ پیچھے سر پہ لیتا پھر فرمانبرداری سے قادر صاحب کے پاس آکر بولا۔

یہ صبح گانا کیوں گایا جا رہا تھا؟ قادر صاحب نے سخت لہجے میں پوچھا تو وقاص سر کھجانے لگا۔

ایسے ہی میں جاؤں کالج کے لیے دیر ہو رہی ہے۔ وقاص نے مسکرا کر گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔

تمہاری آوارگردیاں بہت بڑھ گ ئی ہیں۔ بہت میں نے چھوٹ دے دی اب بس صبح کالج کے بعد تم آفس کا کام دیکھو گے۔ قادر صاحب نے اس کو گھور کر کہا جو خاکی کلر کی شرٹ پہنی ہوئی تھی جس کہ اُپر کے دو تین بٹن کھولے ہوئے تھے اور وائیٹ کلر کی پینٹ جی گھٹنوں کی جگہ

پہ پھٹی ہوئی تھی جس کو فیشن کہا جاتا تھا اور وقاص کے ہاتھ میں باندھے ہوئے داگوں کو دیکھ کر ان کو ناگوار محسوس ہوا اور رہی ہوئی کسر اس کہ گلے میں بندھی چین نے کیا تھا جس کے لاکیٹ پہ وقاص کے نام کا W لٹک رہا تھا وہ اپنے ایسے حلیے میں لگتا بہت ہینڈسم تھا مگر قادر صاحب کو وہ آوارہ اور گنڈے ٹائپ لگتا تھا اس لیے وہ ٹوکتے رہتے تھے۔

ابا جان کالج کے بعد کیسے ؟ وقاص کا گلا خشک ہو گیا اپنے باپ کی بات سن کے۔

کیوں کالج کے بعد کرتے کیا ہو جو احتراز کر رہے ہو میں نے کہہ دیا اب جاؤ تم دیر ہو رہی تھی۔ قادر صاحب نے گھور کر کہا تو وقاص کا منہ لٹک گیا اور گھر سے نکل گیا اس نے کالج جانا ابھی کے لیے کینسل کیا اور علید ان کے کہے مطابق اچھے سے فائیو اسٹار میں بکنگ کرنے کا سوچا۔ آج کا دن ہی منہوس ہے۔ وقاص جل کے بولا اور کار اسٹارٹ کی۔

☀

آج جب زیاد کالج آیا تو ہمایوں کے علاوہ کوئی ی کالج نہیں آیا تھا زیاد نے اپنا بیگ نیچے رکھا اور گرائ ی ونڈ پہ ہمایوں کے ساتھ گھاس پہ بیٹھ گیا۔

میں جلدی آگیا ہوں یا ان کو دیر ہو گ ئی ہے آنے میں۔ زیاد نے ہمایوں سے سوال کیا جو اپنا چشمہ صاف کر رہا تھا

ان لوگوں نے دیر کی ہے۔ ہمایوں نے جواب دیا۔

وقاص نہیں آئے گا اور علید ان کو کچھ کام تھا اس لیے وہ ایک کلاس مس کرے گا احمد کا کچھ پتا نہیں۔ زیاد نے موبائل پہ ان کے مسیجز پڑھ کہ ہمایوں سے کہا۔

سہی ہے۔ ہمایوں نے سر ہلایا۔

اندر چلتے ہیں۔ زیاد نے اپنے اُپر ہر کسی کی نظریں محسوس کر کے کوفت سے ہمایوں سے کہا

کبھی کبھی تو ان بیچاریوں کو تمہارا چہرہ فرصت سے دیکھنے کو ملتا ہے کچھ منٹ ویٹ کرو پھر چلتے ہیں۔ ہمایوں اس کی حالت سے محفوظ ہوتا چھیڑنا لگا۔

بات سنو میری۔ زیاد ہمایوں سے کچھ کہتا کہ اپنے پیچھے نسوانی آواز گونجتی محسوس ہوئی زیاد نے ایسے ہی بیھٹے پلٹ کر دیکھا تو روشنا کڑے تیور لیے اس کو گھور رہی تھی زیاد نے بیزار سے اس کو دیکھا اور اٹھ کھڑا ہوا اس کو اٹھتا دیکھ کر ہمایوں بھی اپنے بکس سمیٹتا اٹھنے لگا جب کی آس پاس لوگ جو پہلے زیاد کو دیکھ رہے تھے اب ان کے کان بھی کھڑے ہو گئے کہ کیا بات ہونی ہے۔

بولوں۔ زیاد اس کے روبرو کھڑا ہوتا اُسی کے انداز میں بولا۔

میں تمہیں وارن کرنے آئی ہوں۔ روشنا پہلے تو اس کی سنجید گی دیکھ کر ڈر گئی اُپر سے اس کو احساس ہوا کہ وہ گرائی ونڈ پہ زیاد کو مخاطب

کر کے غلطی کر چکی ہے کیوں اب گول دائی رے کی طرح سب اسٹوڈنٹس کھڑے ہو گ ئی ے تھے۔

وارن ؟زیاد نے آئی بر و اُپر کر کے طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔

ہاں وارن میری بہن سے دور رہنا سمجھے۔روشنارات میں ارادہ کر چکی تھی کہ وہ زیاد سے بھی کہے دی کے آرزو سے دور رہے آرزو کی طرف سے وہ اب بے فکر تھی پر زیاد اس سے رابطہ کرتا اس لیے اس نے سوچا زیاد سے دوٹوک بات کرے۔روشنا کی بات پہ ہمایوں نے نا سمجھی سے زیاد کی جانب دیکھا آس پاس ہوتی سر گوشیوں اور روشنا نے کہے جملے نے زیاد کا پارہ ہائے کیا تھا زیاد نے زور سے ہاتھوں کی مٹھیاں بند کر کے کھولی۔

نہیں سمجھا اب جاؤ۔زیاد نے آنکھ سے اشارے سے اس کو جانے کا بولا وہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ی تماشا بنے یا وہ آرزو کا نام سب کے سامنے لے جو اس کی بہن سب کے اس کے ساتھ جوڑ رہی تھی بنا سوچے سمجھے۔

میری آرزو سے دور رہو سمجھے تم اگر لڑکیوں سے بات کرنے اتنا شوق ہے تو اپنے جیسی اور اپنے جتنی ڈھونڈو میری معصوم بہن کو استعمال کرنا بند کرو۔روشنا اس کی بات پہ چیخ کر بولی۔زیاد کا دل کیا روشنا کا منہ تھپڑ مار کر لال کر دے۔

بکواس بند کرو اپنی اور نکلوں یہاں سے اگر میں کچھ نرمی سے بات کر رہا ہوں تو بس حیات کی وجہ سے ورنہ میں تمہارا منہ توڑ دیتا اتنی بکواس پہ۔زیاد لہو لُہان ہوتی نظروں سے روشنا کو گھور کر بولا اور اس کو اندازہ بھی نہیں ہوا کہ وہ آرزو کو وہ سب کے سامنے حیات کہہ گیا تھا روشنا کو اپنی ٹانگوں پہ کھڑا رہنا مشکل لگ رہا تھا اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا زیاد کی اتنی تیز آواز پہ ہمت کر کے وہ آتو گئی تھی مگر اب پچھتا رہی تھی پر اس کو زیاد کو آرزو کی زندگی سے دور کرنا تھا۔

زیاد آرام سے لڑکی ہے۔ہمایوں نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ شانت کرنا چاہا جس پہ زیاد نے اپنا کندھا جھٹکا۔

تم ہوتے کون ہو میرا منہ توڑنے والے اور بار بار مجھے جانے کا کہنے والا اب اگر تم نے دوبارہ میری بہن سے رابطہ کرنے کی کوشش کی تو میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔ روشنا نے نڈر ہو کر کہا۔

میں تمہاری جان لے لوں گا۔ زیاد غصے سے اس کی طرف بڑھ رہا تھا پر ہمایوں نے جلدی سے پیچھے سے اس کو روکا۔

مس آپ جائیے یہاں سے ابھی یہ جگہ ایسی نہیں جو آپ بات کر رہی ہیں۔ ہمایوں نے زیاد کو روکتے ہوئے روشنا سے کہا جو ڈرتے ہوئے بھی زیاد کو گھور رہی تھی زیاد کا بس نہیں چل رہا تھا وہ اس وقت کیا کر گزرتا روشنا ہمایوں کی بات پہ آس پاس دیکھا جہاں بہت سارے اسٹوڈنٹس کھڑے ہاتھ منہ پہ رکھے سارا تماشا دیکھ رہے تھے۔

میں اب بھی کہوں گی میری بہن بچی ہے اس سے دور رہنا۔ روشنا کہتی وہاں سے جانے لگی پر وہ جیسے ہی وہ پلٹی تو علیدان بہت سنجیدہ سے ہاتھ سینے پہ باندھے کھڑا تھا روشنا کو اس کا ایسے دیکھنا سمجھ میں نہیں آیا اور

فلحال وہ اس حالت میں تھی بھی نہیں کہ کچھ سمجھتی اس لیے علیدان کو نظانداز کیے اس کی سائیڈ سے گزر گ ئی۔

کوئی ی فلم نہیں چل رہی یہاں جائے جا کر اپنی کلاس اٹینڈ کرے۔علیدان نے سخت لہجے میں سب کو کھڑے دیکھ کر کہا تو وہ آہستہ آہستہ جانے لگے جب کی زیاد یہاں وہاں ٹہل کر اپنے بالوں میں ہاتھ گھماتا غصہ ضبط کرنے کے ترودود میں تھا ہمایوں بس اس کو ٹہلتا دیکھ رہا تھا۔

وہ کیا کہہ گ ئی ہے زیاد؟علیدان نے سنجیدگی سے زیاد سے سوال کیا کیوں کی وہ کب سے پیچھے کھڑا ان کی بحث سن رہا تھا۔

بکواس کر گ ئی ہے۔زیاد دھاڑا۔

زیاد کنٹرول۔ہمایوں نے اس کو ٹوکا۔

کیا کنٹرول ہاں کیا کنٹرول تم نے سنا نہیں وہ کیسے مجھے باتیں سنا کے گ ئی
ہے کس کی اتنی ہمت نہیں کہ کوئی ی میرے سامنے کھڑا ہو سکے اور
وہ۔زیاد اونچی آواز میں ان سے کہنے لگا۔

حیات کون؟ہمایوں کے دماغ کلک ہوا تو فورن سے پوچھا

میری زندگی۔زیاد اس کی آنکھوں میں آنکھیں گھاڑے کہتا وہاں سے
جانے لگا جب کی علید ان کو اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

تمہیں پتا ہے کجھ یہ کیا کہہ گیا ہے۔ہمایوں نے بت بنے علید ان سے
پوچھا۔

زیاد نے کبھی کجھ بتایا نہیں۔علید ان آہستہ سے بولا۔۔

ہمم مجھے بھی حیرت ہوئی ی زیاد اور لڑکی۔ہمایوں کافی شاک میں معلوم
ہو رہا تھا۔

تمہیں پتا ہے تم کیا کر آئی ہو۔روشنا جیسے ہی کلاس میں آکر بیٹھی تھی بہت سے اسٹوڈنٹس اس کے سر پہ کھڑے ہو گئے تھے علیزہ کو جیسے ہی پتا چلا وہ روشنا کی عقل پہ ماتم کرنے والے انداز میں بولی۔

ہاں پتا ہے تم جانتی نہیں میری بہن بس اٹھارہ کی ہے اور اس کی غلطی یہ کہ وہ زیاد کو سمجھ نہیں پا رہی اس نے سوشل میڈیا پہ زیاد سے بات کی اور اب بقول آرزو کے وہ دوست ہیں۔روشنا نے عجیب بے بسی سے کہا

تو اس میں غلط کیا ہے جو تم نے اسطرح ری ایکٹ کیا۔روشنا تم نے زیاد کو جو کہا سو کہا پر اپنی بہن کا بھی تماشا بنا لیا۔علیزہ نے اس کو حقیقت بتائی۔

میری بہن کا تماشا کیوں بنے گا۔روشنا کو اس کی بات بری لگی۔

تمہیں زیاد برا کیوں لگتا ہے؟علیزہ نے تحمل سے پوچھا۔

پتا نہیں بس زہر لگتا ہے مجھے۔روشنا کو زیاد سے پہلی ملاقات اور دوسری یاد آئی تو بیزار سی شکل بنا کر کہا۔

جو بھی پر کیا تم نے غلط ہے۔ علیزہ نے کتاب کے صفحے پلٹ کر کہا تو روشنا نے کچھ نہیں کہا۔

تمہیں پتا ہے آج کل اسکول میں آس پاس کیا ہو رہا ہے۔ سومل اسکول کے بریک ٹائی م میں اپنی دوستوں کے ساتھ بیٹھی تھی جب ایک لڑکی ان کے پاس آکر بولی۔

کیا ہو رہا ہے؟ سومل نے ببل کھا کر پوچھا۔

کل نہ آرزو بہت ہی ہینڈسم مرد کے ساتھ آئی ی تھی لڑکی جس نام حنا تھا وہ آہستہ آواز میں بولی۔

کہاں آئی ی تھی اور کس لڑکے کے ساتھ آئی ی تھی۔ سومل نے انٹرسٹ شو کیا۔

پتا نہیں پر تھا بڑا پیارا اور عمر میں بھی آرزو سے بڑا تھا اور امیر بھی لگ رہا تھا پر کیا پرسنائی لٹی تھی اس لڑکے کی افففف نہ پوچھو۔ حنا نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

ایسا بھی کیا تھا اور بھی اس آرزو کے ساتھ آیا تھا۔ سومل کو یقین نہیں آیا۔

ہاں اور نہیں تو تم دیکھتی نہ تو خود اس لڑکے میں کھو جاتی۔ حنا ہاتھوں کو باہم ملا کر کہا۔

میں نہ کہتی تھی یہ آرزو میسنی ہے۔ سومل جل کے بولی۔

ہاں پر وہ ہو گا کون پہلے تو کبھی آرزو کسی لڑکے لے ساتھ نہیں آئی ی۔ سومل کی دوست نے اس کی بات سن کر کہا تو وہ بھی سوچنے لگی۔

علیدان کہاں ہو تم میں نے ساری تیاری کرلی ہے بس تم ایک بات آکر دیکھ لو۔وقاص نے ایک نظر سامنے ڈالی اور علیدان کے فون اٹھاتے ہی اس نے پرجوش آواز میں کہا۔

کینسل کردو میں نہیں آسکتا اب اور تم سے معزرت کرتا ہوں۔علیدان اپنے کمرے میں بیڈ پہ لیٹا سنجیدہ آواز میں وقاص سے بولا۔

ہیں یہ کیا بول رہے ہو؟وقاص کو جھٹکا لگا۔

ہمم سہی کہہ رہا ہوں۔علیدان نے چھت پہ نگاہ مرکوز کیے جواب دیا اس نے منع کیا اور میں صبح سے تیاری میں لگا ہوا ہوں اور اب تم کہہ رہے ہو کہہ ہو نہیں آسکتے۔وقاص کو اچھا خاصا غصہ آیا۔

سوری۔علیدان نے بس اتنا کہا۔

پر بات کیا ہے۔وقاص نے گہرے سانس لیکر کہا تو علیدان نے سب کچھ اس کو بتایا جس کو سن کر وقاص بھی کچھ پریشان ہوا۔

زیاد کسی لڑکی میں انٹرسٹڈ ہے۔وقاص نے اس کی بات سن کر شاک میں بولا

پتا نہیں۔علیدان نے لاعلمی کا اظہار کیا

اچھا نہیں پتا پر تم کیوں اب مس حجابن کو پرپوز نہیں کر رہے کیا پتا اس کو غلط فہمی ہوئی ہو وہ دور ہو جائے گی تم کچھ عقل سے کام لو۔وقاص نے اس کو سمجھانا چاہا۔

روشنا نے بہت خراب باتیں کی زیاد سے اس کے لہجے میں زیاد کے لیے نفرت محسوس کر کے میں حیران ہو گیا۔علیدان آنکھیں میچ کے بولا اور کال کٹ کر دی۔وقاص نے افسوس سے سر جھٹکا اور اپنے چاروں طرف دیکھا جہاں اس نے کچھ بندوں سے مل کر ایک پرائیویٹ ٹیبل بک کروائی تھی جہاں بس کپل ہی ہو سکتا ہے اس نے اس ساری جگہ پہ پھولوں کی پتیاں بچھائے تھے اور ایک دیوار پہ چارٹ چپکایا تھا جس کے اطراف رنگ برنگی لائٹس تھی اور Will you marry me لکھا

چمک رہا تھا اور کچھ سینکنڈس کے لیے جب وہ لائٹس جل بجھ رہی تھی تب I love you شو ہو رہا تھا جب کی ٹیبل پہ اطراف دو کرسیاں تھی ایک دائیں طرف تو دوسری بائیں طرف ٹیبل کے اُوپر موم بتیاں رکھی گئی تھی اور بیچ ایک ریڈ رنگ کا پھول تھا۔ وقاص کو بہت دکھ ہوا اپنی تیاری ضائع ہونے پہ پر زیاد اور علید ان کی سچویشن سوچ کر اس نے گہری سانس لی۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

زیاد کالج سے نکلتا سڑک پہ بلاوجہ گاڑی چلاتا رہا اس نے گاڑی کو فل اسپیڈ پہ چھوڑ رکھا تھا اور ایک سنسان گوشے میں گاڑی کو روکا شام ہو گئی تھی پر اس کا دماغ پھٹ رہا تھا اس کا غصہ ختم ہونے میں نہیں آرہا تھا وہ اس وقت اب گاڑی کے بونٹ پہ لیٹا ہوا تھا بازوں ماتھے پہ ٹکائے جب اس کو خیال آیا کہ آرزو سے بات کرے زیاد فورن سے سیدھا ہو کر آرزو کا نمبر ملایا۔

آرزو اپنی کتابیں لیکر چھت پہ آئی ی تھی تاکہ آرام سے پڑھ سکے وہ چارپائی ی پہ اپنی کتابیں پھلائے بیٹھی تھی جب اس کو اپنے فون بجتا ہوا سننے میں آیا آرزو نظرانداز کر گ ئی کیوں کی کل اس کا میتھ کا ٹیسٹ تھا اور اس کی تیاری ٹھیک سے نہیں تھی اس نے رجسٹر پہ ابھی ایک لائی ن لکھی تھی جب پھر سے اس کا موبائل بجنے لگا آرزو نے خون خوار نظروں سے موبائل کو دیکھا اور اسکرین پہ جب زیاد کالنگ دیکھا تو اس نے منہ لٹکایا اور کال کو بجتا دیکھ کر سائی لینٹ پہ لگالیا کچھ بھی پر وہ اس کی کال کٹ نہ کر سکی آرزو نے موبائل رکھ دوبارہ پڑھنے میں مشغول ہو گ ئی۔

زیاد کال پہ کال کرتا رہا لیکن آرزو کی طرف نو رسپونس جان کر اس کا غصہ سوا نیزے پہ پہنچ گیا آنکھیں تو پہلے ہی سرخ انگارہ تھی اب چہرہ بھی خون ٹپکانے کی حد تک لال ہو گیا تھا۔

حیات تم آئی ی اپنی مرضی سے تھی میری زندگی میں پر میں جانے تمہیں تمہاری مرضی سے نہیں دو گا۔زیاد موبائل کان سے ہٹا کر جنونی انداز میں خود سے گویا ہوا۔

چھوڑو گا تو میں تمہیں بھی نہیں مس روشنا تمہاری وجہ سے یہ سب ہو رہا ہے۔روشنا کا خیال آتے ہی زیاد کو نفرت کے شدید احساس اپنے گھیرے میں لے لیا۔

میری کال پک کرو

مجھے تم سے بات کرنی ہے۔

تم مجھے نظر انداز کیوں کر رہی ہو؟

کیا بات ہے؟

بزی ہو تو بتادو۔

ایک رپلائے ہی کر دو۔

؟

؟

؟

؟

زیاد نے بہت سارے مسیجز آرزو کے نمبر پہ چھوڑ ڈالے تھے آج بہت سالوں بعد اس نے خود کو بے بس محسوس کیا تھا پر وہ اس دفع خود کو اکیلا نہیں کرے گا یہ اس نے خود سے عزم کر لیا تھا

میں نے دل کے دروازے پہ لکھا اندر آنا منع ہے

عشق مسکراتا بولا معاف کرنا میں اندھا ہوں۔

جب کی دوسری طرف آرزو زیاد کی حالت سے بے خبر اپنی پڑھائی ی کرنے میں مصروف تھی۔

دل نے عبادت کی ہے بس تیری

چاہت کی ہے۔

جانے کب اس نمبر سے جان چھوٹے گی میری۔روشنا نے کوفت بھری نظروں سے مسیج پڑھا جو بس دو لائینز کا تھا وہ تک اب نمبر زبلاک کرتے کرتے بھی تھک گ ئی تھی اس لیے بلاک کرنا چھوڑ دیا تھا کہ خود ہی مسیج آنا بند ہو جائے گے۔

اماں آج آپ کو سلائی ی مشین کو ٹھیک کروانا تھا نہ؟روشنا باہر لائی ونج میں آکر زرینہ بیگم سے بولی جو چائے پی رہی تھی۔

ہاں زبیر نے کہا تھا وہ ٹھیک کروالے گا میں نے منع کیا پر اس نے کہا کوئی ی بات نہیں۔زرینہ بیگم نے جواب دیا دراصل زرینہ بیگم کی مشین ٹھیک سے کام کرنا بند کر گ ئی تھی جس سے ان کو کپڑے سلنے میں مس ئی لا ہو رہا تھا اور یہ بات جب انہوں نے نصرت بیگم سے کی تو زبیر نے کہا وہ جہاں جاب کرتا اس کے قریب ہی ایک دکان جو یہ مشین ٹھیک کرنے کے کام کرتے ہیں اور وہ یہ کام کروائے گا تو زرینہ بیگم نے پہلے انکار کیا پر زبیر کے بار بار کہنے پہ وہ خاموش ہو گ ئی۔

سہی اگر زبیر بھائی ی کروالیں تو۔روشنا نے سر ہلایا۔

تم نے کالج نہیں جانا کیا؟ زرینہ بیگم نے اس کو یہی بیٹھا دیکھا تھا پوچھا۔

جاؤں گی۔روشنا نے جواب دیا۔

آپی میں جارہی ہوں آپ کو نہیں آنا کیا؟ آرزو اسکول کے لیے تیار ہوتی لائی ونج میں آکر عجلت سے روشنا سے کہا۔

میری پہلی کلاس دس بجے ہے اس لیے تھوڑی دیر بعد جاؤں گی۔روشنا نے جواب دیا۔

اچھا میں نے عاشر سے کہا تھا ویسے بھی مجھے پیدل جانا مشکل لگتا ہے تو آج تو عاشر کے ساتھ جاؤں گی کل کا اللہ مالک ہے روز روز تو عاشر کے ساتھ نہیں جاسکتی ورنہ میری وجہ سے عاشر کو بھی کالج سے دیر ہو جائے گی۔ آرزو نے بتایا۔

اچھا خیر سے جاؤ۔زرینہ بیگم نے کہا تو آرزو دونوں کے گالوں میں باری باری بوسہ لیتی نکل گئی۔

میں بھی اب کچھ تیاری کر لی کالج جانے کی۔ کافی ٹائم بیٹھنے کے بعد روشنا اٹھتے ہوئے بولی۔

بات سننا۔ روشنا کو اٹھتا دیکھ کر زرینہ بیگم نے آواز دی۔

جی۔ روشنا نے پلٹ کر جواب دیا۔

میں نے راشدہ سے کہا تھا اس دفع کوئی ی اچھا رشتہ لائے۔ زرینہ بیگم نے جانے کیا باور کروانہ چاہا۔

پچھلی دفع بھی آپ نے کہا تھا کہ مناسب رشتہ ہے۔ روشنا کا لہجہ طنزیہ ہو گیا۔

دوبارہ ایسا نہیں ہو گا وہ واقع میں بہتر ہو گا میں نے اس لیے بتایا تا کہ پھر یہ نہ کہنا کہ اچانک۔ زرینہ بیگم سنجید گی سے بولی روشنا نے زرینہ بیگم کو دیکھا اور اپنے کمرے کی جانب چلی گ ئی اس کو سمجھ نہیں آیا کہ اس کی ماں اب شادی کی اتنی جلدی کیوں ہو گ ئی تھی کمرے میں آ کر اس نے بیگ لیا اور خود پہ ایک نظر ڈالی حجاب تھوڑا سا ٹھیک کیا اور کمرے

سے پھر سے وہ نکلتی چلی گ ئی ٹیکسی میں بیٹھ کر وہ جیسے ہی کالج پہنچی تو گزرتے وقت اس کو گرائی ونڈ کہ پاس بہت رش دیکھا وہ نظر انداز کر کے گزر رہی تھی جب کسی کی چیخ کانوں میں پڑی تو وہ سب کے بیچ سے گزرتی آگے بڑھی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گ ئی کیوں سامنے زیاد کسی لڑکے کو بہت برے طریقے سے پیٹ رہا تھا علیدان اس کو لڑکے سے الگ کرتا پر زیاد کے سر پہ جانے کیا جنون سوار تھا جو وہ لڑکے کو گلے سے پکڑ کر مارے جا رہا تھا روشنا کو مزید دیکھا نہیں گیا تو خود اپنے پیروں پہ کلہاڑی ماری ان کے درمیان آکر۔

پاگل ہو گ ئے ہو کیا مر جائے گا یہ۔اس کی آواز پہ علیدان نے ایک شکوہ کرتی نظر اس پہ ڈالی تھی پر روشنا اس کی طرف متوجہ کب تھی وہ تو پاگلوں کی طرح زیاد کو لڑکے کو مارتے دیکھ رہی تھی زیاد کے ہاتھ اس کی آواز سن کر تھمے تھے اور اس نے کسی اچھوت کی طرح اس لڑکے کو خود سے دور کیا تھا جو نڈھال سے لڑکھڑاتا اپنی بچی جان بچا کر بھاگا تھا زیاد

ساری رات باہر سڑک ناپنے کے بعد صبح سویرے گاڑی میں بیٹھا تھا اور مسجد کی جانب گاڑی موڑ دی تھی فجر ادا کرنے کے بعد وہ اپنی روز مرحہ کی روٹین مطابق جاگنگ پہ نکلا گھر آ کر وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھا اور جلدی سے کالج کی جانب آیا تھا جب اس کو اپنے جونیئر گروپ دیکھا جو اس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے تب ایک لڑکے نے کسی فلم کے سین کے مطابق کہا کہ زیاد خانزادہ کسی لڑکی کی محبت گوٹے گوٹے ڈوب چکا ہے اور ہمیں اس لڑکی کے پاس جا کر اس کے پیر چومنے چاہیے جس نے پتھر کے دل میں احساس جگایا تھا زیاد کا اتنا سننا تھا اور اپنا بیگ نیچے پھینکتا کلف فولڈ کرتا اس لڑکے کی جانب بڑھا تھا وہ تو رات سے ہی بھڑا پڑا تھا اور اب اس کی اپنی فرسٹریشن نکالنے کا سبب مل گیا تھا وہ لڑکے تو زیاد کو دیکھ کر ہی نکل گ ئ ے تھے جب کی جو بات کر رہا تھا اس کی زیاد کی طرف پیٹھ ہونے پہ وہ زیاد کی قہر سے بچ نہ پایا۔ زیاد نے کڑی نظروں سے روشنا کو گھورا جب کی اس کے ایسے دیکھنے پہ علیدان نے بے

ساختہ اپنا ہاتھ سر پہ پھیرا روشنا کو زیاد سے ڈر تو لگا مگر وہ ڈھیٹ بنی کھڑی رہی زیاد ایک جست میں آکر اس کا بازوں اپنے شکنجے میں لیا تھا روشنا جو یہاں وہاں دیکھ رہی تھی اس اچانک حرکت پہ بوکھلا گئی جب کی آس پاس نے اپنے ہاتھ منہ پہ رکھ لیے زیاد کو روشنا کے قریب دیکھ کر۔

چھوڑو میرا بازوں جھنگلی انسان۔روشنا نے چیخ کے کہا

کیا کہا ہے تم نے آرزو سے۔زیاد اس سے زیاد تیز آواز میں بولا تو روشنا کو اپنے کانوں کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے علید ان کے کان چوکس ہوئے آرزو کے نام پہ اس کی دماغ کلک ہوا اور شاک لگا کہ وہ بچی جس کو سمجھ رہا تھا یہ دونوں اس کی وجہ سے بحث کر رہے تھے۔

میری بہن ہے وہ میں جو اس سے کہوں تمہیں اس سے کیا۔روشنا اپنا بازوں اس سے چھڑواتی بولی

میرے اور اس کے بیچ میں نا آؤ پچھتاؤ گی۔زیاد نے اس کو بازوں پہ اور زور دے کر کہا جس پہ روشنا کے منہ سے سسکی نکلی تھی علیدان چاہ کر بھی زیاد کو روک نہیں پا رہا تھا۔

تم ہو کون جس کے بیچ میں نہ آؤ میں آرزو میری بہن اس کو میں کہہ دیا اب وہ تم سے بات کرنا تو دور دیکھے گی بھی نہیں۔روشنا اپنا درد فراموش کر کے طنزیہ مسکراہٹ سے بولی جس پہ زیاد نے اس کا جبڑا پکڑا۔

جان سے مار دوں گا اور اب تو تم مجھے اس سے دور تو نہیں پر میں ضرور تمہیں اس سے دور کروں گا۔زیاد نے مکروہ لہجہ اپنایا جب کی روشنا کی حالت بری ہوئی ی تھی پہلے بازوں کا درد اپنے چہرے پہ اس کی وحشی گرفت پہ اس کی آنکھوں میں پانی آگیا تھا جس پہ زیاد کو اندر سکون اُترتا محسوس ہوا اس کا لگا اس کی تڑپ کا ازالہ ہو گیا جو وہ ساری رات آرزو کی کال نہ اٹھانے پہ محسوس کر رہا تھا پر علیدان کی یہاں بس ہو گ ئی تھی۔

زیاد چھوڑو اسے۔علیدان نے آرام سے زیاد کا ہاتھ دور کرنا چاہا پر زیاد نے علیدان کو دیکھ کر خود ہی کسی فالتوں چیز کی طرح پیچھے کیا وہ گر جاتی پر ایک لڑکی نے اس کو گرنے سے بچایا۔

بھول ہے تمہاری کہ تم اپنے ناپاک ارادو میں کامیاب ہو گے میں تمہیں اپنی بہن کے سائے سے بھی دور رکھوں گی۔روشنا نے پھنکار کر کے کہا جب کی علیدان اس کی ہمت پہ غش کھانے کہ در پہ تھا جو اتنی تکلیف پہ بھی شیرنی بنی مقابلہ کر رہی تھی۔

اور میں تمہیں اس کا سایہ دیکھنے بھی نہیں دو گا۔زیاد گھری مسکراہٹ سے بولا اس کی بات پہ روشنا نے کوئی اثر نہیں لیا جب کی وہاں سب ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے علیدان کو لگا شاید روشنا کو تنگ کرنے کے لیے وہ ایسا کہہ رہا ہے۔

ہمم وہ بات تو کرے تم سے۔روشنا طنزیہ کہتی سب کو دور کرتی نکل گئی تب تک ہمایوں وقاص بھی آگئے تھے اور احمد بھی سارے معاملے کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

زیاد تمہیں ایڈمن اپنے آفس میں بولا رہے ہیں۔زیاد خاموش ابھی وہی کھڑا تھا جب ایک لڑکا اس کو مخاطب کیا ان چاروں نے پریشان نظر زیاد پہ ڈالی جو آرام سے کھڑا تھا۔

ایک تو اس ایڈمن کو آئے دن میری یاد ستاتی ہے۔زیاد بدمزہ ہو کر بولا اور وہاں سے جانے لگا جب کی اتنی سنجیدہ سچویشن میں بھی ہمایوں کی ہنسی نکل گئی زیاد کی بڑبڑاہٹ سن کر۔

ہمیں بھی ایڈمن کے آفس جانا چاہیے۔علیدان آہستہ بولا۔

ہاں اندر جانے کی اجازت تو نہیں ہوگی باہر کھڑے ہو جائے گے۔ہمایوں نے کہا تو نے سر ہلایا۔

زیاد ہمیں تمہارا مس ئی لا سمجھ نہیں آرہا پہلے آئے دن زاویار لوگوں کے ساتھ اور اب پھر سے کسی اور کے ساتھ۔ وقار ایڈ من نے زیاد سے کہا جو خونخوار نظروں سے اس لڑکے کو دیکھ رہا تھا جو زیاد سے چھپنے کے لیے اپنے دوستوں کے پیچھے کھڑا تھا وہ تو ہسپتال جانا چاہتا تھا پر اس کے دوست یہاں لے آئے تھے۔

میرے بارے میں بکواس کر رہا تھا اس کا ڈوز دیا تا کہ دوبارہ خیال رکھے۔ زیاد نے بغیر تاثر دی ئے کہا اس کی بات پہ ایڈ من نے سنجیدہ نظر اس کے ہاتھ پہ ڈالی جاہلکہ ساخون جمع ہوا تھا۔

میں اب بس تمہیں یہاں تمہارے فادر کی بہت منت کی جانے کی وجہ سے برداشت کر رہا ہوں پر ایک ہفتہ کالج نہیں آنا۔ ایڈ من وقار دانت پیس کے بولے ان کی بات پہ باہر کھڑے ان چاروں کی ہنسی نکل گ ئی کہ بس وہ خارج ہی کرتے ہیں جس کا اثر نہیں ہوتا۔

اوکے۔ زیاد نے کہا

ارسلان کا میڈیکل علاج کرواؤ گے اس کی فیس بھی دو گے۔ ایڈمن وقار کو اس کا پر سکون ہونا سمجھ میں نہیں آیا ان کی بات پہ زیاد نے جیب سے والٹ نکال کے بہت سارے ہزار ہزار کے نوٹ ٹیبل پہ رکھتا باہر نکل گیا۔

جب کی وہ سب منہ کُھلے اس کا جاتا دیکھتے رہے ایڈمن وقار نے بس گہرا سانس لیا۔

تم ہمیں بتا دو اصل ماجرا کیا ہے؟ ہمایوں نے اس کو باہر جاتا دیکھا تو پوچھنے لگا۔

پہلے تمہیں فرسٹ ایڈ کی ضرورت ہے تمہارا ہاتھ بہت زخمی ہوا ہے۔ ہمایوں کی بات پہ چلتے ہوئے احمد نے کہا

ہاتھ میرا ٹھیک ہے اور میں کام سے جا رہا ہوں ماجرا کیا ہے وہ وقت آنے پہ بتاؤں گا۔ زیاد نے رک کر سنجیدہ ہو کر کہا۔

میں نے اس لڑکی کو بس تمہاری وجہ سے چھوڑا۔اب کی زیاد نے خاموش

کھڑے علیدان سے کہا تو علیدان کا سر جھک گیا دل پتھر کا

از رمشا حسین

علیدان کا سر جھک گیا کہ زیاد سب جانتا ہے۔

می

آئے ہیٹ ایکسپلینشن۔زیاد کو علیدان کو وضاحت کرتا دیکھ کر ہاتھ

کھڑے کیے روک کر بولا اور کالج سے باہر جانے والے راستے پہ چلا گیا

علیدان کو بلاوجہ شرمندگی ہونے لگی ہمایوں کی نظریں اب علیدان پہ

ٹکی جب کی وقاص اور احمد چپ رہے۔

مس حجابن نے پھر کجھ کیا کیا؟ وقاص نے دور کی کوڈی اچھالی کیوں کی وہ

بعد میں آیا تھا جب روشنا وہاں سے جا چکی تھی۔

آئے تھنگ ہماری کلاس کا ٹائم ہو رہا ہے۔ ہمایوں نے علید ان سے نظر ہٹا کر ان دونوں سے کہا علید ان نے خود کو عجیب کشمکش میں پایا کہ ہمایوں اس سے خفا ہو گیا۔

یہ تمہارا حال ایسا کیوں اور یہ نشان؟ روشنا اپنی جگہ پہ بیٹھی تو علیزہ نے فکر مندی سے پوچھا

کچھ نہیں ہوا۔ روشنا نے اپنی ماتھے پہ ہاتھ لگایا جہاں ہلکی ہلکی پسینے کی بوندیں ٹپک رہی تھی۔

یہ تمہارے گالوں پہ اتنے نشان ہے ریڈ ریڈ وہ پوچھ رہی ہوں۔ علیزہ نے اس کی چہرے پہ ہاتھ رکھا لائبریری میں ہونے کی وجہ سے وہ ہر بات سے بے خبر تھی۔

زیاد خانزادہ کی جہالت کا ثبوت ہے۔ روشنا نے جھلا کر کہا۔

یہ ہر بات پہ تم زیاد کو کیوں قصوار ٹھیراتی ہوں۔ علیزہ نے تعجب سے پوچھا۔ اس کی بات پہ روشنا نے سب کچھ بتایا جو گرائی ونڈ پہ ہوا۔

تو تمہیں کیا ضرورت تھی ان دونوں لڑکوں کے بیچ میں آنے کی سب خاموش کھڑے تھے نہ تم بھی ہوتی اگر برداشت نہیں ہو رہا تھا تو منظر سے ہٹ جاتی پر جب لڑکے بھی کچھ نہیں کر رہے تھے تو تمہیں بھی نہیں جانا چاہیے تھا پہلے سے ہی تم دونوں میں عجیب سی ٹکرار اور نفرت ہوتی ہے۔علیزہ نے اس کی ساری بات سن کر اس کی غلطی بتائی ی۔

اس نے اتنا پیٹا تھا اس بیچارے کو اور تم کہہ رہی تھی کہ میں کچھ نہ کرتی۔روشنا کو علیزہ کی بات پہ حیرت ہوئی ی۔

برا مت ماننا روشنا پر امیر لوگوں سے دشمنی نہیں موڑ لینی چاہیے اور زیاد خانزادہ سے تو تم جتنا ہو سکے اتنا دور رہو لوگوں سے الجھنا اور ان کو پریشان کرنا یہ ان کا کام ہے تم کیوں اپنے لیے مشکل کر رہی ہو اگر تم چاہتی ہو تو وہ تمہاری بہن سے بات نہ کرے تو اپنی بہن سے کہو وہ نا کرے اگر وہ نہیں بات کرے گی تو زیاد بھی نہیں کرے گا اس کو کیا ضرورت کہ وہ اپنے سے چھوٹی لڑکی کی بچکانا باتیں سنے گا زیاد کو کونسا

لڑکیوں کی کمی ہے پر اگر تم اس کو ایسے سب کے سامنے چیلینج کروں گی تو وہ مرد ہے کہیں ضد میں نہ آکر وہ کچھ ایسا کر دے جو ٹھیک نہ ہو۔ علیزہ نے ایک سانس میں سب کہہ ڈالا۔

میں خود اس سے دور رہنا چاہتی ہوں تبھی تو اپنی بہن کو منع کر رہی ہوں نہ اور میں دشمنی کیوں لوں گی اور میں چیلینج بھی نہیں کر رہی اس کو۔ روشنا کو علیزہ کی باتیں کسی حد تک ٹھیک لگی تو کہا

اچھا اب خاموش سر آرہے ہیں۔ علیزہ نے اس کو دروازے کی طرف اشارہ کر کے کہا جہاں ان کی کلاس لینے سر آرہا تھا روشنا بھی اپنا بازوں سہلاتی اپنا دھیان دوسری طرف کرنے کی کوشش کرنے لگی۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

زیاد اس وقت اسکول کے پرنسپل کے آفس میں تھا جہاں آرزو پڑھتی تھی زیاد نے سوچ لیا تھا اگر وہ کال رسیو اور میسج جواب نہیں دے رہی تو وہ مل کر اس سے بات کرے گا وہ اس کا عادی بنا گیا تھا اس سے بات کرنا

اس کی ہنسی کی آواز سننے کے لیے وہ بے چین ہو گیا تھا بات ایک دن بس نہیں ہوئی ی تھی زیاد کو اپنی حالت خراب محسوس ہو رہی تھی روشنا کی باتیں اس کے دماغ میں گھوم رہی تھی کسی ہتھوڑے کی طرح اس کو لگتا ہے وہ آرزو کا عادی بن گیا اس سے بات کرنے پہ وہ ہر چیز فراموش کر دیتا تھا اس کی ساری حسیں آرزو کی گفتگو سننے میں لگ جاتی تھی اس لیے اس کا نام اس نے انت الحیات رکھا تھا پر اپنے دل کی آواز کو اس نے عادت کا نام دیا تھا۔

پر آپ آرزو کو اپنے ساتھ کیوں مطلب ہم ایسے نہیں اس کو آپ کے ساتھ جانے دے سکتے۔ پرنسپل نے رسانیت سے انکار کیا جو ان سے یہ کہنے آیا تھا کہ وہ آرزو کو لینے آیا ہے۔

وہ مجھے جانتی ہے آپ پوچھ لیں وہ منع نہیں کرے گی۔ زیاد اپنے اندر اٹھتے اشتعال کو دبائے بولا ورنہ دل تو چاہ رہا تھا بنا کسی پہ دھیان دی ئے اس کا ہاتھ پکڑ کے لے جاتا ایسا وہ کر بھی گزرتا مگر وہ آرزو کے لیے

کوئی مسئلہ نہیں چاہتا تھا اس لیے اپنے مزاج کے بلکل برعکس وہ کسی کے سامنے درخواست کر رہا تھا۔

جانتی ہو گی پر ہم ایسے جانے نہیں دے سکتے یہ ہمارے اسکول کی رسپونسبلٹی ہے اور اگر اس کے فیملی میمبرز میں سے کوئی ہوتا تو وہ الگ بات ہے مگر جب تک اسٹوڈنس یہاں اسکول میں ہوتیں ہیں ہمارا فرض ہے ان پہ نظر رکھنا اور یہ ان کی کلاسیس کا وقت ہے۔ پرنسپل اپنی بات پہ قائم رہی۔

اس کو یہاں بولا لے میں یہی بات کر لوں گا آپ کچھ دیر باہر چلی جانا۔ زیاد نے اعتماد سے اپنی پشت چئیر پہ ٹکا کر کہا۔

سوری مسٹر خانزادہ۔ آپ ہمارے اسکول کے رولز کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ پرنسپل نے سانس کھینچ کر کہا۔

آپ بولا رہی ہیں یا نہیں۔ زیاد نے تیز آواز میں کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی انٹرکام پہ کسی کو کال کی زیاد پر سکون ہوتا آرزو کا ویٹ کرنے لگا۔

آپ نے بولایا میم۔ آرزو اجازت لیکر اندر آکر بولی زیاد کو اس نے نہیں دیکھا تھا جو چی ئی رپہ بیٹھا تھا زیاد اس کی آواز سن کر گہری سانس لینے لگا اور پرنسپل کو دیکھ کر باہر جانے کا سائن دینے لگا تو وہ مجبورن اٹھ کر باہر جانے لگی آرزو حیرت سے ان کو جاتا دیکھنے لگی تو زیاد اپنی جگہ سے اٹھتا اس کے روبرو آیا۔

آپ؟ آرزو نے زیاد کو دیکھ کر شاک میں کہا۔

ہاں میں کیا نہیں ہو سکتا۔ زیاد نے معصومیت سے پوچھا۔

نہیں۔ آرزو نے بے ساختہ کہا۔

کیوں؟ زیاد گہرا مسکرایا تھا اور تب آرزو کی نظر اس کے ڈمپل پہ پڑی تو اس نے شاک کی کیفیت میں اپنے دونوں ہاتھ منہ پہ جما لیے اس نے پہلی دفع زیاد کا ڈمپل دیکھا تھا اور اس کو معلوم نہیں تھا کہ ڈمپل بھی زیاد کو ہے اور نہ کبھی روشنا نے بتایا تھا شاید روشنا خود نہیں جانتی تھی پر زیاد نے نا سمجھی سے اس کو دیکھنے لگا۔

آپ کے پاس ڈمپل ہے ؟ آرزو کی آواز بہت حیرانکن تھی۔

ہاں۔ زیاد کو سمجھ نہیں آیا۔

کتنا پیارا تھا دوبارہ شو کرے۔ آرزو نے بچوں کے انداز میں کہا ورنہ اس کو کسی کے ڈمپلز پسند نہیں آتے تھے اور اس وقت وہ روشنا سے کی بات بھی بھول چکی تھی زیاد آرزو کی بات پہ ہنس دیا اس کو ہنسی آئی ی آرزو کا انداز دیکھ کر جو ایسے بیہو کر رہی تھی جیسے جانے کیا بات ہو۔

بس ایک گال پہ ہے ؟ آرزو نے زیاد کے دوسرے گال کی طرف دیکھ کر پوچھا

ہاں بس ایک پہ۔ زیاد نے آرزو کو دیکھ کر مسکرا کر کہا

عاشر کے دونوں گالوں پہ پڑتے ہیں وہ بھی بہت گہرے سے۔ آرزو نے کہا۔

کون عاشر ؟ زیاد کی مسکراہٹ پل بھر میں غائب ہوئی ی تھی۔

میرا کزن پلس دوست۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔

میری کالز کیوں نہیں پِک کر رہی تم ؟ زیاد کا موڈ خراب ہو گیا تبھی اصل بات پہ آیا۔

وہ مجھے آپ سے بات نہیں کرنی اب کبھی بھی۔ آرزو کو اچانک سے روشنا سے کی گ ئی بات یاد آئی ی تبھی منہ موڑ کے بولی اس کی بات اور حرکت پہ زیاد کے ماتھے پہ ڈھیر سارے بل آ ئے تھے۔

وجہ ؟ بڑے ضبط سے پوچھا گیا۔

وجہ نہیں۔ آرزو نے اپنا گلا تر کیا۔

اِدھر میری طرف دیکھو۔ زیاد نے ہلکہ سے اس کا بازوں تھام کر اپنی طرف دیکھنے کا کہا۔

سوری پر آپ کیا یہ پوچھنے آئے ہیں اور بس اب میں آپ سے کوئی ی بات کال میسج نہیں کر سکتی آپی نے کہا نہیں کروں اگر کروں گی تو وہ مجھے سے کبھی بات نہیں کرے گی۔ آرزو نے منہ پھولا کر سب کہہ سنایا زیاد کے سارے بل جو اس نے ماتھے پہ سجائے رکھے تھے وہ غائب

ہو گئی ہے دے آرزو کے گالوں کے دیکھ کر آج پھر دل کیا ان کو کھینچنے اور اس نے اب بھی اپنے دل کی خواہش کو دبا دیا تھا۔

تمہاری بہن کو کیا مسئلہ ہے۔زیاد نے سوال کیا۔

اس کو آپ پسند نہیں۔ آرزو نے آنکھیں بڑی کر کے بتایا۔

مجھے تو جیسے بہت پسند ہے۔زیاد بڑبڑاہٹ میں بولا۔

کچھ کہا؟ آرزو نے تھوڑا سا جھک کر پوچھا۔

آ نہیں ہم تو فرینڈس ہے تو ان سے کسی اور کے کہنے پہ بات ختم نہیں کرتے ورنہ گناہ ملتا ہے۔زیاد نے کن انکھیوں سے اس کی جانب دیکھ کر کہا

گناہ ملتا ہے میں نے تو کبھی نہیں سنا اور کسی نے مجھے تھوڑی ہی کہا ہے آپی نے کہا ہے اور وہ تو بہن ہے نہ۔ آرزو نے اپنی طرف سے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

ہم باہر چلے کہیں؟زیاد نے آفس کی جانب دیکھ کر کہا۔

ارے میں اسکول میں میری اتنی ضروری کلاس تھی اور آپ نے باتوں میں لگالیا۔ آرزو نے اس کی بات پہ اپنے سر پہ ہاتھ مار کے کہا اس کی بات پہ زیاد کا دل کیا وہ خود بھی اپنا ماتھا پیٹ لے۔

تم اتنی عجیب کیوں ہو؟ زیاد نے افسوس پوچھا۔

میں اب چلتی ہوں۔ آرزو کو باہر جانے کی جلدی تھی۔

پہلے میرا جواب دو۔ زیاد فورن سے اس کے راستے میں حائل ہو کر بولا۔

میں کیا جواب دوں دوستی کی شروعات میں نے کی تھی اب میں ہی ختم کرتی ہوں۔ آرزو نے الجھن بھرے تاثرات چہرے پہ سجائے زیاد سے کہا اور اس کی سائیڈ سے گزر گئی جب کی جانے کیوں زیاد کو اس کے جملے پہ کان سائیں سائیں ہوتے محسوس ہوئے جسم سن ہوتا محسوس ہوا۔

آپ ٹھیک ہیں؟ کچھ دیر بعد پرنسپل اپنے آفس آئی تو زیاد کو ایسے شاک چہرہ لیے دیکھا تو پوچھا زیاد نے بنا کچھ کہے وہاں سے نکل گیا پرنسپل بھی کندھے اچکائے اپنے کام میں لگ گ ئی۔

مجھے نہیں پتا زیاد کا اور روشنا کا کیا جھگڑا ہے پر میں نے سوچ لیا ہے کہ اب مجھے کیا کرنا ہے۔علیدان نے ہمایوں سے کہا وہ اس وقت کیفے میں موجود تھے۔

جھگڑا ان کا زیادہ نہیں بس پرانہ ہے اور اب وجہ ایک لڑکی بن گ ئی ہے جو کی جس کا تم بتا رہے ہو اس کی بہن ہے اس پہ ہو گیا ہے اور مجھے بھی نہیں پتا زیاد کیوں لڑکی کے لیے اس کی بہن سے لڑ رہا ہے یاد لچپسی پر اتنا ضرور میں سمجھ سکتا ہوں کہ روشنا کے لیے تم اپنے قدم پیچھے نہ ہٹانا کبھی اگر تم نے واقع میں اس سے محبت کی ہے تو ڈٹ کے کھڑے رہو

زیاد کی فکر مت کرنا وہ کچھ نہیں کہے گا اور وہ کہے گا بھی کیوں۔ ہمایوں
نے اس کی بات کا مطلب اخذ کر کے سمجھایا

ابھی میں کچھ سمجھنے کی حالت میں نہیں ہوں۔ علیدان اپنی پیشانی مسلتے
کہا۔

ڈونٹ وری سب ٹھیک ہو جائے گا۔ ہمایوں نے اس کو تسلی دی۔

امید تو یہی ہے ورنہ سب خراب ہو جائے گا جو میں نہیں چاہتا۔ علیدان
نے کہا۔

ویسے یہ حیات ہے کون؟ ہمایوں نے کافی کا گھونٹ بھر کے پوچھا جو ابھی
ایک بچہ ان کی ٹیبل پہ رکھ گیا تھا

آرزو نام تھا شاید۔ علیدان کے سامنے گلابی رنگ کی نائٹ سوٹ پہنے
پھولے گالوں والی لڑکی کی شبیہ لہرائی تو کہا۔

اچھا۔ ہمایوں نے بس اتنا کہا۔

آپی یہ کیا ہوا ہے آپ کے بازوں پہ ؟ آرزو اسکول سے آکر سیدھا روشنا کے کمرے میں آئی تھی جو اپنی آستین اُپر کر کے مرہم لگا رہی تھی جہاں لال نشان بنا ہوا تھا۔

بس ایسے ہی پاؤں سلپ ہو گیا تھا تو ہلکی سی چوٹ لگی۔روشنا نے جھوٹ بولا۔

یہ گرنے کی وجہ سے تو نہیں لگتا اور آپ ذرہ ٹھوری اُپر کرے۔ آرزو کے اندر جاسوس جگا تو اس نے آنکھیں چھوٹی کیے تفتیشی انداز اپنا کر روشنا کا چہرہ اپنی طرف کیا جہاں گالوں کہ کچھ نیچے بھی نشان بنا ہوا تھا۔

آرزو تنگ نہیں کرو اور جا کر چینج کرو۔روشنا نے بیزاری سے کہا۔

کوئی بات ہوئی ہے تو بتائیں یا پھر کسی سے جھگڑا ہوا ہے کیا؟ آرزو نے دور کی کوڑی اچھالی۔

چینج کر لوں پھر کھانا کھاتے ہیں۔روشنا نے گھور کر کہا۔

میں جاتی ہوں۔ آرزو نے نہ بسورا۔ اور اٹھ کر اپنے کمرے کی جانب آئی ی وہاں اپنا بیگ رکھا چادر اُتار کہ بیڈ پہ رکھی اور الماری سے ایک میرون رنگ کا فراق اور پاجامہ نکال کر واشروم کی جانب گ ئی فریش ہونے کے بعد وہ ایسے ہی باہر نکلی جہاں روشنا کھانے پہ اس کا انتظار کر رہی تھی اور زرینہ بیگم پانی کا جگہ لا رہی تھی۔

ڈوپٹہ کہاں ہے تمہارا آرزو؟ وہ کھانا کھا ہی رہے تھے کہ دوپہر کی آذان ہونے لگی تو زرینہ بیگم نے اس کو بنا ڈوپٹے اور کھلے بالوں میں دیکھا تو پوچھا۔

کمرے میں۔ آرزو نے آرام سے جواب دیا اور روشنا کے ڈوپٹے کا آدھا سِرا اپنے اُپر لیکر سر ڈھانپا آذان ہونے تک۔

اللہ جانے کب تم اس کی اہمیت جانوں گی۔ زرینہ بیگم بڑبڑاہٹ سے کہتی راٹی کا نوالہ منہ میں ڈالنے لگی۔

دو ماہ بعد

ایک تم ہی نہیں ہو میری جدائی میں پریشان

ہم تو تیری چاہ میں ویران بہت ہیں۔

تم یہاں کیوں ہو زیاد دماغ سیٹ ہے تمہارا؟ احمد غصے سے زیاد سے باز پرس کر رہا تھا جو کلب میں بیٹھا سامنے نظر ٹکائے بیٹھا جہاں ہر لڑکا لڑکی کپل ڈانس کرنے میں مست تھا وہ کبھی بھی کلب نہیں آتے تھے اور آج زیاد کا یہاں ہونا ان کی سمجھ سے باہر تھا جو خاموش سا بیٹھا تھا احمد نے اس کو بہت کالز کی تھی رات ہونے چلی تھی پر زیاد نے اس کی ایک کال بھی رسیو نہیں کی تھی پر احمد مسلسل اس کو کال کیے جا رہا تھا تب زیاد نے ایک میسج ٹیکسٹ کیا تھا جہاں وہ تھا اور میسج پڑھ کر احمد بونچکار کے رہ گیا تھا۔

ایسے ہی آگیا۔ زیاد لاپروائی سے کہا اس کو اپنی زندگی پہلے ہی اندھیری نگر لگتی تھی مگر وہ پھر مطمئن رہ لیتا تھا اس نے اپنے دل کو پتھر کر لیا تھا بے حس ہو چکا تھا جو چاہتا وہ کر لیتا تھا بنا کسی کا سوچے اس نے اپنے سارے احساسات ختم کر ڈالے تھے بس مختصر لوگوں کے لیے وہ خوش رہ لیتا تھا جس میں اس کے دوست اور خالا جان اور چچی کا ہونا ہوتا تھا مگر اب اس کو کسی اور کی بھی طلب ہو گ ئی تھی جس سے وہ اپنی کیفیت سے پریشان سا تھا اور کہیں خوش بھی پر اس کو عجیب یہ بھی لگ رہا تھا کہ خود سے چھوٹی عمر کی لڑکی کے لیے ایسے جزبات اور جو حرکتوں اور باتوں سے اور بھی چھوٹی بچی ہے پر دل سنے تب نہ محبیتں کہا عمر یا رنگ روپ دیکھتی ہے وہ تو بس ہو جاتی ہے جس سے ہونی ہوتی ہے تو۔

ایسے ہی آگیا کا کیا کیا مطلب زیاد تمہیں کس چیز کا دورہ پڑا ہے جو تم یہاں چلے آئے ہو۔ احمد اس کی بات پہ جل کے بولا۔

دورہ نہیں ہے کوئی ی اگر یہ جگہ اتنی خراب ہے تو تم جاؤ میں کچھ دیر بعد آجاؤں گا۔زیاد نے سوفٹ ڈرنک پی کر بولا

سب پریشان ہے تمہارے لیے اور تمہاری خاموشی کی وجہ سے۔احمد اس کی بات نظر انداز کرتا بولا۔

ہر خاموشی کا مطلب طوفان کے آنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔اس لیے پریشان مت ہو۔زیاد استہزایہ سا ہنسا۔

گھر چلو۔احمد نے کہا۔

ابھی نہیں۔زیاد کی نگاہیں ہنوز ڈانس کرتے لوگوں پہ تھی۔

علیدان اور وقاص نے کالج کے بعد آفس جوائن کرنا شروع کیا ہے ہمایوں کو اپنے ہی بہت کام ہوتیں ہیں تم کیوں چاہتے ہو تو وہ سب اپنے ضروری کام چھوڑ کر تمہیں لینے کے لیے یہاں آئے۔احمد نے ان ڈائی ریکٹلی اس کو اپنے ساتھ آنے کے لیے فورس کیا اور ساتھ میں دھمکی بھی دے ڈالی۔

ان کو ڈسٹرب نہیں کرو چلو۔ زیاد سنجیدہ سا اٹھا اور اس کو آنے کا کہا۔

عاشر تھوڑی تیز چلاؤ بائی یک دیر ہو رہی ہے۔ آرزو نے عاشر سے کہا وہ دونوں آج میلا دیکھنے باہر گ ئ ے تھے جانا تو آرزو چاہتی تھی پر ساتھ میں اس نے عاشر کو بھی گھسیٹا تھا اور ہمیشہ کی طرح عاشر نا چاہتے ہوئے بھی اس کی بات مان لیا کرتا تھا اور اس بار یہی ہوا تھا وہاں جا کر دونوں کو وقت کا پتا نہیں لگا تھا شام کے چار بجتے دیکھ کر آرزو کی سٹی گم ہو گ ئ تھی اس لیے عاشر کو جلدی کرنے شور مچایا

کیا ہے آرزو چلا تو رہا ہوں تیز دیکھ نہیں رہا ۱۲۰ کی سپیڈ ہے چالیس کی نہیں جو بار بار کہہ رہی ہو تیز چلاؤ تیز چلاؤ۔ عاشر کی اس کی ایک رٹ لگانے پہ جھلا کر بولا اور سامنے بائی یک پہ کانٹے کی جانب اشارہ کیا۔

غصہ مت کرو مجھے بھی آ رہا ہے فلحال تو۔ آرزو نے اس کو غصے میں دیکھ کر کہا۔

تمہیں کیوں غصہ آرہا ہے؟عاشر نے تعجب سے گردن کجھ اس کی طرف کی۔

غصہ نہیں ڈر اماں کی تیس مار خان چپل کھانے کا میرا کوئی موڈ نہیں۔ آرزو جلدی سے اپنی بات پہ مکر گئی اس کی بات پہ عاشر کا ہاتھ ہینڈل سے اٹھ کر اپنے سینے پہ پڑا تھا جہاں غلطی سے ہی زرینہ بیگم کی چپل نے اس کو بھی سلامی پیش کی تھی عاشر کا دھیان سامنے سے ہٹ گیا تھا تبھی سامنے سے آتی گاڑی نہیں دیکھ پایا تھا مگر آرزو کی نظر جیسے ہی سامنے آتی گاڑی پہ پڑی تو ایک چیخ اس کے منہ سے نکلی تھی۔

عاشرررررر۔

عاشر نے کان پہ ہاتھ ڈال دیا تھا اور اس کی بائیک سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکر لگا کر نیچے ان بیلنس ہوئی تھی۔

آآمیر ا پیر۔ آرزو درد سے چلا اُٹھی کیوں کی بائیک اس کے ٹانگ کے اُپر گری تھی جب کی عاشر بائیک سے کجھ دور جا کر گرا تھا اور اس کا سر

پتھر پہ لگا تھا عاشر نے اپنا ہاتھ ماتھے رکھ کر دیکھا تو ہاتھ میں خون لگا اس کو اپنے سر میں ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی پر آرزو کا خیال جیسے آیا اس نے آرزو کی طرف دیکھا جو درد سے کڑھا رہی تھی عاشر نے اٹھنا چاہا تو سر میں درد اٹھتا محسوس ہوا اور گھٹنا ہلانے میں بھی پر وہ ضبط کرتا اٹھنے لگا۔

زیاد احمد کو گھر ڈراپ کرتا اپنے گھر جانے والا تھا اس کا دھیان بھٹک بھٹک کر کہیں اور جا رہا تھا اس کا دھیان ڈرائیونگ کرنے میں نہیں تھا زیاد نے جیسے ہی باہر کے نظاروں میں دیکھنا چاہا اور بالوں میں ہاتھ پھیر کر اس نے جب سامنے دیکھا تو بلکل اپنے سامنے آتی محسوس ہوئی وہ گاڑی سائیڈ پہ کرنے والا تھا مگر بدقسمتی سے پھر بھی ٹکر ہو گئی زیاد کا سر بری طرح سے اسٹیرنگ پہ لگا تھا اس نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ رکھ کے اپنا سر وہاں سے اٹھایا اور غصے سے گاڑی سے نکلا تا کہ بائیک والے کو سنا سکے مگر جیسے ہی وہ گاڑی سے باہر نکلا سامنے بائیک کے نیچے آرزو اور

اس کی ٹانگ دیکھی تو اس کے چہرے کی ہوائیاں اُڑنے لگی وہ بھاگ کر اس کے پاس جانے لگا جب اس سے پہلے اس نے ایک لڑکے کو بائیک سیدھی کرتے اور اس کے بعد اس کو آرزو کے ساتھ بیٹھا دیکھا زیاد نے ماتھے پہ ان گنت بل آگ ئے تھے یہ دیکھ کر جس کا ہاتھ اب آرزو کی کندھے پہ تھا

آرزو سوری یار زور کی لگی کیا۔ عاشر اپنی تکلیف بھولائے آرزو سے پوچھنے لگا جس کا چہرہ لال ہو گیا تھا

عاشر میں لنگڑی ہو گ ئی۔ اتنا کہہ کر آرزو زارو قطار رونے لگی عاشر نے بوکھلاہٹ سے آرزو کے کندھے پہ ہاتھ آج سے پہلے اس نے کبھی آرزو کو روتے ہوئے نہیں دیکھا تھا

ایسا کچھ نہیں۔ عاشر نے اس کو تسلی دی۔

آرزو کیا ہوا تمہیں۔ زیاد اس کے سر پہ پہنچ کر بولا اور ایک اچٹتی نظر عاشر پہ ڈالی۔

زیاد آپ کی گاڑی نے ٹکر مارا ہماری بائیک کو؟ آرزو نے روتے ہوئے سوال کیا عاشر نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا۔

تم جانتی ہوں ان کو؟ زیاد سے پہلے عاشر نے پوچھا۔

ہاں یہ وہی ہیں زیاد خانزادہ۔ آرزو نے سوں سوں کے درمیان بتایا۔

کہاں چوٹ لگی ہے۔زیاد اس کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا اور فکر مندی سے پوچھنے لگا آج دو مہینے بعد وہ اس کے روبرو تھی اور وہ بات کر رہے تھے ورنہ ان دو مہینوں میں زیاد نے بھی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جب آرزو اس کو اسکول میں بات نہ کرنے کا کہہ گ ئی تھی تو زیاد کو بھی اپنی انا عزیز سے عزیز ترین تھی اس لیے دل کے لاکھ چاہنے کے باوجود اس نے کونٹیکٹ کرنے کی کوشش نہیں کی

بازوں پہ ٹانگ ہل نہیں رہی اور

آرزو اٹھنے کی کوشش کرو ہم ہوسپٹل چلتے ہیں۔ آرزو روتے ہوئے زیاد کو اپنے بازوں جہاں ہلکی سی خراشیں اور ٹانگ کی طرف اشارہ کر کے بتارہی تھی جب بیچ میں عاشر نے ٹوک کر کہا نہ اس نے زیاد سے کچھ کہا کہ تمہاری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے اور نہ زیاد نے ان دونوں سے کیوں کی دونوں کو لگ رہا تھا اپنی غلطی ہے دھیان تو دونوں کا سامنے نہیں تھا اس لیے ایک دوسرے کو قصوار بھی نہیں کہا

عاشر تمہارے ماتھے پہ خون نکل رہا ہے۔ آرزو کا دھیان اب عاشر کی طرف گیا تھا تو پریشانی سے کہا جب کی زیاد پہلو بدل کر رہ گیا اس کو خوامخواہ عاشر سے چڑ ہو رہی تھی۔

میں ٹھیک ہوں۔ عاشر نے ہلکہ سا مسکرا کر کہا اور اب زیاد کو اس کے مسکرانے پہ اور غصہ آیا کیوں کی بدقسمتی سے عاشر کے ڈمپل جو دیکھ لیے پیارے سے۔

اگر ٹھیک سے بائی یک نہیں چلانا آتی تو نہیں چلاؤ نہ ایسے اپنے ساتھ کسی اور کو بھی چوٹ پہنچادی۔ زیاد کو مزید برداشت نہیں ہوا تو الزام پورا عاشر پہ ڈال دیا۔

ایسا نہیں بس آج پہلی دفع غلطی ہو گ ئی۔ عاشر نے آرام سے کہا۔

آرزو ہاتھ دو اپنا اور چلو سامنے ایک کلنک ہے وہاں سے چیک اپ کرواؤ۔ زیاد نے آرزو کو اٹھنے کا کہا

زیاد آپ کو بھی چوٹ لگی ہے آپ جائے میں اور عاشر چلے جائے گیں۔ آرزو نے بنا اٹھے جواب دیا۔

شکر میری چوٹ بھی نظر آئی ی۔ زیاد بس سوچ سکا کہا بس یہ۔

اس بائی یک پہ جاؤ گے یہی رہنے دو ابھی میری گاڑی میں آؤ میں گھر تک بھی چھوڑ آؤں گا۔ زیاد نے سنجید گی سے کہا

تھینکس پر ہمیں دیر ہو گ ئی ہے پہلے ہی اس لیے ہم خود چلے جائے گے آپ کو تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ عاشر نے آرزو کا ڈوپٹہ

ٹھیک کرتے عام لہجے میں کہا کیوں کی آرزو کا ڈوپٹہ جو نیٹ کا تھا بہت مشکل سے اس نے اپنے سر پہ ٹکایا تھا پر اب اس کے سر سے اتر کر وہ کندھوں تک آگیا تھا جس پہ دھیان آرزو نے بلکل نہیں دیا تھا اور نہ زیاد نے دھیان دیا تھا کہ وہ آج بنا چادر کے ہے پر عاشر کی حرکت اس کو ناگوار سے زیادہ ناگوار لگی تھی جو بلاوجہ آرزو پہ حق جمارہا تھا زیاد کو تو یہی لگ رہا تھا زیاد نے بہت غور سے عاشر کی طرف دیکھا جو کاٹن کے نیلے رنگ کے شلوار قمیض میں تھا عاشر کپڑوں میں زیادہ تر شلوار قمیص کی پہنتا تھا کبھی کبھی وہ پینٹ شرٹ پہن لیا کرتا تھا بالوں کو جیل لگا کر سیٹ کیا تھا چہرے پہ ہلکی بی ئی رڈ کے ساتھ وہ بہت جچ رہا تھا عمر میں وہ اس کو آرزو جتنا ہی لگا تھا زیاد کو عاشر کو دیکھ کر عجیب سی جلن محسوس ہونے لگی وجہ اس کا آرزو کا کزن ہونا تھا اس کے ساتھ ہونا تھا اور بہت فرینک بھی ہونا تھا اور سب سے اہم بات اس کے دونوں گالوں پہ ڈمپلز ہونا تھا جو زیاد کو بلکل پسند نہیں آرہا تھا اس لیے وہ زندگی پہلی دفع کسی سے جیلس

ہوا تھا اور وہ بھی خود سے چھوٹی عمر کے لڑکے سے عاشر کے بعد اس کی نظر آرزو پہ پڑی جس سے اس کے اعصاب کچھ ڈھیلے پڑے آرزو سکن کلر کی شارٹ فراق اور ٹراؤزر میں تھی جس کا ڈوپٹہ بلیک نیٹ کا تھا چہرہ اس کے میک سے پاک تھا بس ہونٹوں پہ گلابی رنگ کی لپ گلوس لگائی ی تھی گال جو پہلے سردی کی وجہ سے سرخ ہوتے تھے وہ اب جون کی گرمی کی وجہ سے سرخ ہو گ ئ ے تھے۔

آرزو تم کیا بائی یک پہ بیٹھنے کی پوزیشن میں ہو؟ زیاد نے ایک جتاتی نظر عاشر پہ ڈال کر آرزو سے پوچھا۔

میں تو فلحال سانس لینے کی بھی پوزیشن میں نہیں۔ آرزو نے گھٹنے پہ ہاتھ رکھ کر مسکین شکل بنا کر کہا

آرزو بی سیریس۔ عاشر نے گھور کر کہا پھر ایک ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تو ناچار آرزو کو اٹھنا پڑا اپنی ٹانگ سیدھی کرنے میں مشکل تو ہوئی ی پر وہ لب دانتوں تلے دبائے اپنا پورہ وزن عاشر پہ ڈال کر برداشت کر گ ئی

زیاد کو برا تو بہت لگا پر وہ نظریں دوسری طرف کر گیا آرزو کو ایسے پکڑنا یا ہاتھ لگانے کا اس کے پاس کوئی ی حق جو نہیں تھا اس لیے چپ کر گیا۔

آئی ی تھنگ آرزو کو آپ اپنی گاڑی میں بیٹھا دے آرزو تو اپنی ٹانگ سیدھی ہی نہیں کر رہی بائی ایک پہ کیسے بیٹھے گی۔ عاشر نے آرزو کو ایک ٹانگ اُپر کر دوسری پہ لنگڑا کر خود کے سہارے چلتا دیکھا تو زیاد سے کہا جو پیٹھ ان کی طرف کیے کھڑا تھا۔

آئو تم دونوں۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا اور گاڑی کی پچھلی سیٹ کا ڈور اوپن کیا آرزو عاشر کے کندھے کو تھامتی گاڑی میں بیٹھ گ ئی تو عاشر نے اس کا ڈوپٹہ جس کا سرا لٹک رہا تھا سیٹ کے اُپر رکھا اور اس کی فراق بھی کچھ دور کیا جو بڑا ہونے اور آرزو کے بلکل دروازے تک ہونے کی وجہ سے دروازے کے بیچ آرہا تھا زیاد یہ سب کس ضبط سے دیکھ رہا تھا بس وہی جانتا تھا عاشر نے ایک نظر آرزو کو دیکھا جس کہ چہرے پہ تکلیف کہ آثار صاف ظاہر تھے عاشر کو شرمندگی ہوئی ی۔

میں اپنی بائی یک پہ آپ کو فالو کروں گا۔ عاشر نے ڈور بند کرتے کہا۔

اس کو سائی یڈ پہ کر دو ابھی تمہارے ماتھے پہ بھی چوٹ آئی ی ہے اور بھی آئی ی ہو گی اس لیے ابھی میرے ساتھ چلو۔ عجیب سے رُ قابتیں ایک طرف پر عاشر کو دیکھ کر اس کو اشرف کا خیال آیا اس لیے اس نے اپنی عجیب و غریب سوچ جھٹک کر نرمی سے عاشر سے کہا تو عاشر نے بھی سر ہلا یا اور بائی یک سائی یڈ پہ کھڑی کرنے لگا وہ دوبارہ آکر پچھلی سیٹ پہ بیٹھنے والا تھا جب زیاد نے فورن سے کہا۔

تم فرنٹ سیٹ پہ آجاؤ آرزو کو ٹانگ سیدھے کر کے بیٹھنے دو تاکہ دوبارہ اٹھنے میں زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اس کی بات پہ عاشر نے آرزو کی طرف دیکھا جو اپنے آنسو صاف کر رہی تھی عاشر نے دکھ بھری سانس خارج کی اور فرنٹ سیٹ پہ آکر بیٹھ گیا تو زیاد نے فل اسپیڈ پہ گاڑی چھوڑ دی۔

آرزو رونا تو بند کرو۔ آرزو کے رونے کی آواز پہ عاشر نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

مجھ سے بات نہ کرو فلحال۔ آرزو ہچکی لیتی بولی زیاد نے بیک ویو مرر سے آرزو کی جانب دیکھا جس کی آنکھیں رورو سوجھ گ ئی تھی زیاد نے پانی کی بوٹل اٹھاکر آرزو کی طرف بڑھائی ی جو بنا بحث کیے اس نے تھام لی ایک کلنک کے آگے زیاد نے گاڑی روکی تو عاشر باہر نکلا اور آرزو کی طرف آیا۔

آرزو آؤ ڈاکٹر چیک اپ کریں گیں تو ٹھیک ہو جائے گا درد۔ عاشر اس کا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے باہر نکلنے میں مدد دیتا بولا۔

ایک منٹ رکو میں ویل چی ئی ر منگواتا ہوں۔ زیاد نے آرزو کے دونوں ہاتھ عاشر کے ہاتھ میں اور عاشر کا ایک ہاتھ آرزو کہ ہاتھ اور کندھے پہ دیکھا تو کہا۔

ویل چی ئی ر کیوں آرزو ایسے چل لے گی۔ عاشر کو زیاد کی بات پسند نہیں آئے۔

منگوانے دو نہ عاشر سچ پہ میرا گھٹنا شاید فریکچر ہو گیا ہے ہل نہیں رہا اور نہ سیدھا میں تمہارے ساتھ کس ضبط سے چل رہی ہوں یہ میں جانتی ہوں یا اللہ۔ آرزو نے سوں سوں کے درمیان اپنی بات مکمل کی۔

فریکچر نہیں ہوا ہو گا پریشان مت ہو۔ زیاد کو آرزو کو ایسے دیکھ کر دکھ بھی ہو رہا تھا مگر اس کی بات پہ ہنسی بھی آئی ی۔

میری ٹانگ کہ اُپر بائی یک گری تھی یہ معمولی بات نہیں کوئی ی۔ آرزو نے گاڑی سے ٹیک لگائی ی۔

اچھا آپ یہاں رکے میں ویل چی ئی رلاتا ہوں۔ عاشر دونوں کی طرف دیکھتا بولا اور کلنک کے اندر بڑھ گیا زیاد نے اس کو جاتا دیکھ کر روکا نہیں بس آرزو کی جانب متوجہ ہو گیا۔

اپنے آنسو صاف کرو رئو مت۔ زیاد نے جیسے التجا کی۔

میں نہیں روتی اب اگر اس وقت رو رہی ہوں تو ضرور مجھے تکلیف ہو رہی ہے اس لیے نہ۔ آرزو نے اپنے ہاتھ سے چہرہ صاف کرتے کہا۔

بلکل تمہیں بہت چوٹ لگی ہے مجھے اندازہ ہے پر کچھ منٹ پھر زیادہ درد نہیں ہو گا۔زیاد نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔

آپ کا ماتھا ریڈ ہو گیا ہے۔ آرزو نے زیاد کے ماتھے پہ ہلکہ سا ریڈ گول نشان دیکھا تو کہا

کچھ نہیں بس ایسے ہی نشان ہے کونسا خون کی بالٹیاں گر رہی ہیں میرے ماتھے پہ۔زیاد لاپرواہ انداز میں بولا تو آرزو بس دیکھتی رہ گ ئی تبھی عاشر ویل چ ئیر لے آیا۔

آؤ بیٹھو اگر مس ئی لا ہو تو بتانا میں کرین کا بندوبست کرو گا۔عاشر نے مسکراہٹ ضبط کرتے کہا تا کہ آرزو کا دھیان کہی اور لگ جائے اس کی بات پہ زیاد نے آرزو کو دیکھا جو کھا جانے والی نظروں سے عاشر کو دیکھ رہی تھی زیاد کی ہنسی نکل گ ئی جب آرزو نے اپنے پھولے گال اور پھولا کر عاشر کو گھورا۔

زیاد آپ بتائیں کیا میں موٹی ہوں؟ آرزو نے بنا اپنی جگہ ہلے زیاد سے سوال کیا جو چہرہ نیچے جھکائے ہنسی کنٹرول کرنے کہ چکر میں تھا۔

بلکل نہیں تم بس تھوڑی صحتمند ہو۔ زیاد نے ہلکی سی سمائیل پاس کر کے کہا۔

ہاں نہ میں بھی ان کو یہی کہتی ہوں پر یقین نہیں کرتے۔ آرزو نے ناک سکوڑ کر کہا۔

اچھا اب آؤ بیٹھو۔ عاشر نے اس کا دھیان ویل چی ئی ر پہ کروایا تو زیاد نے ویل چی ئی ر اس کے سامنے کی عاشر نے اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھنے میں مدد تھی ویل چی ئی ر کو گھسیٹنے کی باری آئی ی تو زیاد نے کہا۔

تم شاید ٹھیک سے ویل چی ئی ر نہ چلا پاؤ میں آرزو کو لے آتا ہوں تم تب ڈاکٹر سے بات کرو۔

میں نے بات کر دی تھی کہ وہ پہلے آرزو کا چیک اپ کرے آپ بس آئے۔ عاشر نے بتایا تو زیاد نے سر ہلایا اور دونوں آرزو کے ساتھ ایک

روم میں آئے جہاں ایک سنگل بیڈ تھا اور اس کے سامنے اسٹول جب کی دیوار کی سائی یڈ پہ ایک صوفہ رکھا گیا وہاں ایک میل نرس اور ڈاکٹر تھا کھڑا تھا جو کسی پیشنٹ کی شاید فائی ل ڈسکس کر رہا تھا نرس تو ان کی بات سن رہا تھا۔

میرا کونسا اتنا سیر یس ایکسیڈ نٹ ہوا ہے جو ایسے روم میں لے آئے ہیں۔ آرزو کو وحشت ہوئی ی اندر آکر تبھی دھیمی آواز میں ان سے بولی۔

آرزو ابھی خاموش رہو۔ زیاد نے دونوں نرس اور ڈاکٹر کو دیکھ کر کہا یہ ایک پرائی یویٹ کلنک تھا پر زیاد کو اب یہاں آرزو لیکر آنا غلط لگا۔

یہاں کوئی ی فیمیل نرس یا ڈاکٹر نہیں ؟ زیاد نے سنجید گی سے پوچھا۔

نرس ہے کیوں۔ ڈاکٹر طاہر ان کے سامنے آکر بولا۔

ان کو بولا پھر ان کا چیک اپ کروانا ہے۔ زیاد نے ویسے ہی کہا جب کی عاشر خاموش رہا۔

میں ٹھیک سے پہلے چیک اپ کرلوں کہ ان ساتھ کیا مس ئی لا ہے پھر نرس آجائے گی جب

آپ نرس کو بولائے جو ٹھیک سے کام جانتی ہوں آپ کو چیک اپ کرنا ہے تو ان کا کرتے ماتھے سے بہت خون نکل رہا ہے۔زیاد نے ڈاکٹر کی بات بیچ میں ہی ٹوک کر کہا اور عاشر کی طرف متوجہ کیا۔

منیر شیناز کو لیکر آؤ۔ڈاکٹر طاہر نے سامنے کھڑے نرس سے کہا تو وہ باہر نکل گیا۔

آپ بیٹھے۔ڈاکٹر نے عاشر کو صوفے کی جانب اشارہ کیا
تو وہ بیٹھ گیا جب کی نرس آکر ان سب کو دیکھ کر آرزو کو باہر الگ روم میں لیجانے لگی۔

کہاں چوٹ آئی ی ہے؟نرس نے آرزو کو بیڈ پہ بیٹھا کر پوچھا۔

گھٹنے میں بہت پین ہو رہا ہے چلنے میں بہت درد بھی ٹانگ سیدھی کرنے میں نہیں آرہی ہے اور بازوں پہ ہلکی سی خراشیں آئی ہیں۔ آرزو نے بڑھا چڑھا کر بتایا۔

اچھا اچھا میں سمجھ گئی آپ ذرہ ان کو اُپر کرے۔ نرس نے اس کو ٹراؤزر کی جانب اشارہ کر کے کہا تو آرزو نے حیرت سے اس کو دیکھا اور اس کے ہاتھ کے اشارے کو جو پیروں سے ٹراؤزر اُپر کرنے کا کہہ رہی تھی۔

اپر کیوں؟ آرزو نے پوچھا۔

تا کہ میں چوٹ کا معائی نہ کر سکوں اس لیے تو آپ کو یہاں لے آئی ی ان سب کے سامنے تو چیک نہیں کر سکتی تھی نہ۔ نرس شیناز نے اس کے تاثرات دیکھے بنا کہا اس کا دھیان بوکس میں فرسٹ ایڈ نکالنے پہ تھا۔

اچھا۔ آرزو نے اتنا کہا اور ٹراؤزر کو گھٹنوں تک اُپر کیا تو اس کو شاک لگا کیوں کی گھٹنوں تک بہت خراشیں اور عین گھٹنے کے اُپر بڑا گھاؤ تھا جس سے ہلکی ہلکی خون کی بوندیں ٹپک رہی تھی۔

اچھا ہوا ٹراؤزر ہے اگر پاجامہ یا ٹائی یٹ شلوار ہوتی تو بہت تکلیف ہوتی آپ کو کیوں کی پھر وہ اس جگہ پہ چپک جاتا۔ نرس نے روئی ی سے اس کی جہاں خراشیں تھی وہاں سے صاف کر کے بولی جب کی آرزو کو اب سمجھ آیا تھا کہ زیاد نے فیمیل نرس یا ڈاکٹر کو کیوں کہا تھا کہ وہ ہو۔

یہ بھی ہلکہ سا چپک گیا تھا پر میں نے زور دے کر کھینچا۔ آرزو نے جواب دیا۔

ہمم گھٹنے کے بیچ چوٹ ہے نہ اس لیے چلنے میں تکلیف ہوئی ی آپ کو میں پٹی کر دیتی ہوں آپ روزانہ اپنا زخم ڈیٹول سے صاف کر کے ن ئی پٹی کرئی یے گا اور دوائی ی بھی ٹائی م پہ کھائی یں گی تو انشااللہ جلدی

ٹھیک ہو جائے گا۔ نرس نے آہستہ آہستہ گھٹنے پہ اُپر اور اس کے کچھ پاس خون صاف کرتے کہا۔

بازوں پہ بھی خراشیں اور رگڑے آئی ہیں۔ آرزو نے اس کو ٹراؤز ٹھیک کرتے دیکھا تو کہا۔

میں مرہم لگاتی ہوں پر پٹی کی ضرورت نہیں۔ نرس نے اس کے دونوں بازوں کا معائنہ کر کے کہا۔

ٹھیک ہے۔ آرزو نے اپنی آستین اُپر کی۔

ماشاللہ سے آپ کے بھائی دونوں ہی بہت پیارے تھے چھوٹا والا بھی اور بڑا والا بھی۔ نرس نے اچانک سے کہا تو آرزو نے حیرت سے اس کو دیکھا جو فری میں اس کو دو بھائیوں سے نواز چکی تھی۔

میری بس ایک بہن ہے بھائی نہیں کوئی۔ آرزو نے فورن سے کہا

اچھا سوری پر مجھے لگا وہ بھائی ہیں آپ کے اس لیے کہا کیوں کی جب میں آپ کو یہاں لے کر آنے لگی تھی تو میں نے نوٹ کیا تھا کہ دونوں

ہی آپ کو دیکھ رہے تھے بلکہ بڑا والا جو تھا وہ تو باقائدہ مجھے گھور رہا تھا اور چھوٹے والے کی جب منیر پٹی کر رہا تھا تو اس کا بھی دھیان آپ کی طرف تھا اس لیے۔ نرس نے جلدی سے لمبی سی وضاحت کی۔

یہ آپ انجیکشن کیوں میری طرف لا رہی ہیں؟ آرزو کا گلا خشک ہوا جب نرس کے ہاتھ میں انجیکشن دیکھا تو۔

وہ اس لیے تاکہ آپ کو درد میں کمی محسوس ہو۔ نرس نے بتایا۔

ہاں تو پٹی کر دی دوائی دی دے ٹھیک ہو جائے گا انجیکشن کی تو کوئی ضرورت ہی نہیں۔ آرزو نے جلدی سے کہا۔

دیکھے چوٹ بہت زیادہ تھی اور دوائی سے ٹھیک ہو جائے پر یہ بھی ضروری ہے تاکہ آپ کو ویل چئیر کی ضرورت نہ ہو۔ نرس نے گہری سانس بھری۔

دعا کرے آپ کے میری ٹانگ گھٹنا جس پہ بھی چوٹ ہے وہ ٹھیک ہو جائے دعا میں بڑی طاقت ہوتی ہے پر یہ انجیکشن نہ لگائے دعا اور دوا

کافی ہے۔ آرزو نے کچھ دور ہونا چاہا پر نہ ہو سکی اس لیے جو منہ میں آیا بولا دیا۔

میں کروں گی پر ابھی آپ خاموش رہ کر انجیکشن لگانے دے۔ نرس نے ہنس کے کہا آرزو بہت منمنائی ی پر شیناز نرس نے انجیکشن لگا کر ہی دم لیا جس پہ آرزو نے اپنے منہ میں اپنا ڈوپٹہ ڈال دیا۔

میں چل لوں گی خود ہی۔ آرزو فارغ ہو کر نرس کے ساتھ باہر آئی ی تو ان دونوں سے کہا۔

کیا ہوا ایسے خاموش کیوں ہو؟ زیاد نے فکر مندی سے پوچھا۔

اتنی زور سے انجیکشن لگائی ی ہے کہ کیا بتاؤں۔ آرزو پھر سے رونے لگی۔

ان کے لیے ضروری تھا اور آپ یہ پرچی لے ہم نے دوائی ی لکھ دی ہے آپ ڈسپینسری جا کر لے آئی یے گا۔ نرس نے آرزو کی بات پہ ان سے کہا اور ایک پرچی دی جو عاشر نے زیاد سے پہلے ان کے ہاتھ سے لی۔

کچھ درد کم ہوا؟ عاشر نے اس کو گاڑی میں بیٹھا کر پوچھا۔

ابھی کہاں۔ آرزو نے رونی شکل بنائی ی۔

ہو جائے گا کم فکر نہیں کرو۔ عاشر نے اس کا چہرہ صاف کیا جہاں آنسوؤ کے نشان تھے۔

تمہیں انجیکشن لگایا ڈاکٹر نے؟ آرزو نے اس کو فرنٹ سیٹ پہ بیٹھا دیکھ کر پوچھا۔

نہیں۔ عاشر نے اپنے سر پہ لگی پٹی کو ہاتھ لگا کر جواب دیا جب کی زیاد خاموش سا گاڑی ڈارئی یو کرنے لگا۔

بس یہی روک دے۔ عاشر نے زیاد سے کہا تو زیاد نے سائیڈ پہ گاڑی روک دی شام ہو گ ئی تھی ہلکہ ہلکہ اندھیرا ابھی ہو گیا تھا۔

اپنا خیال رکھنا۔ زیاد نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا۔ جس پہ آرزو نے مسکرا کر سر ہلایا اور عاشر کے ساتھ جانے لگی زیاد کی نظروں نے دور تک ان کا پیچھا کیا۔

بس کچھ ٹائم اس کے بعد میں تمہیں ان سب سے دور لے جاؤں گا اور کسی کو بھی تمہیں ہاتھ لگانے نہیں دو گا۔ زیاد خود سے کہتا گاڑی میں بیٹھ گیا۔

تمہاری غلطی ہو گی جس سے یہ سب ہوا ورنہ عاشر تو بہت اچھے سے بائیک چلا لیتا ہے۔ عاشر آرزو کو لیے جیسے ہی گھر پہنچا تو زرینہ بیگم بنا آرزو کی تکلیف دیکھے اس کو سنائے جا رہی تھی عاشر اب پچھتا رہا تھا کہ اس نے زرینہ بیگم کو کچھ بتایا ہی کیوں جب کی روشنا پریشانی سے آرزو کو ساتھ لگائے بیٹھی تھی۔

میری کوئی غلطی نہیں پر پھر بھی آپ مجھے ہی دوش دیتی ہیں۔ آرزو نے روتے ہوئے کہا تو عاشر "دوش" لفظ پہ نا سمجھی سے آرزو کو دیکھنے لگا۔ دراصل آرزو نے آج کل ہندی ڈرامے دیکھنے شروع کیے ہیں تب سے اس کو اُردو بھولتی جا رہی ہے۔ روشنا نے عاشر کو بتایا اس کی بات پہ عاشر ہنس دیا۔

آرزو دوش کا مطلب تو بتاؤ۔ عاشر نے ہنسی ضبط کر کے کہا۔

اس کا مطلب الزام جو اماں مجھ پہ لگا رہی ہیں۔ آرزو نے روشنا کے گلے لگے جواب دیا

ہاں ہاں میں تو بس الزام ہی لگاتی ہوں خود کہ کرتوت نہ دیکھنا۔ زرینہ بیگم غصے سے کہتی وہاں سے اٹھ گ ئی

مجھے لگا ویلیو بڑھ جائے گی اماں میری فکر میں ہلکان ہو گی پر نہیں جی۔ آرزو روشنا سے دور ہوتی بولی۔

اماں پریشان ہے اس لیے اتنی باتیں سنائی ی تمہیں نہیں پتا ماں کی ڈانٹ میں بھی محبت چھپی ہوتی ہے۔ روشنا نے اس کو سمجھایا۔

ہاں میری ماں لفظوں پیار کا اظہار کر سکتی ہیں پر نہیں بس چپلوں اور غصے میں کرے گی۔ آرزو جزباتی ہو گ ئی۔

لو اماں تمہارے لیے ہی گ ئی تھی۔ روشنا نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے کہا جہاں زرینہ بیگم ٹرے میں دو ہلدی کے گلاس لا رہی تھی ایک

اس نے عاشر کو دیا دوسرا آرزو کو جس نے بہت الگ الگ زاویے بنا کر پی لیا۔

میں چلتا ہوں امی انتظار میں ہو گی۔ عاشر اٹھتا بولا

اچھا پر اپنی بائی یک بھی لے آنا۔ آرزو نے کہا تو وہ خدا حافظ کہتا نکل گیا

روشنا بھی آرزو کو اپنے کمرے میں لے گ ئی تا کہ آرام کرے۔

جو ہمسفر ہم نہیں ہے تو یہی پہ چھوڑ دو

رہنے دو سارے بہانے مجھے آکر بول دو

ہم خود ہی جدا ہو جائے گیں

کہہ دو بس اتنا تم۔۔۔۔۔ کہہ دو۔۔۔

پیار نہیں چلے جائے گیں

دل لوٹا دو۔۔۔ دل لوٹا دو میرا

چلے جائے گیں۔۔۔۔ چلے جائے گیں۔

رات کا وقت تھا جب کشمالا نے عینی کے کمرے میں جانے کا سوچا وہ جیسے اندر داخل ہوئی ی تو اس کو عجیب لگا کیوں کی عینی بیڈ پہ نائی ٹ ڈریس پہنے اوندھی لیٹی ہوئی ی تھی اور اس کے کمرے میں رکھے سائی ونڈ سسٹم پہ فل آواز میں دل لوٹا دو میرا گانا چل رہا تھا کمرا سائی ونڈ پروف ہونے کی وجہ سے باہر آواز نہیں جا رہی تھی کشمالا جلدی سے گانا بند کیا اور عینی کے بیڈ پہ بیٹھ کر شرارت سے کہا

خیر تو ہے آج کل دل لوٹا دو میرا بہت سن نے لگی ہو کس نے لے لیا ہے دل جو واپس نہیں کر رہا۔ کشمالا کی آواز پہ اس نے اپنی بند آنکھیں کھولی اور کہا۔

بکواس نہیں کرو کش۔ کشمالا اس سے عمر میں کچھ بڑی تھی پر ایک گھر میں رہنے کی وجہ سے ان کے بیچ بہت اچھی دوست تھی اس لیے فرینکلی باتیں کر لیا کرتی تھی۔

ارے بکواس کہاں تم بتاؤ ہم ساتھ چلتے ہیں کہے گے یا دل واپس کر دیا اپنا دے دو۔ کشمالا نے اس کو پیچھے سے ہگ کیے کہا۔

ایسا نہیں بس دل کیا سننے کا تو چلا لیا تم تو پیچھے ہی پڑ گئی ہو۔ عینی نے بیزاری سے کہا۔

نہ جی میں نوٹ کر رہی ہوں بہت ٹائم سے تم بھی اب زیاد بھائی کی طرح سنجیدہ رہنے لگی ہو۔ کشمالا نے کہا۔

بھائی کہاں سے آ گیا بس طبعیت کچھ ٹھیک نہیں۔ عینی نے بہانا تلاشا۔

بتا دو شاید میں کوئی مدد کر دو۔ کشمالا نے جانچنا چاہا۔۔ ہو گا ایسا کچھ تو تمہیں ہی بتاؤں گی۔ عینی نے جان چھڑائی کشمالا نے بس اس کی پیٹھ کو گھور کے دیکھا

زیاد واپس گھر آیا تھا سیدھا اس کو گھر آئے بہت وقت گزر چکا تھا پر اس کو چین نہیں آ رہا تھا بار بار آرزو کا خیال آ رہا تھا اس کا دل کیا کال کر کے

پوچھ لیں کہ کیسی ہے دوائی ی کھائی ی ہو گی یا نہیں پر اپنی سوچ کو خود ہی رد کر دیتا اپنی سوچو کو جھٹکنے کے لیے اس نے واشروم کیا رخ کیا تا کہ شاول لیکر خود کو پر سکون کرے آدھا گھنٹا شاور کے نیچے کھڑا ہونے کے بعد اس کو اپنا دماغ پر سکون محسوس ہوا تو اس نے شاور بند کر کے باہر آیا اور وارڈراب سے ایک ٹراؤزر اور بنیان نکالی کپڑے چینج کرنے کے بعد اس نے شبیر کو کافی کا بولا جو پانچ منٹ میں لیکر حاضر ہوا۔

دس منٹ بعد میر افریش جوس لے آنا۔ زیاد نے کافی کا کپ پکڑ کر نیا حکم دیا

وہ تو آپ صبح کو لیتے ہیں نہ اب تو رات کے گیارہ بجنے والے ہیں۔ شبیر نے کجھ حیرت سے پوچھا۔

میں نے دس منٹ بعد کا کہا ہے تو لے آنا میں گیلری جا رہا ہوں۔ زیاد نے کہتے ہی اپنے قدم گیلری کی طرف بڑھائے اور اس کا گلاس وال ڈور کھول کر اندر داخل ہوا شبیر بھی سانس ہوا میں خارج کر تا باہر نکلا۔ زیاد

کافی پینے کے بعد اپنے ہاتھوں میں بوکسنگ گلوز پہنے کیوں کی آج پھر پنچنگ بیگ کی شامت تھی۔ شبیر دس منٹ سے ایک منٹ پہلے ہی جوس تھامے کھڑا تھا اس نے زیاد کو تیز تیز پنچنگ بیگ کو مکہ مارتے دیکھنے لگا تو اس کو نیند آنے لگی رات بہت ہو گئی تھی مگر زیاد کا شاید سونے کا ارادہ نہ تھا۔

سر آپ کا موبائل بج رہا ہے۔ شبیر نے زیاد سے کہا جس کا پورہ دھیان پنچنگ بیگ میں تھا اس لیے اُس نے سنا نہیں تھا اس لیے شبیر کچھ گیلری کے سامنے آیا۔

سر آپ کی فون پہ کال آرہی ہے۔ اس دفع وہ کچھ زور سے بولا تو زیاد نے ویسے ہی کہا۔

چیک کرو کس کا ہے۔ زیاد کی بات پہ شبیر کمرے کے اندر آیا اور زیاد کا موبائل جو سائیڈ پہ تھا وہ اٹھایا اور گیلری کے پاس آکر کھڑا نام پڑھنے کی کوشش کرنے لگا اس نے ایک نظر بلنک کرتی موبائل اسکرین کو

دیکھا پھر زیاد کو جو بہت سنجیدگی سے پنچنگ بیگ کو پیٹ رہا تھا پورہ وجود پسینے سے نہایا ہوا تھا پر زیاد اس بات سے لاپرواہ تھا

سر کوئی ی عجیب نام ہے انت ال

شبیر کا اتنا کہنا تھا زیاد پنچنگ بیگ کو ایک زور سے مکہ مارتا دور کر کے بھاگ کر شبیر کے ہاتھ سے موبائل لیا تھا یہ سب ایسے اچانک ہوا شبیر کو لگا شاید کوئی ی زلزلہ آگیا ہے۔

تم جاؤ اب۔زیاد موبائل کی جانب دیکھ کر کہا۔

وہ سر جوس۔شبیر نے سائیڈ پہ جوس کی طرف اشارہ کیا۔

میں پی لوں گا تم جاؤ۔زیاد گیلری سے نکلتا بولا۔

اوکے سر۔شبیر حیرت سے زیاد کی طرف دیکھ رہا تھا جس کے انداز کچھ الگ ہو گئے تھے اس کا تجسس ہوا کہ کال کس نے کی ہے جو زیاد ایسا بیہو کر رہا ہے پر وہ کمرے سے باہر گیا زیاد نے ایک نظر خود پہ ڈالی جہاں پسینے کا علاوہ کچھ نہیں تھا زیاد نے اپنا نچلا لب دیا اور ایسے ہی ٹاول

سے پسینا صاف کرتا کال بیک کرنے لگا کیوں کی کال اتنے ٹائی م بعد آرزو نے کی تھی اور زیاد کو یہ بھی خیال نہیں آیا کہ اتنی رات کو اس نے کیوں کی ہو گی۔

آپ سو رہے تھے کیا؟ زیاد نے جیسے کال کی تو آرزو نے ڈائی ریکٹ یہ پوچھا۔

نہیں۔ زیاد نے بیڈ پہ لیٹ کر کہا۔

آپ گہرے سانس کیوں لے رہے ہیں؟ آرزو نے ایک اور سوال کیا۔

میں تھک گیا ہوں اس لیے۔ بڑا تحمل سے جواب دیا گیا۔

کیا کوئی ی کام کر رہے تھے اتنی رات میں؟ آرزو نے پوچھا۔

کام تو نہیں بس نیند نہیں آ رہی تھی تو ٹائی م پاس کر رہا تھا۔ زیاد نے گول مول سا جواب دیا۔

اچھا۔ آرزو اتنا کہہ کر چپ ہو گ ئی۔

تمہیں تو آرام کرنا چاہیے تھا ابھی تک جاگ کیوں رہی ہو کیا زیادہ پین ہو رہی ہے؟ زیاد جو لیٹا ہوا تھا اچانک سے اٹھ کر بیٹھا۔

پین تو تھوڑی ہے اب بس نیند جانے کیوں نہیں آ رہی تھی تو ایسے ہی لیٹی ہوئی تھی تو خیال آیا آپ نے آج اتنی ہیلپ کی اور میں نے شکریہ بھی نہیں کہا تھا اس لیے سوچا اب کال پہ کر لوں وقت میں نے نہیں دیکھا تھا۔ آرزو نے کال کرنے کی وجہ بتائی۔

اچھا تو یہ شکریہ ادا کرنے کے لیے کی ہے۔ زیاد نے مسکرا کر پوچھا۔

جی۔ آرزو نے کہا۔

اتنا آہستہ آواز میں کیوں بات کر رہی ہو اگر زیادہ تکلیف ہو رہی ہے گھٹنے میں تو بتاؤ۔ زیاد نے پریشان ہوا

ایسا نہیں وہ دراصل آپی سو رہی ہیں نہ تو اس لیے آہستہ بات کر رہی ہوں تا کہ ان کی نیند خراب نہ ہو۔ آرزو نے ایک سائیڈ پہ لیٹی روشنا کو دیکھا اور زیاد کو جواب دیا۔

وہ کیا کر رہی ہے تمہارے کمرے میں ؟زیاد کا موڈ خراب ہوا۔

وہ مجھے چلنے میں پرو بلم ہو رہی ہے نہ ابھی تو اس لیے آپی میرے ساتھ سوئی ی ہے تا کہ اگر مجھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں ان سے کہوں۔ آرزو نے بتایا

سہی دوا کھائی ی ہے نہ ؟زیاد نے پوچھا۔

جی کھالی تھی بہت ہی کڑوی تھی۔ دوا کے نام پہ آرزو نے منہ بگاڑا۔

کڑوی ہے اس لیے تو فائی دیمند ہے۔زیاد اس کی حالت سمجھتا زیر لب مسکرایا۔

ہمم آپ کو نیند تو نہیں آرہی نہ ؟ آرزو نے سوال کیا۔

نہیں اور جب تک تمہیں نہیں آتی ہم بات کرتے ہیں۔زیاد نے کہا۔

اگر اس سے پہلے آپ کو آئے تو بتائی یے گا۔ آرزو نے پر سکون ہو کر کہا۔

آئے گی تو اور اب تم بتاؤ ہم بات کر سکتے ہیں نہ مطلب اگر مجھے تم سے کوئی ی بات کرنی ہو تو۔ زیاد نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

ہاں اور سوری میں نے بہت برا بیہیو کیا تھا جب آپ اسکول میں آئے تھے تو میں شرمندہ ہوں پر آپی کو شاید آپ کی طرف کوئی ی غلط فہمی ہے۔ آرزو نے کہا۔

آپی کو چھوڑو اپنی تم اب کم چلنا اور اسکول سے چھٹی کر لوں تا کہ جلدی ٹھیک ہو جاؤ۔ ایسے ہی باتیں کرتے کرتے ان کو وقت کا پتا نہیں چلا جب کی آرزو کی نیند آئی ی تو وہ ایسے ہی باتوں کے درمیان سو گ ئی موبائل کان کے پاس ہی تھا زیاد کو جب آرزو کی سانس لینے آواز آئی ی تو اس نے موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تو رات کے چار بجنے والے تھے زیاد کی آنکھیں حیرت سے پھیل گ ئی اس کو پتا نہیں لگا آرزو سے بات کرنے کا اور اتنا وقت بیت گیا اس لیے آرزو سو گ ئی یہ خیال آتے ہی زیاد گھرا

مسکرایا اس کو نیند آنی تو نہیں تھی اس لیے اپنی اور آرزو کی پرانی چیٹ پڑھنے لگا۔

صبح روشنا کی آنکھ کُھلی تو اس نے سائیڈ پہ دیکھا جہاں آرزو ابھی سوئی ہوئی تھی وہ آہستہ سے اٹھ کر واشروم کی جانب بڑھی وضو کرنے کے لیے اور واپس آئی تو اس نے جائے نماز اٹھائی فجر پڑھنے کے بعد وہ کمرے سے نکل گئی۔

آرزو اٹھی رات کو زیادہ درد تو نہیں ہوا نہ اس کو؟ روشنا کچن میں آئی تو زرینہ بیگم جو پہلے ہی کچن میں تھی اس سے پوچھنے لگی۔

سوئی ہوئی ہے ابھی میں جگایا نہیں اس کو اور رات میں ٹھیک تھی ورنہ مجھے جگا دیتی۔ روشنا نے جواب دیا۔

اچھا سہی جلدی ٹھیک ہو جائے۔ زرینہ بیگم نے دعا کی۔

بابا کو بتایا آپ نے۔ روشنا نے برتن سنک پہ جمع کر کے پوچھا۔

ہاں بتایا تھا پریشان ہوگ ئی ے تھے پر میں نے مطمئن کر دیا تھا۔ زرینہ بیگم نے جواب دیا۔

اچھا کیا میں۔ پراٹھے بناتی ہوں میں آپ بس چائے کا پانی گرم کرے۔ روشنا نے آرام سے کہا

اچھا تمہارے ابا بھی سویرے نکل گ ئی ے تھے تم اور میں ناشتہ کرتے ہیں آرزو کو ابھی سونے دو۔ زرینہ بیگم نے جواباً کہا تو روشنا کام میں لگ گ ئی اور ناشتہ کرنے کے بعد وہ اپنے کمرے میں کالج جانے کے لیے تیار ہونے لگی۔

آرزو کی آنکھ کھلی تو اس نے یہاں وہاں دیکھا وہ کمرے میں اکیلی تھی۔ اس نے گہری سانس بھری اور موبائل دیکھا رات کو وہ اچانک سے سوگ ئی تھی اس کو بھوک کا احساس ہوا تو اس نے پیٹ پہ ہاتھ رکھ کے برا منہ بنایا اٹھنے کی کوشش کی تو پورے جسم میں درد سرائیت کرتا محسوس ہوا تو اس نے ایسے ہی بس بیڈ سے ٹیک لگالی۔

ایک گھٹنے کے درد نے یہ حال کر دیا ہے اگر پوری بائی یک کے نیچے میرا وجود ہوتا پھر تو شاید میں ایک سانس بھی دوسرا نہ لے پاتی۔ آرزو خود سے بڑبڑانے لگی اب کوئی ی اور جو نہ تھا پھر ایک خیال دماغ میں کوندا تو اس نے موبائل اٹھالیا اس کا کمرا لائی ونج سے کچھ دور تھا جس سے اس کی آواز باہر نہیں جاسکتی تھی اس لیے اس نے انٹر کام پہ کال کی جو گھر کا نمبر تھا۔

ہیلو اماں بھوک لگی ہے آپ میرے کمرے میں آجائے۔ دو بیل کے بعد زرینہ بیگم نے کال اٹھائی ی تو آرزو نے جھٹ سے کہا اور کٹ کر دی زرینہ بیگم نے گھور کر موبائ ل کو دیکھا اور کچن میں چلی گ ئی تا کہ اس کے لیے ناشتہ بنا کر لے جائے روشنا کو کچھ ہی منٹ ہوئے تھے کالج کے لیے نکلے۔

ناشتہ کرو جلدی سے پھر دوائی ی کھانی ہے اور اگر درد میں کمی نہیں ہوئی ی تو بتاؤ دوبارہ کسی ہسپتال چلتے ہیں۔زرینہ بیگم کمرے میں آکر آرزو سے بولی جو ان کے انتظار میں تھی۔

اماں ابھی تو نیا ہے ایک ہی دن میں ختم نہیں ہو گا نہ گھاؤ بڑا تھا جب وہ بھر جائے تو درد میں کمی آئے گی اور چلنے میں زیادہ درد محسوس نہیں ہو گا۔آرزو نے پہلی بار عقلمندی کا مظاہرہ کیا ایسا زرینہ بیگم کو لگا ورنہ اصل بات تو یہ تھی کہ وہ دوبارہ انجیکشن نہیں لگوانا چاہتی تھی اس کو ابھی تک اپنے بازوں پہ انجیکشن کا درد محسوس ہو رہا تھا۔

کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو۔زرینہ بیگم نے اثبات میں سر ہلایا آرزو نے پھر ان کو واشروم تک چھوڑنے کا کہا تاکہ برش کر کے وہ ناشتہ کر سکے اور ہاتھ منہ بھی دھو لے تو زرینہ بیگم نے ہاتھ میں پکڑی ٹرے سائیڈ پہ کی اور آرزو کو اٹھنے میں مدد دی واشروم تک چھوڑنے کے بعد وہ باہر کھڑی اس کا انتظار کرنے لگی آرزو نے کچھ منٹ بعد اندر سے ان کو آواز دے

کر بولا تو وہ جلدی سے گ ئی تو وہ ایک ٹانگ پہ کھڑی تھی زرینہ بیگم نے اس کو چلنے میں مدد دی اور بیڈ پہ آرام سے بیٹھایا اس کے بعد آرزو کی طرف پراٹھا اور چائے دی تو وہ اپنا ناشتہ کرنے لگی چائے تو ٹھنڈی ہو گ ئی تھی اس لیے آرزو نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔

دوا دوں اب۔ زرینہ بیگم نے پوچھا جب وہ ناشتے سے فارغ ہوئی ی تو۔

کچھ دیر بعد کھاؤ ں گی وہ۔ آرزو نے برا منہ بنایا۔ تو زرینہ بیگم نفی میں سر ہلاتی سامنے دراز سے اس کی دوائی ی اٹھائی ی اور زبردستی کھلائی ی جس پہ آرزو بس کڑوا منہ ہی بنا پائی ی۔

دوبارہ اب بائی یک پہ نہیں بیٹھنا۔ زرینہ بیگم نے گھور کر اسے کہا اور باہر جانے لگی تو آرزو نے کہا۔

اماں سامنے ٹیبل سے میری ڈائی ری تو اٹھا کر دے۔ زرینہ بیگم نے اس کو ڈائی ری دی اور ٹرے لیکر کمرے سے نکل گ ئی تو آرزو بھی ڈائی ری لکھنا شروع کی۔

اوو سوری۔ روشنا جلدی سے جا رہی تھی تو کسی سے ٹکر لگنے کی وجہ سے فورن معزرت کی اور سامنے والے کے پیپرز اٹھانے میں مدد کرنے لگی جو گر گئی ے تھے۔

اٹس اوکے۔علیدان نے سنجیدگی سے جواب دیا اور اپنی فائی ل سے گرے پیپرز اٹھانے کے لیے جھک گیا وہ ابھی لائی بریری سے آرہا تھا ہمایوں نے اس کو کچھ کتابیں مارک کر کے دی تھی کہ یہ لکھنا اور وہ خود پھر پنڈی گیا ہوا تھا اس لیے علیدان وہاں چلا گیا تا کہ آسانی ہو سمجھا تو ہمایوں نے دیا تھا بس علیدان کو فائی ل میں جمع کرنا تھا۔

یہ لیں۔روشنا نے پیپرز اس کی جانب دی ئی ے جو علیدان نے بنا دیکھے تھام لیے روشنا کو وہ آج پہلے کہ برعکس کچھ چپ چپ لگا ورنہ ہر وقت اگر اس سے کبھی کبھی ملاقات ہوتی تو وہ بلا وجہ بولتا رہتا تھا اور اب اس کو لگتا تھا کہ وہ اس کو نظر انداز کر رہا ہے۔

کوئی ی پروبلم ہے ؟علیدان جانے لگا تو روشنا پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

نہیں۔یک لفظی جواب دیا۔

اچھا آپ خاموش تھے تو مجھے لگا۔روشنا نے بات ادھوری چھوڑی اس کے آپ کہنے پہ علیدان تمسخرانہ مسکرایا جانے کیوں اس کو روشنا خود سے بہت دور محسوس ہوتی تھی اس کو لگنے لگا ہے اب کی وہ اس کے دسترس سے بہت دور ہیں وہ اس کو کبھی پا نہیں سکے گا جیسے چاند کی انسان بس تمنا کر سکتا ہے پر پا نہیں سکتا بلکل ایسے ہی۔

اگر پوچھ لیا ہے تو میں بھی ایک بات پوچھو آپ سے اگر برا نہ مانے تو؟علیدان نے اس کی طرف رخ کر کے پوچھا

ہاں ضرور۔روشنا نے خوشدلی سے کہا

آپ ہر ایک کو نیگٹو کیوں سمجھتی ہیں مطلب آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ ہر انسان برا ہے وہ بس غلط کرنا جانتا ہے کچھ ٹھیک نہیں سوچتا نہ کرتا ہے بس خودغرض ہوتا ہے جس کو کسی کی کوئی ی پرواہ نہیں ہوتی آپ کو ایسا

کیوں لگتا ہے کہ ہر انسان جو ہوتا ہے وہ دوھو کہ دینا جانتا ہے اور کچھ نہیں۔علیدان نے اپنے اندر سارے سوالات ایک دم ہی پوچھ ڈالے اس کو روشنا کی وہ باتیں نہیں دماغ سے نہیں نکلتی تھی جب وہ زیاد سے کہہ رہی تھی جب کی اس کی روشنا ہونک زدہ ہو کر علیدان کا چہرہ دیکھ رہی تھی اس کو علیدان کی بات سمجھ میں نہیں آئی ی تھی۔

آپ کا مطلب کیا ہے صاف صاف بولیں۔روشنا نے کہا۔

زیاد برا بلکل نہیں اور نہ وہ کسی لڑکی سے ٹائی م پاس کرتا ہے اس کا کردار بہت پکا اور صاف ہے۔علیدان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا روشنا کو اس کے منہ سے زیاد کا نام سن کر حیرانی ہوئی ی اور برا بھی لگا وہ تو زیاد کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتی تھی۔

زیاد خانزادہ کی صفائی ی کیوں پیش کر رہے ہو اس کا کیا ذکر اور مجھ سے کیوں کر رہے ہو۔روشنا نے ناگوار لہجے میں پوچھا۔

میرا دوست ہے زیاد اور میں اچھے سے اس کو جانتا ہوں تم نے جو گرائی ونڈ پہ اس سے کہا سب کے سامنے وہ سب غلط تھا تمہیں ایسا کچھ نہیں کہنا چاہیے تھا۔ علیدان اس کی ناگواری دیکھ کر دل میں کچھ چبھا تھا اس کو خود پہ غصہ آرہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو چاہنے لگا ہے جس کے دل میں زیاد کے لیے نفرت ہے اس زیاد کے لیے جس میں علیدان کی جان بستی تھی آخر جان بستی بھی کیوں نہ دوست تھا اس کو بہت پرانہ گہرا اور اگر دوستی سچی ہو تو وقت کے ساتھ ساتھ اور مضبوط ہو جاتی ہے ان پانچوں کا تعلق بھی ایسے ہی مضبوط سے مضبوط تھا۔

او دوست ہے مجھے نہیں تھا پتا اور اب میں سمجھی اس کی صفائی ی کیوں پیش کی جارہی ہے دیکھو علیدان تم جتنا بھی اس کا پردہ رکھو مجھے فرق نہیں پڑتا اور میں نے اس سے جو گرائی ونڈ پہ کہا وہ بہت پرانی بات ہے میں بھول گئی ہوں اور مجھے اس کے بارے میں کوئی ی بات بھی

نہیں کرنی میں بس اس کو اپنی بہن سے دور رکھنا چاہتی تھی جو ہو گیا اور اب بس۔ روشنا نے سنجیدگی سے کہا۔

زیاد نے ایسا کچھ کیا نہیں جس کا میں یا اور کوئی اس کا پردہ رکھے گے مس روشنا میں بس اتنا کہوں گا اگر آپ کسی کو جانتے نہ ہو نہ تو اس کے بارے میں رائے بھی قائم نہیں کرنی چاہیے پتا ہے کیوں؟ کیوں کی ضروری نہیں جو دیکھنے میں آئے وہ حقیقت ہو کبھی کبھی حقیقت اس کے مختلف ہوتی ہے۔ علیدان اجنبیت سے کہتا اس کی سائیڈ سے گزر گیا جب کی روشنا شاک میں اس کا رویہ دیکھ رہی تھی اس کو اب سمجھ میں آیا تھا کہ علیدان اتنے ٹائم میں اس سے بات کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتا تھا اگر اس کو دیکھ بھی لیتا تو کیوں منہ موڑ کے چلا جاتا تھا روشنا علیدان کو سوچتی اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف گئی۔

کیا ہوا آج پھر لڑائی کی کیا کسی سے؟ علیزہ نے روشنا سے پوچھا۔

نہیں میں کیا ہر وقت لڑائی ی کرتی ہوں کیا۔ روشنا اس کی بات پہ چڑ گ ئی۔

ایسے ہی پوچھا خاموش لگی تو۔ علیزہ نے کندھے اچکا کر کہا۔

بس ایسے موڈ خراب ہو گیا میرا۔ روشنا نے جواب دیا۔

اچھا۔ علیزہ نے بس مسکرا کر اتنا کہا۔

وہ آبشار میں بند قبا کو

کھولے اگر

تو جھرنے پیاس نہ بجھائیں

وہ اتنا دلکش ہے۔

آرزو کافی دیر تک ڈائری لکھ رہی تھی جب دروازہ نوک کرتے کوئی ی آیا اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو عاشر مسکرا کر اندر کمرے میں آیا۔

کیسی ہو؟ عاشر نے اسٹول اس کے بیڈ کے پاس رکھ کر مسکرا کر پوچھا۔

میں تو ٹھیک ہوں پر تم یہ آج اپنے ڈمپلز بلاوجہ کیوں دیکھا رہے ہو؟ آرزو نے ڈائی ری بند کر کے عاشر کے مسکرانے پہ چوٹ کر کے پوچھا۔

کیوں کی کل رات میری بھی بہت بے عزتی ہوئی ہے ہاہاہا۔ عاشر اتنا کہہ کر ہنسنے لگا تو آرزو حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی جو بہت زور سے ہنسنے میں لگا تھا۔

بے عزتی کیوں؟ آرزو نے تجسس سے پوچھا۔

جیسے کے تمہارا کوئی ی دوش "نہ تھا تو خالا نے پھر بھی تمہیں بہت کچھ کہا ویسے ہی امی کو جب میری چوٹ دیکھی عاشر نے دوش لفظ کو کھینچ کر ادا کیا اور پھر اپنے ماتھے کی طرف اشارہ کیا جہاں اب سنی پلاسٹک بس لگی ہوئی ی تھی اور پھر کہا۔

تو میں نے ایکسیڈنٹ کا بتا دیا تھا پھر کیا تھا انہوں نے اتنا بے عزت کیا کہ میری لاپروائی کی وجہ سے تمہیں بھی چوٹ لگی اور ایکسیڈنٹ بہت برا

بھی ہو سکتا تھا اور ہمارا نقصان بھی مطلب کہ تمہاری یا میری ہڈی بھی کوئی ی ٹوٹ سکتی تھی۔ عاشر نے اس کو ایسا بتایا جیسے کسی فلم کا سین ہو اور آرزو بھی بہت غور سے سن رہی تھی جیسے اب پسندیدہ سین آنے والا تھا۔

امی پھر خاموش ہو گئی اس کے بعد کھانے پہ ابا نے پوچھا میرے کہنے سے پہلے ہی امی نے ان کو بتا دیا پھر کیا تھا ابا بھی شروع ہو گئے کہ میں اتنا لاپرواہ کیسے ہو سکتا ہوں مجھے اپنا نہیں تو آرزو کا تو خیال ہونا چاہیے تھا نہ تو ابا نے بھی بہت کچھ کہا جب کی زبیر بھائی ی خاموش رہے اور جب میں کھانے کے بعد اپنے کمرے میں سونے لگا تھا تو بھائی ی اندر آئے اور انہوں نے بھی مجھے ڈانٹنا شروع کیا کے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تو اب تم ایسا کیسے کر سکتے ہو کیسا ہوا تم سے یہ میں نے کچھ نہیں کہا پھر بس سر جھکا کر سنتا رہا پھر بھائی ی نے کہا یہ فرسٹ غلطی لاسٹ ہونی چاہیے

اس کے بعد میں بھول جاؤ کہ زندگی میں کبھی مجھے بائیک ملے گی۔ عاشر نے بتا کر آخر میں گہری سانس لی

ہاہاہاہا۔ عاشر تمہاری تو ٹھیک ٹھاک بے عزتی ہوئی ہے۔ آرزو جو اس کی بات بہت غور سے سن رہی تھی عاشر کے چپ ہوتے ہی اس کے منہ سے ہنسی کا فوارہ نکلا اور وہ ہنس ہنس کے لوٹ پھوٹ ہونے لگی۔

اور نہیں تو کیا میری توبہ جو میں کبھی اب تمہیں بائیک پہ بیٹھاؤ۔ عاشر نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

اب ڈرامے نہ کرو۔ آرزو نے آنکھیں دیکھائی ہی۔

باہر چلو امی تمہیں دیکھنے آئی تھی میں نے اور خالا نے ان کو لائی ونج میں ہی بیٹھنے کو کہا سوچا تم باہر آجاؤ۔ عاشر نے اٹھ کر اسٹول سائیڈ پہ کیا۔

ہاں صبح سے ایک جگہ پہ ہی بیٹھے بیٹھے بور تو میں بھی بہت ہوئی ہی ہوں۔ آرزو نے لاچار شکل بنائی ی تو عاشر نے ہاتھ پکڑ کر آرام سے اس

کو اٹھنے میں مدد دی تھی آرزو نے اپنا ایک ہاتھ اس کے ہاتھ میں رکھا اور دوسرے ہاتھ سے عاشر کو کندھے سے تھاما عاشر آہستہ آہستہ چل کر اس کو باہر لے آیا۔

آرزو اِدھر آؤ ایک دن میں ہی کتنی کمزور ہو گئی ہو۔ نصرت بیگم نے جلدی سے اٹھ کر اس کو اپنا پاس بیٹھایا۔

ہاں نہ خالا اُپر سے اماں کی ڈانٹ۔ آرزو نے ان کے کندھے پہ سر رکھ کے زرینہ بیگم کو آنکھ ماری جس پہ وہ بس گھور کے رہ گئی۔

زرینہ حد کرتی ہو تم بھی۔ نصرت بیگم نے آرزو کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر افسوس سے زرینہ بیگم سے کہا۔

کچھ نہیں کہا میں نے اس کو بس ڈرامے ہیں جو اِس حالت میں بھی ختم نہیں ہو رہے اس کے۔ زرینہ بیگم نے بیزاری سے کہا۔

عاشر کو ہم نے سمجھایا ہے اب کی وہ احتیاط سے بائی یک چلائے۔ نصرت بیگم نے کہا۔

ہاں نہ خالا کل بائی یک کی اسپیڈ پوری ایک سؤ بیس پہ کانٹے کی سوئی ی تھی۔ آرزو نے اب کی عاشر کو چھیڑا جب کی عاشر کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لیں۔

عاشر جہاز سمجھ لیا تھا کیا بائی یک کو۔ نصرت بیگم نے دل پہ ہاتھ رکھا۔

خالا ایک سؤ بیس جہاز کی اسپیڈ تھوڑئی ی ہوتی ہے۔ آرزو نے جیسے ان کی عقل پہ ماتم کیا

آرزو خاموش رہو۔ زرینہ بیگم نے اس کو گڑکا تو عاشر نے اس کو زبان دیکھائی ی آرزو بس برا منہ بنائے بیٹھ گ ئی۔

آرزو تم ہی بول رہی تھی نہ کہ تیز تیز چلاؤ۔ عاشر کب تک خاموش رہتا اس لیے اپنا دفاع میں بولا۔

ساری آرزو کی ہی غلطی ہو گی۔ زرینہ بیگم نے جیسے نتیجہ نکالا۔

آرزو کی کیوں بائی یک تو عاشر چلا رہا تھا نہ اس کی غلطی ہو گی پورہ دھیان

بائی یک چلانے میں لگا تا تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔ نصرت بیگم نے آرزو کی

طرفداری کی

آپ نہیں جانتی آرزو کو۔

عاشر کو جلدی ہو گی۔

اپنی ماؤں کو اپنے خلاف بولتا دیکھ کر آرزو اور عاشر نے حیرت سے ایک

دوسرے کو دیکھا عاشر کندھے اچکا کر صوفے پہ اپنی پشت ٹکا دی آرزو

نے بھی گہری سانس لیکر آنکھیں بند کی۔

ایک ہفتہ بعد:

اب درد کیسا ہے اور اسکول کب آؤ گی؟ ردہ اور مہک آج اسکول کے

بعد سیدھا آرزو کے گھر آئی ی تھیں۔

اب تو کافی بہتر ہے اور چل بھی خود سکتی ہوں۔ آرزو نے چاکلیٹ کھاتے جواب دیا

تو اسکول آنے میں کیا موت پڑ رہی ہے۔ مہک نے گھور کے کہا۔

ابھی تھوڑا درد ہے کم ہو جائے پورا تو۔ آرزو نے انگڑائی لیکر کہا۔

شرم کرو تمہیں تو بس بہانا چاہیے اسکول نہ آنے کا۔ ردہ نے افسوس سے کہا۔

تم دونوں مجھ سے ملنے آئی ہو یا طعنے دینے۔ آرزو نے دونوں کی طرف دیکھا جو بیڈ کے ایک طرف ردہ تھی تو دوسری سائیڈ پہ مہک آرزو خود بیچ میں لیٹنے کے انداز میں بیٹھی ہوئی تھی۔

آتے تو ایک ہفتے سے تمہیں دیکھنے پر تمہاری حالت اور باتیں دیکھ سن کر دل طعنے دینے کا کرتا ہے۔ مہک نے مزے سے بتایا۔

اللہ بچائے ایسی دوستوں سے۔ آرزو نے اپنے پیچھے رکھا تکیہ اٹھا کر مہک کے منہ پہ دے مارا جس پہ مہک تو پہلے منہ کھولے دیکھتی رہی پھر وہی

تکیہ اٹھا کر آرزو کو دے مارا جس پہ آرزو نے مکہ مارا جیسے بوکسنگ فائی یٹ ہو پھر مہک جو آرزو کو مارنے کہ لیے تکیہ اچھالا تھا دوبارہ سے مہک کے منہ پہ لگا جس پہ ردہ کی ہنسی نکل گ ئی۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

مجھے کجھ ہو جائے گا۔ وقاص نے مسکین شکل بنائے احمد سے کہا وہ چاروں اس وقت ریسٹورینٹ میں تھے جہاں زیاد جانے موبائل میں کیا دیکھ کر مسکرا رہا تھا اور اس کے بائی یں طرف علیدان سنجیدہ شکل بنائے موبائل پہ نظر جمائے بیٹھا وقاص اور احمد بہت ٹائی م سے ان کی کاروائی ی دیکھ رہے تھے جو سر اٹھانا شاید بھول گ ئے تھے۔ وقاص جو پہلے دائی یں طرف زیاد کے بیٹھا تھا اپنی چی ئی ر احمد کے قریب کی۔

اس سے پہلے مجھے نہ کجھ ہو جائے چکر کیا ہے ویسے۔ احمد نے اس کے کان کے قریب کہا۔

ضرور لڑکی کا سین ہے بس ہم ہی ہے سنگل بس میں نے سوچ لیا ہے اب میں بھی کسی لڑکی کو گرل فرینڈ بناؤں گا۔وقاص نے جزباتی ہو کر اٹھ کے کہا جس پہ احمد نے زور سے ہاتھ پکڑ کر واپس اپنی جگہ پہ بیٹھایا پاگل ہو گئے ہو سب لوگ ہیں یہاں۔احمد نے دانت پیس کر اس کو لوگوں کا ہوش دلایا کہ وہ اکیلے نہیں۔

تو اور کیا کرو؟وقاص نے پوچھا۔

چپ رہو۔احمد نے اس کو کہا اور ان دونوں سے مخاطب ہوا۔

علیدان زیاد کیا کر رہے ہو تم دونوں موبائل میں۔اس کی آواز پہ زیاد سر اٹھایا اور نا سمجھی سے دونوں کو دیکھا علیدان نے موبائل بند کرتے ٹیبل پہ رکھا۔

کیا بات ہے؟زیاد نے سوال کیا۔

وہی تو پوچھ رہے ہیں اتنے ٹائی م سے یہاں ہم آئے ہیں اور تم دونوں جانے کونسا قارون کا خزانہ دیکھ رہے ہو موبائل میں گم ہو کر۔وقاص نے جل بھن کر کہا۔

سوری۔علیدان نے فورن معزرت کی۔

بس کچھ ضروری کام تھا۔زیاد نے اتنا کہا۔

ہاں کام تو بس تم لوگوں کو ہی ہوتے ہیں اب تو ہم بھی آفس جوائن کرتے ہیں پر تم افففف۔وقاص نے آخر میں اپنے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

جانتے ہیں تم آفس جاتے ہو اور یہ بھی کہ کتنا کام کرتے ہو۔علیدان نے اس کی بات پہ کہا جس پہ وہ ڈھیٹ بن کے مسکرانے لگا

خالا جان کو بہت دنوں سے کانٹیکٹ کر رہا ہوں پر ان کا نمبر بند جا رہا ہے اور ایسا پہلی دفع ہوا ہے۔زیاد نے اچانک سے کہا۔

مصروف ہو گی یا کہیں گھومنے گ ئی ہو گی۔احمد نے کہا۔

مجھے بتا دیتی ہیں۔زیاد نے اپنی پیشانی دو انگلیوں سے مسلی۔

ڈونٹ وری ہو سکتا ہے ان کا موبائل گم ہو گیا ہو۔علید ان نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تسلی دی۔

آئی ہوپ سو کہ کوئی ی اور بات نہ ہو۔زیاد نے گہری سانس لیکر کہا۔

یہی بات ہو گی اور کیا ہو سکتی ہے اور اگر ہوتی تو پتا چل جاتا اسلام آباد اتنا بھی دور نہیں۔وقاص بے بھی اس کو ریلیکس کرنا چاہا۔

کیوں نہ آج شاپنگ کرنے جائے۔احمد نے اچانک شوشا چھوڑا۔

ایک تو تم لڑکیوں کی طرح شاپنگ کرنے میں انٹرسٹڈ ہوتے ہو۔علید ان نے بیزاری سے کہا۔

فضول مت بولوں اور اٹھو سب۔احمد نے تینوں کی جانب دیکھ کر کہا تو سب اٹھ گ ئ ے اور اب ان کو مال جانا تھا۔

تم لوگ جاؤ اندر میں کال پک کرو۔وہ لوگ مال کے اندر داخل ہوئے تو زیاد کے موبائل پہ کال آئی تو اس نے کہا جس پہ وہ سر ہلاتے اندر داخل ہوئے اور زیاد ایک کونے میں جا کر کال سننے لگا جو اس کے مینیجر

کی تھی وہ جیسے ہی کال پہ بات کرتے مڑا تو ایک لڑکی اس کو دیکھی جو ہاتھوں میں شاپنگز بیگ تھامے کھڑی تھی زیاد نے ایک نظر اس کو دیکھا پر اپنے راستے جانے لگا جب وہ دوبارہ اس کے سامنے آئی ی۔

تم نے شاید مجھے پہچانا نہیں پر میں دور سے ہی تمہیں پہچان گ ئی تھی۔اس کی بات پہ زیاد نے سوالیہ نظروں سے دیکھا جو وائی یٹ ٹاپ اور کیپری میں تھی بال کھلے ہوئے تھے اور نفاست سے کیے میک اپ میں وہ بہت خوبصورت اور دلکش لگ رہی تھی مگر زیاد کو وہ ایک آنکھ نہ بھائی ایک اس کا ڈریسنگ سینس اور دوسرا ایسے ہی دھڑلے سے کسی مرد کو مخاطب کرنا۔

نہ میں نے پہچانا اور نہ پہنچان نے میں دلچسپی ہے۔زیاد نے ناگوار لہجے میں کہا۔

مائی سیلف سومل عمران جس کا لاکھوں کی قیمت والا موبائل تم نے ایک جھٹکے میں توڑ ڈالا تھا۔سومل اس کے انداز پہ بُلبلا اٹھی اور ایسا پہلی بار

اس کے ساتھ ہوا تھا جو کسی لڑکے نے اس میں دلچسپی نہ رکھی ہو اور یہی بات اس کی انا کی ٹھیس پہنچا رہی تھی کہ یہ لڑکا جس سے وہ خود مخاطب کر رہی ہے وہ اس کو اکڑ دیکھا رہا تھا۔ دل پتھر کا

از رمشا حسین

آئی سی تو تم اس کے پ ئی سے لینے آئی ی ہو۔ زیاد نے تمسخرانہ مسکراہٹ سے اس کی جانب دیکھا اور جیسے وہ اس کے سامنے آنے کا مقصد جان گیا ہو۔ سومل کا رنگ ایکدم اہانت اور بے عزتی کے احساس سے سرخ ہو گیا تھا اُپر سے زیاد کا مسکرانا اس کو اور جلا رہا تھا۔

تم جانتے نہیں میں ہوں کون ایسے لاکھوں روپ ئی ے تو میں منٹوں میں اُڑاتی ہوں۔ سومل نے غصے سے اس کو جواب دیا

اوریلی۔ صاف مزاق اُڑانے والا انداز

میں تو بس تمہیں یہ یاد دلانے آئی ی تھی کہ اس دن تم نے اچھا نہیں کیا تھا میری سب کے سامنے بے عزتی کر کے اس لیے اس کا بدلا تو میں لیکر

رہوں گی۔ سومل نے دانت پیستے ہوئے کہا اس کی بات پہ زیاد نے آئی برو اپر کی اور اپنی جیکٹ سے والٹ نکال کر ایک کارڈ اس کے اُپر پھینکا۔

جتنا نقصان ہوا تھا وہ پورا کر لینا اور اگر ہو سکے تو اپنے لیے کوئی ڈھنگ کے کپڑے خرید لینا تا کہ تمہارا وجود کوئی اور نہ دیکھے جس کی نمائش کرتی تم دندناتی پھر رہی ہوں۔ زیاد سنجیدگی سے اس کو دوبارہ بے عزت کرتا سیٹی کی دھن بجاتا وہاں سے گزر گیا جب کی سومل کی حالت ایسے ہو گئی جیسے کاٹو بدن میں لہو نہیں اس کا غصے سے برا حال ہو گیا آج پھر وہ اس کی انسلٹ کر گیا اور وہ کچھ نہ کر سکی۔

سومی تم اس سے کیا بات کر رہی تھی۔ زاویار جو سومل کے ساتھ مال آیا تھا وہاں آ کر وہ اپنے لیے شرٹس دیکھنے کچھ دور گیا تھا جب اس کی نظر سومل اور اس کے ساتھ کھڑے لڑکے کو دیکھا اور جب شکل دیکھی تو

فورن سے وہاں آیا مگر تب تک زیاد جا چکا تھا اس لیے وہ سخت لہجے میں سومل سے مخاطب ہوا۔

برو مجھے اس کمینے کو چھوڑنا نہیں ہے۔ سومل ہزیاتی انداز میں چلائی ی۔

کام ڈاؤن گھر نہیں ہو اپنے جو چیخ رہی ہو۔ زاویار نے ناگواری سے کہا۔

وہ مجھے بھیک دے کر گیا ہے مجھے سومل عمران کو۔ سومل نیچے جھک کر کارڈ کی جانب اشارہ کر کے بولی۔

زیاد کو کیسے جانتی ہو تم؟ زاویار نے پوچھا۔

اوو تو زیاد نام ہے اس کا۔ سومل طنزیہ مسکرائی ی۔

جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔ زاویار نے پھر پوچھا تو اس نے ایک ایک لفظ بڑھا چڑھا کر بتایا

تم فکر نہ کرو اس سے تو سود سمیت حساب لوں گا میں اب تو اور بھی بہت سارے حساب نکلتے ہیں۔ زاویار شیطانی مسکراہٹ سے بولا

تو یہ وہی ہے جس نے۔ سومل نے بات ادھوری چھوڑی۔

ہاں بٹ یو ڈونٹ وری وقت آنے دو پھر اس کا غرور نہ توڑا تو کہنا۔زاویا جانے کیا سوچیں بیٹھا تھا مگر سومل نے سوچ لیا تھا وہ اپنا بدلا زاویار پہ نہیں چھوڑے گی۔

زیاد اپنے دوستوں کے پاس آیا تو دیکھا ان کی شاپنگ کمپلیٹ ہو گئی تھی مگر احمد جانے کیا چاہتا تھا جو ایک ایک شرٹ میں ہزار کیڑے نکال رہا تھا۔

احمد کوئی ی بھی شرٹ لو پر یہ کیا تم لڑکیوں کی طرح بیہو کر رہے ہو۔علیدان جو کب سے اس کی بک بک سن رہا تھا بالآخر پھٹ پڑا او قاص دو بیگز پکڑے اور ایک ہاتھ میں لیز کا پیکٹ پکڑے مزے سے لیز کھا رہا تھا اور احمد کی کاروائی ی جانچ رہا تھا۔

بڑا تجربہ ہے تمھیں کہ لڑکیاں اتنے نقص نکالتی ہیں اور کبھی کہتے ہو کہ لڑکیوں کی طرح دلچسپی بات کیا ہے جو ایسا بول رہے ہو ہمیں بھی تو پتا چلے۔احمد جو پہلے ہی اپنی پسند کے مطابق کچھ نہ ملنے پہ بھرا بیٹھا تھا

علیدان کے دوبارہ طنزیہ پہ اس نے پوچھ ڈالا جس پہ وقاص کا زوردار قہقہہ نکلا تھا جب کی علیدان گڑبڑا گیا زیاد ان کی دیکھ کر نفی میں سر ہلاتا بولا۔

دیر ہو گئی ہے اب چلو بھی۔

تم نے کچھ نہیں لینا کیا؟ وقاص نے پوچھا۔

نہیں۔ زیاد یک لفظی جواب دیا۔

تو میری مدد کردو۔ احمد نے منت بھرے لہجے میں کہا تو زیاد نے اپنی پسند مطابق اس کو شرٹس دیکھائی ی وہ اس کو ایک الگ جینس شاپ میں لے گیا تھا جہاں احمد نہیں آیا تھا اور ایک جگہ سے احمد کو شاپنگ کا کریز بھی بہت تھا وہ ڈریسنگ کے معاملے میں پوزیسو ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ شاندار دیکھے اس لیے سوچ سمجھ کہ کوئی ی شرٹ سے لیکر جیکٹ اور جینز پینٹ تک وہ باریک بینی سے دیکھتا تھا باقی مردو کی طرح نہیں کہ جو آئی ی وہ پیک کروائی ی ایسے شاپنگ کرنے کے بعد زیاد کی نظر ایک لیڈیز شاپ پہ ٹک گئی جہاں ایک ڈریس لٹک رہی تھی اس کو دیکھتے ہی زیاد کو

آرزو کا خیال آیا تھا جس پہ اس کے چہرے پہ گہری مسکراہٹ آئی ی
تھی اس نے وہ ڈریس خریدنے کا سوچا اور قسمت میں جب آیا وہ آرزو کو
دے دیگا یہ سوچتے ہی زیاد نے ان تینوں سے کہا۔

تم لوگ پورچ سے میری گاڑی بھی نکالنا میں تب کچھ خرید لوں اچانک
یاد آیا تو۔

تو ساتھ میں چلتے ہیں نہ۔علید ان نے کہا

نہیں تم چلو میں آتا ہوں۔زیاد نے اس کے ہاتھ میں اپنی گاڑی کی چابی
تھمائی ی تو وہ کندھے اچکا کر نکل گ ئ ے ان کے جانے کے بعد زیاد
سیلز مین سے بولا۔

وہ ڈریس پیک کر دے۔زیاد نے گہرے کلر کے ایمبریلا فراق جس پہ
گوٹو کا مشین سے کام کیا گیا تھا اور پورے گلے پہ پھولوں کے ڈیزائ ن
سے شیشے رکھے ہوئے تھے جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرا کرنے کا
ہنر رکھتے تھے اور سلیوس چوڑیدار تھے جس پہ ایک ڈوری تھی اور ایک

شیشہ چھوٹا سا لٹک رہا تھا اس کی طرف اشارہ کیا تو سیلز مین نے فورن سے وہ ڈریس پیک کرنے لگا اور بیگ زیاد کی جانب بڑھایا زیاد بیگ تھام کر اب میچنگ سینڈلز اور جیولری دیکھنے لگا سینڈل زیاد نے نہیں خریدی اس کو پھر کسی وقت کے لیے رکھا جب کی جیولری کے نام پہ اس نے ایک چین لی جس پہ ہارٹ شیپ تھے جو کھلنے پہ دو سائیڈ پہ جاتی تھی زیاد نے اس کو لاک کیا اور جیولر سے کہا

مجھے ان جگہ پہ دو نام کا آرڈر لکھوانا ہے۔

آپ نام بتادے کل تک آپ لے جائی یے گا جیولر نے اس کی بات کہ جواب میں کہا تو زیاد نے مسکرا کر دو نام بتائے

پھر ایک گولڈن کی رنگ لی اپنا بیگ لیکر وہ سرشار سا مال سے نکلا زندگی میں پہلی بار اس نے کسی دوسرے کے لیے شاپنگ کی تھی اور یہ احساس زیاد کے لیے انوکھا اور خوبصورت تھا۔

کیا خریدہ؟ وہ جیسے ہی بیگ پچھلی سیٹ پہ رکھ کے ڈرائی یونگ سیٹ پہ بیٹھا تو علیدان نے پوچھا جب کی وقاص اور احمد الگ گاڑی میں تھے۔

ایسے ہی۔ زیاد نے ٹالا۔

مجھے دیکھاؤ۔ علیدان کو زیاد کی مسکراہٹ مشکوک لگی اور اب تو اس کا بلاوجہ مسکرانا جہاں ان کو سکون پہنچاتا تھا وہی الجھن میں بھی ڈالتا تھا کہ وجہ کیا ہے بناوجہ تو ایسا نہیں ہو سکتا۔

تمہیں دیکھ کے کیا کرنا ہے۔ زیاد نے کہتے ہی گاڑی اسٹاٹ کی جس پہ علیدان کو پکا یقین ہو گیا کہ دال میں کچھ کالا ضرور ہے پر وہ ناواقف تھا کہ پوری دال ہی کالی نہیں بلکہ جلی ہوئی ہے۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

آرزو ایک کام کرنا میرا۔ روشنا اس کے پاس آکر بولی۔

جی بولیں۔ آرزو موبائل سائیڈ پہ کرتی بولی۔

موڈ کیوں خراب ہے؟ روشنا نے تعجب سے پوچھا۔

ایسا تو کچھ نہیں۔ آرزو ہلکا سا مسکرائی ی اس کو روز زیاد کے میسج کی عادت ہو گ ئی تھی جس پہ وہ اس کا حال پوچھتا دوائی ی وقت پہ لینے کا کہتا اور اچھے طریقے سے پٹی چینج کرنے کا کہتا اور زیادہ چلنے پھرنے سے منع کرتا تھا پر آج صبح سے وہ آف لائن تھا وہ بار بار موبائل چیک کر رہی تھی پر اس کو ایکٹو نہ دیکھ کر اس کو اپنے اندر عجیب سی مایوسی محسوس ہوئی ی تھی اور اس نے روشنا سے زیاد کا ذکر نہیں کیا تھا اور نہ اس کو پتا لگنے دیا تھا کہ وہ اس سے بات کرتی ہے پر عاشر کو اس نے بتا رکھا تھا کیوں کی وہ ہر بات اس سے کیا کرتی تھی۔

اچھا وہ کام یہ تھا کہ میں مومل کے پاس جا رہی ہوں تو اماں کو بتانا وہ شاید سامنے والے گھر میں عیادت کے لیے گ ئی ہیں۔ روشنا نے اپنی دوست کا نام لیکر کہا۔

بتا دوں گی پر آپ جلدی کر ئی یے گا کیوں کی اگلی بار بھی آپ نے رات کر دی تھی۔ آرزو نے مسکرا کر کہا

وہ تو منگنی پہ گئی تھی اس کے گھر مگر اس بار ایسے ہی اس نے ملنے بولا یا تو جا رہی ہوں تمہیں تو پتا ہے نہ اس کو زیادہ اجازت نہیں ہوتی گھر سے نکلنے کی۔روشنا نے بتایا۔

او کے خدا حافظ۔ آرزو نے کہا۔

تم اپنا موبائل دے سکتی ہوں میرے موبائل کی چارجنگ ختم ہے اور بجلی ہے نہیں جب آئے تو تم لگا لینا شاید مجھے وہاں موبائل کی ضرورت پڑے۔روشنا نے جاتے ہوئے اچانک سے کہا تو آرزو نے سوکھے لبوں پہ زبان پھیری اس کا دل کیا منع کر دے اگر اس کو پتا چل جاتا تو وہ پھر اس سے دوبارہ ناراض نہ ہو جائے۔

ہاں لیں۔ آرزو نے دل کڑا کر کے موبائل دیا کہ جو ہو گا دیکھا جائے گا اور ویسے بھی ہونے کو تو کچھ بھی ہو سکتا ہے اگر روشنا کو پتا لگ جانا تھا تو لگ جاتا وہ موبائل نہ بھی دیتی تو اس لیے اس نے بنا ہچکچاہٹ سے دی

تاکہ وہ شک نہ کرے پر اس کو نہیں تھا پتا آج کے بعد وہ کبھی زیاد سے رابط نہیں کر پائے گی۔

شکریہ۔روشانے موبائل لیکر مسکرا کر کہا اور اس کا گال چوم کر نکل گ ئی آرزو نے تھک ہار کے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی۔

زرینہ اس بار بہت اچھا رشتہ ہاتھ آیا ہے اور میں نے لڑکے کو بھی دیکھا ہے ماشااللہ بہت پیارا ہے اور انجنی ئی رہے جہیز کی بھی تم فکر نہ کرو۔راشدہ نے زرینہ بیگم سے کہا جو گلی سے گزر کر اپنے گھر کی جانب بڑھ رہی تھی۔

جہیز کی تو فکر نہیں کیوں کی وہ نصیب کی بات ہے ہم بس چاہتے ہیں کہ گھرانہ اچھا اور سلجھا ہوا ہو روشنا خوش رہے۔زرینہ بیگم نے سادگی سے کہا۔

ارے وہی تو تم فکر نہیں کرو زبردست رشتہ ہے روشنا راج کرے گی اور نندوں کا بھی مسئلہ نہیں بس دو بھائی ہیں وہ بھی ایک ماں اور باپ بس۔ راشدہ نے اس کو تسلی کروائی۔

اچھا تو بسم اللہ کرتے ہیں میں ایاز سے بات کروں گی۔ زرینہ بیگم نے خوش ہوتے ہوئے کہا۔

زیاد رات میں سلیپنگ پلز کھا کر گہری نیند میں تھا جب اس کا فون بجنے لگا پر سوئے ہوئے وجود میں ہلکی سی بھی جنبش نہ ہوئی وہ ہنوز گہری نیند میں تھا فون مسلسل بج رہا تھا شاید کال کرنے والا بھی کوئی ڈھیٹ انسان تھا تبھی بار بار کیے جا رہا تھا۔

صبح صادق کے ہوتے زیاد کی آنکھ اپنے وقت پہ کھلی کچھ منٹ تو کسلمندی سے لیٹا رہا پھر اٹھ کر واشروم کی جانب بڑھا وہاں سے واپس آ کر ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑی اٹھائی اور کلائی پہ باندھی اس نے خود کو مرر میں

دیکھا وہ اس وقت سفید کرتا پاجامے میں تھا جس کا استعمال وہ بس نماز پڑھنے پہ ہی کرتا تھا۔

نماز پڑھنے جا رہے ہو؟ وہ جیسے ہی سیڑھیاں اتر رہا تھا اسرار صاحب جو خود نماز کے لیے اٹھے تھے زیاد کو دیکھا تو پوچھا۔

جی۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا

ساتھ میں چلتے ہیں۔ اسرار صاحب نے اس کو تیز تیز قدم اٹھاتا دیکھا تو کہا

اپنے بیٹے کے ساتھ جائے۔ زیاد بنا لحاظ کیے کہتا لائی ونج سے گزر گیا جب کی اسرار صاحب نے دکھ سے اس کی پشت کو دیکھا تھا۔

کچھ پریشان ہو؟ زیاد نماز کے بعد وہی سے بیٹھا تھا جب امام صاحب نے نرمی سے پوچھا وہ بہت وقت سے زیاد کو جانتے تھے کیوں کی زیاد مسجد میں ہی آتا تھا۔

پریشان نہیں ہوں بس ایسے ہی یہاں بیٹھنے کا دل کیا۔زیاد نے جواب دیا۔

اچھی بات ہے۔امام صاجب نرمی سے مسکرائے۔

ایک بات پوچھو؟زیاد نے سوال کیا۔

اجازت کی ضرورت نہیں۔امام صاحب نے مسکرا کر کہا۔

اگر کوئی ی آپ سے لاپرواہ رہے جب آپ کو اس کی ضرورت ہو وہ تب آپ سے دور رہے آپ کی فکر نہ کرے بلکہ اپنے آپ میں مگن ہو اور پھر اچانک سے اس کو اپنی غلطی اور کوتاھیوں کا خیال آجاتا ہے وہ آپ سے معافی مانگتا ہے آپ کی طرف لوٹ آتا ہے اور اپنی محبت کا یقین دلاتا ہے مگر آپ کو اب اس کی ضرورت نہیں ہوتی آپ اپنی زندگی میں آگے بڑھ گ ئی ے ہو اور جس کی آپ کو پہلے ضرورت تھی اس سے اب ک ئی زیادہ نفرت ہو تو کیا کیا جائے؟زیاد نے ایک سانس میں پوچھ ڈالا امام صاحب مسکرائے اور کہا

اگر وہ لوٹ آئے تو اس کا خوشدلی سے استقبال کرو۔

پر آپ کو نفرت ہو اب تو۔ زیاد نے دوبارہ کہا۔

اول تو جس طرح آپ بتا رہے ہیں تو مجھے نہیں لگتا اس سے نفرت ہو گی ہاں وقتی طور پہ غصہ ناراضگی ہو سکتی ہے کیوں کی جب آپ کو ضرورت تھی وہ نہیں تھا اب ہے پر آپ کو ضرورت نہیں تو یہ جان کر اس کو لوٹ آنے کا رستہ دے کہ آپ کی بہتری ہو گی شاید تب آپ اپنی زندگی میں آگے نہ بڑھ پاتے کسی اور پہ ڈپینڈ کرتے اس لیے اللہ نے آپ کو آزمایا اور اکیلے زندگی جینے کا گن سکھایا ہو۔ امام صاحب کی بات پہ وہ کچھ پل بول نہ پایا۔

اس کے علاوہ بھی وہ بہت کچھ کر چکے ہیں اگر وہ معاف کیا جائے اور لوٹ آنے دیا جائے تو جو پہلے وہ کر چکے ہیں نہ وہ نا قابل معافی ہیں۔ زیاد سنجیدگی سے کہتا اٹھ کر جانے لگا۔

ایسا کوئی ی گناہ نہیں جس کی معافی نہیں اگر معاف کرو گے تو آخرت میں معاف کیے جاؤ گے۔زیاد نے مسجد سے نکلتے یہ الفاظ امام صاحب کے سنے تھے پر اس نے کان بند کر دیے۔دوبارہ واپس آکر وہ جلدی سے اپنے کمرے میں آیا تو اس نے موبائل اٹھایا آرزو کا میسج دیکھا تو اس کا موڈ فریش ہو گیا تھا پر تبھی جب کالز پہ نظر پڑی تو وہ حیرت اور کچھ پریشانی بھی ہوئی ی کیوں کی آدھی رات کو اس کے نمبر پہ شجاع غنی جو نور جہاں کے ہسبنڈ تھے اس کی س ؤ سے زیاد کالز تھی اور زیاد کو پتا تک نہ چلا تھا زیاد نے پریشانی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور کال بیک کرنے لگا۔

اسلام علیکم خالو خیریت۔دو تین بیلز پہ کال جیسے ہی اٹھالی گ ئی زیاد نے فورن سے پوچھا۔

رات میں بھنگ پیتے سوئے تھے یا ڈرنک زیادہ کی تھی۔دوسری طرف سے طنزیہ بات سن کر اس نے مٹھیاں بھینچ لی اور کہا۔

پوری بالٹی شراب کی پی تھی اور ایک بڑا ساجگ بھنگ کا بھی پیا تھا اس کے بعد سو گیا تھا اب آپ بتائیں گے اتنی رات کو اتنی ساری کالز کیوں۔ شجاع غنی جو اس کے کالز نہ سننے پہ شرمندہ کرنا چاہتے تھے اس کے جواب پہ صبر کے گھونٹ بھر کے رہ گئے۔

تمہاری خالا کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ شجاع غنی نے بتایا۔

واٹ ایکسیڈنٹ کب کیسے اور آپ مجھے اب بتا رہے ہیں۔ زیاد نے جیسے ہی ان کی بات سنی بھڑک اٹھا۔

آواز دھیمی رکھو زیاد دو دن پہلے ہوا تھا اور بہت سیریس حادثہ تھا ایسے میں اپنا خیال نہیں رہا تمہیں کیسا بتاتا۔ شجاع غنی نے ٹوکا۔

وہ کیسی ہیں اب؟ زیاد نے گہری سانس لیکر پوچھا ماں کے علاوہ ایک خالا ہی تو تھی جس کے وجود سے اس کو ماں کی خوشبوں آتی تھی اور ان کی یہ بات سن کر زیاد کو تکلیف ہونے لگی تھی۔

ابھی بیھوشی میں ہی رکھا گیا ڈاکٹرز کا کہنا ہے ان کا بچنا معجزہ ہے

اورر۔ شجاع غنی چپ ہو گ ئ ے

اور کیا جلدی بولیں۔ زیاد بے چینی سے پوچھنے لگا۔

چہرہ پورہ خراب ہو گیا ہے سرجری کرنی ہو گی اور کیا تمہیں سب فون پہ

بتاؤ یہ باتیں ایسی ہیں کیا اگر آنا ہے تو اسلام آباد آجاؤ۔ شجاع غنی بتاتیں

بتاتیں چڑ کے بولے

ان کی بات پہ زیاد کے اعصاب تن گ ئ ے مگر معاملہ ایسا تھا وہ ضبط

کر گیا۔

میں آتا ہوں۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہتے کال کٹ کر دی اور موبائل پکڑ

کر کجھ پل خاموش کھڑا رہا پھر گروپ میں ایک میسج لکھ کے اپنے جانے کا

علیدان وقاص احمد اور ہمایوں سب کو ایک ساتھ بتایا اور موبائل بیڈ پہ

پھینکنے والے انداز میں رکھا۔

شببیر

شبیر

اپنے کمرے سے نکلتے زیاد سیڑھیوں کے پاس ریلنگ پہ ہاتھ رکھے نیچے دیکھ کر شبیر کو آوازیں دینے لگا۔

جی سر۔ شبیر بوتل میں جن کی طرح نازل ہوا۔

میرے کمرے میں آؤ۔ زیاد کہتے ہی واپس مڑ گیا۔

ہمیشہ گھوڑے پہ سوار رہتا یہ تو۔ سمایا بیگم جو صوفے پہ بیٹھی موبائل یوز کرنے میں مگن تھی زیاد کے ایسے اچانک تیز آواز پہ بولی۔

جانے کیا بات ہے پریشان لگ رہا تھا۔ ماہی بیگم نے ان کی بات نظر انداز کرتے کہا

پریشان کرتا ہے وہ خود نہیں ہوتا۔ سمایا بیگم نخوت سے بولی۔

ہائے موم اینڈ چچی۔ عینی فریش جوس ہاتھ میں پکڑتی بولی وہ شاید جاگنگ سے آئی تھی کیوں کی وہ اس بلیو کلر کے ٹریک سوٹ میں تھی۔ عینی کے سلام کرنے پہ انہوں نے اس کی جانب دیکھا اور گہری سانس لی عینی

کا زیاد کے جیسا ہونا اب کو ایک آنکھ نہیں بھایا تھا ان کو سونیا پسند نہیں تھی اس کے جانے کے بعد ان کو زیاد کو برداشت کرنا پڑا جو ان کی کاپی تھا پھر کچھ سال بعد اپنی بیٹی ہی ویسے پیدا ہوئی ی کیوں کی وہ ہر وقت بس زیاد کو گھر سے نکالنے کا ہی سوچتی تھی جب پریگننٹ ہوئی ی تب بھی ان کو زیاد کی ٹیشن ہوتی کہ اس کو کیسے دور کیا جائے گھر سے اور کہتے ہیں نہ حمل میں انسان جس انسان کو زیادہ دیکھتا ہے یا سوچتا ہے بچہ ویسے ہوتا ہے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا عینی پوری زیاد کی کاپی نکلی تھی جیسے جیسے بڑی ہوتی جا رہی تھی چہرے کے نقوش زیاد سے ملتے جاتے تھے بس آنکھوں کا فرق تھا۔

عینی اسلام علیکم بولتے ہیں۔ ماہی بیگم نے پیار سے اس کو ٹوکا۔

اسلام علیکم چچی۔ عینی نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے کہا۔

وعلیکم اسلام فریش ہو جاؤ ناشتہ ٹیبل پہ لگنے والا ہے۔ماہی بیگم نے مسکرا کر کہا تو عینی نے ایک نظر اپنی ماں کو دیکھا پھر اندر کی طرف بڑھ گئی۔

میری پیکنگ کرو جلدی سے اور میرے سارے ضروری سامان بیگ میں ڈالنا۔زیاد نے شبیر سے کہا اور خود واشروم کی طرف گیا۔

سر میں نے آپ کا سارا سامان پیک کر لیا ہے پر آپ نے بتایا نہیں تھا کتنے دنوں کے لیے اس لیے میں نے بس سات آٹھ سوٹ ہی پیک کیے۔کچھ دیر بعد زیاد نہا کر نکلا تو شبیر نے سر جھکاتے کہا۔

ہمم ٹھیک ہے ضرورت پڑی تو میں وہاں سے خرید لوں گا تم نے میرا بیگ تیار کیا ہے تو جاؤ اس کو میری گاڑی میں رکھ آؤ اور اسٹرونگ بلیک کافی بناؤ۔زیاد اپنے بال ٹاول سے رگڑتے ایک نیا حکم دیا جس پہ شبیر فورن سے بیگ کو لیا اور کمرے سے نکل گیا۔

یہ بیگ کیوں؟اسرار صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

پتا نہیں بس زیاد سر نے کہا ان کی پیکنگ کروں اور پھر بیگ گاڑی میں رکھوں۔ شبیر جواب دے کر وہاں نکل گیا۔

جائے گا دوستوں کے ساتھ آوارا گردی کرنے۔ سمایا بیگم نے اپنا بولنا ضروری سمجھا۔

آپ خاموش رہا کرے۔ اسرار صاحب نے خشمگیں نظروں سے دیکھ کر کہا سمایا بیگم نے غصے سے سر جھٹکا اور ڈائی ینگ ہال کی طرف چلی گ ئی۔

زیاد کہاں جا رہے ہو؟ وہ بھی صبح صبح۔ زیاد کو سیڑھیوں سے اُترتا دیکھ کر اسرار صاحب نے پوچھا۔

اسلام آباد کام سے۔ وجہ بتانا ضروری نہیں سمجھا۔

پر کیوں یوا چانک۔ اسرار صاحب نے پھر پوچھا۔

میری زندگی میں سب کجھ اچانک ہی ہوتا ہے۔ زیاد نے کہہ کے جانے لگا تو شبیر جلدی سے آیا

سر آپ کی کافی۔

مجھے دیر ہو رہی ہے۔ زیاد نے انکار کیا۔

زیاد ناشتہ کر کے جاتے تیار ہے۔ ماہی بیگم نے کہا۔

وقت کم ہے۔ زیاد ان کے پاس آکر کہا اور ان کا ماتھا چوم کر نکل گیا

گاڑی گیٹ سے پار کرتے وقت زیاد ایک وجود کو فراموش کر بیٹھا تھا

جس کو کبھی اس نے اپنی حیات کہا تھا۔

وہ جس کا غرور تھی محبت

وہ جس کا سرور تھی محبت

قید ہے وہ عالم تنہائی میں،

شاید اس کا قصور تھی محبت

یہ کیا بات ہوئی ی کہ زیاد نے بس ایک میسج کیا ہم کو۔ احمد نے تیز آواز

میں کہا۔

زیاد کو جب بھی ہماری ضرورت ہوتی ہے وہ ہمیں کہتا ہی نہیں کچھ۔ ہمایوں بھی سخت خائف تھا وہ سب گرائی ونڈ پہ بیٹھے تھے۔

پریشان ہو گا فلحال دوبارہ بات ہو گی اس سے تو پوچھ لیں حالات اور ایڈریس بھی۔ علیدان نے کہا۔

پر ایسا اچانک ایکسیڈنٹ اور زیاد بھی کہتا تھا نہ کہ خالہ جان سے کانٹیکٹ نہیں ہوا تو مطلب یہ وجہ تھی۔ وقاص نے ایک اور نقطہ نکالا۔

بس اللہ خالا کو اچھی صحت دے۔ ہمایوں نے دعائیہ انداز میں کہا۔

آمین۔ سب نے ایک آواز میں کہا۔

تم آج کل مس حجابن کا دیدار کرنے نہیں جاتے۔ وقاص نے علیدان کو چھیڑا۔

میں اس ٹاپک پہ کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔ علیدان سنجیدگی سے بولا۔

ویسے وہ آج آئی ہی نہیں۔ وقاص باز نہیں آیا۔

☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼☼

تم نے میرا یقین توڑ دیا آرزو۔ روشنا افسوس موبائل کی جانب دیکھ کر بولی

وہ اپنی دوست کی طرف سے واپس آکر اپنے کمرے میں آئی ی تھی

آرزو کو موبائل دینا چاہا پر اس کا کمرہ لوک تھا اندر سے تو وہ واپس آگ ئی

تھی آرزو کی موبائل پہ پاسورڈ نہیں ہوتا تھا روشنا نے جیسے ہی موبائل

استعمال کرنے لگی تو زیاد اور آرزو کو رابطے میں دیکھ کر اس کو بے یقینی سی

ہوگ ئی اس کو امید نہیں تھی آرزو اس کو دھوکہ دے گی اس کے لیے

تو دھوکہ دینے والی ہی بات تھی پر اس نے سوچ لیا تھا اب کیا کرنا اگر وہ

اب آرزو پہ غصہ ہوتی تو ڈر تھا کہ وہ اس سے باغی ہو جاتی اس لیے ابھی

اس نے انسٹا گرام سے لیکر فیس بک اور واٹس ایپ سے بلاک کر دیا اور

کونٹیکٹ لسٹ سے بھی وہ اپنی کروائی ی پہ کافی مطمئن ہوگ ئی جیسے

موبائل فون پہ بلاک کرنے کے بعد سب ختم ہو جائے گا ان کی گفتگو کافی

نارمل ہی تھی جس میں بس آرزو ہی بات کر رہی تھی زیاد بس سن رہا تھا

اس کو چیٹ پڑھتے وقت کچھ بھی غلط میسج نہیں ملا پر جانے کیوں اس کو

زیاد سے خطرہ محسوس ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ چاہتی تھی کہ آرزو اس سے دور رہے۔

آپی آپ کب آئی ی؟ آرزو روشنا کے کمرے میں آ کر بولی۔

بہت ٹائی م ہو گیا اب تو۔ روشنا نے نارملی لہجے میں کہا آرزو نے غور سے روشنا کا چہرہ دیکھا اس کے چہرے کے تاثرات نارمل دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا کہ چلو ان کو پتا نہیں لگا۔

میرا موبائل دینگی مجھے مہک سے بات کرنی تھی۔ آرزو بیڈ پہ بیٹھ کر بولی۔

ہاں یہ لو۔ روشنا نے سائی یڈ سے موبائل اٹھا کر دیا۔ آرزو نے چیک کیا تھا زیاد کا کوئی ی میسج تھا اس نے لب دانتوں تلے کچلے جانے کیوں اس کو انتظار تھا اور زیاد پتا نہیں کہاں غائی ب تھا۔

میں کمرے میں جا رہی ہوں اپنے اور سوچا ہے کل سے اسکول جانا بھی شروع کروں۔ آرزو اٹھتے ہوئے بولی

ہاں اگر گھٹنے پہ لگی چوٹ ٹھیک ہو گئی ہے تو جانا چاہیے۔روشانے اس کی بات پہ اتفاق کیا۔

اماں آج رات کھانے میں کیا ہے؟ آرزو لائی ونج سے گزر رہی تھی تو زرینہ بیگم کے پاس آئی جو سبزی کاٹ رہی تھی

آلو گوبی۔زرینہ بیگم نے جواب دیا۔

واہ عاشر کو بہت پسند ہیں آلو گوبی آپ کے ہاتھ کے۔ آرزو پر جوش آواز میں بولی۔

تو دے آنا اس کو یا پھر رات کو اس یہاں آنے کا کہنا۔زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

اس کو کہوں گی آئے۔ آرزو اٹھتے ہوئے بولی اور عاشر کو کال کرنے لگی۔

اسلام علیکم۔عاشر نے کال اٹھاتے ہوئے کہا۔

وعلیکم اسلام رات کو ہمارے گھر آنا۔ آرزو نے مزے سے کہا۔

کیوں کیا ہوا؟ عاشر نے سوال کیا۔

کیا مطلب کیوں کیا ہوا اماں نے آج آلو گوبی بنائے ہیں تمہیں پسند ہیں نہ اس لیے کہا۔ آرزو نے بتایا۔

اوواہ۔ عاشر خوش ہوا

ہاں آلو کھاؤ تا کہ شکل بھی آلو جیسی بنے۔ آرزو نے چڑانے کے غرض سے کہا۔

جیسی تمہاری ہے۔ عاشر نے ہنس کے کہا۔

خبر دار جو میری پیاری شکل کو آلو کہا تو۔ آرزو تنک کر کہا

تو اور کیا کہوں؟ عاشر نے پوچھا۔

آرزو کہو بس۔ آرزو نے دانت پیستے ہوئے کہا اور کھٹاک سے فون بند کیا جب کی عاشر اس کے کال رکھنے پہ دیر تک ہنستا رہا۔

زیادہ رات کے وقت اسلام آباد پہنچ گیا تھا وہ سیدھا ہوسپٹل آیا تھا اور ریسپشن سے نور جہاں کا پوچھا ریسپشن پہ کھڑی لڑکی نے روم نمبر بتایا تو

زیاد جلدی سے اس طرف آیا جہاں شجاع غنی کوریڈور میں کھڑے تھے۔

کچھ بتایا ڈاکٹرز نے ؟زیاد جلدی سے ان تک پہنچ کر بولا۔

چہرہ پورہ خراب ہو گیا ہے اور ٹانگوں سے بھی ابھی وہ معزور ہو گ ئی ہے پر ٹھیک ہونے کے امکان ہے اگر علاج اچھے سے ہو تو۔ شجاع غنی نے بتایا۔

تو واٹس پروبلم آپ کہہ رہے ہیں دو دن پہلے تو یہ ڈاکٹرز اتنے ٹائی م سے جھک مار رہے تھے کیا اگر یہ ٹھیک علاج نہیں کر سکتے تو بتا دے ہم کسی اور ہوسپٹل میں ان کو لے جائے گے یا کسی اور ملک۔ زیاد تیز آواز بولا۔

اتنی جلدی اپنا ٹیمپر لوز مت کیا کرو زیاد اور ہم ہوسپٹل میں ہیں مائی ینڈ اٹ اور دوسری بات کہ وہ کیا کر رہے ہیں تو سنو وہ نور کو اس لیے ہوش میں نہیں لا رہے تا کہ ابھی پر سکون ہو وہ اس کنڈیشن میں نہیں کہ

ہوش میں لائے جائے۔ شجاع غنی ایک ایک لفظ چبا کے بولے جس پہ زیاد بس ہو نہہ کرتے رہ گیا اور بینچ پہ سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھ گیا۔

یہ نور جہاں کے ڈاکٹر ہیں۔ شجاع غنی نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر بتایا زیاد نے جلدی سے اٹھ کر ڈاکٹر سے مخاطب ہوا جو ابھی اپنے کیبن سے آرہے تھے۔

ڈاکٹر ہاؤ از شی؟

شی از آؤٹ آف ڈینجر۔ ڈاکٹر نے پہلے تو نا سمجھی سے اس کو دیکھا پھر جب شجاع غنی نے اپنی طرف اشارہ کیا تو کہا۔

اوکے بٹ ان کو ہوش کب آئے گا۔ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ویل میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ فیصلا کرلیں ہمیں ان کی سرجری کرلینی چاہیے ورنہ ان کی جان کو خطرہ بھی ہو سکتا ہے کیوں کی نشہ آور دوائی یاں ہم زیادہ مقدار میں دینگے تو جان جانے کا خطرہ ہے۔ ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں بولیں۔

تو انتظار کس بات کا آپ سرجری شروع کرنے ان کے چہرے کی اور اگر پیروں کا آپریشن کرنا ہے تو وہ بھی۔ زیاد کو ان کی بات سمجھ نہیں آئی ی اس لیے فورن سے کہا۔

مسٹر شجاع سے ہم نے کہا تھا پر انہوں نے فیس جمع نہیں کرائی ی۔ ڈاکٹر نے شجاع غنی کی جانب اشارہ کیا تو زیاد نے افسوس سے ان کی طرف دیکھا پھر ڈاکٹر سے بولا۔

آپ مجھے میری خالا کی فائی ل بھی دیکھائے اور سارے بلز بھی بتائے بس اب آپ سرجری کرنے میں اور ٹائی م ویسٹ نہ کریں۔

اوکے میں آپ کو بتاتا ہوں کچھ دیر میں۔ ڈاکٹر اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھتا بول کے جانے لگا۔

ہمارے بزنس کا بہت لوسٹ ہوا ہے بہت لون بھی لیا ہے میرے ایسے حالات نہیں کہ میں فیس جمع کرواتا یا سرجری کے لیے پ ئی سے جمع کرواتا۔ شجاع غنی نے ڈاکٹر کے جاتے ہوئے وضاحت دی۔

چاہے پھر وہ جان سے چلی جاتی بیھوش رہ رہ کر۔زیاد تلخ ہوا

بیوی ہے میری پر میں مجبور تھا۔شجاع غنی کو زیاد کی بات پسند نہیں

آئی ی۔

ایکسیڈنٹ کیسے ہوا اور خالا جان کہا تھی اس وقت آپ ساتھ کیوں نہیں

تھے ؟زیاد نے سنجیدگی پوچھا۔

اپنے بوتیک سے واپسی پہ گاڑی ٹرک سے ٹکڑائی ی اور اتنا برا حادثہ

ہوا۔شجاع غنی نے گہری سانس بھر کے بتایا۔

تم کیوں اداس ہو؟مہک نے آرزو سے پوچھا جو کلاس ختم ہونے کے بعد

بے دلی سے کتابیں اندر ٹھونس رہی تھی۔

مجھے بھی شک گزرا کہ آج میڈم آرزو اداس ہیں اور ہمارے لیے یہ بہت

لیٹسٹ نیوز ہے۔ردہ نے اس کو چھیڑا۔

اداس تو نہیں بس بہت ٹائی م بعد اسکول آئی ی ہو نہ اس لیے۔ آرزو نے جواب دیا۔

جو بھی پر یہ سنجید گی تم پہ بلکل سوٹ نہیں کرتی۔ مہک نے اس کے گال کھینچ کر کہا۔

ہاں نہ تم بس جو کر ہی بنا کرو۔ سومل اپنی دوست کے ساتھ آکر اس کا مزاق اُڑایا۔

کتنی ویلی ہو نہ تم یا پھر عزت نفس نہیں جو ہر بار آجاتی ہو بے عزت ہونے۔ آرزو نے جیسے افسوس کیا۔

تم ہو کیا جو مجھے اس انداز میں بات کر رہی ہوں میں تمہارا منہ توڑ دوں۔ سومل اس کی بات پہ آگ بگولا ہوئی ی

اور میں تمہارا ہاتھ توڑ دوں گی جو میری طرف آئے گا۔ آرزو نے وارن کرنے والے انداز میں کہا ردہ پریشانی سے ان کی جانب دیکھ رہی تھی جب کی مہک کا جیسے پسندیدہ شو چل رہا ہو۔

آپ پلیز جائے۔ ردہ نے صلح انداز میں کہا جب کی سومل کھا جانے والی نظروں سے آرزو کو دیکھ رہی تھی جو اس کے اس طرح دیکھنے پہ آنکھ ونک کر گئی تھی۔

مجھ سے پنگا مت لیا کرو اگر میں بدلا لینے پہ آئی نہ تو پچھتاؤ گی۔ سومل نے اس کو دھمکی دی۔

ہائے میں تو ڈر گئی آپ بدلا لینے پہ مت آئیے گا مس کبوتری۔ آرزو نے ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے آخر میں اس کے پتلے ہونے پہ چوٹ کر کے کہا۔

ہاہاہا۔ آرزو کی آخری بات پہ ان کے پاس والی ڈیسک پہ بیٹھی لڑکیاں ہنسنے لگی۔

اور تم خود کیا ہو ڈریمون۔ سومل نے غصے سے غراتے ہوئے کہا۔

ڈریمون زبردست ہوتا ہے۔ آرزو نے بنا اثر لیے کہا۔

سومی چھوڑو باہر چلو۔ سومل کی دوست نے اس کا بازوں پکڑتے ہوئے کہا۔

تمہیں تو میں بعد میں دیکھ لوں گی۔ سومل دانت پیستے ہوئے بولی۔

شوق سے دیکھنا اور فرصت سے۔ آرزو نے پیچھے سے ہانک لگائی ی۔

اب بس کرو۔ ردہ نے اس کے بازوں پہ تھپڑ مارا۔

کیا بس کرو وہ بلاوجہ لڑنے آجاتی ہے اور تم کہتی ہو کہ میں بس کروں۔ آرزو اب اس پہ چڑھ ڈوری۔

ایسے لوگوں کہ منہ نہیں لگنا چاہیے اور ہم پڑھنے آتے ہیں لڑنے یا دشمن بنانے نہیں۔ ردہ نے نرمی سے سمجھایا۔

تمہارے جیسی دوست اس کو بھی ہوتی جو سمجھاتی یہ باتیں پر میں خود اس سے نہیں لڑتی اس کو شوق ہوتا ہے میرے سے پنگا لینے کا۔ آرزو نے سر جھٹکا۔

تم نظر انداز کرنا دوبارہ۔ ردہ نے پھر کہا۔

سومل کا جانے کا مسئلہ ہے جو ہر بار آجاتی ہے بحث کرنے۔ مہک نے ناک سکوڑی۔

اب سومل نامہ ختم کرو۔ آرزو نے برا منہ بنایا۔

اوکے بوس۔ ردہ مہک دونوں نے ساتھ کہا تو وہ ہنس دی۔

دوستی کے بازار میں دولت نہیں دیکھی جاتی
پیار ہو جائے تو صورت نہیں دیکھی جاتی
ایک دوست پہ لٹا دو اپنا سب کچھ
کیوں کی اگر پسند ہو تو قیمت نہیں دیکھی جاتی۔

ناجانے کیا ہے تم سے واسطہ
چہرہ تیرا یہ نگاہوں پہ چھایا۔۔۔۔۔۔
میں چل دیا ہوں تیرے پیچھے بن کے سایہ
پاکیزگی ہے اداؤں میں تیری

چوکھٹ پہ تیری میں دل رکھ آیا

اب توں تھامے یا چھوڑے اب

توجوڑے یاتوڑے دل میرا

مجھ سے بولے کوئی ی تو ہے تم سے

رابطہ ناجانے کیاہے تم سے واسطہ

بھائی ی آپ کوڈیڈ بولا رہے ہیں۔علیدان اپنے کمرے میں لیٹا گانا سن رہا تھاجب حفصہ دروازہ نوک کر کے اندر آکر بولی علیدان نے موبائل پہ چلتا گانا بند کیا۔

کہاں ہیں ڈیڈ ؟علیدان اٹھ کر سلپر پہنتا پوچھنے لگا۔

اسٹڈی میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔حفصہ بتا کر جانے لگی علیدان بھی اسٹڈی روم میں داخل ہوا۔

اسلام علیکم ڈیڈ آپ نے بولایا۔علیدان چی ئ رپہ بیٹھا پوچھنے لگا۔

ہم زیاد کے بارے میں کچھ بات کرنی تھی۔ اسد اللہ صاحب نے ہاتھ میں پکڑی کتاب ٹیبل پہ رکھ کر کہا

زیاد کے بارے میں کیا بات کرنی ہے ؟علید ان ہم تن گوش ہوا۔

میں نے اس کے ساتھ کچھ مہینے پہلے کونٹریکٹ کیا تھا مگر زیاد کی ہر دفع کانفرنس روم میں غیر موجودگی اور غیر دماغی کی وجہ سے پہلے پروجیکٹ ہمارے ہاتھ سے نکل گ ئی ے ہے اب جب کی تم کالج کے بعد آفس آتے ہو تو اس کو سمجھانا کہ اگر ایسا ہی رہا تو میں کونٹریکٹ ختم کر دوں گا اور اس کو بہت نقصان ہو گا کیوں کی وہ ابھی نیا ہے اس لیے اس کو کہنا کے اپنی کمپنی ڈوب نے سے بچائے۔ اسد اللہ صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

زیاد میٹنگ روم میں نہیں ہوتا تھا پر وہ تو کالج سے چھٹی کرلیتا تھا جب جب میٹنگ ہوتی تو۔علید ان حیرت سے بولا۔

آفس میں ہوتا ہے اپنے کانفرنس روم میں میٹنگ اٹینڈ کرنے آجاتا ہے مگر پھر کوئی ی کال یا میسج آتا ہے تو میٹنگ ادھوری چھوڑ کر نکل جاتا ہے۔ اسد اللہ صاحب خائی ف نظر آرہے تھے

ابھی تو وہ اسلام آباد ہے آئے گا تو بات ہو گی اس سے اور مجھے آپ کو بتانا تھا میں بھی اسلام آباد جاؤں گا شاید اس کو ہماری ضرورت ہو۔ علیدان نے کہا۔

اسلام آباد خیریت؟ اسد اللہ صاحب نے پوچھا۔

ہاں اس کی خالا نور جہاں ہے نہ ان کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے تو وہ کل سے اسلام آباد ہے۔ علیدان نے بتایا۔

اللہ ان کو صحت دے۔ اسد اللہ صاحب نے دعا کی۔

آمین۔

یہ ان پیپرز پہ سائن کر دے۔ڈاکٹر نے شجاع غنی کے سامنے کچھ پیپرز رکھے۔

سائن کیوں۔زیاد نے سوال کیا۔

کل رات ان کی حالت بہت بگڑ گئی تھی ایسے میں ان کا آپریشن کرنا خطرناک ہو سکتا ہے پر اور کوئی آپشن بھی نہیں اگر ہم نے مزید دیر کی تو اور زیادہ خطرہ ہو سکتا ہے ان کی جان کے لیے۔ڈاکٹر نے بتایا۔

اور سرجری؟شجاع غنی نے سوال کیا۔

وہ ایک ہفتہ بعد ہم نے آمریکا کے ڈاکٹرز سے رابطہ کیا ہے ان کو آنے میں اتنا وقت لگ جائے گا۔

میری خالا جان کو ہوش آجائے گا نہ آپریشن کے بعد۔زیاد نے پوچھا۔

ہاں ان کو نشہ آور دوائیوں کا ڈوز کم کر لینگے اور آئینہ ہم دیکھائیں گے نہیں ان کو تو وہ ہسٹریک بھی نہیں ہو گی۔ڈاکٹر نے اب کی مسکرا کر کہا۔

ان کو جلدی ٹھیک کر دے۔ زیاد نے کہا پھر انہوں نے پیپر ز دی ئے تو شجاع غنی نے سائن کر دی ئے تو ڈاکٹر ز اپنے کام میں لگ گ ئے۔

آپ سے کچھ بات کرنا تھی۔ زرینہ بیگم نے ایاز صاحب سے کہا۔

ہاں کہوں۔ ایاز صاحب نے اجازت دی۔

راشدہ بتا رہی تھی روشنا کے لیے رشتہ بہت اچھا ہے لڑکا انجنی ئر ہے۔ زرینہ بیگم نے خوش ہو کر بتایا۔

پہلی بار والا کیسا تھا اگر اس بار بھی ایسا ہوا تو۔ ایاز صاحب نے خدشہ ظاہر کیا۔

ہر بار تو ایسا نہیں ہو سکتا نہ اور دیکھنے میں کیا حرج ہے ایک نہ ایک دن شادی تو کروانی ہے نہ ہم نے روشنا کی۔ زرینہ بیگم نے تسلی آمیز لہجے میں

کہاتوانہوں نے بس ہنکارہ بھرا جب کی اپنے کمرے میں جاتی روشنا نے ان کی یہ باتیں سن لی تھی۔

آپ یہاں سوئی ی نہیں ابھی تک ؟ آرزو جو اپنا کورس پڑھ رہی تھی روشنا کو اپنے کمرے میں آتا دیکھا تو پوچھا۔

سونے والی تھی سوچا تمہیں دیکھ لوں۔روشنا سنجیدگی سے بولی۔

کوئی ی بات ہوئی ی ہے ؟ آرزو نے اندازہ لگایا۔

بس اماں کو میری جلد سے جلد شادی کروانے کی جلدی ہے۔روشنا بیزار ہوئی ی۔

آپ کو کس نے کہا؟ آرزو سیدھی ہو کر بولی۔

ایسے ہی کانوں میں آواز پڑگ ئی اماں بابا کو بتا رہی تھی لڑکا انجن ئی یر ہے۔روشنا نے بتایا۔

کیاپتا اب کی بار بات بن جائے۔آرزو نے پر سوچ لہجے میں کہا۔

شاید پر ابھی میں شادی نہیں کرنا چاہتی اپنی پڑھائی ی مکمل کرنا چاہتی ہوں۔ روشنا نے مس ئی لا بتایا۔

توں اگر بات بن جائے تو آپ لڑکے سے کلی ئی رکر دینا کہ شادی کے بعد آپ پڑھائی ی جاری رکھ ئی ے گی یا ابھی بس منگنی اور شادی پڑھائی ی کے بعد۔ آرزو نے چٹکی بجا کر حل دیا۔

ہاں یہ ٹھیک ہے تم نے میری آدھی پریشانی دور کر دی۔ روشنا نے آرزو کو گلے لگا کر کہا تو آرزو مسکرا دی۔

دوماہ بعد

کس کو کال کیے جا رہے ہو کوئی ی پریشانی ہے تو بتاؤ ؟علید ان نے کافی کا مگ زیاد کی طرف بڑھا کر پوچھا۔

نہیں ایسے ہی۔ زیاد نے ٹالنے والے انداز میں کہا ورنہ وہ تھا تو بہت پریشان شروع میں جب وہ نیا اسلام آباد میں آیا تھا تو کچھ دن بعد جب وہ

کچھ فارغ ہوا تھا تو اس نے پہلی کال آرزو کو کی تھی جب اس کا نمبر مصروف لگا تھا کئی بار ایسے ہونے پہ اس کو اندازہ ہو گیا کہ اس کا نمبر بلاک کیا گیا ہے کیوں یہ اس کو پتا نہیں تھا پر اتنا اس کو یقین تھا کہ آرزو نے نہیں کیا ہو گا روشنا کا کیا دھرا ہو گا وہ روشنا سے تنگ ہو گیا تھا جو بلاوجہ اس کے گلے کی ہڈی بن گئی تھی پھر اس نے کئی نمبرز سے اور آئی ڈی بدل کر آرزو سے رابطہ کرنا چاہا پر اس کا نمبر ہی بند تھا جو اس کو اور پریشان کرنے کے لیے کافی تھا اور ستم گری تو یہ تھی کہ وہ کراچی جا بھی نہیں سکتا تھا نور جہاں کو ابھی اس کی ضرورت تھی انہوں نے بہت بار کہاں بھی تھا کہ واپس چلا جائے شجاع غنی ہے پر زیاد نے اٹل انداز میں کہا تھا جب تک ان کے چہرے کی سرجری نہیں ہو جاتی وہ ان کے ساتھ ہی رہے گا جس پہ نور جہاں نے کوئی بحث نہیں کی اب ان کو آمریکا جانا تھا سرجری کے لیے جس کا انتظام زیاد نے کر لیا تھا مگر سرجری ہونے پہ چار سے پانچ ماہ لگ سکتے تھے پر زیاد اپنا ہر کام چھوڑے

ان کے ساتھ تھا اور اب اگر اس کو کچھ پریشانی تھی تو بس آرزو کی جس کی آواز اس نے دو ماہ سے نہیں سنی تھی جس کی وجہ سے اس کا دل بے قرار اور بے چین تھا مگر وہ فلحال صبر کرنے کے علاوہ کچھ اور کر بھی نہیں سکتا تھا۔

تم ہم سے باتیں چھپانے لگے ہو۔علیدان کافی کا گھونٹ بھرتا تلخ سے مسکرایا۔

علیدان بیوقوفوں والی بات مت کرو ایسا کچھ نہیں میں کیوں تم لوگوں سے کچھ چھپاؤ گا۔زیاد کو علیدان کی بات بلکل پسند نہیں آئی ی تبھی وہ بھڑک اٹھا۔

ہم سب دو ماہ سے یہاں ہیں زیاد اور ہم دیکھ سکتے ہیں تمہارا یہ بے رونق چہرہ اور موبائل پہ ہلکی سے میسج کی ٹون پہ کیسے تم بے قرار ہو کر موبائل کی طرف دیکھتے ہو آدھی رات تک لان میں ٹہلتے کسی کو کال کرنا پھر

غصہ ہونا یہ سب کیا ہے پھر تم ہی بتادو۔علیدان نے بھی تیز آواز میں پوچھا۔

میں بس آفس کا کام دیکھتا ہوں اور کوئی ی ضروری ای میلز۔زیاد نے کمزور سی وضاحت کی جس پہ علیدان ذرا بھی مطمئن نہیں ہوا۔

کل ہم کراچی کے لیے نکلے گیں۔علیدان نے بتایا۔

اچھا ہے میں نے تو پہلے ہی کہا تھا جاؤ تم لوگوں کا کام رک گیا ہے پر تم چاروں میں سے کسی نے میری نہیں سنی۔زیاد نے جواباً کہا۔

ارادہ تو ہمارا آمریکا تمہارے ساتھ آنے کا تھا مگر وہاں بہت وقت لگتا اور ہمارا ویسے ہی کالج میں لاسٹ ای ئی رہے تو بس پھر چکر لگائی یں گیں۔علیدان نے کہا۔

ٹھیک۔زیاد نے بس اتنا کہا فلحال اس کا دماغ کہیں اور تھا علیدان نے زیاد کی طرف دیکھ کر گہرا سانس لیا اس کو اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی ی بات

ضرور ہے جو زیاد کو اندر ہی اندر کھا رہی ہے پر وہ شاید بتانا نہیں چاہتا یا کوئی ی اور بات تھی۔

یہ تینوں نہیں نظر آرہے کہاں گ ئ ے ہیں؟ کچھ توقف کے بعد علیدان نے کہا۔

ہو سپٹل گ ئ ے ہیں میں بھی بس یہاں فریش ہونے آیا تھا۔ زیاد نے جواب دیا۔

-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-☀-

آرزو کے امتحان قریب تھے جس میں وہ ابھی بس پڑھائی ی میں مگن تھی روشانے اس سے موبائل لے لیا تھا یہ کہہ کر کے امتحان ختم ہونے کے بعد واپس کرے گی جس پہ آرزو نے بس سر ہلایا تھا روشنا کا رشتہ انجنی ئ ر فراز سے ہو گیا تھا پر باقاعدہ طور پہ منگنی نہیں ہوئی ی تھی روشنا نے اپنا مدعا فراز کے سامنے پیش کیا تھا جس پہ اس کو کوئی ی احتراز نہ تھا روشنا کو کافی سلجھا ہوا لگا اور اس کے ماں باپ بھی جس پہ وہ مطمئن

تھی انون نمبر سے میسج آنا بھی بند ہو گئی تھی جو اب اس کو یاد بھی نہیں تھی عاشر اب انٹری ٹیسٹ کی تیاری میں تھا ڈاکٹر بننا اس کا سب سے بڑا خواب تھا وہ رات دیر تک جاگتے پڑھنے میں مگن ہوتا۔

آپی میرا نیوی بلیو ڈوپٹہ آپ کے کپڑوں میں تو نہیں آیا؟ آرزو روشنا کے کمرے میں آکر پوچھنے لگی۔

پتا نہیں تم الماری میں چیک کرو۔ روشنا نے اسائیمنٹ لکھتے مصروف انداز میں کہا

یہ رہا۔ آرزو نے الماری کا پٹ کھولا تو سامنے ہی اس کا ڈوپٹہ لٹک رہا تھا اس کو تھامتی وہ پرجوش ہوتی بولی

خیر ہے کہیں جا رہی ہو کیا جو ڈوپٹے کا خیال آیا؟ روشنا نے سوال کیا کیوں کی عام طور پہ آرزو گھر میں ڈوپٹہ نہیں پہنتی تھی۔

نہیں وہ تو نماز پڑھنے لگی ہوں نہا کر آئی ی تو پتا چلا میں نے جو ڈریس پہنا ہے اس کا ڈوپٹہ ہی نہیں۔ آرزو نے ڈوپٹہ نماز کے اسٹائیل میں پہن کر کہا۔

مغرب کی آذانیں آگ ئی ہے اور میں یہاں سر کھپا رہی ہو۔ روشنا بھی اٹھتے ہوئے بولی۔

آپ بھی وضو کرے میں تو چلی اپنے کمرے میں۔ آرزو مسکرا کر کہتی اپنے کمرے میں آئی ی۔

دانی سے بات ہوئی ی تھی کل آرہا ہے وہ۔ ڈنر کرتے اسد اللہ صاحب اپنی بیگم سے بولیں۔

چلو اچھا ہوا خود ہی آرہا ہے ہم کہتے تو خوامخواہ کا اعتراض کرتا کہ ہم اس پہ پابندی کرتے ہیں وہ لڑکا ہے تب بھی۔ نرما بیگم ہنس کر بولی۔

نالائق پھر بھی دوماہ لگا کر آئے گا۔ اسد اللہ صاحب نفی میں سر ہلا کے کہا۔

ڈیڈ زیاد بھائی ی کو شاید ان کی ضرورت ہو گی اور آپ تو جانتے ہیں ان پانچوں میں جب کوئی ی پروبلم میں آتا ہے باقی سب بھی اپنا کام چھوڑ کر اس کے ساتھ لگ جاتے۔ حفصہ نے فورن سے اپنی بھائی ی کی طرفداری کی۔

یہ تو صحیح کہا پر آفس کا کام جو اس نے خود پہ سونپا ہے وہ بھی تو کرنا ہے نہ کاروبار ایسے تو نہیں چلتا نہ۔ اسد اللہ صاحب نے چکن منہ میں ڈالے کہا۔

کاروبار کے علاوہ بھی سوچ لیا کرے اب ہمیں علید ان کی شادی کر دینی چاہیے میری تو سنتا نہیں آپ بات کرے تو شاید اس کے دماغ میں کوئی ی بات آئے۔ نرما بیگم نے کہا۔

واؤ بھائی ی کی شادی مطلب بھابھی ہمارے گھر آئے گی اور ہماری فیملی میں ایک فرد کا اضافہ ہو گا۔ حفصہ چہک کر بولی۔

ہاں پر تمہارا بھائی ی مانے تب نہ وہ تو شادی کے نام پہ ایسے بھاگتا ہے کہ نہ پوچھو۔ نرما بیگم نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔

وہ اس لیے کیوں کی ان کے سب فرینڈس بیچلر ہیں اس لیے بھائی ی بھی شادی کا نہیں سوچا۔ حفصہ نے اندازہ لگایا۔

اب کیا شادی بھی وہ ایک ساتھ کرے گیں۔ اسد اللہ صاحب ناگواری سے بولیں۔

حفصہ نے جسٹ بات کہی آپ تو خوامخواہ ہی ناراض ہو جاتے ہیں دانی پہ۔ نرما بیگم نے برا مانتے ہوئے کہا۔

ہمم آئے تو بات کرینگیں۔ اسد اللہ صاحب پر سوچ لہجے میں بولیں۔

امی لڑکی ڈھونڈنا شروع کرے۔ حفصہ نے شوخ لہجے میں کہا تو وہ دونوں مسکرادی ئی ے۔

❤❤❤❤❤❤❤

تم کیوں اتنے ضدی ہو زیاد میرے ساتھ آنے پہ تمہارا ٹائم ویسٹ ہو گا بہتر یہ ہے کہ تم بس فون کال پہ رابطہ کرنا۔ نور جہاں نے ایک بار پھر اس کو قائل کرنا چاہا زیاد نے گہری سانس لیکر ان کی طرف دیکھا جہاں ان کا پورہ چہرہ پٹیوں سے جکڑا ہوا تھا بس آنکھیں اور ہونٹ ہی نظر آرہا تھا۔

یہ آپ کی خود کی سوچ ہے ورنہ میں نہیں سوچتا ایسا اور نہ سچ میں ایسا ہے کہ میرا ٹائم ویسٹ ہو گا آپ کو لگتا ہے کہ میں آپ کو اس حالت میں اکیلا چھوڑو گا؟ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

اکیلی کہاں ہوں شجاع ہے نہ۔ نور جہاں نے کمزور آواز میں کہا۔

ان کی تو بات ہی نہ کرے ان کے آسرے پہ ہو گئی آپ کی سرجری اور ہو گئی آپ پہلے کی طرح ٹھیک ٹھاک۔ زیاد کا لہجہ مزق اُڑانے والا ہو گیا۔

غلط بات ہے زیاد بڑے ہیں تم سے اور خالو بھی۔ نور جہاں ٹوکا۔

تو آپ بار بار مجھے نہ آنے کا کہنا چھوڑ دے کیوں کی جب تک پہلے کی طرح صحتمند نہیں ہو جاتی میں سائے کی طرح آپ کے گرد منڈلاؤ گا۔ زیاد نے پیار سے ان کی طرف دیکھ کر کہا تو نور جہاں کی آنکھیں نم ہو گئی۔

تمہارے جیسا بھانجا اللہ سب کو دے خوش نصیب ہو گی وہ لڑکی جس سے تمہاری شادی ہو گی۔ نور جہاں کی شادی کی بات پہ زیاد کے سامنے آرزو کا مسکراتا چہرہ آیا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی جس کو چھپانے کے لیے اس نے چہرہ جھکا دیا۔

ہمیں آج رات کی فلائیٹ سے نکلنا ہے۔ زیاد نے بتایا

پانچ ماہ بعد سرجری ہو گی تو ہم اب کیوں جا رہے ہیں؟ نور جہاں نے نا سمجھی سے پوچھا۔

وہاں اور بھی تو ہمیں فارملٹیز پوری کرنی ہو گی اور اتنے میں پانچ ماہ بیت جائے اور کچھ ان میں کچھ ٹائم ہم ایسے رہے گیں۔ زیاد نے مختصر بتایا۔

زیاد پانچ ماہ تو یہ ہیں اور سرجری ہو جانے کے بعد پٹی کھلنے میں بھی تو وقت لگے گا نہ اس لیے میں چاہتی تھی کہ تم نہیں چلو تمہارا نیا بزنس ہے اس میں تمہیں لوسٹ ہو سکتا ہے تم یہ بات سمجھ کیوں نہیں رہے یا تم ایسا کرو کہ ابھی میں شجاع کے ساتھ جاتی ہوں تم بعد میں آجانا۔ نور جہاں نے زیاد کی بات پہ کہا۔

خالا جان شاید آپ بھول رہی ہیں کہ اس سے پہلے بھی آفس کا کام مینجر ہی دیکھتا تھا میرا بزنس پرانہ ہے میں نیا تھا اور مینجر اب بھی دوبارہ وہ کام دیکھ لے گا آپ لوسٹ کی فکر نہیں کرے۔ زیاد نے ان کی یہ کوشش بھی رد کر دی۔

ضدی نہیں ڈھیٹ ہو جس پہ میری کسی بات کا اثر نہیں ہو رہا۔ نور جہاں نے اس کو اپنی بات پہ اٹل دیکھا تو کہا۔

اب ایسا ہی ہوں۔ زیاد نے سر کو خم دے کر کہا۔

یہ دل ہی تو ہے !!!!

جو بغیر رکے سالوں سال کام کرتا ہے

اسے سکون دے۔۔۔ چاہے آپ کا ہو

یا آپ کے آپنوں کا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لوں آج کا دن بھی ہو گیا ڈائی ری لکھنے کا۔ آرزو نے پین ڈائی ری کے بیچ رکھ کر کہا اور ٹیبل کا دراز کھول کر اس کے اندر ڈائی ری رکھی۔

انسان اگر ڈائی ری لکھتا ہے تو اس میں اپنی روزانہ روٹین یا کجھ خاص اور راز لکھتا ہے یا اپنی پسند دل کی باتیں اور ایک تم ہو جو بس شاعری لکھتی رہتی ہو اور پھر بھی اپنی ڈائی ری کو ہاتھ تک نہیں لگانے دیتی۔ روشنا نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے آرزو سے کہا روشنا کی بات سن کر آرزو کے چہرے پہ مسکراہٹ آگئی۔

آپ نے کونسا میری ڈائی ری پڑھی ہے اور ویسے بھی میں صرف ڈائی ری میں شاعری نہیں اور بھی بہت کچھ لکھتی ہوں اپنی پسند دل کی باتیں روزانہ کی روٹین میں جب کوئی ی خاص بات یا کچھ اچھا ہوا ہو تو وہ بھی اس لیے میں نہیں چاہتی کہ میرے علاوہ میری ڈائی ری ہو کوئی ی اور پڑھے یہ میری پرسنل ڈائی ری اگر میرے علاوہ کوئی ی اور پڑھے گا تو یہ بس ڈائی ری رہے گی پرسنل نہیں۔ آرزو نے لمبا چوڑا جواب دیا۔

میں بہن ہوں تمہاری اگر تمہاری پرسنل "ڈائی ری پڑھ بھی لی تو بھی پرسنل ہی رہے گی۔ روشنا نے پرسنل پہ زور دیتے ہوئے کہا۔

بلکل آپ میری بہن ہے پر پرسنل بات وہ ہوتی ہے جو بس آپ کے خود تک ہی ہو۔ آرزو نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

خیر یہ بات تو طئی ہے کہ آرزو ایاز سے باتوں میں کوئی ی جیت نہیں سکتا اور میں کالج کے لیے نکل رہی ہوں تم کیوں نہیں جا رہی اسکول؟ روشنا نے بتا کر آخر میں پوچھا۔

امتحان قریب ہے اس لیے بس سوچا گھر میں پڑھائی کرو۔ آرزو نے کندھے اچکا کر بتایا۔

مرضی تمہاری عاشر بھی انٹر کے بعد انٹری ٹیسٹ دے گا بورڈز امتحان کی تیاری اور انٹری ٹیسٹ کی تیاری دونوں کر رہا ہے ماشاءاللہ سے۔ روشنا نے نرمی سے عاشر کا ذکر کر کے بتایا۔

وہ تو ہے ہی کتابی کیڑا کیا ہوتا اگر وہ ایک سال میری خاطر فیل ہو جاتا تو ساتھ میں پڑھتے۔ آرزو نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

میڈم میڈیکل کی پڑھائی آسان نہیں ہوتی بہت محنت کرنی ہوتی ہے نہ تو اس میں دن کا ہوش رہتا ہے اور نہ رات کا اور دوسری بات کہ ہم میڈیکل کالج کی فیس ادا بھی نہیں کر سکتے۔ روشنا نے اس کو حقیقت سے روشناس کروایا۔

تو میں کب بولی مجھے ڈاکٹر بننا ہے میں تو کالج کی بات کر رہی ہو اس کے بعد بھلے وہ میڈیکل کی تیاری کرتا اور ویسے بھی مجھے ڈاکٹر بننے کا شوق

نہیں سارا دن مریضوں سے سر کھپانا عاشر ہی کر سکتا ہے۔ آرزو نے ہاتھ کھڑے کیے۔

تمہارا کوئی حل نہیں میں جا رہی ہوں اب۔ روشنا نے بیگ اور ایک کتاب ہاتھ میں پکڑے کہا۔

خدا حافظ۔ آرزو نے الوداع کہا تو وہ نکل پڑی۔ وہ ابھی اپنے محلے سے نکل کر روڈ پہ آئی ہی تھی جب ایک گاڑی اس کے سامنے روکی روشنا اچھل کے کچھ دور ہوئی ہی ورنہ گاڑی اس کا پیر چیر ڈالتی روشنا نے غصے سے گاڑی کا شیشہ نوک کیا شیشہ نیچے ہوتے ہی اس نے گاڑی پہ بیٹھے شخص کو دیکھا تو اس کے چہرے کے تاثرات بدل گ ئ ے۔

آپ؟ روشنا نے حیرت سے پوچھا کیوں کی گاڑی میں اور کوئی ہی نہیں بلکہ فراز تھا۔

جی میں۔ جواب بہت دلکش انداز میں دیا گیا تھا۔

یہاں کیسے۔روشنا کو سمجھ نہیں آیا اس کا یہاں آنا اور اپنے سامنے ایسے اچانک سے گاڑی روکنا۔

اندر آئے۔فراز نے آفر کی تو وہ کشمکش میں مبتلا ہو گئی سوچا انکار کر دے پر انکار کی وجہ پوچھے تو وہ کیا جواب دے گی اس لیے نا چاہتے ہوئے بھی گاڑی میں بیٹھ گئی۔

مجھے کالج جانا تھا۔روشنا نے بتانا ضروری سمجھا۔

اوکے میں آپ کو ڈراپ کر دیتا ہوں اور ایسے میں کچھ باتیں بھی ہو جائے گی۔فراز نے مسکراتے ہوئے روشنا کی طرف دیکھ کر کہا۔

میں خود چلی جاتی۔روشنا کو عجیب لگا۔

چلی تو آپ جاتی پر مجھے آپ کو کچھ بتانا تھا۔فراز نے گاڑی اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

جی کہیں؟روشنا اب کی متوجہ ہوئی ی۔

شام میں میری امی آئے گی انگیجمنٹ کی ڈیٹ فائی نل کرنے۔ فراز نے پرجوش آواز میں کہا۔

اچھا۔ روشنا نے بس اتنا کہا۔

کیوں آپ کو خوشی نہیں لڑکیاں تو بہت کیریوس ہو جاتی ہیں۔ فراز نے اس کا روکھا جواب سنا تو پوچھا۔

خوشی کی کیا بات ہو گی۔ روشنا نے کوئی ی خوشامدی نہیں کی۔

ہماری انگیجمنٹ ہو گی کیا یہ وجہ کم ہے آپ کے خوش ہونے کے لیے مجھے لگا تھا آپ کو بتاؤں گا تو آپ فنکشن کے پوچھے گی انگیجمنٹ ڈریس ڈسکس کرنے لگ جائے گی۔ فراز کو روشنا کی لاتعلقی پسند نہیں آئی ی۔

مجھے ان چیزوں میں دلچسپی نہیں ہوتی اور نہ انگیجمنٹ ایسی کوئی ی رسم ہے یہ تو ہم انسانوں نے بنائی ی ہے اور خوش ہونے کی تو بات مجھے نہیں لگتی۔ روشنا نے آرام سے جواب دیا۔

خوش ہونے کی وجہ ہے پر آپ شاید ہمارے رشتے سے خوش نہیں اس لیے۔ فراز اب کچھ سنجیدہ ہوا۔

آپ مائی ینڈ کر گ ئی ے ؟ روشنا نے پوچھا۔

نہیں آپ اپنے کالج کا نام بتائے۔ فراز نے بات ختم کرنی چاہی۔

بس یہی روکے۔ روشنا نام بتانے کے بعد کہا تو فراز نے گاڑی سائی یڈ پہ پارک کی۔

تھینکس۔ روشنا گاڑی سے اُتر کے بولی تو فراز نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

کون تھا وہ جس کے ساتھ تم آئی ی ؟ علیدان جو کالج کی گیٹ پہ کھڑا احمد کا انتظار کر رہا تھا روشنا کو کسی لڑکے کے ساتھ آتا دیکھا تو اس کے تن بدن میں آگ لگ ئی بھلے وہ کچھ ٹائی م سے اس کو نظر انداز کر رہا تھا لاتعلق رہنا چاہتا تھا مگر محبت تو آج بھی تھی تو وہ کیسے اس کو کسی اور ساتھ کھڑا دیکھتا۔

آپ سے مطلب۔ روشنا کو علیدان کا پوچھنا ایک نہیں بھایا۔

میرے مطلب پہ مت آؤ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔علیدان نے دھاڑ کے پوچھا تو روشنا نے حیرت سے اس کا سرخ ہوتا چہرہ دیکھا۔

یہ رعب مجھے پہ مت چلائے۔روشنا نے گھور کر کہا۔

مانا کے کسی سے نہیں ڈرتی پر میری ایک بات اپنے اس دماغ میں بیٹھالیں دوبارہ میں کسی کے ساتھ آتا نہ دیکھو۔علیدان نے اس کی کنپٹی پہ انگلی رکھ کر کہا تو روشنا بدک کے پیچھے ہوئی ی۔

اپنی حد میں رہے ہیں اور دوسری بات میری مرضی میں جس کے ساتھ آؤ اور جس کے ساتھ نہیں یہ آپ کا سر درد نہیں اس لیے دوبارہ مجھے پہ حکم مت چلائی یے گا۔روشنا نے وارن کیا۔

مجھے غصہ نہ دلائے۔علیدان نے مٹھیاں بھینچ لی۔

میں غصہ دلا رہی ہوں یا آپ اور آپ ہوتے کون ہیں مجھ سے سوال جواب کرنے والے اس لیے دوبارہ مجھ سے اس لہجے میں بات مت کرئی یے گا۔روشنا نے بنالحاظ کیے کہا

میں کون ہوتا ہوں اس کا پتا بھی چل جائے گا بس کچھ صبر کرو۔ علیدان نے معنی خیز انداز میں کہا تو روشنا کچھ گڑبڑا گئی اور ہمت کرتے کہا۔ میں جس کے ساتھ آئی ہوں وہ میرا منگیتر تھا اور یہ ہماری مرضی سے ہوئی ہے منگنی مل گیا جواب اب ہٹے۔ روشنا نے کہتے ہی گیٹ کے اندر داخل ہوگئی جب کی علیدان کا وجود پتھر کا ہو گیا اس کو سمجھ نہیں آیا کہ جو اس نے سنا وہ سچ تھا اگر تھا تو اتنا بھیانک ابھی تو اس نے محبت کی تھی پہلی دفع تو اس کے دل کو کوئی لڑکی پسند آئی تھی جس کی چاہ ہونے لگی تھی اس کو جس کو سوچنے سے اس کو سکون ملتا تھا علیدان کو لگ رہا تھا جیسے روشنا نے اس کو موت کا پیغام دیا ہو اس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا تھا دل چاہ کے ابھی جا کر اس لڑکے کو شوٹ کر دے پر کیا وہ اتنا خود غرض تھا کے اپنی محبت میں آکر وہ اتنا گرا ہوا کام کرتا وہ اپنی جگہ سن ہو کر رہ گیا تھا کتنی دیر تک وہ ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ کھڑا رہ گیا تھا ٹانگوں نے چلنے سے جیسے انکار کر دیا تھا وہ ابھی بس یہی سوچ رہا تھا

کے کیا اس کی محبت ادھوری رہے گی کیا وہ اپنی محبت کو کسی اور کا ہوتا دیکھ سکتا تھا جواب تو فورن سے نہ میں آیا تھا پر دماغ نے فورن سے کہا تھا یہ زندگی ہے اس میں وہ ہر ایک بات ہوتی ہے جس کا تصور کرنے سے بھی ہم ڈرتے ہیں زندگی میں ہم جتنا کسی کے پیچھے جائے گیں وہ اتنا ہم سے دور ہو گا وہ ابھی روشنا کی بات ہی سوچ رہا تھا جب احمد کے زور سے پکارنے پہ وہ ہوش میں آیا۔

کیا ہو گیا ہے کب سے آواز دی ئی ے جا رہا ہوں اور ایک تم ہو جو روبوٹ کی طرح کھڑے ہوئے ہو۔ احمد اس کی حالت سے لاپرواہ اپنی بولیں جا رہا تھا جب کی علیدان نے بس اس کو خالی نظروں سے دیکھا احمد کی نظر جب اس کے چہرے پہ پڑی تو اس کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا اس کا پہلا خیال زیاد کی طرف گیا تھا۔

ایوری تھنگ ازاو کے علیدان ؟ احمد نے پوچھا۔

ایوری تھنگ از اوکے بٹ مائے ہارٹ از بروکن۔علیدان نے زخمی انداز میں کہا۔

اس بکواس کا مطلب۔احمد کو علیدان کا ایسا کہنا پسند نہیں آیا۔

اس کی منگنی ہوگئی وہ بھی اس کی مرضی سے۔علیدان کی آنکھ سے ایک آنسو گر کر زمین میں جذب ہو گیا احمد نے اس کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی تو اس کا دل تڑپا آخر تڑپتا بھی کیوں نہ جگری دوست تھا اس کا اور ایک اچھا دوست تو یہی چاہتا ہے کہ اس کے دوست کی آنکھوں میں کبھی نمی نہیں آئے اس کی زندگی میں ہمیشہ خوشیوں کی بہار ہو غم کا سایہ بھی اس کے آس پاس نہ گزرے۔

کسی کی بات کر رہے ہو مس حجابن کی؟احمد نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا علیدان نے بنا کچھ کہے اس کے گلے لگ گیا احمد علیدان کی حالت پہ پریشان ہو گیا اور ایساری ایکٹ اس نے پہلی دفع کیا تھا ورنہ وہ تو ہمیشہ خوش رہنے والا تھا۔

اس کو میری محبت نظر نہیں آتی تھی کیا وہ اتنی نا سمجھ تو نہیں تھی کے اظہار کے بنا محبت نہ پہچانتی یا اس کو اپنی انا عزیز تھی علیدان نے ایسے ہی اس کو گلے لگائے پوچھا۔

محبت جیت ہوتی ہے

مگر یہ ہار جاتی ہے

کبھی دلسوز لمحوں سے

کبھی بے کار رسموں سے

کبھی تقدیر والوں سے

کبھی مجبور قسموں سے

مگر یہ ہار جاتی ہے۔

پہلی محبت نہیں ملی تو کیا ہوا علیدان تم کسی کا آخری عشق بن جاؤ۔ احمد نے اپنی طرف سے اس کو اچھا مشورہ دیا علیدان نے جھٹکے سے اس سے الگ ہوا۔

یہاں میں اتنا دکھی ہوں اور تم مجھے ایسے مشورے دے رہو۔علید ان کو یقین نہ آیا کہ اتنی سنجید گی سچویشن میں بھی احمد ایسی کوئی ی بات کر سکتا ہے۔

خرابی کیا ہے اور انا کی بات ہے نہ اس مس حجابن میں تو بس توں بھی انا پرست بن جا محبت میں زور زبر دستی سے کام نہیں لیا جاتا یہ دلوں کے معاملے ہوتے ہیں اور دل پہ تو اپنا اختیار نہیں ہوتا تو تم کسی اور کے دل پہ اختیار کیسے جما سکتے ہو۔احمد نے اس کو سمجھانا چاہا اور وہ اس وقت بھول گ ئی ے تھے کہ کہاں کھڑے ہیں اور کیا باتیں کر رہے ہیں۔

میں نے کہی پڑھا تھا انا پرستوں کو عشق ہو جائے نہ تو سمجھ لینا کے اس کو بد دعا لگی ہے۔علید ان نے کھوئے ہوئے لہجے میں کہا۔

توں کیا تمہیں مس حجابن سے عشق ہے اور تم انا پرست تو نہیں۔احمد نے جو سمجھا وہ کہا۔

مجھے کیا ہوا یہ نہیں پتا پر زیاد خانزادہ عرف زیاد اسرار معید صدیقی کو عشق ہو گیا ہے۔علیدان نے کہا تو احمد کو علیدان کی دماغی حالت پہ شک ہوا پہلے وہ اپنی محبت کا رونا رو رہا تھا اور اب بیچ میں زیاد کو لے آیا کہ اس کو عشق ہو گیا ہے۔

علیدان یونیڈ ٹوریسٹ تم کالج کے اندر جانے کے بجائے گھر لوٹ جاؤ اور کجھ پل سکون کی نیند لوں مس حجابن کی منگنی کا سن کر شاید تمہارے دماغ پہ اثر ہو گیا ہے اس لیے بہکی باتیں کر رہے ہو۔احمد نے اس کے دونوں کندھوں پہ ہاتھ رکھ کر بہت افسردہ ہو کر کہا اس کی بات سن کر علیدان نے اس کے ہاتھ جھٹکے سے اپنے کندھوں پہ ہٹائے۔

میں کوئی ی بہکی باتیں نہیں کر رہا۔علیدان نے گھور کر احمد سے کہا اور کالج کے اندر چلا گیا۔

یا اللہ علید ان کو ٹھیک کرنا اس کو اس صدمے سے جلدی نکالنا۔ احمد نے علید ان کی پشت دیکھ کر آسمان کی جانب ہاتھ کھڑے کیے اور اللہ سے دعا مانگنے لگا۔

جانے کیا سمجھتا ہے خود کو ہم جیسے زر خیز غلام ہے نہ اس کے جو ایسے رعب جہاڑ رہا تھا۔ روشنا نے جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑے۔

اب بس بھی کرو روشنا آدھے گھنٹے سے تم ایک ہی بات دوہرا رہی ہو پہلے تم زیادہ سے پروبلم تھی اور اب علید ان سے۔ علیزہ جو بہت وقت سے روشنا کا غصے سے تمتماتا چہرہ دیکھ رہی تھی اب کی وہ کچھ بیزار ہو کر بولی۔

تم سے کوئی ایسے پوچھے گا اور حکمرانی کرنے کی کوشش کرے گا تو تمہیں کیسے محسوس ہو گا غصہ نہیں آئے گا کیا۔ روشنا نے جاننا چاہا۔

ویل اس نے پہلے تم سے سوال پوچھا جو کی عام تھا اگر اس کو جواب دے دیتی تو ٹھیک تھا۔ علیزہ نے آرام سے جواب دیا

سوال بھلے ہی عام تھا پر پوچھنے کا انداز بلکل عام نہ تھا اور پھر بھی وہ کون ہوتا ہے مجھ سے پوچھنے والا۔روشنانے پھر وہی بات کی۔

ایک تو تم ہر بات کو پکڑ لیتی ہوں اور دوسرا یہ کہ غصہ بھی جلدی کر جاتی ہو۔علیزہ نے گہری سانس لیکر کہا۔

ایسی ہی ہوں میں۔روشنانے شان بے نیازی سے کہا تو علیزہ ہنس دی۔

کیا کر رہی ہو تم؟ عاشر زرینہ بیگم کی طرف آیا تو سامنے آرزو کو لائی ونج میں بیٹھا تو اس کے پاس آکر بیٹھ کے پوچھنے لگا جو کوئی ی کتاب پڑھنے میں تھی۔

ایکزام کی تیاری۔آرزو نے بتایا۔

گڈ خالا کہاں ہیں؟ عاشر نے یہاں وہاں لائی ونج میں نظر گھمائی ی۔

کچن میں چائے بنانے گ ئی ہیں تم بیٹھو تمہارے لیے بھی کہتی ہوں۔آرزو کہہ کر اٹھنے لگی تو عاشر نے کہا۔

میں چائے نہیں پیوں گا ایسے ہی آیا تھا۔

پھر بھی چائے تو پینی پڑے گی۔ آرزو نے مہمان نوازی کے آداب نبھانے چاہے۔

خیر ہے آج کیسے اتنی خدمت کر رہی ہو۔ عاشر نے اس کی ایک ہی رٹ پہ مشکوک انداز میں بولا۔

نہیں پیوں مرضی ہے میں نے پوچھ کہ غلطی کی۔ آرزو دوبارہ بیٹھ کر لاپروائی سے بولی۔

دن میں بہت دفع پی ہے چائے اور اب تو جانے کتنی دفع پی جاتا ہوں چائے اور رات میں بھی۔ عاشر نے بتایا۔

حیرت ہے ویسے کہ لوگوں کو لگتا ہے کہ چائے پینے سے مائی ینڈ فریش ہو گا اور رات کو نیند بھی نہیں آئے گی اگر دیر تک جاگنا ہو تو چائے پی لوں پھر نہیں آئے گی نیند۔ آرزو نے عجیب لہجے میں کہا

تو یہ سچ ہے کبھی آزما کر دیکھنا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا۔

اچھا کہیں باہر چلے ؟ آرزو نے کتاب بند کرتے چہک کر پوچھنے لگی۔

یہ دیکھو۔ عاشر نے اس کے سامنے اپنے دونوں ہاتھ جوڑے تو آرزو نے منہ بنایا کیوں کی اس ایکسیڈنٹ کے بعد عاشر نے دوبارہ آرزو کو باہر لے جانے پہ توبہ کرلی تھی آرزو کے بہت بار کہنے پہ بھی اس کی ناں ہاں میں نہ بدلی جس پہ آرزو بس کڑھ کے رہ جاتی۔

کتنا ٹائم ہو گیا اب تو اس ایکسیڈنٹ کو پر تمہیں تو جیسے بہانا مل گیا مجھے اپنے ساتھ باہر نہ لیجانے کا۔ آرزو کو برا لگا جب عاشر نے پھر سے منع کیا تو ویسے ہی اب اس کی طبیعت میں جھنجھلاہٹ ہونے لگی تھی ہر بات پہ نقص نکالنا پھر بلاوجہ غصہ کرنا جو اس کی تربیت کے بلکل برعکس تھا۔

غصہ کیوں ہو رہی ہو بائیک پہ نہیں ہم ٹیکسی پہ چلے جاتیں ہیں اور بہانا کیوں ملے گا ایسا خیال تمہارے دماغ میں کیسے آیا؟ عاشر نے اس کو غصہ کرتے دیکھا تو نرمی سے کہا۔

بھاڑ میں جاؤ اور تمہارا ٹیکسی جانے کا مشورہ۔ آرزو اپنے سامنے رکھی کتاب عاشر کی طرف اچھال کر غصے سے کہا اور وہاں سے واک آؤٹ کر گ ئی عاشر شاک سا آج آرزو کا انداز دیکھ رہا تھا ایسا پہلی دفع ہوا تھا جو آرزو نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی تھی ورنہ وہ لڑائی ی میں بھی ایسے نہیں کرتے تھے عاشر کو سمجھ نہیں آ رہا تھا اتنی چھوٹی سی بات پہ آرزو ایساری ایکٹ کر گ ئی ہے۔

آرزو کو کیا ہوا؟ زرینہ بیگم جو چائے لائی ی تھی آرزو کی حرکت ان سے پوشیدہ نہیں رہ سکی تھی تبھی عاشر سے پوچھا۔

پتا نہیں خالا کوئی ی بات ہوئی ی ہے کیا اور اس نے مجھے باہر جانے کا کہا میں نے پہلے انکار کیا تو برا مان گ ئی۔ عاشر نارملی لہجے میں بولا ورنہ اس کو برا لگا تھا آرزو کا اسطرح سے ری ایکٹ کرنا۔

تم سب نے اس کو بگاڑ دیا ہے اب تو بدتمیزی بھی کرنے لگی ہے۔ زرینہ بیگم نے کہا

اچھا میں اب چلتا ہوں ایک دوست سے ملنا تھا۔ عاشر اٹھتا بولا۔

اتنی جلدی کیوں چائے تو پیتے جاؤ۔ زرینہ بیگم بھی اٹھتے ہوئے بولی۔

نہیں شکریہ خالا میں بس ایسے ہی آیا تھا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے چلا گیا جب کی زرینہ بیگم سخت تیور لیے آرزو کے کمرے کی طرف گ ئی۔

یہ آج تم نے کیا بدتمیزی کی عاشر سے کتنا برا لگا ہو گا اس کو۔ زرینہ بیگم آرزو کے سر پہ کھڑی ہو کر بولی۔

ایسا بھی کچھ نہیں کیا میں نے اور وہ کوئ ی برا نہیں مانے گا آپ فکر نہ کرے ایک کتاب تھا اور کچھ نہیں۔ آرزو بنا ان کی طرف دیکھ کر بولی ورنہ دل میں ملال سا آگیا عاشر اس کا اتنا خیال اور کی ئ ر کرتا تھا اور اب وہ بنا بات پہ اس کے ساتھ یہ کر آئ ی تھی۔

آرو اب تم بچی نہیں اس لیے اپنی حرکتیں سدھارو بچپنے سے نکل آؤ تم اب۔ زرینہ بیگم نے سر پکڑا۔

مجھے سونا ہے۔ آرزو ان کی طرف دیکھ کے بولی۔

شرم کرو ماں کو کمرے سے نکل جانا بول رہی ہو۔ زرینہ بیگم اور تپی۔

میں نے ایسے ہی بتایا آپ کی مرضی بھلے یہی کھڑی رہے۔ آرزو نے کندھے اچا کر کہا اور چادر اپنے اُپر تان لی۔ زرینہ بیگم بھی اس کو گھوری سے نوازتی باہر نکل گ ئی۔

ان کے جانے کے بعد آرزو نے اپنا چہرہ چادر سے نکالا اور گہری سانس لیتی ڈائ ری لکھنے کا سوچتی بیڈ سے اٹھی

☀☀☀

عاشر سیدھا ساحل سمندر کی طرف آیا تھا جہاں اکادکا لوگ اور بچے تھے وہ سامنے بیٹھ کر سمندر کی لہروں کو دیکھ رہا تھا ہوا سے اس کے بال بار بار ماتھے پہ ِگر رہے تھے جس کو اس نے پیچھے کرنے کی زحمت نہیں کی تھی وہ بس آرزو کے روئ یے کے بار میں سوچ رہا تھا اس کو یاد نہیں آیا کہ کب آرزو نے اس سے غصے سے بات کی تھی کبھی بھی تو نہیں وہ چاہے

جتنا بھی اس کو چڑاتا مزاق اُڑاتا وہ بس جھنجھلا جاتی یا جوابی کاروائی ی کرتی پر آج اس کا انداز عاشر نے پہلی دفع دیکھا تھا اور کہی دکھ بھی ہوا تھا پر وہ یہ سوچ کر خود کو تسلی دے رہا تھا کہ شاید ایکزامز کی وجہ سے پریشان ہو اور اس لیے وہ غصہ ہو گ ئی ہو عاشر اپنی سوچ میں اتنا محو تھا کے وہ یہ بھی محسوس نہیں کر پایا کے کوئی ی اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

ہائے۔عینی نے خوشی سے جھمگاتے چہرے ساتھ عاشر سے کہا وہ آج اپنی فرینڈس کے ساتھ گھومنے نکلی تھی یہاں آ کر بھی اس کو بہت وقت بیت گیا تھا جب دور بیٹھے لڑکے پہ اس کو عاشر کا گمان ہوا تو بنا سوچے سمجھے وہ فورن وہاں چلی آئی ی اور جب واقع میں عاشر تھا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی آج کتنے عرصے بعد وہ اس کو دیکھ رہی تھی۔

وعلیکم اسلام۔عاشر اچانک آواز پہ چونک اٹھا کر اپنے بائی یں طرف عینی کو دیکھا تو دوبارہ سامنے کی طرف دیکھ کر جواب دیا۔عینی کو کچھ شرمندگی ہوئی ی کیوں کی اس نے کیا انگلش میں ہائے کیا تھا پر وہ سر جھٹکتی عاشر کو

دیکھنے لگی جو آج کاٹن کے اسکن کلر کے شلوار قمیص میں تھا جس کی آستینیں اس نے فولڈ کر رکھی تھی سفید کلائی ی جہاں کالے بال بھی تھے اور گھڑی بندھی ہوئی ی عینی کی نظر اس کے بعد ہاتھ میں پڑی جہاں رگیں ابھری ہوئی ی تھی وہ خود تو پیارا تھا پر اس کے ہاتھ کچھ اور زیادہ خوبصورت لگیں تھے عینی کا دل بہت تیز انداز میں دھڑک اٹھا تھا اس نے اپنے دل کی آواز سے گھبرا کر سامنے سمندر کی جانب نظریں کی۔

میں یہاں اپنی فرینڈس کے ساتھ آئی ی تھی آپ کو دیکھا تو سوچا آجاؤ۔ عینی نے خود کی بات کی شروعات کی۔

اچھا۔ عاشر نے بس اتنا کہا اس کی اتنا کہنے پہ عینی نے ٹیرھی نظر سے دیکھا جہاں آج اس کا ڈمپل ظاہر نہ تھا

آپ کے ڈمپل بہت پیارے ہیں۔ عینی کہے بنا نہ رہ سکی۔

تھینکس۔ عاشر نے کہا اس کے مختصر جواب سن کر عینی کو اچھا نہیں لگ رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا کہ عاشر سے ڈھیر ساری باتیں کرے اور عاشر بھی پر اس کا روکھا سوکھا انداز دیکھ کر مایوسی ہو رہی تھی۔

آپ کم بولتے ہیں؟ عینی نے نیا سوال داغا اس کے سوال پہ عاشر نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر کے کھولی وہ یہاں اس لیے آیا تھا تا کہ کچھ پل اکیلا رہ سکے اور عینی کی بار بار بے تکی باتیں اس کو چڑ دلا رہی تھی۔

ایسا نہیں ہے نہ میں کم بولتا ہوں اور نہ زیادہ اور زیادہ بولنے کے لیے باتوں کا ہونا بھی لازم ہوتا ہیں جو ابھی میرے پاس نہیں۔ عاشر نے جواب دیا۔

ہاں یہ تو آپ نے ٹھیک کہا ویسے آپ کا نام کیا ہے؟ عینی کو اب یاد آیا کہ نام بھی پوچھنا ہے جو پہلی دفع ملنے پہ بھی یاد نہ رہا تھا اور نہ دوسری میں کیوں کی تب وہ عاشر کو آرزو کے ساتھ دیکھ کر اُداس ہو گئی تھی۔

عاشر عباس۔ مختصر جواب۔

عاشر۔ عینی نے زیر لب نام دوہرایا۔

بہت پیارا نام ہے آپ کا اور میرا نام عینی صدیقی ہے۔ عینی نے خود ہی اپنا نام بتا دیا۔

نائس نیم۔ عاشر نے اب کی بار مسکرا کر کہا تو عینی کے چہرے پہ بھی مسکراہٹ آ گئی۔

میرا پورا نام عنایا تھا پر پھر سب نے عینی عینی کہاں تو دو بار والا الف میرے نام سے ہٹ گیا اور اب تو میرے ڈاکیومنٹس میں بھی بس عینی ہے عنایا تو کھو گیا۔ عینی اب بے تکلف ہو کر بولی۔ عاشر نے چہرا موڑ کر اس کی جانب دیکھا پہلی نظر اس کی عینی کے ڈمپل پہ پڑی تھی اس کی ڈریسنگ دیکھ کر عاشر نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل دیا کیوں کی عینی گرین شارٹ شرٹ جو سلیولیس تھی وہ پہنی ہوئی تھی اور بلیک پینٹ پہنی ہوئی تھی بال کھلے ہوئے تھے دل پتھر کا

از رمشا حسین

توعنایانام پسند ہے آپ کویاعینی؟عاشر نے پوچھاعینی کادل جھوم اٹھاتھا اس کے منہ سے اپنانام سنتے دل کیا کہ بتادے دونوں ہی اچھے لگتے ہیں ابھی سے کیوں وہ تمہارے منہ سے سنا ہے پر یہ کہنے کی اس میں ہمت نہ تھی اور نہ وہ کبھی اتنی بے باکی کا مظاہرہ کرسکتی تھی۔

عینی زیادہ پسند ہے اس لیے میں وہ نام کہلواتی ہوں۔عینی نے بالوں کو کچھ پیچھے کرتے ہوئے کہاجو ہوا کی وجہ سے باربار چہرے پہ پڑرہے تھے۔

سہی۔عاشر اٹھتا بولا اور اپنے کپڑے جھاڑے۔اس کو اٹھتا دیکھ کر عینی بھی ریت سے اٹھ کھڑی ہوئی ی۔

کیاہوا؟عینی نے بے چین ہو کر پوچھا

مجھے جاناہے بہت وقت گزر گیاہے۔عاشر نے اس کو وقت کا احساس دلایا۔عینی کو عاشر کی بات پہ ہنسی آگ ئی جس کو چھپانے کی اس نے زحمت نہ کی جب کی عاشر نے تعجب سے اس کو ہنستا دیکھنے لگا۔

ہنس کیوں رہی ہیں؟ عاشر سے رہا نہیں گیا تو پوچھا جو ہاتھ منہ پہ رکھے ہنس رہی تھی۔

آپ نے کہا اس انداز سے نہ کے مجھے جانا ہے وقت بہت گزر گیا ہے تو بس اس لیے ہنسی آگ ئی مطلب یہ ڈائی لوگ لڑکیوں کا ہوتا ہیں نہ جو اگر کسی لڑکے سے ملنے آتی ہے تو بعد میں یہ کہتی ہیں۔ عینی نے اس کا کہا دوہرا کر پھر سے ہنسنا شروع کیا جب کی عاشر نے گھور کر اسے دیکھا۔

پر نہ ہم ملنے آئے تھے اور نہ میں اس لحاظ سے کہہ رہا تھا میں ایسے ہی یہاں آگیا تھا تو آپ کی" مجھ سے اتفاقی ملاقات ہو گ ئی اور کچھ نہیں شام کے سائے گہرے ہو گ ئے ہیں آپ بھی گھر لوٹ جائی یے گا ایسے دیر تک لڑکیوں کا باہر رہنا ٹھیک نہیں۔ عاشر نے سنجیدگی سے کہا اور اس کی سائیڈ سے گزر گیا جب کی عینی کا منہ اُتر گیا اس کو لگ رہا تھا عاشر کو برا لگا اور عاشر کا آپ کی کہنے پہ زور دینا عینی کو برا لگا عینی نے مڑ کر عاشر کو دیکھا جو بہت دور جا چکا تھا شاید اس کی زندگی سے بھی عینی تو یہی

سوچ سکی یہ اندازہ تو ہو گیا تھا عاشر سے ہو جانے والی ملاقات چاہے جتنی بھی خوبصورت ہو پر آخری وقت پہ ایسا ضرور ہوتا تھا جس میں وہ خوبصورت احساس بھول جاتی تھی اور بس ایک بات یاد رہتی تھی جو اس کو مایوس کرنے کے لیے کافی ہوتی تھی۔

پھر یہ احساس ہوا کہ جتنا کسی کے پیچھے

بھاگو گے اتنی ہی قدر کھو دو گے اپنی۔۔۔۔

اگر آپ فنکش نہیں کرنا چاہتے تو میں بس روشنا کو انگھوٹی پہنا دیتی ہوں بات پکی ہو جائے گی روشنا پھر ہماری امانت ہو گی آپ کی طرف۔ عطیہ بیگم جو فراز کی والدہ تھی وہ بولی کیوں کی انہوں نے جب ایاز صاحب اور زرینہ بیگم سے انگیجمنٹ کی بات کی تو انہوں نے یہ کہہ کر منع کیا کہ وہ ایسی کوئی ی تقریب نہیں کرتے یا تو سیدھا شادی یا پھر نکاح اس کے بعد پھر رخصتی پر منگنی وغیرہ کے جھنجھٹ سے وہ دور ہی رہتے ہیں۔

آپ کی مرضی ہے۔زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی فراز ضبط کر تا رہ گیا وہ ابھی تک روشنا کا اٹیٹیوڈ نہیں بھولا تھا اور اب اس کے گھر والوں کی

ن ئی بات وہ اس کا پارہ مزید ہائے ہوا تھا۔

ٹھیک ہے پھر بسم اللہ کرتیں ہیں۔عطیہ بیگم نے اپنی پرس سے انگھوٹی نکال کے بولی۔

یہ آنٹی کیا انگھوٹی پرس میں لیکر گھومتی ہیں یا ان کو الہام ہوا تھا اماں انکار کرے گی انگیجمنٹ فنکشن کرنے پہ۔آرزو نے روشنا کے کان میں کہا جو اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی آرزو کی بات پہ روشنا نے اس کو آنکھیں دیکھائی ی جس پہ آرزو کچھ دور ہو کر بیٹھی۔

روشنا بیٹھے یہاں آنا۔عطیہ بیگم نے مسکرا کر روشنا کو اپنے پاس آنے کا کہا تا کہ منگنی کی رسم سادگی میں ہی کر لیں۔

آنٹی میں سائی یڈ پہ ہو جاتی ہوں آپ یہاں آکر آپی کو انگھوٹی پہنائے آپ سنگل صوفے پہ بیٹھی ہیں اب آپی آپ کے گود میں بیٹھی اچھی تو

نہیں لگیں گی نہ۔ آرزو نے اٹھتے ہوئے کہا جس پہ ایاز صاحب نے عطیہ بیگم کی طرف دیکھا جو واقع میں سنگل صوفے پہ بیٹھی تھی اور وہ صوفہ اتنا چھوٹا نہ تھا مگر عطیہ بیگم کچھ صحتمند تھی جس وجہ سے روشنا تو کیا کوئی ی بچہ بھی بیٹھ نہ پاتا زرینہ بیگم آرزو کی بات پہ پیچ و تاب کھاتی رہ گ ئی مگر مہمانوں کی وجہ سے کچھ کہا نہیں فراز نے آنکھیں چھوٹی کیے آرزو کو دیکھا جو بس دیکھنے میں ہی معصوم تھی روشنا نے کوئی ی تاثر نہیں دیا عطیہ بیگم شرمندہ ہوتی اپنی جگہ سے اٹھی اور دوسرے صوفے پہ آئی ی جہاں روشنا تھی لائی ونج میں ایک ٹیبل تھی جس کے اطراف تین ڈبل صوفے تھے اور ایک سنگل ٹیبل کے بائی یں طرف والے صوفے پہ ایاز صاحب اور زرینہ بیگم بیٹھی تھی اور دائی یں طرف فراز اور اس کا والد مختار حفیظ بیٹھے تھے اور ان کے پاس والے پہ عطیہ بیگم بیٹھی تھی جب کی روشنا اور آرزو ایاز صاحب کے کچھ سامنے والے صوفے پہ تھی۔

اگر کچھ منٹ آپ انتظار کرتی تو میں پاس والے گھر میں اپنی بہن کو بولا لیتی منگنی ہے اگر ان کو پتا لگیں گا کہ ان کے بغیر ہوئی تو برا مانے گی۔ عطیہ بیگم روشنا کو انگھوٹی پہننانے والی تھی جب زرینہ بیگم نے کہا آپ ان کو پہلے بولا لیتی نہ۔ فراز نے بڑے تحمل سے کہاورنہ وہ یہاں آکر پچھتایا تھا منگنی اس کی تھی اور انگھوٹی پہنا اس کی ماں رہی تھی۔

آپ لوگ اچانک سے آگ ئی ے نہ اگر بتا کر آتے تو ان کو اطلاع کر دیتے۔ آرزو نے بڑی معصومیت سے کہا زرینہ بیگم نے اس کو ایسے دیکھا جیسے سالم نگل جانے کا ارادہ ہو۔

آپ بولا لائے اپنی بہن کو۔ عطیہ بیگم نے مسکرا کر کہا۔

جی میں بس پانچ منٹ میں لیکر آئی ی۔ زرینہ بیگم کہہ کر جلدی سے نکل گ ئی۔

نصرت بیگم کے آنے کے بعد عطیہ بیگم نے روشنا کو انگھوٹی پہنائی ی پھر سب کا منہ میٹھا کروایا گیا پھر کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ الوداع کر کے نکل

گ ئ ے نصرت بیگم بھی چلی گ ئ ی تھی کیوں وہ جس افراتفری میں آئ ی تھی گھر کولاک بھی نہیں کیا تھا اور گھر میں موجود بھی نہیں تھا۔

آ آماں کیا ہو گیا ہے؟ سب کے جانے کے بعد زرینہ بیگم نے کھینچ کر اپنی چپل آرزو کی طرف اچھالی جس پہ وہ بُلبلا اٹھی اس کا دھیان نہیں تھا ورنہ اپنا بچاؤ ضرور کرتی۔

کیا ہو گیا ہے جانے کس گناہ کی سزا ہو تم آرو۔ زرینہ بیگم نے دوسری چپل بھی اچھالی۔

گناہ کی سزا نہیں پر کسی عمل کا ثواب کہہ سکتی ہیں۔ آرزو نے بڑی مہارت سے اس بار چپل کیچ کر کے شانِ بے نیازی سے کہا ایاز صاحب اور روشنا بس ان کو دیکھ رہے تھے۔

تمہارا دماغ تو میں آج اچھے سے سیٹ کرتی ہوں۔ زرینہ بیگم کہتے ہی یہاں وہاں دیکھنے لگی پھر ان کی نظر ایاز صاحب کے پیرو کے پاس ان کی سلیپر پہ پڑی تو وہ اٹھالی ایاز صاحب اور روشنا نے حیرت سے ان کی طرف

دیکھا آج زرینہ بیگم کا انداز ہی کچھ ایسا تھا جیسے میدانِ جنگ میں ہو اور یہ عہد کیا ہو کہ یا تو مرنا ہے یا مار کے آنا ہے مگر جب آرزو نے اپنے ابا کی چپل ان کے ہاتھ میں دیکھی تو اس کا خون خشک ہو گیا۔

اماں بیٹی ہوں میں آپ کی اور مردوں کی چپلیں بہت بھاری اور وزنی ہوتی ہیں۔ آرزو نے التجا کی

بہت برداشت کیا آرو پر تمہیں عقل نہیں آئی ی شرم نہیں آئی ی بہن کے سسرال والوں سے ایسے بات کی۔ زرینہ بیگم نے آرزو کی طرف ایاز صاحب کی سلیپر اچھالی جو آرزو کی کمر پہ لگی۔

کچھ غلط تو نہیں کہا تھا سچ ہی بولا تھا۔ آرزو کہتے ہی وہاں سے بھاگ گ ئی کیوں کی زرینہ بیگم اب ایاز صاحب کا دوسرے پیر والی سلیپر بھی لے رہیں تھی پر آرزو تب تک وہاں سے جا چکی تھی۔

آرزو کی وجہ سے ہی تو گھر میں رونق ہے اور تم اس پہ ہی غصہ کرتی ہوں۔ ایاز صاحب نے زرینہ بیگم سے کہا روشنا بھی اپنے کمرے میں چلی گ ئی تھی۔

آپ کی اور گھر کی رونق کو اللہ سلامت رکھے۔ زرینہ بیگم جھلا کر کہتی وہاں سے اٹھ گ ئی ایاز صاحب نے گہری سانس بھری۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

آپ کا ملایا ہوا نمبر فلوقت بند ہے بڑا ئے مہربانی کجھ دیر بعد کوشش کرے۔

ٹھاہ

زیاد نے موبائل کان سے ہٹائے اور سامنے لگے شیشے پہ دے ماری چھناک کی آواز سے شیشہ کے ساتھ ساتھ اس کا موبائل بھی ک ئی ٹکروں میں تقسیم ہو گیا آج آمریکا آئے اس کا چوتھا دن تھا جانے کتنے نمبرز اور کتنی کالز کی تھی اس نے ماسوائے نمبر بند جانے کا علاوہ اس کو اور

کچھ نہ ملے اس نے یہاں اپارٹمنٹ لے رکھا تھا جب کی نور جہاں ابھی ہوسپٹل میں ایڈمٹ تھی اور یہاں کبھی وہ تو کبھی شجاع غنی آجاتیں تھے زیاد بے چینی سے یہاں وہاں چکر لگاتا اپنے آپ میں قابو پانے کے چکر و میں تھا کبھی بالوں کو اپنی مٹھی میں جکڑتا تو کبھی اپنی پیشانی مسلتا وہ یہاں آتو گیا تھا مگر اب اس کا دل چاہ رہا تھا اُڑ کر آرزو کے پاس پاکستان جائے اور آرزو کو جھنجھوڑ کر پوچھے کے کیوں اس کا سکون برباد کر دیا ہے اور خود منظر سے ہٹ گ ئی تھی اپنا اسیر بنا کر وہ کیوں بے خبر ہو گ ئی تھی مگر پھر اس کو یاد آتا کہ وہ پاگل خود بنا ہے اس کے پیچھے وہ تو کچھ جانتی بھی نہیں تو وہ کیا پوچھے گا اور کس حیثیت سے ساری غلطی تو اس کی اپنی تھی آرزو کا یا کسی اور کا تو کچھ نہ تھا وہ تو ابھی اس جزبے سے بھی نا آشنا تھی وہ سب سوچتے سوچتے خود کو انگاروں پہ لوٹتا محسوس کر رہا تھا اس کو اپنا وجود جلتا ہوا لگ رہا تھا وہ پچھتا رہا تھا اپنے دوستوں سے یہ بات چھپا کر اگر ان کو بتاتا تو اس کی خبر ہی لے لیتا کہ کیسی ہے اور فون کیوں

بند کر رکھا تھا ایسی لاتعداد سوچ اس کے دماغ میں بھٹک رہی تھی پر بات یہ تھی کے وہ ابھی ان کو بتانا نہیں چاہتا تھا وجہ آرزو کا کم عمر ہونا تھا وہ کچھ سال انتظار کرنا چاہتا تھا کے آرزو کچھ بڑی ہو جائے تا کہ اس کو یہ نہ لگے کے وہ ابھی بھی بچی ہے پر وہ یہاں سے اب جا بھی نہیں سکتا تھا اور یہ ماہ کیسے گزرے گیں زیاد کو پتا نہ تھا اس کو اپنا حال ابھی سے ہی برا لگ رہا تھا تو وہ باقی کا صبر کیسے کریگا اس میں اتنی برداشت تو نہ تھی آرزو کے معاملے میں تو بلکل بھی نہ تھی رات کا سکون تو اس کا پہلے ہی برباد تھا اب تو دن کا سکون چین بھی ختم ہو گیا تھا وہ ایسے ہی چکر کاٹ رہا تھا جب شجاع غنی کمرے کے اندر داخل ہوئے ان کی نظر پہلے ہی قیمتی لکڑی سے بنا ہوا ڈریسنگ ٹیبل جہاں مرر پورہ ٹوٹا ہوا تھا اس پہ پڑی پھر نیچے قالین پہ پڑے زیاد کی موبائل دیکھی جس کو اب موبائل کہنا موبائل کی توہین ہو گی شجاع غنی نے گہری سانس لیکر زیاد کو دیکھا جو ان کی موجودگی سے بے خبر ابھی بھی چکر کاٹنے میں مصروف تھا وہ آگے آکر بیڈ کے سامنے

صوفے پہ بیٹھ گئی اور زیاد کو دیکھا جو ریڈ کلر کی شرٹ جس میں اس کے کسرتی بازوں جھانک رہے تھے اور ساتھ میں اس نے بلیک کلر کی پینٹ پہنی ہوئے تھا سلکی کالے بال بے ترتیب سے تھے ہیزل گرین آنکھوں میں سرخ لال ڈورے تھے ان کو زیاد کی ایسی حالت کی سمجھ میں نہیں آئی انہوں نے گلا کھنکھار کر زیاد کو اپنے ہونے کا احساس دلایا تو زیاد جو یہاں وہاں چکر لگانے میں مصروف تھا ان کی آمد پہ کجھ چونکہ اٹھا اور ان کی طرف دیکھا جو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے ان پہ اپنی ٹھوری جمائے فرصت سے اس کی حرکات نوٹ کر رہے تھے زیاد نے جلدی سے خود کو کمپوز کیا۔

کوئی کام تھا؟ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ہوسپٹل کے لیے نکلنا ہے وہی بتانے آیا تھا پر یہاں تو نظارہ ہی کجھ الگ ہے۔ شجاع غنی کا اشارہ ٹوٹیں ہوئے موبائل اور ڈریسنگ ٹیبل کے مرر کی طرف تھا۔

آپ چلے جاتیں میں خود آجاتا۔زیادان کی آخری بات نظر انداز کرتا بولا۔

کیب میں نے بک کروالی ہے سوچا ساتھ نکلتے ہیں۔ شجاع غنی نے صاف بات کی۔

میں کپڑے چینج کروں۔زیاد نے کہتے ہی وارڈراب سے کوئی ڈریس نکالنے لگا۔

موبائل توڑنا نہیں چاہیے تھا پاکستان سے تم کوئی رابطہ کر سکتا ہے اور بھی بہت ہی ضروری کام ہوتے ہیں۔ شجاع غنی کی بات پہ اس کے ہاتھ شرٹ نکالتے ہوئے تھمے تھے۔

میں نیا لے لوں گا۔زیاد نے کہا۔

میں باہر انتظار کر رہا ہوں آجانا اور یہ گند تم نے خود ہی صاف کرنا ہے یہ پاکستان نہیں جہاں تمہارے نوکر سارے کام کر جائے گیں۔ شجاع غنی

نے اس کو کہتے کمرے سے نکل گئی جب کی زیاد نے دروازے بند ہونے کی آواز پہ سامنے طنزیہ نظروں سے دیکھا۔

اب زیاد خانزادہ صفائی کریگا نیور۔ زیاد مغرور انداز میں کہتا اٹیچ واشرم کی جانب بڑھ گیا اور زور سے اس کا دروازہ بند کیا

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

اسلام علیکم خالا عاشر ہے گھر پہ ؟ آرزو نصرت بیگم کے گھر آکر سلام کے بعد بولی۔

وعلیکم اسلام میری بچی ہاں عاشر گھر پہ ہی ہے پڑھ رہا ہو گا۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر اس سے مل کر بولی۔

اچھا تو میں اس کے کمرے میں جا رہی ہوں۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔

کمرے میں نہیں وہ اسٹڈی روم میں ہے۔ نصرت بیگم نے بتایا تو وہ سدھا جا کر رائٹ سائیڈ میں گئی جہاں اسٹڈی روم تھا اس نے دروازے کو ہلکا سا پش کیا تو وہ چرڑ کی آواز سے کھلتا گیا عاشر جو کتاب پہ جھکا ہوا تھا

دروازہ کُھلنے کی آواز پہ اس نے سر اٹھا کے دیکھا تو آرزو کھڑی تھی جو اس کے دیکھنے پہ مسکرا کر ہاتھ ہلا رہی تھی عاشر نے ایک نظر دیکھ کر اپنے کام میں لگ گیا آرزو نے گھور کر اس کو دیکھا جو اس کی موجودگی نظر انداز کر گیا تھا آخر کرتا بھی کیوں نہ وہ دو دن بعد اس کو منانے آئی تھی اس بیچ میں نہ عاشر اس کے پاس آیا تھا اور نہ آرزو پر آج اس کے آتا دیکھا تو اس نے ناراضی کا احساس کروانا لازمی سمجھا۔

ناراض ہو؟ آرزو اس کے پاس آکر معصومیت سے پوچھنے لگی۔ عاشر نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے کورس کی کتاب کی طرف نظریں کی۔

سوری۔ آرزو نے دونوں ہاتھ اپنے کانوں پہ رکھ کر کہا۔

مجھے پڑھنا ہے باہر جاؤ۔ عاشر نے سنجیدگی سے کہا۔

عاشر معافی مانگ رہی ہوں نہ تو ختم کرو اب تم اپنا ایٹیوڈ۔ آرزو نے اب کچھ چڑ کے کہا۔

میں اٹیٹیوڈ دیکھاؤ یا ناراض رہوں تمہیں کونسا فرق پڑتا ہے۔ عاشر نے بنا دیکھے کہا۔

یہ کیسی بات ہوئی ی مجھے کیوں فرق نہیں پڑے گا۔ آرزو کو عاشر کی بات سمجھ نہیں آئی ی۔

تو فرق پڑے گا؟ عاشر نے سنجید گی سے دیکھ کر پوچھا۔

ہاں بہت ہم دوست ہے آپس میں اور کزن بھی ہمارے بیچ کبھی اتنی دیر والی ناراضی نہیں رہی جتنی اس بار ہے مجھے اچھا نہیں لگ رہا آئے نو میں نے اس دن براری ایکٹ کیا تھا پر میں شرمندہ ہوں اس لیے معافی مانگنے آئی ی ہوں تا کہ تمہارا موڈ ٹھیک ہو جائے اور ہم پہلے کی طرح ہو جائے اور تم ہو جو منہ پھلائے بیٹھے ہو۔ آرزو نے ایک سانس میں کہہ ڈالا۔

ہاں ہم دوست ہے۔ عاشر عجیب سے انداز میں مسکراتا سر جھٹک کے بولا جب کی آرزو کو عاشر آج ٹھیک نہیں لگا۔

تو کیا نہیں ہے؟ آرزو نے سوال کیا۔

ہیں۔ عاشر نے بس اتنا کہا۔

نظر انداز کیوں کر رہے ہو کتاب تم بھی اچھال دو میرے اُپر حساب برابر۔ آرزو نے آسان سا حل دیا۔

نہیں ہوں میں ناراض۔ عاشر نے کہا۔

عاشر پلیز سوری سچی والا۔ آرزو نے بازوں سے پکڑ کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے کہا۔

مجھے بہت برا لگا تھا آرزو۔ عاشر نے شکوہ کیا۔

سوری۔ آرزو نے معصوم شکل بنائی ی۔

بات اتنی بڑی نہیں تھی جتنا تم نے ری ایکٹ کیا۔ عاشر نے مزید کہا۔

سوری۔ آرزو نے شکل کو اور معصوم بنایا۔

تم کوئی ی بھاری چیز بھی میرے اُپر ڈالتی میں افف نہ کہتا پر تمہارا رویہ مجھے برا لگا اور کچھ نہیں۔ عاشر نے اس کا ہاتھ اپنے بازوں سے ہٹا کر کہا۔

سوری۔ آرزو نے شرمندگی سے کہا۔

ہمارے درمیاں پہلے کبھی ایسا کجھ نہیں ہوا اور نہ تم نے یا میں نے ایسی بدتمیزی کی۔ عاشر نے گھور کر کہا۔

سوری۔ آرزو نے وہی لفظ کہا۔

آئی ندہ ایسا نہ ہو۔ عاشر نے وارن کیا۔

ہاں نہیں ہو گا۔ آرزو نے شکر کا سانس لیکر کہا۔

اچھا کیا بات تھی جو تم اتنا چڑ گ ئی تھی کوئی ی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ۔ عاشر اب پہلے کی طرح نارمل لہجے میں بولا اس کا دل صاف ہو گیا آرزو کو احساس ہو گیا اور اس نے معافی مانگی تو ورنہ دو دن وہ خود اپسیٹ تھا وہ اس سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا کیوں کی وہ تو ناراض تھا نہ دوسری بات کہ آرزو بھی نہیں آئی ی تھی اس لیے وہ بھی خاموش ہو گیا تھا اس کو فیل ہونے لگا تھا کہ جیسے آرزو بدل گ ئی ہو اور اب اس کو کسی عاشر

کی ضرورت نہیں پر آرزو کے آنے پہ اس کے خدشات ختم ہوئے تو اپنا آپ ہلکا پھلکا محسوس ہو رہا تھا۔

پریشان نہیں ہے کوئی ی پریشانی بھی مجھ سے پریشان رہتی ہے۔ آرزو نے فخریہ بتایا جس پہ عاشر نے نفی میں سر کو جنبش دی۔

آرزو تم کبھی مجھ سے کوئی ی بات نہیں چھپاتی اب بھی نہیں چھپاؤ۔ عاشر نے پھر سے پوچھا۔

تمہیں لگتا ہے میں کوئی ی بات تمہیں بتائے بنا رہ سکتی ہوں۔ آرزو نے اُلٹا اس سے سوال کیا

لگتا تو نہیں پر میرے یہ دو دن بہت بورنگ گزرے ہیں کیوں کی تمہاری کوئی ی بات نہیں سنی نہ۔ عاشر نے مسکرا کر کہا

ہائے میرے بھی قسم اتنی باتیں جمع کی ہیں میں نے۔ آرزو نے پر جوش آواز میں کہا۔

اچھا کونسی بات؟ عاشر ہمہ تن گوش ہوا۔

آپ کی منگنی ہو گ ئی۔ عاشر جو غور سے بات سننے میں لگا تھا گھور کر

آرزو کو دیکھا

توبہ ہے آرزو یہ تو میں جانتا ہوں نہ۔ عاشر نے بیزاری سے کہا تو آرزو نے

منگنی کے بعد والا واقع بتایا کہ کیسے زرینہ بیگم نے اس پہ چپلوں کی

برسات کی اپنی گ ئی تو ابا کی چپل سے عاشر شاک سا آرزو کی باتیں سن

رہا تھا

خالا تو بہت خطرناک ہیں۔ عاشر ہنس کے بولا۔

ہاں نہ ان کو کسی انڈرورڈ خاندان سے ہونا چاہیے تھا۔ آرزو نے عاشر کی

بات پہ اتفاق کیا۔

اٹھو۔ عاشر اپنی جگہ سے اٹھتا بولا

کیوں؟ آرزو اٹھ کر بولی۔

ہفتے بعد ایگزامز ہیں اور کل سے میں زیادتر دوستوں کے ساتھ کمبائی ن

اسٹڈی کروں گا اس لیے آج باہر لے چلتا ہوں تمہیں اس دن نہیں لے

چلا تھا نہ اور میں بھی مصروف ہو جاؤ گا اس لیے اس بیچ کوئی ی فرمائش نہیں کرنا۔ عاشر نے جواب دے کر خبر دار کیا۔

دل خوش کر دیا۔ آرزو نے چہک کر کہا۔

اچھا اب تم باہر جاؤ میں بکس سمیٹ کر آتا ہوں۔ عاشر مسکرا کر بولا تو آرزو سر ہلاتی باہر گ ئی۔

آؤ آرزو اِدھر بیٹھو۔ آرزو اسٹڈی سے جیسے نکلی نصرت بیگم ٹرے کچن سے لیتی نکلی جس میں چائے کی کتیلی اور نگٹس تھے۔

جی خالا۔ آرزو ان کے ساتھ بیٹھ گ ئی۔

سب کھاؤ۔ نصرت بیگم نے کھانے کا کہا

عاشر آئے تب تک میں چائے پیتی ہوں۔ آرزو نے مسکرا کر کہا اور اپنے لیے چائے نکالنے لگی۔

عاشر بھی آ گیا۔ نصرت بیگم عاشر کو آتا دیکھ کر کہا۔

تم بھی کھانے پہ بیٹھ گ ئی۔ عاشر نے آرزو کے سر پہ تھپڑ رسید کیا اور اپنے لیے نگٹس اٹھائے۔

توں تمہیں کیا۔ آرزو نے منہ بنایا۔

ناراضگی ختم ہو گ ئی تم دونوں کی؟ نصرت بیگم نے ان دونوں کو ساتھ مسکراتا دیکھا تو پوچھا۔

آپ کو کیسے پتا۔ دونوں نے ساتھ ہی پوچھا پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

پتا کیسے نہ چلتا دونوں کو اچھے سے جانتی ہوں میں۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر کہا۔

پھر ابھی۔ آرزو کو تجسس ہوا۔

عاشر خاموش سا تھا تو پہلے مجھے لگا امتحانوں کا برڈن ہے شاید اس وجہ سے پھر جب وہ گھر سے کم نکلتا اور کھانے پہ دھیان نہیں دیا اس کے بعد زرینہ نے بتایا تو پتا لگ گیا۔ نصرت بیگم نے بتا دیا۔

اچھا تو یہ بات ہے۔ آرزو بولی۔

جی۔ نصرت بیگم ہنس کے بولی۔

پتا نہیں تھا میرے بات نہ کرنے پہ ایسے ہو جاؤ گے۔ آرزو نے عاشر کے کندھے سے اپنا کندھا ٹکرا کر شرارت سے کہا۔

ظاہر میری موٹو دوست ہو اداسی تو ہو گی نہ۔ عاشر نے مظلوم شکل

بنائی ی۔

ایسے ہی خوش رہو۔ نصرت بیگم نے دعا دی۔

اب چلیں۔ عاشر اپنی چائے ختم کرتے بولا۔

ہاں چلو۔ آرزو بھی جلدی سے اٹھ بیٹھی۔

عاشر بائی یک آہستہ چلانا۔ نصرت بیگم نے تنبیہ کی۔

آپ فکر نہ کریں امی ہر بار ایک ہی حادثہ نہیں ہوتا۔ عاشر نے تسلی دی۔

آؤ اب۔ آرزو نے اس کا ہاتھ پکڑتے باہر کی جانب کھینچا۔

پہلے آئی سکریم اس کے بعد تم مجھے چوڑیاں خرید کے دو گے پھر ہم گول گپیں بھی کھائی یں گیں۔ آرزو اس کے پیچھے بائی یک پہ بیٹھتی ہوئی ی بولی

چپ چاپ آئی سکریم ہی کھانا بس اور کچھ نہیں مجھے اور بھی کام ہے۔عاشر نے بائی یک اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا

اب کی میں نے ناراض ہو جانا ہے۔ آرزو نے وارن کیا

مرضی ہے۔عاشر لاپروائی سے بولا تو آرزو نے اس کی پیٹھ پہ تھپڑ مارا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ہم بات کر سکتیں ہیں ؟روشنا لائی بریری میں تھی جب علیدان اس کے سامنے والی چی ئی ر پہ بیٹھ کر بولا۔

مجھے کوئی ی بات نہیں کرنی۔روشنا نے سہولت سے انکار کیا۔

روشنا پلیز۔علیدان نے اس کا ہاتھ جو ٹیبل پہ رکھا تھا وہ تھام کر بولا تو اس کی نظر پہنی ہوئی انگھوٹھی پہ پڑی تو وہ شاک سا روشنا کو دیکھنے لگا جس نے فورن سے پہلے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

مسٹر علیدان آپ پلیز مجھے ہاتھ مت لگایا کریں۔لائی بریری میں ہونے کی وجہ سے روشنا نے دھیمی مگر سخت آواز میں کہا۔

انگیجمنٹ رِنگ ہے؟علیدان کو اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

جی بلکل۔روشنا نے کہا جب کی اس کو دیکھنے سے گریز کیا تھا جانے کیوں اس کو علیدان سے سامنا کرنا مشکل لگ رہا تھا۔

تم یہ منگنی توڑدو۔علیدان نے شدت پسندی سے بولا اس کی بات پہ روشنا کو اپنی سماعت پہ یقین نہ آیا کے کیا واقع اس نے جو سنا وہ سچ ہے۔

آپ کا دماغ ٹھیک ہے؟روشنا نے دانت پیستے کہا۔

نہیں۔جواب فورن سے آیا۔

تو علاج کروائے میرا خراب نہیں کریں دماغ۔ روشنا نے گھور کر کہا۔

روشنا آئی لو یو پلیز یہ منگنی ختم کر دو میں نہیں رہ سکتا تمہارے بنا جب سے

تم نے یہ بات بتائی ہی میں ایک پل سکون کا سانس نہیں لے پایا سوچ

سوچ کر میرا دماغ شل ہو گیا پر میں نے بہت سوچا اور یہی بات معلوم

ہوئی ہی کہ میں

روشنا کی اب بس ہوئی ہی تھی اس نے بنا لحاظ کیے علیدان کے گال پہ تھپڑ

جڑ دیا علیدان گال پہ ہاتھ رکھے بے یقین سے روشنا کو دیکھنے لگا جو تیز تیز

سانس لے رہی تھی روشنا نے ایک حقارت بھری نظر اس پہ ڈالی اور

لائبریری سے نکلی علیدان فورن سے اس کے پیچھے گیا۔

روشنا میری بات سنو۔ علیدان اس کے سامنے آ کر منت بھرے لہجے

میں بولا اس کو اپنا آپ حد سے زیادہ بے بس محسوس ہو رہا تھا وہ چاہ کر

بھی اپنی فیلینگز اچھے سے روشنا کے سامنے ایکسپریس نہیں کر پا رہا تھا اور

نہ روشنا اس کو موقع نہیں دے رہی تھی۔

کیا بات سنوں ہاں کیا بات تم سمجھتے کیا وہ میں تمہارے بہکاوے میں آجاؤں گی تو سن لو میں ان میں سے نہیں کو پیار کے دو بول سن کر ایمپریس ہو جاؤ گی اور تمہیں شرم نہیں آئی ی مجھ سے ایسی گھٹیا گفتگو کرتے ہوئے۔روشنا نے تیز آواز میں علیدان سے وہ کب آپ سے تم کا سفر کر گ ئی اس کو پتا نہیں لگا۔

روشنا آہستہ سب دیکھ رہے ہیں۔علیدان نے سامنے دیکھتے ہوئے کہا جہاں کچھ اسٹوڈنٹس ان کو دیکھ کر گزر رہے تھے

کیوں ڈر لگ رہا ہے اپنی عزت خراب ہونے کا۔روشنا نے طنزیہ پوچھا۔

مجھے تمہاری پرواہ ہے میں نہیں چاہتا کہ لوگ باتیں بنائے تمہارے بارے میں۔علیدان نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا جہاں اس کے لیے سوائے نفرت کے کچھ نہ تھا اس کو روشنا کی نظروں میں اپنے لیے ایسے نفرت دیکھ کر چھن سے اپنے اندر کچھ ٹوٹتا محسوس ہوا پر وہ مرد تھا اپنے آپ کو کنٹرول میں رکھنا وہ اچھے سے جانتا تھا۔

میری پرواہ مت کرو کوئی ضرورت نہیں اچھے سے جانتی ہوں میں تم جیسے مردوں کو۔ روشنا چیخ کے بولی جب کی علیدان بے بسی اس کی جانب دیکھا جس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

محبت ہے تم سے آج یا کل سے نہیں جب پہلی دفع دیکھا تھا نہ تب سے ہی۔ علیدان نے ایک اور کوشش کی وقاص اور احمد بھی وہاں آگ ئی ے تھے اور سارا معاملے وہ جان گ ئی ے تھے۔

میں نہیں کرتی جان گ ئی ے اب میرا راستہ مت روک ئی یے گا کیوں کی سوائے ناکامی ہے کچھ نہیں ملیں گا۔ روشنا کہتے ہی ایک پل نہیں رکی تھی علیدان نے پھر اس کو روکا نہیں تھا وہ تو اپنی جگہ پتھر کا ہو گیا تھا جیسے اپنی جگہ جم گیا ہو اور ہلنے کی سکت اس میں نہ تھی آنکھیں پتھرا سی گ ئی تھی ایک آنسو اس کی آنکھ سے گر کر بے مول ہوا تھا۔

کبھی ایک خواب سا دیکھا تھا میں نے

کہ تم میرے ہو اور میرے لیے ہو

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

زندگی کسی ایک کے لیے نہیں رکتی اور نہ کسی ایک کے جانے سے ختم ہو جاتی ہیں زندگی میں ہم اس دنیا میں جانے کتنے لوگوں سے ملتے ہیں کن کو ہم اچھے لگتے ہیں اور کوئی ہمیں اچھا لگتا ہے ایسے ہی ان سب کی زندگیوں میں بدلاؤ سا آگیا تھا ایک سال پَر لگا کر اُڑ گیا تھا روشنا کا کالج میں اب لاسٹ ای ئر تھا علیدان نے اس دن کے بعد کالج نہیں گیا تھا سوائے اپنے پیپرز کے علاوہ وہ اب اپنی زندگی میں مصروف ہو گیا تھا اور اس کی مصروفیت تھی بزنس پہ دھیان دینا وہ سنجیدہ ہو گیا تھا اور سب کو اس کی سنجیدگی سے وحشت ہوتی تھی مگر سوائے وقاص اور احمد کے اس کی سنجیدگی وجہ کوئی نہیں جانتا تھا وقاص اور احمد نے بزنس جانا شروع کر دیا تھا عاشر نے انٹری ٹیسٹ پاس کر لیا تھا جس پہ اس کی خوشی کی انتہا نہ تھی آرزو اب انٹر کے ایکزامز کی تیاری میں تھی اور وہ بھی عاشر کی خوشی میں خوش ہو گئی تھی روشنا کے سسرال والوں نے اب شادی کا

شور مچایا ہوا تھا مگر ایاز صاحب نے کچھ وقت مانگا تھا روشنا بھی ایک سال اپنی پڑھائی مکمل کرنا چاہتی تھی زیاد کا ان سے بس فون پہ رابطہ ہوتا تھا وہ ایک دو بار آمریکا گئے تھے اس کے بعد ان کا جانا نہ ہو سکا تھا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کیسا محسوس ہو رہا ہے آپ کو؟ زیاد نے نور جہاں سے پوچھا جن کی پٹی آج کھلنے والی تھی زیاد نے اس ایک سال میں ان کا بے حد خیال رکھا تھا اور ان کا سارا خرچ خود اٹھایا تھا اور اس ایک سال میں زیاد ایک بار بھی کراچی نہیں گیا تھا اور نہ گھر والوں سے کسی سے رابطہ کیا تھا اسرار صاحب کو کافی دکھ ہوا تھا زیاد کی اتنی بے اعتنائی پہ جو ان کو اس قابل بھی نہیں سمجھ رہا تھا کہ کچھ بتائے ان کو ماہی بیگم بھی زیاد سے ناراض تھی کیوں کی ان کو بھی کال پہ بتایا تھا۔

بہت اچھا آج اتنے ٹائم بعد میں ٹھیک ہو جاؤں گی اور اپنی نارملی زندگی گزاروں گی۔ نور جہاں نے مسکرا کر کہا۔

یہ بات توں ہے اب آپ دل تھام لیں۔ زیاد نے کہا تبھی کچھ ڈاکٹرز وہاں آئی یں زیاد ایک طرف ہو کر کھڑا ہو گیا تھا جب کی ایک نرس نے آرام سے اور آہستہ آہستہ نور جہاں کے چہرے سے پٹی ہٹاتی گ ئی یں زیاد مسکراتا ان کی طرف دیکھ رہا تھا اور دل میں اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا اس نے سب ٹھیک کر دیا تھا اور اس کو لڑ کھڑا نے نہیں دیا تھا پورے چہرے سے پٹی اُترنے کے بعد دوسری نرس نے ایک مرران کے سامنے کیا نور جہاں نے جب اپنا چہرہ آئی ینے میں دیکھا تو تشکر سے ان کی آنکھوں میں آنسوؤ آگ ئی ے تھے زیاد نے آگے بھر کر ان کو اپنے ساتھ لگایا اور ان کا ماتھا چوم کر مبارک دی۔

💕💕💕💕💕💕💕

مبارک ہو خالا کے چہرے سے پٹی اُتر گ ئی زیاد کا فون آیا تھا کافی خوش تھا۔ وقاص ریسٹورنٹ آکر پہلی یہی خبر دی اور اپنی جگہ بیٹھا آج اُتوار تھا

تو وقاص نے ضد کر کے سب کو اکٹھا کیا تھا ورنہ بہانے بہت تھے کے پھر کبھی ملیں گیں۔

ماشااللہ یہ تو بہت اچھا ہوا اب زیاد بھی واپس آئے گا بہت یاد آرہا ہے۔ ہمایوں نے چاولوں کا اسپون منہ میں ڈالیں کہا۔

ہاں اب آنا تو چاہیے اس کو کیا پتا ایک مہینے تک آجائے۔ احمد نے پر سوچ لہجے میں کہا۔

تم کیوں اب اتنا خاموش رہنے لگیں ہو زبان گم ہو گئی ہے کیا۔ ہمایوں نے خاموش بیٹھے علیدان کو ٹوکا جو کوئی ی رسپونس ہی نہیں کر رہا تھا

خاموشی بے وجہ نہیں ہوتی صاحب

کچھ درد آواز چھین لیتے ہیں

سر میں درد ہے کچھ۔ علیدان نے جواب دیا۔

آج کل بہت درد ہونا لگا ہے میں آج کی بات نہیں کر رہا تم تو اب عموماً خاموش چپ اداس ہی ہوتے ہو۔ ہمایوں نے جواب کہا تو علیدان اب

کچھ نہ بولا بس کولڈ ڈرنک پینے لگا جب کی وقاص اور احمد نے ایک دوسرے کو دیکھا ان دونوں نے بہت کوشش کی تھی علید ان کو سمجھانے کی پر وہ علید ان تو جیسے کانوں میں روئی ی ٹھوس بیٹھا تھا جو ان کی بات سن ہی نہیں رہا تھا۔

زیاد سے میں بات کروں گا کچھ دن بعد میری شادی ہو گی تا کہ وہ بھی شامل ہو نہ امی نے جلدی مچائی ی ہوئی ی ہے وہ تو بس میں نے جانے کیسے ان کو ٹالا ہوا ہے۔ ہمایوں نے اپنا پرانہ دُکھ رارویا اس کا بچپن سے ہی اپنی چچازاد سے رشتہ طئی تھا اور اب جب ان کی پڑھائی ی پوری ہو گ ئی تھی تو اس کی ماں شادی کروانا چاہتی تھی پر ہمایوں زیاد کا پاکستان میں نہ ہونے کی وجہ سے منع کیے ہوئے تھا پر اس کی ماں نے غصے سے شادی کا کہا تو ہمایوں اب زیاد سے کہنا چاہتا تھا کے واپس آجائے تک اس کی جان خُلاصی ہو۔

کچھ مائ یں تمہاری ماں جیسی بھی ہوتی ہیں جن کو اپنے بیٹوں کی شادی کی بچپن میں ہی فکر ہوتی ہے اور ایک ہماری مائ یں ہیں جو ان کے بیٹے اُنٹھ جتنے ہو گ ئ ے ہیں تب بھی کوئ ی پر واہ نہیں۔ وقاص نے جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑے۔

تو تم خود ہی لڑکی تلاش کر کے شادی کر لوں۔ احمد نے مشورہ دیا۔

تا کہ میرے ابا ایک منٹ نہ لگائ یں میرا سر قلم کرنے میں۔ وقاص نے دانت پیسے۔

تو صبر کرو جب تمہاری اماں کو پتا لگے کے ان کا بیٹا بڑا ہو گیا ہے یا خود ہی ان کے کان میں یہ بات ڈالوں۔ ہمایوں نے ہنس کے کہا۔

ارے واہ یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ وقاص کو ہمایوں کا مشورہ پسند آیا۔

اب رہتے ہیں یہ دونوں۔ ہمایوں نے احمد اور علید ان کی طرف اشارہ کیا۔

میری بس لڑکی مان جائے۔ احمد نے دل میں سوچا زبان سے کہہ کر اپنی شامت نہیں منگوانی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو

آرزو

وہ گہری نیند میں تھی جب اپنی ماں کی چنگارتی آواز پہ گڑبڑا کر اٹھ بیٹھی اور کمرے میں دیکھا تو پتا چلا کہ آواز لائی ونج میں دے رہی ہیں۔

یہ صبح اماں کیا ہو گیا جو اتنے پیار سے بولا رہی ہیں۔ آرزو اپنے چہرے سے بال ہٹا کر کہا اور منہ بناتی کمرے سے نکلی جہاں روشنا خاموش کھڑی تھی جب زرینہ بیگم آگ بگولہ بنی۔

آپ نے بُلایا اماں۔ آرزو نے جمائی ی لیتے ہوئے کہا۔

جی مہارانی صاحبہ یہ دیکھو کیا ہے یہ۔ زرینہ بیگم نے طنزیہ کہہ کر اس کو ٹیبل پہ رکھے کپڑو کی جانب اشارہ کر کے کہا تو آرزو نا سمجھی سے دیکھنے لگی۔

کپڑے ہیں اور کیا آپ یہ آپی سے بھی پوچھ سکتی تھی خوامخواہ میری نیند خرابی کی۔ آرزو بے زاری سے بولی۔

نالائق یہ کپڑو کا حشر کیا کر ڈالا پہلی دفع کوئی ی کام اور آسان سا کام دیا تھا وہ بھی تم نے نہیں کیا۔ زرینہ بیگم سر پکڑ کے بولی۔ تو آرزو نے ہر ایک جوڑے کو دیکھا زرینہ بیگم نے اس کو کپڑے دھونے کا کہا تھا اور سمجھایا بھی تھا کہ کیسے دھونے ہوتیں ہیں آرزو نے احتجاج بہت کیا کہ وہ نہیں کرے گی کوئی ی کام وام پر زرینہ بیگم نے بھی ٹھان لی تھی کہ وہ اب آرزو کو سُدھار کے رہے گی جو ان کے بس کی بات نہ تھی۔

چمک تو رہے ہیں ایسے تو آپ نے پوری زندگی میں نہیں دھوئی ہیں ہوگیں جتنے میں نے پہلی دفع دھو کر دی ئی ہیں۔ آرزو نے فخریہ بتایا۔

بلکل میں نے کبھی ایسے کبھی کپڑے نہیں دھوئے۔زرینہ بیگم نے اپنا ایک جوڑا اس کے منہ پہ مار کے کہا۔

اووہو اماں اب آپ اپنے کپڑے بھی مارے گی۔ آرزو جھنجلاہٹ سے بولی۔

یہ جوڑا دیکھو میرا نیا تھا اور اب سفید سے گلابی ہو گیا ہے۔زرینہ بیگم نے گھور کے کہا تو آرزو نے آنکھیں پھاڑ کر ان کی قمیص کو دیکھا جہاں گلابی رنگ چڑھا ہوا تھا۔

یہ معجزہ کیسا ہوا؟ آرزو پرجوش ہوئی ی۔

معجزے کی کجھ لگتی میں نے کہا تھا نہ کے کپڑے الگ الگ کر کے دھونا ورنہ رنگ چڑھاتا ہے کر دیا نہ ستیاناس کپڑوں کا۔زرینہ بیگم غصے سے بولی۔

اماں مجھے پہ الزام نہ دے اب آپ ایک تو مجھ معصوم کو اتنا کام کروایا کل آپ نے اور اب توبہ۔ آرزو نے منہ بنایا۔

کام دیکھ رہا ہے کیسے کیا ہے۔زرینہ بیگم نے طنزیہ کہا۔

الگ الگ کپڑے دھوتی تو وقت لگتا اور زیادہ وقت لگتا تو وقت ضائع ہوتا اور ہمیں وقت کی قدر کرنی چاہیے۔ آرزو نے اپنی عقلمندی کا مظاہرہ کیا۔

آروابھی کے لیے دفع ہو جاؤ اس سے پہلے میرا پارہ اور ہائی ہو جائے۔زرینہ بیگم نے اس کو جانے کا بولا۔

آپ کا پارہ تو بس میرے لیے آسمان پہ ہوتا ہے۔ آرزو نے کہتی واک آؤٹ کر گئی۔

اماں کیوں غصہ ہوتیں ہیں اس پہ ابھی چھوٹی ہے بعد میں سیکھ لیں گی۔روشنا نے آرزو کے جانے کے بعد اپنی ماں سمجھایا۔

چھوٹی نہیں ہے اب بیس کی ہونے والی ہے اور ابھی تک چائے کا پانی اُبالنا نہیں آتا۔زرینہ بیگم جل کے بولی۔

میں سیکھاؤ گی نہ تو کرلے گی سب کام۔روشنا نے مسکرا کر کہا۔

ہاں وہ تو جیسے سیکھ جائے گی اب اس کے شادی کی عمر ہے سسرال جا کر کیا کرے گی اگر یہی حال رہا نہ تو گھر میں بیٹھی رہے گی۔زرینہ بیگم کچھ زیادہ ہی غصہ تھی۔

اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ اچھا اچھا سوچیں اور آرزو اتنی بھی نا سمجھ نہیں اور شادی ابھی تو آپ رہنے دے۔روشنا نے ان کا ہاتھ پکڑتے کہا۔

آرو کو چھوڑو میری بات سنو کل عطیہ بہن آئے گی تو تم تیاری کرلینا۔زرینہ بیگم نے کہا۔

وہ کیوں آئے گی؟روشنا نے سوال کیا

پتا نہیں کوئی ی ضروری بات ہے کہہ رہی تھی اب جب آئے تو پتا چلیں۔زرینہ بیگم نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

شادی کی بات تو نہیں۔روشنا نے پوچھا

نہیں جب آئے گی تو پتا لگیں گا میں نے سوچا بتا دو تم آرزو کو سمجھا نا ان سے اچھے بات کرے اور شاید فراز بھی ہو تو تم کوئی ی اچھا سا ڈریس پہننا۔زرینہ بیگم اس کو ہدایت کرتی کچن کی طرف گ ئی جب کی ان کی آخری بات پہ روشنا نے گہری سانس لی۔

دیکھا کتابِ عشق کے اوراق میں

اول بھی تیرا نام تھا آخر بھی تیرا نام۔

زیاد نے اپنی پیکنگ کرلی تھی دو دن بعد ان کی فلائی ٹ تھی شجاع غنی ایک دن پہلے ہی جا چکے تھے نور جہاں اور زیاد کو بعد میں جانا تھا وہ بیگ

بیڈ پہ رکھے خود صوفے پہ نیم دراز تھا اور موبائل سامنے کیے آرزو کی تصویر دیکھ رہا تھا یہ تصویر زیاد نے آرزو کا اسٹیٹس پہ دیکھ چوڑی کی تھی ساتھ میں آرزو کے روشنا بھی تھی مگر زیاد نے تصویر کروپ کر کے بس آرزو کی اپنے پاس سیو کر لی تھی اس نے ایک سال کیسے گزارا تھا بس وہی جانتا تھا اس کو اپنے اندر ایک سکون محسوس ہو رہا تھا کے وہ اتنے بعد آرزو کو دیکھے گا اس کو پتا تھا اس کی خوشی کی انتہا نہ ہو گی پر ایک ڈر بھی تھا کہ آرزو اگر بھول گ ئی ہو تو وہ کیا کرے گا تو کے آگیں وہ سوچنا نہیں چاہتا تھا اور ڈیڑھ سال اتنا بھی نہیں تھا کہ آرزو اس کو بھول جاتی اور بچی بھی تو نہیں تھی زیاد بنا پلک جھپکائے آرزو کی تصویر دیکھ رہا تھا جب نور جہاں دروازہ نوک کرتی آئی ی۔

زیاد کھانا کھالوں۔نور جہاں نے کہا۔

خالا جان مجھے بھوک نہیں۔زیاد نے منع کیا۔

پاستا پسند ہے نہ تمہیں وہ ہی کھالوں دن میں بھی کچھ نہیں کھایا تھا۔نور جہاں نے کہا۔

بعد میں ابھی نہیں۔زیاد ہلکہ سا مسکرا کر بولا۔

اوکے۔نور جہاں نے سر ہلایا اور دروازہ بند کرتی باہر چلی گ ئی زیاد بھی دوبارہ اپنے کام میں لگ گیا جو تھا آرزو کی پکچر دیکھنا۔

☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀☀

سر آج ہماری جبار انڈسٹری کے ساتھ میٹنگ ہیں شام سات بجے کے وقت۔علیدان کی سکریٹری فضا نے اس کو بتایا۔

وہ میٹنگ کینسل کر دے چار بجے جو ابراہیم انڈسٹری کے ساتھ تھی بس وہ فکس کرے۔علیدان نے سنجید گی سے کہا۔

بٹ سر سات بجے والی میٹنگ از امپورٹنٹ اسد اللہ سر نے بہت کہا تھا کے میں اس کی پریزنٹیشن بہت اچھے سے تیاری کرو اور اگر ان کو پتا

چل جائے گا تو غصہ کریں گیں اور نقصان الگ ہو گا۔ فضا نے پریشانی

سے بتایا

آپ نے پریزنٹیشن اچھے سے تیار کی ہو گی یقیناً اور ڈیڈ کو میں بتادوں

گا۔ علیدان نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ایک دوسرے میں پھنسا

کر کہا۔

او کے سر۔ فضا کہہ کر فائل ہاتھ میں لیتی کیبن سے نکل گئی علیدان

فضا کے جاتے لیپ ٹاپ میں بزی ہو گیا جبھی اس کا موبائل رِنگ کرنے

لگا تو اس نے اسکرین پہ نظر ڈالی تو ماں کالنگ لکھا آ رہا تھا۔

اسلام علیکم امی۔ علیدان نے کال اٹھا کر سلام کیا

وعلیکم اسلام علیدان شام میں تمہاری کوئی میٹنگ تو نہیں ہے

نہ؟ نرما بیگم نے سوال کا جواب دے کر پوچھا۔

کیوں؟ علیدان نے پوچھا۔

ہاں اگر ہے تو کینسل کر لینا اور شام میں جلدی آجانا کیوں کی نیہا آرہی ہے گھر پہ تو۔ نرما بیگم نے خوشی سے بتایا جب کی علیدان کا بگڑا موڈ اور خراب ہوا کیوں کی پچھلے سال سے لیکر نرما بیگم علیدان کو راضی کرنے میں لگی ہوئی ہے کہ وہ ان کے بھائی کی بیٹی نیہا سے شادی کر لیں جس پہ علیدان نے صاف انکار کر دیا تھا مگر نرما بیگم ہر ممکن کوشش کر رہی تھی علیدان کو منانے میں۔

امی نیہا آرہی ہے تو میں کیا کروں اور آج میں بہت بزی ہوں میری بہت ضروری میٹینگز ہیں جو میں نیہا کے لیے کینسل نہیں کر سکتا تھا۔ علیدان نے بامشکل اپنا لہجہ نارمل کیے کہا۔

دانی میں کچھ نہیں سن رہی تھوڑا خیال کر لوں کزن ہے وہ تمہاری کتنا برا لگیں گا۔ نرما بیگم نے دوٹوک انداز اپنایا۔

امی اس کو برا نہیں لگیں گا اور دوسری بات حفصہ ہے نہ میری کیا ضرورت ہو گی اور رات کو شاید مجھے آنے میں دیر ہو جائے کام بہت زیادہ ہے آج۔ علیدان نے دوبارہ انکار کیا۔

ٹھیک ہے۔ نرما بیگم کہتے ہی کال کٹ کر گئی جب کی علیدان نے انٹر کام اٹھایا اور اپنی سیکریٹری سے کہا۔

مس فضا شام سات بجے والی میٹنگ کینسل مت کرئی یے گا۔

اوکے سر اچھا ہوا آپ نے ابھی کہہ دیا ورنہ بہت برا لوسٹ ہو سکتا تھا۔ فضا نے علیدان کی بات سن کر کہا جس پہ علیدان نے بس ہمم کہا کچھ بھی ہو پر وہ ابھی شادی کے نام سے بھی دور بھاگنا چاہتا تھا وہ چاہ کر بھی روشنا کو بھول نہیں پا رہا تھا اس کے تھپڑ کی گونج وہ آج بھی محسوس کرتا تھا جس پہ اس کے انا کو ٹھیس تو نہیں پہنچتی تھی مگر دل ضرور تڑپتا تھا اپنی محبت کی ناقدری پہ پر وہ کچھ کر نہیں سکتا تھا یا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

حقیقی عشق تو وہ ہے جو

حد میں رہ کر بے حد کیا جائے۔

❤❤❤❤❤❤❤

ایاز بھائی ی گھر نہیں ہے کیا؟ عطیہ بیگم نے چائے پیتے ہوئے زرینہ بیگم سے پوچھا۔

جی وہ اس وقت اپنے کام پہ ہوتیں ہیں۔ زرینھہزرینہ بیگم نے بتایا۔

آپ نے ان کو بتایا نہیں تھا ہمارے آنے کا؟ چائے کا کپ رکھتے انہوں نے دوسرا سوال کیا۔

بتایا تھا پر ان کی دفتر میں بہت مشکل سے ہی چھٹی ملتی ہے۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی روشنا آرزو فراز یہ سب خاموش تھے اور آج ان کا چھوٹا بیٹا جس کا نادر تھا وہ بھی موجود تھا اور ایکسرے کرتی نظروں سے آرزو کو دیکھ رہا تھا جس پہ آرزو کا بس نہیں چل رہا تھا کے اس کی گردن مڑ وڑ دے۔

نادر آپ کچھ لیں۔ روشنا نے اس کا دھیان آرزو کی طرف ہٹانیں کے غرض سے کہا اس لیے کباب کی پلیٹ اس کے سامنے کی۔

مجھے بہت ضروری بات کرنی تھی اس لیے میں آئی ہوں اور اپنے بیٹے نادر کو بھی لائی ہوں تا کہ آپ دیکھ لیں کیوں کی آخری بار تو اپنے بس تبھی دیکھا تھا نہ جب روشنا بیٹی کا رشتہ لائے تھے۔ عطیہ بیگم نے تھمید باندھی تو ان کا دماغ کھٹکا۔

آرو تم کمرے میں جاؤ صبح کہہ رہی تھی نہ پیپرز کی تیاری کرنی ہے۔ زرینہ بیگم نے آرزو سے کہا جو خود اندر جانے پہ تول رہی تھی ان کی بات سن کے تو اس کو لگا جیسے کسی نے اس کو زندگی کی نوید سنا دی ہو کیوں کی اس کو ان سب کے ساتھ بیٹھنا پسند نہیں ہوتا تھا

ہاں اماں میں جا رہی ہوں۔ آرزو اچھل کے اپنی جگہ سے اٹھی اور پھر عطیہ بیگم سے بولی۔

اچھا آنٹی میں چلتی ہوں۔

جی بیٹا اچھے سے پڑھوں۔ عطیہ بیگم مسکرا کر بولی۔

آپ بتائیں کونسی ضروری بات؟ زرینہ بیگم نے آرزو کے جاتے ہی کہا

آپ سمجھ تو گئی ہیں اس لیے آرزو کو اندر بھیجا خیر میں صاف صاف

بات کہہ دیتی ہوں مجھے آرزو کا ہاتھ اپنے بیٹے نادر کے لیے چاہیے میری

کوئی بیٹی نہیں بس دو بیٹے ہیں اچھا ہے آپ کی دو بیٹیاں ایک ساتھ

رہے گی۔ عطیہ بیگم کی بات زرینہ بیگم اور روشنا نے شاک سے ایک

دوسرے کو دیکھا۔

آپ کی بات درست مگر ابھی ہم نے آرزو کی شادی کا نہیں سوچا دوسرا

کے ابھی وہ ان باتوں سے ناواقف بھی ہے وہ ابھی تو پڑھائی بھی انٹر

کی کررہی ہے۔ زرینہ بیگم نے ان کی بات پہ اتنا کہا صاف منع بھی نہیں

کرسکتی تھی دوسری بیٹی کی ساس جو تھی ہونے والے ہی پر تھی تو سہی۔

پڑھائی وہ کرلیں میں کونسا ابھی شادی کا کہہ رہی ہوں بس چاہتی ہوں

کے میرے بڑے بیٹے فراز کے نکاح کے ساتھ ان کا بھی ہو جائے روشنا

کی رخصتی تو کچھ ماہ میں ہو جائے گی آرزو کی آپ تب کریں رخصتی جب وہ پڑھائی ی کر لیں۔عطیہ بیگم نے آرام سے کہا تو وہ سوچ میں پڑ گ ئی۔

میں ایاز سے بات کروں پھر آپ کو جواب دوں گی۔زرینہ بیگم نے سنجید گی سے کہا۔

پر جواب ہاں میں د یج ئی ے گا میرے نادر کی بھی خواہش ہے یہ۔عطیہ بیگم نے نرمی سے کہا ان کی بات پہ زرینہ بیگم نے نادر کی طرف دیکھا جو اب سر جھکائے بیٹھا تھا سفید ٹی شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ ان کو بہت سلجھا ہوا لگا زرینہ بیگم کو بے ساختہ نادر پہ ترس آیا اگر بات بن جاتی جو آرزو نے پھر کرنا تھا پھر تو نادر نے اپنے بال نوچ لینے تھے۔

آپ فکر نہ کرے شام میں جیسے ہی ایاز آئی ینگے میں بات کروں گی اور اپنی بہن سے بھی۔زرینہ بیگم نے ان کو تسلی کر وائی ی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آج زیاد کی پاکستان کی فلائیٹ تھی آج وہ بہت خوش تھا کے پاکستان واپس جارہاہے پر سب سے زیادہ خوشی اس کو اس بات کی تھی کے وہ اب آرزو کو دیکھے گا اپنے دوستوں کو اس نے بتادیا تھا اور وہ چاروں ائیرپورٹ پہ اس کو رسیو کرنے بھی آئے گا زیاد کے دل میں خواہش ابھری کے کاش وہ جیسے ہی پاکستان میں اپنا قدم رکھے تب پہلا چہرہ وہ آرزو کا دیکھے پر یہ اس کی خواہش ہی رہے گی جانتا تھا اس کے پاس بہت باتیں تھی جو وہ آرزو سے کرنا چاہتا تھا اور پوچھنا چاہتا تھا کے اس نے اپنا نمبر کیوں بند کرر کھا ہے اور اس نے یہ بھی سوچ لیا تھا کے وہ مزید روشنا کو اپنی منمانی کرنے نہیں دے گا۔

سر وو ڈیو ٹیک سمتھنگ؟ زیاد کو حقیقت کی دنیا میں ائیر ہوسٹ کی آواز لے آئی ی وہ تو ورنہ آرزو کو جانے کب تک سوچتا رہتا۔

نو تھنکس۔زیاد نے انکار کیا اور کان میں ہینڈی فری لگائے پشت سیٹ پہ ٹکائے آنکھ بند کر دی۔جب کی سامنے والی سیٹ پہ نور جہاں کوئی ی می ئی گزین پڑھنے میں مصروف تھیں۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥

عاشر کا آج میڈیکل کالج میں فرسٹ ڈے تھا جس پہ وہ کچھ زیادہ ایکسائی ٹڈ تھا اس نے تیار ہو کر خود کو دیکھا اس نے آج کاٹن کے برائی ون کلر کے شلوار قمیص پہنا تھا جس پہ وہ کافی ڈیشنگ لگ رہا تھا بالوں کو اس نے جیل سے سیٹ کیا تھا ہلکی سی بی ئی رڈ جو اس نے آج ہی شیو کی تھی عاشر نے خود پہ مسکراتی نظر ڈالی جس پہ اس کے ڈمپلز واضع ہوئے عاشر نے ڈریسنگ ٹیبل سے گھڑی اٹھائی ی اور اپنی کلائی ی میں باندھنے لگا تیار ہونے کے بعد وہ کمرے سے نکل گیا۔

ماشا اللہ ماشا اللہ کتنے پیارے لگ رہو۔نصرت بیگم نے عاشر کو باہر آتا دیکھا تو نہال ہو گ ئی اور اس کی بلائے لینے لگی۔

امی دعا کرنا سب اچھا ہو۔ عاشر نے ان کا ماتھا چومتے ہوئے کہا۔

اچھا ہی ہو گا ر کو میں نظر اُتار و کسی کی لگ نہ جائے اتنے لوگ ہو گیں کالج میں۔ نصرت بیگم جلدی سے بولی جس پہ عاشر ہنس پڑا۔

امی کیا ہو گیا ہے اور بھی بہت ہو گیں پیارے وہاں مجھ سے زیادہ بھی۔ عاشر نے بتایا

ہو گیں اور بھی پر تم جیسا تو کوئی ی نہیں ہو گا نہ اور یہ ڈمپلز ہو گیں۔ نصرت بیگم نے اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام کر کہا۔

اچھا میں واپس آؤں تب اُتار لیجئ یے گا کیا پتا کسی کی لے آؤ نظریں اب تو دیر ہو رہی ہے۔ عاشر نے مسکرا کر کہا اور جلدی سے باہر کی طرف گیا جب کی نصرت بیگم اس کو دیکھتی رہ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

میں نے ایاز سے بات کی ان کو اعتراض نہیں تھا۔ زرینہ بیگم نے برتن دھوتی روشنا سے کہا۔

اماں نادر اچھا تھا پر آپ کو نہیں لگتا آرزو اور عاشر کے بارے میں سوچیں بجائے نادر کے۔ روشنا نے سنجید گی سے کہا۔

عاشر اور آرزو؟ زرینہ بیگم تعجب سے بولی۔

ہاں کیوں امی وہ اتنے کلوز ہیں ایک دوسرے کے اور دوستی بھی گہری ہیں پیار بھی آرزو کا خیال کتنا رکھتا ہے عاشر کسی بڑوں کی طرح جب شادی ہو گی تب تو اور اس کی کی ئی ر کرے گا مجھے تو لگتا ہے عاشر بھی یہی چاہے گا وہ پیار کرتا ہے آرزو سے اور وہ کسی اور سے آرزو کی شادی ہوتا سنے گا کتنا برا لگے گا۔ روشنا نے اپنے اندازے مطابق بات کی۔

ہاں پر روشنا عاشر واقع میں آرزو سے شادی کرنا چاہے گا۔ زرینہ بیگم کو یقین نہیں آیا۔

ہاں کیوں نہیں آرزو کے نخرے وہ ہی اٹھا سکتا ہے اور وہی اس کو سنبھال سکتا ہے آپ بات کرے خالا سے۔ روشنا نے مسکرا کر کہا۔

کیا پتا عاشر کو آرزو شادی کے حساب سے پسند نہ ہو۔زرینہ بیگم کا دل روشنا کی بات پہ مطمئن نہیں تھا دل پتھر کا

از رمشا حسین

کیا خرابی ہے آرزو میں جو عاشر کو پسند نہیں ہو گی بس میری بہن تھوڑی ہیلدی ہے اور کچھ نہیں اور خوبصورت تو بہت ہے عاشر آرزو بچپن سے ساتھ ہیں آپ وہم نے کرے۔روشنا نے پھر سے کہا تو انہوں نے نصرت بیگم سے بات کرنے کی ٹھانی۔

اچھا میں ابھی جاتی ہوں ان کے پاس پھر عطیہ بہن کو کوئی ی جواب دوں گی۔زرینہ بیگم نے کہا

ہاں کرے وہ عاشر سے بات کریں گی پھر اور عاشر کو کیا اعتراض ہو گا میں نے دیکھی ہے اس کی آنکھوں میں آرزو کی محبت۔روشنا نے مسکراتے ہوئے کہا۔زرینہ بیگم پھر نصرت بیگم کے گھر چلی آئی ی۔

کچھ پریشان ہو؟نصرت بیگم نے چائے کا کپ ان کو دے کر پوچھا۔

ہاں وہ روشنا کی ساس آرزو کا ہاتھ مانگ رہی تھی دوسرے بیٹے کے لیے میں نے سوچنے کا وقت مانگا۔زرینہ بیگم نے کشمکش میں مبتلا بولی۔

سوچنے کا وقت کیوں مانگا انکار کردو ان کو۔نصرت بیگم نے فورن سے کہا۔

پر کیوں۔زرینہ بیگم نے پوچھا۔

کیوں کیا میں نے ہمیشہ آرزو کو عاشر کا بنانے کا سوچا ہے وہ تو بس سہی وقت کے انتظار میں تھی۔نصرت بیگم کی بات پہ زرینہ بیگم نے شکر کا سانس لیا۔

شکر ہے آپ نے بول دیا ورنہ میں کیسے یہ بات کہتی وہ تو روشنا نے کہا میں تو عطیہ بہن سے ہاں بولنے والی تھی۔

روشنا میں عقل ہے تم میں وہ بھی نہیں زرینہ۔نصرت بیگم نے تاسف سے ان کی طرف دیکھا۔

آرزو کو آپ جانتی ہیں اس وجہ سے میرا دھیان کبھی آرزو اور عاشر کی جانب نہیں گیا۔ زرینہ بیگم خفت زدہ بولی۔

میں عاشر سے بات کروں گی وہ کالج سے آئے تو زبیر کا تو تمہیں پتا ہے اس کو اپنے آفس میں کولیگ پسند آئی ہے۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر کہا۔

عاشر منع تو نہیں کرے گا نہ؟ زرینہ بیگم نے پوچھا

منع کیوں وہ تو خوش ہو گا۔ نصرت بیگم نے کہا۔

بس اللہ خیر کریں۔ زرینہ بیگم نے گہری سانس لیکر کہا تو نصرت بیگم نے ان کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر تسلی کروائی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر کالج پہنچ گیا تھا وہ کالج کو چاروں طرف دیکھ رہا تھا جب ایک لڑکی سے زبردست قسم کا ٹکراؤ ہوا۔

سوری۔ عاشر نے فورن نے معذرت کی لڑکی نے اس کی آواز پہ فورن سے سر اٹھایا تو ساکت ہو گ ئی اس کو لگا وہ کوئ ی خواب دیکھ رہی ہے اس کو لگا اگر یہ خواب ہے تو کبھی ختم نہ ہو۔

آپ۔ عاشر حیرت سے بولا کیوں کے سامنے عینی تھی جس سے اس کا ٹکر ہوا تھا۔

ہاں میں۔ عینی کھوئے ہوئے بولی وہ بس عاشر کو دیکھتے رہنا چاہتی تھی پر عاشر کو اس کا دیکھنا عجیب لگ رہا تھا۔

سہی۔ عاشر بس اتنا بولا

مطلب ہم ایک کلاس کے ہیں۔ عینی اچانک ہوش میں آتی پر جوش بولی

جی شاید۔ عاشر کو اس کا اتنا خوش ہونا سمجھ نہ آیا۔

وہ ایم جی۔ عینی کو سمجھ نہیں آیا اپنی خوشی کیسے چھپائے وہ جو کبھی ایک جھلک دیکھنے کی دعا کرتی تھی اب اس کا سامنا ہر روز ہو گا یہ بات سوچتے

ہی اس کو اپنے اندر سکون محسوس ہو رہا تھا اب اس کو لگ رہا تھا وہ عاشر کو پالیں گی۔

اچھا ہے مجھے بھی کوئی ی مل گیا ورنہ میں کب سے اکیلی ڈر رہی تھی عینی نے چہک کر بتایا۔

ڈر کس بات کا۔ عاشر ہلکا سا مسکرایا عینی نے خود کو باز رکھا کے اس کی نظر ڈمپلز پہ نہ پڑے ورنہ وہ سب بھول جائے گی اور بس ان کو دیکھتی رہے گی جو شاید عاشر کو پسند نہ آئے۔

اب اگر ہم کلاس میٹس بن چکے ہیں تو فرینڈ شیپ۔ عینی نے چلتے ہوئے اپنا نازک ہاتھ عاشر کی جانب بڑھایا۔ عاشر نے اس کا چہرہ دیکھا جو خوشی سے چمک رہا تھا اور ایک سائیڈ پہ ڈمپل جو بہت گہرا تھا جو اس کے خوبصورت چہرے کو مزید خوبصورت بنا رہا تھا عاشر نے چہرے سے نظر ہٹا کر اس کا ہاتھ دیکھا جو سفید اور نازک سا تھا ناخن پہ الگ الگ سے نیل

پالش لگائے ہوئے تھے جس پہ اس کی پتلی انگلیاں بہت پیاری لگ رہی تھی۔

فرینڈ شیپ۔عاشر نے بنا ہاتھ ملائے کہا عینی نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا یہی کافی تھا کے وہ دوستی کے لیے تو مانا۔پھر وہ دونوں ایسے چلتے اپنے ڈپارٹمنٹ کی طرف بڑھے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

بڑا یاد کیا ہم نے۔ہمایوں زیاد سے گلے مل کر بولا جس پہ زیاد نے مسکرا کر دیکھا۔

ویلکم ٹو پاکستان۔وقاص نے نور جہاں کی طرف پھولوں کا بکا تھما کر کہا شکریہ بیٹے۔نور جہاں نے مسکرا کر اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا جب کی زیاد ان سے ملنے میں لگا ہوا تھا۔

کیسے ہو؟۔زیاد نے علیدان پوچھا۔

ٹھیک تم گاڑی میں آؤ۔علیدان نے مسکرا کر کہا پر زیاد وہ ٹھیک نہیں لگا پر اس وقت وہ تھکا ہوا تھا اس لیے مزید پوچھا نہیں۔

خالا جان کو اسلام آباد چھوڑ آنا ہے پھر میں گھر آؤں گا گاڑی تم لیجاؤ۔زیاد نے کہا

خالا کے ساتھ میں اسلام آباد جاؤں گا تم گھر جا کر آرام کرو۔زیاد کی بات پہ وقاص نے کہا۔

اچھا ابھی تو میں ہمایوں کے فلیٹ جاؤں گا آرام کرنے کے بعد گھر جاؤں گا۔زیاد نے کہا۔

جیسی تمہاری مرضی علیدان نے کہتے ہی اس کا بیگ لینے چاہا۔

میں اٹھالوں گا کیا ہو گیا ہے۔زیاد نے روکتے ہوئے کہا آج کجھ زیادہ ہی اس کو پروٹوکول دے رہے تھے۔

ہاہاہا کوئی ی نہیں میں اٹھالیتا ہوں۔ہمایوں نے ہنستے ہوئے کہا تو زیاد نے ضد نہیں کی۔

گاڑی میں بیٹھو اب۔علیدان نے اس کو خاموش کھڑا پایا تو کہا۔

ہاں چلو۔زیاد نے چلنے کا اشارہ کیا۔گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ وہ آرام سے بیٹھ گیا ڈرائیونگ سیٹ پہ علیدان تھا اور اس کے ساتھ ہمایوں بیٹھا تھا جب کی احمد اور وقاص نور جہاں کو اسلام آباد گ ئ ے تھے۔زیاد نے کھڑی سے باہر دیکھنا شروع کیا اس نے سوچ لیا آج نہیں پر کل وہ آرزو سے ملنے کی کوشش کرے گا۔

کچھ کھاؤ گیں؟ہمایوں نے پوچھا۔

فلائیٹ میں کھا لیا تھا۔زیاد نے بتایا تو ہمایوں نے سر ہلایا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کیا بات ہے بلبل اداس ہے۔آرزو نے شرارت سے روشنا سے پوچھا جو خاموش لائ ونج میں بیٹھی تھی۔

آرزو کونسے الفاظ یوز کرتی ہو توبہ۔روشنا نے کانوں کو ہاتھ لگائے۔

فقط بلبل ہی کہا ہے۔آرزو نے ہنس کے کہا

ایکزیم کی تیاری کیسی ہے ؟روشنا نے سوال کیا۔

فرسٹ کلاس آرزو نے چہکتے ہوئے بتایا

گڈ کوئی ی بات ہے خوش ہو بہت ؟روشنا نے پوچھا۔

ہاں خوش تو ہر رزو ہوتی ہوں پر آج پتا نہیں عجیب سی خوش محسوس ہو رہی ہے۔ آرزو نے کندھے اُچکا کر کہا۔

تمہارا کوئی ی حال نہیں۔روشنا نے نفی میں سر کو جنبش دی کیوں کی جب بھی وہ آرزو سے پوچھتی اس کے ایسے ہی جواب ہو تیں۔

اماں کہاں ہیں؟ آرزو نے پوچھا۔

چھت پہ کپڑے سو کھانے گ ئی ہیں۔روشنا نے بتایا۔

اچھا میں مہک اور ردہ سے پوچھوں کتنی تیاری ہے ان کی آرزو اٹھتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے۔روشنا نے کہا

ویسے آپ نے اچھا نہیں کیا میرا نمبر بدل کر۔ آرزو نے اچانک یاد آنے پہ منہ بسورا۔

اچھا کیا میں نے۔ روشا نے آرام سے جواب دیا جس پہ آرزو پاؤ پٹختی کمرے میں گ ئی روشنا مطمئن تھی اب کیوں کی اس کو پتا لگ گیا تھا زیاد پاکستان نہیں دوسرا اب اتنے وقت بعد اس کو ہی لگ رہا تھا کے آرزو تو بھول ہی گ ئی ہے زیاد بھی بھول گیا ہو گا اور جو اس نے آرزو کو نمبر دیا اس میں بھی جب آرزو نے انسٹا ایف بی اکائی ونٹ بنایا تو روشنا نے پہلے اس میں بھی زیاد کا نمبر بلاک کیا تھا تا کہ آرزو کوشش کرے تو کوئ ی فائ دہ نہ ہو۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کیسا گزرا دن؟ عاشر کالج سے واپسی پہ آیا تو نصرت بیگم نے پیار سے پوچھا۔

بہت اچھا امی۔ عاشر صوفے پہ بیٹھ کر بولا

کھانا لگاتی ہوں آکر کھاؤ۔ نصرت بیگم نے اس کا تھکا ہوا چہرہ دیکھا تو کہا۔

ہاں میں فریش ہو جاؤ بھوک بھی لگی ہے۔ عاشر فورن سے اٹھا اور فریش ہونے اپنے کمرے میں گیا نصرت بیگم بھی مسکراتی کچن میں گ ئی۔ بیس منٹ بعد عاشر ڈھیلی شرٹ اور ٹراؤزر پہنے ڈائ ینگ ٹیبل پہ آیا۔

تمہارا فیورٹ پلاؤ ہے کھاؤ اور بتاؤ کیسا بنا ہے نصرت بیگم نے پلاؤ عاشر کی پلیٹ میں ڈال کر کہا تو عاشر کھانا کھانے لگا۔

زبردست۔ عاشر نے تعریفی انداز میں کہا تو نصرت بیگم بھی مسکرا کر کھانے پہ متوجہ ہوئ ی۔

مجھے کچھ بتانا ہے۔ نصرت بیگم نے عاشر سے کہا جو پوری طرح کھانے میں محو تھا۔

جی بولیں۔ عاشر نے کہا۔

زرینہ آئی ی تھی کہہ رہی تھی آرزو کے لیے رشتہ آیا ہے۔ نصرت بیگم نے عاشر کے چہرے کے تاثرات دیکھتی بولی

آرزو کے لیے رشتہ؟ عاشر کو یقین نہیں ہوا۔

ہاں تمہیں کوئی ی اعتراض۔ نصرت بیگم نے پوچھا۔

مجھے کیا اعتراض ہو گا پر اتنی جلدی ابھی تو وہ پڑھ رہی ہے۔ عاشر اپنے آپ پہ قابو کرتا نارملی بولا

ہاں ابھی بس نکاح روشنا کے ساس کا دوسرا بیٹا نادر اس کے لیے۔ نصرت بیگم نے کہا

آرزو نے کیا کہا مطلب وہ راضی ہے۔ عاشر نے دوسرا سوال کیا۔

اس سے ابھی بات نہیں کی اس نے مجھ سے بات کی تو میں نے کہا انکار کر دو۔ نصرت بیگم نے سنجیدگی سے کہا

آپ نے انکار کیوں کرنے کا کہا؟ عاشر تعجب سے پوچھنے لگا۔

کیوں کی میں جانتی ہوں میرا بیٹا آرزو سے بہت محبت کرتا ہے۔ نصرت بیگم نے مسکرا کر اس کے ہاتھ پہ اپنا ہاتھ رکھا ان کی بات پہ عاشر کا وجود پتھر کا ہوا تھا اس کو لگا وہ کبھی کسی اور کا سامنا تو دور خود کا سامنا بھی نہیں کر پائے گا

امی یہ آپ نے کیا سوچا ایسا کچھ نہیں۔ عاشر اپنا گلا تر کیے بولا اور اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا۔

کیا مطلب عاشر میں نے زرینہ سے بول دیا ہے اور تمہیں اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ نصرت بیگم کچھ سخت ہوئی ی۔

مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا۔ عاشر نے بال مٹھی میں جکڑے۔

عاشر تم تو آرزو سے پیار کرتے ہو پھر ایسے انکار کی وجہ۔ نصرت بیگم کڑک آواز میں پوچھا۔

میں پیار کرتا ہوں آرزو سے امی جان بہت پیار کرتا ہوں خود سے زیادہ سب سے زیادہ اور حد سے زیادہ۔ عاشر نے کہتے ہی اپنے بالوں دونوں مٹھیوں میں جکڑے زمین پہ بیٹھتا چلا گیا۔

تو پھر انکار کیوں۔ نصرت بیگم جلدی سے عاشر کے پاس آئی ی۔

پیار کرتا ہوں دوست ہے میری کزن ہے میری اور میں اس رشتے کے لحاظ سے پیار کرتا ہوں بہت کرتا ہوں پر جو اور جیسا آپ سوچ رہی ہیں ویسا کچھ نہیں۔ عاشر نے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر کہا

عاشر بات کو گھما کیوں رہے ہو اور یہ بیوقوف مجھے بنا رہے ہو یا اپنے آپ کو۔ نصرت بیگم نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

کسی کو بھی نہیں امی ہمارا رشتہ پاک ہے اور صاف ہے آپ پلیز یہ شادی کا خیال اپنے دماغ سے نکال دے کیوں کی آپ کی اس خواہش کی وجہ سے اپنی بہت اچھی دوست کھو دوں گا۔ عاشر کا لہجہ منت بھرا ہو گیا تھا

عاشر تو ایک اچھے دوست ہی تو اچھے لائف پارٹنر بن سکتے ہیں۔ نصرت بیگم نے اس کو سمجھانا چاہا

امی پلیز اس ٹاپک کو ختم کرے۔ عاشر نے بیزاری ظاہر کی۔

عاشر اگر کوئی ی بات ہے تو بتاؤ ایسا نہ ہو کے بعد میں پچھتانا پڑے اگر محبت بنا کوئی ی حجت کے مل رہی ہے تو اس کا استقبال کرو۔ نصرت بیگم نے ایک اور کیل ٹھوکا۔

امی جان آپ کی ایک ہی بات مجھے میری نظروں میں گِرا رہی ہے پلیز بار بار ایک ہی بات مت کرے میں آرزو کو چاہتا ہوں مگر میں نے کبھی ایسی کوئی ی بات نہیں سوچی وہ میری بہت اچھی دوست ہے اور آپ آرزو سے اِس بارے میں بات مت کرئی یے گا وہ کیا سوچیں گی۔ عاشر نے ہاتھ جوڑدی ئی ے۔

مجھے لگا تھا خیر میں زرینہ سے بات کروں گی جانے وہ کیا سوچیں گی کتنا برا لگیں گا اس کو۔ نصرت بیگم افسوس سے بولی وہ سمجھ رہی تھی اور حقیقت تھی کیا۔

میری تو غلطی نہیں ہے نہ محبت کا مطلب ایک ہی تو نہیں ہوتا۔ عاشر نے چڑ کے کہا۔

اگر شادی کے بعد نادر کو تمہارا اور آرزو کا بات کرنا اچھا نہ لگیں تو۔ نصرت بیگم نے جانچنا چاہا۔

میں آرام کرنا چاہوں گا تھک گیا تھا پہلے ہی آپ نے اور اسٹریس دے دیا۔ عاشر ان کی بات نظر انداز کرتا اٹھ گیا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کی نصرت بیگم کو پریشانیوں نے آگھیرا وہ خود کو زرینہ بیگم کے سامنے جانت کے لیے تیار کرنے لگی ان کو ڈر لگ رہا تھا کے عاشر کی اس بات اور انکار پہ کہیں ان بہنوں میں نہ دوریاں آجائے۔ عاشر کمرے میں آکر زور سے دروازہ بند کیا اور وہی اپنی پشت ٹکا کر گہرے

گہرے سانس بھرنے لگا اس کو اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہو رہا تھا بھلا اس نے کب آرزو سے شادی کرنے کا سوچا تھا وہ محبت کرتا تھا اور یہ بات وہ مان رہا تھا پر اس کی محبت اس حساب سے توں نہیں تھی اور وہ جانتا تھا آرزو کو بھی اس کے بارے میں ایسا نہیں سوچتی جانے گھر والوں کے دماغ میں یہ بات کیسے آگ ئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

اے عشق یہ تفریق مناسب تو نہیں ہے

جو حال اِھر ہے وہ اُدھر کیو نہیں ہوتا۔

خیر ہے آج مسکرایا جارہا ہے وہ بھی بلاوجہ۔ کشمالا نے جھولے پہ بیٹھی عینی سے کہا جو جھولے کو ہلکہ سے آگے پیچھے کرتے مسکرا رہی تھی۔

الحمداللہ خیر ہے اس لیے تو مسکرایا جارہا ہے۔ عینی نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

اچھا ہمیں بھی بتائی ہیں۔ کشمالا ڈائی جسٹ پکڑتی جھولے کی دوسری سائیڈ پہ بیٹھ کے بولی۔

یار کش اللہ کبھی کبھی کتنے خوبصورت اتفاق سے لوگوں کو ملواتا ہے نہ انسان کی سوچ بھی نہیں ہوتی اور وہ ہو جاتا ہے اللہ کر دیتا ہے تمہیں پتا ہے میں پورا سال اس سے ملنے کی جدوجہد میں تھی ہر راستے پہ نظر ٹکائے بیٹھتی تھی کے شاید ابھی آجائے آج اس سے ملاقات ہو جائے یا بس ایک جھلک ہی اس کی دیکھنے کو مل جائے پر ہمیشہ ناکامی ملی اور آج جب میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا تو وہ کالج میں ملا اور ملا کیا اب تو ہر روز ملنا جلنا باتیں کرنا ہوتا رہے گا۔ عینی ٹرانس کی کیفیت میں بولتی گ ئی کشمالا ہاتھ ٹھوری پہ ٹکائے عینی کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

کس سے ملی تم اور کس سے ملنے کی جدوجہد کرتی تھی؟ کشمالا کو جب کچھ سمجھ نہیں آیا تو پوچھ لیا۔

عاشر۔ عینی نے کہتے ہی چہرہ ہاتھوں میں چھپالیا کشمالا حیرت سے عینی کو دیکھنے لگی۔

تمہیں محبت ہو گئی ہے اور مجھے خبر تک ہونے نہیں دی۔ کشمالا نے آڑے ہاتھوں لیا اس کو۔

کیا کرتی کیا بتاتی اس کے بارے جب کی لو ایک سائیڈ سے ہے۔ عینی نے اداس ہو کر کہا۔

توں کیا اس کو بھی ہو جائے گا۔ کشمالا نے اس کو دلاسہ دیا۔

اللہ کرے وہ اتنا پیارا ہے نہ کیا بتاؤ۔ عینی نے پر جوش آواز میں کہا۔

اچھا کہاں رہتا ہے اور کون ہے؟ کشمالا نے دلچسپی سے پوچھا۔

عاشر عباس نام ہے اس کا اور زیادہ نہیں جانتی پر آہستہ آہستہ اب جان لوں گی۔ عینی نے جواب دیا۔

نام تو اچھا ہے کافی۔ کشمالا نے مسکرا کر کہا۔

خود بھی کم نہیں اس کے اتنے پیارے ڈمپلز ہیں اور جب وہ بات کرتا ہے نہ تو نظریں جھکی ہوئی ہوتی ہیں اور تمہیں پتا ہے وہ زیادہ تر شلوار قمیض پہنتا ہے اور اتنا ہینڈسم لگتا ہے کے نظر ہٹانے کا دل ہی نہیں کرتا۔ عینی کو تو موقع مل گیا تھا عاشر کے بارے میں اور تعریف کرنے کا۔

واہ ملنا پڑے گا ڈمپل بوائے سے۔ کشمالا عینی کا چمکتا چہرہ دیکھ کر بولی تو عینی نے مسکرا کر سر ہلایا

♥♥♥♥♥♥♥♥

زیاد سو کر اٹھا تو رات کے دو بج رہے تھے اس نے کمرے میں نظر گھمائی اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھائی ہی نہیں دیا اس کو یاد آیا وہ مغرب پڑھ کر نیند کی گولیاں لیکر سویا تھا اور عشاء کی نماز اس سے قضا ہو گئی یہ خیال آتے ہی اس نے افسوس سے سر ہلایا کمرے کی لائٹ آن کی تو کمرا روشنی میں نہا گیا وہ اٹھا اور تہجد پڑھنے کا سوچا واشروم میں جا کر وضو

کیا اور جائے نماز کی تلاش میں نظر یہاں وہاں گھمائی ی پھر اپنا بیگ کھولا جو بیڈ کے سامنے ہی تھا اس میں سے جائے نماز اٹھائی ی کیوں کی وہ آمریکا میں جتنا وقت رہا تھا نماز اپارٹمنٹ جو اس نے لے رکھا تھا وہاں ادا کرتا تھا اور آتے وقت اس نے کپڑو کے ساتھ ساتھ جائے نماز بھی رکھ لیا تھا تہجد نماز کی نیت کرتے وہ کھڑا ہوا اور نماز پڑھنے میں محو ہو گیا تہجد تو وہ نماز ہے جس میں اللہ بندے کی کوئی ی دعا رد نہیں کرتا وہ خود انسان کے روبرو ہوتا ہے اللہ ان کی قبولیت کا خود انتظام فرماتا ہے ایسے ہی تو نہیں تہجد اللہ تعالیٰ کی لاڈلی نماز ہے کہا جاتا نماز پڑھ کر زیاد نے اپنے ہاتھ دعا کے انداز میں کیے اور بس ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھتے دیکھتے شکر الحمد اللہ کہتے اپنے چہرے پہ پھیر کر جائے نماز سے اٹھا۔

ہمایوں

ہمایوں۔زیاد اپنے کمرے سے نکل کر لائی ونج میں صوفے پہ لیٹے ہمایوں کو آواز دی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا نہیں تو اس نے ہمایوں کا کندھا ہلایا

کیا ہے زیاد۔ ہمایوں نیند سے بھری آواز میں بولا۔

یہ لو اپنا چشمہ۔ زیاد نے ٹیبل سے اس کا چشمہ اٹھا کر دیا جو ہمایوں نے گھوری سے نوازتے لے لیا۔

تین بجنے والے ہیں رات کے اور تم مجھے اب کیوں جگایا ہے۔ ہمایوں نے موبائ ل میں وقت دیکھ کر کہا

مجھے بھوک لگی ہے۔ زیاد نے آرام سے اپنا مس ئی لا بتایا۔

توں؟ ہمایوں کو سمجھ نہ آیا۔

توں۔ زیاد نے اسی کے انداز میں کہا۔

زیاد سامنے کچن ہے فرج سے لیکر کچھ کھا لیتے مجھے کیوں جگایا۔ ہمایوں نے جھنجھلاہٹ سے کہا۔

کیوں کی مجھے بازی کھانا نہیں کھانا تم مجھے پاستا بنا کر دو۔ زیاد نے حکم دیا۔

پاستا۔ ہمایوں نے شاک میں پوچھ کر کنفرم کرنا چاہا

ہاں پاستا وقت ہی کتنا لگتا ہے۔ زیاد نے شانِ بے نیازی سے کہا

توخود بنالوں نہ۔ ہمایوں نے دانت پیسے۔

شرم تو ہر گز نہیں آرہی ہو گی ڈیرہ سال بعد تمہارے گھر آیا ہوں اور ایک چیز بنانے کو کہہ دی آنکھیں ماتھے پہ رکھ دی تم نے۔ زیاد نے سخت ہوتے کہا۔

وہ مطلب نہیں تھا تمہیں تو پتا ہے پاستا مجھے زہر لگتا ہے بنانا۔ ہمایوں نے مجبوری بتائی ی۔

جلدی سے بنا کر آؤ آسان تو ہوتا ہے۔ زیاد نے صوفے پہ بیٹھ کر ٹانگ پہ ٹانگ چڑھا کر کہا۔

بڑا آسان ہوتا ہے کبھی بنایا ہے۔ ہمایوں نے گھور کر کہا۔

ڈونٹ ویسٹ ٹائی م۔ زیاد نے اس کو جانے کا اشارہ کیا۔

جاتا ہوں۔ ہمایوں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ زیاد نے گہری سانس لی اور ریموٹ کی تلاش میں یہاں وہاں نظر گھمائی ی تو وہ ٹی وی کے پاس نظر آیا اور ٹی وی اس سے دور تھی۔

ہمایوں۔

زیاد نے زور سے کچن میں ہمایوں کو آواز دی۔

اب کیا ہوا؟ ہمایوں جو نیا کچن میں داخل ہوتا لائٹس آن کر رہا تھا زیاد کی آواز پہ باہر آتا جھلا کر بولا۔

ریموٹ تو اٹھا کر دو اتنا دور رکھا ہے۔زیاد نے مسکراہٹ ضبط کرتے کہا اس کی بات ہمایوں نے صدمے جیسی حالت میں اس کو اور پھر ریموٹ کی طرف دیکھا۔

تم نے اس وجہ سے مجھے بولایا؟ ہمایوں کو یقین نہیں آیا۔

ہاں میرا ہاتھ وہاں نہیں پہنچ رہا تھا اس لیے تمہیں بولایا۔زیاد نے اپنی ٹانگیں ٹیبل کے اُپر سیدھی کر رکھی۔

تو اٹھتے اپنی ٹانگوں کو زحمت دیتے۔ہمایوں زچ ہوتا بولا۔

ڈونٹ ویسٹ ٹائم ریموٹ دو پھر کچن میں جاؤ۔زیاد نے آنکھیں دیکھاتے ہوئے کہا تو ہمایوں بس اس کو دیکھتا رہ گیا پھر ریموٹ اٹھا کر زور سے ٹیبل پہ رکھ کے کہا۔

انسان کو اتنا بھی سست نہیں ہونا چاہیے ایسا نہ ہو کے کل کو ایسی لڑکی سے شادی ہو جو کام بھی تم سے کروائے اپنا۔ہمایوں جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑتا نکل گیا جب کی زیاد ہنستا ٹی وی آن کر کے بیٹھ گیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کیا بات ہے چپ نظر آ رہی ہیں؟روشنا کالج جانے کی تیاری کر رہی تھی جب صوفے پہ زرینہ بیگم کو خاموش دیکھتا پا کر وہاں آ کر بولی۔

نصرت کا فون آیا تھا۔زرینہ بیگم نے گہری سانس بھر کے بتایا

تو پریشان کیوں۔روشنا نے پوچھا۔

عاشر نے آرزو سے شادی کرنے پہ انکار کر دیا وہ آرزو کے بارے میں شادی کے مطلق نہیں سوچتا۔ زرینہ بیگم نے بتایا تو روشنا کو شاک لگا اس کو یقین نہیں آیا کے عاشر انکار بھی کر سکتا ہے۔

تو اب سوچ لیں پہلے کونسا وہ بڑے تھے اتنے جو شادی کا سوچتے۔ روشنا نے سنجیدگی سے کہا

وہ نہیں کرنا چاہتا نصرت کو صاف جواب دے دیا ہے اس نے مجھے تو پہلے ہی لگتا تھا عاشر آرزو سے شادی نہیں کرے گا جانتا ہے وہ آرزو کیسی ہے لاپرواہ کام چور ساری زندگی اس کا جینا حرام کرتی اس لیے اس نے انکار کر دیا سوچا ہو گا ابھی ایسا کرتی ہے شادی بعد تو اور کرے گی۔ زرینہ بیگم بولنے پہ آئی ی تو بولتی چلی گ ئی روشنا کے ساتھ ساتھ پلر کے پاس آرزو نے بھی حیرت سے اپنی ماں گوہر افشائی ی سنی تھی وہ جو ناشتہ کرنے کمرے سے نکلی تھی روشنا اور اپنی ماں کی بات سننے وہ وہی سائیڈ

پہ کھڑی ہو گئی اس کے بعد جو اس نے سنانا قابل یقین تھا اس لیے بنا کچھ کہے وہ واپس کمرے میں چلی گئی۔

اماں کیسی باتیں کر رہی ہیں آرزو اب ایسی بھی نہیں اور یہ بات عاشر اچھے سے جانتا ہے۔روشنا کو اپنی ماں کی بات پسند نہیں آئی ی۔

توں انکار کیوں کیا اور کیا وجہ ہو سکتی ہے عقل کے علاوہ تو ہر چیز ہے میری آرو میں خوبصورت کی مثال ہے مجھے آرو کی شادی کی جلدی ہے بھی نہیں اس کے تو رشتے بہت آتے ہیں نادر بھی اچھا بچا ہے میں نے عاشر کا تمہارے کہنے پہ کہا کے اچھا ہو گا دونوں کی بنتی ہے اور عاشر اپنا بھانجا ہے۔زرینہ بیگم جزباتی ہو گئی۔

کیا پتا وہ ابھی ان چیزوں میں نہیں پڑنا چاہتا ہوں۔روشنا نے اس کو رلیکس کرنا چاہا۔

توں یہ بات بتا سکتا تھا وہ تو اچھا ہوا میں نے عطیہ بہن کو انکار نہیں کیا اور نہ ایاز سے عاشر کی بات کی تھی ورنہ تو غضب ہو جاتا۔زرینہ بیگم تیز آواز میں بولی۔

چھوڑے آپ بس جو قسمت میں ہو اور آپ اب یہ بات آرزو سے مت کیج ئی یے گا وہ حساس ہے بہت تکلیف ہو گی اس کو۔روشنا نے کہا میں کیا پاگل ہوں جو آرو سے بات کروں گی۔زرینہ بیگم روشنا کو گھورا تو وہ گڑبڑا گ ئی۔

اچھا میں چلتی ہوں کالج میں بہت ضروری لیکچر ہے میرا۔روشنا نے جلدی سے کہا اور اپنی کتاب لی۔زرینہ بیگم بھی اپنا دھیان دوسری طرف کرنے کی خاطر کچن میں چلی گ ئی۔

آرزو کمرے میں آ کر زرینہ بیگم کی باتیں سوچنے لگی عاشر سے اپنی شادی کا سن کر اس کو عجیب لگ رہا تھا اس نے تو کبھی شادی کا نہیں سوچا تھا پر اپنی ماں سے عاشر کے انکار کی وجہ سن کر اس کو دکھ ہو رہا تھا کیا عاشر ایسا

سوچتا تھا جو شادی کرنے پہ انکار کیا یہ خیال آتے ہی اس کی آنکھیں بھیگنے لگی وہ اٹھ کر آئینے کے سامنے کھڑی ہو کر اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیر کر دیکھنے لگی گول موٹی آنکھیں جن کا رنگ ہلکہ برائون تھا گورے سیپ جیسے گال پتلی خوبصورت ناک اور بھرے بھرے چھوٹے گلابی ہونٹ آرزو نے پوری طرح سے خود کو دیکھا پھر اپنے بال کھول دیئے جو پوری کمر پہ بکھر گئے۔

میں موٹی ہوں شاید اس وجہ سے۔ آرزو نے خود سے سوال کیا پر میں تو بس صحتمند ہوں موٹی کہاں ہوں اور اتنی پیاری تو ہوں بس ڈمپل نہیں ہے۔ آرزو نے اپنے گال پہ انگلی سے مصنوعی ڈمپل دیا عاشر نے ایک بار کہا تھا کے وہ جس لڑکی سے شادی کرے گا اس کی تعریف میں کتاب لکھے گا بھلا میں کیا کم خوبصورت ہوں اتنا گورا رنگ ہے اور اسکن بھی کتنی صاف ہے۔ آرزو نے چہرہ کو دائیں بائیں کر کے آئینے میں خود کو دیکھا آنسو گر کر اس کے رخساروں پہ بہہ

رہے تھے اپنا آپ ٹھکرانا اس کو تکلیف دے رہا تھا آرزو نے اپنے چہرے سے آنسوؤ پونچے اور الماری سے چادر لیکر اپنے اُپر اوڑلی وہ اب اکیلا رہنا چاہتی تھی باہر کھلی ہوا میں تاکہ اس کا ذھین ان باتوں سے آزاد ہو۔

اماں میں مہک کے گھر جارہی ہوں۔ آرزو نے اپنا نم لہجہ کنٹرول کر کے لائی ونج سے ہی زرینہ بیگم کو آواز دے کر کہا اور لائی ونج پار کر گ ئی۔

یہ صبح صبح مہک کے گھر کیوں ناشتہ بھی نہیں کیا۔زرینہ بیگم اس کی آواز سنتی باہر آئ ی تھی مگر تب تک آرزو جا چکی تھی۔

آ آ۔

آرزو جب روڈ کراس کر رہی تھی تو اپنے عین سامنے گاڑی کو رکتا دیکھ کر اس کی چیخ نکل گ ئی اس نے ڈر کے مارے چہرے پہ ہاتھ رکھ

دی ئ ے۔

زیاد کو صبح ہوتے ہی ہمایوں کی فلیٹ سے نکلا تھا تا کہ آرزو سے مل پائے پر اس نے سوچا نہیں تھا وہ اتنی آسانی سے مل جائے گی اس لیے جب دور

سے ہی اس کو آرزو کی جھلک دیکھی تو وہ وہاں آکر گاڑی روک دی مگر آرزو کی چیخ پہ وہ جلدی سے گاڑی سے اُترا۔

کیا ہوا بیٹا گاڑی زور سے لگی کیا۔ ایک آدمی آرزو کو ایسا کھڑا دیکھتا پوچھنے لگا اور بھی لوگ وہاں رک گ ئی ے تھے آرزو نے ہاتھ نیچے کیے اور سب کو دیکھنے لگی سمجھ نہیں آیا کے کیا کہے اس کا دل خوف سے دھڑک رہا تھا زیاد سب پہ ایک نظر ڈالتا آرزو کے سامنے آیا۔

آرزو۔ زیاد آرزو کے بلکل سامنے کھڑا ہوا آرزو نے اتنے وقت بعد زیاد کو دیکھا تو اس کو یقین نہیں آیا کے سچ ہے یا جھوٹ وہ منہ کھولے اس کو دیکھ رہی تھی جب کی زیاد بھی اس کو مسکراتا دیکھ رہا تھا کتنا انتظار کیا تھا اس نے آرزو سے ملنے کا اس کو دیکھنے کا اور آج یہ انتظار پورا ہو گیا تھا تڑپتے دل کو سکون ملا تھا اور آنکھوں میں جیسے ٹھنڈ اُتر گ ئی تھی جو لوگ کھڑے ہو گ ئی ے تھے اپنے راستے چل دی ئی ے۔

آپ؟ آرزو حیرت سے بولی۔

ہاں میں آؤ گاڑی میں بیٹھو۔زیاد نے محبت سے چور لہجے میں بولا۔

کیوں۔ آرزو نے اور حیرت سے پوچھا۔

باتیں کرنی ہے تم سے ملنے آیا ہوں تم سے۔زیاد نے اس کے چہرے پہ نظریں ٹکائے جواب دیا۔

میرا ابھی موڈ نہیں مجھے اکیلے رہنا ہے۔ آرزو نے انکار کیا زیاد اس کی بات پہ حیرت سے دیکھا اس کو نہیں تھا پتا آرزو انکار بھی کر سکتی ہے تو کیا وہ واقع میں بدل گ ئی ہے یہ وہ سوچ تھی جس پہ اس کا دل سیکڑ جاتا تھا۔

اکیلا کیوں رہنا ہے میرے ساتھ آؤ۔زیاد نے خود پہ قابو پا کر مسکرا کر آرزو سے کہا جو سامنے سڑک پہ دیکھ رہی تھی۔

میں اُداس ہوں۔ آرزو کا لہجہ نم ہو گیا تھا زیاد سن سا ہو گیا تھا اس نے کبھی بھی آرزو کو ایسے نہیں دیکھا تھا جانے اس بار کیا ہوا تھا۔

جی آرزو کیا بات ہے مجھے بتاؤ۔زیاد جو حیات کہنے والا تھا جلدی سے آرزو کہہ کر بولا۔

آپ کون ہوتیں ہے جس کو میں بتاؤ آپ تو جانے کہاں غائب ہوگ ئی ے تھے اور اب اتنے ٹائ م بعد واپس آئے ہیں۔ آرزو نے بے اختیار شکوہ کیا زیاد جو پریشان آرزو کی جانب دیکھ رہا تھا اس کی بات پہ مسکرائے بغیر نہیں سکھا آرزو کو اس کی کمی محسوس ہوئ ی یہ بات اس کو خوشی دے رہی تھی۔

ضروری کام نہ ہوتا تو کبھی ایسا نہ کرتا۔ زیاد نے نرمی سے کہا تو آرزو نے پھولے منہ سے اس کی طرف دیکھا زیاد کی نظر اس کی بھیگی آنکھوں پہ پڑی تو اس کے دل میں جیسے کسی نے گھونسہ مارا ہو۔

ہے تم روئ ی ہو؟ زیاد فکر مند ہوا۔

نہیں۔ آرزو صاف مکر گ ئی۔.

اب ضد نہیں گاڑی میں بیٹھو تم۔ زیاد نے مصنوئی غصے سے کہا تو وہ فورن سے گاڑی میں بیٹھی۔ زیاد بھی گاڑی میں بیٹھ کر اس کو اسٹارٹ کیا اور سائیڈ پہ کھڑی کی جہاں لوگوں آنا جانا نہیں ہوتا تھا۔

اب بتاؤ کیا بات ہے جس نے تمہیں رولایا ہے۔ زیاد اس کی طرف منہ کیے پوچھنے لگا۔

کوئی ی خاص بات نہیں۔ آرزو نے سوں سوں کرتے ہوئے کہا

آرزو۔ زیاد نے تنیبہ کی۔

عاشر کی وجہ سے رو رہی ہو۔ آرزو نے آنکھیں صاف کرتے بتایا۔ زیاد نے عاشر کے نام پہ مٹھیاں زور سے بند کی۔

وجہ کیا کیا ہے اس نے؟ زیاد نے دانت پہ دانت جمائے پوچھا۔

آپ بتائے کیا میں بری ہوں خوبصورت نہیں ہوں۔ آرزو نے اپنا چہرہ زیاد کی طرف کیے پوچھا جس کے تاثرات تنے ہوئے تھے۔

تم بہت پیاری ہو اتنی کے پوچھوں مت۔ زیاد کا لہجہ آنچ دیتا ہوا تھا جو آرزو محسوس نہیں کر پائی ی۔

میں موٹی ہوں نہ۔ آرزو نے نیا نقطہ نکالا۔

تم موٹی نہیں ہو بلکل بھی نہیں ہو۔زیاد نے پر یقین لہجے میں کہا تا کہ آرزو کو یقین ہو۔

آپ کو نہیں لگتی پر عاشر کو لگتی ہوں۔ آرزو کے منہ سے دوبارہ عاشر کا نام سن کر زیاد کا دل کیا پہلی فرصت میں وہ اس عاشر کو ختم کر دے

تمہیں اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے۔زیاد کا چاہ کر بھی آرام سے نہیں بول سکا اس کو برداشت نہیں ہو رہا تھا آرزو کی زبان سے بار بار دوسرے لڑکے کا نام سن کر اور وہ تو رو رہی تھی عاشر کی وجہ سے۔

فرق تو اس بات پہ پڑا ہے کے اس نے مجھے ٹھکرا دیا۔ آرزو کی بات کسی بم کی طرح زیاد پہ گری تھی وہ بے یقین ہو گیا تھا اس کو سمجھ نہیں آیا کے وہ کیا سن رہا ہے زیاد کے پورے وجود میں غصے کی لہر گھمی تھی۔

مطلب کیا اس بات کا؟ زیاد نے پوچھا۔

اس نے مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیا۔ آرزو نے آنکھیں بڑی کر کے بتایا۔زیاد نے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارا آرزو ڈر کے کچھ

دور ہوئی ی اور حیرت سے زیاد کی طرف دیکھنے لگی جو ہونٹ آپس میں پیوست کر کے ضبط کرنے کی کوشش میں تھا۔

تم پیار کرتی ہو اس سے؟ یہ سوال کس دل سے زیاد نے کیا تھا وہی جانتا تھا۔

پیار کیوں نہیں کروں گی وہ میرا کزن اور بہت اچھا دوست ہے ہم بچپن سے ساتھ ہے سب کزنز جلتے ہیں ہم دونوں سے کیوں کی جتنی میری اور عاشر کی بنتی ہے اُتنی کسی کی نہیں بنی اور عاشر تو میرا خیال بھی بہت کرتا ہے وہ مجھے کبھی ہرٹ نہیں کرتا پر جواب میں نے اماں کی بات سن کر محسوس کیا ہے نہ میں بہت ناراض ہوں عاشر سے۔ آرزو نے منہ پھولا کر کہا زیاد کی حالت سے وہ لاپرواہ تھی زیاد نے غور سے آرزو کی طرف دیکھا پھر اپنا سوال کچھ بدل کر پوچھا۔

تم اس سے شادی کرنا چاہتی ہو؟ نام لینے سے زیاد نے پرہیز کیا۔

نہیں دوست ہیں ہم میں نے ایسا کبھی نہیں سوچا پر عاشر نے یہ کہا ناوہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتا اس لیے مجھے برا فیل ہو رہا ہے اگر میں کہتی تو زیادہ بہتر ہوتا نا۔ آرزو نے اب اپنے رونے کی وجہ سے ٹھیک سے بتائی یں جس پہ زیاد کا منہ شاک سے کھل گیا وہ جانے کیا سمجھ کر اپنا غصہ دبا رہا تھا کے وہ جس سے پیار کرتا ہے وہ کسی اور کے بارے میں سوچ رہی ہے پر اصل بات کیا نکلی کے وہ رو کیوں رہی ہے کے اس نے انکار کیوں نہیں کیا عاشر نے کیوں کیا زیاد کو آج یقین ہو گیا آرزو اپنی عمر سے زیاد چھوٹی ہے اس کا دماغ بڑے لوگوں کی طرح نہیں سوچتا وہ شاید سوچنے کی زحمت نہیں کرتی وہ ابھی بھی اپنے بچپنے میں تھی پر جو بھی زیاد کو وہ بہت پسند تھی زیاد کو اپنے اندر اب کچھ سکون ملا اس نے شکر کا سانس لیکر سیٹ پہ اپنا سر ٹکا کر آنکھیں بند کر کے کھولی آرزو حیرت سے زیاد کی حرکت دیکھنے لگی۔

آرزو تم بہت کیوٹ ہو۔ زیاد نے ویسے ہی اپنی پشت سیٹ پہ ٹکائے کہا۔

ہاں وہ تو میں ہوں۔ آرزو نے اترا کر کہا تو زیاد نے سر اس کی طرف گھما کر دیکھا جہاں اب کچھ مسکراہٹ تھی

کیوں ہو؟ زیاد نے عجیب سا سوال کیا۔

آپ کے پاس ڈمپل کیوں ہے۔ آرزو نے بھی ویسے ہی پوچھا تو زیاد سیدھا ہوا۔

کیوں کی میری ماں کے پاس ڈمپلز تھے اس لیے میرے پاس بھی ہیں۔ زیاد نے مسکرا کر جواب دیا۔

آپ کی ماں بھی پھر خوبصورت ہو گی مجھے ان کی پکچر دیکھائے۔ آرزو پر جوش ہو کر بولی پر زیاد کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا تھا

تم کہاں جا رہی تھی؟ زیاد نے بات بدل دی۔

میں تو ایسے ہی قریب میں ایک پارک ہے وہاں جاتی تا کہ میرا موڈ ٹھیک ہو جاتا۔ آرزو نے بتایا۔

توہم کسی ریسٹورانٹ چلتے ہیں۔ زیاد نے تائید نظروں سے اس کی جانب دیکھا

ناشتہ تو میں نے بھی نہیں کیا اور بھوک بھی لگی ہے پر آپ ایسا کرے کے ریسٹورنٹ کی بجائے ڈابیں پہ چلیں وہاں تو بہت اچھا پراٹھا اور چائے ملتی ہے۔ آرزو چہکتے ہوئے کہا۔

ڈابیں پہ؟ زیاد کو یقین نہیں آیا۔

ہاں نہ آپ ایک دفع وہاں کا کھانا کھا کر دیکھے بار بار آنے کا دل کرے گا۔ آرزو نے ایسے بتایا جیسے جانے کونسی بڑی بات ہو۔

اچھا۔ زیاد مصنوئی مسکراہٹ سے بولا۔ بیس منٹ بعد وہ آرزو کی بتائی یں ہوئے ڈابیں پہ تھا اور عجیب نظروں سے پراٹھوں کو دیکھ رہا تھا جو ایک لڑکا رکھ کر گیا تھا۔

بیٹھے نہ۔ آرزو نے اس کو بیٹھنے کو کہا جو چارپائی ی کے سامنے کھڑا تھا پر بیٹھنے سے قطرا رہا تھا۔

آرزو کسی اور جگہ پہ چلتے ہیں۔ زیاد نے کان کی لو کھجاتے ہوئے کہا۔

ارے آپ بیٹھ کر کھائے تو پسند نہ آئے تو کہنا۔ آرزو نے زبردستی اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھایا۔

یہ اتنا اوئی لی ہے تم کھاؤ میرا پیٹ بھرا ہوا ہے۔ زیاد نے آرزو سے کہا اور خود آس پاس دیکھنے لگا جہاں سب شوق سے کھانے میں مصروف تھے۔

یہ لیں۔ آرزو نے ایک نوالہ بنا کر زیاد کے منہ کے پاس کیا زیاد جو بیزار سا سب کچھ دیکھ رہا تھا آرزو کی آواز پہ چونک کر اس کی جانب دیکھا جو اپنا ہاتھ قریب کیے اس کو کھانے کا بول رہی تھی زیاد کتنے ہی پل اس کو دیکھتا رہا وہ تو آرزو کا دیا زہر بھی پی لیتا یہ تو پھر بھی پراٹھا کھانے کی بات تھی زیاد نے بنا کچھ کہے منہ کھولا تو آرزو نے مسکرا کر کھلایا اور اپنے لیے نوالہ بنانے لگی زیاد کی نظریں مسلسل آرزو پہ تھی اس کو پراٹھا اب برا نہیں لگ رہا تھا

یہ میں آخری بار کھلا رہی ہوں اس کے بعد آپ خود کھائی یے گا۔ آرزو نے دوسرا نوالہ زیاد کی طرف کرتے کہا زیاد نے اچھے بچوں کی طرح سر ہلایا اور آرزو کے ہاتھ سے نوالہ کھایا۔

اور کھاؤں گی؟ زیاد نے آرزو سے پوچھا جو اپنا پراٹھا ختم کر گ ئی تھی۔

نہیں بس چائے اس کے بعد آپ گھر کے راستے تک مجھے چھوڑ دتج ئی یے گا۔ آرزو نے کہا اور ساتھ ہی ایک لڑکے کو آواز دیکر چائے کا کہا۔

دو کپ کیوں کہا؟ زیاد نے سوال کیا

میرا اور آپ کا آپ نے تو پراٹھے بھی نہیں کھائی یں چائے پی لیں۔ آرزو نے بتایا

میں چائے نہیں پیوں گا۔ زیاد نے لڑکے کو آتا دیکھ کر کہا جو ٹرے میں چائے کے دو پیالے لا رہا تھا

اُفف آپ امیروں کے کتنے نخرے ہیں۔ آرزو نے منہ بگاڑا

ایسا نہیں ہے بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔ زیاد نے فورن سے وضاحت دی جو کی پہلی بار وہ دے رہا تھا۔

دل کیسے ہو گا آپ لوگ تو کیفے میں یا مشہور ریسٹورانٹ میں جاتے ہو گیں یہاں تو آپ شاید گزرتے بھی نہیں ہو گیں۔ آرزو نے کندھے اُچکا کر کہا زیاد نے آرزو کی بات پہ پیالہ اٹھا لیا تا کہ اس کو برا نہ لگیں پر جیسے ہی اس نے پہلا گھونٹ بھرا اس کا دل کیا باہر نکال دے اس کے چہرے کے برے زوایے بن گئے تھے زیاد نے آرزو کی طرف دیکھا جو مسکرا کر اس کو دیکھ رہی تھی زیاد نے زبردستی چائے کو اندر ٹھوسا اور اشارے سے چائے اچھی ہے کا کہا جس پہ آرزو اپنی چائے پینے میں لگ گئی زیاد نے دوسرا گھونٹ بھرنے کی غلطی نہیں کی اور ایسے ہی آرزو کو دیکھ کر چائے چارپائی کے نیچے پھینک دی تھی۔

چلیں اب۔ زیاد نے اٹھتے ہوئے کہا پیسے اس نے لڑکے کو دے دی ئے تھے۔

ہاں۔ آرزو نے چادر ٹھیک کی اور زیاد کے ساتھ گاڑی میں آئی ی۔

سیٹ بیلٹ باندھنا پہلے بھی نہیں باندھا تھا۔ زیاد نے آرزو سے کہا۔

مجھ سے نہیں باندھا جاتا۔ آرزو نے برا منہ بنایا زیاد مسکراتا خود اس کی طرف ہوا اور جھک کر سیٹ بلیٹ باندھ نے لگا آرزو سانس رکے زیاد کے دور ہونے کا انتظار کر رہی تھی سیٹ بلیٹ باندھ کر زیاد سیدھا ہوا تو آرزو نے اپنی روکی ہوئی ی سانس بحال کی۔

پڑھائی ی کیسی چل رہی ہے تمہاری؟ زیاد نے بات شروع کی۔

بہت اچھی اور دو دن بعد میرا فرسٹ پیپر ہے انٹر کا۔ آرزو نے مسکرا کر بتایا۔

دیٹس گریٹ۔ زیاد اس کو مسکراتا دیکھ کر مسکرایا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ہائے۔ عینی لائبریری آکر عاشر سے بولی جو پڑھنے میں مصروف تھا

وعلیکم اسلام۔عاشر بنا اس کی طرف دیکھے کہا عینی کے مسکرا کر اس کے

پاس والی چی ئی ر پہ بیٹھی۔

یہ دیکھو میں کیا لائی ی ہوں۔عینی نے اپنی پرس سے بینڈ نکال کے عاشر

کو دیکھایا

فرینڈ شپ بینڈ اچھا ہے۔عاشر نے مسکرا کر کہا

میں یہ تمہارے لیے لائی ی ہوں۔عینی نے مسکرا کر کہا وہ اب آپ کہنے

کا تکلف نہیں کرتی تھی۔

میرے لیے کیوں؟عاشر کو سمجھ نہیں آیا۔

کیوں کیا ہماری فرینڈ شیپ ہو گ ئی ہے اس لیے۔عینی نے مسکرا کر کہا۔

پھر بھی۔عاشر نے کجھ کہنا چاہا۔

پھر کو چھوڑے ہاتھ دے اپنا۔عینی نے اپنا ہاتھ آگے کیا تو نا چاہتے بھی

عاشر نے اپنا ہاتھ سامنے کیا عینی کی خوشی کی انتہا نہ رہی وہ بینڈ پہنانے ہی

والی تھی جب اس کی نظر عاشر کی کلائی ی پہ پڑی جہاں پہلے سے ہی ایک

بینڈ پہنا ہوا تھا کالے رنگ کا جس پہ عاشر نام لکھا ہوا تھا خوبصورت سا جو عاشر کی مضبوط کلائی ی پہ جچ رہا تھا عینی نے پہلے اس کو اُتارنا چاہا۔

یہ کیوں کھول رہی ہو؟ عاشر نے جلدی سے اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔

یہ پہنانے کے لیے۔ عینی نے گڑبڑا کر کہا

ایسے دو میں پہن لوں گا۔ عاشر نے اس کے ہاتھ سے بینڈ لیکر کہا۔

یہ بینڈ کس نے دیا تھا؟ عینی کا موڈ خراب ہوا۔

میری کزن پلس دوست نے۔ عاشر کے چہرے پہ مسکراہٹ آگ ئی تھی۔

جو پہلے آپ کے ساتھ تھی آئی سکریم پارلر میں۔ عینی نے مزید پوچھا۔

ہاں تمہیں یاد ہے ابھی تک آرزو نے گفٹ کیا تھا فرینڈ شپ ڈے پہ اور کافی سال پرانا ہے۔ عاشر نے بتایا

پر تم نے ابھی تک پہن رکھا ہے۔ عینی نے اپنی جلن پہ قابوں پایا۔

آرزو نے دیا تھا نہ جب تب کہا تھا اُتارنا مت۔ عاشر نے کہا۔

کلاس کا ٹائم ہو گیا ہے چلیں۔ عینی مزید آرزو نامہ سن نہیں پائی تو گھڑی میں وقت دیکھ کر کہا۔

شیور۔ عاشر اپنی کتابیں سمیٹی تو عینی بھی اٹھ بیٹھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو گھر داخل ہوئی تو لینڈ لائن پہ کال آرہی تھی اس نے چادر وہی صوفے پہ رکھی اور کال اٹھائی۔

کون ہے۔ آرزو نے چھوٹتے ہی یہی سوال کیا۔ زرینہ بیگم بھی ڈوپٹے سے اپنا ہاتھ صاف کرتی آرہی تھی۔

اسلام علیکم آرزو بیٹا میں عطیہ بات کر رہی ہوں۔ دوسری طرف سے روشنا کی ہونے والی ساس خوشی سے بولی تو آرزو نے رسیور زرینہ بیگم کی طرف بڑھایا

آپی کی ساس کی کال ہے سن لیں۔ آرزو کہتی وہاں سے چلی گئی زرینہ بیگم نفی میں سر کو جنبش دیتی کال پہ متوجہ ہوئی۔

آرزو کمرے میں آکر اپنی کتابیں لیکر بیٹھ گ ئی تا کہ پڑھائی ی کر سکے

جب ایک خیال آتے ہی چونک اٹھی۔

میں نے زیاد سے پوچھا کیوں نہیں کے وہ اتنے وقت کہا تھے اور نہ انہوں

نے ٹھیک سے بتایا اور تو اور موبائل فون پہ بھی رابطہ نہیں ہوتا اور آج

اچانک ایسے۔ آرزو نے سر پہ ہاتھ مار کر جیسے اپنی عقل پہ ماتم کیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد میرے بچیں تم آگ ئی ے۔ماہی بیگم نے جیسے ہی زیاد کو گھر میں

داخل ہوتا دیکھا تو محبت سے بولی زیاد نے مسکرا کر ان کو اپنے ساتھ

لگا یا۔

کیسی ہیں ؟ زیاد نے پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں نور جہاں ٹھیک ہے۔ماہی بیگم نے اس کے بالوں میں

ہاتھ پھیر کر پوچھا۔

ہاں اللہ کا شکر اب وہ ٹھیک ہیں۔ زیاد نے جواب دیا

تم بیٹھو تو میں تمہارے لیے جوس لاتی ہوں اور کھانے کا بھی بندوبست کرو۔ماہی بیگم نے اس کو لائی ونج میں لے آکر بولی۔

ہاں بھوک واقع بہت لگی ہے اچھا سا ناشتہ تیار کروائے۔زیاد صوفے پہ بیٹھتا بولا

کیوں نہیں پہلے بتاتیں تو بھائی ی صاحب سے بھی مل لیتے پر صبح کال پہ بھی تم نے خبر نہیں ہونے دی کے پاکستان آگ ئ ے ہو۔ماہی بیگم نے کہا

ان کا اپنے آفس میں ہونا ہے ہی بہتر ہے۔زیاد کا لہجہ کڑوا ہوا۔

زیاد ایسا نہیں کہتے۔ماہی بیگم نے ٹوکا تو اس نے آنکھیں گھمائی ی ماہی بیگم اٹھ کر کچن میں گ ئ ی تا کہ خانساماں سے کچھ بنانے کا کہے زیاد جیب سے موبائل نکال کر اس میں بزی ہو گیا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

اپنی پروبلم ؟ وقاص آفس سے لوٹ رہا تھا جب حفصہ کو گاڑی سے باہر کھڑا ہوتا دیکھ کر پوچھنے لگا۔

وقاص بھائی ی۔ حفصہ وقاص کو دیکھ کر چہک کر بولی جب کی وقاص اس کے منہ سے بھائی ی کا لفظ سن کر برا منہ بنایا۔

جی میں وقاص آپ بتائی یں اب کیا پروبلم ہے۔ وقاص نے بڑے ادب سے سوال کیا۔

یہ دیکھے۔ حفصہ نے ٹائی ر کی طرف کیا جو پنچر تھا

اوو یہ پروبلم ہے۔ وقاص نے جیسے ساری بات سمجھ لی۔

جی۔ حفصہ نے سر کو ہاں میں جنبش دی

تو کیا تمہاری گاڑی میں دوسرا ایکسٹرا ٹائی ر نہیں ؟ وقاص نے نیچے ٹائی ر کا معائی نہ کر کے پوچھا۔

وہ تو ہے۔ حفصہ نے بتایا۔

پھر پروبلم کیا ہے تمہیں چینج کرنا نہیں آتا ٹائی ر۔وقاص نے ایک اور

سوال داغا

جی نہیں آتا اس لیے تو دھوپ میں کھڑی ہوں۔حفصہ نے گہری سانس

لیکر کہا۔

کوئی ی نہیں میں ہوں نہ میں ہیلپ کر دیتا ہوں۔وقاص نے مسکرا کر کہا

تو حفصہ نے مشکور نظروں سے اس کی جانب دیکھا وقاص نے اپنی

آستینیں اُپر کی اور ڈکی سے ٹائی ر نکالا اور کام میں مگن ہو گیا حفصہ قریب

ہی وقاص کو دیکھ رہی تھی جس کا تھوڑی دیر میں ہی پسینے سے برا حال

ہو گیا تھا اور بار بار بازوں سے ماتھے کا پسینہ صاف کر رہا تھا۔

لے ہو گیا۔کجھ دیر بعد وقاص ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہو گیا۔

تھینکس۔حفصہ نے مشکوک ہو کر کہا اور گاڑی سے پانی کی بوٹل اس کو

تھمائی ی جو وقاص نے جلدی سے لی پہلے ہاتھ صاف کیے اس کے بعد پانی

پی کر باقی کا سارا پانی چہرے پہ گرایا تو حفصہ ہنس پڑی۔

سوری ایک گرمی اُپر سے آپ کو کام کرنا پڑا ایسا۔ حفصہ نے معذرت خواہ لہجے میں کہا۔

سوری کی کیا بات ایسے تو میری بھی خراب ہو سکتی تھی پھر وہ بھی تو میں ہی ٹھیک کرتا نہ۔ وقاص نے عام لہجے میں کہا۔

اوکے بائے میں اب چلتی ہوں اینڈ تھنکس اگین۔ حفصہ نے مسکرا کر گاڑی کا دروازہ کھول کر کہا۔

بائے۔ وقاص نے بھی ہاتھ ہلایا اور اپنی گاڑی میں بیٹھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

میں عطیہ بہن کو ہاں کہہ دی آرو کے امتحانوں کے بعد وہ نکاح کی تاریخ رکھے گیں۔ زرینہ بیگم نے سبزی کاٹتے ہوئے روشنا سے کہا جو کوئی ی کتاب پڑھ رہی تھی۔

جو آپ کو بہتر لگیں آرزو سے ایک دفع بات کرئی یے گا کیا پتا وہ ہنگامہ نہ کر دے بعد میں پھر۔ روشنا نے گہری سانس بھر کر کہا کتنا ارمان تھا اس کا عاشر اور آرزو کو ایک ساتھ دیکھنے کا پر جو قسمت کو منظور

تم کر لینا بات اور اپنے طریقے سے سمجھا بھی دینا میرا تو دماغ گھما دیتی ہے وہ۔ زرینہ بیگم نے ساری زمیداری روشنا پہ ٹھوپ دی۔

اچھا کر لوں گی ابھی تو وہ کمرے کا دروازہ بند کیے بیٹھی ہے۔ روشنا نے جواباََ کہا۔

ہاں کل پیپر ہے نہ اس کا پہلا اس لیے مصروف ہے اس میں۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

ہمم ٹھیک ہے پھر میں کل بات کروں گی آرزو سے آپ دعا کرنا شور نہ کرے وہ روشنا نے اٹھتے کہا۔

نہیں کرے گی وہ۔ زرینہ بیگم نے تسلی کروائی ی۔

اسلام علیکم۔ عاشر نے آکر سلام کیا۔

وعلیکم اسلام آؤ بیٹھو۔زرینہ بیگم نے خوشدلی سے کہا جب کی روشنا کمرے میں چلی گ ئی۔

خالا آپ ناراض ہے کیا مجھ سے ؟ عاشر نے جھجھک کر پوچھا۔

ناراض نہیں بس تھوڑاافسوس ہوا۔زرینہ بیگم سادگی سے بولی۔

میرا ارادہ دل آزاری کرنے کا نہیں تھا پر میں نے کبھی آرزو کے معاملے میں ایسا نہیں سوچا تھا اور وہ مجھے عزیز ہے بہت میں نے انکار کیا تو ایسا نہیں کے مجھے کوئ ی برائ ی لگی یا کچھ اور بس میں شادی نہیں کر سکتا تھا۔عاشر کو سمجھ نہیں آیا کیسے اپنی صفائی پیش کرے۔

کوئ ی بات نہیں بیٹا یہ باتیں قسمت کی ہوتی ہیں اللہ جو جس کی قسمت میں لکھے ہم انسان کیا کر سکتے ہیں۔زرینہ بیگم نے کہا۔

یہ تو ہے آرزو کہاں ہے ؟ عاشر نے جواب دے کر پوچھا۔

کمرے میں ہے دروازہ لوک کیا ہوا ہے کل پرچہ ہے نہ اس کا تو بس تیاری کر رہی ہو گی۔زرینہ بیگم نے بتایا۔

اچھا میں مل کر آیا۔ عاشر اٹھتا ہوا بولا تو زرینہ بیگم نے بس سر ہلایا تو عاشر آرزو کے کمرے کی طرف گیا۔

گھر میں آکر آرو کے بنا دل نہیں لگتا اور کہتا ہے شادی کا نہیں سوچا آرو کے بارے میں جانے جب الگ الگ لوگوں سے شادی ہو گی تو گُزارا کیسے کریں گیں۔ عاشر کے جاتے ہی وہ خود سے بڑبڑانے لگی۔

آرزو۔ عاشر نے دروازہ نوک کیے آرزو کو پُکارا۔ آرزو جو جواب دوہرا رہی تھی دروازہ نوک ہونے پہ بیڈ سے اٹھی اور دروازہ کھولا تو عاشر کھڑا تھا آرزو واپس بیڈ پہ چڑھ کے بیٹھی عاشر نے تعجب سے اس کا رویہ دیکھا

کیا ہوا اتنا روکھا استقبال۔ عاشر اندر داخل ہوتا بولا

پتا نہیں تھا تمہارے آنے کا ورنہ پھولوں کا بندوبست کرتی۔ آرزو نے طنزیہ کہا تو عاشر نے حیرت اس کو دیکھا جو نارنجی فراق اور ٹراؤزر میں روٹھی ہوئی بیٹھی تھی۔

اب ہم سے کیا خطا ہو گ ئی جو ناراض ہو؟ عاشر نے وجہ جاننا چاہی۔

میں تمہاری وجہ سے بہت ہرٹ ہوئی ی تھی۔ آرزو نے آخر بول دیا۔

میری وجہ سے کیوں؟ عاشر سنجید گی سے بولا

تم نے مجھ سے شادی سے انکار کیا اور ٹھکرا دیا پھر بھی پوچھتے ہو کیوں۔ آرزو نے کچھ غصے سے کہا تو عاشر شاک سا اس کو دیکھنے لگا وہ آرزو سے اس بات کی امید نہیں رکھ رہا تھا اس کو لگا تھا آرزو اس بات سے ناواقف ہو گی پر وہ تو بات کو اپنے انداز میں لے گ ئی تھی۔

آرزو ایسا بلکل نہیں ہے تمہیں لگتا ہے میں تمہیں ٹھکرا سکتا ہوں میں تو کیا کوئی ی بھی تمہیں ٹھکرا نہیں سکتا۔ عاشر نے صفائی دیتے ہوئے کہا

اماں کو کہتے سنا تھا کے تم نے مجھے اس لیے ٹھکرایا ہو گا کیوں کی میں کام چور ہوں لاپرواہ ہوں تمہارا جینا حرام کرتی۔ آرزو نے اس کو گھورتے ہوئے کہا

توبہ ہے خالا تو جانے کیا کیا سوچتی ہیں میں نے اس لیے انکار کیا کیوں کی ہمارا رشتہ کزن اور دوستی کا ہے اور میں اس تک ہی رکھنا چاہتا تھا۔ عاشر نے جلدی سے کہا۔

مجھ سے شادی میں کیا پروبلم تھی؟ آرزو نے ویسے ہی سوال کیا۔

پروبلم تو کوئی ی نہیں تھی۔ عاشر نے مسکرا کر اس کے پھولے ہوئے گال کھینچے۔

دور رہو بات مت کرو تم نے مجھے ٹھکرایا ہے۔ آرزو نے اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے کہا۔

آرزو یار قسم سے میں پیار کرتا ہوں تم سے اور میں تمہارے بارے میں ایسا بلکل نہیں سوچتا جیسا خالا نے کہا ہے۔ عاشر نے اس کے ہاتھ پکڑتے ہوئے یقین دلانا چاہا۔

اچھا تو اماں جھوٹ بول رہی ہیں میں جانتی ہوں تم نے اس لیے انکار کیا کیوں کی میں تمہیں موٹی لگتی ہوں اور تم کسی سلم سمارٹ لڑکی سے شادی

کرنا چاہتے ہو جس کی تعریف میں تم کتابیں لکھ سکوں۔ آرزو نے جلے کٹے انداز میں کہا تو عاشر کی ہنسی نکل گئی اور وہ بیڈ پہ لیٹ کر زور سے قہقہہ لگانے لگا آرزو کھلے منہ سے اس کو تکتی رہی پھر بیڈ پہ پڑا کشن اس کو دے مارا۔

ہاہاہا آرزو سوری بٹ تم کیا سوچتی رہتی ہو مطلب حد ہے ہاہا۔ عاشر نے ہنستے ہوئے کہا۔

میں تو سوچتی ہوں تم تو بول دیتے ہو۔ آرزو نے کہا۔

آئی پرومس موٹو میں تمہیں پیار سے کہتا ہوں اور چڑانے کی خاطر ورنہ تم تو بس صحتمند ہو۔ عاشر اب کی سنجیدہ ہو کر بولا۔

ہاں پتا ہے۔ آرزو نے گردن اکڑاتے ہوئے کہا

اچھا اگر تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو تو میں امی سے بات کرتا ہوں۔ عاشر نے آرزو کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا۔

اب میں نے ایسا بھی نہیں کہا۔ آرزو نے گھورتے ہوئے کہا۔

توں لڑائی ی کیوں کر رہی ہو اس بات پہ۔ عاشر نے چڑتے ہوئے کہا۔

مجھے لگا تم نے اس وجہ سے انکار کیا جو میں نے بتائی ی۔ آرزو نے بتایا۔

ایسا کچھ نہیں ہے آرزو میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتا ابھی تو مجھے میڈیکل کی پڑھائی ی کرنی ہے اور بہت سے میرے خواب ہے جن میں فلحال شادی کا کوئی ی سین نہیں اگر ہوتا تو میں پاگل تھا جو تمہارے لیے انکار کرتا۔ عاشر نے آخر میں آنکھ ونک کرتے کہا تو آرزو پہلی دفع ہنس پڑی۔

پتا ہے تمہارے خواب۔ آرزو نے منہ بگاڑا۔

پھر بلاوجہ میں اتنا ڈرامہ کیا جب کی پتا ہے تمہیں سب۔ عاشر نے گھورتے ہوئے کہا۔

توں اور کیا کرتی مجھے لگا تم۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو جن میں کچھ نہیں نہ تم مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہو نہ میں تو فائی دا کیا۔ آرزو کچھ کہنا چاہ رہی تھی جب عاشر نے بیچ میں ٹوک دیا۔

ہاں یہ بات بھی ہے۔ آرزو اس کی بات سے متفق ہوئی ی۔

اب تو ہرٹ نہیں ہو نہ دل صاف کر لیا نہ اپنا میری طرف سے؟ عاشر نے کنفرم کرنا چاہا۔

میلا تو پہلے بھی نہ تھا بس جو تھی ناراضگی وہ بھی ختم ہو گ ئی۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو عاشر بھی مسکرا دیا پہلے جو اس کے اندر گلٹ تھا وہ اب عاشر کا ختم ہو گیا تھا وہ پر سکون تھا کے آرزو کی طرف سے بھی ایسی کوئی ی بات نہیں تھی اور آرزو نے بات کر کے سب کلی ئی ر کر دیا تھا سہی کہتے ہیں لوگ جو بات ہو کہہ دیا کرو ورنہ بعد میں پچھتاوا ہوتا ہے کیوں کی مسائل کبھی کبھی چپ رہنے کی وجہ سے بھی ہوتیں ہیں جو ہو وہ بول دینا چاہیے تاکہ اگر کوئی ی غلطی فہمی ہو تو وہ ختم ہو جائے آرزو بھی

اگر خاموش ہوتی اور عاشر سے بات نہ کرتی تو وہ بس یہی سوچتی کے عاشر نے اس کو ٹھکرایا جب کی عاشر نے بس اپنی دوستی قائم کرنی چاہی تھی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

میرا ماننا ہے زندگی میں کبھی کوئی ی انسان محبت نہ کرے اگر کرے تو کسی ناقدرے انسان سے نہ کرے اگر ہو جائے تو اظہار نہ کرے پہلے وہ اس انسان کو جانچے کے وہ آپ کے بارے میں کیا خیالات رکھتا ہے کسی سوچ رکھتا ہے اس کے بعد وہ اپنی محبت کا اقرار اور اظہار اس کے سامنے کرے محبت کا لا حاصل ہونا تکلیف نہیں دیتا مگر جس سے آپ کو محبت ہو وہ اگر آپ کی محبت کو ٹھکرائے یا آپ کے بارے میں غلط رائے رکھے آپ کی محبت کو غلط سمجھے تو وہ زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے محبت کا کیا ہے وہ تو کبھی بھی کسی سے بھی ہو سکتی ہے اور ضروری نہیں کے وہ قسمت میں بھی ہو پر وہی انسان اگر آپ کو غلط قرار دے تو انسان خود کو دنیا کا

بدترین انسان سمجھتا ہے اور بے بس محسوس کرتا ہے اس کو ایسا لگنے لگتا ہے اس نے محبت نہیں بلکہ کوئی جرم کیا ہے جس کی اس سزا مل رہی ہے محبت کرنا جرم تو اظہار کرنے سزا بن جاتا ہے اس لیے محبت کرنے سے انسان دور رہے تو بہتر ہے اِس میں سوائے تکلیف کے کچھ نہیں ملتا بندہ وہ نہیں رہتا جو ہوتا ہے جھوٹی مسکراہٹ سجانا ایک آرٹ ہوتا ہے اور آرٹ کوئی بھی ہو آسان نہیں ہوتا۔

زیاد بڑی حیرت سے علیدان کی اسٹوری دیکھ اور پڑھ رہا تھا جو اس نے شاید رات کو لگائی تھی اس کو علیدان کے ایسے الفاظ حیرت میں مبتلا کر رہے تھے کیوں کی اس نے پہلی دفع علیدان کا ایسا کوئی لکھا ہوا پڑھا تھا اس لیے حیران ہونا بنتا تھا اس نے علیدان کی جانب دیکھا جو ہمایوں کی کوئی بات سن رہا تھا وہ پانچوں آج لنچ کرنے باہر آئے تھے ایسے ہی موبائل یوز کرتے زیاد کی نظر علیدان کی اسٹوری پہ پڑی جو اس نے انسٹا پہ لگائی تھی۔

علیدان خیر ہے ؟زیاد نے موبائل کی اسکرین علیدان کے سامنے کی جہاں اس کی اسٹوری جگمگا رہی تھی زیاد کا انداز پوچھنے کا کچھ ایسا تھا کے وقاص جو ملک شیک پی رہا تھا زبردست قسم کا اچھولگا تھا۔

ہاں خیر ہے بس انٹرٹین کے لیے رکھا ہے۔علیدان نے خود پہ قابو پا کر کہا اس نے اس وقت کو کوسا جب روشنا کا خیال آتے اس نے یہ اسٹوری لگائی ی تھی وہ یہ بات کیسے بھول گیا تھا کے اس کے جو دوست ہے وہ جب تک بال کی خال نہ اُتارے ان کو چین نہیں پڑتا تھا۔

انٹرٹین کے لیے تم نے یہ رکھا کے محبت نہ کرے اگر ہو جائے تو اظہار ے نہ کریں۔زیاد کو ہنسی آئی ی علیدان کی شکل دیکھ کر جب کی وقاص ٹیشو سے اپنی شرٹ صاف کر رہا تھا جہاں تھوڑا ملک شیک گرنے پہ خراب ہوگئی تھی۔

زیاد تجھے نہیں پتا ان محترم کو پیار ہو گیا تھا پر قسمت کا ستم یہ ہوا کے اس لڑکی کی منگنی کسی اور سے ہو گ ئی اب تو شادی ہو جائے گی اس لیے یہ بیچارے اس غم میں ہیں۔ احمد نے بلی تھیلی سے باہر نکالی۔

غم کس بات کا شادی ہوئی ی تو نہیں کڈ نائی پ کر لیتے ہیں گن پوائی نٹ پہ نکاح کرنا آج کل عام ہے۔ زیاد بغیر حیران ہوئے آرام سے بولا جیسے کوئی ی عام بات ہو۔ علیدان نے افسوس ان سب کو دیکھا جب کی وقاص زیاد کی بات پہ عش عش کر اٹھا تھا۔

محبت ہے میری اور محبت سے زیادہ عزت کرتا ہوں میں اس کی اگر بات صرف محبت کی ہوتی نہ تو بہت کچھ اور بہت پہلے کر چکا ہوتا پر میں نہیں چاہتا میری وجہ سے اس کی عزت پہ کوئی ی بات آئے میری محبت اس کے لیے سوالیہ نشان بن جائے۔ علیدان سنجیدگی سے بھرپور آواز میں بولا۔

عزت پہ بات کیوں آئے گی تم نے تو اس کے ہاتھ کا تھپڑ کھالیا اب بھی دیر نہیں ہوئی ی بات کرو اس سے مانے تو ٹھیک نہ مانے تو زیاد کا مشورہ زبردست ہے۔وقاص نے زیاد کی بھرپور حمایت کی۔علید ان کا دماغ گھوم گیا وقاص کی بات پہ وہ بس اب پچھتا ہی سکتا تھا کے اس نے تھپڑ والا سین ان کو کیوں بتایا۔

اس کو اگر ماننا ہوتا نہ تو پہلے مان لیتی یوں میری محبت کو روند کے نہ جاتی اور زیاد کا جو مشورہ ہے نہ اس میں سوائے زلت کے اور کچھ نہیں میں نے مان لیا ہے وہ میری قسمت میں نہیں اگر ہو گی تو اللہ کسی نہ کسی وسیلے مجھے اس تک پہنچادے گا اس کے لیے مجھے ایسی حرکتیں کرنے کی ضرورت نہیں جس سے میں اس کی نظروں میں اور گر جاؤ۔علید ان ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

ایوری تھنگ از فئی ئی راِن لو اینڈ وَر۔زیاد غرور سے بولا۔

محبت اور جنگ میں سب جائز نہیں ہوتا جو جائز ہو سہی ہو بس وہ ہی جائز ہوتا ہے۔علیدان طمانت سے بولا

اگر تمہیں لگتا ہے تمہیں تمہاری محبت بنا کچھ کیے پلیٹ میں سجا کر ملے گی تو یہ بھول ہے تمہاری۔زیاد نے اس کو حقیقت سے آگاہ کیا جب کی وہ تینوں حیرت سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے جن کا گفتگو کا موضوع آج محبت کو حاصل کرنا ہے تھا۔

مجھے ایسی کوئی ی بھول نہیں کے وہ مجھے ملے گی میں نے سال پہلے ہی اپنی محبت پہ فاتح پڑھ لیا تھا۔علیدان طنزیہ مسکراہٹ سے بولا

ایڈریس بتاؤ اس لڑکی کے گھر کا ہم بات کریں گیں اس کے گھر والوں سے انگیجمنٹ کوئی ی بڑا ایشو نہیں۔زیاد نے دوبارہ کہا۔

پلیز زیاد اس ٹاپک کو ختم کرو۔علیدان نے منت کی۔

اگر محبت کو پانے کی ہمت نہ ہو نہ تو محبت کرو بھی مت محبت میں یہ نہیں دیکھا جاتا کے میرے اس اقدام پہ کیا ہو گا کیا نہیں محبت ڈنکے کی چوٹ

پہ کی جاتی ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا بس ایسے نامردو کی طرح یہ سوچنا ختم کرو کے ایسا نہیں کر سکتا ویسا نہیں کر سکتا۔ زیاد کی آواز جانے کیوں تیز ہو گئی تھی جس سے ریسٹورانٹ میں کچھ لوگوں کا دھیان ان کی طرف ہو گیا تھا پر یہاں پرواہ کس کو تھی۔

بند کرو اپنا یہ موضوعِ گفتگو محبت۔ ہمایوں نے چڑ کر کہا علید ان کو ایسے لگا جیسے زیاد نے اس کی مردانگی پہ کاری ضرب لگائی ہو۔

ایک منٹ ہمایوں مجھے بات کرنے دو۔ علید ان نے ہمایوں سے کہہ کر زیاد کی طرف دیکھا۔

میرے میں اتنی ہمت ہے کے میں اس کو پا سکوں میں چاہوں نہ تو اس کا نام اپنے نام سے جوڑ سکتا ہوں پر اس سے کیا ہو گا روشنا مجھ سے نفرت کریں گی میں اپنی محبت کو پا کر بھی اس سے دور ہو جاؤ گا وہ اپنے گھر والوں کو کیا جواب دیں گی لوگوں کے سوالوں کے کیا جواب دے گی

کے اس نے کیوں منگنی ایک سے شادی کسی اور سے کی۔علید ان نے

بات ختم کرنی چاہی۔

لوگ ہوتیں کون ہے جن کے سوالوں کے ہم جوابات دیتے پھیرے

ان کا کام ہی تو یہی ہوتا ہے خود سے کہانی بناتے ہیں اور ان میں سے

سوال نکال کر پوچھتے ہیں پھر جواب بھی خود دیتے ہیں۔زیاد اب بھی

اپنی بات پہ قائم تھا۔

تم کرنا پھر پر مجھ سے ایسی توقع مت کرو۔علید ان ہار مان کر کہا جب کی

اس کی بات پہ زیاد کی آنکھوں میں عجیب سی چمک آئی تھی پراسرار

سی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

میں تو تھک گئی۔وہ تینوں پیپرز دے کر کلاس سے باہر آکر بولیں آج

ان کا دوسرا پیپر اتھا۔

تین پیپرز بھی ہو جائے تو جان چھوٹے۔ مہک بیزاری سے بول کر بینچ پہ بیٹھی۔

میری بات سنو۔ سومل تن فن کرتی ان تینوں پہ سر پہ پہنچی۔

جمعرات یا جمعی کو آنا۔ آرزو پینے پیتے ہوئے بولی جس پہ سومل کلس کے رہ گ ئی۔

حد میں رہا کرو آرزو۔ سومل نے دانت پیستے ہوئے کہا

نہیں رہوں گی کیا کروں گی۔ آرزو نے چیلینج کرنے والے انداز میں پوچھا۔

جو تم نے سوچا بھی نہیں ہو گا۔ سومل شیطانی مسکراہٹ چہرے پہ سجا کر بولی تو آرزو نے آنکھیں گھمائی ی۔

بات کرو اور جاؤ۔ مہک نے کہا

بات یہ ہے کے مجھے کل جو بھی پیپرز میں سوال ہو ان کے جواب میں میری مدد کرو گی۔ سومل نے ان تینوں کی جانب دیکھ کر کہا جیسے وہ بیٹھی

ہی ان کا حکم ماننے کے لیے ہو آرزو نے بچا ہوا پانی پورا اس کے منہ پہ اُلٹ دیا جس پہ ہو فورن سے پیچھے ہوئی پر بیچاری پانی سے بچ نہ پائی ی اس کا پورا یونیفارم گیلا ہو گیا جب کی ردہ اور مہک کا ہاتھ بے ساختہ منہ پہ پڑا۔

یو بلیڈی وچ۔ سومل غصے سے اس کی طرف بڑھی پر مہک اور ردہ فورن سے سامنے آکر اس کو روکا آرزو آرام سے کھڑی اس کا غصے سے لال پیلا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

حد اب تم رہو کبوتری آئی ی بڑی کے میری مدد کروں گی کر لی ہم نے مدد پڑگ ئی تمہارے کلیجے میں ٹھنڈک اب دفع ہو یہاں سے میرے منہ نہ لگا کرو تم۔ آرزو نے انگلی اٹھا کر اس ہو وارن کیا۔

تم ہوتی کون ہو مجھے حد بتانے والی۔ سومل نے غصے غراتے ہوئے کہا۔

میں جو کوئی ی ہوں تمہارا اس میں کنسرن نہیں بس میرے سے دور رہا کرو۔ آرزو نے کندھے اچکا کر کہا۔

تمہاری یہ اکڑ ایک دن میں ضرور ختم کروں گی۔ سومل اس کو دھمکی دیتی وہاں سے نکلی۔

یہ تم نے کیوں کیا آرزو۔ ردہ نے پریشانی سے کہا۔

خوامخواہ کا رعب جھاڑ رہی تھی اوقات دیکھادی بس۔ آرزو شانِ بے نیازی سے بولی۔

اچھا کیا تم نے۔ مہک نے تعریف کی۔

اور وہ جو دھمکی لگا کر گئی ہے۔ ردہ پریشان ہوگئی تھی۔

جو گرجتے ہیں وہ برستے نہیں۔ آرزو اور مہک نے ایک ساتھ کہہ کر اس کے کندھے پہ اپنا کندھا ٹکایا تو ردہ ان دونوں کو دیکھتی مسکرادی۔

❤❤❤❤❤❤❤

زیاد سیٹی کی دھن بجاتا سیڑھیاں اُتر رہا تھا اس کا چہرہ اس کے خوش ہونے کی عکاسی کر رہا تھا جب کی نیچے بیٹھے سب لوگوں نے اس کو حیرت سے دیکھا تھا ماہی بیگم نے دل ہی دل میں ماشاءاللہ کہا جب کی سمایا بیگم کو

اس کی خوشی ہضم نہیں ہوئی ی ایسا پہلی بار تھا جب انہوں نے زیاد کو خوش یا مسکراتا دیکھا ہو مگر آج تو اس کے انداز ہی الگ تھے اور سیٹی کی دھن بجا رہا تھا۔

کچھ پل ہمارے ساتھ بھی بیٹھ جایا کرو۔ اسرار صاحب نے اس کو باہر جاتا دیکھا تو کہا زیاد نے مڑ کر ان کی طرف دیکھا وہ منع کرنے والا تھا مگر ماہی بیگم نے نظروں ہی نظروں میں بیٹھنے کا کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی ان کی طرف آیا۔

نور جہاں کیسی ہے ؟ ابرار صاحب نے چائے پیتے ہوئے پوچھا۔

الحمد اللہ ٹھیک ہیں بلکل ورنہ کسی کو توفیق نہیں ہوئی ی کے ان کی عیادت کرنے جائے۔ زیاد نے جواب دے کر طنزیہ کرنا فرض سمجھا اس کی بات پہ اسرار صاحب اور ابرار صاحب شرمندہ ہو گئی ے تھے جب کی سمایا بیگم نے آنکھیں گھمائی ی۔

سارے رشتے توڑ کے گ ئی تھی اور کہا تھا کے وہ اگر مر بھی جائے تو اس کا چہرہ نہ دیکھے تو اب عیادت کیوں کرنے جائے۔ سمایا بیگم نے ناک سکوڑتے ہوئے کہا۔

جب آپ سے بات کریں نہ کوئ ی تب بولا کریں۔ زیاد نے بنا لحاظ کیے کہا ماہی بیگم نے کندھے پہ ہاتھ رکھتے اس کو باز رکھنا چاہا۔

اب تم بتاؤ گے کب بات کرنی ہے اور کب نہیں۔ سمایا بیگم سیخ پا ہوئ ی۔

اگر آپ نے کوئ ی بات نہیں کرنی تو میں جاؤ ں۔ زیاد ان کی بات نظر انداز کرتا اسرار صاحب سے کہا جو اپنا سر پکڑے بیٹھے تھے۔

تم سے شادی کی بات کرنی تھی۔ اسرار صاحب نے اس کے چہرے پہ نظریں جمائے کہا۔

ایڈریس بتا دوں گا جا کر رشتہ لے جائ یے گا میرا اور شادی ایک مہینے میں ہونی چاہیے ہر بات طئ ی کر کے آئ یے گا۔ زیاد تو جیسے تیار بیٹھا تھا

بنا ان کے حیرت زدہ چہرے پہ دھیان دیئے بولا اور وہاں سے اٹھ گیا جب کی ماہی بیگم خود شاک میں تھی۔

لے جی ساری تیاری کرلی ہے تو رشتہ بھی خود لیکر جاتا شادی بھی کر آتا۔ سمایا بیگم تلملا اٹھی۔

آپ جانتی تھی یہ بات؟ اسرار صاحب نے ماہی بیگم سے پوچھا جس پہ وہ محض نفی میں سر ہلانے لگی۔

نامراد لڑکا ہے بڑا اچھی چچی کہتا پھرتا ہے اور اب کیسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا۔ سمایا بیگم نے آگ لگانی چاہی ماہی بیگم خاموش سی وہاں سے نکل گئی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

آرزو تم سے بات کرنی تھی۔ روشنا آرزو کے کمرے میں آکر بولی جو آرام سے بیڈ پہ بیٹھی ہوئی تھی آج اس کا لاسٹ پیپر تھا جو اچھے سے ہو گیا تھا روشنا نے اس کے ایکزایمز ہونے کے بعد بات کرنے کا سوچا تھا اور

آج جیسے ہی ختم ہوئے تو وہ بات کرنے چلی آئی ی تھی کیوں کی فراز کی ماں کبھی بھی آسکتی تھی اور وہ ان کے آنے سے پہلے آرزو سے بات کرنا چاہتی تھی۔

جی آپی کیا بات ہے؟ آرزو ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھی تا کہ روشنا بیٹھ سکیں۔

میں جو بات کروں غور سے اور پوری سننا ایسے چیخنا مت۔ روشنا نے تھمید باندھی۔

میں چیختی کب ہوں۔ آرزو نے سنی ہی آخری بات روشنا کی۔

آنٹی عطیہ چاہتی ہیں کے میرے نکاح کے دن تمہارا اور نادر کا نکاح بھی ہو یہ سمجھو کے انہوں نے تمہارا ہاتھ مانگا ہے اپنے بیٹے کے لیے۔ روشنا نے آہستہ آہستہ اس کو بات بتائی ی اور اس کے چہرے کے تاثرات جاننے چاہے جو کی ویسے کے ویسے ہی تھے روشنا کو اُلجھن ہوئی ی۔

نادر وہ ٹھرکی جو دیدیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا ہے مجھے۔ روشنا کے چپ ہونے پہ آرزو بولی بھی تو کیا۔

آرزو تھمیز سے۔ روشانے دانت پیستے ہوئے کہا۔

تھمیز کو چھوڑے آپی میری کچھ شرائی ط ہیں۔ آرزو نے اِترا کر کہا روشنا نے اس کو عجیب نظروں سے دیکھا وہ کیا سوچ کے آئی ی تھی کے آرزو چیخے گی چلائے گی اور کہے گی بنا میری مرضی جانے اتنی بات کہہ دی اور یہاں تو گنگا ہی اُلٹی تو اس کو تو اپنی شرائی ط منوانی ہے۔

شاید تم نے میری بات کا مطلب نہیں سمجھا تمہارا اور نادر کا نکاح سمجھ رہی ہو نہ تمہیں اعتراض نہیں کوئی ی۔ روشانے پھر سے کہا اس کو لگا شاید آرزو نے سمجھا نہیں۔

آپی میں سمجھ رہی ہوں پر اعتراض کیوں ہو گا ہائے میرا ابھی نکاح ہو گا مہک اور ردہ کا تو منگیتر بھی نہیں اب میں ان کو جلاؤں گی ہائے کتنا مزے آئے گا۔ آرزو نے چہکتے ہوئے کہا اور کشن اپنی گود میں رکھ کر سوچنے لگی مہک اور ردہ کا ان کو جلانے کا روشانے تاسف سے اس کی

جانب دیکھا اس کو یقین ہو گیا آرزو سے عقلمند ہونے کا ثبوت مانگنا مطلب خود کو بیوقوف بنانا ہوا۔

آرزو تمہیں اب بھی مزاق سوجھ رہا ہے نکاح اتنا بڑا فیصلا ہے اور تمہیں بس مہک اور ردہ کو جلانے کی پڑی ہے۔ روشنا نے اس کی عقل پہ ماتم کیا۔

آپی میں جانتی ہوں نکاح کا مطلب اور یہ بھی کے میں اگر ابھی آپ کو منع کرتی تو آپ مجھے راضی کر کے ہی جاتی مجھے اعتراض ہوتا مگر وہاں بھی ہم ساتھ رہے گیں اور مجھے وہاں کام بھی نہیں کرنا پڑیگا مطلب یہاں بھی آزادی اور وہاں بھی آزادی۔ آرزو نے بتا ہی دیا وہ اتنی کم عقل نہیں جتنا اس کو سمجھا رہا ہے۔

اچھا تو کام سے بچنے کے لیے۔ روشنا نے مصنوعی غصہ دیکھایا۔

نہیں ہمیشہ ساتھ رہے گے اس لیے۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو روشنا نے اس کو اپنے ساتھ لگایا۔

اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں دے۔روشانے دل سے دعا دی جس پہ آرزو نے مسکرا کر آمین کیا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

عینی کتنے دن سے عاشر کے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی جس کی کلائی ی میں اس کا دیا ہوا فرینڈ شیپ بینڈ نہیں تھا وہ جاننا چاہتی تھی کے اس نے کیوں نہیں پہنا اور دوسرا جو اس نے بتایا تھا آرزو کا وہ جب بھی دیکھتی اس کی کلائی ی میں تو دل کرتا اس کی کلائی ی سے اُتار کے نوچ پھینکیں مگر ہائے دل کا کیا وہ تو کچھ بھی کہتا رہتا ہے عینی نے کوشش کرنی چاہی پوچھنے کی پر ہمت نہیں ہوئی ی مگر آج اس نے سوچ لیا تھا کے پوچھے گی وہ ابھی عاشر کو لیکر کالج کے کیفیٹریا آئی ی تھی اور کشمکش میں مبتلا تھی کے کیسے پوچھے آخر اس نے سب سوچ کو جھٹک کر پوچھ ہی لیا۔

عاشر تم نے میرا دیا ہوا بینڈ نہیں پہنا۔عاشر اس کی بات پہ چونک اٹھا۔

بینڈ؟ عاشر نے کنفرم کرنا چاہا۔

ہاں بینڈ بھول گئی ہے۔ عینی کو اُس کا ایسے پوچھنا برا لگا

نہیں بھولا تو نہیں مگر وہ کھو گیا تھا اس لیے میں نے پہنا نہیں۔ عاشر نے کندھے اُچکا کر کہا جیسے عام بات ہو خیر اس کے لیے تو تھی مگر عینی کے لیے نہیں اس کو عاشر کی بے نیازی بہت بری لگی کتنے پیار سے اس نے عاشر کو دیا تھا اور عاشر نے اس کا پہلا تحفہ ہی ایسے گم کر دیا۔

تم نے ڈھونڈا نہیں۔ عینی نے بامشکل اپنا لہجہ ہشاش بشاش کر کے پوچھا۔

نہیں بینڈ ہی تو تھا ڈھونڈتا کیوں کونسا مل جانا تھا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا یہ بھی تو بینڈ ہی ہے ہمیشہ پہنا ہوتا ہے کیا کبھی گم نہیں ہوا یہ اور ہمیشہ کیوں پہنا ہوتا ہے اُتار پھینک کیوں نہیں دیتے۔ عینی نے جلیس ہوتے ہوئے کہا عاشر کو عینی کی یہ بات بہت ناگوار گزری۔

گم نہیں ہوا کیوں کی میں نے کبھی اُتارا نہیں اور پلیز دوبارہ ایسے بات مت کرنا اور نہ پوچھنا۔ عاشر نے دوٹوک انداز میں کہا

میں نے جسٹ سوال کیا۔ عینی نے کہا۔

سوال مجھے نہیں پسند اور میں کیوں اُتار پھینکنے لگا یہ میرے لیے خاص ہے تمہاری نظر میں یہ بینڈ ہو گا بس پر میرے لیے بہت قیمتی شے ہے۔ عاشر سپاٹ لہجے میں کہہ کر اٹھ گیا عینی نے دکھ سے اس کو جاتا دیکھا کتنی کوشش کر رہی تھی وہ عاشر کے دل میں اپنی جگہ بنانے کی اور ایک عاشر تھا جو شاید پتھر کا بنا ہوا تھا جو اپنے دل میں جگہ نہیں دے رہا تھا دل پتھر کا

از رمشا حسین

اس کی برداشت سے باہر تھا عاشر کی بے رخی سہنا۔

عشق جب وار کرتا ہے تو آنکھیں لال کرتا ہے

چھین لیتا ہے سکون اور بے چین کرتا ہے

نہیں سکھاتا دیکھنا اس کو کسی اور کے ساتھ

جب کرتا ہے تو حد سے زیادہ بیقرار کرتا ہے

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

سر کوئی ی زاویار صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔زیاد اپنے کیبن تھا

جب انٹر کام پہ اس کو پیغام مصول ہوا زاویار کے نام پہ اس کے ماتھے پہ

بلے آئے مگر کہا اس نے بس یہ کے میرے کیبن میں بھیج دو۔

کیوں آئے ہو یہاں؟زاویار جیسے ہی کیبن میں آیا زیاد نے سخت لہجے میں

پوچھا۔

تمہاری یاد آرہی تھی تو سوچا مل آؤ دو سال ہو گ ئ ے ہیں ہماری

ملاقات نہیں ہوئی ی۔زاویار نے ایسے کہا جیسے بہت گہری دوستی ہو ان

کے بیچ۔

کام کی بات کرو اور شکل گم کرو اپنی۔زیاد نے غراتے ہوئے کہا۔

ایک تو تمہارا غصہ۔زاویار آرام سے چ ئ ر پہ بیٹھتا جیسے افسوس کرنے

لگا زیاد نے آنکھیں دیکھائی ی تو وہ مسکرا کر بولا۔

میں تمہارے اور اپنے بیچ کی بلاوجہ والی دشمنی ختم کرنے دوستی کا ہاتھ بڑھانے آیا ہوں۔اس کی بات پہ زیاد کی آنکھوں میں تمسخر در آیا زیاد اس کی بات پہ محفوظ ہوا۔

ریلی مسٹر زاویار تمہیں میں اتنا بیوقوف لگتا ہوں۔زیاد ہنس کے بولا

بیوقوف والی کیا بات میں سچے دل سے کہہ رہا ہوں۔زاویار نے خود کو کمپوز کیا۔

سریسلی؟زیاد نے طنزیہ کہا۔

لسن زیاد جیسا کے میں نے پہلے بتایا کے دوستی کرنے آیا ہوں تو تم بھی پرانی باتیں چھوڑ کر میری طرف ہاتھ بڑھاؤ اور ہم بزنس کے پارٹنر بن جاتے ہیں۔زاویار صلح انداز میں کہا

زیاد خانزادہ نام ہے میرا اڑتی چڑیا کے پر گن لوں اور کیا میں تمہارا دوغلہ پن نہیں سمجھوں گا۔زیاد سنجیدگی سے بولا

زیاد میں دوغلہ پن نہیں کر رہا۔زاویار نے یقین دلانا چاہا

چائے پیو گے یا کافی وہ کیا ہے نہ دوست ہو یا دو شمن میں ان کی بنا خاطر تواضع کیے جانے نہیں دیتا۔زیاد نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں۔

مجھے کچھ نہیں چاہیے بس میری بات کا یقین کرو۔زاویار کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر گزرتا۔

اگر یہی بات کرنی ہے تو میری طرف سے انکار ہے میں زیادہ دوست بنانے کے خلاف ہوں۔زیاد نے آرام سے راکنگ چیئر پہ ٹیک لگائے کہا۔

سوچ لو بزنس پارٹنر بننے میں تمہارا فائدہ ہو سکتا ہے۔زاویار نے ایک اور پتہ پھینکا۔

میرے پاس فضول باتوں کو سوچنے کے لیے وقت نہیں۔زیاد نے کہا۔

پچھتا بھی سکتے ہو بعد میں۔زاویار اپنا غصہ دباتا ہوا بولا۔

زیاد خانزادہ پچھتاتا نہیں۔زیاد طمانیت سے کہا

تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔زاویار غصے سے اٹھتا ہوا بولا۔

افسوس ہوا تم اچھے بننے کی اداکاری نہیں کر پائے۔ زیاد نے بڑے افسوس کا اظہار کیا زاویار بس گھورتا باہر نکل گیا زیاد زور سے قہقہہ لگانے لگا پورے کیبن میں اس کے ہنسنے کی آواز گونج رہی تھی دیواریں بھی حیرا نکن تھی آج پہلی بار انہوں نے زیاد خانزادہ کے ہنسنے کی آواز جو سنی تھی۔

میں بہت خوش ہوں آپ نے ہماری بات کا مان رکھا۔ عطیہ بیگم سموسہ کھاتے ممنونیت سے زرینہ بیگم سے کہا آج وہ اکیلی آئی تھیں نکاح کی تاریخ فکس کرنے کے لیے۔

بس دونوں بہنیں ایک ساتھ ایک گھر میں جائیں گی تو ٹھیک رہے گا ہم نے سوچا اس لیے ہاں کہہ دی اب بس آگیں اللہ بہتر کرے گا۔ زرینہ بیگم سادگی سے بولی

بلکل بلکل دونوں بہنیں آپس میں خوش رہیں گی تو بس طئ ہ پایا کے چار دن بعد نکاح کی تقریب رکھتے ہیں۔ عطیہ بیگم مسکرا کر بولی۔

چار دن تو بہت ہیں ہمیں تیاری بھی تو کرنی ہیں اور رشتیداروں کو بھی تو دعوت دینی ہے نہ۔ زرینہ بیگم بوکھلا گئ ان کی بات سن کر تبھی عاجزی سے بولی۔

ہاں تو چار دن کم تو نہیں نکاح میں آپ بس قریبی رشتیداروں کو بولاۓ شادی پہ سب کو دعوت دتئ یے گا میں اب اور دیر نہیں کرنا چاہتی پہلے ہی آپ نے بہت وقت مانگا تھا۔ عطیہ بیگم ان کی بات رد کرتی بولیں۔

ٹھیک اگر آپ کا اتنا اصرار ہے تو میں کیا کہہ سکتی ہوں بس کل سے ہی ہم تیاری چھوڑو کریں گے بازار کا بھی جو سامان چاہیے ہو گا وہ ہم دیکھ لیں گے۔ زرینہ بیگم نیم رضامندی دیتی ہوئ ی بولی جب کی اندر ہی اندر وہ کافی پریشان تھیں۔

یہ ہوئی ی نہ بات نکاح کا جوڑا تو ہم نے ڈالنا ہے آپ کی اتنی تیاری کہاں ہو گی پر شادی کے بارے میں کجھ نہیں کہہ سکتی میں۔ عطیہ بیگم خوش ہوتی ہوئی ی بولی جب کی زرینہ بیگم محض مسکرا اسکی اب ان کو کیا بتاتی ان کو کیا پریشانی ہے۔

جی سہی بس آپ اپنے بیٹوں کی ناپ ہمیں بتا دتج ئی یے گا تا کہ ان کا نکاح کا ڈریس ہم لیں تو مشکل نہ ہو۔ زرینہ بیگم گہری سانس لیکر بولی۔

جی جی آپ فکر نہ کریں۔ عطیہ بیگم نے تسلی کروائی ی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد مجھے تم سے کجھ بات کرنی ہے۔ زیاد پول سائی یڈ پہ بیٹھا آفس کا کام کر رہا تھا جب ماہی بیگم سنجید گی سے بولی۔

جی چچی جان آئے بیٹھے۔ زیاد نے مسکرا کر کہا۔

تم نے بتایا نہیں کبھی اپنی پسند کا؟ ماہی بیگم چی ئی رپہ بیٹھتی ہوئی ی پوچھنے لگی۔

کل بتایا تو تھا۔ زیاد نے کہا

ایسے بتاتے ہیں اجنبیوں کی طرح مجھے لگا تم اپنی ماں سمجھتے ہو مجھے مگر کل تم نے بتایا دیا میں بس چچی ہوں تمہاری۔ ماہی بیگم اپنی آنکھیں صاف کرتی بولی جو نم ہو گ ئی تھی۔

چچی جان ایسی بات نہیں کاموں میں اتنا الجھ گیا تھا کے آپ سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا یقین کرے میں نے خالا جان سے بھی کوئی ی بات نہیں کی۔ زیاد ان کا ہاتھ تھام کر بتانے لگا۔

اچھا مان لیتی ہوں تمہاری بات مگر یہ تو بتاؤ نام کیا ہے اس کا کیسی ہے وہ اور کب سے ہے تمہاری زندگی میں کہاں رہتی ہے؟ ماہی بیگم نے ایک سانس میں پوچھ لیا زیاد ان کی جلد بازی پہ ہنس پڑا

نام اس کا آرزو ہے مگر میرے لیے وہ حیات ہے۔ زیاد محبت سے چور لہجے میں کہا ماہی بیگم مسکرا دی اور وہ کیسی ہے میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتا۔ زیاد نے آنکھیں بند کر کے کھولی ماہی بیگم نے اس کے ماتھے پہ

چپت لگائی ی تو مسکرا دیا زیادہ عرصہ نہیں ہوا مگر کم عرصے میں ہی میری سب کچھ بن گ ئی ہے اور جہاں وہ رہتی ہے اس کا ایڈریس میں آپ کو بتاؤں گا رشتہ لینے تو آپ نے ہی جانا ہے کل۔ زیاد نے ان کا ہاتھ عقیدت سے چومتے ہوئے کہا تو ماہی بیگم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ بہت خوش ہوئی ی زیاد کو مطمئ ن اور پر سکون دیکھ کر دل میں اللہ کا شکر ادا کیا کے زیاد کی زندگی میں بھی خوشی دی۔

کچھ دن بعد جائے گیں کل کیوں لڑکی کے گھر جا رہے ہیں تو سامان بھی تو لیکر جانا ہو گا نہ۔ ماہی بیگم نے مسکرا کر کہا۔

مٹھائی یوں کا ڈھیر آپ کو مل جائے گا آپ بس کل جائی یے گا اور باقی جو بھی سامان ہو گا وہ ہم بعد میں دیکھ لیں گے۔ زیاد نے فورن سے کہا۔

ہاہاہا زیاد اتنی بیقراری۔ ماہی بیگم ہنسے بنا نہ رہ سکی۔

یہی سمجھ لیں میں اب مزید اس سے دور نہیں رہ سکتا میر ابس چلے تو ابھی اس کو یہاں لے آؤ۔زیاد آنکھ ونک کرتے کہا تو ماہی بیگم نفی میں سر ہلانے لگی۔

اللہ تمہیں تمہاری یہ خوشی آباد رکھے۔ماہی بیگم نے دعا دی۔

آمین بس آپ جانے کی تیار کرلیں ایڈریس میں بتادوں گا۔زیاد نے کہا

ہاں پر بھائی ی صاحب سے بھی بات کروان کو بتاؤ آخر کو باپ ہیں وہ تمہارے ان کا زیادہ حق ہے۔ماہی بیگم نے اسکو سمجھانا چاہا جب کی ان کی بات پہ زیاد کا چہرہ پل بھر میں سپاٹ ہوا تھا۔

کل میں نے ایسے ہی کہہ دیا تھا وہ جائے یا نہیں مجھے فرق نہیں پڑتا پر آپ جائی یے گا اور ہر بات طئی ہ کر لیجۓ ئی یے گا۔زیاد نے بنا تاثر دی ئی ے کہا۔

ان کو اچھے لگیں گا اگر تم کہو گے تو۔ماہی بیگم نے کہا

چچی پلیز جو میرے اختیار میں نہ ہو وہ کام مت کہا کرے کرنے کے لیے

اور سمایا میڈم کو دور ہی رکھئیے گا۔زیاد نے کہا

بری بات۔ماہی بیگم نے گھورا۔

اچھا آپ کہئیے گا ان سے چلنے کے لیے اگر ان کے پاس وقت ہو تو

مگر مجھ سے یہ امید نہ رکھے۔زیاد نے جیسے اجازت دی ہو ماہی بیگم نے

زیاد کو ایک ہی بات پہ اٹل دیکھا تو بحث کرنا چھوڑ دیا جانتی تھی زیاد اگر

ایک بات پہ ضد پکڑلیں تو کوئی کچھ بھی کہے وہ اپنی بات سے پیچھے

نہیں ہٹیں گا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کچھ پریشان ہیں؟ایاز صاحب نے زرینہ بیگم کو خاموش دیکھ کر سوال کیا

ہاں بس جوان بیٹیوں کی شادیاں قریب ہے اب بس اس کی پریشانی ہے

میں نے اپنا سارا زیور تو بیچ دیا تھا جو بھی تھا روشنا کا کالج بہت مہنگا تھا پر اس

کی تعلیم ضروری تھی پھر آرزو کی داخلا کے لیے بھی جو بن پڑا میں نے کیا

اب جہیز میں کیا دوں گی یہی بات پریشان کر رہی ہے۔زرینہ بیگم نے اپنا مس ئی لا بتایا ان کی بات پہ ایاز صاحب مسکرادی ئی ے۔

پریشان ہونے والی کیا بات ہے اللہ کوئی ی وسیلا بنا دے گا اور دوسری بات یہ کے میں لون کے لیے بات کروں گا ابھی تو بس نکاح ہو رہا ہے نہ شادی تک انشا اللہ بات بن جائے گی۔ایاز صاحب نے ان کو تسلی کروائی ی۔

ہاں اللہ سب ٹھیک کر دے گا مگر پریشانی تو لگی رہے گی نہ۔زرینہ بیگم نے کہا

جو لوگ اللہ پہ رکھتے ہیں نہ سب کجھ تو وہ پریشان نہیں ہوتے تم بس بچیوں کو لیکر بازار سے ان کو ان کی ضروریات کی چیزیں خرید کے دینا جو میرا کام ہوا وہ میں نپٹا لوں گا۔ایاز صاحب کی بات پہ وہ خود کو پر سکون کرنے لگی۔

کل ان دونوں کو بھیج دو گی بازار میں تب تک باقی کا کام دیکھ لوں گی۔زرینہ بیگم نے بتایا۔

آپا سے کہنا وہ بھی مدد کروا دے گی۔ایاز صاحب نے کہا

نصرت تو کہہ رہی تھی وہ آئے گی ٹھیک ہے میری بھی مدد ہو جائے گی پھر۔زرینہ بیگم نے جواباً کہا تو وہ ایاز صاحب سر کو جنبش دیتے سونے کے لیے لیٹ گ ئی ے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کتنے بجے جانا ہے یہ بھی آپ کا لاڈلہ بتا دیتا۔سمایا بیگم بریڈ میں جیم لگاتی ہوئی ی بولی۔

نہیں بس آج جانا ہے یہ بتایا تھا سامان زیاد نے پہلے ہی گاڑی میں رکھو دیا ہے۔ماہی بیگم نے بتایا۔

سامان کونسا؟سمایا بیگم نے نا سمجھی سے سوال کیا۔

مٹھائی ی وغیرہ کی ٹوکریاں۔ماہی بیگم بولی۔

مٹھائی ی بھی کیوں کونسا منگنی کی رسم کریں گے ابھی تو بس بات ہی کرنی ہے اور جانے وہ لوگ کیسے ہو اور کیا پتا رشتہ دینے کے لیے فورن سے کہتے بھی ہے یا نہیں ہم ایسے ہی مٹھیاں اُٹھا کر لے جائے۔ سمایا بیگم نخوت سے بولی ان کی زیاد کی شادی کا سن کر ایک پل چین نہیں آرہا تھا انہوں نے سوچ لیا تھا کچھ بھی ہو بات بننے نہیں دیں گی بھلا ان کے ہوتے ہوئے وہ خوش کیسے رہ سکتا ہے پسند کی شادی تو وہ ہرگز نہیں ہونے دے گی۔

آپ کے پ ئی سوں سے تو نہیں لیے میں نے تو آپ کو آگ کیوں لگ رہی ہے۔ زیاد سیڑھیاں اُترتا ان کی بات سن کر بولا۔

تم میں تو ادب نام کی کوئی چیز نہیں پر ہمیں تو اپنے جیسا نہ سمجھو جہاں ہم جا رہے ہے ان کو پتا بھی ہے ہمارے آنے کا یا بن بلائے مہمان بن کر جا رہے ہیں۔ سمایا بیگم تلملا کر پوچھنے لگی۔

آپ نہ جائے اتنی ادب والی ہے تو میں نے تو نہیں کہا اور آپ جا کیوں رہی ہے۔ زیاد ڈان ئی نگ ٹیبل سے سیپ اٹھاتا بولا۔

فضول کی چک چک بند کرو کبھی تو صبح کو پر سکون گزر نے دیا کرو۔ اسرار صاحب ان کی بحث سن کر چڑ کر بولے۔

بہت پر سکون گزرے تھے دن جب یہ گھر پہ نہیں تھا۔ سمایا بیگم تو موقع مل گیا ان کی بات پہ زیاد طنزیہ مسکرایا۔

ہماری تو زندگی پر سکون تھی جب آپ نہیں تھیں۔ زیاد نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا سمایا بیگم خون کا گھونٹ پی کر رہ گ ئی عینی اور اشرف نے بے اختیار ایک دوسرے کو دیکھا تھا عینی نے اپنا فون ٹیبل سے اٹھایا اور ڈائی ینگ ٹیبل سے اٹھ گ ئی اشرف بھی مزید وہاں نہیں بیٹھا ان کی دیکھا دیکھی میں کشمالا اور زارون بھی اٹھ گ ئے۔

یہ تم اچھا نہیں کرتے میرے بچوں کے سامنے ایسی بات کرتے ہوئے۔ سمایا بیگم غصے سے بولی۔

آپ کو بتانے کی ضرورت نہیں کے میں کیا اچھا کر رہا ہوں اور کیا غلط۔ زیاد نے بنا اثر لیے کہا۔

ناشتہ کرو چپ چاپ بیٹھ کر۔ ابرار صاحب نے کہا۔

میرا ہو گیا ہے آپ کے کہنے کا شکریہ۔ زیاد سنجیدگی سے کہتا باہر کی طرف چلا گیا۔

جانے کب سب ٹھیک ہو گا۔ اسرار صاحب آبدیدہ ہو کر بولے۔

بیس سالوں میں ٹھیک نہیں ہوا تو اب کیا ہو گا۔ ابرار صاحب نے تلخ حقیقت بیان کی جن سے اسرار صاحب ہمیشہ نظریں چُرا تے تھے اور اب بھی ایسا ہی کیا تھا۔

زیاد بھائی ی۔

زیاد اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا جب اشرف کی آواز پہ رُکا اور اس کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا جہاں وہ چاروں اس کو دیکھ رہے تھے۔

کہو۔ زیاد سپاٹ انداز میں بولا

ہم نہیں جانتے آپ اور مما کے بیچ کیا اختلاف ہے پر ان سب میں ہمارا تو کوئی قصور نہیں آپ ہم سب کو کیوں اِس طرح نظر انداز کرتے ہیں ہم سے بات نہیں کرتے دیکھتے نہیں ہم بھی چاہتے ہیں ہمارا بھائی جو ہم سے بڑا ہے وہ ہم سے بات کرے جیسے باقی سب کے ہوتے ہیں پر آپ نے کبھی ہمیں بڑے کی طرح ٹریٹ نہیں کیا۔ عینی نے زیاد کی طرف دیکھ کر کہا۔

ہاں بھائی اور آپ تو امی سے بات کرتے ہیں ان کی ہر بات سنتے ہیں مانتے ہیں پھر ان کے بچوں سے ناراضگی کیسی۔ کشمالا نے بھی ہمت کرتے ہوئے کہا جب کی زیاد سپاٹ تاثرات لیے ان کی تقریریں سن رہا تھا۔

بڑا بھائی ہے نہ زارون اس کو اپنی فرمائشیں بتایا کرو اور کیا کرو میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا تم لوگوں کے چونچلے اٹھانے کا اور میں

تم لوگوں کا بھائی ی نہیں یہ بات سمجھ لو۔ زیاد نے چاروں کو دیکھ کر بے رخی سے کہا۔

آپ ایسا کیوں بول رہے ہیں ماں بھلے الگ ہے پر باپ تو ہمارا ایک ہے نہ ہم ایک گھر میں رہ کر بھی اتنے دور کیوں ہے کیا آپ کا دل نہیں کرتا اپنے بہن بھائی یوں سے بات کرنے کا۔ اشرف نے دکھ سے سوال کیا۔

میرا کوئی ی باپ بھی نہیں۔ زیاد کہتے ہی گاڑی میں بیٹھا اور زوردار آواز میں ڈور بند کیا عینی اور کشمالا نے بے ساختہ دل پہ ہاتھ رکھا۔

ان کے دل میں جانے کیا ہے جو کسی کی بھی بات کا اثر ہی نہیں ہوتا۔ زارون نے زیاد کی گاڑی کو گیٹ پار کرتا دیکھا تو کہا۔

ہاں ویسے حیرت ہے ان کو لڑکی کونسی پسند آگ ئی جن سے یہ شادی کرنے والے ہیں۔ کشمالا تجسس سے بولی۔

مجھے تو بڑا شوق ہے اس ہستی کو دیکھنے کا جس نے بھائی ی کے دل پہ قبضہ کرلیا ہے۔ عینی نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔

آج جا رہے ہے نہ رشتے کی بات کرنے پھر ہم بھی دیکھ لیں گے۔ اشرف نے کہا پھر وہ بھی اپنی گاڑی میں بیٹھ کر کالج اور یونی کے لیے نکل گ ئی ے۔

میں نے اپنی پسند کا جوڑا لینا تھا۔ آرزو نے منہ بسور کر کہا۔

ان کی پسند بھی اچھی ہو گی ٹینشن کیوں لے رہی ہو۔ عاشر نے اس کو ریلیکس کرنا چاہا۔

اپنے زمانے کے کپڑے لے گی نہ وہ نکاح جس سے ہو گا وہ تو پسند کا نہیں نکاح کا ڈریس ہی میری اپنی پسند کا دلا دیتے۔ آرزو نے اپنا رونا رویا عاشر اس کی بات پہ ہنس پڑا جب کی روشنا نے اس کے بازوں پہ چٹکی کاٹی وہ تو اچھا تھا زرینہ بیگم وہاں نہیں تھیں ورنہ چپل زور پڑتی ان کی۔

تم لوگ ابھی تک بازار گ ئی ے نہیں۔ زرینہ بیگم اپنے ہاتھ صاف کرتی ان سے بولی آج روشنا اور آرزو نے بازار جانا تھا اس لیے عاشر کو

ساتھ چلنے کا کہا تھا اس لیے عاشر کالج سے چھٹی کر کے خوشدلی سے ان کے ساتھ جا رہا تھا۔

جا رہے ہیں اماں۔ روشانے کہا جب کی آرزو نے ناک سکوڑ کر ان کی طرف دیکھا۔

تم کیوں منہ بنائے بیٹھی ہو؟ زرینہ بیگم نے آرزو سے پوچھا۔

کچھ نہیں۔ آرزو نے کہا۔

اچھا اب چلیں ورنہ شام ہو جائے گی واپسی پہ۔ عاشر اٹھتا ہوا ان کو وقت کا احساس دلانے لگا۔

شام کیوں ہو گی بس گھر کا سامان ہی لینا ہے کونسا اپنے کپڑے لینے ہیں۔ آرزو نے جھلا کر کہا۔

تمہاری رخصتی تو میں نکاح کے دن ہی کرواتی ہوں۔ زرینہ بیگم نے گھورتے ہوئے کہا۔

نوازش ہو گی آپ کی۔ آرزو نے جھک کر شکریہ ادا کیا

اب بس کرو اور چلو۔ روشنا اس کو بازوں کھینچتے ہوئے باہر کی طرف بڑھی عاشر مسکراتا ان کے پیچھے گیا جب کی زرینہ بیگم نے گھر کی صفائی ی کرنے کا سوچا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

سنو آج عاشر نہیں آیا کیا؟ عینی کلاس میں داخل ہوئی ی تو عاشر کو نا پا کر ایک لڑکی سے پوچھا۔

نہیں تمہیں بتایا نہیں اس کے ساتھ ہوتی ہو۔ لڑکی نے جواب دے کر پوچھا۔

پتا ہوتا تو کیا تم سے پوچھتی۔ عینی نے چڑتے کہا اور اپنی جگہ پہ بیٹھی۔

عاشر مجھے بتاتا کیسا کونسا ہمارا فون پہ رابطہ ہوتا ہے یا کونسا میں اس کے لیے خاص ہوں۔ عینی نے طنزیہ خود سے کہا۔

اگر بتاتا تو اچھا ہوتا پر کل بھی نہیں بتایا ایسا کچھ۔ عینی نے گہری سانس بھری اور کتاب کھول کر اس کو پڑھنے میں بزی ہو گ ئی۔

علیدان تم فری ہو؟علیدان لائی ونج میں بیٹھا لیپ ٹاپ یوز کر رہا تھا جب نرما بیگم ساتھ والے صوفے پہ بیٹھتی ہوئی ی بولی۔

ہاں بس پریزنٹیشن تیار کر رہا تھا آپ کو کوئی ی بات کرنی ہے۔علیدان نے انگلیاں کیبورڈ پہ چلاتے ہوئے کہا

بات تو کرنی ہے جب فری ہو تو بتا دینا۔نرما بیگم نے کہا

آپ بات کریں میں سن رہا ہوں۔علیدان نے اب کی ان کی طرف دیکھ کر کہا۔

شادی کب کروگیں دانی میں کتنی دفع بات کر چکی ہوں مگر تم ہر بار ٹال دیتے ہو اب تمہیں سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔نرما بیگم نے کہا۔

شادی کے علاوہ بھی بہت سے کام ہوتے ہیں پر جانے کیوں آپ کی بات شادی پہ شروع اور شادی پہ ختم ہوتی ہے۔علیدان کا موڈ خراب ہوا۔

شادی کے علاوہ بہت کام ہیں جانتی ہوں میں یہ پر شادی بھی ضروری ہوتی ہے اور وقت پہ کی جائے تو زیادہ بہتر تیس سال کے ہونے والے ہو ماشااللہ سے اور اب تم شادی کا نہیں سوچ رہے۔ نرما بیگم گڑ کا۔

امی جب کرنی ہو گی تو کرلوں گا آپ فورس مت کیا کرے۔ علیدان بیزاری سے بولا۔

اگلے مہینے تمہارے دوست کی بھی شادی ہے نہ تم بھی کرلوں لڑکی تو میری نظر میں ہے تیاریاں بھی ہو جائے گی بس تم ہاں کرو۔ نرما بیگم ہتیھلی پہ سرسوں جمائے بیٹھی تھی علیدان تو بس شاک میں ان کا چہرہ تکتارہ گیا۔

آخر اتنی جلدی کیوں ہے آپ کو۔ علیدان نے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

حیرت ہے ابھی بھی تمہیں یہ جلدی لگ رہی ہے تمہاری شادی ہو تو میں حفصہ کا سوچو۔ نرما بیگم نے کہا۔

توکرے اس کی پر مجھے بخش دے۔علیدان کی بس ہاتھ جوڑنے کی کثر رہ
گ ئی تھی۔

ایسے کیسے کر دوں تم بڑے بیٹے ہو پہلے تمہاری پھر اس کی۔نرما بیگم اس
کی بات پہ ہتھے سے اکھڑ گ ئی۔

وہ لڑکی ہے اس کی کر دیں میرا جب دل چاہے گا میں تب کروں
گا۔علیدان صوفے سے اٹھتا ہوا بولنے لگا پتا تھا اب اس کی ماں شادی کا
ٹاپک بند نہیں کرے گی اس لیے وہاں سے اٹھنے میں ہی عافیت جانی۔

بھاگنے سے کیا ہو گا ایک نہ ایک دن تو شادی کر لینی ہے نہ تو میری پسند
کردہ لڑکی میں کیا بُرائی ی ہے۔نرما بیگم اس کو جاتا دیکھ کر بولی۔

امی پلیز۔علیدان لیپ ٹاپ لیے اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا جب کی
نرما بیگم اس کی پیٹھ دیکھتی رہ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

یہ کہاں جارہے ہیں ہم؟ سمایا بیگم عجیب لہجے میں اسرار صاحب سے بولی جو فرنٹ سیٹ پہ ڈرائیور کے ساتھ تھے جب کی وہ اور ماہی بیگم پچھلی سیٹ پہ تھیں۔

بھابھی جو زیاد نے ایڈریس بتایا وہ یہی ہے۔ماہی بیگم خود پریشانی سے بولیں کیوں کی جہاں وہ آئے تھے تنگ اور کچی گلیاں تھیں ڈرائیور بڑی مشکل سے گاڑی چلارہا تھا۔

افففف اس لڑکے کی پسند اتنی لو کلاس ہو گی اندازہ نہیں تھا کہاں وہ اپنے سے زیادہ کسی اور کو نہ سمجھنے والا اب شادی ایسی لڑکی سے کرے گا جس کا کوئی ی اسٹینڈر ہی نہیں۔ سمایا بیگم طنزیہ لہجے میں بولی۔

خاموش رہو تم اور خبر دار جو وہاں کوئی ی اُلٹی سیدھی بات کی تو اور کیا پتا جہاں ہم جارہے ہیں وہاں الگ گھر ہو اور بہتر ہو۔ اسرار صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

ہونہہ بہتر۔ سمایا بیگم نخوت سے بولیں۔

سر کسی سے گھر معلوم کر لیں آگیں تو گاڑی نہیں جائے گی۔ڈرائی یور نے گاڑی کو بریک لگاتے ہوئے کہا۔

کیسے گزرے گی ان کی گلیوں سے زیادہ تو ہماری گاڑی بڑی ہے۔ سمایا بیگم طنزیہ کرنے سے باز نہیں آئی ی۔

تم جا کر پوچھو۔اسرار صاحب نے سمایا بیگم کی بات نظر انداز کیے کہا تو وہ سر ہلاتا نکل گیا۔پانچ منٹ بعد وہ واپس آکر بولا۔

سر گاڑی تو آگے نہیں جائے گی آپ لوگوں کو پیدل ہی یک دو گلیوں سے گزرنا ہو گا۔

اتنا گند ہے باہر اور اتنی دھوپ میں ہم جائیں گے۔ سمایا بیگم تو یہاں آکر پچھتائی ی

نہیں لڑکی کے گھر والوں کو یہاں بولا کر رشتہ مانگتے ہیں۔اسرار صاحب چڑتے بولیں تو وہ اپنا سا منہ لیکر رہ گ ئی۔

ہمیں اب چلنا چاہیے اور کوئی ی رستہ تو ہے نہیں۔ماہی بیگم گاڑی کا ڈور اوپن کرتیں بولی تو اسرار صاحب بھی گاڑی سے باہر آئے سمایا بیگم بھی منہ کے عجیب وغریب زاویے بناتی گاڑی سے اُتر کر آس پاس دیکھنے لگی۔

میرا ڈریس تو خراب ہو جائے گا۔سمایا بیگم نے ایک اور نقطہ نکالا۔

تو کیوں آئی ی آپ۔اسرار صاحب جھنجھلاہٹ سے بولے۔

مجھے پتا نہیں تھا نہ کے کسی کھنڈر نما جگہ میں آنا ورنہ میں اتنا مہنگا ڈریس یہاں خراب کرنے نہ آتی۔سمایا بیگم جل کے بولیں

ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ی لوٹ جائے۔اسرار صاحب نے مشورہ دیا۔

اگر ایسے ہی لڑتے رہے گے تو اندر جائیں گے کب۔ماہی بیگم ان کو لڑتا دیکھ کے بولی تو وہ زیاد کے بتائے گ ئی ے ایڈریس کی جانب چل پڑے۔

یہ ہے گھر۔اسرار صاحب ایک گھر کے سامنے رکتے ہوئے بولے جہاں آس پاس اور بھی مکان تھے۔

یہ۔ سمایا بیگم حیرت سے لوہے کے دروازے کی طرف اشارہ کیے بولی۔

آپ بیل بجائیے۔ ماہی بیگم چہرے سے پسینہ صاف کرتی ہوئی ی بولی

اتنے ہی چلنے پہ ان کی حالت بری ہوئی ی تھی اسرار صاحب نے دروازہ کھٹکھٹایا کیوں کی بیل وہاں تھی نہیں۔

زرینہ بیگم صفائی ی کرنے کے بعد مہمانوں کی لسٹ تیار کر رہی تھی جب باہر دروازے کھٹکھٹانے کی آواز سنی۔

یہ اتنی جلدی آگ ئی ے۔ زرینہ بیگم خود سے بڑبڑائی ی ان کو لگا شاید روشنا والے بازار سے آگ ئی ے وہ اٹھی اور باہر کے دروازے کے پاس آکر دروازہ کھولا۔

اسلام علیکم۔ ماہی بیگم نے سلام کرنے میں پہل کی جب کی سمایا بیگم اپنا فون پرس سے نکال کر چہرہ دیکھنے میں بزی تھیں۔

وعلیکم اسلام کس سے ملنا ہے آپ کو؟ زرینہ بیگم تعجب سے ان کو دیکھنے لگی جو دیکھنے میں ہی امیر خاندان سے تعلق رکھنے والے لگ رہے تھے

اسرار صاحب بلیک شرٹ اور پینٹ کوٹ میں تھے جب کی ماہی بیگم

برائی ون کلر کے برینڈڈ سوٹ میں تھیں اور اپنے اطراف شال لے

رکھی تھی جب کی سمایا بیگم گھٹنے تک آتی شرٹ اور ٹراؤزر میں تھی زرینہ

بیگم کو سمجھ نہیں آیا کے یہ لوگ یہاں کیسے اور کیوں؟

یہ ایاز صاحب کا گھر ہے۔ اسرار صاحب نے پوچھا

جی ان کا ہی ہے۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

اندر آنے کا نہیں کہے گی۔ ماہی بیگم نے کہا تو خفت سے ان کا چہرہ سرخ

ہو گیا کیوں کی اتنی گرمی میں وہ ان کو باہر ہی کھڑا کیے ہوئے تھیں۔

معاف کیجئے گا آپ آئے اندر۔ زرینہ بیگم جلدی سے سائیڈ پہ

ہوتی ان کو آنے کا کہنے لگی تو وہ اندر آگئے۔

سمایا بیگم تنقیدی نظروں سے آس پاس کا جائزہ لینے لگی جہاں صحن سے

گزرتے ہوئے زرینہ بیگم ان کو اندر لے آئی ی لائی ونج جو نہ چھوٹا تھا

اور نہ بڑا مگر نفاست سے سیٹ کیا ہوا تھا ٹیبل کے گرد صوفے رکھے

ہوئے تھے جب کی اس سے دور سائیڈ پہ کچن کا راستہ تھا اور کچھ ہی قدموں کی دوری پہ سیدھا سیڑھیاں تھی جو چھت کی طرف جاتی تھی۔

بیٹھے۔زرینہ بیگم ان کو بیٹھنے کا کہتی خود جلدی سے کچن کی طرف گئی۔

یہ کہاں گئی؟ سمایا بیگم صاف ستھرے صوفے کو اور صاف کرتی بیٹھ کر بولی۔

شاید پانی لینے گئی ہو۔ماہی بیگم نے اندازہ لگایا جب کی اسرار صاحب اپنی شرٹ کا کالر ٹھیک کر رہے تھے پسینے سے ان کا برا حال تھا زرینہ بیگم کچن میں آئی اور چھوٹے سے فرج میں سے شربت کا شیشہ نکالا اور ٹھنڈے پانی کی بوٹل لیکر تین گلاس شربت کا بنانے لگی شربت بنانے کے بعد وہ ٹرے میں ان کو سجاتی باہر لے آئی بھلے وہ ان کو جانتی نہ ہو مگر آئے تو وہ مہمان بن کے تو انہوں نے مہمان نوازی کرنا فرض سمجھا۔

یہ لیں۔زرینہ بیگم نے پہلے ماہی بیگم پھر اسرار صاحب کی جانب بڑھا کر سمایا بیگم کو دیا جو وہ نخرا کرتی تھام لیا گلاس کو ماہی بیگم نے تو فورن سے

شربت کا گلاس خالی کیا اور گہرا سانس بھر کر دل میں شکر ادا کرنے لگی

زرینہ بیگم پنکھا چلا کر ایک سائیڈ پہ بیٹھی۔

ایاز تو اس وقت دفتر میں ہوتیں ہیں۔زرینہ بیگم نے بتایا

اچھا کیا اور کوئی ی نہیں گھر پہ۔ماہی بیگم کو زیاد کی پسند دیکھنے کا اشتیاق

ہوا تو پوچھا۔

میری دو بیٹیاں ہے جو بازار کام سے گ ئی ہیں آپ کے آنے کا مقصد

جان سکتی ہوں۔زرینہ بیگم نے بتا کر آخر میں جاننا چاہا کے بڑے لوگ

ان کے گھر میں بھلا کیوں آئے ہے۔ان کی بات سن کر وہ تینوں ایک

دوسرے کو دیکھنے لگے سمجھ نہ آیا کے کیا اور کیسے کہے جب کی اسرار

صاحب کو سمایا بیگم کی کہی بات درست لگی ان کو ایسے ہی نہیں چلے آنا

چاہیے تھا اب وہ ان کو جانتے تک نہ تھے اپنی بیٹی کا رشتہ کیسے دے دیتے

مگر اب کیا فاعدہ آگ ئی ے تھے تو بات تو کرنی تھی اس لیے اسرار

صاحب نے گلا کھنکھار کے بات کی ابتدا کی۔

دیکھے بہن ہم سمجھ سکتے ہیں آپ ہماری آمد پہ پریشان ہو گی کے ہم کون ہے اور کیوں آئے ہیں۔ان کی بات پہ زرینہ بیگم نے بس سر کو جنبش دی۔

ہم دراصل اپنے بیٹے کا رشتہ آپ کی بیٹی سے کرنا چاہتے ہیں۔اسرار صاحب کی بات سن کر زرینہ بیگم پہ جیسے آسمان گر پڑا کہاں دو دن بعد ان کی بیٹیوں کی شادی تھی اور یہ جناب جن کو وہ جانتی نہ تھیں اتنی بڑی بات کہہ گئے تھے کیا رشتے ایسے بنتے ہیں وہ بس سوچ سکی۔
معذرت کے ساتھ آپ شاید غلط جگہ پہ آئے ہیں۔زرینہ بیگم نے تحمل سے جواب دیا۔

پر آپ نے کہا تھا نہ کہ یہ ایاز صاحب کا گھر ہے۔ماہی بیگم نے کہا جی ان کا ہے میں ان کی بیوی ہو اور ہماری دو بیٹیاں اور دونوں کا نکاح ہے دو دن بعد ساری تیاری ہو گئی ہے۔زرینہ بیگم نے آرام سے ان کے سروں پہ بم پھوڑا ماہی بیگم کو زیاد کی فکر لاحق ہوئی ی سمایا بیگم کو کمینی سی

خوشی محسوس ہوئی ی اسرار صاحب کو سمجھ نہیں آیا کے وہ کیا ری ایکٹ کرے۔

ہمارا بیٹا زیاد آپ کی بیٹی آرزو کو بہت چاہتا ہے آپ پلیز اپنے فیصلے پہ نظر ثانی کرے۔ماہی بیگم کا لہجہ منت بھرا تھا۔

میری بیٹی کو آپ کا بیٹا کیسے جانتا ہے یہ مجھے نہیں معلوم اور نہ میں جاننا چاہوں گی مگر ہمارے خاندان میں سب کو پتا ہے آپ اپنے بیٹے کو بتا دیجئے گا۔زرینہ بیگم نے بغیر لگے لپیٹ لہجے میں کہا۔

کیا آپ کی بیٹی کی رضامندی شامل ہے؟اسرار صاحب نے سوال کیا۔

جی الحمد اللہ۔زرینہ بیگم فخر سے بولیں۔

❤❤❤❤❤❤❤

زیاد اپنے آفس میں بیٹھا تھا اس کو ایک پل سکون محسوس نہیں ہو رہا تھا وہ بس کال کے انتظار میں تھا کے شبیر بتائے کے گھر والے پہنچ گ ئ ے ہیں گھر اور وہ اُڑ کر ماہی بیگم سے پوچھے کے کیا بات بنی مگر ستم یہ تھا ابھی

تک کوئی ی کال نہیں آئی ی تھی اس نے خود بہت بار شبیر کو کال کی تھی مگر اس کا وہی جواب ابھی نہیں آئے سن کر وہ کال کٹ کر دیتا اس نے آج کی ساری میٹنگز کینسل کر دی تھی اور سختی سے منع کیا تھا کے آج اس کے کیبن میں کوئی ی بھی کسی کام کے لیے نہیں آئے وہ اکیلا رہنا چاہتا ہے زیاد کو مزید صبر نہیں ہوا تو آفس سے نکلنے کا سوچا گاڑی کی کیز اٹھاتا وہ باہر نکلا اور پارکنگ سے اپنی گاڑی نکال کر گھر کے راستے پہ لگا دی۔

کونسی گاڑی میں نکلیں تھے چچی والے۔ گھر پہنچتے ہی زیاد نے چوکیدار سے سوال کیا۔

سر وہ گھر کے کاموں کے لیے جو گاڑی ہوتی ہے اس میں۔ چوکیدار نے بتایا۔

ڈرائی یور ساتھ تھا؟ زیاد نے ایک اور سوال کیا۔

جی ساتھ گیا تھا۔ چوکیدار نے بتایا۔

ہممم ٹھیک اس کو کال کر کے پوچھو کہاں ہیں ابھی تک۔زیاد نے کچھ سوچ کر کہا۔

جی میں کرتا ہوں۔چوکیدار فورن سے بولا تو زیاد نے اپنے سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرا وہ اضطراب میں تھا دل جاننے کے لیے بیقرار تھا کے ان کا کیا جواب ہو گا اور کیا باتیں ہو رہی ہو گی وہ وہی گیٹ کے سامنے چکر کاٹنے لگا وہ اس وقت گول گلے والی وائیٹ شرٹ اور بلیو لیدر کی شرٹ اور جینز پینٹ میں بہت ہینڈسم لگ رہا تھا چہرے پہ ہلکی سرخی مائل ہو گئی تھی وجہ اس کا دھوپ میں کھڑا ہونا تھا۔

سر وہ کہہ رہا تھا کے وہ گھر کے باہر کھڑا ہے ابھی تک صاحب اور بی بی باہر نہیں آئے۔چوکیدار نے زیاد کا روشن چہرہ دیکھ کر کہا جو دھوپ کی روشنی میں چمک رہا تھا۔

ہمم۔زیاد نے بس اتنا کہا اور لان میں آگیا اب جب تک وہ ماہی بیگم کو نہیں آتے دیکھ لیتا اس کو سکون نہیں آنا تھا اس لیے لان میں بیٹھ کر وہ ان کا انتظار کرنے لگا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آپ اپنے شوہر کو بولائے کیا پتا ان کو اعتراض نہ ہو آپ کی بیٹی بہت خوش رہے گی ہمارے گھر ہر سہولت مہیا ہو گی اس کو ہمیں اللہ کا دیا ہوا سب کچھ ہے جو ہر لڑکی چاہتی ہے۔اسرار صاحب نے ایک اور کوشش کی۔

اچھی بات ہے مگر آپ ہماری معذرت قبول کرے ہماری بیٹی کا رشتہ طے ہے اور انشااللہ دو دن بعد نکاح بھی ہو جائے گا۔زرینہ بیگم نے صاف انکار کیا ماہی بیگم کا چہرہ مایوسی سے اُتر گیا تھا ان کے سامنے بار بار زیاد کا چمکتا چہرہ آ رہا تھا کیا حالت ہو گی اس کو یہ بات جان کر کتنا تماشا کرے گا

کتنی تکلیف ہو گی اس کو یہ جان کر یہ سوچتے ہی ان کے دل میں ہول اٹھ رہے تھے۔

اب چلے بیٹھنے کا کیا فاعدہ۔ سمایا بیگم بے زار ہو کر بولی۔

اللہ آپ کی بیٹی کو خوش رکھے۔ اسرار صاحب اٹھتے ہوئے بولے اب ان کے بیٹھنے کا کوئی ی جواز بنتا جو نہیں تھا ان کی چال شکستہ ہو گ ئی تھی آج اتنے وقت بعد زیاد نے کجھ مانگا تھا اور وہ اتنے بدنصیب خود کو محسوس کرنے لگے جو اپنے بیٹے کی یہ بات بھی پوری نہ کر سکے۔

آمین۔ زرینہ بیگم نے اتنا کہا جب کی وہ تینوں سے نکل گ ئے تو زرینہ بیگم گلاس اٹھاتی کچن کی طرف گ ئی انہوں نے سوچ لیا تھا ایاز صاحب سے بات ضرور کرے گی اور روشنا سے بھی بات کرے گی کے کیا پتا وہ کجھ جانتی ہو۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آپی مجھے گلابی ڈوپٹہ چاہیے تھا اس ڈریس سے میچنگ۔ آرزو نے ایک کُرتا روشنا کی طرف بڑھا کر کہا۔

پر یہ تو وائی یٹ ہے تو ڈوپٹہ وائی یٹ کیوں ؟ روشنا نے کرتا دیکھ کر کہا جس کا رنگ وائی یٹ تھا۔

افففف آپی آپ کو تو کجھ پتا نہیں کپڑوں کی میچنگ کا ظاہر ہے گلابی ڈوپٹہ لوں گی نہ اسکولی یونیفارم تھوڑئی ی ہے جو پورا وائی ٹ پہنوں گی اور اس کا گلا دیکھے گلابی ڈوری ہے تو اس لیے گلابی لے رہی ہو ورنہ لال رنگ کا لیتی۔ آرزو نے بڑی اماؤں کی طرح روشنا کو سمجھایا

اچھا جو مرضی چاہے لو مجھے فلحال اپنے لیے تو لینے دو۔ روشنا نے جھنجھلا کر کہا۔

میں عاشر کے پاس جاتی ہو وہ ہیلپ کر دے گا۔ آرزو روشنا سے کہتی جینس کی شاپ پہ گ ئی کیوں کی عاشر وہاں تھا۔

عاشر کیا کر رہے ہو تم ؟ آرزو نے عاشر کے پاس آ کر کہا۔

اپنے لیے شرٹس دیکھ رہا ہوں۔ عاشر نے بتایا۔

ٹھیک میں مدد کرتی ہوں پھر تم بھی کرنا۔ آرزو نے کہا۔

اوکے ڈن۔ عاشر نے کہا

آؤ وہاں چلتے ہیں میلز شرٹس کی کلیکشن بہت اچھی ہے۔ آرزو اس کا ہاتھ پکڑتی دوسری طرف لے آئی ی۔ تو عاشر بھی وہاں چلا آیا۔ ایک کے بعد ایک شرٹ آرزو عاشر پہ لگائے دیکھتی لینے کا کہنے لگی عاشر کو جو پسند آئی ی اس نے وہ لی تو آرزو اس کو اپنی مدد کرنے کا کہا تو وہ پھر آرزو کی مدد کرنے لگا جس میں آدھے گھنٹے سے زیادہ تو ڈوپٹہ لینے میں وقت لگا عاشر تنگ تو آگیا تھا مگر کجھ کہا نہیں بس جہاں آرزو اس کو لے جاتی وہ چل پڑتا۔

میری تو ہوگئی شاپنگ۔ آرزو پر جوش ہو کر بولی عاشر نے شکر ادا کیا۔

آپی روشنا نے بھی کر لی ہو گی کاؤنٹر کی طرف چلیں اب۔ عاشر نے کہا تو آرزو نے سر ہلایا۔

زیاد لان میں یہاں سے وہاں ٹہل رہا تھا جب گاڑی کے ہارن کی آواز سنی تو وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھا چوکیدار نے دروازہ کھولا تو گاڑی گھر کے اندر داخل ہوئی ی پہلے اسرار صاحب گاڑی سے باہر نکلے اور پھر ماہی بیگم اور سمایا بیگم زیاد فورن سے ان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اندر چل کر بات کرتے ہیں۔ اسرار صاحب نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا تو زیاد نے ایک نظر ان کو دیکھ کر ماہی بیگم کو دیکھا جو نظریں چرا گ ئی تھی زیاد کا دل کسی انہونی کے خیال سے دھڑک اٹھا مگر وہ نظر انداز کرتا اندر کی جانب چلا گیا۔

بتا دو ابھی سے ہی مجنوں بنا ہوا ہے۔ سمایا بیگم کہتی ٹک ٹک کی آواز سے اندر چلی گ ئی۔

بڑا مشکل ہے زیاد کو سمجھانا جانے کیا کریں گا سن کر۔ اسرار صاحب نے تھکن زدہ آواز میں کہا۔

وہ پیار کرتا ہے اس سے کیا پتا اس لڑکی کی خوشی کی خاطر سلینڈر

کر لیں۔ماہی بیگم نے دور کی کوڈی اچھالی

اب بتائے چچی جان کیا ہوا وہ مان گ ئی ے اور کب کی تاریخ طے کی

آپ نے۔وہ جیسے ہی اندر آئے زیاد بیقرار آواز میں پوچھنے لگا۔

زیاد اس لڑکی کا نکاح دو دن بعد ہے تم نے بہت دیر کر دی۔کچھ پل کی

خاموشی کے بعد ماہی بیگم نے کہا تو زیاد کو اپنی سماعتوں پہ یقین کرنا مشکل

لگا بے اختیار اس کے قدم لڑکھڑائے تھے آنکھیں بے یقینی سی کھلی

ہوئی ی تھی۔

چچی مزاق نہ کریں۔زیاد نے سنبھل کر کہا۔

اس کی ماں کہہ رہی تھی وہ راضی ہے اس لیے تم بھول جاؤ کوئی ی اور

لڑکی ہم تلاش کرے گے۔اسرار صاحب کی بات پہ اس کا خون کھول

اٹھا تھا۔

آپ لوگوں سے امید کر کے میں نے بہت بڑی غلطی کی۔زیاد دھاڑا۔ماہی بیگم کی آنکھوں سے آنسو ِگرے تھے۔

زیاد۔اسرار صاحب نے ٹوکا۔

کیازیاد ہاں کیازیاد ایک رشتے کے لیے آپ ان کو کنوینس نہ کر پاۓ۔زیاد کی آواز پورے ہال میں گونج رہی تھی سب ملازم بھی وہاں کھڑے ہو گ ئ ے تھے۔

تمہیں پتا کرنا تھا نہ کے وہ کسی کی منگ تو نہیں ہے ایسے ہی عشق معشوقی کا چکر لگا لیا۔سمایا بیگم نے اس کے زخموں پہ نمک چھڑکا۔

آپ تو خاموش رہے ورنہ آج میں ہر لحاظ بھول جاؤں گا۔زیاد زخمی شیر مانند غرایا سمایا بیگم ڈر کر کچھ دور ہوئ ی۔

آپ نے تو کچھ نہ کیا اب جو میں کروں گا اس میں کسی کو سروکار نہیں ہونا چاہیے۔زیاد سرخ آنکھوں سے سب پہ نظر ڈال کر بولا اس کا بس نہیں چل رہا تھا سب کچھ تہنس نہس کر ڈالتا۔

تم کتنے دور ہو مجھ سے

میں کتنے پاس ہوں تمہارے

تمہیں پانا بھی ناممکن اور

تمہیں کھونا بھی ناممکن

تم کچھ غلط نہیں کرو گے۔ اسرار صاحب نے اس کو روکنا چاہا مگر زیاد ایک زوردار ٹھوکر صوفے پہ مارتا باہر کی جانب چلا گیا ماہی بیگم سر پکڑ کر بیٹھی گ ئی۔

جانے اب کیا دیکھنا رہ گیا ایک دو ٹکے کی لڑکی کے لیے اتنا دیوانہ بنا ہوا ہے۔ سمایا بیگم بڑبڑاتی وہاں سے اٹھ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

ہائے اماں پانی پلا دیں۔ وہ لوگ گھر پہنچے تو آرزو صوفے پہ بیٹھتی زور سے بولی تو زرینہ بیگم شربت کا جگ لیے وہاں آئی ی اور سب کو دیا۔

ہائے کلیجے وچ ٹھنڈ پڑ گ ئی۔ آرزو شربت پی کر صوفے پہ پشت ٹکائے بولی جیسے جانے کونسا معرقہ مار آئی ہو۔

اور دوں۔ زرینہ بیگم نے عاشر سے پوچھا جس نے نہ میں سر ہلایا۔

مجھے دے۔ آرزو نے جلدی سے اپنا گلاس ان کی طرف بڑھایا تو زرینہ بیگم نے اس کا گلاس بھرا۔

کیا بات ہے اماں پریشان ہیں۔ روشانے شربت کا گھونٹ بھر کر پوچھا۔

نہیں تم لوگوں دیکھاؤ سب چیزیں لے آئے ہو نہ۔ زرینہ بیگم ٹالنے والے انداز بولی۔

ہاں میں تو سب لے آئی ہوں۔ آرزو پر جوش سی بولی

دیکھاؤ۔ زرینہ بیگم نے مسکرا کر کہا تو آرزو خوشی دیکھانے لگی

زرینہ بیگم نے غور سے آرزو کی طرف دیکھا جہاں بناوٹ والی خوشی نہیں تھی بلکہ حقیقی خوشی تھی ان کے دل میں کچھ سکون ہوا کے آرزو کی طرف سے ایسی کوئی ی بات نہیں وہ لوگ اپنی طرف سے ہی آئے تھے

روشنا کا دھیان بھی اپنی ماں کی طرف تھا اس کو کوئی ی گڑبڑ لگ رہی تھی بعد میں پوچھنے کا سوچتی اس نے بھی اپنا دھیان شاپنگ دیکھانے کی طرف لگایا۔

اب ہر کوئی ی اپنا سامان سمیٹے پھر میں کھانا لگاؤ۔سب چیزیں دیکھنے کے بعد زرینہ بیگم نے کہا۔

میں اب چلتا ہوں امی ویٹ کر رہی ہوں گی۔عاشر اٹھتا ہوا بولا۔

کھانا کھا کر جاؤ۔زرینہ بیگم نے کہا۔

نہیں خالا جان امی نے بھی نہیں کھایا ہو گا میں ان کے ساتھ کھاؤں گا۔عاشر عاجزی سے بولا۔

شام ہو گ ئی ہے نصرت نے کھالیا ہو گا۔زرینہ بیگم نے کہا

خالا پھر کبھی۔عاشر نے منت کی تو زرینہ بیگم گہرا سانس لیکر اجازت دی تو عاشر مسکراتا چلا گیا۔

عاشر نے اپنی ساری شرٹس میری پسند کی لی تھی۔ آرزو اپنے بیگز اٹھا کر بتانے لگی۔

کو جا ہے وہ کپڑے خرید نے کے معاملے میں۔ روشنا ہنس کے بولی

ایویں کو جا اتنا سینس ایبل ہے بس شرٹس خرید نے میں مشکل ہوتی ہے اس کو ورنہ شلوار قمیض نہیں دیکھے آپ نے اس کے۔ آرزو نے روشنا کے کو جا کہنے پہ کہا۔

اچھا اب بس جلدی سے سامان کمرے میں رکھ آؤ۔ روشنا نے عجلت سے کہا تو آرزو چیزیں اٹھا کر کمرے کی طرف گ ئی اس کو جاتا دیکھ کر روشنا کچن میں گ ئی تا کہ زرینہ بیگم سے بات کر سکے۔

❤❤❤❤❤❤❤

زیاد ریش ڈرائی یونگ کرتا بلاوجہ سڑکیں ناپ رہا تھا غصے کی شدت سے اس کی رگیں پھول گ ئی تھی سوچ سوچ کر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا تھا کے کون تھا جو اس کے اور آرزو کے درمیان آ گیا تھا زیاد نے زور سے

اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارا اور گاڑی کو سائیڈ پہ کھڑا کیا اور ڈیش بورڈ سے اپنا سیل فون اٹھایا ایک نمبر ڈائل کرنے لگا جو پہلی ہی بیل میں رسیو ہو گئی تھی زیاد نے بنا اس کی بات سنے کہا۔

مجھے ارجنٹلی پیپرز بنوانے ہیں تمہارے پاس کل صبح کے گیارہ بجے کا وقت ہے۔

سر آپ کا بتادے کونسے پیپرز بنوانے ہیں انشااللہ آپ کا کام ہو جائے گا۔ دوسری طرف سے فورن کہا گیا۔

میسج سینڈ کر رہا ہوں۔ زیاد سنجیدگی سے کہتا کال کٹ کر گیا اور اس نمبر پہ ایک میسج چھوڑ دیا میسج سینڈ کرتے زیاد نے دوبارہ سیل فون ڈیش بورڈ پہ رکھا اور اپنا سر سیٹ پہ ٹکا کر آنکھیں بند کر لی۔

میں ہمارے بیچ پرچھائی تک کو برداشت نہ کروں اور تم کسی اور سے نکاح کرنے سوچ لیا۔ زیاد آرزو کے تصور سے مخاطب ہوا آنکھیں ہنوز بند تھی۔

میں نہیں جانتا میرے اس اقدام پہ تمہارا کیا ری ایکشن ہو گا مگر فلحال میرے لیے یہی کرنا بہتر ہے تم نے کوئی اور راستہ چھوڑا ہی نہیں۔زیاد نے کہتے ہی اپنی آنکھیں کھولی شام ہونے والی تھی مگر اس کا ابھی گھر یا کہی اور جانے کا ارادہ نہ تھا اس لیے گاڑی سمندر کے راستے پہ لگا دی اس وقت وہ اپنی تنہائی کے ساتھ رہنا چاہتا تھا اور یہ بھی سوچنا تھا کے آرزو کو کیسے ہینڈل کرنا تھا اس کو یقین تھا آرزو کو سنبھالنا مشکل نہیں ہو گا وہ آرام سے اس کو راضی کر لیں گا اپنی محبت کا یقین دلائے گا محبت سے اس کو اپنا بنا لیں گا اور یہ یقین اس کی سب سے بڑی بھول تھی سب اتنا آسان نہ تھا جتنا وہ سمجھ رہا تھا۔

”محبت زندگی کے فیصلو سے لڑ نہیں سکتی

کسی کو کھونا پڑتا ہے، کسی کا ہونا پڑتا ہے“

❤❤❤❤❤

اماں کچھ پوچھنا تھا آپ سے۔روشنا کچن میں آ کر بولیں

ہاں پوچھو۔زرینہ بیگم مصروف سی بولی۔

کوئی ی آیا تھا کیا یہاں آپ پریشان لگ رہی ہیں؟روشنا نے بغور ان کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر پوچھا۔

نہیں کوئی ی نہیں آیا تھا تم وہ ڈبہ پکڑانا۔زرینہ بیگم نے پھر سے ٹالا کیوں کی وہ پہلے ایاز صاحب سے بات کرنا چاہتی تھی۔

اماں مجھے بتائے۔روشنا نے مرچوں کا ڈبہ پکڑاتے ہوئے کہا تو زرینہ بیگم نے روشنا کی طرف دیکھا جو بیقرار سی ان کی بات کی منتظر تھی زرینہ بیگم نے گہری سانس بھر کر سب بتایا جسے سن کر روشنا کچھ پل بول نہ سکی۔

نام کیا بتایا تھا اس لڑکے کا؟روشنا کا سب سے پہلے دھیان زیاد کی طرف گیا جس کو وہ اتنے عرصے تک بھلا بیٹھی تھی مگر اس کو زرہ اندازہ نہیں تھا کے زیاد آرزو سے شادی کرنے چاہے گا۔

بڑا مشکل نام بتایا تھا یاد نہیں آرہا لوگ کافی امیر معلوم ہو رہے تھے بھلا ان کو کیا ضرورت یہاں رشتہ کرنے کی اپنے جیسوں میں کریں نہ۔زرینہ بیگم اس کی بات سن کر بولیں۔

اماں نام یاد کرنے کی کوشش کرو کیا پتا آجائے۔روشنا کو فلحال نام جاننے کی جلدی تھی۔

تمہیں کیوں بے چینی ہے مجھے یہ بتاؤ آرو نے کبھی کسی لڑکے کا ذکر کیا ہے تم سے ؟زرینہ بیگم مشکوک انداز میں پوچھنے لگی تو روشنا گڑبڑا گئی۔

ن نہیں اماں مجھ سے تو کوئی بات نہیں۔روشنا فورن سے اپنے کانپتے لہجے پہ قابو پا کر بولیں۔

ہو تو بتاؤ مجھے پرسوں نکاح ہے میں نے بس قریبی رشتیداروں کو دعوت دینے کی لسٹ بنائی ہے کل چلنا تم دینے یا آدھے لوگوں کو تم دینا

جانے اور کچھ رشتیداروں کو میں ایسے وقت کی بچت ہو گی تو ہم کوئی ی اور کام نپٹائے گیں۔ زرینہ بیگم خود ہی اپنی بات کی تردید کرتیں بولی۔

جی اماں جیسے آپ کو بہتر لگے۔ روشانے کہا جب کی اس کا اب سارا دھیان آج آئے ہوئے لوگوں پہ تھا کے کون ہو سکتے ہیں سوائے زیاد کے گھر والوں کے علاوہ۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

رات ہو گ ئی تھی اور ابھی تک زیاد کا کچھ پتا نہیں تھا اسرار صاحب پریشانی سے داخلی دروازے کے سامنے چکر کاٹ رہے تھے ان سے کچھ دور رکھے صوفہ پہ ماہی بیگم پریشان بیٹھی تھی اور ان کی ایک سائیڈ پہ عینی تو دوسرے طرف کشمالا بیٹھی ہوئی ی تھی زارون اور اشرف بھی وہی کھڑے ہوئے تھے سمایا بیگم سب سے لاپرواہ اپنے کمرے میں نیند کے مزے لوٹ رہی تھیں جب کی ابرار صاحب باہر لان میں تھے۔

آپ زیاد کے دوستوں سے بات کرے کیا پتا وہاں ہو ان کے ساتھ۔ ماہی بیگم نے اسرار صاحب سے بولی جو ان کی بات پہ چونک سے گ ئی ے تھے۔

بھابھی میں ان سے کیا پوچھوں شرمندگی ہو رہی ہے اور کبھی میں نے کال تک نہیں کی نہ ہی بات اگر آج کی تو زیاد وہاں نہیں ہوا تو خوامخواہ وہ بھی پریشان ہو جائے گیں۔ اسرار صاحب سخت پریشانی کے عالم میں گویا ہوئے۔

پہلے کبھی ضرورت بھی تو محسوس نہیں ہوئی ی نہ ایک دفع بات کرنے میں کیا حرج ہے۔ ماہی بیگم نم لہجے میں بولی رات کے تین بج رہے تھے ان کی پریشانی بجا تھی۔

ڈیڈ بھائی ی تو ہمیشہ اپنی مرضی سے آتے جاتے ہیں رات کو بھی جانے کب آتے ہیں کسی کو پتا نہیں چلتا تو آج آپ ان کی اتنی فکر کیوں کر رہے ہیں۔ اشرف جو ساری باتوں سے بے خبر تھا اُلجھ کر بولا جب کی اپنے بیٹے

کی بات سن کر اسرار صاحب خود کو زمین میں دھنستا محسوس کر رہے تھے

وہ ہمیشہ سے زیاد کے معاملے میں کوتائی ی کر جاتے تھے جس سے زیاد

بہت دور ہو گیا تھا ان سے اور اب وہ سوائے کوشش کے۔

آج شام سے وہ باہر ہے اور جس انداز سے گیا ہے نہ وہ بات ہمیں

خوفزادہ کر رہی ہے۔ اشرف کو جواب ماہی بیگم نے دیا تھا ان کی بات پہ

اشرف نے زارون کو دیکھا جو کندھے اُچکا گیا تھا۔

آپ سب لوگ اپنے اپنے کمرے میں جائے۔ اسرار صاحب نے

سنجیدگی سے ان چاروں کو کہا۔

آپ بھی چلیں ڈیڈ بھائی ی ٹھیک ہو گے اور کیا پتا ان کا پلین بن گیا ہو

اپنے دوستوں کے ساتھ۔ اشرف نے ریلیکس کرنے کی خاطر کہا۔

تم لوگ جاؤ تھوڑی دیر بعد میں آجاؤ گا۔ اسرار صاحب کی بات وہ

چاروں وہاں سے اٹھ گ ئی ے اور اپنے کمرے کی جانب چلے

گ ئی ے ماہی بیگم بھی اٹھ کر لان میں ابرار صاحب کی طرف چلی

گ ئی اسرار صاحب نے زیاد کا نمبر ملایا مگر بے سود زیاد کا نمبر بند جا رہا تھا۔

بھائی ی بلاوجہ زیاد کی ٹینشن لے رہے ہیں۔ ابرار صاحب نے ماہی بیگم کو آتا دیکھا تو کہا۔

ٹینشن کی بات تو ہے جوان بیٹا رات تک گھر سے باہر ہے اور گھر سے نکلا بھی اتنے غصے سے ہے اگر خود کو کچھ نقصان پہنچائے تو۔ ماہی بیگم نے جواباً کہا۔

نقصان کیوں پہنچائے گا بات اتنی بڑی بھی نہیں تھی اور مجھے اندازہ نہیں تھا کے زیاد جیسا بندہ ایک لڑکی کے نہ ملنے پہ ایسا ری ایکٹ کرے گا۔ ابرار صاحب بے یقینی سے بولے۔

زیاد محبت نہیں کر سکتا تھا کیا؟ زیاد تو بچپن سے ہی محبت سے محروم رہا ہے پہلے ماں کی محبت اس کے جانے کے بعد باپ کی محبت کے لیے ترسا جو ساتھ تھے مگر محبت کے دو بول بھی نہیں بولتے تھے پھر رشتہ بچا دادی

کا جو اس پہ محبت نچھاور کرنے لگی مگر کیا ہوا پھر وہ بھی دنیا سے چل بسی اور زیاد اکیلا رہ گیا چھوٹی سی عمر میں ہی میرے پاس آتا تو میں تھوڑی توجہ دے پاتی کیوں کی میرے اپنے بچے چھوٹے سے تھے ان کو ملازموں کے حوالے کرتی تو زیاد خود ہی مجھ سے دور ہو جاتا اگر پوچھتی تو کہتا میں اپنی ماں کی محبت سے محروم ہوں میں نہیں چاہتا کے کوئی ی اور بھی وہ درد محسوس کرے جو ہر روز میں کرتا ہوں چھوٹے بچے کے منہ سے ایسے الفاظ سن کر میرا دل تڑپ اٹھا تھا پر جو خود اس حالت سے گزر رہا تھا وہ مسکرا رہا تھا زبردستی ہی سہی پر مسکرا رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس نے زبردستی کا مسکرانا بھی چھوڑ دیا جو ہر وقت شرارت کرتا رہتا تھا وہ ایک سنجیدہ انسان بن گیا اپنی چھوٹی سی عمر میں وہ اتنی باتیں سیکھ گیا جو شاید بڑے بھی نہیں جانتے ہو گے اب جب اتنے سالوں بعد اس کو کسی سے پیار ہوا ہے جب وہ اس کا کسی اور کے ہونے کا سنے گا تو اس کا یہ عمل فطری ہے مگر اس بار بھی میں اس کے لیے کچھ نہیں کر پائی ی۔ ماہی بیگم

بولنے پہ آئی ی تو بولتی چلی گ ئی ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرے بہہ نکلے تھے جب کی ابرار صاحب اپنی جگہ چور سے بن گ ئے تھے وہ آگے بڑھے ماہی بیگم کو اپنے ساتھ لگا کر تسلی دینے لگے۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

شام سے رات، رات سے صبح ہو گ ئی تھی مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں تھا ساری رات اس نے سمندر کے پاس آکر ریت پہ لیٹ کر گُزاری تھی اس کی آنکھیں سرخ ہو گ ئی تھی حالت کسی ملنگ سے کم نہیں لگ رہی تھی وہ اٹھا کر اور اپنے کپڑے جھاڑ کر گاڑی کے پاس آیا اور ہاتھ بڑھا کر اپنا سیل فون اٹھایا جو کی بند تھا اس نے خود بند کر کے رکھا تھا تا کہ کسی سے رابطہ نہ ہو سیل فون آن کر کے اس نے ایک نمبر ڈائ ل کیا صبح کے چھ بجے کا وقت تھا وہ جانتا تھا اس وقت وہ سویا ہو گا مگر اس کو کسی سے کیا پرواہ اس کو فلحال اپنا کام کرنا تھا۔

اسلام علیکم سر۔ نیند سے بھری آواز سن کر زیاد کو کوفت ہوئی ی۔

سوتے ہی رہو گے یا کام بھی کرو گے جو میں نے کہا تھا۔زیاد نے بنا سلام کا جواب دیئے کہا۔

سوری سر کام تو ہو جائے گا ابھی تو نیا دن شروع ہوا ہے۔دوسری طرف نیند جھٹ سے دور ہوئی تھی۔

ہمم مجھے ایک گھر کی پوری ڈیٹیل بھی چاہیے اسپیشلی ایک نمبر تو فورن سے مجھے سینڈ کرو آدھے گھنٹے تک۔زیاد حکیمہ انداز میں کہا تو لڑکے کو صبح میں ہی تارے نظر آنے لگے۔

سر اتنا وقت تو مجھے فریش ہونے میں ہی لگے گا ابھی اٹھا ہوں نیند سے اور وقت تو پھر بھی لگے گا نہ۔منت بھرا لہجہ سن کر زیاد نے ہونٹ بھینچ لیے۔

ایک گھنٹہ ہے تمہارے پاس۔زیاد نے اپنی بات کی اور فون کٹ کر کے ہمایوں کا نمبر ڈائل کیا۔

ہیلو زیاد خیریت؟ ہمایوں جو اپنے کمرے میں بیٹھا ناشتہ کر رہا تھا اتنی صبح کو زیاد کی کال دیکھ کر جلدی سے اٹھا کر پوچھنے لگا۔

ہاں خیریت ہے تم سے بات کرنی تھی۔ زیاد نے سپاٹ انداز میں کہا

میں سن رہا ہوں۔ ہمایوں کو زیاد پریشان لگا۔

تم تو پنڈی میں ہو رائٹ؟ زیاد نے تصدیق چاہی۔

ہاں شادی کی تیاریاں شروع ہیں میری تم لوگوں سے کہا تھا مگر تم سب نے کہا تھا کے شادی سے ایک ہفتہ پہلے آؤ گے مطلب دو دن بعد کیوں کی دو دن بعد میری شادی کے فنکشن سٹارٹ ہیں۔ ہمایوں نے سب بول دیا۔

ہاں آجائے گے مگر میں تمہارے فلیٹ میں آج جانا چاہتا ہوں۔ زیاد نے اپنے ماتھا دو انگلیوں سے مسل کر کہا۔

ڈوپلیکیٹ چابی میرے گھر کے باہر جو گلدان رکھا ہوا ہوتا ہے نہ اس میں ہے تم وہی سے اٹھا لینا۔ ہمایوں نے بنا کوئی ہی سوال کیے بتایا۔

مجھے کچھ اور بھی بتانا تھا۔زیاد نے کہا۔

ہاں تو بتاؤ۔ہمایوں نے اجازت دی مگر اس کے بعد جو زیاد نے بتایا ہمایوں کو اپنے کانوں پہ یقین نہ آیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

اماں کہاں کی تیاری ہے؟ آرزو لائی ونج میں آکر زرینہ بیگم سے پوچھنے لگی۔

قریب ہی محلے میں دعوت دینی ہے نکاح کی وہاں جانا ہے اور روشنا عاشر کے ساتھ قریبی رشتیداروں کے پاس جائے گی۔زرینہ بیگم نے بتایا۔

ہاہا مطلب آپی خود ہی اپنے نکاح کی دعوت دینے جائے گی۔ آرزو ان کی بات سن کر زور سے ہنس پڑی۔

آرو سنجیدہ بھی رہ لیا کرو۔زرینہ بیگم نے ٹوکا۔

اماں آپ نے بات ہی کچھ ایسی کی۔ آرزو نے کندھے اُچکا کر کہا مگر زرینہ بیگم خود بھی سوچنے لگی کے روشنا کو نہیں بھیجے صرف آرزو کا نکاح ہوتا تو

الگ بات تھی مگر ان کا خود کا بھی تو ہے انہوں نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر اپنی عقل پہ جیسے ماتم کیا اتنی جلدی نکاح کا سن کر ان کا دماغ اُلجھ گیا تھا پریشانی میں ان کو کوئی ی بات سمجھ ہی نہیں آرہی تھی مگر ان کو روشنا پہ تعجب ہوا کے وہ بھی نہ بولیں کے وہ کیسے جائے گی دعوت دینے آرزو مسکراتی اپنی ماں کے تاثرات دیکھ رہی تھی جبھی وہاں روشنا آئی ی۔

روشنا تم اور آرزو گھر پہ رہنا میں خود ہی سب کو دعوت دیتی آجاؤں گی تم دونوں مل کر گھر کی صفائی ی کر دینا اور جو کل ن ئی ے پر دے لیکر آئے تھے وہ بھی سیٹ کر دینا کل مہمان ہو گے تو ان سب کاموں کے لیے وقت نہیں ملے گا۔ زرینہ بیگم عجلت میں بولی۔

فکر نہ کریں سب ہو جائے گا۔ روشنا نے ان کو تسلی کروائی ی۔

اماں مہندی کون لگائے گا ہمیں۔ آرزو کو مہندی لگانے کی فکر ہوئی ی۔

دوپہر کو ہو گا کل نکاح تب تک کسی سے لگوا لینا۔ زرینہ بیگم نے جواب دیا۔

کسی پارلر والی کو بولا لیتی۔ آرزو نے منہ بنایا۔

ایک تو تمہارے چونچلے ختم ہونے کو نہیں آتے۔زرینہ بیگم نے اس کو گھورا۔

کیا اماں نکاح ایک بار ہوتا ہے اپنے چاہ تو پورے کرنے دے۔ آرزو نے شکوہ کیا۔

ہو جائے گا سب جو تم چاہتی ہو پریشان نہ ہو۔روشانے مسکرا کر کہا تو آرزو بھی مسکرا دی۔

میں چلتی ہوں اب جو میں نے کہا وہ کام ہو جانا چاہیے۔زرینہ بیگم اپنی چادر پہنتی ان کو یاد کروانے لگی۔

ہو جائے گا سب۔روشانے دوبارہ تسلی کروائی ی تو وہ مطم ئی ن ہوتی وہاں سے نکلی۔

آرزو آؤ صفائی ی میں مدد کرواؤ پھر پردے بھی تبدیل کرنے ہے۔ روشنا نے آرزو سے کہا جس کا چہرہ کام کرنے کے نام پہ ہی بگڑ گیا تھا۔

پردے رات میں بدل دے گیں صفائی ی مجھ سے نہیں کی جاتی۔ آرزو نے سستی دیکھائی ی تو روشنا نے آنکھیں دیکھائی ی تو ناچار آرزو کو اٹھنا پڑا۔

اچھا شکل مت بناؤ تم بس لائی ونج کی ڈسٹن کرو باقی کا کام میں دیکھ لوں گی۔ روشنا کو رحم آگیا آرزو کی رونی شکل دیکھ کر جب کی اس کی بات آرزو کا چہرہ بلب کی طرح چمک اُٹھا۔

اللہ آپ جیسی بہن ہر ایک کو دے۔ آرزو نے روشنا کا گال چومتے ہوئے کہا۔

اب پرے ہٹو سہی کہتا ہے عاشر تمہارے بارے میں تم غلطی سے یہاں پیدا ہو گئی ہو ورنہ جتنے تمہارے نخرے ہے نہ کسی محل یا بڑے گھر میں ہونا چاہیے تھا۔ روشنا سے اس کو دور کرتے ہوئے کہا۔

اللہ نے بنایا بھی تو اتنا پیارا ہے۔ آرزو اِترا کر بولی تو روشنا بس نفی میں سر ہلانے لگی آرزو کپڑا اٹھا کر جیسے تیسے کر کے لائی ونج کی صفائی کرنے لگی اس کو صفائی کرتے ہوئے بیس منٹ ہو گئے تھے جب لینڈ لائن پہ کال آنے لگی آرزو نے گھور کر لینڈ لائن کو دیکھا جو چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا مجھے اٹھاؤ آرزو پاؤں پٹختی وہاں آئی اور رسیور اٹھا کر شروع ہو گئی۔

کون ہے کیوں فون کیا ہے زمانہ بدل گیا ہے لینڈ لائن اب نکارہ ہو چکا ہے آپ کو بات کرنی ہے تو گھر پہ آجائے اگر ہمارا نمبر نہیں تو میرے پاس اپنا فون ہے آپی کے پاس اپنا فون ہے ابا کے پاس اپنا فون ہے تو اگر

بات کرنی ہے تو وہاں کرے نہ ایسے لینڈ لائن پہ کرنے کی کیا ضرورت انسان ہر وقت اس کے سامنے تو کھڑا نہیں ہوتا نہ

آرزو

آرزو نان سٹاپ بولے جا رہی تھی جب دوسری طرف زیاد نے گھمبیر لہجے میں اس کا نام لیا زیاد کو اپنے اندر سکون کی ایک لہر سرائیت کرتی محسوس ہو رہی تھی اس کو آرزو کو سننا اچھا لگ رہا تھا مگر ابھی اس کو ضروری بات کرنی تھی جس کے لیے اس نے بیچ میں ہی اس کو ٹوکا۔

آپ زیاد ہیں؟ آرزو نے زیاد کی آواز پہ اس کو پہچان لیا زیاد کے چہرے پہ بہت وقت پہ مسکراہٹ آگئی یہ بات اس کے لیے کسی اعزاز سے کم نہ تھی کے اتنے وقت بعد بھی آرزو اس کی آواز پہچان گئی تھی زیاد نے سکون سے اپنی سرخ آنکھیں بند کر کے کھولی۔

ہاں میں ہوں۔ زیاد نے جواب دیا۔

یہاں فون کیا خیریت؟ آرزو نے پوچھا۔

میں تمہارے گھر کے پاس ایک گلی چھوڑ کر سائیڈ پہ گاڑی میں انتظار کر رہا ہوں آ جاؤ۔ زیاد بے لچک انداز میں کہا۔

آنا کیوں ہے؟ آرزو نے اپنے لب کُھلے اس کو پتا تھا روشانے بہت سوال کرنے ہیں اور زیاد کا بتاتی تو وہ ہر گز جانے نہ دیتی اور زیاد کو انکار بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔

آؤں گی تو بتاؤں گا۔ جواب فورن سے حاضر ہوا۔

ابھی بہت کام ہیں گھر میں اور آپی اجازت نہیں دے گی آپ کو ایک بات بتانی تھی کل نہ میرا نک

آرزو پلیز آ جاؤ۔ زیاد اس کی بات کاٹ کر منت بھرے لہجے میں کہا جو شاید ہی اس نے کبھی کسی کے سامنے کی ہو گی زیاد کے لہجے میں جانے کیا تھا کے آرزو نے اپنے سوکھے لبوں پہ زبان پھیری۔

اچھا میں آتی ہوں پر صرف پانچ منٹ کے لیے۔ آرزو نیم رضامند ہوتی بولی۔

میں انتظار کر رہا ہوں۔ زیاد نے کہا تو آرزو نے ریسیور رکھ کر لائی ونج
میں نظر ڈورائی ی اور اپنے حلیے کو دیکھا جو بہت برا تھا وہ ابھی تک
نائی ٹ سوٹ میں تھی جو بی بی پنک کلر کا تھا بالوں کی چوٹی بنائی ی
ہوئی ی تھی جس کی کچھ آوارہ لٹیں چہرے پہ جھول رہی تھی وہ اپنے
لاپرواہ حلیے میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی روشنا شاید چھت پہ تھی
اس نے سوچا پانچ منٹ میں آجائے گی اور اس کو پتا بھی نہیں چلیں گا اپنی
سوچ پہ مسکراتی وہ بنا اپنے حلیے پہ دھیان دی ئی ے کمرے سے بس چادر
اٹھائی ی اور بنا روشنا کو بتائے گھر کی دہلیز پار کر گ ئی اور یہ اس کی نادانی
میں کی گ ئی غلطی ہر غلطیوں پہ بھاری ثابت ہونے والی تھی۔

آرزو باہر آئی ی تو دور زیاد اپنی گاڑی کے بونٹ سے ٹیک لگائے اس کے
انتظار میں تھا زیاد نے جب آرزو کو دیکھا تو اس کے ہونٹ مسکراہٹ
میں ڈھلے آرزو آس پاس نظر ڈوراتی جلدی سے زیاد کی طرف آئی ی۔

کیا بات ہے جلدی بتائے میں نے آپی کو بتایا بھی نہیں اور ایسے ہی چلی آئی ی ہو اماں گھر پہ نہیں تھیں آپ بات کرے تو میں جاؤ۔ آرزو عجلت میں ایک سانس میں بولی جب کی زیاد مسکراتا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا جو جانے کتنے دنوں بعد دیکھنے کو ملا تھا کل والی ساری فرسٹریشن اس کی ختم ہو گ ئی تھی اب سامنے کھڑی ہستی اس کی ہونے والی تھی وہ اس کا حقدار ہونے والا تھا وہ جو کل سے پاگل بنا ہوا تھا اب اس کو اپنی ساری پریشانی فکریں ختم ہوتی محسوس ہو رہی تھی وہ مسلسل آرزو کو دیکھ کر اپنی نظروں کی پیاس بجھا رہا تھا جب کی آرزو آنکھوں میں اُلجھن اور عجلت لیے اس کو دیکھ رہی تھی۔

جب نظریں ملیں تو پیار ہو جاتا ہے

اور پلکیں اٹھیں تو اظہار ہو جاتا ہے

نہ جانے کیا کشش ہے چاہت میں

کوئی ی انجان، زندگی کا حقدار ہو جاتا ہے۔

زیاد۔ آرزو کو زیاد ایسے خاموش ہوتے دیکھنا عجیب لگ رہا تھا اس لیے نظریں جھکا کر اس کا نام پُکارا زیاد آرزو کی حرکت پہ مسکرا دیا۔

گاڑی میں بیٹھو۔ زیاد نے کہا تو آرزو نے فورن سے اپنا سر اٹھایا۔

گاڑی میں نہیں آرہی میں آپ پلیز جلدی بات کریں ورنہ میں ایسے ہی جارہی ہوں۔ آرزو نے معصوم سی دھمکی دی۔

آرزو تھوڑی دیر بعد ہم تمہارے گھر ہی چلیں گے پر ابھی آؤ میری بات مانوں۔ زیاد دوسری طرف کا ڈور اوپن کر کے آرزو سے کہا جو اسٹل تھی اپنی جگہ پہ۔ آرزو نے زیاد کی طرف دیکھا جو امید بھری نظروں اس کو دیکھ رہا تھا مگر وہ زیاد کے ساتھ جانا نہیں چاہتی تھی اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا جیسے کچھ برا ہونے والا تھا پر اس کو جانے کیوں زیاد پہ یقین سا تھا شاید وجہ اس کی سحر انگیز شخصیت تھی یا کچھ اور وہ کوئی ی نام نہیں دے پا رہی تھی آرزو آہستہ آہستہ چل کر زیاد کے روبرو کھڑی ہوئی ی اور فرنٹ سیٹ پہ بیٹھ گئی زیاد سرشار سا مسکرایا اور ڈور لوک کیے

ڈرائی یونگ سیٹ سنبھالی آرزو اضطراب کی صورت میں اپنی انگلیاں مڑوڑ رہی تھی اس کو اپنی حالت سمجھ میں نہیں آرہی تھی زیاد آگے کو جھکا اور اس کا سیٹ بیلٹ باندھنے لگا مگر آرزو جوں کی توں بیٹھی رہی آج وہ سانس رکے نہیں بیٹھی جیسے پہلے کیا کرتی تھی زیاد ایک نظر پہ ڈالتا سیدھا ہو گیا اور گاڑی سٹارٹ کی۔

ہم کہاں جارہے ہیں؟ آرزو نے گاڑی انجان راستوں پہ چلتی دیکھی تو زیاد سے پوچھا۔

سرپرائز۔ زیاد پُر اسرار لہجے میں بولا جب کی گاڑی میں کولنگ ہو کر بھی آرزو کے ماتھے پہ پسینے کی بوندیں چمکنے لگی۔

آپ مجھے گھر ڈراپ کر دے۔ آرزو اپنے ڈر کو قابو پا کر بولی اس کو زندگی میں پہلی دفع کسی سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

رلیکس پانی پیئو۔ زیاد ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا دوسرے ہاتھ سے پانی کی بوتل آرزو کی طرف بڑھائی جو اس نے تھام لی تھی۔

پریشان مت ہو مجھے پہ یقین ہونا چاہیے تمہیں۔زیاد نے اس کا خوف سے فق ہوتا چہرہ دیکھ کر ناراض لہجے میں کہا تو آرزو کو شرمندگی ہوئی ی۔

ایسی بات نہیں وہ بس آپی کو بتا کر نہیں آئی ی نہ تو اس لیے آپی پریشان ہوگ ئی ہوگی۔آرزو نے وضاحت دینی ضروری سمجھا زیاد مسکرا دیا آرزو ساتھ تھی اس لیے بات پہ بات اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آرہی تھی۔

تم کوئی ی بات بتانے والی تھی شاید۔زیاد کو اچانک یاد آیا کے آرزو کجھ بتارہی تھی مگر اس کے ٹوکنے پہ خاموش ہوگ ئی تھی۔

میں؟ آرزو نے پوچھا اس کو یاد نہیں آیا وہ کیا بتانے والی تھی اس کا ڈر بھی اب آہستہ آہستہ ختم ہو رہا تھا۔

ہاں کل کے مطلق شاید۔زیاد نے یاد کروایا تو آرزو کو یاد آیا وہ کیا بتانے والی تھی وہ پرجوش ہو کر اس کی طرف چہرہ کیے بتانے لگی۔

کل میرا نکاح ہے۔ آرزو کے بتانے کی دیر تھی زیاد کی گاڑی سامنے سے آتی ٹرک سے بڑی مشکل سے بچی تھی زیاد نے فورن سے موڑ کاٹا اور سائیڈ پہ گاڑی کی آرزو اس سچویشن میں پریشان ہو کر سیٹ پہ چپک سی گئی تھی جب کی زیاد کی گرفت اسٹیرنگ پہ بہت زور پکڑ گئی تھی یہ بات جب اس نے ماہی بیگم کے منہ سے سنی تھی تو اس کو اتنا غصہ نہیں آیا تھا جتنا آرزو کے اتنے پر شوق لہجہ سن کر اس کو تیش آیا تھا۔

ک کیا ہوا؟ آرزو ڈر کر بولی زیاد نے اب گاڑی کی اسپیڈ قدرے کم کی تھی جس سے آرزو نے اپنی سانس بحال کی۔

کچھ نہیں۔ زیاد ضبط کی حدود چھو تا بس اتنا بولا۔

میرا تو آج ہارٹ فیل ہوتے ہوتے رہ گیا۔ آرزو آنکھیں بڑی کر کے بولی جب کی زیاد کا سارا موڈ خراب ہو گیا تھا ہمایوں کے فلیٹ کے پاس پہنچ کر وہ گاڑی روک کر اُترا اور آرزو کی طرف کا دروازہ اوپن کیا جب کی آرزو سیٹ بیلٹ کھولنے کے جتن میں تھی زیاد سنجیدگی سے اس کی جانب

دیکھتا رہا آرزو ہلکان ہو گئی تھی مگر سیٹ بیلٹ نے جیسے قسم کھائی ہوئی تھی کے اس کے ہاتھوں سے نہیں کھلے گا آرزو تھک ہار کر مدد طلب نظروں سے زیاد کی طرف دیکھا زیاد اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر آگے کو جھکا اور سیٹ بیلٹ کھول دیا

یہ کونسی جگہ ہے؟ آرزو گاڑی سے باہر نکلتی اشتیاق سے پوچھنے لگی جہاں بہت سارے خوبصورت گھر تھے اور پہلی دفع اپنے محلے کے علاوہ کہیں آئی تھی اس لیے اس کے لیے یہ سب نیا تھا۔

اندر آؤ۔ زیاد آس پاس دیکھتا احتیاط سے اس کو لیکر اندر آیا سامنے رکھے گلدان میں سے چابی اٹھائی اور ہمایوں کے گھر کا دروازہ کھولا۔

ایسے تو میں نے ڈراموں میں دیکھا تھا۔ آرزو کا اشارہ گلدان میں سے چابی نکالنے کی طرف تھا۔

آج ریئل میں بھی دیکھ لیا۔ زیاد نے کہا اور ہینڈل کو گھما کر دروازہ کھولا دیا اندر آکر آرزو پر شوق نظروں سے دیکھنے لگی جہاں خوبصورت

سالائی ونج تھا دیوار پہ ایک بڑی سی پینٹنگ لگی ہوئی ی تھی سامنے بڑی سی ایل ڈی تھی اور صوفہ کائی ونچ اس کے درمیاں چھوٹی سی ٹیبل تھی جہاں ایک آرٹیفیشل گلدستہ تھا دیواروں پہ بلیوں رنگ چڑھا ہوا تھا سامنے دیوار گیر تھی جس سے باہر کا منظر نظر آرہا تھا وہ تھوڑا آگے بڑھی تو سامنے سائیڈ پہ باورچی خانہ تھا جو بلکل صاف تھا زیاد بغور اس کے چہرے کے ایکسپریشن دیکھ رہا تھا اس کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی کے آرزو کو یہ گھر پسند آیا زیاد کو افسوس ہوا کے یہ فلیٹ اس کا اپنا کیوں نہیں اور ہمایوں کا کیوں ہے۔

زیاد وہ پینٹنگ کتنی خوبصورت ہے نہ ؟ آرزو لائی ونج میں زیاد کے پاس آکر ستائی ش لہجے میں دیوار پہ لگی پینٹنگ کی طرف اشارہ کیا جو کسی جھنگل کا منظر پیش کر رہی تھی ہر طرف پیڑ ہی پیڑ تھے اور نیچے سوکھے پتے گرے ہوئے تھے آرزو کو بہت بھایا بلکل پرسکون جگہ لگی اس کو زیاد آرزو کی بات پہ دیوار پہ لگی اس پینٹنگ کو دیکھنے لگا جس نے آرزو کی توجہ

کھینچی تھی وہ جانے کتنی دفع یہاں آیا تھا مگر اس نے کبھی اتنا غور نہیں کیا

تھا اس نے وہ واقع میں بہت خوبصورت تھی مگر زیاد کو بری لگی کیوں کی

آرزو کی نظروں کا مرکز تھی اور یہ بات زیاد کو گوارا نہیں تھی

تم بیٹھو میں ایک کال کر کے آیا۔زیاد نے صوفہ کی جانب اشارہ کیے کہا۔

آپ مجھے یہاں لیکر کیوں آئے ہیں اور کیا یہاں کوئی ی اور نہیں

ہے۔ آرزو نے اب دھیان دیا کے وہ فلیٹ میں وہ زیاد کے ساتھ اکیلی

ہے۔

آرزو میں سب کچھ بتاؤں گا اس امید سے کے تم میری بات کو

سمجھو گی۔زیاد نے سنجید گی سے کہا۔

آپ اتنے سنجیدہ کیوں ہو گ ئی ے ہیں مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ آرزو زیاد کا

سنجید گی سے بھرا چہرہ دیکھتی کنفیوز لہجے میں بولی تو زیاد اس کی معصومیت

پہ مسکرا پڑا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا اپنے کمرے سے باہر آکر لاؤنج میں آئی جہاں سناٹوں کا راج تھا اس کے مطابق آرزو کو یہی ہونا چاہیے تھا روشنا کچن میں گ ئی جہاں خالی کچن اس کا منہ چڑا رہا تھا۔

آرزو

روشنا اس کے کمرے میں آکر آواز دی مگر جواب نادرد اس نے کمرے میں آس پاس نظر ڈرائی ی واشروم کا دروازہ کھلا ہوا تھا مطلب وہ اپنے کمرے میں بھی نہیں تھی چھت پہ آکر وہ صحن میں آئی ی اور آرزو کو آوازیں بھی دینے لگی مگر آرزو ہوتی تو کوئی ی جواب ملتا نہ روشنا کو اب ٹینشن ہونے لگی۔

آرزو بنا بتائے کہاں چلی گ ئی۔ روشنا حود سے پوچھنے لگی

اگر کہی جانا تھا تو بتا کر جاتی نہ ایسے پریشان کر دیا۔ روشنا کو آرزو کی حرکت پہ غصہ آرہا تھا وہ سر جھٹکتی اندر کی طرف چلی گ ئی اس کا لگا تھوڑی تک آجائے گی یہی سوچ کر وہ کچن میں برتن دھونے چلی گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد ابھی تک نہیں آیا میں نے اس کے دوست احمد کو کال کی تھی پوچھا بھی زیاد کا مگر اس نے کہا کے کل پورا دن اس کی زیاد سے بات نہیں ہوئی تھی۔ماہی بیگم نے اسرار صاحب سے کہا جو آج آفس جانے کے بجائے گھر پہ ہی تھے۔

اپنی مرضی سے گیا ہے آ بھی جائے گا۔اسرار صاحب سنجیدگی سے گویا ہوئے۔

زیاد سے بات ہوئی؟ابرار صاحب ہال میں آ کر پوچھنے لگے۔

ابھی تک کوئی رابطہ نہیں ہوا۔ماہی بیگم پریشان کن لہجے میں بولیں۔

بچے کہاں ہیں؟ابرار صاحب نے دوسرا سوال کیا۔

کالج گئے ہوئے ہیں بس زارون اپنے کمرے میں سویا ہوا ہے۔ماہی بیگم نے بتایا۔

بھائی ی میں آفس جا رہا ہوں آپ کو چلنا ہے۔ ابرار صاحب نے خاموش بیٹھے اسرار صاحب کو مخاطب کیا۔

آج میں آفس نہیں آؤں گا۔ اسرار صاحب نے گہری سانس ہوا میں خارج کرتے ہوئے کہا تو ابرار صاحب ایک نظر ان پہ ڈالتے خود آفس جانے کے لیے نکل گ ئی ے ماہی بیگم نے اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ڈرو نہیں بس کچھ دیر ویٹ کرو میں آیا۔ زیاد نے آرام سے کہا اور قریب کمرے کی جانب بڑھ گیا آرزو زیاد کے جاتے ہی صوفے پہ بیٹھ کر اس کا انتظار کرنے لگی۔

کب تک آ رہے ہو؟ زیاد نے فون پہ کہا۔

بس سر پانچ منٹ میں پہنچ جاؤں گا۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

سارے انتظامات کر لیے ہیں نہ؟ زیاد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

جی جی سب ہو گیا ہے آپ جب کہے گے میں ان کو لے آؤں گا۔زیاد اس کی بات سن کر مطمئن سا مسکرایا اور کمرے سے نکلا تو اس کی نظر آرزو پہ ٹھیری زیاد نے غور کیا تو دیکھا آرزو اپنے سیلیپنگ ڈریس میں تھی اس کا اپنا حلیہ بھی بہت رف تھا پر ابھی بات کرنا ضروری تھا زیاد نے گہری سانس بھر کر خود کو آنے والے وقت کے لیے تیار کیا اس نے آرزو کی طرف ایک قدم ہی بڑھایا تھا جب ڈور بیل بجی آرزو نے زیاد کی طرف دیکھا دل پتھر کا

رمشا حسین

آرزو نے زیاد کی طرف دیکھا جو آنکھوں سے اشارہ کرتا اس کو وہی بیٹھنے کا کہا اور خود باہر نکل آیا۔

سر آپ کی امانت۔ زیاد نے دروازہ کھولا تو ایک چوبیس سال کا نوجوان اس کی طرف انویلپ بڑھا کر بولا۔

شکریہ نوریز۔ سامنے والے لڑکے کا نام شاید نوریز تھا تبھی زیاد نے انویلپ لیکر کہا تو لڑکا مسکرا کر واپسی کے لیے مڑ گیا زیاد نے بھی دروازہ دوبارہ سے بند کیا اور آرزو کے پاس آیا سامنے ٹیبل پہ اس نے انویلپ رکھا اور خود آرزو کے سامنے درازنوں میں بیٹھا آرزو چونک کر زیاد کو دیکھنے لگی جو نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھا اس کو دیکھ رہا تھا زیاد نے آرزو کی گود میں رکھے ہاتھوں کو دیکھا جن کو آرزو نے مڑوڑ مڑوڑ کر لال کر دیا تھا زیاد کو کچھ جھجھک ہوئی ی مگر اس نے اپنے مضبوط ہاتھ آرزو کے ہاتھوں کی طرف بڑھائے ان کو اپنی قید میں لے لیا۔

یہ کیا کر رہے ہیں؟ آرزو نے اپنے ہاتھ پیچھے کرنے چاہے مگر زیاد کی گرفت مضبوط تھی۔

آرزو میری بات سنو۔ زیاد نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا تو آرزو نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔

جانتی ہو اس لفافہ میں کیا ہے؟ زیاد نے ٹیبل پہ رکھے انویلپ پہ اشارہ کر کے پوچھا تو آرزو نے محض نہ میں سر ہلایا۔

اس میں نکاح نامہ کے پیپرز ہیں۔ زیاد نے اس کے چہرے کی طرف دیکھ کر کہا۔

اچھا۔ آرزو کو سمجھ نہیں آیا زیاد یہ اس کو کیوں بتا رہا ہے اس لیے بس یک لفظی کہا جب کی زیاد نے گھور کر آرزو کو دیکھا اس کو اچھا لفظ کی امید نہ تھی۔

پوچھو گی نہیں یہاں کیوں ہیں۔ زیاد نے اُکسایا۔

آپ بتائے کیوں ہیں؟ آرزو نے کہا

اس لیے کیوں کی کجھ دیر میں میرا اور تمہارا نکاح ہونے والا ہے۔ زیاد نے آرام سے اس کے سر پہ بم گرایا۔

یہ آپ کیا کر رہے ہیں مجھے میرے گھر جانا ہے۔ آرزو بدک کر زیاد سے کچھ دور ہوئی ی زیاد حیرت سے آرزو کو دیکھنے لگا۔

نکاح ہو جائے اس کے بعد ساتھ چلیں گے گھر۔ زیاد تحمل کا مظاہرا کرتا ہوا بولا۔

آپ کا دماغ خراب ہے۔ آرزو نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھوں سے آزادی کروائے زیاد نے اپنی خالی ہاتھوں کو دیکھا پر اس کو آرزو منانا اور وہ منا کر ہی رہے گا پیار سے یا زبردستی سے۔

آرزو مجھے غصہ نہیں دلاؤ۔ زیاد اس کو باہر جاتا دیکھا تو سرعت سے اس کے سامنے کھڑا ہوا۔

میں آپ پہ یقین کر کے آئی ی تھی اور آپ شرم آنی چاہیے آپ کو ۔ آرزو چیخ کر زیاد سے بولی آنسوؤ کا پھندا اس کو اپنے گلے میں اٹکتا محسوس ہوا اس آج شدت سے اپنی بیوقوفی کا احساس ہوا اس نے ہزار

بار اس وقت پہ لعنت بھیجی جس وقت اس نے زیاد کی بات ماننے کا سوچا تھا۔

نکاح کی بات کی ہے کوئی ی غلط بات نہیں جو شرم آتی۔ زیاد کو برا لگا آرزو کا ایسے ری ایکٹ کرنا۔

میرا کل نکاح ہے اور یہ بات پہلے سے ہی طی تھی میں کسی اور کی آپ امانت ہوں سنا آپ نے۔ آرزو کو لگا شاید اب وہ اس کو جانے دے زیاد نے زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بھینچی۔

تم کسی کی امانت نہیں سمجھی کچھ دیر میں نکاح ہو گا ہمارا اپنے آپ کو سیٹ کر دو۔ زیاد نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

مجھے نہیں کرنا نکاح ہم تو دوست تھے نہ اور دوستوں سے نکاح نہیں کیا جاتا اگر کیا جاتا تو میں عاشر سے نہ کرتی۔ آرزو کی آخری بات زیاد کو تیش دلا گ ئی تھی

سوچ سمجھ کر بولا کرو آرزو تم میری ہو بس میری اس لیے بار بار اپنا نام کسی اور کے ساتھ جوڑ کر مجھے غصہ نہیں دلاؤ۔زیاد دھاڑ کر بولا تو آرزو کا دل اچھل کر حلق تک آیا۔

اِس طرح چلا کر آپ مجھے زبردستی نکاح کے لیے راضی نہیں کرسکتے۔ آرزو اپنی طرف سے بہادر بننے کی کوشش کرنے لگی۔

اوری ئی لی۔زیاد کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی۔

ہاں اور میں اپنے گھر جا رہی ہوں آئی ندہ آپ میرے راستے میں مت آئی یے گا۔ آرزو بے خوف ہوتی ہوئی ی بولی زیاد داد دیتی نظروں سے اس کو دیکھنے لگا جو پہلے بھیگی بلی بن گ ئی تھی اور اب اپنے اصلی روپ میں آکر رنگ بدل گ ئی تھی۔

تمہیں لگتا ہے میں نکاح کیے بنا تمہیں گھر جانے دوں گا۔زیاد نے بھوئی یں اُچکا کر سوال کیا۔

آپ سے اجازت لے کون رہا ہے۔ صاف مزاق اُڑاتا انداز۔

آرزو بس اب بہت ہوا میری نرمی کا ناجائز فائدہ مت اٹھاؤ۔ زیاد تیز لہجے میں بولا۔

دیکھے زیاد آپ میرے ساتھ ایسے کیسے کر سکتے ہیں پلیز مجھے گھر جانے دے اماں گھر آگئی ہو گی آپی مجھے ڈھونڈ رہی ہوں گی کل میرا نکاح ہے یہ ہر ایک کو پتا ہے آپ جو چاہتے ہیں اس میں میری عزت پہ سوال اٹھے گا پورے خاندان میں پلیز میری بات سمجھ۔ آرزو روتے ہوئے بولی مگر زیاد سوچنے سمجھنے کی صلاحیت کھو بیٹھا تھا۔

آرزو سب انتظامات ہو گئے ہیں تمہارے گھر والوں کو میں اپنے انداز میں سمجھالوں گا۔ زیاد نے بچوں کے انداز میں پچکارا تو آرزو ہتھے سے اُکھڑ گئی۔

آپ کو میری بات سمجھ کیوں نہیں آرہی جیسا آپ چاہتے ہیں وہ ناممکن ہے میری بہن کا رشتہ بھی ٹوٹ سکتا ہے اور آپ کو نکاح کی پڑی ہے۔ آرزو زور سے چیخ کر باہر جانے کے لیے بڑھی۔

تم اپنی بہن کی فکر نہیں کرو اس کے لیے ہم کوئی ی اور رشتہ دیکھ لیں گے۔ زیاد نے حل پیش کیا۔ آرزو نے خونخوار نظروں سے زیاد کو گھورا زیاد نے ڈرنے کی اداکاری کی تو وہ سر جھٹکتی دروازہ کھولنے لگی جو کی لاک تھا۔

یہ کھُل کیوں نہیں رہا۔ آرزو اپنے آنسو ایک ہاتھ سے صاف کرتی ہوئی ی بولی اس کو روتا دیکھ کر زیاد کے دل کو کجھ ہوا مگر وہ نرم نہیں پڑ سکتا تھا

کیوں کی میں نہیں چاہتا اور میں تب تک نہیں چاہتا جب تک تم نکاح کے پیپرز پہ سائن نہیں کر دیتی۔ زیاد مغرور انداز میں بولا۔

آپی سہی کہتی تھی آپ بہت برے ہیں۔ آرزو سوں سوں کرتی ہوئی ی بولی۔

اب جیسا بھی ہوں تمہارا ہوں۔ زیاد آنکھ ونک کرتا ہوا بولا۔

آپ ایسا کرے مجھے گھر چھوڑ آئے پھر میرے گھر والوں سے میرا رشتہ مانگے۔ آرزو نے عقلمندی کا ثبوت دیا۔

بھیجا تو تھا رشتہ صاف انکار کر دیا۔ زیاد طنزیہ مسکراہٹ سے بولا۔

آپ

بس بہت ہو گئی باتیں اندر چلو تم۔ زیاد نرمی سے اس کا بازوں پکڑتا ہوا کمرے کی جانب بڑھنے لگا۔

میں نہیں کر سکتی آپ سے نکاح میں اماں بابا کو کیا جواب دوں گی۔ آرزو اپنا بازوں چھڑوانے کی کوشش کرتی ہوئی ی بولی

جواب دینا ضروری نہیں اور تمہارے لیے اب میں امپورٹنٹ ہوں اور کوئی ی نہیں۔ زیاد کمرے کے پاس لا کر شدتپسندی سے گویا ہوا۔

میرے لیے میرے اماں ابا آپی خالا اور عاشر ضروری ہیں اور کوئی ی بھی نہیں۔ آرزو نے جلدی سے باور کروایا۔

بار بار عاشر کا نام نہ لوں۔ زیاد چلایا۔

میں لوں گی آپ ہوتے کون ہیں مجھے روکنے والے۔ آرزو بھی چلا کر بولی زیاد نے اپنے بالوں ہاتھ پھیر کر ضبط کرنے کی کوشش کرنے لگا آج آرزو اس کے صبر کا امتحان لے رہی تھی اور زیاد یہ سب زیاد کی برداشت سے باہر تھا۔

چپ چاپ یہی کمرے میں رہو گی میں کام سے باہر جاؤں گا اور جب میں واپس آؤں تم کوئی تماشا کیے بنا میری ہر بات مانوں گی جانے تو میں تمہیں دو گا نہیں ورنہ اور میں تمہاری آپی اور عاشر کی گرینٹی نہیں دیتا کے وہ کل تک زندہ رہے گے۔ زیاد سفاک انداز میں بولا آرزع بے یقین سی منہ پہ ہاتھ رکھ کر زیاد کو دیکھنے لگی جس کے چہرے سے کہیں نہیں لگ رہا تھا کے وہ مزاق کر رہا ہے آرزو کی آنکھوں سے آنسوؤ کی لڑیاں بہنے لگی جسے زیاد نظر انداز کرتا کمرے کو باہر سے لاک کیا اور باہر جانے کے لیے بڑھ گیا جب کی پیچھے آرزو زمین پہ بیٹھتی چلی گ ئی اور

دھاڑے مار مار کر رونے لگی وہ اپنی پوری زندگی میں اتنا نہیں روئی ی تھی جتنا ایک دن میں زیاد نے اس کو رونے پہ مجبور کیا تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا پانی پلانا۔زرینہ بیگم گھر میں داخل ہوتی روشنا کو آواز دینے لگی اور اپنی چادر اُتار کر سائیڈ پہ کی روشنا پانی کا گلاس لا کر ان کے سامنے کیا۔

آرو کہاں ہے؟زرینہ بیگم پانی کا گلاس اس کے ہاتھ سے لے کر آرزو کا پوچھنے لگی روشنا جو خود آرزو کی غیر موجودگی سے پریشان تھی ان کے پوچھنے پہ سمجھ نہیں آیا کے کیا جواب دے

اماں آرزو پتا نہیں کہاں چلی گ ئی ہیں۔روشنا لب دباتی ہوئی ی بولی۔

کیا مطلب پتا نہیں کہاں چلی گ ئی۔زرینہ بیگم تعجب سے بولی۔

وہ دراصل میں کمرے میں گ ئی تھی کچھ دیر بعد آئی ی تو آرزو نہیں تھی میں نے پورے گھر میں دیکھا وہ وہاں نہیں تھی۔روشنا نے پریشان لہجے میں کہا۔

نصرت کے گھر گ ئی ہو گی اور کہاں جا سکتی ہے کام سے بچنے کے لیے وہی گ ئی ہو گی میں لیکر آتی ہوں۔زرینہ بیگم اٹھتی ہوئ ی بولی۔

اماں آرزو وہاں نہیں ہے میں نے خالہ کو فون کر کے پوچھا تھا۔آزرو ان کا ہاتھ پکڑتی ہوئ ی بولی۔

تو کہاں جا سکتی ہے۔زرینہ بیگم پریشان ہو کر بولی۔

پتا نہیں آس پاس تو کوئ ی اس کی دوست نہیں اور وہ بنا بتاۓ تو کبھی نہیں گ ئی مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے شام ہونے والی ہے۔روشنا نے کہا۔

میں تیرے ابا کو فون کرتی ہوں کے آج کچھ جلدی آۓ۔زرینہ بیگم لینڈلائ ن کی طرف بڑھی۔

اماں میں محلے میں کسی سے پوچھ آؤں کیا پتا ان میں کسی نے آرزو کو جاتا ہوا دیکھا ہو۔روشنا نے اجازت طلب کی۔

ہاں جاؤ اور اس کی دوستوں سے بھی پوچھ آنا کیا پتا وہاں ہو۔ زرینہ بیگم فورن سے بولی تو روشنا اپنا حجاب پہننے لگی اور زرینہ بیگم کی چادر اٹھاتی ہوئی ی باہر نکل گ ئی جب کی زرینہ بیگم ایاز صاحب کو کال ملانے لگی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

ابھی بھی کیوں بتایا دو چار بچے پیدا کر کے بتاتے۔ وقاص جل بھن کر بولا

زیاد نے علیدان، وقاص، اور احمد کو کیفے کے باہر بولایا تھا اور اپنے نکاح کا بتایا تو وہ کتنے پل شاک میں کچھ بول نہ سکے کبھی زیاد نے کسی لڑکی کا ذکر نہیں کیا تھا اور اب سیدھا نکاح کرنے جارہا تھا اور نکاح کرنے کے کچھ وقت پہلے بتارہا ہے یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی۔

بتایا تو ہے ابھی کونسا میں نے تم لوگوں کے بغیر نکاح کرلیا۔ زیاد گھور کر

بولا۔

کون ہے لڑکی اور یوں اچانک بیٹھے بیٹھائے شادی کا خیال کیسے آیا؟ علیدان نے سنجیدگی سے سوال کیا

نکاح کے بعد مل لینا اور باقی کے سوالات بعد میں پوچھ لینا ابھی اتنا وقت نہیں۔زیاد کوفت سے بولا۔

پر زیاد تم لڑکی کی رضامندی سے ہی شادی کر رہے ہو نہ۔احمد نے کسی خدشے کے تحت پوچھا۔

افکورس۔زیاد بس اتنا بولا پر جانے کیوں علید ان کو کوئی بات ٹھٹک رہی تھی۔

گواہوں کی ضرورت ہو گی اس لیے ہمیں بتایا ورنہ اتنے وقت تک کانوں کان خبر نہیں ہونے دی کے تمہارا کسی کے ساتھ نین مٹکا چل رہا ہے۔وقاص کو بس ایک ہی دکھ کھائے جا رہا تھا کے اس کو پتا کیسے نہ چلا زیاد کا کسی لڑکی سے چکر ہے۔

بکواس نہیں کرو۔زیاد کو وقاص کا "نین مٹکا" لفظ ایک آنکھ نہ بھایا وقاص نے منہ بنایا۔

کہاں جانا ہے اب اور ہمیں کرنا کیا ہے؟احمد نے پوچھا۔

ہمایوں کے فلیٹ چلنا ہے اور مولوی کو ساتھ لے چلنا ہے اس کا بندوبست میں نے کر دیا ہے تم لوگ بس ساتھ چلو۔زیاد نے بتایا تو وقاص نے اور منہ بنایا۔

علیدان تم اپنی بہن کو کہو وہ ہمایوں کے گھر آئے آرزو کے پاس کسی لڑکی کا ہونا ضروری ہے۔زیاد اب کی علیدان سے بولا زیاد کی بات پہ وقاص کی باچھیں پھیل گ ئی۔

اوہو آرزووو۔احمد نے زیاد کو چھیڑا۔

میں حفصہ سے کہتا ہوں۔علیدان نے فون نکال کر کہا۔

کیا تم اپنے نکاح میں ایسے رہو گے ؟وقاص نے زیاد کو اپنے حلیے کی طرف دھیان کروایا زیاد ابھی کل کے کپڑوں میں ہی تھی فرق اتنا تھا کے اب جیکٹ نہیں تھی بال پورے بکھرے ہوئے تھے آنکھوں کے ڈورے ابھی بھی سرخ تھے زیاد کو وقاص کی بات پہ آرزو کا خیال آیا جو نائی ٹ سوٹ میں تھی۔

نہیں میں مال جاؤں گا پہلے تب تک تم لوگ جاؤ مولوی سمیت میں جلدی آجاؤں گا۔زیاد نے بات بنائی ی۔

ٹھیک ہے۔وقاص نے کہا وہ تینوں ایک گاڑی میں بیٹھے زیاد اپنی گاڑی کی طرف آیا اور مال کی طرف گاڑی بڑھائی ی قریب جو شاپنگ مال آیا زیاد نے وہی اپنی گاڑی رکی اور جلدی سے آرزو کے لیے اچھا سا ڈریس دیکھنے لگا اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کیا خرید ایسے موقع پہ اس نے دور کھڑی سیل گرل کو ہاتھ سے اشارے سے بولا۔

آپ کوئی ی مدد چاہیے؟ سیل گرل زیاد کے سامنے آکر پوچھنے۔

نکاح کی تقریب کے حساب سے کوئی ی ڈریسز دیکھائے۔زیاد نے کہا تو وہ مسکراتی سر ہلانے لگی اور اس کو اپنے ساتھ آنے کا کہا اس نے بہت سے وائٹ کلر کے جوڑے زیاد کے سامنے کیے مگر زیاد کو آرزو کے لیے کوئی ی بھی مناسب نہیں لگا کسی گاؤن کا گلا ڈیپ تھا تو کوئی ی بغیر آستینوں کے تھا لہنگا جو وہ دیکھا رہی تھی تھا تو بہت خوبصورت مگر وہ بھی

زیاد کو کچھ پسند نہیں آیا ایسے ہی سب کو دیکھنے کے بعد زیاد کی نظر ایک فراق پہ اٹک گئی اس نے سیل گرل کو فراق کی طرف اشارہ دیا تو اس نے فراق کو سیدھا کر کے دیکھایا یہ ڈریس دیکھ کر زیاد کی آنکھوں میں پسندیدگی کا تاثر آیا ایمبریلا فراق جس کا گلا کافی چھوٹا اور گول تھا آستنین سفید نیٹ کی تھی اور گھٹنے کے کچھ نیچے تک فراق کی لمبائی تھی زیاد نے اس کو ڈن کیا تو سیل گرل وہ ڈریس پیک کرنے چلی گئی زیاد نے سفید رنگ کی اسٹریپ والی سینڈل بھی لی اپنے لیے اس نے سفید ہی رنگ کا کُرتا لیا بل دے کر وہ جلدی سے مال سے باہر آیا اور گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی کو زن سے بھگا گیا

❤❤❤❤❤❤❤❤

کیا آرزو خوش نہیں تھی اس رشتے سے؟ ایاز صاحب جن کو گھر آئے ایک گھنٹہ ہو چکا تھا مگر آرزو کا کوئی نام و نشان نہیں ملا تھا مایوس ہو کر وہ زرینہ بیگم سے پوچھنے لگے جو صوفہ پہ تھک ہار کر بیٹھی ہوئی تھی۔

کیسی بات کر رہے ہیں آپ بھلا آرزو کیوں خوش نہیں ہو گی اور اگر نہیں ہوتی خوش تو کیا میں زبردستی کرتی اس کے ساتھ۔ ایاز صاحب کی بات پہ زرینہ تیز آواز میں بولی۔

تو کہاں ہے آرزو کل کسی اجنبی کا اس کے لیے رشتہ آیا اور اب آرزو بنا بتائے گھر کی دہلیز پار کر گئی ہے کل سب مہمانوں کو کیا جواب دیں گے ہم۔ ایاز صاحب پھٹ پڑے۔

آجائے گی انشااللہ مگر آپ شک تو نہ کرے بیٹی ہے آپ کی۔ زرینہ بیگم نم آواز میں بولیں تو وہ سر جھٹکتے رہ گئے۔

روشنا باجی۔ روشنا سب سے پوچھ کر مایوس ہو کر گھر جا رہی تھی جب اپنے پیچھے بچے کی آواز پہ وہ رکی۔

جی۔ روشنا زبردستی مسکرا کر بولی۔

آپ آرزو باجی کو ڈھونڈ رہی ہیں نہ؟ بچے نے روشنا کی طرف دیکھ کر کہا تو روشنا نے جلدی سے سر کو ہاں میں ہلایا۔

وہ بہت پہلے کسی آدمی کے ساتھ بڑی سی گاڑی میں بیٹھ کر گ ئی تھی۔بچے کی بات پہ روشنا پہ مانوں پہاڑ گرا تھا اس کو یقین کرنے میں مشکل ہو رہی تھی کے جو اس نے سنا وہ سچ تھا یا جھوٹ۔

آپ سچ بول رہے ہو؟روشنا کو اپنی آواز کھائی ی سے آتی ہوئی ی محسوس ہوئی ی۔

جی اللہ کی قسم وہ کسی گرین کلر کی آنکھوں والا لڑکا تھا اور رنگ بھی بہت گورا تھا قد بھی لمبا تھا۔اب کی بچے نے پورا نقشہ کھینچ کے بتایا روشنا کی حالت کاٹوں بدن لہوں نہیں کی مثال جیسی ہو گ ئی جب وہ بچہ وہاں سے چلا گیا تھا روشنا کے کانوں میں دور کہیں زیاد کی آواز گونج رہی تھی جب اس نے کہا تھا وہ آرزو کی پرچھائی ی سے بھی اس کو دور رکھے گا روشنا کو اپنی ٹانگیں بے جان سی محسوس ہوئی ی وہ خود کو گھسیٹتی گھر کے راستے چل دی جب کی آنکھوں سے گرم سیال بہہ رہے تھے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد واپس فلیٹ آیا تو ان تینوں کے ساتھ مولوی بھی تھا اور دو اور لوگ بھی زیاد چلتا ہوا ان کے پاس آیا۔

حفصہ دوسرے کمرے میں سامنے والا روم تم نے لوک کیا ہوا ہے تو وہ جا نہیں پائی ی۔علیدان نے دھیمی آواز میں زیاد سے کہا۔

میں یہ چیزیں اس کو دے دو پھر اس کو کہنا وہ جائے۔زیاد نے ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز کی طرف اشارہ کیا۔

تم نے بھی چینج کرنا ہو گا نہ؟علیدان نے کہا۔

ہاں تیسرے روم چلا جاؤں گا۔زیاد آرام سے کہتا کمرے کی جانب گیا جہاں آرزو کو رکھا ہوا تھا۔

زیاد کے جانے بعد وہ کتنی دیر تک روتی رہی اس کو اندازہ نہیں تھا اب تو شاید آنسو بھی سوکھ چکے تھے مگر جو بھی تھا اس سب کا زمیدار وہ خود کو ہی سمجھ رہی تھی نہ وہ زیاد کے ساتھ شناسائی کرتی اور نہ آج کا دن اس کو دیکھنا پڑتا گھر والوں کا خیال آتے ہی اس کا دل تیزی سے دھڑک اٹھتا

مگر زیاد نے ایک ہی وار پہ اس کو بے بس کر دیا تھا زیاد کی جھوٹی دھمکی کارآمد ثابت ہوئی ی تھی تبھی اس نے بنا شور کیے خاموشی اختیار کرلی تھی اس کو لگا زیاد نے کہا تو کر دیکھائے گا وہ ایسے ہی زمین پہ بیٹھی اپنی حالت پہ ماتم کنا تھی جب دروازہ کُھلنے کی چرچر کی آواز آئی ی مگر وہ بے حس بنی بیٹھی رہی کوئی ی حرکت نہیں کی وہ تو اب تک بے یقین تھی کے یہ اس کے ساتھ ایسا ہوا چند منٹ میں اس کی پوری زندگی کا رخ بدل گیا تھا۔

زیاد اندر آیا تو آرزو کو بنا حرکت ایک جگہ بیٹھے پایا تو اس نے گہری سانس ہوا میں خارج کی اور چلتا ہوا اس کے عین سامنے بیٹھ گیا آرزو نے تبھی بھی کوئی ی رسپانس نہیں دیا زیاد نے بیگز سائی یڈ پہ رکھے۔

آرزو

آرزو۔

زیاد نے اب کی اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر ہوش کی دنیا میں لانا چاہا تو آرزو نے نظریں اٹھا کر زیاد کو دیکھا زیاد کو زور کا جھٹکا لگا آرزو کی سوجھی آنکھیں دیکھ کر اس کو ایسا لگا جیسے کسی نے اس کے دل میں خنجر سے وار کیا ہو۔

تم روئی ہو؟ زیاد بامشکل بول پایا۔

آپ کو کیا۔ آرزو روکھائی سے بولی زیاد کا دل ڈوب کے ابھرا۔

کپڑے چینج کرو باہر سب انتظار کر رہے ہیں۔ زیاد نے بے حسی کا لبادہ اُوڑھا۔

مجھے نہ تو نکاح کرنا ہے اور نہ ہی کپڑے چینج۔ آرزو ہذیاتی انداز میں چیخی جس کی آواز باہر بھی گ ئی تھی

آہستہ بولو باہر مہمان ہیں۔ زیاد نے ٹوکا۔

تو وہ بھی تو سنے نہ آپ میرے ساتھ زبردستی کر رہے ہیں۔ آرزو کو خود اپنی بات کا مطلب نہیں تھا پتا کے وہ کیا بات کر گئی ہے جب کی زیاد کی آنکھیں پھٹنے کی حد تک کُھل گئی تھی

آرزو جس بات کا مطلب پتا نہ ہو نہ وہ بولا بھی نہ کرو۔ زیاد نے گھور کر کہا تو کیا زبردستی نہیں کر رہے آپ کے مطابق میری مرضی جانے بنا نکاح کرنا زبردستی نہیں میری بہن اور کزن کے مارنے کی بھی دھمکی دی ہے میں آپ پہ کیس کروں گی۔ آرزو فل فام میں آئی جب کی زیاد آرزو کو سمجھ نہیں پایا کے وہ اس کو کیا سمجھے۔

شرم نہیں آئے گی اپنے مجازی خدا پہ کیس کرتے ہوئے۔ زیاد نے مسکراہٹ ہونٹوں کے گوشے میں چھپا کر کہا آرزو کی نظر زیاد کے ڈمپل پہ پڑی جو اندر باہر ہو رہا تھا اس کو سمجھ آگیا کے زیاد اس کی بات کا مزا لے رہا تھا اس کو پھر سے رونا آنے لگا۔

آپ میرے مجازی خدا نہیں آپ کیوں کر رہے ہیں میرے ساتھ۔ آرزو نے روتے ہوئے کہا۔

ڈونٹ کرائے۔زیاد سخت ہوا مگر آرزو کے رونے میں اور شدت آئی ی۔

آرزو اٹھو اور واشروم میں جا کر تیار ہو جاؤ میں مزید تمہیں وقت ضائع کرنے نہیں دو گا۔ زیاد نے دوٹوک انداز میں کہا۔

پلیز زیاد۔ آرزو نے اپنے ہاتھ جوڑے زیاد نے فورن سے اس کے ہاتھوں میں اپنے ہاتھ رکھے

آرزو میرے لیے مشکل نہیں بناؤ نکاح تو آج ہو کر رہے گا اور دوسری بات ایسے کرتے تم دیر کر رہی ہو اپنے گھر جانا ہے نہ تو جلدی سے وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں دن سے شام ہو گئی ہے رات ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگے گا۔زیاد نے نرمی سے اس کے ہاتھوں کو سہلا کر کہا آرزو

نے جھٹ سے اپنے ہاتھ دور کیے زیاد کو اس بار یہ حرکت بری لگی مگر گہری سانس بھر کر کنٹرول کر گیا۔

میں باہر جا رہا ہوں ایک لڑکی آئے گی اگر کوئی ی مدد چاہیے ہو تو کہنا۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا آرزو نے کوئی ی جواب نہیں دیا زیاد کجھ پل اس کے جواب کا انتظار کیا پھر باہر چلا گیا آرزو مرے قدموں سے اٹھتی بیگ ہاتھوں میں لیے واشروم کی طرف چلی گ ئی۔

سب ٹھیک ہے؟ احمد نے زیاد سے پوچھا جو ابھی باہر آیا۔

ہاں سب ٹھیک ہے علیدان تم اپنی بہن کو وہاں بھیجو تب تک میں بھی فریش ہو جاؤں۔ زیاد نے سنجیدگی سے احمد کو جواب دے کر علیدان سے کہا۔

تیرے بال تو سلامت ہیں ورنہ جتنی آوازیں باہر آ رہی تھی میں تو سمجھا تیرے کپڑے ہوئے بھی پھٹے ہوئے ہو گے اور بال بھی کھینچے ہوئے ہو گے۔ وقاص نے اس کے کندھوں پہ ہاتھ رکھتا بڑے ہمدردانہ لہجے

میں بولا اس کی بات پہ احمد نے مسکراہٹ دبائی ی جب زیاد اس کو گھورتا وہاں سے گیا تاکہ فریش ہوسکے۔

کبھی تو فضول بولنے سے پرہیز کیا کرو۔ علیدان زچ ہوتا ہوا بولا۔

تم کرتے ہو نہ وہ کم ہے جو ہم بھی کرے۔ وقاص احمد کے ہاتھ پہ تالی مار کر ہنس کر بولا علیدان نے تاسف سے اس کو دیکھا۔

ہائے۔ آرزو کپڑے پہنتے باہر آئی ی تو سامنے ایک اسٹائی لش لڑکی کو دیکھ کر چونک گ ئی مگر زیاد کی بات یاد آئی ی تو تلخ سے سر جھٹکا۔

یو لوک سو پریٹی۔ حفصہ اس کے جواب نہ دینے پہ برا مانے بنا بولی جو وائی ٹ فراق پہنے جس کے ساتھ چوڑیدار پاجامہ تھا وہ سادگی میں ہی بہت پیاری لگ رہی تھی رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو گ ئ ے تھے جب کی گال روز کی نسبت آج گلابی سے تھے۔ آرزو اب بھی بنا کوئی ی جواب دی ئ ے بیڈ سے اٹھا کر اوڑھنے

لگی جو لال رنگ کا تھا حفصہ کو اس کا ایسے برتاؤ سمجھ میں نہیں آیا پر وہ زیادہ کا سوچتی سب نظر انداز کر کے مسکرا کر بات کرنے لگی۔

تم ڈریسنگ ٹیبل کے پاس بیٹھو میں ہلکہ سا میک اپ کر دیتی ہوں ضرورت تو نہیں تم ویسے ہی بہت پیاری ہو مگر پھر بھی نکاح ہے تھوڑا سا تو کر لو۔ حفصہ نے مسکراہٹ سے کہا۔

مجھے میک اپ نہیں کروانا۔ آرزو نے پہلی بار جواب دیا اس کی بات کا اور بیڈ کے کنارے بیٹھ گ ئی۔

لپ اسٹک ہی لگوا لیں۔ حفصہ نے کہا۔

نہیں۔ آرزو نے یک لفظی جواب دیا کوئی ی اور موقع ہوتا تو وہ خود ہی بڑھ چڑھ کر میک اپ کروانے میں مگن ہوتی

یہ سینڈل۔ حفصہ نے ہیل والے سینڈل اس کے پاس رکھے آرزو نے بس ایک نظر اس کو دیکھا پھر نگاہیں نیچے فرش پہ ٹکا دی۔

کیا تم خوش نہیں ہو نکاح سے ہلانکہ تمہارا نکاح زیاد بھائی ی سے ہو رہا ہے تمہاری تو خوشی کی انتہا نہیں ہونی چاہیے اور تم اس طرح سے شکل بنائے بیٹھی ہو۔ حفصہ نے آخر پوچھ ہی لیا اس کی بات پہ آرزو کا دل کیا کے چیخ چیخ کر بتائے کے وہ نہیں خوش زبردستی سے ہو رہا ہے یہ اس کو نہیں چاہیے ایسی خوشی جس میں اپنوں کے سامنے نظریں ملانے کے قابل نہ رہے مگر وہ کہہ نہیں پائی ی کیوں کی زیاد خشبوں سے نہایا ہوا وہاں آگیا تھا سفید کرتا پاجامے میں زیاد کا انداز ہی نرالے تھے سفید رنگ اس کے گورے رنگ پہ جچ رہا تھا بالوں کو جیل سے سیٹ کیا تھا ہیزل گرین آنکھوں میں عجیب سی چمک لیے وہ آرزو کو دیکھ رہا تھا جو کسی پھتر کی مورت کی مانند بیٹھی ہوئی ی تھی زیاد کا دل وہ اپنی اتنی سی ہی تیاری میں دھڑکا گ ئی تھی زیاد یک ٹک اس کو دیکھتا چلتا آرہا تھا حفصہ زیاد کو کھویا ہوا دیکھا تو مسکراتی وہاں سے چلی گ ئی مگر کمرہ بند کرنا نہیں بھولی تھی زیاد چلتا ہوا اس کے پیروں کے پاس بیٹھا گھٹنے کے بل اس نے

آرزو کا پیر اپنے گھٹنے پہ رکھا اور سینڈل کی اسٹریپ کھول کر اس کے پیر میں پہنانے لگا آرزو چاہ کر بھی اپنا پیر پیچھے نہیں کر پائی زیاد نے نرمی سے اس کا پاؤں نیچے کیا اور دوسرے پیر میں سینڈل پہنانے لگا سینڈل پہنا کر اس نے اسٹریپ بند کی اور بغور اس کے پاؤں دیکھنے لگا آرزو کے گلابی پیر سفید سینڈل میں دمک رہے تھے زیاد ہلکہ سا مسکرایا اور آرزو کو دیکھا جو کسی غیر نقطے کو تک رہی تھی بال اب کی کُھلے ہوئے کجھ پیچھے کمر پہ تھے تو کجھ چہرے پہ گر رہے تھے زیاد نے ہاتھ بڑھا کر اس کے بال کانوں کے پیچھے کیے۔

مجھے لگا شاید سینڈل تمہارے لیے فٹ نہ ہو مگر دیکھو تمہارے ناپ کا ہی ہے۔زیاد نے اس کا دھیان اپنی طرف کرنا چاہا مگر آرزو جوں کی توں بیٹھی رہی زیاد نے گہری سانس بھری اس کو آرزو کا خاموش رہنا تکلیف پہنچا رہا تھا مگر وہ اب اپنے قدم واپس نہیں لے سکتا تھا اگر وہ ایسے کرتا تو وہ آرزو کو شاید ہمیشہ کے لیے کھو دیتا پر زیاد آرزو کو کھونے کا حوصلہ

نہیں رکھتا تھا اس لیے اس نے اپنے دل کی سن کر نکاح کا فیصلا کیا وہ جانتا تھا آرزو کے گھر والے اب نہیں مانیں گے اس لیے زیاد سے لاپرواہ ہو کر بس اپنا سوچنے لگا۔

بہت پیاری لگ رہی ہو کسی اور کو دیکھنے کا حق نہیں ہونا چاہیے۔اس کو دیکھتے رہنے کے بعد زیاد کا لہجہ اچانک سے بدل گیا تھا اس نے آرزو کا ڈوپٹہ جو اس نے شانوں پہ ٹکایا تھا وہ اٹھا کر اس کے سر پہ اس طرح پہنایا کے آرزو کا چہرہ بھی نظر نہیں آرہا تھا سوائے ہونٹوں کے زیاد مسکراتا ہوا باہر گیا اور مولوی کو نکاح شروع کرنے کا کہا تو وہ سب اندر کمرے کی جانب بڑھے

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا کی بات سن کر وہ خاموش بیٹھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی ساتھ زرینہ بیگم رونے کا شغل فرما رہی تھی۔

ہمیں جانچ کرنی چاہیے آخر کوئی ی لڑکا ہماری بیٹی کو کیوں لیکر گیا

ہے۔زرینہ بیگم آبدیدہ لہجے میں بولی۔

ہماری آرزو خود گ ئی ہے زبردستی نہیں لیکر گیا اس کو ضرورت کیا تھی

گھر سے باہر نکلنے کی کیا وہ بھول گ ئی تھی کل اس کا نکاح ہے۔روشنا

سرد لہجے میں بولی۔

آج کا دن بہت بڑا اور خطرناک سا ہے۔ایاز صاحب کھوئے ہوئے لہجے

میں بولے زرینہ بیگم کے رونے میں روانگی آگ ئی تھی۔

مجھے یقین ہے کچھ غلط نہیں ہو گا آرو تھوڑی دیر تک آجائے گی اس کی تو

عادت ہے مزاق کرنے کی پریشان کرنا تو وہ اپنا اولین فرض سمجھتی

ہے۔زرینہ بیگم خود کو جیسے تسلی دینے لگی۔

اگر کچھ غلط ہوا تو ہماری عزت نیلام ہو جائے گی آدھے محلے سے زیادہ

لوگ جانتے ہیں کل نکاح ہے آرزو کی حرکت پہ روشنا کی زندگی پہ بھی

اثر انداز ہو سکتا ہے۔ ایاز صاحب سنجیدگی سے بولے روشنا ان دونوں کی طرف دیکھتے اٹھ کر چلی گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

"کیا آپ آرزو ایاز ولد ایاز مرید" زیاد اسرار ولد اسرار معید صدیقی کو بیس لاکھ روپے حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہے۔

مولوی صاحب نے بیڈ پہ بیٹھی آرزو سے پوچھا پاس ہی صوفے پہ زیاد شان سے بیٹھا اس کے جواب کا منتظر تھا جب کی علیدان احمد اور وقاص ہاتھ باندھے ایک سائیڈ پہ کھڑے تھے وقاص کا منہ بنا ہوا تھا کیوں کی اس کو زیاد کی دولہن دیکھنی تھی جس کا چہرہ زیاد نے چھپایا ہوا تھا ڈوپٹے کی آر میں

میں نہیں چاہتی تم اس کی وجہ سے کسی مشکل میں آؤ۔ دور کہی اس کے کانوں میں روشنا کی آواز گونجی تھی اس کی آنکھیں دوبارہ سے بھیگنے لگی تھی جو ڈوپٹہ چہرے کے نیچے تک ہونے کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں

آئی اس نے مولوی صاحب کو جواب نہیں دیا زیاد کا سانس سینے میں اٹک سا گیا تھا آرزو کو خاموش دیکھ کر اس نے حفصہ کی طرف دیکھا جو خود پریشان بیٹھی تھی زیاد کے دیکھنے پہ اس نے آرزو کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر ہوش دلانا چاہا آرزو نے آنکھیں زور سے بند کر کے آنسوؤ کو جیسے اندر دخیلا۔

ق قبول ہ ہے۔

آرزو نے اٹکتے ہوئے کہا زیاد کا اٹکا سانس بحال ہوا۔

کیا آپ آرزو ایاز ولد ایاز مرید" زیاد اسرار معید ولد اسرار معید صدیقی کو بیس لاکھ روپے حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں۔۔۔۔۔۔۔۔

مولوی صاحب نے دوبارہ پوچھا۔

مجھ سے دوستی بھاری بھی پڑ سکتی ہے۔زیاد کی کہی بات یاد آنے پہ اس نے نفرت سے سر جھٹکا۔

قبول ہے۔

اس بار سپاٹ انداز میں کہا زیاد کے لیے اس کا قبول کہنا ہی بڑی بات تھی۔

کیا آپ آرزو ایاز ولد ایاز مرید ”زیاد اسرار معید ولد اسرار معید صدیقی کو بیس لاکھ روپے حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں.......

مولوی صاحب کے تیسری دفع پوچھنے پہ اس کا دل کیا کہے نہیں ہے وہ اس کو قبول اس نے اپنے نکاح کا ایسا تو نہیں سوچا تھا جیسے ہو رہا تھا وہ سب اجنبی لوگوں کو اپنے پاس دیکھ کر حد سے زیادہ مایوس ہو گئی تھی اس نے ایسا تو خواب میں بھی نہیں سوچا تھا کے اس کا نکاح ہو گا تو ماں باپ اور بہن میں سے کوئی بھی نہیں ہو گا زندگی جانے کو نسا رخ اختیار کر گئی تھی اور آگے جانے کیا کچھ اس کو دیکھنا تھا آرزو نے تیسری بار

بھی قبول ہے کہا اور نکاح نامہ پہ دستخط کر کے اپنے آپ کو زیاد کے نام کر لیا تھا اس کو تو اب بس یہی لگ رہا تھا۔

قبول ہے۔

زیاد کا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھا تھا آخر کار اس نے اپنی منزل پا ہی لی تھی جس کو اس نے چاہا وہ اس کو مل گ ئی تھی مبارک کا شور اٹھا وہ تینوں زیاد سے گلے مل کر اس کو مبارک باد دینے لگے آرزو کو لگ رہا تھا جیسے وہ اس کی بے بسی اور کمزوری کا جشن منا رہا ہو

مولوی صاحب اب کی زیاد سے رضامندی پوچھنے لگے جو پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔

کیا آپ زیاد اسرار معید ولد اسرار معید صدیقی ”آرزو ایاز ولد ایاز مرید اپنے نکاح میں قبول ہے۔

قبول ہے۔

زیاد بنا دیر کیے بولا اس کی جلد بازی پہ سب نے مسکراہٹ دبائی ی مولوی صاحب نے دوبارہ پھر تیسری دفع پوچھا اس کے بعد دعا مانگنے کا سلسلا چلا وقاص نے سب کو چھُوارے بانٹے زیاد کی مسکراہٹ جانے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی مولوی صاحب اس کو مبارک اور دعا دے کر چلے گ ئی ے زیاد اپنے آپ کو ہواؤں میں اُڑتا محسوس کر رہا تھا اس کے پاؤ زمین پہ نہیں ٹک رہے تھے جب کی آرزو کے پیروں کے نیچے اس نے زمین کھینچ لی تھی جس سے وہ لاپرواہ اپنی خوشی میں مگن تھا۔

زیاد اب تو بھابھی کا چہرہ دیکھنے دے۔سب کے جانے کے بعد وقاص نے منت کی۔

دیکھ لینا ابھی اس کو گھر تک چھوڑ آنا ہے کھانا کھاۓ وہ تو ہم جائیں گے تم ولیمہ کے دن دیکھ لینا۔زیاد نے مسکراہٹ سے کہا وقاص کو صبر کرنا مشکل لگا وہ اب لائی ونج میں آئے تھے حفصہ آرزو کے ساتھ کمرے میں تھی۔

کھانا آرڈر کیا ہے میں کرو۔ احمد نے ٹی وی کا ریموٹ اٹھا کر پوچھا

کر لیا ہے۔ زیاد نے کہا۔

زیاد یہ لڑکی وہی تھی نہ جو۔ علیدان اتنا کہہ کر چپ ہو گیا۔

ہاں وہی ہے۔ زیاد اس کی بات کا مطلب سمجھتا بولا۔

تم ایسے کیسے کر سکتے ہو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں لڑکی راضی نہیں تھی۔ علیدان بے یقین سا بولا۔

علیدان کلوز دس ٹاپک۔ زیاد نے تنبیہ کی۔

کیوں۔ علیدان نے پوچھا۔

دیکھو علیدان اگر وہ خوش نہیں تو بعد میں ہو جائے گی تم اس کی فکر نہیں کرو۔ زیاد سرد لہجے میں بولا جب کی احمد اور وقاص شاک کی حالت میں ان کو لڑتا دیکھ رہے تھے علیدان کچھ کہتا کے ڈور بیل بجنے کی آواز آئی ی زیاد اٹھتا باہر چلا گیا۔

علیدان تم اب بہت روڈلی بات کرنے لگے ہو زیاد سے۔زیاد کے جاتے ہی احمد نے اس کو احساس کروایا۔

اس کی حرکتیں بھی تو دیکھو کیا گزر رہی ہو گی اس کے گھر والوں پہ اور لڑکی پہ۔علیدان زچ ہو کر بولا۔

زیاد بچہ تو نہیں اس نے یہ قدم سوچ سمجھ کر ہی اٹھایا ہو گا اس لیے تم فکر نہیں کرو۔وقاص نے کہا۔

وقاص کچن سے پلیٹس لے آؤ۔زیاد ہاتھ میں کھانے کے شاپرز لا کر بولا وقاص اس کی بات پہ سر ہلاتا ہوا اٹھا۔

پیزا منگوایا ہے نہ؟احمد ٹیبل پہ کھانے سجانے میں اس کی مدد کرتا ہوا پوچھنے لگا۔

برگر بھی ہے۔زیاد نے ہنس کر بتایا۔

بھابھی کو کھانا کمرے میں کھانے کا کہوں گے کیا؟وقاص نے زیاد کو پلیٹ میں بریانی لیکر اندر جاتا دیکھا تو شرارت سے پوچھنے لگا۔

ہاں شاید یہاں اس کو ٹھیک نہ لگے۔زیاد آنکھ ونک کرتا ہوا بولا تو وہ دونوں ہنس دی ئی ے جب کی علید ان لا تعلق سا بیٹھا تھا۔

حفصہ باہر کھانا لگ گیا تم جا کر کھاؤ۔زیاد کمرے میں آتا حفصہ سے بولا۔

جی بھائی ی۔حفصہ سر ہلاتی ہوئی ی نکل گ ئی۔زیاد آرزو کی طرف آیا جو گم سم جانے کہاں کی سیر پہ نکلی ہوئی ی تھی۔

آرزو کھانا کھاؤ پھر تمہارے گھر چلنا ہے۔زیاد بیڈ پہ اس ساتھ بیٹھتا نرم لہجے میں بولا۔

مجھے گھر جانا ہے۔آرزو تیز کی تیزی سے اٹھ بیٹھی۔

ہاں میری جان پر پہلے کچھ کھاؤ تو سہی۔زیاد کو احساس نہیں ہوا وہ کیا آرزو سے کہہ گیا جب کی آرزو نے زیاد کے طرزِ خطاب پہ گھور کر دیکھا تھا۔

مجھے کچھ نہیں کھانا گھر جانا ہے بس آپ میری بات سن کیوں نہیں رہے۔آرزو چیختی ہوئی ی بولی۔

رزق کو انکار نہیں کرتے۔زیاد نے بریانی کا چمچ آرزو کے منہ کے پاس کیا آرزو نے غصے سے چمچہ نیچے گرایا زیاد نے آنکھیں بند کر کے کھلی وہ صبح دس بجے کے قریب آرزو کو یہاں لایا تھا اور اب شام کے سات بج رہے تھے آرزو کی بھوک کا خیال بھی تھا مگر اس نے آرزو کے سامنے سلینڈر کر لیا۔

چادر پہنو چلتے ہیں۔زیاد سنجیدگی سے کہا تو آرزو نے جلدی سے بیڈ پر سے چادر اٹھا کر پہنی زیاد اپنے پیچھے آنے کا کہتا باہر نکلا لائی ونج سے گزرتے وقت سب نے ان دونوں کو حیرت سے دیکھا۔

زیاد تو گیا کام سے۔وقاص پانی کا گلاس اٹھا کر تبصرہ کرنے لگا۔

لڑکی کافی تیز معلوم ہوتی ہے۔احمد نے تکہ لگایا۔

معصوم اور بچی ہے تیز لڑکی نہیں۔حفصہ نے برگر کی بائی یٹ لیکر اس کی بات کی تردید کی وقاص نے جان نثار ہوتی نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

اماں کچھ کھالوں دوپہر کو بھی نہیں کھایا تھا کچھ بابا سے بھی کہے کھانے کے لیے۔روشنا زرینہ بیگم کے پاس آکر بیٹھ کر بولی۔

رات ہونے والی ہے آرو کا کوئی ی اتا پتا ہی نہیں جانے اس نے کچھ کھایا ہو گا بھی کے نہیں صبح ناشتہ بھی نہیں کیا تھا۔زرینہ بیگم نم لہجے میں بولی۔

جس کے ساتھ گ ئی ہے اس نے کھلایا ہو گا آپ پریشان نہیں ہو۔روشنا پتھریلے لہجے میں بولی۔

ماں ہوں پریشانی تو ہو گی نہ آرو تو ہے بھی بہت کچی کھانے کے معاملے میں پانچ منٹ دیر ہو تو کیسے پورے گھر میں چیختی رہتی تھی۔زرینہ بیگم کو آرزو کے کچھ گھنٹوں کی دوری نے ہی نڈھال کر دیا تھا۔

اماں آپ پریشان ہونے کے بجائے حوصلہ کرے اور بابا کو بھی ہمت دے کے انشااللہ سب ٹھیک ہو گا۔روشنا نے سمجھانا چاہا۔

انشااللہ۔زرینہ بیگم نے کہا تبھی باہر زور شور سے دروازہ پیٹنے کی آواز آئی روشنا نے پریشانی سے زرینہ بیگم کو دیکھا جو خود پریشان تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ایک نظر آرزو پہ بھی ڈال دیتا جو ونڈو سے باہر دیکھ رہی تھی شیشہ کھلا ہوا ہونے کی وجہ سے ہوا اندر داخل ہو رہی تھی جس سے آرزو کی چادر سر سے سرک گئی تھی اور بال بال اُڑتے ہوئے اس کے چہرے پہ پڑ رہے تھے زیاد کو یہ منظر حد سے زیادہ پیارا لگا پر اس کو آرزو کی خاموشی چبھ رہی تھی پر اس نے فلوقت آرزو کو چھیڑا نہیں وہ جانتا تھا ابھی وہ اس سے بات کرنے کی روادار نہیں ہے آرزو کے گھر کے پاس اس نے گاڑی روکی جہاں تک اندر داخل ہو سکتی تھی گاڑی رکنے پہ آرزو ہوش میں آئی اور پہچاننے کی کوشش کرنے لگی کے وہ کہاں ہے مگر اندھیرا ہونے کی وجہ سے کچھ دیکھائی ی نہیں دے رہا تھا وہ جلدی سے گاڑی سے نکلی وہ اپنے محلے میں ہے یہ

جان کر وہ بنا زیاد پہ دھیان دیے وہ پاگلوں کی طرح بھاگ کر اپنے گھر کے راستے گ ئی زیاد جو ابھی اپنا سیٹ بلیٹ کھول رہا تھا آرزو کو ایسے بھاگتا دیکھ کر فکر مند سے وہ بھی اس کے پیچھے گیا۔

آرزور کو

آرزو گر جاؤ گی۔

آرزو

زیاد اس کے پیچھے بھاگتا آوازیں دے رہا تھا مگر آرزو کچھ سننے کے موڈ میں کہا تھی اس کو تو بس اپنے گھر جانا تھا زیاد سے بہت دور وہ یہ سب ایک خواب سمجھ کر بھولنا چاہتی تھی مگر حقیقت کو کون خواب کہہ سکتا ہے آرزو بھاگتے ہوئے پورا سانس پھول گیا تھا مگر اس نے اسٹاپ اپنے گھر کے دروازے پہ ہی لگایا تھا اور زور سے ہاتھ دروازے پہ مارنے لگی رات کا وقت تھا ہر کوئی ی اپنے گھروں میں تھا ایسے میں جہاں پہلے سناٹوں کا راج تھا اب آرزو کے دروازہ بجانے پہ اس کی آواز گونج رہی

تھی زیاد بھی آرزو کے پاس آکر اس کا پاگل پن دیکھ رہا تھا چادر گر کر کندھوں تک آ پہنچی تھی مگر یہاں پرواہ کیسے تھی۔ دروازہ کھلنے پہ آرزو فورن سے گھر کے اندر داخل ہوئی ی۔

بابا۔ دروازہ ایاز صاحب نے کھولا تھا آرزو سیدھا ان کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی زرینہ بیگم بھی آرزو کی آواز سن کر باہر آگ ئی تھی جب کی روشنا کی نظر سب سے پہلے زیاد پہ پڑی تھی زیاد کی ڈریسنگ اور آرزو کو دیکھ کر روشنا کو کجھ برے ہونے کا احساس ہوا اس کو یاد تھا آرزو کو صبح کونسا نائی ٹ سوٹ زیب تن تھا۔

کہاں تھی تم۔ روشنا غصے سے آرزو کو ایاز صاحب سے دور کرتی پوچھنے لگی جب آرزو اپنی بہن کا ایسا روپ دیکھ کر چکراتی رہ گ ئی۔

آپی۔ آرزو بے یقین سی ہوئی ی۔

جو پوچھا ہے اس کا جواب دو اور اِس کے ساتھ کیوں آئی ی ہو؟ روشنا نفرت سے زیاد کو دیکھ کر بولی جو اس کے دیکھنے پہ آنکھیں گھما گیا تھا۔

وہ۔ آرزو کو سمجھ نہیں آیا تھا کیا کہے۔

روشنا آرو کو سانس تو لینے دو حالت دیکھو اس کی۔ زرینہ بیگم روشنا کو ڈپٹ کر بولی اور آرزو کی طرف اشارہ کیا جو بکھرے بالوں میں بہت اداس پری لگ رہی تھی۔

صبح سے کہاں تھی تم آرزو؟ ایاز صاحب نے سنجیدگی سے سوال کیا آرزو کا سانس گلے میں اٹک گیا۔

بابا

صرف سچ اور کوئی ی بات نہیں۔ آرزو کچھ کہنے والی تھی جب ایاز صاحب نے ہاتھ کے اشارے سے ٹوکا۔

انکل ہم نے نکاح کیا ہے۔ زیاد آرزو کی حالت سمجھتا خود ہی میدان میں کود پڑا آگے آکر آرزو کے گرد اپنا حصار قائم کیے وہ بے لچک انداز میں بولا جب کی وہ تینوں شاک میں آرزو کو دیکھنے لگے جو زمین پہ نظر گاڑھے جانے کیا تلاش کر رہی تھی۔

کیا یہ سچ ہے؟ زرینہ بیگم اس کا بازوں پکڑتی کڑے تیوروں سے پوچھنے لگی جواب میں آرزو بس رونے لگی زیاد کو مشکل لگ رہا تھا آرزو کو روتا ہوا دیکھنا جو صبح سے ہی ندیاں بہانے کے درپہ تھی۔

اماں آپ ہٹے میں پوچھتی ہوں۔ روشنا زرینہ بیگم سے بولی جب کی ایاز صاحب بت بنے کھڑے تھے۔

آرزو تم سچ بتاؤ اور کہو کے زیاد خانزادہ جھوٹ بول رہا ہے۔ روشنا آرام سے آرزو سے بولی ورنہ نظروں کے سامنے بار بار زیاد کا آرزو کو اپنے حصار میں لینے والا سین گھوم رہا تھا۔

وہ چ سچ کہ کہہ رہے ہیں۔ آرزو نے اٹکتے اٹکتے اپنی بات مکمل کی زیاد کے ہونٹوں پہ خوبصورت مسکراہٹ نے بسیرا کیا زرینہ بیگم کے قدم لڑکھڑا گئے تھے روشنا اسکی بات سن کر طیش میں آتی تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھا آرزو نے ڈر کر اپنی آنکھیں بند کرلی مگر کچھ پل گزر جانے کے بعد جب چہرے پہ تھپڑ نہیں پڑا تو اس نے ایک آنکھ کھلی مگر

جو نظر آیا اس نے اس کو دونوں آنکھوں کو کھولنے پہ مجبور کیا۔روشنا جو آرزو پہ ہاتھ اٹھانے والی تھی اس کا ہاتھ ہوا میں ہی معلق رہ گیا کیوں کی زیاد فورن سے آرزو کے آگے کھڑے ہو کر روشنا کی کلائی ی زور سے اپنی مضبوط گرفت میں لی تھی جب کی آنکھیں شعلا اُگل رہی تھی۔

آرزو منکوحہ ہے میری اس پہ ہاتھ اٹھانے کی اجازت میں خود کو نہ دوں تو تم کون ہوتی ہو ایسا سوچنے والی۔زیاد شیر کی مانند غرایا جب کی روشنا اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنے کی جدوجہد میں تھی زیاد نے جھٹکے سے اس کا ہاتھ چھوڑا تھا۔

یہ ہم بہنوں کا معاملہ ہے بہتر ہو گا تم اس سے دور رہو۔روشنا اپنی کلائی ی سہلاتی نفرت سے گویا ہوا۔

بہن وہ تمہاری تھی اب آرزو میری منکوحہ ہے اس لیے تمہارے لیے بہتر ہو گا کے اپنی حد میں رہو۔زیاد اس سے زیادہ نفرت سے گویا ہوا

جب کی آرزو ان دونوں کو چھوڑتی ایاز صاحب کے پاس گ ئی جو چپ

سادم کھڑے تھے۔

بابا میں منع کر رہی تھی میں یہ نکاح نہیں کرنے والی تھی مگر

جھوٹی گواہی دینا بند کرو آرزو اب کوئی ی فاعدہ نہیں۔ آرزو جو ایاز

صاحب کا ہاتھ پکڑے ان کو اپنی بات کا یقین دلا رہی تھی زرینہ بیگم کی

بات پہ اپنا سر زور سے نفی میں ہلانے لگی۔

دانی بھائی ی آپ کجھ اپسیٹ نظر آرہے ہیں۔ حفصہ نے سنجید گی سے

ڈرائی یو کرتے علیدان کو مخاطب کیا۔

ہاں بس تھوڑا سر میں درد ہے۔ علیدان نے ہلکی مسکراہٹ سے کہا۔

اچھا گھر جاکر میں آپ کو سر درد کی گولی دے دوں گی۔ حفصہ نے اس کی

بات پہ کہا۔

ایک بات بتانا۔ علیدان کجھ سوچ کر بولا۔

جی کہیے۔ حفصہ متوجہ ہوئی ی۔

آرزو مطلب جس سے زیاد کا نکاح ہوا اس لڑکی سے تمہاری کوئی ی بات ہوئی ی تھی؟ علیدان نے پوچھا۔

میں نے بات کرنے کی کوشش تو بہت کی مگر اس نے کسی بات کا جواب دینا گوارا ہی نہیں تھا۔ حفصہ ہنس کے بولی۔

مطلب؟ علیدان کو سمجھ نہیں آیا۔

مطلب یہ کے وہ شاید نکاح سے خوش نہیں تھی زیاد بھائی ی نے جانے کیسے اس کو کنوینس کیا۔ حفصہ کو جو سمجھ آیا وہ بتایا۔

مجھے بھی یہی لگا قاری صاحب جب نکاح کا پوچھ رہے تھے کتنی دیر تک تو جواب نہیں دیا اور جب اس کی آواز ابھری تو بہت بھیگی ہوئی ی تھی میں اس بات پہ زیاد سے بہت خفا ہوا۔ علیدان سنجید گی سے بولا۔

آپ ان سے خفا نہ ہو آپ نے دیکھا نہیں تھا کتنے خوش تھے وہ مجھے یاد نہیں آتا میں نے کبھی ان کو مسکراتا بھی دیکھا ہو کبھی مگر آج تو ماشااللہ

سے ان کے انداز ہی انوکھے تھے۔ حفصہ زیاد کا خوشی سے چمکتا چہرہ یاد کرتی ہوئی ی بولی۔

ہاں اللہ اس کی خوشی ہمیشہ سلامت رکھے پر اس کا انداز ٹھیک نہیں تھا اس کو صرف اپنا نہیں بلکہ اس لڑکی کا بھی سوچنا چاہیے تھا۔علیدان نے کہا۔

اب اتنی پیاری اور کم عمر لڑکی کو دیکھ کر زیاد بھائی ی کا دماغ سوچنے سمجھنے کی حالت میں کہاں ہوگا مفلوج ہو گیا ہو گا۔ حفصہ نے علیدان کی بات پہ مزاق کا رخ دیا۔

ہمم وہ زیاد ہی کیا جو کسی چیز کو اپنے اُپر اتنا حاوی کرے یہ بس ضد تھی اس کی جو اس نے پوری کرلی۔ علیدان کو قطعیً یقین نہیں کر رہا تھا کے زیاد نے نکاح محبت میں آکر کیا ہے۔

جو بھی لڑکی تھی بہت خوبصورت اُپر سے اس کے بھرے ہوئے گال میرا تو دل کر رہا تھا زور کھینچوں ان کو پر رہنے دیا۔ حفصہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی تو علیدان نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

اب بس کرو گھر آگیا ہے۔ علیدان نے کہا اور گاڑی کا ہارن بجایا تو چوکیدار نے فورن سے گیٹ کھولا تو علیدان نے اپنی گاڑی گھر کے اندر داخل کی۔

🖤🖤🖤🖤🖤🖤🖤🖤

اماں آپ تو میرا اعتبار کرے۔ آرزو تڑپ کر ان کے پاس آکر بولی جب کی یہ سب زیاد کی برداشت سے باہر تھا۔

اعتبار آرزو تمہیں اگر نادر سے شادی نہیں تھی کرنی تو انکار کر دیتی پہلے سے ہی یوں ہمیں رسوا اور اپنی بہن کا گھر تو داؤ پہ نہ لگاتی۔ زرینہ بیگم سرد مہری سے بولی جب کی آرزو کو سمجھ نہیں آرہا تھا کیسے اپنی بے گناہی کا یقین دلائے اس کو تو بس زیاد پہ کیا یقین لے ڈوبا تھا کاش وہ آنکھیں

چھپک کر کھولے اور سب منظر بدل جائے اس کی زندگی سے وہ پل مٹ جائے جس پہ وہ زیاد کی بات سن کر باہر چلی گئی تھی مگر اس کو کون بتاتا کے گزرا ہوا وقت کبھی لوٹ کر نہیں آتا۔

بابا آپ کو تو اپنی آرزو پہ یقین ہے نہ؟ آرزو آنکھوں میں امید کی کرن لیے ایاز صاحب سے پوچھنے لگی جو پشت پہ ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

کاش میں کہہ پاتا کے آرزو مجھے تم پہ یقین ہے میری بیٹی مگر تم نے جو قدم اٹھایا ہے نہ اس پہ میں کبھی اپنی باقی کی زندگی میں سر اٹھا کر چل نہیں پاؤں گا بیٹیاں تو باپ کا فخر ہوتی ہیں پر آرزو تم نے جو کیا ہے نہ وہ نظر انداز کرنے کے قابل بلکل بھی نہیں ہے۔ ایاز صاحب یاسیت سے بولے آرزو کا چہرہ پورہ بہتے اشکوں سے بھیگ گیا تھا۔

آخر آپ سب میری بات سنے بغیر ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں۔ آرزو شاک میں اپنے گھر والوں کو دیکھ رہی تھی جو اس پہ یقین کرنے کے روادار نہیں تھے۔

بات سننے سے کیا ہو گا مرضی تو تم نے کرلی نہ اپنی۔ روشنا تیکھے لہجے میں بولی۔

آپی آپ تو مجھ پہ یقین کرتی تھی نہ ہر بار میرا ساتھ دیتی تھی تو آج ایسا کیوں۔ آرزو دکھ سے سوال کرنے لگی۔

ہر بار میں اور آج میں بہت فرق ہے آرزو۔ روشنا اجنبی لہجے میں بولی تو آرزو کے دماغ میں ایک خیال آیا وہ لپک کر زیاد کے روبرو ہوئی ی۔

زیاد آپ ان کو بتائے نہ میری مرضی شامل نہیں تھی آپ نے مجھے دھمکی دے کر نکاح نامہ پہ سائن کروایا تھا۔ آرزو زیاد کے کرتے کا گریبان پکڑتی ہوئی ی بولی۔ زیاد نے اپنے ہاتھ آرزو کے ہاتھوں میں رکھ کر گریبان سے ہٹائے اور اپنی گرفت میں لیکر سب پہ ایک نظر ڈالی۔

تمہیں ایسے لوگوں کے لیے رونے کی ضرورت نہیں جن کو تم پہ اعتبار نہیں۔ زیاد اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتا محبت سے چور لہجے میں بولا۔

زیاد اماں بابا کو بتائیے نہ میں بے قصور ہوں۔ آرزو منت بھرے لہجے میں بولی مگر زیاد سن کب رہا تھا۔

یہ میری امانت ہے اب آپ لوگوں کے پاس جلد ہی میں لیکر جاؤں گا۔ زیاد آرزو کا ہاتھ پکڑ کر ایاز صاحب کے پاس آکر بولا ایاز صاحب نے تو کیا کسی نے کچھ نہیں کہا جب کی آرزو آس سے زیاد کو دیکھ رہی تھی کے شاید اس کے حق میں گواہی دے۔

میں چلتا ہوں اپنا بہت سارا خیال رکھنا رونا بلکل بھی مت دو تین دنوں میں رخصتی اور ولیمہ رکھے گے اس کے بعد تم میرے ساتھ ہمارے گھر میں رہو گی۔ زیاد سب کی موجودگی فراموش کرتا آرزو کے گال پہ ہاتھ رکھتا بولا اور واپسی کے لیے پلٹا جب ایاز صاحب کی آواز پہ اس کے قدم ٹھیرے تھے۔

جی فرمائیے۔ زیاد واپس مڑ کر بولا۔

اپنی امانت واپس لے جاؤ اِس گھر میں نہ اس کی کوئی ی ضرورت ہے اور نہ جگہ۔ ایاز صاحب کے الفاظ پہ آرزو بے یقین سے ان کو دیکھنے لگی اس کو یقین نہ آیا یہ وہی باپ ہیں جو اس پہ اپنی جان نچھاوڑ کرتے تھے جو ہمیشہ اس کو ترجیح دیتے تھے جو اس کی ہر جائی زناجائی زبات مانتے تھے اس کی ضرورتوں اور فضول سی فرمائش بھی پوری کرتیں تھے مگر آج جب زندگی کے اہم موڑ پہ اس کو سب کی ضرورت تھی تو وہ انجان بن گ ئی ے تھے زرینہ بیگم نے اپنے منہ پہ ہاتھ رکھا تھا روشنا سپاٹ تاثرات لیے کھڑی تھی جب کی زیاد کو کوئی ی فرق نہیں پڑا۔

بابا۔ آرزو حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی جو اس کو نہیں دیکھ رہے تھے۔

جیسا آپ چاہے مجھے بھی آرزو کو ٹینشن والے ماحول میں رکھنا ٹھیک نہیں لگتا۔ زیاد طنزیہ نظروں سے روشنا کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔

مجھے کہی نہیں جانا مجھے یہی رہنا ہے یہ میرا گھر ہے۔ آرزو ہزیاتی انداز میں چیخنے لگی۔

آرزو چلو یہاں سے۔ زیاد اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے بولا۔

آپ نے سنا نہیں مجھے نہیں جانا کہی بھی۔ آرزو اپنا ہاتھ چھڑواتی ہوئی ی بولی۔

رات کے وقت تماشا نہیں کرو تم جاؤ تو ہم دروازہ بند کرے۔ ایاز صاحب سپاٹ انداز میں بولے آرزو حواس باختگی سے ان کو دیکھنے لگی زیاد سب پہ تیکھی نظریں ڈالتا آرزو کا ہاتھ دوبارہ تھامتا اپنے ساتھ لے جانے لگا آرزو نے اب کوئی ی مزاحمت نہیں کی۔

دکھ تب نہیں ہوتا جب لوگ نہیں سمجھتے

تکلیف تب ہوتی ہے جب اپنے نہیں سمجھتے۔

آرزو زیاد کے ساتھ گھر سے نکل کر چند قدم ہی چلی ہو گی جب اس کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا دیکھتے ہی دیکھتے وہ زیاد کی بانہوں میں جھول گ ئی

زیاد کا رنگ فق ہوا آرزو کو ہوش و حواس سے بیگانا دیکھ کر۔

آرزو کیا ہوا آنکھیں کھولوں۔زیاد پریشانی سے آرزو کا گال تھبتپانے لگا جب کی آرزو جو صبح سے بھوکی تھی اور آج کا دن جو اس پہ بھاری گزرا تھا وہ سب براشت نہ کرتے اپنے حواس کھو چکی تھی۔

آرزو۔زیاد بے بس ہوا جلدی سے آرزو کو اپنے بازوں میں اٹھاتا وہ تیز قدموں سے گاڑی کی طرف آیا پچھلی سیٹ پہ آرزو کو آرام سے لیٹا کر وہ خود ڈرائی یونگ سیٹ پہ آیا اور ہسپتال کی جانب گاڑی بڑھا دی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آج کے بعد اس گھر میں کوئ ی آرزو کا نام بھی نہیں لے گا۔ایاز صاحب دوٹوک انداز میں کہتے اپنے کمرے کی طرف چلے گ ئے۔

یہ آرزو نے ہمیں کس آزمائش میں ڈال دیا۔ زرینہ بیگم سینہ پیٹتے ہوئی ی بولی۔

اماں کیا ہو گیا ہے نہ کرے ایسا۔ روشنا ان کا ہاتھ تھامتی ہوئی ی بولی۔

تم بتاؤ روشنا ہماری آرزو اتنی بڑی کب ہو گ ئی جو اتنا بڑا فیصلا کر لیا۔ زرینہ بیگم روشنا سے سوال کرنے لگی۔

مجھے نہیں پتا اماں آپ بس فلحال اس کا نام نہ لیں۔ روشنا بیزار گی سے بولی تو زرینہ بیگم اپنی آنکھیں صاف کرنے لگی۔

وہ تو چلی گ ئی اب ہم کیا منہ دیکھائے گے لوگوں کو۔ زرینہ بیگم کو ن ئی فکر ستانے لگی۔

اماں آپ آنٹی کو کال کر کے بتا دے کے کل وہ نہ آئے مجھے جتنا ہو گا میں اُتنا سنبھال لوں گی۔ روشنا تسلی آمیز لہجے میں بولی۔

تم کیا سنبھالوں گی روشنا زلت تو ہماری قسمت میں لکھ دی گ ئی ہے سوال تو اٹھیں گے نہ کب تک اور کتنے لوگوں سے چھپ سکتی ہے یہ بات۔زرینہ بیگم افسردہ لہجے میں بولی۔

اماں عزت اور زلت اللہ کے ہاتھوں میں ہیں وہ نہ چاہے تو ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا آپ لوگوں کی فکر نہ کریں مجھ سے جتنا ہو گا میں منع کر دوں یا معذرت کر کے کہہ دوں گی کے وہ نہ آئے نکاح کینسل ہو گیا ہے۔روشنا آرام سے بولی۔

یہ جتنا آسان کہنے اور سننے میں ہے نہ اصل میں اتنا آسان نہیں ہے تمہارا نکاح تو ہو گا انشااللہ۔زرینہ بیگم خود کو تسلی دیتی ہوئی ی بولی جب کی ان کی بات پہ روشناز خمی سا مسکرائی ی مگر کجھ کہا نہیں۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد ہسپتال پہنچا تو آرزو کو دوبارہ اپنے بازوں میں اٹھائے وہ ہسپتال کے اندر داخل ہو کر چیخ کر ڈاکٹر کو آوزیں دینے لگا آرزو کو اسٹریچر پہ لیٹا یا گیا

اور ایک روم میں اس کو لے جانے لگا زیاد اُڑی رنگت کے ساتھ آرزو کو دیکھ رہا تھا جس کا چمکتا چہرہ مرجھا گیا تھا

آپ یہی ویٹ کریں۔ زیاد وارڈ کے اندر جا رہا تھا جب ڈاکٹر طاہرہ نے اس کو روک کر کہا زیاد پریشانی سے کوریڈور میں چکر کاٹنے لگا اس کا دل زور سے دھڑک رہا تھا آرزو کی حالت اس کو پریشان کر گئی تھی زیاد نے اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے اور پاس پڑی بینچ پہ سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گیا وہ جانتا تھا اس نے جو کچھ کیا ہے وہ بہت غلط تھا مگر وہ سب ٹھیک کر لیں گا مگر اس سے پہلے اس کو آرزو کا پیار بھروسہ چاہیے تھا زیاد کی آنکھیں مزید سرخ ہو گئی تھی تبھی ڈاکٹر روم سے باہر آئی تو زیاد جلدی سے ان کے پاس آیا۔

میری آرزو کسی ہے کیا ہوا تھا اُسے ؟ زیاد ضبط کی انتہا پہ پہنچ کر ڈاکٹر سے پوچھنے لگا ڈاکٹر طاہرہ زیاد کی بے چینی دیکھ کر مسکرائی۔

کھانا نہ کھانے کی وجہ سے کمزوری ہو گئی تھی اور ساتھ میں انہوں نے کسی بات کا صدمہ لیا ہے جس کے باعث وہ بے ہوش ہو کر گر گئی ہیں فکر کی کوئی بات نہیں آپ آج رات ان کو ہسپتال میں رہنے دے کل تک وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ڈاکٹر طاہرہ پروفیشنل انداز میں بولی تو زیاد نے شکر کا سانس لیا۔

میں مل سکتا ہوں؟زیاد بیقراری سے پوچھنے لگا۔

ابھی ہم ان کو پرائیویٹ روم میں شفٹ کریں گے اس کے بعد آپ مل سکتے ہیں۔ڈاکٹر طاہرہ کی بات پہ وہ سر اثبات میں ہلانے لگا۔کچھ دیر بعد آرزو کو دوسرے روم میں شفٹ کیا گیا تو زیاد اندر داخل ہوا جہاں آرزو سکون سے لیٹی ہوئی تھی ایک ہاتھ میں ڈرپ لگائی گئی تھی زیاد تھکن زدہ سانس خارج کی اور اس کے بیڈ کی ٹہنی پہ ٹک گیا اور اس کو دیکھنے لگا جو ہنوز آنکھیں بند کیے لیٹی تھی چہرے پہ زردی چھائی ی

ہوئی تھی ہونٹ خشک آپس میں پیوست تھے تکلیف کی ایک لہر زیاد کو اپنے وجود میں ڈورتی محسوس ہوئی۔

یہ ہوش میں کیوں نہیں آرہی؟ زیاد کافی وقت تک آرزو کو آنکھیں بند کیے لیٹا دیکھا تو نرس سے پوچھا جو دوائیاں سیٹ کر رہی تھی۔

نیند کا انجیکشن لگایا ہے اس لیے ابھی پر سکون ہیں تین چار گھنٹے تک ہوش آجائے گا فکر نہ کرے۔ نرس نے زیاد کی طرف دیکھ کر تسلی آمیز لہجے میں بولی تو زیاد نے دوبارہ نظریں آرزو کے چہرے پہ ٹکادی کچھ دیر اور گزر جانے کے بعد زیاد اٹھا اور آرزو کے پاس جھک کر اپنی محبت کی پہلی مہرِ ثبت اس کے ماتھے پہ چھوڑی۔

آئی م سوری حیات بٹ آئی پرومس یو میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ زیاد آرزو سے کہتے سیدھا ہوا اور اس کا دوسرا ہاتھ جو سیدھا بیڈ پہ پڑا تھا وہ اپنے ہاتھ میں لیا اس کا فون بجنے لگا تو جلدی سے فون جیب سے نکال کر روم سے باہر گیا نمبر دیکھا تو اس کا موڈ بگڑ گیا سوئ سے زیادہ اسرار

صاحب کی کالز آئی ہوئی تھی کل سے اور اب دوبارہ کال کر رہے
تھے زیاد نے وقت دیکھا تو رات کے گیارہ بج رہے تھے اس نے کال
کٹ کر کے اپنا سیل پاور آف کر دیا اور روم کی طرف بڑھا سائیڈ پہ
رکھی چئیر اٹھا کر اس نے آرزو کے بیڈ کے کچھ پاس رکھی اور وہاں بیٹھ
کر آرزو کا ہاتھ دوبارہ سے اپنے ہاتھ میں لیکر اس کے ہاتھ کی پشت پہ
اپنے لب رکھ کر سہلانے لگا جب کی آرزو ہر بات سے بے خبر آنکھیں
بند کیے ہوئے تھی۔

بھاری دن گزر کر ایک نیا دن شروع ہوا تھا ساری رات ایسے ہی کھلی
آنکھوں سے گزاری تھی ایک پل کے لیے بھی کسی کی آنکھ نہیں لگی تھی
ایاز صاحب بنا کسی سے کوئی بات کیے اپنے دفتر کے لیے نکل
گئے تھے زرینہ بیگم کمرے میں بیٹھی بس روئے جا رہی تھی ایسے
میں ایک روشنا تھی جو سب رشتیداروں کو جھوٹ بول بول کر یہاں

آنے سے منع کیا تھا اور اب اپنا سر دباتی لائی ونج میں صوفہ پہ بیٹھی ہوئی ی تھی۔

سر میں درد ہے؟ زرینہ بیگم آہستہ باہر آکر روشنا سے پوچھنے لگی۔

جی۔ روشنا نے بس اتنا کہا۔

اسلام علیکم۔ اچانک سے نصرت بیگم اور عاشر کو یہاں دیکھ کر وہ دونوں بوکھلا گ ئی تھی کیوں کی انہوں نے نصرت بیگم کو بھی کچھ نہیں بتایا تھا اور صبح صبح ان کا آنا کسی اچھی بات کا ثبوت نہیں تھا۔

وعلیکم اسلام بیٹھے۔ زرینہ بیگم جلدی سے بولی۔

یہ میں کیا سن رہی ہوں میں تم لوگوں نے پہلے نکاح کی دعوت دی سب کو اور رات میں ہی سب کو دعوت نہیں ہے کہ کا کہہ دیا۔ نصرت بیگم سخت لہجے میں پوچھنے لگی جب کی عاشر سنجیدہ بیٹھا یہاں وہاں دیکھ کر آرزو کو تلاش کر رہا تھا۔

میں کیا بتاؤں اب آپ کو کچھ کہنے کو بچا ہی نہیں۔زرینہ بیگم ڈوپٹے سے اپنے آنسو صاف کیے بولی عاشر ان کی طرف چونک کر دیکھنے لگا جب کی نصرت بیگم کو ان کی بات سمجھ نہیں آئی ی۔

کیا مطلب تمہارا؟ نصرت بیگم سوالیہ نظروں سے اُن کو دیکھنے لگی تو زرینہ بیگم نے سب کو بتا دیا عاشر کی آنکھیں حیرت سے کُھلی کی کھلی رہ گ ئی جب کی نصرت بیگم نے اپنا ہاتھ سینے پہ رکھ دیا۔

آرزو ایسا نہیں کر سکتی۔عاشر فورن سے بولا

وہ کر چکی ہے۔روشنا نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔

روشنا آپی اس انداز سے آپ بات کر رہی ہیں وہ بھی آرزو کے بارے میں کیا آپ کو آرزو پہ یقین نہیں اگر ایسا کچھ ہوتا تو آپ کو پتا نہ لگتا اور اگر آرزو سچ میں ایسا کچھ کرنا چاہتی تو مجھے ضرور بتاتی آرزو بنا مجھے کوئی ی بات بتائے نہیں رہ سکتی اور اتنی بڑی بات وہ مجھ سے چھپائے گی۔عاشر پر یقین لہجے میں بول رہا تھا اس کی بات پہ روشنا طنزیہ مسکرائی ی۔

وہ اب بڑی ہو گئی ہے عاشر اپنی بات خود تک رکھنا اس کو آگئی ہیں اس لیے مجھے یا تمہیں اس بات کی بھنک تک پڑنے نہیں دی۔ روشنا نے کہا۔

زرینہ تمہیں آرزو کی بات سننی چاہیے تھی کیا پتا وہ سچ کہہ رہی ہو۔ نصرت بیگم زرینہ بیگم سے بولی۔

کیا سنتے وہ اتنے مہنگے جوڑے میں تھی کسی لڑکے کے ساتھ آئی تھی وہ لڑکا بڑے دھڑیلے سے آرزو کو اپنے حصار میں ہمارے سامنے لے رہا تھا آرزو کے ماتھے پہ ایک شکن تک نہ آئی اور آپ کہہ رہی ہیں ہم اس کی بات سنتے یہ واحیات منظر دیکھتے ہوئے بھی۔ زرینہ بیگم سرد انداز میں بولی مگر وہ یہ نہ سوچ پائی کے اس وقت آرزو کو ہوش کہا تھا اس کو تو بس اپنی بے گناہی کا یقین دلانا تھا۔

لڑکا کون تھا؟ عاشر کچھ پل خاموشی کے بعد بولا۔

جانے کون تھا۔ زرینہ بیگم لاپرواہ سی بولی عاشر ان کو دیکھتا رہ گیا۔

ایسے ہی اپنی بیٹی کو غیر کے ساتھ رخصت کر دیا۔ نصرت بیگم تاسف سے دیکھتی بولی

غیر کہاں شوہر تھا۔ روشنا نے طنزیہ بولی۔

عطیہ بہن سے بات ہوئی ہے تم لوگوں کی؟ نصرت بیگم نے دوسری بات کی تو انہوں نے نفی میں سر ہلایا عاشر سنجیدگی سے سب پہ نظر ڈالتا اٹھ گیا اور گھر سے نکل گیا روشنا اٹھتی عاشر کے پیچھے گئی۔

عاشر۔

روشنا نے عاشر کو آواز دی جو صحن سے گزر رہا تھا۔

جی۔ عاشر رک کر بولا۔

نام جان لوں آرزو نے کس سے نکاح کیا ہے۔ روشنا سنجیدگی سے بولی تو عاشر اس کو دیکھنے لگا جیسے پوچھ رہا ہو بتائے۔

زیاد خانزدہ نام ہے۔ روشنا نے بتایا تو عاشر کے ماتھے پہ ناسمجھی کے بل آئے اس کو یاد نہیں آیا کونسا زیاد خانزادہ کیوں کی بہت وقت پہلے ہی

آرزو نے اس کا ذکر کرنا چھوڑ دیا تھا اور اس کے بعد وہ اپنی پڑھائی ی میں اتنا مگن تھا کے اس کو کچھ یاد نہیں رہا تھا کجا کہ زیاد خانزادہ یاد ہوتا۔

وہی زیاد جس سے ملے بنا ہی آرزو اس کی طرفداری کیا کرتی تھی جس سے وہ باتیں کرتی تھی میرے منع کرنے کے باوجود وہ میری آنکھوں میں دھول جھونکتی رہی میرا یقین توڑ دیا اس نے بہن سے زیادہ غیر لڑکا اس کے لیے اہم ہو گیا تھا۔ روشنا حقارت سے بتانے لگی جب کی عاشر شاک کی حالت میں اس کی باتیں سن رہا تھا پھر وہ بنا کچھ کہے گھر سے نکل گیا روشنا نے افسوس سے اس کی پشت کو دیکھا اور خود اندر کی طرف بڑھ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو کی ہوش آیا تو خود کو انجان جگہ پہ دیکھا اس نے مشکل سے اپنی آنکھیں کھولی اور آس پاس دیکھا تو سائیڈ پہ چی ئی ر پہ بیٹھے زیاد کو دیکھا جو اس کا ہاتھ پکڑے چی ئی ر پہ پشت ٹکائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا

آرزو کو سب کچھ یاد آیا کل کا ہر منظر کسی فلم کی طرح اس کی آنکھوں کے پردے پہ لہرایا اس کی آنکھیں ن ئ ے سرے سے بھیگنے لگی وہ سیدھی ہو کر غیر مرئ ی نقطہ کو گھورنے لگی اس کو اپنا سر درد سے پھٹتا محسوس ہو رہا تھا جب کی آنسو گرتے تکیہ بھگو رہے تھے اس نے ایسے ہی لیٹ کر اپنا ہاتھ جو زیاد کی آہنی گرفت میں تھا جھٹکے سے اپنی طرف کھینچا زیاد جو رات میں جانے کتنی دیر تک آرزو کو دیکھ کر چی ئ ر پہ سر ٹکا گیا تھا اس کی آنکھ لگ گ ئ اس کو پتا بھی نہیں لگا تھا مگر اب آرزو کی حرکت پہ اس کی آنکھیں پٹ سے کھلی تھی اس نے آنکھیں مسلتے آرزو کی طرف دیکھا جو سپاٹ تاثرات لیے لیٹی ہوئ ی تھی اس کو ہوش میں دیکھ کر زیاد نے شکر کا سانس بھرا مگر جب اس کی آنکھوں سے آنسو گرتے دیکھے تو بے چین ہوا۔

آرزو روؤ مت ورنہ پھر سے طبیعت خراب ہو جائے گی۔زیاد چی ئ ر سے اٹھ کر بیڈ کے پاس آکر اس کے ماتھے پہ ہاتھ پھیر کر بولا۔

مجھ سے یہ جھوٹی ہمدردی کا دیکھاوا مت کرے۔ آرزو چیختے ہوئے بولی مگر کمزوری کے باعث اس کو بولنے میں تکلیف ہوئی ی گلا پورا سوکھ گیا تھا تبھی وہ اتنا بول کر کھاسنے لگی تو زیاد نے جلدی سے سائیڈ پہ رکھی بوتل سے پانی اٹھا کر گلاس میں ڈال کر آرزو کو پلانے لگا آرزو تھوڑا سا پانی پیتے چہرہ پیچھے کر لیا۔

اب تو مکمل طور پہ ٹھیک نہیں ہو اس لیے آرام کرو لڑائی ی بعد میں کر لیں گے۔ زیاد نے مسکرا کر کہا اس کو مسکراتا دیکھ کر آرزو کا دل کیا اس کی مسکراہٹ نوچ لیں جو اس کی زندگی برباد کر کے خود سکون میں تھا۔ نرس وہاں آئی ی تو آرزو کا چیک اپ کرنے لگی۔

آپ یہی رہنا میں تب تک اپنی خانم کے لیے سوپ لے آؤ۔ زیاد آرزو کو آنکھ مار کر نرس سے بولا جو آرزو کی کلائی ی پکڑے ہارٹ بیٹ چیک کر رہی تھی آرزو زیاد کی حرکت میں پیچ و تاب کھا کر رہ گ ئی۔

جی میں یہی ہوں۔ نرس نے مسکرا کر کہا یہ کوئی ی اور نرس تھی اور زیاد کو دیکھ کر اس کی وجاہت پہ مر مٹی تھی تبھی آرزو کی دیکھ بھال کرنے وہ خود آئی ی تھی پہلے والی کو اس نے دوسرے وارڈ میں بیجھا تھا۔

زیاد آرزو پہ ایک نظر ڈالتا باہر چلا گیا جب کی نرس آرزو کے ہاتھ سے ڈرپ نکالنے لگی جو خالی ہو گ ئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

نصرت بیگم ان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی جب تیز قدموں سے وہاں عطیہ بیگم اور ان کے شوہر فراز اور نادر وہاں آگ ئی ے تھے ان کے چہروں سے لگ رہا تھا جیسے وہ ہر بات سے واقفیت رکھتے تھے۔

آئی یے بیٹھے۔ زرینہ بیگم دھیمی آواز میں بولی۔

ہم یہاں بیٹھنے نہیں بلکہ پوچھنے آئے ہیں کے یہ کیا کھیل کھیلا ہے آپ نے ہمارے ساتھ۔ عطیہ بیگم بدتمیزی سے بولی۔

آنٹی میری ماں سے تمیز سے بات کرے۔روشنا کو ان کا ایسے بات کرنا ایک آنکھ نہ بھایا۔

اب تم بتاؤ گی ہمیں کیسے بات کرنی ہے کیسے نہیں جو تم لوگوں نے کیا اس کے بعد تو تم لوگوں کا سر اٹھا کر بات کرنا تک نہیں بنتا۔عطیہ بیگم جاہل لوگوں کی طرح چلانے لگی زرینہ بیگم کو یقین نہیں آرہا تھا کے یہ وہی ہیں تہذیب اور اخلاق سے بات کرنے والی خاتون ہیں جو نرم اور دھیمی آواز میں گفتگو کیا کرتی تھی جن کے لہجے میں بات کرتے وقت چاشنی در آتی تھی۔

ہم نے ایسا کجھ نہیں کیا جو سر جھکا کر بات کرے۔روشنا سخت ہوئی ی۔

اچھا تو بولاؤ اپنی آوارہ بہن کو جو عین نکاح کے ایک دن پہلے اپنی کسی عاشق کے ساتھ بھاگ گ ئی ہے۔عطیہ بیگم زہر خند لہجے میں بولی جب کی ان کے بیٹے اور شوہر روبوٹ کی مانند کھڑے تھے۔

حد میں رہ کر بات کرے آپ کا کوئی ی حق نہیں پہنچتا ہماری بیٹی کے بارے میں ایسے بات کرنے کا۔ نصرت بیگم غصے سے بولی جب کی روشنا کو چپ لگ گ ئی تھی۔

نصرت تحمل سے۔ زرینہ بیگم نے ان کو روکنا چاہا وہ نہیں چاہتی تھی کے روشنا کے رشتے پہ بات آئی ی جو بھی مگر وہ دو سال سے کسی کی منگ رہی ہے اگر رشتہ ٹوٹتا تو روشنا پہ بات آتی لوگ اس کو غلط سمجھتے اس لیے انہوں نے بات بگڑنے سے بچانی چاہی مگر وہ نہیں جانتی تھی بات تو بگڑ چکی ہے۔

آرام سے بیٹھ کر بات کی جا سکتی ہے اور روشنا کا فراز کا نکاح ہو سکتا ہے۔ زرینہ بیگم نظریں جھکا کر عطیہ بیگم سے بولی روشنا حیرت سے اپنی ماں کو دیکھنے لگی جو ابھی بھی ان سے رشتیداری کرنا چاہتی تھی جب کی فراز اور نادر نے ایک دوسرے کو دیکھا عطیہ بیگم کے چہرے تمسخر سے بھرپور مسکراہٹ آئی ی۔

آپ کو لگتا ہے چھوٹی بیٹی کا کارنامہ دیکھنے کے بعد ہم آپ کی بڑی کا رشتہ لینگے؟ عطیہ بیگم طنزیہ آواز میں بولی ان کی بات زرینہ بیگم کے چہرے پہ سایہ لہرایا آخر وہی ہوا جس بات کا ان کو ڈر تھا۔

امی

فراز نے کچھ کہنا چاہا جب عطیہ بیگم نے گھور کر اس کو تنبیہ نظروں سے دیکھا تو اس کو چپ لگ گئی۔

دیکھے اس میں روشنا کی تو کوئی غلطی نہیں۔زرینہ بیگم نے ان کو سمجھنا چاہا۔

غلطی تو ہماری ہے جو ہم نے آپ جیسوں کے ساتھ رشتہ جوڑنا چاہا اور اتنے وقت تک آپ کی اصلیت نہ جان پائے۔عطیہ بیگم تیز آواز میں بولی۔

اب آپ حد سے بڑھ رہی ہے ہمیں کچھ کہنے سے پہلے اپنے گریبان میں جھانکے جہاں جہالت ٹپک رہی ہے۔روشنا سب لحاظ بلائے تاک رکھتی ہوئی ی بولی۔

روشنا تم چپ رہو بڑے بات کر رہے ہیں نہ۔ فراز نے روشنا کو خاموش کروانا چاہا۔

مجھے چپ کرانے سے بہتر ہے اپنی ماں کو خاموش کرواؤ جو بہتان بازی کر رہی ہیں۔روشنا نفرت سے گویا ہوئی ی۔

توبہ توبہ کس طرح قینچی جیسی زبان ہے اچھا ہوا وقت آنے سے پہلے پتا لگ گیا۔عطیہ بیگم کانوں کو ہاتھ لگاتی ہوئی ی بولی۔

جی بہت اچھا ہوا اللہ کا شکر جو انہوں نے آپ جیسے کم ظرف اور جاہل لوگوں کے شر سے ہمیں محفوظ کیا۔روشنا دانت پیستے ہوئے بولی جب کی وہ سب منہ کھلے روشنا کی چلتی زبان دیکھ رہے تھے۔

ہم تو یہ رشتہ ختم کرنے آئے تھے مگر جانتے نہیں تھے آپ شرمندہ ہونے کے بجائے ایسے ڈھیٹ پن کا مظاہرا کریں گے۔ عطیہ بیگم کے شوہر نے کہا۔

آپ لوگوں نے رشتہ ختم کیا اب جائے بڑی مہربانی اور ساتھ میں یہ انگھوٹی بھی لے جائے۔ روشنا اپنی انگلی سے انگھوٹی اُتار کر بولی اور ٹیبل پہ رکھی عطیہ بیگم نے انگھوٹی اٹھائی ی اور تن فن کرتی وہاں سے نکلنے لگی روشنا بھی ان کے پیچھے گ ئی تا کہ دروازہ بند کر سکے مگر جب دروازے کے پاس آئی ی تو اپنے گھر کے باہر ہجوم کھڑا دیکھ کر اس کو آرزو سے نفرت ہوئی ی اس کی نظر میں آرزو کی وجہ سے ان سب کو زلت کا سامنہ کرنا پڑ رہا ہے روشنا نے ایک نظر دور کھڑی عطیہ بیگم پہ ڈالی جو ان کے محلے کی عورتوں سے جانے کیا بات کر رہی تھی پھر اس نے دروازہ بند کیے اپنی پشت دروازے پہ کر کے کھڑی ہو گ ئی وہ کمزور پڑ رہی تھی مگر اس کو کمزور نہیں پڑنا تھا اس کو اپنی ماں باپ کو سہارہ دینا

تھا ان کی ہمت باندھنی تھی اگر وہ بھی حوصلہ ہار جاتی تو ان کو کون سنبھالتا روشنا یہ سب سوچتی بے دردی سے اپنے گال صاف کیے جہاں آنسو گر پڑے تھے وہ خود کو کمپوز کرتی اندر کی طرف بڑھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد سوپ لیتا روم میں آیا جہاں اب آرزو بیڈ پہ ٹی
ک لگائے بیٹھی تھی چہرے کے تاثرات ہنوز سپاٹ سے تھے اور پاس
پڑے صوفے پہ نرس بیٹھی ہوئی تھی زیاد اندر آیا اور باؤل میں
سوپ ڈال کر اس کو ٹرے میں رکھ کر آرزو کے پاس آیا دل پتھر کا

رمشا حسین

یہ سامان نرس پہلے ہی روم میں رکھ لیے تھے اب بہت پر شوق سی زیاد کا کئی رنگ انداز دیکھ رہی تھی جب کی آرزو ہر بات سے لا پرواہ جانے کیا سوچ رہی تھی۔

آپ کا شکریہ ابھی آپ جائے جب آپ کی ضرورت ہو گی تو کہہ دے گے۔زیاد نے بنا دیکھے نرس سے کہا تو وہ منہ بناتی ہوئی ی اٹھ گ ئی۔

آرزو یہ پیو اس کے بعد دوائی ی بھی لینی ہے۔زیاد سوپ کا چمچ آرزو کے پاس کیے بولا۔

مجھے نہیں پینا۔ آرزو بنا دیکھے بولی۔

ضد نہیں کرو کل سے کچھ نہیں کھایا اب بھی اگر یہ نہیں پیو گی تو طبیعت خراب ہو جائے گی اور میں یہ نہیں چاہتا۔زیاد نے نرمی سے اس کو سمجھانے لگا۔

مر نہیں جاؤں گی۔ آرزو بے حسی سے بولی۔

آرزو۔زیاد تیز میں چیخا۔

ہاں ہو گ ئی غلطی میں جانتا ہوں ہوں

پر اب میں تمہیں اپنی جان مانتا ہوں

آپ اگر چاہتے تو میری بے گناہی میں کچھ بول سکتے تھے مگر آپ خاموش رہے اور آپ کی خاموشی نے مجھے میرے گھر والوں کے سامنے مشکوک قرار دے دیا۔ آرزو اس کے چلانے پہ سہم کر بولی زیاد نے سئو بار خود پہ لعنت بھیجی آرزو کو خود سے ڈرتا دیکھ کر مگر وہ کیا کرتا آرزو کی بات پہ وہ چاہ کر بھی خود پہ کنٹرول نہیں کر پایا زیاد نے سوپ والا باؤل سامنے پچ ئی رپہ رکھا اور خود آگے آکر آرزو کو اپنے سینے سے لگایا آرزو نے مزاحمت کی اس کو دور کرنے کی مگر زیاد پہ کوئی ی فرق نہیں پڑا وہ ایسے ہی اس کو اپنے ساتھ لگائے رکھا۔

میں نے جو کیا جانتا ہوں تمہیں اس سے بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے مگر میں سب کچھ ٹھیک کر دو گا ٹرسٹ می۔ زیاد نے اس کے بالوں پہ اپنا لمس چھوڑ کر اس کی پیٹھ سہلائی ی جب کی آرزو اس کے سینے پہ مکے برسانے لگی زیاد اس کی حرکت پہ مسکراتا اس سے الگ ہوا۔

میرے قریب مت آئی یے گا دوبارہ۔ آرزو کا چہرہ پل بھر میں سرخ ہوا تھا زیاد نے دلچسپی سے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔

یہ میرے بس کی بات نہیں ہاں اگر تم خاموشی سے سارا سوپ پیو تو میں سوچوں گا۔ زیاد شرارت سے اس کی جانب دیکھ کر بولا آرزو سوائے اس کو گھورنے کے علاوہ کجھ نہیں کر پائی ی زیاد نے سوپ اٹھایا اور آہستہ آہستہ اس کو پلانے لگا آرزو بھی بنا کوئی ی بات کیے خاموشی سے پینے لگی اس کو بھی طاقت چاہیے تھی تا کہ زیاد سے لڑ سکے۔

اب بس۔ آرزو نے منع کیا اس کا دل خراب ہو رہا تھا ایسا لگ تھا جیسے اور پیا تو اُلٹی کر دے گی زیاد نے بھی اصرار نہیں کیا اور اس کا چہرہ صاف کر کے نرس سے دوائی ی کا بولنے کے لیے وہاں سے اٹھ گیا آرزو نے تھک ہار کر اپنا سر تکیے پہ رکھا۔

نرس سے بات کر کے زیاد ڈاکٹر طاہرہ کے کیبن میں آیا تھا جو کسی سے فون پہ بات کر رہی تھی زیاد کو آتا دیکھ کر انہوں نے فون بند کی اور مسکرا کر زیاد کو بیٹھنے کا کہا۔

کیا میں اب آرزو کو گھر لے جا سکتا ہوں۔زیاد نے بیٹھتے ہی پوچھا۔

میں ان کا دوبارہ ایک بار چیک اپ کر لوں اس کے بعد آپ لے جا سکتے ہیں۔ڈاکٹر طاہرہ نے کہا۔

اوکے۔زیاد نے سر ہلایا۔

جی اور آپ کوشش کرئیے گا کے وہ ٹینشن نہ لے کیوں کی زیادہ ٹینشن یا پریشان ہونے کی وجہ سے ان کا نروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے کیوں کی وہ مینٹلی طور پہ بہت ڈسٹرب ہیں اس لیے آپ ان کو خوش رکھے اور ان کو اچھا سا ماحول دے تا کہ وہ ہر پریشانی فکر سے دور رہے۔زیاد کو اٹھتا دیکھ کر وہ تاکید کرنے لگی جب کی ڈاکٹر کی بات پہ زیاد

کی ہوائیاں اُڑنے لگی اس کے کانوں میں بس ایک جملا گونج رہا تھا" ان کانروس بریک ڈاؤن بھی ہو سکتا ہے"

جی میں اس کا بہت خیال رکھوں گا۔ زیاد سنبھل کر بولا اور ان کے کیبن سے نکل گیا۔ وہ آرزو کے پاس آیا تو وہ سوئی ہوئی تھی زیاد کو تعجب ہوا اتنی جلدی اور دوبارہ آرزو کو سوتا دیکھ کر اس نے نرس کو مخاطب کیا۔

آرزو ٹھیک تو ہے نہ یہ دوبارہ کیوں سو گئی؟

جی دوائی کھلائی ہے ان میں سے کچھ آرام کی بھی ہے اس لیے یہ اب غنودگی کی حالت میں ہیں اور ابھی ان کا سونا ہی بہتر ہے تاکہ دماغ پرسکون ہو اگر جاگیں گی تو عجیب و خیالات سوچتی رہے گی اور پریشان رہے گی جو ان کے لیے ٹھیک نہیں۔ نرس نے تفصیلی جواب دیا تو زیاد نے سر ہلایا اور صوفہ پہ ٹانگیں سیدھی کیے لیٹ گیا نرس ان دونوں پہ نظر ڈالتی باہر نکل گئی۔

کیا بات ہے مسکرا کیوں رہی ہو؟ وہ دوسرے وارڈ میں جا رہی تھی جب ایک نرس اس کو مسکراتا دیکھا تو پوچھنے لگی۔

وارڈ نمبر ٦ میں اتنا خوبصورت مرد ہے اور اپنے ساتھ جو لڑکی لے آیا ہے نہ اسکی اتنی فکر کر رہا ہے کہ کیا بتاؤں۔ نرس نے اشتیاق بھرے لہجے میں بتایا۔

تو لڑکی اس کی بیوی ہو گی اس لیے فکر رہا ہے تم کیوں خوش ہو رہی ہو۔ دوسری نرس کو سمجھ نہیں آیا۔

اس لیے کیوں کی آج کل کہاں ہوتے ہیں اتنے کی ئی رنگ شوہر جو بھی آتے ہیں اپنی بیوی کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں پر یہ تو ایک منٹ کے لیے بھی دور نہیں جا رہا کل رات سے یہی ہیں بس صبح سوپ لینے باہر گیا تھا اور واپس آ گیا جلدی سے میرے خیال سے کچھ کھایا بھی نہیں۔ نرس نے اب کی پوری بات بتائی ی۔

ہاں یہ تو تم نے سہی کہا۔ نرس اس کی بات سے مطفق ہوئی ی۔

دعا کرو میری شادی بھی ایسے بندے سے ہو۔نرس نے آنکھ دبا کر کہا تو دوسری نرس نے اس کے بازوں پہ تھپڑ رسید کیا تو وہ ہنس کر وارڈ کی جانب چلی گئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

تم لوگ کب آؤ گے میری شادی ہے اور سارے کام میں خود کر رہا ہوں۔ہمایوں ویڈیو کال پہ ان سب سے بات کر رہا تھا۔

فکر ناٹ جگر میں کل تیرے ساتھ ہو گا۔وقاص نے مزے سے بتایا۔

میں بھی دو تین دن تک آجاؤں گا۔احمد نے بھی تسلی کروائی۔

میری کچھ میٹنگز ہیں چار دن تک اس کے بعد آجاؤں گا اور کام میں مدد بھی کروالوں گا۔علیدان نے بھی کہا تو وہ مسکرا دیا۔

زیاد کی خبر ہوئی تمہیں کونسا گُل کھلایا ہے اس نے۔وقاص نے ہاتھ نچا کر خالص عورتوں کے انداز میں کہا۔

ہاں جانتا ہوں اس نے نکاح کر لیا۔ہمایوں آرام سے بولا۔

تجھے کیسے پتا اور توں تو نکاح کے دن نہیں آیا تھا۔ وقاص کو تو گویا صدمہ لگ گیا۔

بیل نامی شخص نے ایک چیز ایجاد کی تھی۔ ہمایوں نے تنگ کیا۔

فون پہ بتایا کیا کہا تھا اس نے؟ اب کی علیدان نے سوال کیا علیدان کی بات سن کر ہمایوں فون پہ کی گ ئی گفتگو یاد کرنے لگا۔

میں نکاح کر رہا ہوں آج۔ زیاد کی بات پہ ہمایوں کو لگا اس نے سننے میں غلطی ہوئی ی ہے۔

زیاد تم کیا کہہ رہے ہو؟ ہمایوں نے الجھ کر پوچھا۔

وہی جو سنا تم نے۔ زیاد سپاٹ انداز میں بولا۔

زیاد نکاح اور وہ بھی تم کل تک تو لڑکی کا کوئی ی سین نہیں تھا اور اب اچانک ڈائی ریکٹ نکاح تک پہنچ گ ئے۔ ہمایوں طنزیہ بولا۔

ہاں محبت کی منزل تو نکاح ہوتی ہے نہ۔ زیاد نے کہا۔

او تو جناب ہو محبت ہو گ ئی ہے۔ ہمایوں نے مسکرا کر پوچھا۔

شاید اس سے بڑھ کر۔ زیاد آنکھیں بند کیے بولا۔

تو تم ایسے کیوں کر رہے ہو میری شادی ہو جائے تب کرنا اور جانتا ہوں تمہاری گھر والوں سے نہیں لگتی مگر نکاح میں ان کا ہونا ضروری ہے تم شاندار طریقے سے شادی کرو نہ جس میں ہر تقریب ہو۔ ہمایوں نے نرمی سے کہا۔

حالات بہتر ہوتے تو ضرور اگر میں دیر کروں گا تو اس کا کسی اور سے نکاح ہو جائے گا۔ زیاد نے کہا۔

مطلب یہ فورس میر تج ہے۔ ہمایوں نے جیسے ساری بات سمجھ میں آگ ئی اس کی بات پہ زیاد نے گہری سانس لی

ہاں۔ زیاد نے یک لفظی کہا۔

لڑکی کون ہے؟ ہمایوں نے بحث نہیں کیا وہ جانتا تھا زیاد ضرور اس وقت ٹینس ہو گا۔

آرزو نام ہے دو سال سے زیادہ عرصے سے جانتا ہوں اور میں اس کے بنا اب جینے کا تصور نہیں کر سکتا زبردستی یا پیار سے اس کو بس میرا ہونا ہے۔زیاد بے بس ہوا تھا۔

پر زیاد کوشش کرنا وہ کسی کے سامنے غلط نہ ہو اور نہ اس کے کردار پہ بات آنے دینا لڑکی کی عزت کانچ کی چوڑی کی طرح ہوتی ہے۔ہمایوں نے اچھے دوست ہونے کا ثبوت دیا۔

مجھے اگر اس سے محبت ہے تو میرے دل میں اس کے لیے بے انتہا عزت بھی ہے اس لیے میں اس کو اپنی عزت بنا رہا ہوں میں سب کچھ ٹھیک کر دوں گا شاید پہلے کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے اس کو پر میں اس کے ساتھ رہو گا۔زیاد عزم سے بولا۔

میں تمہارے ساتھ ہوں۔ہمایوں نے سچے دل سے کہا زیاد نے ایک دو اور بات کر کے کال کٹ کر دی۔

مطلب تم ہم سے پہلے ہر بات سے واقف ہو۔وقاص نے اس کی ساری بات سن کر برا منہ بنایا۔

جی بلکل بجا فرمایا۔ہمایوں نے کہا۔

ہاں میں بھی سوچو تمہارے فلیٹ میں نکاح کر رہا ہے تمہیں کیسے پتا نہیں ہو گا۔احمد نے کہا تو وقاص نے تائی ید میں سر ہلایا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

پانی دوں آپ کو؟ایاز صاحب گھر آئے تو روشنا نے ان کو پسینے سے بھیگا دیکھا تو کہا۔

ہاں دو۔ایاز صاحب نے کہا تو روشنا کچن میں پانی لینے چلی گ ئی۔

ماں کہاں ہے تمہاری؟ایاز صاحب نے اس کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لیکر پوچھا۔

عصر کی نماز ادا کر رہی ہیں آپ آج کچھ جلدی آگ ئے۔روشنا نے جواب دے کر پوچھا۔

ہاں بس سر میں درد تھا کچھ اس لیے آ گیا۔ ایاز صاحب یاسیت سے بولے۔

چائے بناؤں آپ کے لیے پھر گولی کھائیے گا سر درد ختم ہو جائے گا۔ روشنا نے فکر مندی سے کہا۔

نہیں میں مسجد جا رہا ہوں نماز پڑھنے جماعت تو رہ گئی۔ ایاز صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

ایاز صاحب آج جلدی آ گئے کیا؟ زرینہ بیگم نماز سے فارغ ہوتی باہر آ کر بولی۔

ہاں اماں سر میں درد ہے ان کے اس لیے آج جلدی آ گئے۔ روشنا نے جواب دیا۔

اب یہ سر درد تو ہمیشہ رہے گا۔ زرینہ بیگم طنزیہ بولی۔

اماں اب اس بات کا ذکر چھوڑ دے اور بھول جائے۔ روشنا ان کو صوفہ پہ بیٹھاتی ہوئی ی بولی۔

بھولنا اگر اتنا آسان ہو تو انسان کی زندگی میں کیا غم۔زرینہ بیگم طنزیہ بولی۔

آرزو نے جو کیا وہ قطعی معافی کے قابل نہیں بابا ایک دن میں بوڑھے نظر آنے لگے ہیں۔روشنا تیز آواز میں بولی

ابھی تو نئی بات ان کو بتانی ہے۔زرینہ بیگم نے کہا۔

وہ جانتے تھے رات سے ہی کے ایسا ہو گا۔روشنا ان کی بات سمجھتی ہوئی ی بولی۔

بتانا تو پھر بھی ہے نہ۔زرینہ بیگم کی بات پہ روشنا خاموش ہو گئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو کو ڈسچارج مل گیا تھا زیاد ہسپتال کی ساری فارملیٹی پوری کر کے آرزو کو فلیٹ لے آیا تھا وہ ابھی اپنے گھر جانے کا کوئی ی ارادہ نہیں رکھتا تھا ڈاکٹر کی باتیں یاد آ کر اس کو پریشان کر رہی تھی ایک وجہ یہ بھی تھی کے زیاد چاہتا تھا کے وہ ابھی بس اس کے ساتھ رہے اور کوئی ی بھی

نہیں گھر لے جاتا تو ان کے سوالوں کے جواب اور حیرانکن تاثرات دیکھنے کو ملتے وہ جواب دینا تو گوارہ نہ کرتا مگر آرزو کے لیے وہ چاہتا تھا پہلے وہ بلکل ٹھیک ہو جائے تب وہ اس کو لے جائے گا

کیا کھاؤ گی؟زیاد آرزو کو سہارا دیتا ایک کمرے میں لا کر بیڈ پہ بیٹھا کر پوچھنے لگا۔

بھوک نہیں ہے۔ آرزو چڑ کر بولی۔

کیسے بھوک نہیں ہے کھانا تو پڑے گا میں نے بھی کل سے کچھ نہیں کھایا۔زیاد آرزو کی ٹانگیں بیڈ کے اُپر رکھتا گھٹنوں تک لحاف رکھا آرزو بس اس کو دیکھتی رہی جو آرام سے سارا کام کر رہا تھا اتنی جلدی کے اس کو روکنے کو موقع بھی نہیں ملتا۔

میں بس آرام کروں گی۔ آرزو نے بنا دیکھے ہوئے کہا۔

کل سے آرام ہی کر رہی ہو۔زیاد نے اس کے گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے کہا وہ اب سختی سے بات نہیں منوانا چاہتا تھا آرزو نے اب کچھ نہیں کہا زیاد

مسکراتا اس کے ماتھے پہ اپنے لب کر کمرے سے نکل گیا جب کی آرزو اس کا لمس اپنے ماتھے پہ محسوس کرتی پتھر کی ہو گ ئی تھی اس نے بے ساختہ اپنا ہاتھ ماتھے پہ رکھا اور زور سے اپنا ہاتھ پھیرتی زیاد کا لمس مٹانے کی کوشش کرنے لگی۔زیاد کچن میں آیا تو سامان تو سب کچھ تھا پر اس کو سمجھ نہیں آیا وہ بنائے کیا اس نے تو کبھی کچن میں پیر تو کیا کچن کے پاس گزرا بھی نہیں تھا پر آرزو کے لیے وہ ایسے بہت سے کام کر گیا تھا جو شاید اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا زیاد نے نوڈلز کے پیکٹ اٹھائے اور ان کے کور پہ نوڈلز بنانے کا طریقہ دیکھنے لگا وہ بنا پوچھے ہی کہہ سکتا تھا آرزو کو پسند ہو گیں نوڈلز پر اس کی طبیعت کا سوچتے اس نے پیکٹ واپس رکھا اور سیل فون کُرتے کی جیب سے نکالا اور نیٹ پہ سوپ بنانے کا طریقہ دیکھنے لگا جو بہت مغزماری کرنے کے بعد بھی اس کے پلے کچھ نہ پڑا تو وہ واپس نوڈلز کی جانب آیا جو بھی اس کو پانچ منٹ میں بننے والے نوڈلز ٹھیک لگے زیاد نے ان کو اٹھایا اور بنانے لگا ایک بار بننے کے بعد

اس نے چکھے تو برا منہ بنایا پھر دوسرا پیکٹ اٹھایا اور چولہے کے پاس آیا اور دوبارہ بنانے کا ارادہ کیا گرمی میں اس کا حال برا ہو گیا تھا سفید رنگت سرخ ہو گئی تھی کشادہ پیشانی پہ پسینے کی بوندیں آگئی تھی پشت پہ کُرتا پسینے کی وجہ سے چپک گیا تھا مگر زیاد کا دھیان گرمی کے بجائے شاندار طریقے سے نوڈلز بنانے میں تھا وہ جو ہر چیز نفاست سے پسند کرتا تھا اب اگر کوئی ی کچن کی حالت دیکھتا تو غش کھا کر گِر جاتا کیوں کی زیاد نے سارے نوڈلز کے کور کھول کر یہاں وہاں رکھ دی ئے تھے جو اب کچھ نیچے گِرے ہوئے تھے نوڈلز کے لیے جانے کتنے برتن اس نے کپ بورڈ سے نکال کر یہاں وہاں رکھ دیا تھا زیاد نے آستین سے اپنا پسینہ صاف کیا آج اس کا اپنا آپ کسی مزدور سے کم نہ لگا دوسری دفع جب نوڈلز تیار ہو گئے تو زیاد نے چولہا بند کیا اس اُمید سے کے اب یقیناً نوڈلز اچھے بنے ہو گے مگر جب زیاد نے اسپون بھرا اور اپنے منہ میں ڈالا تو جلدی سے سنک کی طرف بڑھا اور اپنا منہ واش کیا۔

یہ کام میرے بس کا نہیں۔زیاد گہرے سانس بھرتا ہوا بولا مگر دماغ سے آواز آئی ی تم زیاد خانزادہ ہو تم سب کچھ کر سکتے ہو یہ تو بس نوڈلز ہے جو پانچ دس منٹ میں بن سکتے ہیں زیاد کو کچھ ڈھارس ملی اور تیسری دفع نوڈلز بنانے کا سوچا جب کی پہلے والے باؤل اس نے سائیڈ پہ کیے اور دوبارہ چولہے کو آنچ دی فریج سے پانی کی بوتل نکال کر اس نے گٹا گٹ پانی کی ساری بوتل کھالی کی اور لاپرواؤی ی سے رکھ دی تیسری دفع نوڈلز چیک کرنے میں وہ اس کو پہلے کی نسبت ٹھیک لگے تو اس نے فورن سے ٹرے لی اور باؤل میں نوڈلز ڈال کر اس نے ٹرے میں رکھا اس کو نوڈلز ٹیسٹ کرنے میں کچھ چیز کی کمی تو محسوس ہوئی ی مگر یہ سوچ کر نظر انداز کیا کے بہت ٹائی م بعد چیک کیے ہیں شاید اس وجہ سے۔

Something is better then nothing,

ٹرے کو دیکھ کر زیاد نے خود سے کہا اور آرزو کے کمرے میں گیا جو بیڈ پہ لیٹی ہوئی ی تھی کمرے میں کسی کی آہٹ کا احساس ہوا تو آرزو نے

آنکھیں کھولی تو زیاد کو دیکھا جو ایک گھنٹہ لگا کر آیا تھا زیاد کی حالت دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی ی اس نے ہمیشہ جب بھی اس کو دیکھا تھا ٹھاٹ باٹ طریقے سے تیار دیکھا جس پہ اگر کوئی ی دیکھتا تو اپنی نظریں ہٹانا بھول جاتا اور آج وہ کل کے پہنے ہوئے کُرتے میں ہی تھا مگر جہاں پہلے بال جیل لگا کر نفاست سے سیٹ ہوتے تھے آج پسینے کی وجہ سے پیشانی سے چپکے ہوئے تھے چہرہ پورا سرخ ہوا تھا گرمی کی وجہ سے جب کی آرزو کی نظر اس کے بازوں پہ پڑی جس پہ کُسرتی بازوں جھلک رہے تھے مگر وہاں آستین بھی بھیگی ہوئی ی تھی آرزو کو جانے کیوں زیاد کی حالت پہ رحم آیا مگر اس نے محسوس نہیں ہونے دیا۔

شاندار سے نوڈلز تیار ہے تمہیں پتا ہے میں پہلی دفع کچن میں گیا ہوں اور وہ بھی تمہاری وجہ سے اور یہ نوڈلز میں نے خود تمہارے لیے بنائے ہیں۔ زیاد بیڈ پہ آیا اور درمیان میں ٹرے رکھ کر آرزو کی معلومات میں اضافہ کیا اس کی بات پہ آرزو نے ٹرے پہ رکھے باؤل میں دیکھا جہاں

نوڈلز تھے مگر ان کو نوڈلز کہنا نوڈلز کی توہین ہو گی کیوں کی باؤل میں پانی کے پیچ جانے گول مول سا کیا پڑا تھا جس کو زیاد نوڈلز کا نام دیا تھا اور یہ اس کی تیسری دفع بنایا ہوا تھا آرزو کو یاد نہیں آیا کے اس نے کبھی ایسے نوڈلز کی شکل دیکھی ہو جانے زیاد نے کونسے نوڈلز بنائے تھے جس میں پانی بھی تھا۔

اس کی ظاہری شکل پہ مت جانا کھانے میں بہت ٹیسٹی ہیں تم کھا کر چیک کر کے بتاؤ۔ زیاد نے آرزو کی نظریں مسلسل نوڈلز پہ جمی دیکھی تو کہا زیاد کی بات پہ آرزو نے اس کو ایسے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو واقعی؟ مجھے میں پسینے کی سمیل ہو گئی ہے میں نہانے جا رہا ہوں تب تک تم یہ فینش کرنا سارا۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا۔

آرزو نے کچھ نہیں کہا بس زیاد کی طرف دیکھا جو کُرتے کے اُپری بٹن کھول رہا تھا اور کمرے سے نکل گیا آرزو نے اس کے جاتے ہی اس عجیب

مخلوق کو دیکھا اور ٹرے سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی سرتاپاؤ لحاف اُوڑ کر لیٹ گئی۔

زیاد دوسرے کمرے میں آیا جہاں جب وہ رہنے آتا تو اپنے استعمال میں کرتا اور وہاں اس کے کچھ کپڑے بھی موجود تھے زیاد وارڈروپ سے اپنا ڈریس نکال کر واشروم کی جانب گیا بیس منٹ شاور لینے کے بعد وہ پرسکون سا واشروم سے نکلا اور ٹاول سے بال رگڑ کر خشک کرنے لگا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا ہو کر اب اپنی چہرہ غور سے دیکھا بلیک ٹی شرٹ کے ساتھ لائٹ برائی ون کلر کی جینز پہنے وہ بہت پیارا لگ رہا تھا ورنہ تھوڑی دیر پہلے اس کو اپنی شکل بہت بری لگ رہی تھی وہ کوس رہا تھا ایسے آرزو کے سامنے کیوں گیا وہ سر جھٹکا بالوں کو سیٹ کرنے بالوں میں جیل لگا کر اس نے پرفیوں کی بوتل اٹھائی ی اور ڈھیر سارا خود پہ پرفیوم چھڑک کر خشبو میں نہا گیا ٹیبل سے اپنی واچ اٹھائی ی اپنی کلائی ی میں باندھی اچانک اس کے دماغ میں کلک ہوا کے آرزو کے پاس

ڈریسز تو کیا ایک ڈریس بھی موجود نہیں اس نے زور سے مٹھی بند کر کے اپنی پیشانی پہ ماری کہ اتنی بڑا لاپرواہ وہ کیسے ہو سکتا تھا مگر کل کا سوچ کر وہ خود کو پر سکون کرنے لگا اور سیل فون چارج پہ لگا تا روم سے نکل کر آرزو کے کمرے کی طرف آیا اس نے دروازہ کھولا تو حیرت سے بیڈ پہ لیٹی آرزو کو دیکھا اور سائیڈ ٹیبل پہ رکھی ٹرے کو جس کو شاید آرزو نے چھکنے کی زحمت بھی نہیں کی زیاد کو افسوس ہوا اور کہی نہ کہی دکھ بھی وہ سر جھٹکا آرزو کے سرھانے بیٹھ کر اس کے سر سے لحاف ہٹایا اور ہلکہ سا جھک کر اس کے کان میں سر گوشی کی۔

باہر چلو گی اگر بہتر سمجھو تو وہاں اپنی مرضی کا کھانا کھا لینا۔

میں کہی نہیں جاؤں گی۔ آرزو نے آنکھیں بند کیے ہی جواب دیا زیاد نے اس کے چہرے سے بال ہٹائے۔

اچھا ٹھیک میں خود باہر جا کر لے آتا ہوں کھانے کو۔ زیاد نے بحث کیے بنا کہا۔

تو کیا میں گھر میں اکیلی رہو گی؟ آرزو نے جھٹ سے اپنی آنکھیں کھولی زیاد کو بلکل اپنے پاس دیکھا تو اٹھ بیٹھ گ ئی زیاد اس کی حرکت پہ مسکرایا جب کی آرزو اس کو دیکھنے سے گریز برت رہی تھی۔

ساتھ چلنے کا بھی آپشن ہے تمہارے پاس۔زیاد نے کہا وہ چاہتا تھا آرزو باہر چلیں تا کہ اس کا دماغ گھر والوں کی سوچوں سے دور رہے۔

پر مجھے آپ کے ساتھ کہی نہیں جانا۔ آرزو تنک کے بولی

پہلے جب نا محرم تھا تب تو کوئی ی مس ئی لا نہیں ہو تا تھا میرے ساتھ چلنے پہ اور اب جب محرم ہوں ہر لحاظ سے حق رکھتا ہوں تم پہ تو تم ایسا برتاؤ کر رہی ہو میرے ساتھ جب کی پہلی ملاقات میں ایسا بیہیو نہیں کیا تھا۔زیاد نے بات تو سادہ انداز میں کہی تھی مگر آرزو کو لگا جیسے وہ اس پہ طنزیہ کر رہا ہو آرزو کو زیاد کی بات کڑوی مگر سچ لگی جب کی زیاد کا ایسا کوئی ی ارادہ نہیں تھا کے آرزو ہرٹ ہو جب کی وہ ہرٹ ہوئی ی تھی۔

پہلے دن کی ہی غلطی کی سزا ہے میری جو میں یہاں اس حال میں ہوں۔ آرزو ہاتھ اٹھا کر کمرے کی جانب اشارہ کیے بولی۔

میں اس وقت بحث نہیں کرنا چاہتا تم چلو یا میں جلدی سے کھانا لے آؤ آرڈر کر لیتا مگر میں وہ نہیں کرنا چاہتا۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا۔

تو کیا میں بحث کر رہی ہوں مجھے بھی شوق نہیں آپ سے بات کرنے کا آپ کو جانا ہے تو جائے اکیلی تو میں ویسے بھی ہوں گھر میں رہوں گی تو کوئی بڑی بات نہیں۔ آرزو تیز آواز میں کہتی منہ موڑ گئی زیاد نے گہری سانس لی اور آرزو کو دیکھا جو حد سے زیادہ اس سے بدگمان ہو گئی تھی۔

میں بحث کر رہا ہوں تم نہیں اس لیے اب غصہ نہیں کرو میرے ساتھ چلو لونگ ڈرائیو پہ چلیں گے اور ٹائم بچا تو شاپنگ بھی کر لینا تمہارے پاس کپڑے نہیں۔ زیاد نے تحمل کا مظاہرہ کیا۔

جانے کیوں آپ میری کوئی بات سمجھتے نہیں۔ آرزو نے جھلا کر کہا۔

توتم میری باتوں کو سمجھ لیا کرو۔زیاد نے مسکرا کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

ابھی تو رات ہے ہم کیا رات میں باہر جائیں گے؟ آرزو نے سوال کیا اس کو یاد تھا زرینہ بیگم کی بات جو کہتی تھی شام کے پانچ بجے کے بعد باہر جانا ٹھیک نہیں ہوتا مگر پھر وہ کبھی کبھی عاشر کے ساتھ جاتی تو دیر ہو جاتی تھی اور انعام میں اس کو اپنی اماں کی چپل ملتی تھی آرزو کو اداسی نے آ گھیر اتھا۔

ہاں میری گاڑی باہر ہے ہم پہلے کھانا کھائے گے اور پھر شاپنگ کریں گے لونگ ڈرائیو پہ ہم پھر کبھی چلیں گے۔زیاد نے اس کے دونوں ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لے کر آرام سے بتانے لگا آرزو نے نظریں اٹھا کر پہلی دفع زیاد کو غور سے دیکھا کشادہ چمکتی پیشانی آئی بروز میں زیاد کی دائیں آئی برو پہ ایک کٹ کا نشان تھا اس کو تو چوٹ کا نشان لگا مگر پھر بھی زیاد پہ وہ نشان بہت جچ رہا تھا گہری گرین ہیزل آنکھیں جس میں

اس وقت عجیب سی چمک تھی آنکھوں کو دیکھ کر اس کو سب یاد آیا تھا روشنا کے بتانے پہ تو اس کو زیاد نامی لڑکے میں دلچسپی ہوئی ی تھی جب جب وہ ناولز پڑھتی تو وہ سوچتی تھی کے ایسے رنگ کی آنکھوں والے لوگ کیسے لگتے ہو گیں پھر جب اس نے زیاد کو روبرو دیکھا تھا تو وہ اس کو ناولز میں جو پڑھے تھے اس سے زیادہ زیاد کی آنکھیں اٹریکٹو لگی تھیں کیوں وہ بس تصوری تھا جب کی حقیقت میں آنکھیں اس کے سامنے تھی تو وہ اس کو بے خوبصورت لگی تھی مگر وقت گزرنے کے بعد اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا ہنزل آنکھوں والا پورا کا پورا اس کا اپنا ہو جائے گا آنکھوں کے بعد اس کی نظر زیاد کی خری مغرور ناک پہ پڑی بائی یں گال پہ ڈمپل پوری آب وتاب سے ابھرا ہوا تھا آرزو کو اپنا آپ زیاد کے سامنے کمتر لگ رہا تھا کہاں وہ خوبصورتی کا مجسمہ اور کہاں وہ خود کہنے کو تو وہ بھی خوبصورتی میں اپنی مثال تھی مگر زیاد اس کو اپنے سے زیادہ لگا اس کے لیے وہ ایک مکمل انسان تھا جس کے پاس ہر وہ چیز تھی جو انسان چاہتا

ہے یا تصور کرتا ہے اس کو پانے کی مگر اس کے خود کے پاس کیا تھا جو زیاد نے اس سے نکاح کیا تھا آرزو نے زیاد کے ہاتھوں کو دیکھا جن میں اس کے اپنے ہاتھ قید تھے سرخ سپید رنگت کے مضبوط بھاری ہاتھ جس کے ایک ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی بندھی ہوئی جو بہت خوبصورت منظر پیش کر رہی تھی جب کی اس کے دوسرے ہاتھ میں ایک بینڈ تھا کالے رنگ کا جس کے بیچ تلوار کا شیپ تھا اور اس میں زیاد کا نام آرائی ستہ تھا آرزو نے دوبارہ زیاد کا چہرہ دیکھا اور عنابی ہونٹوں کو دیکھ کے اس نے اپنی نظریں سامنے دیوار پہ لگی ایل ڈی پہ نظر جمائی زیاد جو بہت محویت سے اس کو اپنا جائی زہ لیتا دیکھ رہا تھا اس کے نظر پھیرنے پہ اس کو سمجھ نہیں آیا وہ کیا سوچ رہی ہے آرزو نے تو جواب بھی نہیں تھا زیاد کا بھوک سے بُرا حال تھا سارا دن ہوسپٹل میں گزارنے پہ اس کو کچھ کھانے کا خیال ہی نہیں آیا تھا اور اب جب آیا تو آرزو کے مزاج نہیں مل رہے تھے۔

آرزو۔ زیاد نے اس کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہا۔

آپ جائے میں کہی نہیں جاؤں گی۔ آرزو سرد مہری سے بولی زیاد نے اس کے دونوں ہاتھ چھوڑے اور لمبے ڈگ بھرتا کمرے سے نکل گیا آرزو نے چہرہ موڑ کر دیکھا جہاں سے زیاد نکل گیا تھا پھر اپنے ہاتھوں پہ نظریں ٹکا دی جو پہلے زیاد کی گرفت میں تھے زیاد خود تو چلا گیا تھا مگر اس کے پرفیوم کی خوشبو ابھی بھی کمرے میں پھیلی ہوئی تھی آرزو کو بے چینی ہونے لگی تو اٹھ بیٹھی یہ وہی کمرہ تھا جہاں زیاد نے اس کو نکاح کے لیے دھمکی دے کر راضی کیا تھا اس نے چاروں طرف سے کمرے کو دیکھا کل تو دیکھنے کا دھیان ہی نہیں رہا تھا بلیو اور وائٹ امتزاج سے پینٹ کمرے میں جہازی سائیز بیڈ تھا اسکن کلر کے پردے کھڑکیوں میں ڈالے ہوئے تھے کمرے کے بائیں جانب کتابوں کا ریک تھا جب کی دائیں طرف واشروم کا دروازہ اور ڈریسنگ ٹیبل تھا جہاں بس پرفیومز اور کنگھی کے علاوہ کچھ نہ تھا جب کی کمرے کے دروازے کے

پاس دیوار کے کچھ دور ایل ای ڈی چسپا تھی اور بیڈ کے کچھ پاس بلیو کلر کا کائی ونچ پڑا تھا آرزو کو کمرہ کافی خوبصورت لگا اس کو یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں لگا کے یہ جس کا کمرہ تھا اس کو بلیو کلر پسند تھا کیوں کی زیادہ تر چیزیں بلیو کلر کی ہی تھی مگر اس کو حیرت ہوئی کے پورے کمرے میں الماری نہیں تھی تو زیاد اپنے کپڑے یا دیگر سامان کہاں رکھتا ہو گا شاید دوسرے کمرے میں یہ خیال آتے ہی اس کو دوسرا خیال آیا جو کی اس کے گھر والوں کا تھا اس نے یاد کیا کل بس ایک لڑکی تھی جو زیاد کو اپنا بھائی کہہ رہی تھی ورنہ نکاح کے وقت تو اس نے کسی کو نہیں دیکھا تھا گھونگھٹ کی وجہ سے جو زیاد نے ڈالا تھا اگر وہ بھی نہ بھی ہوتا تو وہ اس حالت میں کہا تھی جو ان باتوں پہ غور کرتی۔

ضرور گھر والوں سے خفیہ نکاح کیا ہو گا۔ آرزو نے اپنا اندازہ لگا اس کو زیاد حد سے زیادہ برا لگا رہا تھا وہ اتنے خوبصورت گھر میں بھی گھٹن محسوس کر رہی تھی کیوں کی یا تھا تو سب کچھ مگر اس کے اماں ابا اور آپی

نہیں تھی آنسو گرتے اس کے رخسار بھگونے لگے اس کو اپنا چھوٹا سا تین کمروں والا گھر یاد آ رہا تھا جو چھوٹا ہی مگر اس کے لیے کسی جنت سے کم نہ تھا اب جب وہ دور ہوئی ی تھی تو اس کو احساس ہو رہا تھا کے وہ اپنی غلطی کی وجہ سے کیا کچھ کھو بیٹھی ہے سہی کہتے ہیں لوگ کسی کو پانے کے لیے سب خوبیاں بھی کم لگتی ہے اور کھونے کے لیے ایک چھوٹی غلطی ہی کافی ہوتی ہے آرزو کی ایک چھوٹی غلطی جس میں وہ بنا سوچے زیاد کے کہنے پہ باہر آئی ی اس غلطی نے اس کو اپنے پورے گھر والوں سے الگ کر دیا آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے بہہ رہے تھے وہ واشروم میں گ ئی تا کہ ہاتھ منہ دھوئے وہ جب واشروم میں آئی ی تو اسٹینڈ پہ اپنا نائی ٹ سوٹ دیکھا جو کل اس نے رکھا تھا پھر اس کی نظر اپنے پہنے ہوئے ڈریس پہ پڑی جس میں اس کو دوائی یوں کی سمیل آ رہی تھی نائی ٹ سوٹ دیکھ کر اس نے نہانے کا سوچا دروازے کو اس نے لاک کر دیا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

اشرف کہاں سے آرہے ہو اس وقت؟ اسرار صاحب ریلنگ کے پاس کھڑے سخت لہجے میں اشرف سے بولے جو ابھی سیڑھیاں چڑھنے والا تھا۔

وہ ڈیڈ دوستوں کے ساتھ تھا۔ اشرف نے جلدی سے بتایا۔

یہ وقت ہے گھر آنے کا۔ اسرار صاحب نے سخت تیوروں سے اس کی جانب دیکھا۔

آٹھ ہی تو بجے ہیں کیوں میرے بیٹے کو کٹھرے میں کھڑا کیا ہے اپنے بڑے بیٹے پہ دھیاں دے جو تین دنوں سے لاپتہ ہے۔ اُوپر سے آتی سمایا بیگم اشرف کا فق چہرہ دیکھتی اس کی حمایت میں بولی اشرف نے اپنی ماں کو دیکھ کر دل ہی دل میں شکر ادا کیا۔

تم بیچ میں مت بولا کرو سمایا۔ اسرار صاحب کڑک آواز میں دھاڑے۔

ڈیڈ پلیز میری وجہ سے موم پہ نہ چلائیے میں آئیندہ سے وقت کا خیال رکھوں گا۔ اشرف نے جلدی سے کہا۔

تم اپنے کمرے میں جاؤ۔ سمایا بیگم اشرف سے بولی تو وہ فورن زینے چڑھتا اُپر کی طرف گیا۔

بچوں کے سامنے اپنے لہجے پہ کنٹرول کیا کرے ایسے جاہلوں کی طرح چلا کر بات کرے گے تو کیا امیج بنے گا ان کے دماغ میں اپنی ماں کا کہ ان کا باپ ان کی ماں کی عزت نہیں کرتا آگے جا کر پھر یہ بھی اپنی بیویوں سے ایسا رویہ اختیار کریں گے اور ماں کی عزت تو سرے سے نہیں کرے گے کہ باپ نہیں کرتا تو ہم کیوں کریں۔ سمایا بیگم کا چہرہ آہانت کے احساس سے سرخ ہو گیا تھا ان کو کہاں گوارہ تھا اسرار صاحب کا لائی وڈلی بات کرنا وہ بھی اپنے بچوں کے سامنے اس لیے وہ اشرف کو کمرے میں جانے کا کہتی خود اسرار صاحب کے پاس آکر سخت لہجے میں بولی۔

اگر اپنی امیج کا اتنا خیال ہے تو خود بھی جاہلوں کی طرح رویہ نہ رکھا کرو ان کو اب عادت ہے یہ سب دیکھنے کی اور فکر نہیں کرو وہ اپنی بیویوں

سے ایسا رویہ نہیں رکھے گے وہ کیوں کی میں ان کے لیے تم جیسی عورت کا انتخاب نہیں کرو گا۔ اسرار صاحب ان کو آئی ینہ دیکھا کر نیچے چلیں گ ئی ے جب کی سمایا بیگم کلستی رہ گ ئی۔

اسرار صاحب باہر تاریخی میں لان کی طرف آئے اور ایک کرسی پہ بیٹھ کر زیاد کے کسی دوست کو کال کرنے کا سوچ کر فون جیب سے نکالا اور نمبر ملانے لگے۔

اسلام علیکم انکل۔ علیدان بیڈ پہ لیٹنے والا تھا جب اپنے سیل فون پہ اسرار صاحب کا نمبر بلنک ہوتا دیکھ کر اس نے کال اٹھا کر سلامی بھیجی۔

وعلیکم اسلام بیٹے کیسے ہو؟ اسرار صاحب نے سلام کا جواب دے کر حال احوال پوچھا۔

الحمد اللہ ٹھیک۔ علیدان نے جواب دیا

بیٹے وہ زیاد کا پوچھنا تھا کوئی ی رابطہ ہوا اس سے ؟ اسرار صاحب تھوڑا جھجھک کر پوچھنے لگے جب کی علیدان کو ان کے سوال پہ شاک لگا اس کو لگا زیاد نکاح کے بعد گھر لوٹ گیا ہو گا مگر ایسا نہیں تھا۔

انکل زیاد گھر نہیں آیا ابھی تک ؟علیدان نے سوال کیا۔

نہیں بیٹا۔ اسرار صاحب نے افسردہ سانس اندر کھینچی

آپ فکر نہ کریں وہ ٹھیک ہے بلکل۔ علیدان نے ان کو ریلیکس کرنا چاہا پر نکاح کا نہیں بتایا اس نے سوچا زیاد

خود ہی یہ بات ان کو بتائے۔

کہاں ہے وہ اور اس کو کہو مجھ سے بات کریں۔ اسرار صاحب نے جلدی سے کہا۔

جی جی میں ابھی کہہ دو گا آپ پریشان نہ ہو کل تک وہ آپ سے رابطہ کر لیں گا۔ علیدان نے کہا تو وہ شکریہ ادا کر کے کال کٹ کر گ ئی ے

اب ان کو کچھ سکون آیا کے زیاد جہاں بھی ہے ٹھیک ہے بس ایسے گھر

نہیں آرہا وہ پر سکون ہوتے لان سے اٹھ کر واپس اندر کی طرف بڑھے اب ان کو سکون کی نیند آنی تھی باپ تھے بھلے ماضی میں ان سے جو کوتاہیاں ہوئی ی تھی وہ اب دوبارہ اس کو دوہرانہ نہیں چاہتے تھے اور ایسا نہیں تھا کے ماضی میں ان کو زیاد سے محبت نہیں تھی بس وقت ایسا آگیا تھا کے ان سے وہ سب کچھ ہو گیا جس کا انہونے سوچا بھی نہیں تھا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

بہت وقت تک شاور لینے کے بعد اس کو اپنا آپ ہلکہ پھلکہ محسوس ہوا وہ ٹاول بالوں میں لپیٹتی واشروم سے نکلی تو اس کو اے سی کی تیز کولنگ کی وجہ سے ٹھنڈ محسوس ہوئی ی باہر جو بھی مگر کمرے میں تو گرمیوں کا اس کو پتا ہی نہیں لگ رہا تھا اس کو کہا عادت تھی اے سی میں رہنے کی اپنی سوچ پہ وہ خود ہی طنزیہ مسکرائی ی اور مرر کے سامنے کھڑی ہوئی ی اس کو نہیں تھا پتا زیاد کہاں گیا ہو گا اور نہ اس کو دلچسپی تھی یہ جاننے میں وہ سر جھٹکتی بالوں کو ٹاول سے آزاد کرنے لگی تو پورے الجھے بال کمر پہ

بکھر گ ئی ے پانی ٹپک بہہ رہا تھا آرزو نے لب دانتوں تلے دبائے خود کو آئی ینے میں دیکھا جہاں اس کا عکس چمک رہا تھا چہرے پہ زردی ختم ہو گ ئی تھی اس کا رنگ پہلے کی طرح چمک رہا تھا اور گال سرخ سے تھے آرزو نے ٹاول اٹھایا اور بالوں کو رگڑتے بیڈ پہ بیٹھ گ ئی تاکہ سوکھ جائے تو وہ کنگھی کر سکے اس نے بالوں کو دونوں کندھوں پہ ڈالا اور کچھ پیچھے کمرے میں چھوڑے اس کے بال پہلے کی نسبت اور لمبے اور گھنے ہو گ ئی ے تھے جس سے اس کو کوفت ہوتی تھی کیوں کی بالوں کو سنوارنے میں مشکل پیش آتی تھی آرزو نے جیسے ہی بیڈ کی سائی یڈ پہ ٹاول رکھا تھا تو زیاد بھی کمرے میں داخل ہوا جس کے ہاتھ میں مختلف شاپرز اور بیگز تھے آرزو کو دیکھ کر وہ ٹھٹک گیا تھا جو گیلے کُھلے بال اور پنک نائ ٹ سوٹ میں سرخ گالوں سمیت بہت خوبصورت لگ رہی تھی زیاد کی نظریں اس کے بالوں پہ ٹھیر گ ئی تھی جو کافی لمبے تھے

جب کی آرزو خوامخواہ کنفیوز ہو رہی تھی زیاد کی نظریں خود پہ محسوس کرتے زیاد مسکراتا شاپرز کائی وِنچ پہ رکھے اور آرزو کو مخاطب کیا۔

میں ابھی کے لیے تمہارے لیے نوڈلز سوپ لایا ہوں تم وہ پینا اینڈ اس کے بعد تمہیں دوائی ی لینی ہے میں اپنی پسند کے کچھ ڈریسز بھی لایا ہوں تم دیکھ لینا باقاعدہ شاپنگ ہم تب کرینگے جب اپنے گھر جائیں گے۔ زیاد کی بات پہ آرزو چونک گ ئی اپنے گھر سے کیا مراد کیا یہ زیاد کا اپنا گھر نہیں تھا آرزو کا دل کیا پوچھے مگر ہائے آرزو کے اندر انا جاگ گ ئی تھی جس نے پوچھنے سے روک دیا۔

میں آتا ہوں کچھ کچن سے سامان لے آؤ۔ زیاد دوبارہ کہتا باہر گیا دو منٹ بعد آیا تو اس کے ہاتھ میں باؤل اور پلیٹیں تھی زیاد نے سوپ باؤل میں ڈال کر آرزو کو دیا جو آرزو نے تھام لیا اس نے کبھی نوڈلز سوپ پینا تو دور دیکھ بھی پہلی دفع رہی تھی اس نے زیاد کو دیکھا جو شاپنگ بیگز نیچے قالین پہ رکھ رہا تھا اور باقی شاپرز دور کیے ایک شاپر کھول رہا تھا جس میں پیزا

تھا شاید وہ اپنے لیے لایا تھا آرزو کو یہی لگا زیاد کو دیکھنے کے بعد وہ سوپ پینے میں مگن ہو گئی جو اس کو بہت پسند آیا زیاد بیڈ پہ آیا اور سے کچھ دور ہو کر پیزا کے دو پیس الگ پلیٹ میں رکھ کر آرزو کی طرف رکھا اور خود پیزا کھانے میں محو ہو گیا۔

یہ میں نہیں کھاؤں گی۔ آرزو خالی باؤل سائیڈ ٹیبل پہ رکھتی ہوئی زیاد سے بولی۔

کیوں؟ زیاد نے پوچھا۔

بس سوپ کافی تھا۔ آرزو بیڈ سے اٹھتی ہوئی بولی۔

اچھا پر شاید دیر کو بھوک لگے تو کچھ کھا لینا میں کچن میں سامان سیٹ کر رہا ہوں تمہارے لیے میں اور بھی چیزیں لایا ہوں لائیک چپس چاکلیٹس وغیرہ جب بھوک لگے تو کھا لینا۔ زیاد پیزا کھاتے ہوئے بولا۔

ہمم۔ آرزو اتنا کہتی ڈریسنگ ٹیبل کے پاس کھڑی ہو کر بال سنوارنے لگی زیاد نے آرزو کو دیکھا جو بالوں کو برش کرنے میں بزی تھی آرزو کے بال

اتنے بڑے ہو گے زیاد کو اندازہ نہیں تھا زیاد پیزا کھانے کے بعد اٹھا اور سارے شاپرز اٹھا کر باہر کی جانب گیا کچن میں آکر اس نے جوس وغیرہ کا سامان فریج میں رکھا اور سینڈوچز بھی اس نے فریج میں رکھ کر اس نے چاکلیٹس کا پیکٹ فریج کے اُپر والے خانے میں رکھا سارا سامان اس نے فرج میں سیٹ کیا مگر کچن کی حالت سدھارنے کی زحمت نہیں کی جو جوں کی توں تھی زیادہ واپس کمرے میں آیا اور برتن اٹھائے باہر گیا اور کچن میں آکر سنک کے پاس رکھ دی ئی ے۔ کمرے میں دوبارہ آیا تو آرزو ابھی بھی بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

آرزو دوائی ی لینی ہے تمہیں۔ زیاد بیڈ پہ بیٹھتا ہوا بولا۔

بعد میں کھالوں گی۔ آرزو نے جواب دیا۔ زیاد نے قالین سے شاپنگ بیگز اٹھائے اور کمرے میں جگہ دیکھنے لگا کے کہاں رکھے مگر کوئی ی جگہ سمجھ نہیں آئی ی تو اس نے ان کو اٹھا کر ڈریسنگ ٹیبل کے پاس رکھ دیا اور آرزو کے پیچھے کھڑے ہو کر اس کے کندھے پہ ٹھوری

ٹکائی ی۔ آرزو کے ہاتھ تھمے تھے زیاد کو اپنے پاس دیکھ کر جب کی زیاد آئی ینے میں خود کو اور آرزو کو دیکھ کر رہے تھا

پیچھے ہٹے۔ آرزو نے زیاد کو دور کرنا چاہا مگر زیاد نے اپنا ہاتھ اس کی کمر کے گرد رکھے۔

تم بہت پیاری ہو مگر پتا ہے مجھے تم میں کیا اچھا لگتا ہے؟ زیاد نے محبت سے چور لہجے میں آرزو سے کہہ کر اس سے پوچھا۔

مجھے نہیں کرنا پتا اور آپ دور ہٹے۔ آرزو تپ کے بولی تو زیاد نے مسکراہٹ دبائی ی۔

پر مجھے بتانا ہے۔ زیاد نے بڑی سنجیدگی سے کہا جب کی آنکھوں میں شرارت واضع تھی۔

مجھے نہ تمہارے گال بہت اٹریکٹ کرتے ہیں جب بھی دیکھتا تھا نہ ان کو کھینچنے کا دل کرتا تھا مگر تب میرا حق نہیں تھا مگر اب میرا حق ہے۔ زیاد اس کے کان کے پاس سرگوشی نما آواز میں کہتا اپنا ایک ہاتھ اس کے

گال پہ رکھا آرزو کو اپنے اندر سنسی ڈورتی محسوس ہو رہی تھی زیاد کا ہاتھ اپنے چہرے پہ محسوس کر کے کسی کرنٹ سے کم نہیں نہیں لگ رہا تھا جب کی زیاد نے اپنا چہرہ اس کے بالوں میں چھپالیا کچھ منٹ بعد خود ہی وہ اس سے الگ ہوا اور اس کا چہرہ اپنی طرف کیا آرزو کو لگ رہا تھا وہ اب گر پڑے گی اس کی ٹانگیں کپکپانے لگی تھی زیاد مسکراتا اس کے گال پہ جھک گیا آرزو نے آنکھیں بند کیے اپنے ہاتھ زیاد کے سینے پہ کر کے اس کو دور کرنے کی کوشش کرنے لگی جب کی زیاد اب دوسرے گال پہ جھک رہا تھا وہاں بھی اپنا لمس چھوڑ کر وہ سیدھا ہو کر آرزو سے کچھ دور ہو کر کھڑا ہو کر آرزو کو دیکھنے لگا جس کی حالت بری ہو رہی تھی جب کی چہرہ بلش کر رہا تھا آنکھیں ہنوز بند تھی۔

میں باہر لائی ونج میں ہی ہوں کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتانا۔ زیاد نے مسکرا کر کہا اور جانے کے لیے پلٹ گیا دروازے بند ہونے کی آواز پہ آرزو نے اپنی آنکھیں کھولی اور ڈریسنگ ٹیبل پہ ہاتھ رکھ کر سہارہ لیا اس

کو زیاد سے اتنی جرئ ت کی توقع نہیں تھی اس کو اب زیاد سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔

میں آج پنڈی کے لیے نکل رہا ہوں۔ وقاص نے بریک فاسٹ کرتے احمد سے کال پہ کہا۔

میں بھی دو دن تک پنڈی کے لیے نکلوں گا۔ احمد نے جوابً کہا۔

زیاد کی کوئی ی خبر ؟ وقاص نے جوس کا گلاس پکڑ کر پوچھا۔

ابھی بات نہیں ہوئی ی میری اس سے۔ احمد نے بتایا۔

اچھا علید ان سے بات ہو تو بتانا اور کہنا کے زیاد سے رابطہ کرے۔ وقاص نے کہا۔

کوئی ی بات ہوئی ی ہے کیا؟ احمد نے پوچھا

نہیں شاید وہ دونوں ساتھ نکلے پنڈی کے لیے ہمارے ساتھ تو نہیں آرہے وہ ویسے اصولن ً تو ہمیں ساتھ چلنا چاہیے۔ وقاص نے ناک سکوڑ کر کہا۔

کام نہ ہوتا تو ساتھ ہی ہوتیں۔ احمد نے وجہ بتائی ی۔

ہمم اوکے۔ وقاص نے ہنکارا بھرتے ہوئے کہا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

بابا ناشتہ کر کے جائے تیار ہے۔ روشنا ایاز صاحب کو باہر جاتے ہوئے دیکھا تو فورن سے کہا۔

چائے پی ئی ی تھی اور کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ایاز صاحب سنجید گی سے بولے

رات میں بھی آپ نے کھانا ٹھیک سے نہیں کھایا تھا۔ روشنا افسوس سے بولی۔

بیٹا بھوک نہیں تھی مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں خدا حافظ۔ ایاز صاحب کہتے باہر کی جانب چلے گ ئی ے روشنا نے مایوس سے ان کو جاتا دیکھا گھر میں عجیب سا سکوت چھایا ہوا تھا کیوں کی اب چہکنے والی ہستی آرزو نہیں تھی جو جاتے جاتے شاید گھر کا سکون بھی اپنے ساتھ لے گ ئی تھی۔

آرزو تم نے کیا کر دیا۔ روشنا تاسف سے آرزو کو خیالوں میں یاد کرتے ہوئے بولی۔

روشنا تم خود تو ناشتہ کرو۔ زرینہ بیگم کپڑوں کا ڈھیر لاتی ہوئی ی بولی۔
ہاں اماں کرلوں گی۔ روشنا کہتی کمرے کی طرف گ ئی زرینہ بیگم خاموش سے کپڑوں کو صوفہ پہ رکھا۔
جانے زندگی کیا کیا دکھائے گی اس عمر میں۔ زرینہ بیگم بڑبڑاتی ہوئی ی بیٹھ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر کالج کیوں نہیں جارہے ہو تم؟ عاشر بیڈ پہ لیٹا ماتھے پہ بازوں ٹکائے ہوئے تھا جب نصرت بیگم اس کے کمرے کی لائٹ آن کرتی ہوئی ی پوچھنے لگی۔

کچھ دن بعد جاؤں گا۔ عاشر نے ویسے ہی لیٹ کر جواب دیا۔

پڑھائی ی میں حرج ہو گا اور تم نے کتنی محنت کی ہے ڈاکٹر بننے کے لیے اور خواب دیکھے ہیں اور اب ایسے لاپرواہ بن رہے ہو۔ نصرت بیگم اس کو دیکھتی ہوئی ی بولی جو تین چار دنوں سے گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔

امی آپ کو لگتا ہے آرزو ایسا کر سکتی ہے جیسا خالا والوں کو لگ رہا ہے۔ عاشر نے ان کی بات جیسے سنی ہی نہیں تھی عاشر کی بات پہ نصرت بیگم تعجب سے اس کا چہرہ دیکھنے لگی جو سنجیدہ سا تھا عاشر کا مرجھایا اور سپاٹ چہرہ دیکھتی وہ گہری سانس لینے لگی وہ جانتی تھی عاشر آرزو کے لیے پریشان ہے اِس وجہ سے ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھاتا تھا اور نہ زیادہ

بات چیت کرتا تھا جب سے زرینہ بیگم کے گھر سے لوٹا تھا انہوں نے تو عاشر کو مسکراتا ہوا ابھی نہیں دیکھا تھا۔

اللہ بہتر جانتا ہے۔ نصرت بیگم صوفہ پہ بیٹھتی ہوئی بولی عاشر بھی اٹھ کر بیٹھ گیا اس کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھی جو ٹھیک سے نیند نہ لینے کی چغلی کھا رہی تھی بال ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے نصرت بیگم کا دل کٹ سا گیا تھا عاشر کو ایسی حالت میں دیکھ کر۔

بیشک مگر آپ اپنا بتائیں آپ کو کیا لگتا ہے۔ عاشر نے دوبارہ پوچھا۔

میرا دل نہیں مانتا ایسا کچھ ہوتا تو آرزو خود ہی کہہ دیتی کوئی بات تو ہے جو ہم نہیں جانتے۔ نصرت بیگم نے کہا۔

امی آرزو ایسا کر ہی نہیں سکتی مجھے اس پہ یقین ہے۔ عاشر پختگی سے بھرے لہجے میں کہا۔

عاشر تم نے اپنا حلیہ ایسا کیوں بنایا ہے میں جانتی ہوں آرزو کو لیکر پریشان ہو مگر اپنے آپ پہ توتوجہ دو تمہارے بابا پتا لگا تو جانے کیا مطلب نکالے۔ نصرت بیگم نے عاشر سے کہا جو سوچ میں گم تھا۔

میں ٹھیک ہوں میری جب تک آرزو سے بات نہیں ہو جاتی تب تک مجھے سکون نہیں آئے گا اس کی بات خالا خالوں اور روشنا آپی نے نہیں سنی مگر میں سنوں گا اور یقین بھی کروں گا۔ عاشر تیز آواز میں بولا تو نصرت بیگم اس کو دیکھتی رہ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

احمد تم ایک دن کے لیے ملازمہ کا بندوبست کرو اور یہاں کا ایڈریس دو۔ زیاد فون پہ احمد سے بولا۔

ایک توتم ابھی تک ہمایوں کے فلیٹ میں ہو تو ملازم کا کیا کرنا ہے وہ بھی ایک دن کے لیے گھر جاؤ اپنے اور آرام سے رہو۔ احمد نے تنک کے کہا۔

مشورہ نہیں مانگا اور ملازم نہیں ملازمہ۔زیاد نے جتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاں ہاں وہی ملازمہ پر کیوں ؟احمد نے کہا۔

گھر کی صفائی ی کروانی ہے۔زیاد نے کچن کہنے سے گریز برتا۔

اچھا تم خود کرلوں صفائی ی۔احمد پھر سے مشورہ دیا۔

اب اگر اپنے جیسا مشورہ دیا نہ تو سارے فلیٹ کی صفائی ی کرواؤ گا تم سے۔زیاد نے سخت لہجے میں کہا۔

اچھا بابا اچھا نہیں دیتا میں مشورہ اور ملازمہ کا بندوبست ہو جائے گا۔احمد ہنس کے بولا تو زیاد کی نظر سامنے سے آتی آرزو پہ پڑی جو آنکھیں مسلتی ہوئی ی آرہی تھی زیاد کے لبوں پہ تبسم کُھلا۔

بعد میں بات کرتا ہوں۔زیاد نے احمد سے کہتے کال کٹ کی آرزو زیاد کے سامنے کھڑی ہوئی ی۔

مجھے بات کرنی ہے آپ سے۔ آرزو زیاد سے بولی جو یک ٹک اس کو دیکھ رہا تھا آرزو کی بات پہ وہ اس کا ہاتھ پکڑ تا اپنے ساتھ بیٹھانے لگا اور دونوں ہاتھ تھام لیے۔

کرو بات۔ زیاد نے اس کے ہاتھ اپنے ہونٹوں پہ لگائے کہا آرزو پزل ہوتی نیچے دیکھنے لگی۔

وہ مجھے میرے گھر جانا تھا۔ آرزو نے کہا تو زیاد کے تاثرات ایک منٹ میں بدلے تھے۔

تمہارا گھر اب وہ ہے جہاں میں رہوں گا۔ زیاد نے کہا۔

مجھے ان سے بات کرنی ہے میں جاؤں گی ان کے پاس۔ آرزو نے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے کہا مگر زیاد کی گرفت مضبوط تھی۔

ناشتے میں کیا لوں گی؟ زیاد اس کی بات نظر انداز کیے بولا۔

زہر لوں گی۔ آرزو سیخ پا ہو کر بولی۔

آرزو کیوں میرا اور اپنا موڈ خراب کر رہی ہو صبح صبح ایسی باتیں کر کے۔ زیاد نے اس گال پہ ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

میری پوری زندگی خراب ہو رہی ہے اور آپ کو اپنے موڈ کی پڑی ہے۔ آرزو جھنجھلا کر بولی۔

تم بیٹھو میں تمہارے لیے ناشتہ لے آتا ہوں۔ زیاد نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا جب کی آرزو گنگ سی پاگل بنے زیاد کو دیکھ رہی تھی جس پہ اس کی بات کا اثر ہی نہیں ہو رہا تھا زیاد کچن کی طرف گیا تو آرزو پہ اٹھتی کمرے میں گ ئی دروازہ لوک کر لیا اور اس پہ اپنی پشت ٹکاتی بیٹھتی چلی گ ئی۔ زیاد ٹرے میں سینڈوچ اور جوس سجاتا لائی ونج میں آیا تو خالی لائی ونج دیکھ کر وہ آرزو کے کمرے کی طرف دیکھا دروازہ لاک دیکھ کر زیاد نے زور سے پیر دروازے پہ مارا۔

آرزو دروازہ کھولو یہ کیا طریقہ ہے۔ زیاد نے دروازہ کھٹکھٹا کر زور آواز میں کہا جب کی دوسری طرف گھٹنوں کے درمیان سر دی ئی ے آرزو نے کوئی ی جواب نہیں دیا۔

آرزو دروازہ کھولوں ورنہ میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا اس کو توڑنے میں۔ زیاد نے دھمکی دی۔

مجھے نفرت ہے آپ سے سنا آپ نے اور میں آپ کے ساتھ نہیں رہوں گی کبھی بھی نہیں مجھے بس میرے گھر جانا ہے۔ آرزو چیخ کے بولی جب کی زیاد کے دل میں کجھ ٹوٹا تھا اتنا آسان کہاں تھا اس کے لیے اپنی محبت کے منہ سے نفرت کا اظہار سننا زیاد نے گہری سانس لیکر خود کو کمپوز کرنا چاہا۔

آرزو ابھی تم غصے میں ہو ریلیکس کرو اس کے بعد آرام سے بات کریں گے۔ زیاد نے آرزو کو سمجھانا چاہا۔

میں تب بھی یہی کہوں گی اور اب بھی یہی کے مجھے آپ کے ساتھ نہیں رہنا۔ آرزو ویسے ہی جواب دیتی بولی تو زیاد نے آنکھیں بند کر کے کھولی یہ اتنا آسان نہیں تھا جتنا اس نے سوچا اس کو لگا تھا آرزو اس کی محبت دیکھ کر سلینڈر کر لیں گی اس کو کیا پتا تھا وہ ایسا رویہ اختیار کریں گی۔

دل تجھ پہ فدا ہوا

کمبخت شوق سے تباہ ہوا

آرزو ناشتہ کر و اس کے بعد بھلے دروازہ بند کرنا۔ زیاد نے منت کی مگر اس بار کوئی ی جواب نہیں آیا تو زیاد وہاں پلٹ گیا جب کی آرزو پھوٹ پھوٹ کر رونے میں لگ گ ئی

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آپ کہاں جا رہے ہیں؟ ماہی بیگم نے ابرار صاحب کو کپڑے بیگ میں پیک کرنے کا کہا تو انہوں نے پوچھا۔

لاہور میں کوئی ی کام ہے وہاں جارہاہوں تم پکنگ کرلینا۔ابرار صاحب شوز کے تسمے باندھتے ہوئے بولے۔

خیریت ہے نہ۔ماہی بیگم نے پوچھا۔

ہاں اللہ کا کرم ہے۔ابرار صاحب اٹھتے ہوئے بولے۔

موم ڈیڈ میں آجاؤں؟زارون دروازے کے قریب آتا اجازت لینے لگا۔

ہاں آجاؤ۔ماہی بیگم نے اجازت دی تو وہ اندر داخل ہوا۔

ڈیڈ میرے دوست ٹرپ پہ جارہے ہیں تو میں ان کے ساتھ جاؤں گا آج شام کو۔زارون نے بتایا۔

کتنے دنوں کا ٹرپ ہے؟ابرار صاحب نے پوچھا۔

ایک مہینے کا۔زارون ماہی بیگم کی طرف دیکھ کر ابرار صاحب سے بولا۔

ایک مہینہ زیادہ ہے تم اپنی پڑھائی ی پہ فوکس کرو نہ کی دوستوں میں زیاد کی طرح ٹائی م ویسٹ کرو۔ ابرار صاحب اس کی بات پہ بھڑک اٹھے۔

زیاد کا کیا ذکر یہاں۔ ماہی بیگم کو ان کا کہنا برا لگا تو فورن سے کہا۔

توں کیا وہ نہیں کرتا اب بھی ان کے ساتھ آوارہ گردی کر رہا ہوگا اور جان سولی پہ بھائی ی کی لٹکائی ی ہے۔ ابرار صاحب سخت ہوئے جب کی زارون پریشانی سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا کے وہ کہنے کیا آیا تھا اور بات شروع کونسی ہوگ ئی تھی۔

بنا جانے بس زیاد کو برا کہی ئی یے گا۔ ماہی بیگم گھور کر کہتی کمرے سے نکل گ ئی۔

ڈیڈ۔ ماہی بیگم کے جانے کے بعد زارون نے ابرار صاحب کو مخاطب کیا۔

جاؤ بھ ئی ایک مہینے کے لیے یا دو مہینوں کے لیے ہر کسی کو اپنی پڑی ہے یہاں۔ ابرار صاحب جھلا کر بولے تو زارون کی ہنسی نکلتے نکلتے رہ گ ئی۔

شکریہ ڈیڈ۔ زارون کہتا جلدی سے کمرے سے واک آؤٹ کر گیا جب کی ابرار صاحب نفی میں سر ہلانے گے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

پورا دن گزر گیا تھا مگر آرزو نہ باہر آئ ی اور نہ دروازہ کھولا زیاد پریشانی سے دروازے کے سامنے چکر لگاتا اور واپس ہٹ جاتا اس کو ڈوپلیکیٹ چابیاں مل گ ئی تھی پر وہ آرزو کو وقت دینا چاہتا تھا تا کہ وہ خود ہی ٹھیک ہو مگر اس کو پریشانی بھی تھی کے اس کی طبیعت نہ بگڑ جائے اور ایک آرزو تھی جس نے ضد پکڑ لی تھی کے کچھ بھی ہو جائے اس کی بات نہیں مانی احمد کا بھیجا گیا ملازم اس کو مل گیا تھا اس نے تو ملازمہ کا کہا تھا مگر احمد نے کہا ایک دن کی بات ہے صفائ ی کروا لے تو زیاد نے اس کو سیدھا

کچن میں چھوڑ کر اس کو ٹھیک کرنے کا کہا تھا اور کام ہو جانے کے بعد پے ئی سے دے کر اس کو فارغ کیا تھا اور اب زیاد اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا جب اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا تو جھٹ سے سر اٹھایا تو دنگ رہ گیا بکھرے بال سوجھی آنکھیں لیے آرزو سنجیدگی سے اس کو دیکھ رہی تھی زیاد کو اپنا آپ کھائی ی میں گرتا محسوس ہو رہا تھا وہ فورن سے اٹھا اور آرزو کو کندھوں سے پکڑا۔

کیوں کر رہی ہو ایسا کیوں مجھے تکلیف دینے کے لیے خود کو تکلیف پہنچا رہی ہو۔زیاد نے جھنجوڑتے ہوئے پوچھا۔

ایک دفع فون پہ ہی بات کروادے۔آرزو کی بات پہ وہ اس کو دیکھتا رہ گیا جس کو ابھی بھی بس گھر والوں کی پڑی تھی جنہوں نے بنا اس کی بات سنے گھر سے بے دخل کر لیا تھا۔

یہاں بیٹھو۔زیاد نے اس کو صوفہ پہ بیٹھایا اس کو بیٹھا کر زیاد نیچے اس کے قدموں کے پاس بیٹھا اور نرمی سے بات شروع کی۔

میں واعدہ کرتا ہوں سب ٹھیک کرلوں گا تمہارا باپ خود تم سے ملنے آئے گا اور تمہاری ماں تمہیں سینے سے لگائے گی پر تم ایسے خود کو تکلیف نہیں دو کچھ صبر کرو اس کے بعد۔ آرزو اس کی بات پہ زیاد کا چہرہ دیکھنے لگی جہاں سچائی ی تھی پر آرزو کا اعتبار زیاد سے اٹھ گیا تھا۔

میری قسم کھائے۔ آرزو بہت دیر بعد بس یہی کہا جب کی زیاد بو نچکار کے رہ گیا آرزو کی بات سن کر۔

آرزو۔ زیاد غصے سے بولا۔

کیا آرزو آپ بس میری قسم کھائے اگر آپ نے اپنی بات پوری نہیں کی تو میں دعا کروں گی اس دن میری موت

مجھے تمہاری قسم آرزو میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا اگر میں اپنی بات پوری نہ کروں تو میری موت اس طرح سے ہو کے لاش بھی نہ ملے۔ آرزو کی بات بیچ میں ٹوک کر زیاد سپاٹ انداز میں بولا آرزو کی بے اعتباری نے اس کو دکھ پہنچایا تھا۔

ٹھیک ہے۔ آرزو نے سر ہلایا اور اپنی آنکھیں صاف کی۔

میں نے تمہاری بات مانی اب تم بھی مانوں فریش ہو جائے پھر باہر چلتے ہیں۔ زیاد نے کہا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی اٹھ کر کمرے کی طرف بڑھ گئی زیاد بھی فریش ہونے کے لیے اٹھ گیا۔ آرزو کمرے میں آکر زیاد کے دی ئے ہوئے بیگز میں سے ایک بیگ لیا اور واشروم گئی۔ شاور لیکر باہر آئی تو مرر کے سامنے اپنا جائزہ لینے لگی سکن کلر کے پرنٹڈ سوٹ میں وہ بہت خوبصورت لگ رہی شیفون کا ڈوپٹہ اس نے ایک شانے پہ ٹکایا تھا ڈریس پورا اس کی ناپ کا تھا آرزو کی آنکھوں میں ستائش ابھری تھی وہ زیادہ تر فراق پہنتی تھی مگر سکن کلر کی قمیض اور اسکن ٹرائی وزر میں وہ اپنی عمر سے بڑی لگ رہی تھی آرزو ڈوپٹہ اُتار کر بیڈ پہ رکھا اور بالوں میں برش پھیرنے لگی ربن تو تھا نہیں اس لیے ان کو کُھلا ہوا چھوڑ دیا چپل کی تلاش میں اس نے نظر گھمائی تو بیڈ کے پاس سینڈل نظر نہیں آئی مگر اپنے ڈریس کے ساتھ اس کو ٹھیک نہیں لگا تو

اس نے اپنی سادہ چپل پہن لی جو یہی پہ موجود تھی ڈوپٹہ کندھے پہ رکھ کر وہ باہر آئی ی تو زیاد بھی اس کے انتظار میں تھا آرزو چلتے ہوئے اس کے پاس جانے لگی جس کی پشت اس کے سامنے تھی آرزو کی موجودگی محسوس کر کے زیاد نے اس کی طرف چہرہ موڑا تو مبہوت رہ گیا اس کو سمجھ نہیں آرہا تھا کب آرزو زیادہ پیاری لگ رہی تھی جب بھی دیکھتا اس کو پہلے کی نسبت پیاری لگتی زیاد سوچتا رہ گیا وہ اتنی سادگی میں ہی اس کو خوبصورت لگتی ہے جب وہ مکمل طور پہ تیار ہوتی ہو گی تو جانے اس کا کیا حال ہو گا اس کو دیکھ کر آرزو نے پھر زیاد کو خود کو دیکھنے میں گم پایا تو عجلت بھرا لہجہ اپناتے ہوئے بولی۔

میری چادر نہیں ہے باہر کیسے چلوں گی یہ بہت باریک سا ہے۔ آرزو کی بات پہ وہ ہوش میں آیا تھا اور اپنی حالت پہ ہنسی آئی ی۔

کوئی ی بات نہیں تم ابھی یہی سر پہ اُوڑلو باہر جا رہے ہیں تو دوسری لیں گے۔ زیاد نے مسکرا کر کہا تو آرزو نے بس سر کو جنبش دی۔

ایک منٹ اندر آنا۔ زیاد نے اس کا ہاتھ تھام کر اندر کمرے میں لے آیا۔

کیا ہوا؟ آرزو کو سمجھ نہ آیا۔

تم بیٹھو۔ زیاد نے اس کو کائی وچ پہ بیٹھایا اور خود بیگز کی جانب آیا اور ان میں سے ایک گلابی رنگ کا بیگ اٹھایا اور دوسرا بیگ ہاتھ میں لیا۔

اس میں تمہارے کاسمیٹکس کا سامان ہے اور یہ میچنگ سینڈل ہے جو تم اس ڈریس کے ساتھ پہنوں گی۔ زیاد نے آرام سے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر جانے کیا مزہ آتا تھا اس کو آرزو کے قدموں کے پاس بیٹھ کر۔

میں خود پہن لوں گی۔ آرزو نے اس کو ڈبے میں سے سینڈل نکالتا دیکھا تو فورن سے کہا۔

میں پہنا دیتا ہوں نہ۔ زیاد عام انداز میں بولا۔

نہیں۔ آرزو نے اپنے پاؤں پیچھے کر لیے جب کی زیاد نے نفیس سی اسکن کلر کی پینسل ہیل والی سینڈل اپنے ہاتھوں میں لی اور بنا اس کی حرکت کا

نوٹس لیے اس کا پیر اپنے گھٹنے پہ رکھا اور اس کی پہنی ہوئی چپل اُتار کر سینڈل پہنانے لگا آرزو تو بس حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی جو بنا ماتھے پہ شکن لائے اس کے پیروں میں سینڈل پہنا رہا تھا کیا کوئی مرد عورت کے قدموں میں بیٹھتا ہو گا اس نے سوچا مگر کوئی جواب نہیں ملا وہ سمجھ نہ آئی اتنے خوبرو اور کئی رنگ شوہر ملنے پہ وہ ناز کریں یا اپنے گھر والوں سے الگ ہونے پہ ماتم کریں اس کی سوچ سے بے خبر زیاد پورے دھیان سے اس کو سینڈل پہنانے کے بعد اس کے پاؤں دیکھ رہا تھا جس پہ اسکن کلر کی سینڈل آرزو کے گلابی پاؤں میں بہت بچ رہی تھی۔

چلیں۔ زیاد اٹھتا ہوا بولا تو آرزو خیالوں سے نکل کر ہوش میں آئی اور زیاد کے پیچھے چلنے لگی زیاد ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا تو آرزو بھی فرنٹ سیٹ کی طرف آئی۔

سیٹ بیلٹ باندھ لیتا ہوں۔ زیاد نے کہا

میں کرلوں گی۔ آرزو نے کہا اور سیٹ بیلٹ باندھنے لگی زیاد آرزو کو دیکھنے لگا جو سیٹ باندھنے کی کوشش کر رہی تھی اور آخر کار ٹیڑھا میڑھا اس نے باندھ ہی لیا تھا جس سے وہ خوش ہو گئی تھی زیاد کو خوشی ہوئی کے کسی بہانے آرزو کے چہرے پہ کچھ مسکراہٹ تو آئی زیاد بھی مسکراتا گاڑی سٹارٹ کرنے لگا آرزو گاڑی کا شیشہ نیچے کرتی باہر کا نظارہ دیکھنے لگی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

پہلے کہاں چلیں ؟زیاد نے گاڑی ڈرائیو کرتے آرزو سے پوچھا۔

سب اپنی مرضی سے کرتے ہیں اس میں بھی اپنی مرضی کریں۔ آرزو نے بنا دیکھے کہا تو زیاد نے گہری سانس لی اور گاڑی مال کے سامنے روکی گاڑی رُکنے پہ آرزو نے زیاد کو دیکھا جو سیٹ بیلٹ کھول رہا تھا آرزو بھی بنا سوال کی سیٹ بلیٹ کھولنے لگی اور گاڑی سے اُتری تو آنکھیں پھاڑ کر سامنے مال کو دیکھنے لگی جو رات ہونے کی وجہ سے باہر سے جگمگا رہا تھا

آرزو اتنے بڑے مال کو دیکھ کر زیاد کو دیکھنے لگی جو اس کے ساتھ کھڑا ہوا تھا آرزو کو سمجھ نہیں آیا وہ ایک چادر لینے اتنے بڑے مال میں آئی یں تھے جہاں رات ہونے کے باوجود بھی لوگوں کی افراتفری تھی۔

ہمیں یہاں بس چادر لینے آئی یں ہیں؟ آرزو زیادہ دیر تک اپنی حیرت چھپا نہیں پائی ی۔

نہیں اگر تم کچھ اور لینا چاہو تو لے سکتی ہو ہم یہاں فوڈ کارٹ میں کھانا کھا سکتے ہیں۔زیاد نے آرام سے کہا اور اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتا مال کے اندر لے جانے لگا اندر داخل ہوتے آرزو چاروں طرف مال کا معائنہ بھی کر رہی تھی ایسے مالز میں شاپنگ کرنا اس کا بس ڈریم رہا تھا حقیقت میں بھی آئے گی یہ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا زیاد اس کو ایک شاپ پہ لے آیا اور مختلف ڈیزائن کی چادریں شال اس کو دیکھنے کا کہا

آرزو کو سمجھ نہیں آیا کونسی لے اس کو تو بس خود کو ڈھانپنا تھا اور یہاں اتنی ساری دیکھ کر اس کو اپنا سر چکراتا ہوا محسوس ہو رہا تھا زیاد اس کو خاموش دیکھتا خود ہی چار سے پانچ مختلف چادر لی اور ایک شال آرزو کے اُپر اوڑدی آرزو تو سب کے سامنے زیاد کی حرکت پہ گھور کر رہ گ ئی جب کی سیل گرلز مسکرا کر ان کو دیکھ رہی تھیں۔زیاد نے بیگ پکڑا اور آرزو کو لیے جیولری شاپ لے آیا۔

اب ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟ آرزو تپ کے بولی۔

تمہیں رونمائی ی کا تحفہ نہیں دیا تھا نہ وہ خریدنے آئے ہیں۔زیاد نے فورن سے کہا

ہاں جیسے شادی تو بہت شاندار طریقے سے ہوئی ی تھی نہ بس یہ تحفہ رہتا تھا۔زیاد کی بات پہ آرزو طنزیہ کہا زیاد کو لگا جیسے آرزو اس کا دل اپنے پیروں کے نیچے مسل رہی ہو۔

آپ کوئی سمپل مگر خوبصورت بریسلیٹ کے ڈیزائن دیکھائے۔زیاد آرزو کی بات نظر انداز کیے جیولر سے بولا تو جیولر نے بہت سارے بریسلیٹ زیاد کے سامنے کیے۔زیاد سب پہ نظر ڈالتا ایک ستاروں کی ڈیزائن سے بنا بریسلیٹ اپنے ہاتھ میں لیا جس کے بیچ چاند نما سی لڑی لٹک رہی تھی آرزو بھی زیاد کے ہاتھ میں بریسلیٹ کو دیکھا پھر چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

یہ پیک کر دیں۔زیاد نے بریسلیٹ پیک کرنے کہا اور بل پے کیا آرزو کو لیے باہر آیا۔

میں اب اور نہیں چل رہی آپ مجھے گھر لیں چلے۔آرزو نے زیاد کی پھر کسی شاپ پہ جاتا دیکھا تو کہا۔

اتنا وقت بھی نہیں ہوا خیر ڈنر کر کے چلتے ہیں۔زیاد نے آرزو سے کہا اور فوڈ کارٹ کی طرف بڑھا۔

آہستہ چلیں میں گر جاؤں گی۔ آرزو اپنی شال جو بار بار ہیل میں اٹک رہی تھی اس کو سنبھالتی زیاد سے بولی جو اس کا ہاتھ پکڑ تا تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا۔

ڈونٹ وری میں ہوں نہ سنبھالنے کے لیے۔ زیاد نے چہرہ آرزو کی طرف آنکھ ونک کرتے ہوئے کہا تو آرزو نے گھور کر زیاد کو دیکھا جواب مسکرا رہا تھا۔

وہ آرزو ہے نہ؟ سومل اپنی دوستوں کے ساتھ شاپنگ پہ آئی یں تھی جب مال میں اپر والے فلور پہ اس کو ایک لڑکی کو زیاد کے ساتھ دیکھ کر آرزو کا گمان ہوا کیوں کی زیاد کا چہرہ نظر آگیا تھا مگر آرزو کو شال کی وجہ سے سومل کو پہنچاننے میں مشکل ہوئی ی۔

ارے آرزو کہاں آگ ئی بیچ میں اس کی ایک دوست عدیلہ سومل کا مزاق اڑاتی ہوئی ی بولی۔

آجکل سومل کو آرزو بہت یاد آتی ہے۔ دوسری دوست نے بھی لقمہ دیا۔

شٹ اپ گائیز۔ سومل چیخ پڑی تو ان سب نے ہنسنا بند کیا۔

وہ آرزو کیسے ہو سکتی ہے اور وہ بھی ایک لڑکے کے ساتھ۔ دوسری دوست نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کہا۔

ہمم شاید۔ سومل نے کہا۔

اچھا چلو نیچے ہیں۔ عدیلہ نے کہا تو سب اس کی تلقید میں گ ئ ے جب کی سومل کا دھیان زیاد کے ساتھ کونسی لڑکی تھی اس پہ چلا گیا تھا۔

کیا کھاؤ گی؟ زیاد نے آرزو کے لیے چی ئ ر گھسیٹتے ہوئے پوچھا۔

کچھ بھی۔ آرزو نروس سی بولی۔ زیاد خود بھی بیٹھا اس کے بعد ایک لڑکے کو اپنا آرڈر لینے کا کہا آرزو آس پاس دیکھنے لگی جہاں کوئ ی کپل کی طرح ایک دوسرے کا ہاتھ ہاتھوں میں لیے بیٹھا تھا تو کہیں لڑکیوں لڑکوں کا گروپ تھا ہلکہ ہلکہ میوزک رات کی تاریخی میں ایک خوبصورت منظر پیش کر رہا تھا۔

رومانٹک ماحول ہے نہ؟زیاد نے مسکراہٹ ضبط کیے آرزو سے پوچھا جو ابھی تک جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

مجھے کیا پتا۔ آرزو سیدھی ہو کر بولی تب تک ان کا آرڈر بھی آچکا تھا۔

پاستا کہا تھا میں نے۔زیاد نے لڑکے سے کہا جو ٹیبل پہ کھانا سیٹ کر رہا تھا۔

سوری سر ابھی لاتا ہوں۔ لڑکا فورن سے کہتا وہاں سے چلا گیا جب کی زیاد آرزو کو کھانا سرو کرنے لگا آرزو اپنی پلیٹ کو دیکھتی رہی جب زیاد کا آرڈر آیا اس نے کھانا پھر شروع کیا جب زیاد نے کھانا سٹارٹ کیا تو زیاد کے دل نے انجانی خوشی کا احساس جاگا تھا۔

کھانا کھانے کے بعد زیاد نے اپنی کرسی آرزو کے کجھ پاس کی تو آرزو نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگی جواب اپنی پینٹ کی جیب سے سیل فون نکال رہا تھا۔

ایک یادگار سیلفی تو بنتی ہے نہ آخر کار یہ ہمارا پہلا ڈنر ہے وہ بھی باہر۔زیاد اس کی آنکھوں کا تاثر پڑھتے محبت سے بولا تو آرزو نے آنکھیں گھمائی ی جب کی زیاد فرنٹ کیمرا آن کیے اپنے بالوں میں ہاتھ ڈالے ان کو سہی کرنے لگا جو پہلے ہی ٹھیک تھے زیاد کی حرکت پہ کچھ لڑکیوں کی نظر اس پہ ٹھیری تھی آرزو نے جب اپنے پاس والی ٹیبل پہ بیٹھی لڑکیوں کا دھیان زیاد کی طرف دیکھا تو اس کو خوامخواہ غصہ آنے لگا۔

اب چلیں۔آرزو تیکھے لہجے میں بولی تو زیاد حیرت سے اس کی جانب دیکھنے لگا جس کا موڈ اچانک سے خراب ہو گیا تھا۔

ایک سیلفی بھی نہیں۔زیاد نے جیسے یاد کروایا اور اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر تصویریں نکالنے لگا جب کی آرزو کی شعلہ بھری نظریں ان لڑکیوں پہ تھیں جو بنا ارد گرد کا خیال کیے زیاد کو تاڑ رہی تھی زیاد ان سب سے لاپرواہ بنا بیٹھا تھا کیوں کی اس کو ان نظروں کی عادت تھی

جب کی آرزو کا بس نہیں چل رہا تھا وہ ان سب کی آنکھیں نوچ لیتی وہ خود اپنی حالت سمجھ نہیں پا رہی تھی کے اس کو کیوں اتنا برا لگ رہا ہے۔

آرزو فون کی کیمرا کی طرف دیکھو یا مجھے۔زیاد نے اس کو مسلسل کہی اور دیکھتا پایا تو جیلس ہو کر بولا اس کی بات پہ آرزو نے گھور کر دیکھا زیاد نے یہ منظر اپنی فون میں کلک کر دیا تھا۔

چلیں اب۔زیاد مسکرا کر بیگز ہاتھ میں لیے بولا آرزو اپنی شال ٹھیک کرتی اٹھی اور وہاں سے گزرنے لگی جہاں وہ لڑکیاں بیٹھی ہوتی تھی ان کی ٹیبل سے پاس گزرتے وقت آرزو نے جب ایک لڑکی کا پاؤ ٹیبل سے باہر دیکھا تو اپنی ہیل سے اس کا پیر کچلتی بڑے آرام سے گزر گ ئی

آآآ۔لڑکی کی زوردار چیخ پہ سب اس کی طرف دیکھنے لگے اس کے ساتھ بیٹھی ہوئ ی لڑکیوں نے تو اپنے دل پہ ہاتھ رکھ دیا اتنی زور سے جو چیخی تھی۔

اندھی ہو گیا۔ جس کا آرزو نے پیر کُچلا تھا وہ اپنے سرخ ہوتے پیر کو دیکھتی غصے سے آرزو کو دیکھتی بولی جو چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت سجائے نا سمجھی سے اس کو دیکھ رہی تھی جیسے اس نے تو کچھ کیا ہی نہیں تھا اور نہ جانتی تھی زیاد بھی جلدی سے آرزو کے پاس آیا اس کو لگا آرزو سے غلطی سے ہو گیا ہو گا۔

جان بوجھ کر تو نہیں ہوا اس لیے چیخ مت۔ زیاد نے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔

آپ کہتے ہیں تو مان لیتے ہیں۔ دوسری لڑکی زیاد کو دیکھ کر دل فریب انداز میں بولی تو اس کی ساتھ کھڑی لڑکیاں بھی تائید میں سر ہلانے لگی جب کی جس کا پیر آرزو نے کچلا تھا اس کی تو بس رونے کی کثر رہ گ ئی تھی آرزو نے گھور کر اس لڑکی کو دیکھا۔

نہ ماننے میں نے جان بوجھ کر کیا ہے۔ آرزو نے تنک کر کہا تو سب لوگ حیرت سے اس کو دیکھنے لگے زیاد نے سب کا دھیان آرزو کی طرف پایا تو آرزو کو دیکھ کر کہا۔

آرزو ایسا کیوں بول رہی ہو ہم باہر ہیں اس لیے مزاق مت کرو۔

سے سوری۔ لڑکی چیخ کر آرزو سے بولی تو زیاد نے ناگوار نظر اس لڑکی پہ ڈالی۔

میری جوتی۔ آرزو نے ٹھینگا دیکھایا۔

کیا ہو رہا ہے یہاں۔ مینیجر نے رش دیکھا تو وہاں آکر بولا۔

نتھنگ آپ بس ان پاگل لڑکیوں کو سمجھائے جو تماشا کر رہی ہیں۔ زیاد سخت انداز میں کہا تو مینجر نے فورن سے غلطی نہ ہونے پر بھی معذرت کی وہ زیاد کو اچھے سے جانتے تھے۔

چلو آرزو۔ زیاد سب پہ ایک نظر ڈالتا آرزو ہاتھ اپنی مضبوط گرفت میں لیتا لوگوں کی جمع کی ہوئی ی بھیڑ کو چیرتا آرزو کو سامنے کیے گزر گیا جب کی آرزو چہرہ موڑ کر ان لڑکیوں کو زبان دیکھا کر چڑانا نہیں بھولی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر۔

عینی اتنے دنوں بعد عاشر کو کالج میں دیکھا تو خوشی سے کِھل اٹھی اور فورن سے اس کے پاس آئی ی جو باہر گرائی ونڈ پہ بیٹھا تھا۔

اسلام علیکم۔ عاشر نے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام کہاں غائب تھے اتنے دن کالج ہی نہیں آئے؟ عینی نے سلام کا جواب دے ایک سانس میں پوچھ ڈالا وہ چاہ کر بھی اپنی بے چینی چھپا نہیں پائی ی۔

کجھ ضروری کام تھا اس وجہ سے کالج نہ آسکا۔ عاشر نے بتایا۔

اچھا سہی میں تمہاری ہیلپ کر دوں گی پر تم نے تو پہلی پریزنٹیشن بھی مس کر دی۔ عینی پہلے پرجوش پھر پریشان ہو کر بولی۔

میں کور کر لوں گا سب کچھ۔ عاشر نے جواب دیا۔

ہاں پڑھائی میں ایکٹو جو ہو۔ عینی نے ہنس کر بولی۔

میں لائبریری جا رہا ہوں دس منٹ بعد کلاس ہے۔ عاشر اٹھتا ہوا بولا تو عینی پہ جھٹ سے اٹھ بیٹھی۔

مجھے بھی لائبریری میں کام ہے ساتھ چلتی ہوں۔ عینی کی بات پہ عاشر نے محض سر ہلایا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

صبح آرزو کی آنکھ باہر سے آتی آوازوں پہ کُھلی وہ انگڑائی بھرتی بیڈ پہ اٹھ بیٹھی تو بال کسی آبشار کی مانند اس کے چہرے پہ گر پڑے جن کو وہ ہاتھوں کی مدد سے پیچھے کرتی بالوں کا جوڑا بنائے کیچر میں مقید کیا اور بیڈ سے اٹھ کر سائیڈ سے اپنا ڈوپٹہ اٹھایا اور کندھے پہ ڈال کر سلپر پہنتی

باہر جانے لگی تو زیاد کے ساتھ کسی لڑکے کو بیٹھا دیکھا مگر اس کی پشت دیکھ کر وہ فورن سے واپس جانے کے مڑی مگر زیاد نے اس کو دیکھ لیا تھا تبھی اس کو آواز دی۔

آرزو یہاں آئو۔ آرزو مرتا کیا نہ کرتا کی مصداق ڈوپٹہ کندھے سے لیکر سر پہ ٹھیک سے پہنا اور چہرہ دوبارہ سیدھا کیے زیاد کے پاس جانے لگی زیاد نے فخر سے آرزو کی جانب دیکھا تھا جو جتنی بھی لاپرواہ سہی مگر مگر خود کو غیر مردوں سے چھپانا اس کو اچھے سے آتا تھا آرزو پاس آئی ی تو اس کی نظر سامنے بیٹھے شخص پہ پڑی تو اس کو ایسا لگا جیسے اس نے کہی دیکھا ہو مگر وہ سر جھٹکتی زیاد کے پاس رکھے صوفہ پہ بیٹھ گ ئی۔

کیسی ہو۔علیدان نے مسکرا کر پوچھا تو آرزو نے زیاد کی جانب دیکھا جو خود علیدان کو گھور رہا تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔ آرزو نے جواب دیا۔ دل پتھر کا

رمشا حسین

شاید تم نے پہچانا نہیں میں وہی ہوں جو تمہاری بہن کو ڈراپ کرنے آیا تھا۔علیدان نے آرزو کو جزبز ہوتا دیکھا تو یاد کروانے کی خاطر بتایا زیاد بس خود پہ کنٹرول کیے بیٹھا رہا دوستی ہو کوئی ی بھی مگر اس کو کہاں برداشت تھا اس کے علاوہ کوئی ی آرزو سے فرینکلی بات کرے۔

ہاں یاد آیا تبھی میں سوچوں آپ مجھے دیکھے دیکھے سے لگ رہے تھے۔ آرزو کچھ دیر تک دماغ پہ زور دینے پہ یاد آیا تو پر جوش آواز میں بولی تو علیدان نے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

تمہیں آفس کے لیے لیٹ نہیں ہو رہا ہے۔زیاد نے زبردستی مسکرا کر علیدان سے پوچھا۔

نہیں آج میرا آف ہے میں پنڈی کے لیے روانہ ہو گا۔علیدان نے بتایا۔

ہاں میں بھی آجاؤں گا ہمایوں بار بار کال کر کے آنا کا کہہ رہا تھا۔زیاد کو اچانک ہمایوں کی شادی یاد آئی ی تو کہا۔

ہمم اور تم اپنے آفس سے کسی کی کال رسیو نہیں کر رہے تو انہوں نے مجھے کال کی آئی ی مین سرئی سلی زیاد تم اپنے بزنس سے اتنے غافل ہو گ ئی ے ہو مینجر بتا رہا تھا آفس میں کام کا لوڈ بڑھ گیا ہے آپ زیاد سر سے رابطہ کروائے۔علیدان نے دانت پیستے ہوئے کہا تو زیاد آرزو کی موجودگی پہ علیدان کو کچھ کہہ بھی نہ سکا۔

ایک دو ہفتے بعد آفس جایا کروں گا۔زیاد نے کہا۔

انکل اور ماہی بیگم بھی تمہارے لیے پریشان ہے کل خالا نور کا بھی فون آیا تھا تمہارا پوچھ رہی تھی۔علیدان نے پھر سے کہا۔جب کی آرزو گالوں پہ ہاتھ جمائے ان کو بات کرتا دیکھ رہی تھی۔

چچی اور خالا سے بات کرلوں گا میں۔زیاد نے کہا۔

گھر جاؤ اپنے اور اپنی بیوی کا تعارف کرواؤ۔علیدان نے جان بوجھ کر آرزو کے سامنے یہ بات کہی وہ جانتا تھا وہ منع نہیں کرے گا۔

میں نے ایک نیا گھر دیکھا ہے بہت اچھا علائی قہ ہے اور میرے آفس

کے کجھ پاس میں بھی ہے۔زیاد نے اپنی بات کی۔

تو کیا تم گھر میں اپنے نکاح کا نہیں بتاؤ گے۔علیدان کو زیاد کی بات کا جھٹکا

لگا۔

ضروری نہیں۔زیاد لاپروائی ی سے بولا آرزو جو پہلے ہی زیاد سے بدگمان

تھی کے زیاد نے خفیہ نکاح کیا ہے زیاد کی بات کو وہ اپنے انداز میں لیتی

وہاں سے اٹھ گ ئی اس کے مطابق اس کے شک کی تصدیق ہو گ ئی

تھی علیدان نے افسوس سے زیاد کو دیکھا جو پریشانی سے آرزو کو جاتا دیکھ

رہا تھا۔

تم نے جان بوجھ کر آرزو کے سامنے گھر کا تضکرہ کیا نہ۔زیاد غصے سے

علیدان سے بولا جو آرام سے ٹانگ پہ ٹانگ ٹکائے بیٹھا تھا

جیسا تم سمجھو آرزو کی فیملی تو تم چھین ہی چکے ہو اب کیا اس کا حق بھی

چھین لو گے؟علیدان نے بھی تیز آواز میں کہا۔

کونسا حق آرزو میری بیوی ہے میں جہاں رہوں گا اس کو وہاں رہنا ہو گا دوسری یہ کے گھر فائی نل ہو گیا ہے بس شفٹنگ کرنی ہے۔زیاد غصے سے ٹیبل پہ ہاتھ مارتا بولا۔

اچھا تو تم تو سارا دن آفس میں ہو گے اس کو اکیلے گھر میں رکھ کر پاگل کرنے کا خیال ہے کیا۔علیدان طنزیہ انداز میں بولا۔

میں اس کا ایڈمیشن اچھے سے یونی میں کرواؤں گا وہ اپنی پڑھائی میں بزی رہے گی مگر ان سب کے درمیان میں آرزو کو نہیں رکھوں گا۔زیاد کی رگیں غصے سے ابھر پڑی تھی۔

واہ زیاد واہ۔علیدان نے زیاد کی بات پہ زور سے تالیاں بجا کر زیاد کو داد دینے والے انداز میں دیکھا۔

سب کچھ اپنے مطابق سوچ لیا سب وہ کر رہے ہو جو تم چاہتے ہو پر آرزو کیا چاہتی ہے اس کے بارے میں بھی تو سوچو سات دن زیاد سات وہ اپنے گھر والوں سے الگ یہاں تمہاری قید میں رہ رہی ہے جب میں نے

اس کو پہلی دفع دیکھا تھا نہ وہ ایسی بلکل نہیں تھی جیسا میں نے آج اس کو دیکھا تمھاری خود غرضی نے اس کی شخصیت اس کی زندہ دلی کو مار دیا ہے وہ ایک شوخ مزاج کی لڑکی تھی مگر تم نے اس کو ایک سنجیدہ قسم کی لڑکی کا روپ دے ڈالا ہے ایک ہنسی مسکراتی لڑکی کی تم نے مسکراہٹ ختم کرلی ہے صرف اور صرف اپنے نے لیے اپنی خود غرضی کے

لیے۔علیدان بولنے پہ آیا تو بولتا ہی چلا گیا جب کی زیاد شاک کی حالت میں علیدان کو بولتا دیکھ رہا تھا اس کو علیدان کی بات پہ غصہ نہیں آیا اس کو علیدان کی بات سچ لگی تھیں وہ واقع میں خود کو مجرم سمجھ رہا تھا آرزو کا۔

میں اس کی مسکراہٹ واپس لاؤں گا۔زیاد پر اعتماد ہو کر بولا۔

ہاں گھر میں اکیلے رکھ کر۔علیدان طنزیہ کہتا وہاں سے نکل گیا جب کی زیاد تھکن زدہ صوفہ پہ بیٹھ کر اپنے بال مٹھیوں میں جکڑ لیے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

بڑا دکھ ہوا آپ کی بیٹی کی حرکت کا سن کر۔ محلے کی عورتیں ہر روز ان کے پاس آتی ہمدردی کے بہانے ان کے زخموں پہ نمک چھڑکنے کا کام کرتی آج بھی کچھ ایسا ہی حال تھا ان کے پڑوس کی خاتون جن کا نام افسانہ تھا وہ یہاں آکر چائے بسکٹ سے لطف اندروز ہوتی ان کے ساتھ افسوس کا اظہار کر رہی تھی زرینہ بیگم خاموش سی بیٹھی تھی کیا کہتی وہ ان سے عطیہ بیگم جاتے جاتے اپنی بے عزتی کا بدل اچھے سے لے گ ئی تھی محلے میں آگ لگا کر بات کو بڑا کر کے ان سب کے کانوں میں ڈال گ ئی تھی روشانے تو اب کمرے سے نکلنا چھوڑ دیا تھا جب کوئی ی عورت آتی تو اس میں اتنی ہمت نہ تھی کے لوگوں کی جھوٹی تسلیاں سنے۔

بس اللہ سب کو ہدایت دے۔ زرینہ بیگم ایک نظر ان پہ ڈال کر کہا۔

آمین مگر آرزو دیکھنے میں ایسی تھی کے نہیں سہی کہتے ہیں لوگ چہرے سب سے بڑا دھو کہ ہوتا ہے کسی کے چہرے کی معصومیت پہ نہیں آنا

چاہیے۔ افسانہ بیگم ہاتھ نچاتے ہوئے بولی تو روشنا ان کے سر پہ کھڑی ہوئی ی

اگر آپ نے بول لیا ہو تو جا سکتی ہیں ہم کوئی ی ضرورت نہیں آپ کی ہمدردی کی۔ روشنا دانت پیستے ہوئے بولی۔

روشنا۔ زرینہ بیگم نے ٹوکا جب کی خاتون تو منہ پہ ہاتھ رکھے روشنا کو دیکھ رہی تھی

ایک منٹ اماں مجھے بات کرنے دے جانے ان سب کو کیا مس ئی لا ہے جو آجاتے ہیں دوسروں کو پریشان کرنے آپ جائے اور جا کر اپنا گھر سنبھالیں۔ روشنا نے زرینہ بیگم کو ہاتھ کا اشارہ کرتی افسانہ خاتون سے بولی جو اٹھ کھڑی ہوئی ی تھی۔

ہمیں بھی کوئی ی شوق نہیں میں تو بس دلجوئی ی کرنی آئی ی تھی مگر یہاں تو مزاج ہی نہیں مل رہے۔ افسانہ خاتون ہاتھ نچا کر بولی۔

جائے۔روشنا ہاتھ سے ان کو باہر جانے کا اشارہ کرتی بولی تو وہ ہونہہ کہتی نکل گ ئی۔

ایسا نہیں کیا کرو۔زرینہ بیگم کمزور آواز میں بولی۔

تاکہ ان لوگوں کی زبانیں لمبی ہو جائے۔روشنا طنزیہ بولی

تم ان سب کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔زرینہ بیگم افسوس سے بولی۔

مجھے اماں ان لوگوں سے مقابلہ کرنا ہے بھی نہیں۔روشنا فورن سے بولی تو زرینہ بیگم افسوس سے اس کو دیکھا جو نظریں چُراتی اٹھ گ ئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو کھانا کھاؤ۔زیاد آرزو کے کمرے میں آکر اس کو آنے کا کہنے لگا جو بیڈ پہ پشت ٹکائے بیٹھی ہوئی ی تھی۔

بھوک نہیں۔آرزو سپاٹ انداز میں بولی۔

تمہیں بھوک لگتی کب ہے۔زیاد گھور کر بولا جو ہر دفع یہی جملا دھرایا کرتی تھی۔

پتا نہیں آپ جائے مجھے اکیلا رہنا ہے۔ آرزو بیزاری سے بولی۔

آرزو کھانا کھاؤ اس کے بعد ہمیں نکلنا ہے۔ زیاد اپنی بات پہ زور دیتا بولا تو آرزو اس کو دیکھنے لگی

کہاں نکلنا ہے؟ آرزو نے پوچھا۔

ہمارے گھر اپنے گھر والوں سے ملوانا ہے اور اب ہم ان کے ساتھ رہے گیں۔ زیاد نے کہا اس نے بہت سوچ سمجھنے کے بعد یہ فیصلہ کیا تھا کے کیا پتا آرزو پھر اس کے ساتھ ٹھیک ہو جائے اور اپنے گھر والوں سے ملنے کی ضد ختم کر لے اس کے ساتھ خوشی رہنے لگ جائے۔ آرزو زیاد کی بات پہ اٹھ کر کمرے سے نکل گ ئی زیاد گہری سانس لیتے اس کے ساتھ آیا اور ڈائ ینگ ٹیبل پہ بیٹھا کی دوسری چ ئ ر پہ آرزو بیٹھی ہوئ ی تھی زیاد نے اس کی پلیٹ میں بریانی سے بھری تو آرزو کو عاشر کی یاد آئی ی کے کیسے وہ لڑا کرتے تھے جب ساتھ کھاتے تھے تو اس سے ضد کرنا آئی سکریم لے جانے کے لیے منانا سب کچھ کسی فلم کی

طرح اس کی آنکھوں کے سامنے گھوم گیا مگر وہ خود پہ ضبط کرتی رونے

سے باز رکھا

کیا سوچ رہی ہو کھانا کھاؤ۔ زیاد نے اس کو خاموش دیکھا تو کہا آرزو بنا جواب دیئے کھانا کھانے لگی تو زیاد سالن اس کے قریب کیا اور خود سلاد کھانے لگا آرزو نے ایک بار سوچا پوچھے کے وہ کیوں نہیں کھا رہا مگر پھر بے نیاز ہو گئی کے اس کا کیا وہ کھائے یا نہیں اس کی مرضی۔ کھانا کھانے کے بعد زیاد چینج کرنے چلا گیا تو آرزو بھی اپنے کمرے میں گئی تا کہ وہ بھی کپڑے بدل سکے۔ زیاد ریڈ شرٹ کے ساتھ وائٹ جینز پینٹ پہنے خشبو سے نہایا ہوا آرزو کے کمرے میں آیا جو جھکی سینڈل کی اسٹریپ بند کر رہی تھی زیاد آرزو کو دیکھا تو چہرے پہ دلکش

مسکراہٹ آئی جو بلیک اینڈ ریڈ کلر کے امتزاج کے پرنٹڈ شلوار قمیض میں بہت خوبصورت لگ رہی تھی اور اب بلیک سینڈل اپنے پاؤ میں پہن کر اس کو دیکھ رہی تھی بالوں کی اس کے پونی بنائی ہوئی تھی۔

تیار ہو تو چلیں۔زیاد نے محبت پاش نظروں سے آرزو کی طرف دیکھ کر پوچھا جو اس کی موجودگی سے باخبر تھی وجہ زیاد کا پرفیوم تھا جو ڈھیر سارا خود پہ چھڑکتا تھا اور جہاں جاتا وہ اس کی مہک چھوڑ جاتا۔

ہاں بس شال پہن لوں۔آرزو نے کہا اور اپنی ڈریس کا ڈوپٹہ جو بیڈ پہ تھا وہ سلیقے سے ماتھے پہ ٹکایا اور اپنے اطراف شال اوڑھنے لگی زیاد بہت غور سے اس کی ہر ایک حرکت ملاحظہ کر رہا تھا اور اس کی مسکراہٹ گہری سے گہری ہوتی جا رہی تھی آرزو اپنے کام سے فارغ ہوتی زیاد کے سامنے آئی اور چلنے کا اشارہ کرنے لگی تو زیاد اس کا ہاتھ تھام کر اس کی پیشانی پہ اپنے ہونٹ رکھے آرزو کے دل نے تیز رفتار پکڑلی تھی اس کو اب زیاد کی حرکت کی عادت ہو گئی تھی جو دن میں تین سے چار دفع اپنا لمس اس کی پیشانی پہ ضرور چھوڑتا تھا وجہ اس کو معلوم نہیں تھی ۔زیاد اس کی پیشانی چومنے کے بعد آرزو کو دیکھنے لگا جس کے چہرے پہ

ہزاروں خوبصورت رنگ کھلے تھے زیاد جی جاں سے مسکرایا تھا اور اس کو لیے باہر لے آیا۔

ہم سامان نہیں لیں گے۔ زیاد جب فلیٹ کا دروازہ لاک کر کے گاڑی میں بیٹھا تو آرزو نے پوچھا۔

تمہارا سامان تو تھوڑا تھا جو میں نے پہلے ہی گاڑی میں رکھ دیا تھا باقی جو رہتا ہے میں پروپرلی اب کرواؤں گا۔ زیاد نے مسکرا کر اسٹیرنگ پہ ہاتھ رکھ کر کہا جب کی آرزو اس سے یہ نہ کہہ پائی ی میں آپ کے سامان کا پوچھ رہی ہوں۔ زیاد تیز رفتار میں گاڑی چلاتا اپنے گھر کی طرف گاڑی موڑ لی آرزو باہر کے مناظر دیکھنے میں تھی۔ زیاد آپنے گھر کے قریب آتا زور سے ہارن بجایا تو چوکیدار الرٹ ہو گئے اور جلدی سے گیٹ کھولنے لگے جو جانے کتنے دنوں بعد واپس لوٹا تھا ٹیرس پہ کھڑی ماہی بیگم اس کی گاڑی کے ہارن بجانے کا طریقہ جانتی تھی اس لیے خوش ہوتی ٹیرس کے پاس کھڑی ہوتی زیاد کی گاڑی کو اندر آتا دیکھنے لگی اور

سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ زایاد گاڑی گھر میں داخل کرتا چابی سامنے کھڑے چوکیدار کی طرف اچھالی اور خود آرزو کی طرف آکر دروازہ کھول کر اس باہر آنے میں مدد دینے لگا آرزو باہر آتی ستائی ش بھری نظروں سے محل نما گھر کو دیکھ رہی تھی جس کے باہر سب شیشے کا تھا اور دوسری طرف بڑا سا لان تھا جہاں بہت سارے خوبصورت پھول لگے ہوئے تھے اور میز کے اطراف کرسیاں اور ایک بڑا سا صوفہ رکھا ہوا تھا آرزو کا دل مچلنے لگا لان کی طرف جانے کا وہاں جا کر ننگے پاؤ چل کر گھاس کی نرماہٹ محسوس کرنے کے لیے مگر زیاد اس کا ہاتھ پکڑے گھر کے اندر جانے لگا لابی سے گزرتے زیاد اس کو ہال میں لایا وہ سیدھا کمرے کی طرف جاتا مگر گزرتے ہوئے لائی ونج سے ماہی بیگم کی آواز پہ وہ رک گیا آرزو بھی اپنے سامنے باوقار سی خاتون کو دیکھنے لگی جو شفقت سے زیاد کا ماتھا چوم رہی تھی ماہی بیگم کی نظر ابھی آرزو پہ نہیں پڑی تھی آرزو کو لگا شاید یہ زیاد کی ماں ہو۔

میرا خیال بلکل نہیں آتا نہ تمہیں۔ماہی بیگم نے شکوہ کیا۔

ایسا کیوں سوچتی ہے یہاں آپ کے علاوہ میرا ہے کون۔زیاد نے محبت سے ان کو اپنے ساتھ لگائے کہا تو ماہی بیگم کی نظر آرزو پہ پڑی تو سوالیہ نظروں سے زیاد کو دیکھا جو ان کی نظروں کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

چچی یہ میری حیات میں نے نکاح کر لیا تھا۔زیاد نے آرام سے ان کے سر پہ بم پھوڑا ماہی بیگم بے یقین نظروں سے زیاد کو دیکھنے لگی جب کی آرزو حیات نام پہ اٹک گ ئی تھی۔

زیاد۔ماہی بیگم نے زور سے اس کا نام ادا کیا۔

میں واپس آکر بات کرتا ہوں۔زیاد نے آرام سے کہا اور آرزو کو لیکر سیڑھیوں کی طرف بڑھا جب کی ماہی بیگم کو پریشانی نے آگھیرا کے زیاد کیا کر آیا ہے۔

زیاد آرزو کو اپنے کمرے میں لایا اور اس کو آرام کرنے کا کہتے ہوئے دروازہ بند کرتا باہر نکل گیا آرزو دروازے کے پاس کھڑی کمرہ دیکھنے لگی

جو بہت بڑا اور کشادہ تھا سامنے جہازی سائیز بیڈ تھا جس کے دائیں طرف دو صوفہ رکھے ہوئے تھے اور دیوار پہ مختلف قسم کی پینٹنگز چسپاں تھی ساتھ میں شاید واشروم کا دروازہ تھا اور کچھ دور ڈریسنگ ٹیبل تھا جو کی گول ڈیزائین برائی ون تھیم کا تھا ڈریسنگ ٹیبل پہ گھڑیوں کی کلیکش رکھی ہوئی تھی اور ایک سائیڈ پہ پرفیومز تھے آرزو چلتی ہوئی بائیں طرف گیلری کے پاس آئی اور گلاس ڈور کھولنے کی کوشش کرنے لگی جو کی شاید لاک تھا آرزو نے برا منہ بنایا زیاد کا پورا کمرا بلیک اینڈ وائٹ تھیم کا تھا جس کی ہر چیز اعلیٰ قسم کی تھی اور قیمیتی چیزوں کا منہ بولتا ثبوت تھی آرزو کی نظر اچانک سے دیوار پہ لارج فوٹوں پہ پڑی جو دیوار پہ چسپاں تھی اس طرف پشت ہونے کی وجہ سے آرزو دیکھ نہیں پائی تھی کے پینٹنگز کے علاوہ زیاد کی بھی کوئی تصویر ہے آرزو چلتی ہوئی زیاد کی تصویر کے سامنے کھڑی ہوئی اس کو ایسے لگا جیسے زیاد

خود اس کے سامنے کھڑا ہوا تھا وہ غور سے زیاد کی تصویر دیکھنے لگی جس

میں وہ سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس چہرے پہ سنجیدگی سجائے ہوئے تھا۔

ہو نہ ہو شوخا۔ زیاد کی تصویر میں اس کا پوز دیکھ کر آرزو بڑبڑائی ی کیوں

کی سیاہ لینڈ کروز پہ ٹیکائے زیاد کھڑا تھا اور یہ بات آرزو کو پسند نہیں

آئی ی وہ سامنے چلتی گیلری کے پاس چینجنگ روم کی طرف گ ئی

اندر گ ئی تو حیران رہ گ ئی اس کو لگا جیسے وہ کپڑوں کے جہاں میں

آگ ئی ہو کیوں کی وارڈروب کھلا ہوا تھا جس سے زیاد کے برینڈڈ سوٹ

سامنے نظر آرہے تھے سامنے دیوار پہ ایک اور لاک تھا آرزو نے ہینڈل

پہ ہاتھ رکھ کر اس کو پرے کیا تو اس میں زیاد کے روٹین کے کپڑے اور

نیچے دراز میں کچھ کاغزوں کا ڈھیر تھا آرزو کو اپنا سر چکراتا محسوس ہوا تو

باہر نکلی اور بیڈ پہ آرام سے لیٹ گ ئی۔

زیاد یہ کیا حرکت کی ہے تم نے؟ زیاد لائی ونج میں آیا تو ماہی بیگم نے

سخت لہجے میں پوچھا۔

چچی جان آپ لوگوں کو تو انہوں نے انکار کر دیا تھا تو میں کیا کرتا اس کو کسی اور کا ہوتا دیکھتا اس لیے جو مجھے ٹھیک لگا میں نے وہ کیا۔زیاد صوفہ پہ بیٹھ کر آرام سے بولا۔

تو تم نے زبردستی لڑکی سے نکاح کیا ہے۔ماہی بیگم نے پوچھا۔

ایسا ہی ہے کجھ۔زیاد نے کہا۔

افففف زیاد تمہاری ایسی تربیت تو نہیں۔ماہی بیگم کو افسوس ہوا۔

چچی جان میں نے کجھ غلط نہیں کیا بس اپنی محبت کو پایا ہے۔زیاد کو ماہی بیگم کی بات بری لگی۔

زبردستی کسی کو پایا نہیں جاتا حاصل کیا جاتا ہے بس۔ماہی بیگم نے اس کی بات کی تردید کی۔

ایک بات ہے ہوئی ی تو وہ میری نہ۔زیاد مغرور ہوا۔

وہ خوش ہے تمہارے ساتھ؟ماہی بیگم نے جانچنے والے انداز میں پوچھا۔

ہاں۔زیاد آرام سے بولا مگر ماہی بیگم کو یقین نہ آیا۔

بھائی ی صاحب کو کتنا برا لگے گا تمہارے نکاح کا سن کر تم نے نکاح میں شریک کرنا تو دور بتانا تک گوارہ نہیں کیا۔ماہی بیگم تاسف سے بولی۔

آپ میری بیوی سے ملی بھی نہیں۔زیاد ان کی بات نظر انداز کر گیا۔

میرا دماغ ماؤف ہو گیا تھا تمہاری بات سن کر اس لیے تمہارے ساتھ پیاری لڑکی سے مل ہی نہیں پائی ی۔ماہی بیگم پہلے پریشانی پھر زیاد کو چھیڑنے کے غرض سے بولی تو زیاد مسکرا دیا۔

کوئی ی بات نہیں رات کے کھانے پہ سب کے سامنے اس کا تعارف کرواؤ گا تو آپ مل لینا۔زیاد نے آنکھ ونک کرتے کہا تو وہ ہنس دی۔

ٹھیک ہے ابھی تو سب اپنے کالج یونیورسٹی اور آفس میں ہیں۔ماہی بیگم نے کہا تو زیاد بس مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

اماں میں کوئی جاب کرنا چاہتی ہوں۔روشانے سلائی کرتی زرینہ بیگم سے کہا جو اس کی بات پہ ٹھٹک گئی تھی۔

جاب کر کے کیا کرنا ہے چپ چاپ گھر میں رہو ایک تو رشتہ نہیں مل رہا کوئی اچھا اُپر سے نوکری کروں گی تو لوگوں کو موقع مل جائے گا باتیں بنانے کا۔زرینہ بیگم نے صاف انکار کیا۔

میں گھر میں ایسے نہیں بیٹھ سکتی کالج میرا بند ہو گیا ہے دوسری بات کے ٹیوشن کے بچے بھی نہیں ہے اور شادی کوئی آخری کام نہیں کے اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں ہو سکتا شادی کے علاوہ بھی انسان بہت کچھ کر سکتا ہے مجھے لوگوں کی پرواہ نہیں ان کا تو کام ہے باتیں کرنے کا۔روشا ان کی بات پہ پھٹ پڑی۔

آرو کی طرح ہر بات کا جواب نہ دو۔زرینہ بیگم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تو روشانے دکھ سے ان کی طرف دیکھا۔

آپ کو یاد آتی ہے نہ آرزو؟روشانے غیر متوقع سوال کیا

نہیں۔زرینہ بیگم نظریں چُراتی ہوئی ی بولی تو روشنا تمسخرانہ مسکرانے لگی۔

مجھے آتی ہے اماں ہر رات اس کے کمرے میں جاتی ہوں یہ دیکھنے کے وہ سوئی ی ہے یا نہیں مگر وہاں جاتی ہوں تو خالی کمرہ میرا استقبال کرتا ہے ایسے لگتا ہے جیسے کمرے کی دیوارے مجھ سے سوال کرتیں ہے کے ان کی مالکن آرزو کہاہیں میرا دم گھٹنے لگتا ہے تو میں واپس آجاتی ہوں۔روشنا کھوئے ہوئے انداز میں اپنے دل کی باتیں ان کو بتانے لگی۔

میرے لیے چائے بنا کے لاؤ۔زرینہ بیگم آرزو کے ذکر سے بچنے کے لیے اس کو جانے کا کہنے لگی۔

جاتی ہوں چائے بنانے مگر آپ بابا سے میری جاب کی بات ضرور کرئیے گا۔روشنا اٹھتی ہوئی ی بولی زرینہ بیگم نے کوئی ی جواب نہیں دیا وہ جانتی تھی ایاز صاحب اب ہرگز اجازت نہیں دیں گے ان سے

بات کرنے کا کوئی ی فاعدہ ہو نہیں ہو گا پر وہ یہ بات روشنا کو کیسے سمجھاتی۔

زیاد کمرے میں آیا تو آرزو کو بڑے آرام سے اپنے بیڈ پہ لیٹا پایا زیاد آرزو کو بڑے حق سے اپنے بیڈ پہ سوتا دیکھا تو اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آگ ئی وہ چلتا ہوا اس کے پاس آیا جو گہری نیند میں تھی زیاد کی نظر اس کے پیروں پہ پڑی تو نفی میں سر ہلانے لگا آرزو بغیر سینڈل اُتارے لیٹی ہوئی ی تھی زیاد آگے آیا اور اس کے پیروں کو سینڈل سے آزاد کروایا پھر سرہانے آکر آہستہ سے آرزو کو کجھ اُپر کیا تاکہ اس کی نیند خراب نہ ہو پھر اس کے گرد لپیٹی شال اور ڈوپٹہ اس کے وجود سے الگ کیا تاکہ نیند میں وہ ڈسٹرب نہ ہو شال اور ڈوپٹہ زیاد نے دور صوفہ پہ رکھا اور بلینکٹ کھول کر آرزو کے اُپر ڈالا جو اب کروٹ کے بل لیٹی ہوئی ی تھی زیاد آرزو کی طرف دیکھتا گیلری کی طرف چلا گیا تاکہ مینجر سے آفس

کے بارے میں بات کر سکے اس کا لیپ ٹاپ اور دیگر سامان آدھے سے زیادہ وہاں ہوتا تھا اور جم کا سامان بھی ویسے تو جم کا کمرہ نیچے الگ ہے مگر زیادہ نے کبھی وہ اپنے استعمال میں نہیں لیا تھا زیاد گیلری میں داخل ہوتا وہاں بنے ایک کمرے کی طرف گیا لیپ ٹاپ اٹھا کر گیلری پہ رکھے صوفہ پہ بیٹھ گیا شام کا وقت تھا ٹھنڈی ہوا ماحول کو سرور بخش رہی تھی۔

جی مسٹر سراج مجھے آفس کے بارے میں بتائیے۔زیاد نے لیپ ٹاپ پہ اپنے مینجر سے ویڈیوں کال پہ کہا۔

سر وہ آپ آفس آجائے ورکرز مس ئی لا کر رہے ہیں اور ہم ایک بہت بڑا پراجیکٹ بھی ملا ہے جو آپ کی موجودگی کے بنا ہم پورا نہیں کر سکتے۔سراج نے اپنی ہانکی زیاد لیپ ٹاپ میز پہ رکھے سنجیدگی سے اس کی بات سن رہا تھا۔

ورکرز کو کیا مس ئی لا ہے؟زیاد نے پوچھا۔

سر ان کا کہنا ہے کے وہ بہت محنت کرتے ہیں ان کی سیلری بڑھنی چاہیے۔ مینجر نے کچھ جھجھک کر کہا اس کی بات پہ زیاد کی ہنسی نکل گ ئی

مینجر سراج نے بڑی حیرت سے زیاد کی ہنسی دیکھی تھی۔

تو مس ئی لا کیا ہے اگر وہ واقع ہمارے قابلِ امپلوئی ز ہیں اور ہارڈ ور کرز ہیں تو ان کی ڈیمانڈ پوری کر لیں نا کہ مس ئی لا بنائے۔ زیاد نے آرام سے کہا

جی سر مگر آپ آفس کب تک آئی یں گے بہت سی میٹینگز ہم نے آپ کے بغیر کی ہیں۔ سراج نے پوچھنا لازمی سمجھا۔

اس مہینہ کے جو پندرہ دن بچے ہیں اس پہ تو نہیں انشااللہ آکٹوبر میں آؤں گا اور ہر ایک میٹینگز کا اور سب پراجیکٹس ڈیلنگ وغیرہ ہر چیز کی اپ ڈیٹ لوں گا۔ زیاد کے لہجے میں جانے کیا تھا جو سراج نے تھوگ نگلا تھا۔

اوکے سر جو آپ کہے۔ سراج نے فورن سے کہا تو زیاد نے ایک دو سراج کو ہدایت آفس کے مطلق دے کر رابطہ ختم کیا زیاد نے چہرہ موڑ کر کمرے کی طرف دیکھا جہاں آرزو ابھی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔

جانے کتنی محبت ہے نیند سے آرزو کو۔ زیاد آرزو کو دیکھ کر بڑبڑایا اور میلز چیک کرنے لگا۔۔

اسرار صاحب آفس سے گھر آئی یں تو ماہی بیگم نے ان کو زیاد کی حرکت کا بتادیا تھا جس پہ وہ شرمندگی سے کجھ بول نہیں پائے زیاد کے اس عمل پہ ان کو بہت تکلیف ہوئی ی تھی کے زیاد ان کو اس لائی ق بھی نہیں سمجھتا کے اپنی زندگی کے اتنے بڑے اہم دن پہ اپنے باپ کو حق دیتا کے وہ بھی شریک ہوتیں ماہی بیگم کو دلی دکھ ہوا اسرار صاحب کی حالت دیکھ کر جن کو چپ لگ گ ئی تھی اور یہ بھی نہیں پوچھ رہے تھے کے لڑکی کون اور کہاں ہیں کیسے زیاد کے ساتھ رہ رہی ہے۔

میں اپنے کمرے میں جارہاہوں اس کے بعد زیاد سے بات ہو گی۔اسرار صاحب شکستہ انداز میں بولے۔

زیاد کا کہنا ہے وہ ڈنر کے وقت سب کے سامنے اطلاع دیں گا اپنے نکاح کی۔ماہی بیگم نے بتایا تو اسرار صاحب بنا کچھ کہے سیڑھیوں کی جانب بڑھے۔ماہی بیگم بھی اٹھتی کچن میں کھانا دیکھنے چلی گئی کے تیار ہوا ہے کے نہیں۔

آرزو کسمسا کر اٹھی تو خود کو فریش پایا نجانے کتنے دنوں بعد اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی وہ بیڈ سے اٹھی تو خود کو بنا ڈوپٹے میں دیکھا تو تعجب سے ڈوپٹے کی تلاش میں یہاں وہاں دیکھنے لگی تو صوفے پہ اپنی شال کے ساتھ ڈوپٹہ بھی نظر آیا اس کو یاد آیا وہ ایسے ہی لیٹ کر سو گئی تھی اور اب اس کے اُپر بلینکٹ بھی تھا زیاد کا خیال آیا تو وہ سمجھ گئی اس نے ہی کیا ہو گا۔

اٹھ گئی تم۔ زیاد گیلری کا گلاس ڈور کھول کر کمرے میں داخل ہوتا آرزو کو دیکھ کر مسکرا کر بولا۔

نہیں ابھی نیند میں ہوں۔ آرزو جل کے بولی تو زیاد کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

ہاہاہا خوشی ہوئی ہی تمہیں پرانے انداز میں بات کرتا دیکھ کر۔ زیاد ہنستا ہوا اس کے پاس آکر دونوں گالوں کو کھینچتے ہوئے کہنے لگا۔

ہاتھ دور کریں اپنے۔ آرزو کے اس کے ہاتھ جھٹکنے چاہے تو زیاد نے اس کے ہاتھ اپنی گرفت میں لیے اور بیڈ پہ بیٹھ کر اس کو دیکھنے لگا۔

کب تک ایسے بات کروں گی اپنی ناراضگی ختم کر لوں۔ زیاد نے اپنے ہاتھ کی انگلیاں آرزو کے ہاتھوں کی انگلیوں میں پھنسا کر جیسے منت کی آرزو نے اپنے ہاتھ زیاد کی گرفت میں دیکھا جو بہت خوبصورت لگ رہے تھے مگر جب زیاد کی بات سنی تو طنزیہ مسکرائی۔

آپ سے بات کرنے میں مجھے اب کوئی ی دلچسپی نہیں۔ آرزو نے اپنے ہاتھ زیاد کی ہاتھ سے چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ایسا ممکن نہیں وہ دن دور نہیں جب تم خود مجھ سے بات کرنے کے بہانے تلاش کروں گی۔ زیاد کو آرزو کی بات پہ تکلیف تو بہت ہوئی ی مگر وہ خود کو ہشاش بشاش کرتا ہوا آرام سے بولا۔

دل کو بِہلانے کے لیے خیال اچھا ہے۔ آرزو تپ کے بولی اس کو غصہ آرہا تھا زیاد کو اتنا مطم ئی ن دیکھ کر۔

اگر یہ خیال ہے تو اس خیال پہ سب قربان۔ زیاد آرزو کو دیکھ کر اپنی آنکھ دبائی ی جس سے آرزو کو وہ بہت پیارا لگا مگر اپنی سوچ پہ لعنت بھیج کر وہ چہرہ دوسری طرف کر گ ئی۔

اچھا اب موڈ سہی کرو کچھ دیر بعد گھر والوں سے ملوانا ہے ایسا نہ ہو کے ان کو لگے زبردستی لے آیا ہوں۔ زیاد چھیڑنے کے غرض سے کہا

زبردستی تو کرتے ہیں سب کچھ۔ آرزو نے ایک اور وار کیا اس کے دل پہ

زیاد نے اس بار بھی خود پہ قابوں پایا۔

آرزو اب جو ہو گیا سو ہو گیا بہتر یہ ہے کے تم کچھ بھول کر مجھے ایکسیپٹ کرلوں۔ زیاد نے سنجیدگی سے کہا آرزو جواب میں کچھ کہتی اس سے پہلے کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔ زیاد نے آرزو کے ہاتھ چھوڑ کر اجازت دی زیاد سر نیچے کھانے پہ آپ کو سب بولا رہے ہیں۔ ملازمہ داخل ہوتے ہی کہا۔

ہم آتے ہیں۔ زیاد نے کہا وہ جانتا تھا آج کھانے پہ سب کو اس کی یاد کیسے آگ ئی تھی۔ جب کی ملازمہ زیاد کا جواب سن کر چلی گ ئی تھی۔

آؤ۔ زیاد بیڈ سے اٹھتا آرزو کی طرف اپنا مضبوط ہاتھ بڑھایا جس کو آرزو نظر انداز کر کے اٹھی اور اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر پہننا زیاد نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ پہ ڈالی اور دوسری بے نیاز کھڑی آرزو پہ زیاد چلتا اس کے سامنے آیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

میرا ہاتھ چھوڑے۔ آرزو زیاد سے بولی جو کمرے سے نکل رہا تھا۔

چھوڑنے والا کام نہیں کروں گا بڑا خود غرض ہوں تمہارے معاملے

میں۔ زیاد آرام سے راہداری سے گزرتا ہوا بولا آرزو بس اس کو دیکھتی

رہ گ ئی جواب سیڑھیوں کے نیچے اُتر رہا تھا۔

لو آگیا۔ ماہی بیگم زیاد اور آرزو کو دیکھا تو کہا جس پہ سب کا دھیان ان کی

طرف گیا آرزو اتنے سارے لوگوں کو دیکھ کر گھبرا گ ئی تھی اس کو کیا

پتا تھا زیاد کی فیملی میں جوائی نٹ سسٹم ہو گا۔ سربراہی کرسی پہ ہمیشہ کی

طرح اسرار صاحب براجمان تھے ان کے ساتھ والی کرسی پہ سمایا بیگم جو

آرزو کو دیکھ کم اور گھور زیادہ رہی تھی ان کے کچھ دور والی کرسی پہ

اشرف جب کی ایک کرسی کو چھوڑ کر زارون بیٹھا ہوا تھا اور اس کے

ساتھ کشمالا جو ستائی ش سے آرزو کو دیکھ رہی تھی جب کی اسرار صاحب

کے بائی یں طرف ابرار صاحب بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس کھڑی

ماہی بیگم جو ان کو کھانا سرو کر رہی تھی مگر زیاد کو آتا دیکھ کر وہ ان کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

میٹ مائی وائف آرزو زیاد خازادہ۔ زیاد اعتماد سے آرزو کو ڈائی ینگ ٹیبل کے پاس آئے سب کے ایک جتاتی نظر ڈال کر تعارف کروایا جب کی آرزو جزبز ہو گئی تھی۔

ویلکم بھابھی۔ زارون اشرف اور کشمالا مسکرا کر ایک ساتھ اپنے سے چھوٹی لڑکی کو دیکھ کر بولیں جب کی ان میں عینی نہیں تھی جب کی سمایا بیگم ان تینوں کو گھور کر رہ گئی آرزو کو شرمندگی ہونے لگی تھی اپنے لیے ایسا لقب سن کر۔

میری بیوی کو یہاں کسی چیز کی کمی نہیں ہونی چاہیے اور نہ میری غیر موجودگی میں اس کے ساتھ کوئی غلط رویہ اختیار کریں گا۔ زیاد ایک اچٹتی نظر سمایا بیگم کا چہرہ دیکھ کر بولا۔

آپ سے مل خوشی ہوئی بیٹا۔ اسرار صاحب اٹھ کر آرزو کے سر پہ ہاتھ رکھ کر شفقت سے بولیں جب کی آرزو کو اپنے بابا کی یاد آئی تو اس کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی۔

اللہ تمہیں زیاد کے ساتھ ہمیشہ خوش رکھے۔ ابرار صاحب بھی مسکرا کر اس کو مان دیا ماہی بیگم کی زبانی ان کو ہر بات کا علم تھا۔ آرزو سر جھکائے ان کا پیار بھرا لہجہ محسوس کر رہی تھی اس کو زیاد تو نہیں مگر اس کی فیملی بہت پسند آئی تھی۔

سوری بیٹا میں آپ سے پہلے نہیں مل پائی۔ ماہی بیگم اس کو اپنے ساتھ لگاتی محبت سے بولی آرزو تو بس اب حیران ہوئے جا رہی تھی کے اس کے اپنوں نے تو چھوڑ دیا تھا بنا اس کی سنے مگر زیاد کے گھر والوں نے بنا اس سے پوچھے مان بخشا تھا جو بس زیاد کی دین تھا پر وہ ابھی کہاں زیاد کی عنایتیں قبول کرے گی۔

کوئی ی بات نہیں۔ آرزو مسکرا کر بولی زیاد تو جیسے آرزو کی مسکراہٹ دیکھ کر پھر سے جی اٹھا تھا ورنہ اتنے دنوں بعد تو وہ بس خواہش کر رہا تھا کے آرزو مسکرائے مگر اس کی یہ خواہش پوری ہوئی ی تھی۔

بھائی ی کی تو نظریں ہی نہیں ہٹ رہی بھابھی کے اُپر سے ایسا لگ رہا ہے جیسے پہلی دفع دیکھ رہے ہیں۔ کشمالا جو زیاد کو دیکھ رہی تھی جو مسلسل آرزو کو دیکھنے میں محو تھا تو وہ زارون کی طرف جھک کر آہستہ آواز میں بولی تاکہ کوئی ی اور نہ سن لیں۔

خاموش رہو زیاد بھائی ی نے سن لیا نہ تو ان کی ایک گھوری ہی کافی ہے۔ زارون نے اس کو ڈرایا تو وہ منہ بنا کر بیٹھ گ ئی۔

آئو کھانا کھاؤ۔ ماہی بیگم نے کہا زیاد کا دل تو نہیں تھا ان سب کے ساتھ بیٹھ کر کھانے کا مگر آرزو کے لیے جبر کرتا بیٹھنے لگا اور ایک تیکھی نظر سمایا بیگم پہ ڈالی تھی جس نے مروا تاً بھی آرزو کو سلام نہیں کیا تھا۔

بیٹھو۔زیاد نے پہلے آرزو کے لیے کرسی گھسیٹی تو سب کے منہ حیرت سے کُھل گ ئ ے جب کی اسرار صاحب اور ابرار صاحب نفی میں سر کو جنبش دیتے کھانے کی طرف متوجہ ہو گ ئ ے ان تینوں نے شرارت سے ایک دوسرے کو دیکھا تھا جب کی ماہی بیگم کا بس نہیں چل رہا تھا وہ زیاد کی جانے کتنی بلائے لیتی سمایا بیگم تو نخوت سے سر جھٹکا زیاد کی سب کے سامنے ایسی حرکت پہ آرزو سرخ ہو گ ئ تھی وہ فورن سے بیٹھی تو زیاد بھی بلکل پاس والی کرسی پہ بیٹھ گیا۔

عینی نہیں آئ ی آج؟سمایا بیگم کو اچانک عینی کا خیال آیا تو فورن سے پوچھا۔

چچی جان اس کا کوئ ی کالج کا ضروری کام ہے وہ کر رہی ہے کھانا اس نے اپنے کمرے میں منگوا لیا تھا۔کشمالا نے جواب دیا تو انھوں نے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

بس۔ آرزو زیاد سے بولی جو اس کے سامنے چکن رول بریانی اور جانے کیا کچھ رکھ رہا تھا۔

کیوں بس کھاؤ چپ چاپ۔ زیاد نے آرام سے کہا آرزو کا جھکا سر مزید جھک گیا اس کو سب کے سامنے بیٹھ کر کنفیوزن ہو گئی تھی اتنے بڑے ڈائی ینگ ٹیبل پہ کھانا کھانے کا دل اس کا بلکل نہیں کر رہا تھا مگر وہ کر بھی کیا کر سکتی تھی اس نے بریانی کی پلیٹ پڑے کی اور بس کباب کھانے لگی جب کی زیاد مچھلی کھانے میں محو تھا۔

آپ کو کسی چیز کی ضرورت یا پریشانی ہو آپ میرے پاس آ سکتی ہو۔ اسرار صاحب نے شفقت سے آرزو سے کہا ان کی بات پہ زیاد نے مٹھیاں بھینچ لی تھی جب کی آرزو نے مسکرا کر سر ہلایا زیاد کا دل ایک پل میں ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا تھا آرزو نے زیاد کو کچھ کھاتے نہیں دیکھا تو خود بھی اس نے کھانے سے ہاتھ ہٹا لیے تھے آج آرزو کی یہ حرکت زیاد نے تو نہیں مگر اشرف نے بڑے غور سے دیکھی تھی۔

تمہارا ہو گیا تو چلیں۔ زیاد نے آرزو کو ایسے بیٹھا دیکھا تو کہا جس پہ آرزو فورن سے اٹھ گ ئی تھی جیسے اِسی بات کے انتظار میں ہو زیاد بھی آرزو کو لیے ڈائی ینگ ہال سے نکلا۔

میں کسی کام سے باہر جا رہا ہوں اگر تم کمرے میں بور ہو تو چچی جان کے پاس جانا اگر وہ اپنے کمرے میں ہو یا بات کرنے میں تمہیں جھجھک ہو تو یہاں گیلری میں بیٹھ سکتی ہو یا گھر پہ بنے پول سائی یڈ پہ مگر اور کوئ ی کچھ کہے تو تم نے اس پہ دھیان نہیں دینا او کے۔ زیاد اس کے گالوں پہ ہاتھ رکھتا کسی بچے کی طرح سمجھا رہا تھا آرزو حیرت سے اس کو دیکھ رہی تھی جو آج کہی جا رہا تھا ورنہ فلیٹ میں تو ہر وقت اس کے ساتھ رہتا تھا آرزو کے دماغ میں ک ئی سوالات آ ئے کے وہ کیوں جا رہا ہے رات کے وقت اور کہاں جا رہا ہے مگر انا آڑے آ رہی تھی اس لیے اس نے خود کو ڈپٹا۔

ٹھیک ہے نہ۔زیاد اس کو خاموش دیکھتا بالوں میں ہاتھ ڈال کر کنفرم کرنا چاہا تو آرزو نے بس سر ہلایا تو زیاد مسکرا کر اس کے دونوں گالوں پہ بوس دیا اور بنا کچھ اور کہے کمرے سے نکل گیا آرزو شاک کی حالت میں اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھتی بیٹھ گ ئی۔

میری بیوی سے اپنا دوغلہ پن دور رکھے۔زیاد سیدھا اسرار صاحب کے سر کھڑا ہو کر سپاٹ انداز میں بولا جو کھانے کے بعد چائے سے لطف اندروز ہو رہے تھے۔

زیاد۔ماہی بیگم نے اس کو ٹوکنا چاہا جب کی اسرار صاحب ٹھٹک کر زیاد کا تپا ہوا چہرہ دیکھ رہے تھے

ایک ہی دن میں ہو مجھے تمہارے حوالے سے عزیز ہو گ ئی ہے۔اسرار صاحب نے نرمی سے کہا تو زیاد طنزیہ مسکرایا۔

میری بیوی کو بناوٹی محبت کی ضرورت نہیں اس کے لیے میں اور میری محبت بہت ہے۔ زیاد نے باور کروایہ تو اسرار صاحب افسوس سے اس کو دیکھنے لگے۔

نہ میری محبت تمہارے لیے بناوٹی ہے اور نہ تمہاری بیوی کے لیے۔ اسرار صاحب نے جیسے اس کو یقین دلانا چاہا۔

ایک تو تم چھپ کر نکاح کر آئے ہو اُپر سے ہم پہ بھڑک رہے ہو کے میری بیوی سے یہ نہ کرو وہ نہ کرو۔ اسرار صاحب کی بات پہ زیاد کچھ کہتا اس سے پہلے ہی سمایا بیگم جل بھن کے بولی۔

آپ خاموش رہے میں نہیں چاہتا آپ کے بچوں کے سامنے اچھی خاصی بے عزتی ہو میرے ہاتھوں آپ کی بڑے ہو رہے ہیں وہ تھوڑا آپ اپنے اُپر کنٹرول کرے۔ زیاد خود پہ ضبط کرتا اشرف کی جانب اشارہ دیتا بولا جوان کو بحث کرتا دیکھ کر سر جھکا کر بیٹھا ہوا تھا سمایا بیگم کہ تو سر پہ لگی اور تلوؤ پہ بجھی۔

تم مجھے بتاؤ گے میں کیا کروں اور کیا نہیں۔ سمایا بیگم غصے سے بولی۔

میرے پاس اتنا فالتوں وقت نہیں جو آپ کو بتاتا پھروں کے یہ کریں وہ نہیں میرے معاملات سے دور رہا کریں اور میں جس سے بھی بات کروں آپ بیچ دوبارہ بولنے کی غلطی نہیں کرئی یے گا۔ زیاد دھاڑ کی آواز میں کہتا باہر نکل گیا۔

شادی ہو گ ئی ہے تب بھی سکون نہیں اتنے دن بعد گھر آیا تھا اور بیوی کو چھوڑ کر باہر چلا گیا۔ ابرار صاحب جو خاموش بیٹھے تھے اندر آتی ہارن کی آواز سن کر بولیں۔

بیوی کیا بچی ہے اپنے عمر کی لڑکی سے تو کر لیتا شادی۔ سمایا بیگم جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑنے لگی ان کو رہ رہ کر آرزو کا نوخیز حسن یاد آ رہا تھا جو زیاد کی ماں کی طرح خوبصورت تھی اور یہ بات ان کو تپا رہی تھی ماں سے تو چھٹکارا مل گیا اب اس ن ئی لڑکی سے چھٹکارا حاصل کرنے کو

سوچنے لگی ان کو اب لگ رہا تھا زیاد جائی ید اد میں سے اپنا حصہ لے گا تو

ان کے بچوں کا کیا ہو گا وہ اپنے دماغ میں تانے بانے جوڑنے لگی۔

عینی۔ کشمالا دھڑام سے دروازہ کھول کر عینی کے کمرے میں آئی ی جو کی

اچانک افتاد پہ دل پہ ہاتھ رکھ کے بیٹھ گ ئی تھی۔

کیا ہے کش۔ عینی گھور کر کشمالا کو دیکھا جس کے چہرے سے تجسس

پھوٹ پھوٹ کر ظاہر ہو رہا تھا۔

تم یہ ڈاکٹری پڑھنے میں ہو اور وہاں باہر ہم بھابھی سے مل آئے مگر

افسوس تم اس کے دیدار کا شرف حاصل نہ کر پائی ی۔ کشمالا ڈرامائی ی

انداز میں بولی تو عینی نے کو اس کے دماغی حالت پہ شک گزرا جو ایک دن

میں بھابھی بنا لائی ی تھی۔

کون بھابھی کس کی بھابھی کیا بول رہی ہو تم؟ عینی نے جھنجھلاہٹ سے

پوچھا۔

زیاد بھائی نے شادی کرلی ہے کین یو بلیو اِٹ؟ کشمالا مسکرا کر کشن اپنی گود میں رکھتی ہوئی بتانے کے ساتھ ساتھ پوچھنے لگی

نو۔ عینی کے منہ سے شاک سے بس یہی لفظ نکلا۔

ہاں نہ پر کیا لڑکی تھی یار تمہاری عمر کی ہو گی بس تھوڑی ہیلدی تھی اور سیب جیسے گالوں والی تھی بھائی کے ساتھ تو بہت بچ رہی تھی۔ کشمالا ہاتھ گالوں پہ ٹکائے آرزو کو یاد کرتی ہوئی بولی۔

کش تم مزاق کر رہی ہو زیاد بھائی وہ بھی شادی سریسلی اور انہوں نے ہم کو بتایا تک نہیں۔ عینی ابھی بھی حیرت میں تھی۔

ہاں یہ افسوس تو مجھے بھی ہے مگر چلو اچھا ہے گھر تو وہ لے آئے۔ کشمالا مسکرا کر بولی۔

کیا وہ باہر ہے مجھے بھی ملنا ہے۔ عینی اب تجسس نے آگھیرا۔

باہر کہاں ڈنر پہ زیاد بھائی اس کو لے آئے تھے اور ڈنر کر کے لے بھی گئے پر کیا سین تھا ہر چیز زیاد بھائی خود اس کو سرو کر رہے تھے

کرسی تک انہوں نے سامنے کی تاکہ وہ بیٹھے میں تو بھائی ی کا یہ کی ئی رنگ روپ دیکھ کر عش عش کر اٹھی۔ کشمالا کھوئے ہوئے انداز میں بولی۔

آکاش میں ڈنر سب کے ساتھ کرتی۔ عینی کو افسوس ہوا۔

بھائی ی کے کمرے میں تو نہیں جاسکتے اس لیے صبح بریک فاسٹ ہونے کا ویٹ کرو۔ کشمالا نے آرام سے کہا۔

ویسے وہ ہم سے بات کریں گی یا بھائی ی اس کو منع کریں گا؟ عینی کے دماغ نیا سوال آیا تو پوچھا۔

زیاد بھائی ی ایسا نہیں کریں گے اور ہماری چھوٹی بھابھی بھی ایسی نہیں لگی بہت پیاری اور معصوم لگی مجھے تو۔ کشمالا کو جو لگا اس نے بتایا۔

اللہ کریں ایسا ہی ہو کیا پتا پھر بھائی ی کا رویہ بھی ہمارے ساتھ ٹھیک ہو جائے۔ عینی نے کہا۔

ہاں ہو سکتا ہے۔ کشمالا نے کندھے اُچکا کر کہا۔

اچھا صبح جانے کب ہو تم یہ بتاؤ بھائی ی جس لڑکی کو لے آئے ہیں وہ دیکھنے میں کسی تھی۔ عینی اپنا پڑھنا چھوڑ کر پوچھنے لگی۔

خوبصورت تھی بہت گورا صاف رنگ اور سرخ بھرے ہوئے گال گلابی ہونٹ پتلی خوبصورت ناک اور آنکھوں کا کلر بھورا تھا مطلب میں کیا بتاؤ۔ کشمالا بتاتے بتاتے بیڈ پہ لیٹ گ ئی تو عینی نے گھور کر اس کو دیکھا۔

یہ کیا پہلے رنگ بتایا پھر گال اور آخر میں آنکھیں بتائی ی ترتیب سے ان کے نین نقش بتاتی تو میں ان کا تصور بناتی نہ کے وہ کیسی ہو گی دیکھنے میں۔ عینی نے کشن اٹھا کر کشمالا کو مارا۔

تمہارے بس کی یہ بات نہیں کل دیکھ لینا تھی بہت کمال کی بھائی ی کی تو نظریں ہٹ ہی نہیں رہی تھی۔ کشمالا زور سے قہقہقہ لگا کر بولی تو عینی بھی ہنس کر اس کے ساتھ لیٹ گ ئی۔

آرزو زیاد کے جانے کے بعد کتنی دیر تک اپنے چہرے پہ ہاتھ رکھ کر اس کا لمس محسوس کرنے لگی پھر اٹھ کر وہ کمرے میں چکر کاٹنے لگی نیند تو اس کو آ نہیں رہی تھی اس کو عجیب لگ رہا تھا ن ئ ے لوگوں کے بیچ میں رہنا ان سب کو دیکھنے کے بعد گھر والوں کی یاد نے شدت پکڑ لی تھی پر وہ مجبور تھی ان سے مل نہیں سکتی تھی اور نہ بات کر سکتی تھی وہ ایسے ہی پریشانی سے ٹہلتے ٹہلتے گیلری میں جانے کا سوچا اس نے گیلری کا گلاس وال ڈور کھولا تو مبہوت رہ گ ئ ی رات کی تاریخی میں جہاں اندھیرے نے اپنا ڈھیرا جمایا ہوا تھا وہی گیلری میں رنگ برنگی لائ ٹس کا جھرمٹ تھا آرزو گول گول گھومتی چاروں اطراف دیکھنے لگی جہاں خوبصورت سے صوفے اور ایک سائ یڈ پہ شیشے کی میز تھی جہاں کرسٹل کا شوپیز رکھا ہوا تھا تو کہی خوبصورت پھولوں کی لائ ن تھی جب کی کمرے کے دروازے پہ پتیوں کی لڑی لٹک رہی تھی وہ زیاد کی پسند کو داد دی ئ ے بنا نہ رہ سکی وہ چلتی ہوئ ی بیچوں بیچ آ گ ئ ی جہاں پینگ

بیگ لٹک رہا تھا اور نیچے جانے ورزش کے کون کون سے سامان تھے آرزو ان کے اُوپر سے گزرتی ایک سینٹر صوفے پہ بیٹھ گ ئی اور آسمان کی طرف دیکھنے لگی جہاں ستارے جگمگا رہے تھے ان منظر دیکھ کر آرزو پر سکون سی مسکرانے لگی وہ اپنا آپ کسی اور جہاں میں محسوس کر رہی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد ساحل سمندر کے پاس آیا تھا اور سمندر کی لہراتی ہوئی لہروں کو دیکھ رہا تھا اس کو نہیں پتا یہاں آئے اس کو کتنا وقت گزر گیا تھا مگر وہ کچھ پل سکون کا گزارنا چاہتا تھا آرزو کو اسپیس دینا چاہتا وہ جانتا تھا آرزو یا تو سو گ ئی ہو گی یا پھر ایسے بیٹھ گ ئی ہو گی مگر اس کا انتظار تو دور وہ اس کو یاد بھی نہیں ہو گا یہ سوچتے ہی زیاد کے چہرے پہ زخمی مسکراہٹ نے بسیرا کیا وہ چاہتا تو ابھی اس کے گھر والوں کو حقیقت سے روشناس کر دیتا مگر وہ ابھی ایسا کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا اس کو آرزو کے دل میں جگہ بنانی

تھی تاکہ جب اس کو اپنے گھر والے مل بھی جائے تو وہ زیاد سے الگ ہونے کا سوچ بھی نہ الگ تو وہ اب مر کر بھی آرزو نہ کرتا ہمیشہ اپنے پاس رکھے گا پر وہ چاہتا تھا آرزو اس کو دل سے قبول کرے اس کی محبت کا جواب محبت سے دے اس کا ہاتھ نہ جھٹکے اور نہ ہی اس سے دور رہنے کی ناکام کوششیں کریں زیاد جانے کتنی اور دیر تک یہاں رہتا مگر سیل فون پہ آتی کال نے اس کی سوچ میں خلل پیدا کیا زیاد نے سیل فون جیب سے نکال کر اسکرین کو دیکھا تو ماہی بیگم کی کال تھی۔

ہیلو چچی جان خیریت۔زیاد کو ان کا کال کرنا سمجھ نہیں آیا تبھی پہلی بیل پہ فون رسیو کر کے بولا۔

زیاد رات کے بارہ ہونے والے ہو اور تم اب تک گھر سے باہر ہو پہلے کی بات اور تھی مگر اب جب تم شادی کر کے اپنے بیوی لائے ہو تو اس کا بھی تو سوچو اسے وقت دو نا کہ باہر رہو۔دوسری طرف ماہی بیگم چھوڑو ہو گ ئی تھی زیاد نے نچلا ہونٹ دبا کر ان کی باتیں سنی۔

میں بس گھر ہی آرہا تھا۔ زیاد نے فورن سے کہا۔

جلدی سے آؤ۔ ماہی بیگم حکیمہ انداز میں کہتی کال کٹ کر گئی تو زیاد اٹھتا اپنی گاڑی کی طرف آیا اور بیٹھ کر گھر جانے کے راستے پہ چھوڑی۔ گھر آکر وہ جلدی سے اپنے کمرے کی طرف آیا کمرہ خالی دیکھ کر زیاد کا دل بے اختیار دھڑک اٹھا تھا اس نے چاروں طرف کمرے میں نظر گھمائی ی مگر جب گیلری کا ڈور اوپن دیکھا تو بے ساختہ دیوار کے ساتھ لگ کر سکون بھرا سانس خارج کیا اور گیلری کی طرف آیا جہاں دور سائیڈ پہ آرزو آرام سے بیٹھی آسمان پہ چمکتے ستاروں کو دیکھ رہی تھی جو ایک الگ خوبصورت اور سکون بھرا منظر تھا وہ تو ان چیزوں کی دیوانی تھی زیاد مسکراتا وہاں آیا اور پیچھے سے آرزو کی طرف جھک کر سرگوشی نما آواز میں بولا۔

تم یہاں ہو اور میں کمرے میں تمہیں نہ دیکھ کر پریشان ہو گیا تھا۔ آرزو جو پوری طرف اپنے دھیان میں تھی اچانک اپنے اتنے قریب آواز سن

کر اس کا دل اچھل کر حلق تک آگیا اور گھور کر زیاد کو دیکھا جو بے حد نزدیک اس کے تاثرات جانچ رہا تھا۔

آرام سے اور دور ہو کر بھی بات کر سکتے تھے۔ آرزو اپنی سانسوں کو ترتیب دیتی زیاد سے بولی جو اس کا چمکتا چہرہ دیکھ رہا تھا زیاد بنا کوئی ی جواب دی ئی ے آرزو کے بلکل پاس صوفے پہ بیٹھ گیا آرزو نے اٹھنا چاہا تو ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب بیٹھایا۔

کہا جا رہی ہو؟ زیاد نے اس کے بال چہرے سے پیچھے کر کے پوچھا جو اس کا ہاتھ کھینچنے کی وجہ سے چہرے پہ گر پڑے تھے

آپ سے دور۔ جواب فورن سے حاضر ہوا تھا۔

یہ تو نا ممکن ہے۔ زیاد دلکش انداز میں مسکرا کر بولا

سب کچھ ممکن ہے۔ آرزو نے درمیان میں فاصلہ بناتے ہوئے کہا۔

اچھا تو مجھ سے محبت کب کروں گی؟ زیاد نے سوال داغا۔

کبھی نہیں۔ آرزو نے فورن سے کہا۔

کیوں اتنا پیارا تو ہوں۔زیاد نے مصنوعی افسوس سے کہا

مجھے نہیں لگتے پیارے۔ آرزو زیاد کے خوبصورت ڈمپل سے نظر چُراتی ہوئی ی بولی۔

پر مجھے تو تم بہت پیاری لگتی ہوں تمہارے بال۔زیاد نے اس کے بالوں کی لٹ کو اپنی انگلی میں لپیٹ کر کہا تمہاری آنکھیں۔اب کی اس کی آنکھوں میں پھونک مار کر کہا تو آرزو نے اپنی آنکھیں بند کرلی۔ اینڈ موسٹلی تمہارے گال۔زیاد نے اپنا ایک ہاتھ اس کے گالوں پہ پھیر کر کہا تو آرزو ساکت سی بیٹھ گ ئی ہو جیسے پتھر کا مجسمہ بن گ ئی ہو۔ تمہارے ہونٹ بھی بہت پیارے ہیں۔زیاد ان پہ انگلی پھیرتا اس سے پہلے آرزو نے اپنا چہرہ کجھ پیچے کیا وہ چاہ کر بھی زیاد سے دور نہیں ہو پا رہی تھی جب کی زیاد کُھل کر مسکرایا آرزو کا گھبرایا اور شرمایا روپ اس کو پسند آرہا تھا زیاد نے اس کو کمر سے تھام کر اپنا قریب کیا اور اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے آرزو نے اپنے ہاتھ اس کے سینے پہ رکھ کر

دور کرنا چاہا جو ابھی بھی اس کے ماتھے پہ جھکا ہوا تھا زیاد تھوڑا آرزو سے کچھ دور ہوا جو گہرے سانس لے رہی تھی۔

میرے دوست کی شادی ہے کل مجھے پنڈی کے لیے نکلنا ہے تم بھی ساتھ چلو۔ زیاد نے کچھ دیر بعد خاموشی کو توڑا۔

میں نہیں آؤں گی اور نہ آپ اب اپنی چلائے گے۔ آرزو نے وارن کیا۔

میرا دل نہیں لگے گا تمہارے بنا۔ زیاد نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

نہ لگیں مجھے کیا۔ آرزو تنک کے بولی

بہت نافرمان بیوی ہو۔ زیاد نے گھور کر کہا

تو کسی فرمانبردار سے شادی کرلیں۔ آرزو نے مشورہ دیا۔

ایک تو سنبھل جائے پھر دوسری کا سوچوں گا۔ زیاد بڑبڑایا۔

کچھ کہا؟ آرزو نے مشکوک نظروں سے اس کی جانب دیکھ کر پوچھا۔

ہاں میں کہہ رہا تھا تم جو ہو اتنی خوبصورت بیوی تو کسی اور کی کیا ضرورت۔ زیاد آرزو کی طرف دیکھ کر کہا تو آرزو نے آنکھیں گھمائی ی۔

اندر چلورات بہت ہوگئی ہے۔زیاد نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا جو پھر سے آسمان کی طرف دیکھ رہی تھی۔

مجھے نیند نہیں آرہی۔ آرزو نے بتایا۔

دن کو سوؤ گی تو کیسے آئے گی۔زیاد نے نارمل بات کی مگر آرزو کو تو غصہ آگیا۔

آپ کا کیا مطلب میں ہر وقت سوتی رہتی ہوں۔ آرزو فل لڑاکا انداز میں بولی تو زیاد سوچنے لگا اس نے ایسا کب کہا۔

میں نے ایسا تو نہیں کہا۔زیاد نے تحمل سے کہا۔

مطلب تو وہی تھا نہ۔ آرزو ویسے ہی بولی۔

بڑا باتوں کا مطلب سمجھنے لگی ہو۔زیاد تو اسکی عقلمندی پہ عش عش کر اٹھا تھا۔

آپ کو نیند نہیں آتی تو کیا کوئی اور بھی نہ سوئے۔ آرزو کی سوئی ابھی بھی سونے پہ اٹکی ہوئی تھی۔

آرزو اندر چلو لیٹو گی تو نیند بھی آ جائے گی۔ زیاد نے اس کا گال تھپتھپا کر کہا

مجھے نہیں آنا۔ آرزو ضدی انداز میں بولی۔

آرزو چلو نہیں تو میں نے گود میں اٹھا کر لے جانا ہے۔ زیاد نے اب کی دھمکی دی جو کام کر گ ئی تھی۔

جاتی ہوں۔ آرزو تن فن کرتی اٹھ گ ئی۔ زیاد بھی مسکرا کر نفی میں سر ہلاتا ساری لائ ٹس آف کیے کمرے میں گیا اور گیلری دروازہ بھی لاک کیے چینج روم کی طرف بڑھا جب کی آرزو بلینکٹ تان کر لیٹ گ ئی۔ زیاد چینج روم سے نکلا تو بلیک ٹی شرٹ اور ٹراؤ زر میں تھا۔

آرزو ایک سائ یڈ پہ ہو۔ زیاد بیڈ کے پاس کھڑا ہوتا آرزو سے بولا جو بیڈ کے بیچوں بیچ لیٹی ہوئ ی تھی۔

کیوں ؟ آرزو چہرے سے بلینکٹ ہٹا کر پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

کیوں کی میں نے بھی سونا ہے۔زیاد نے آرام سے کہا تو آرزو بدک کر

اٹھ بیٹھی۔

اتنے بڑے گھر میں اور کوئی ی کمرہ نہیں کیا؟ آرزو کو زیاد کی بات پہ چار

سو چالیس کے وولٹ کا جھٹکا لگا۔

بہت ہیں پر تم کیوں پوچھ رہی ہو۔زیاد بیڈ پہ بیٹھ کر پوچھنے لگا۔

توں آپ وہاں جائے یا مجھے دے کوئی ی اور کمرہ۔ آرزو نے کہا۔

پاگلوں والی باتیں نہ کروں میں کیوں جاؤ ں گا اپنا کمرہ چھوڑ کر اور

دوسری تم بھی یہاں رہوں گی۔زیاد نے سمجھایا۔

پر پہلے بھی تو ہم سپریٹ روم میں رہتے تھے نہ تو اب بھی۔ آرزو

جھنجھلا گ ئی تھی۔

وہاں کی بات الگ ہے اور ہم میاں بیوی ہے بیڈ شی ئر کر سکتے ہیں اٹس

ناٹ بگ ڈیل۔زیاد نے امڈ آنے والی مسکراہٹ کو ضبط کیے کہا۔

پر میں نہیں کروں گی۔ آرزو حتمی انداز میں بولی تو زیاد کا دل کیا ماتھا پیٹ لے۔

آرزو اب یہ کیا تم رات میں ضد لیے بیٹھی ہو میں نے بہت وقت دیا تمہیں اب اور نہیں۔ زیاد بیڈ پہ ٹانگیں سیدھی کیے آرام سے آرزو کو بے آرام کیے بولا۔

پر

آرزو سو جاؤ بیڈ بڑا ہے مشکل نہیں ہو گی۔ زیاد نے بیچ میں ٹوک کر کہا اور خود آدھا بلینکٹ اپنے اُپر ڈال کر لیٹ گیا آرزو بے بسی اس کو دیکھا اور دوسری طرف سیکڑ سمیٹ کر لیٹ کر سونے کی کوشش کرنے لگی زیاد نے چہرہ موڑ کر آرزو کو دیکھا جو بہت لیٹی ہوئی ی تھی جب کی آدھے سے زیادہ بیچ میں بیڈ خالی تھا

خیال سے گر نا نہ جاؤ اتنی دور لیٹی ہوئی ی ہو۔ زیاد نے مسکرا کر آرزو کو چھیڑا۔

چپ کر کے سو جائے۔ آرزو نے تپ کے کہا تو زیاد نے آنکھیں بند کر لی تھی اور بنا سلیپنگ پلز کھائے سونے کی کوشش کرنے لگا۔

❤❤❤❤

روشنا آج گروسری کا سامان لینا ہے تو تم جا کر لے آنا عاشر کے ساتھ۔ روشنا فجر پڑھ کر کچن میں آئی تو زرینہ بیگم نے کہا۔

عاشر کے ساتھ کیوں میں خود لے آؤں گی۔ روشنا چولہے پہ چائے کی کیتیلی رکھ کے بولی۔

اکیلے جانا ٹھیک نہیں وہ لڑکا ہے اس کے ساتھ جانا بہتر ہے۔ زرینہ بیگم نے سمجھایا۔

وہ لڑکا ابھی بچہ اماں میری کیا حفاظت کرے گا جو میں اس کے ساتھ جاؤں اور عاشر تو اتنے وقت تک ہمارے گھر نہیں آیا اور آپ چاہتی میں اس سے مدد لوں۔ روشنا طنزیہ بولی۔

بہت کڑوی باتیں کرنے لگی ہوں عاشر کوئی ی بچہ نہیں ماشااللہ بیس سال کا مضبوط مرد ہے۔زرینہ بیگم نے اس کو ٹوکا۔

جو بھی وہ ہم سے خفا ہے اور خفا ہوئے سے میں کیا بات کروں۔روشنا نے کہا۔

خفا ہوئے لوگوں کو منایا جاتا ہے نہ کے قطعً تعلق کیا جاتا ہے۔زرینہ بیگم نے سمجھانا چاہا۔

اماں وہ میرا چھوٹا کزن ہے مجھے عزیز بھی ہے پر میں اس کے سامنے جھک نہیں سکتی۔روشنا گہری سانس بھر کے بولی۔

خیر دیر کو جانا سامان لینے عاشر تو یہاں کونسا ہم سے ملنا آتا تھا جس کے لیے آتا تھا وہ نہیں تو وہ کیوں آئے گا نہ تو اس کو اپنی خالا عزیز ہے اور نہ بڑی کزن۔زرینہ بیگم آبدیدہ ہو کر بولی۔

چائے تیار ہو گ ئی ہے میں بابا کو دے آؤں۔روشنا نے بات بدلی۔

ہاں دے آؤ۔ زرینہ بیگم نے کہا تو وہ چائے کپ میں انڈیلتی ایاز صاحب کے پاس گ ئی جو دفتر جانے کے لیے تیار تھا۔

بابا آپ کی چائے۔ روشنا دروازہ نوک کر اندر آتی ہوئی ی بولی۔

شکریہ۔ ایاز صاحب نے کپ پکڑتے ہوئے کہا۔

شکریہ کی کیا بات اماں ناشتہ تیار کرنے والی ہے بس پانچ منٹ وہ کر لیں پھر کام پہ جائی یے گا۔ روشنا نے مسکرا کر کہا۔

تم نے اپنی ماں سے جاب کی بات کی تھی کیا؟ ایاز صاحب نے پوچھا۔

جی بابا۔ روشنا سر جھکا کر بولی۔

جاب کا خیال دماغ سے نکال دو بیٹا میں ہوں کمانے کے لیے۔ ایاز صاحب نے دو ٹوک لہجے میں کہا۔

میں گھر میں بور ہوتی ہوں اماں کپڑے سلنے میں مصروف ہوتی ہے کام گھر کا جلدی ختم ہو جاتا ہے میں اپنے آپ کو بزی رکھنا چاہتی ہوں اس لیے جاب کا سوچا۔ روشنا نے وضاحت دیتے ہوئے کہا۔

آپ کوئی ی کورس کرلیں کالج تو ختم ہو گیا آپ کا۔ ایاز صاحب چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے بولے تو روشنا کو ان کی بات ٹھیک لگی۔

ہاں ٹھیک جانے کیوں میرے دماغ میں یہ خیال کیوں نہیں آیا میں مدرسہ جوائن کرتی ہوں وہاں ایک خاتون سب کو بہت اچھا سبق دیتی ہیں میں جایا کروں گی تو کچھ سیکھ لوں گی۔ روشنا مسکرا کر بولی تو ایاز صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور خالی کپ ٹرے میں رکھا تو روشنا ٹرے لیکر کمرے سے باہر آئی ی اور کچن میں واپس آئی ی جہاں زرینہ بیگم آٹا گوندرہی تھی۔

بابا نے کہا میں کوئی ی کورس کرلوں جاب کے بجائے تو میں نے مدرسہ جانے کا سوچا اچھا ہے نہ۔ روشنا نے زرینہ بیگم کو بتایا۔

ہاں اچھا ہے دین کی نالیج ملے گی۔ زرینہ بیگم نے کہا

جی پہلے خیال آتا تو اچھا تھا۔ روشنا اب پر سکون سی ہو کر بولی۔

نام کیا ہے جو مدرسہ کا کلاس لیتی ہے کچھ پتا ہے؟ زرینہ بیگم نے پوچھا۔

زیادہ نہیں پتا کچھ وہاں داخلا لوں گی تو سہی سے پتا لگے گا۔ روشنا نے کہا۔

ٹھیک میں نے تمہارے لیے رشتے کی بات کی ہے امید ہے کوئی اچھا مناسب رشتہ مل جائے گا۔ زرینہ بیگم نے کہا تو روشنا کا موڈ بگڑا۔

اماں پلیز شادی کا ذکر نہ کیا کریں اب تو اس نام سے مجھے وحشت ہونے لگتی ہے۔ روشنا نے چڑ کر کہتی کچن سے نکل گئی زرینہ بیگم نے تاسف سے اس کی پشت کو دیکھا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

زیاد کی آنکھ صبح فجر کے وقت کھلی تو اس نے جیسے آنکھیں کھُولی تو آرزو کو دیکھا جو آرام سے لیٹی ہوئی تھی زیاد کو اپنے اندر سکون اُترتا محسوس ہوا وہ آرام سے اٹھا اور نماز پڑھنے کے لیے کپڑے بدلنے کے لیے چینجنگ روم کی طرف بڑھا باہر آیا کپڑے چینج کر کے تو اس نے سوچا آرزو کو بھی نماز کے لیے اُٹھائے مگر اس کو پر سکون سوتا دیکھ کر اس نے اِرادہ ترک کر دیا اور خود آہستہ سے دروازہ کھول کر باہر نکل گیا وہ پیدل

ہی مسجد کے لیے نکل پڑا اس کے گھر کے اور مسجد کا فاصلہ پندرہ منٹ کا تھا زیاد اپنی چپل اُتار کر مسجد میں داخل ہوا اور وضو کرنے لگا وضو کے بعد جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے لگا۔

اللہ میں جانتا ہوں میں گنہگار بندہ ہوں اور شاید میں نے جو آرزو کو پانے کا راستہ اختیار کیا ہے وہ بھی غلط تھا مگر میرے پاس اس وقت کوئی ی اور چارہ نہ تھا اگر میں خاموش رہتا تو آج آرزو کسی اور کے نام ہوئی ی ہوتی میری سانسوں کی ڈور اب آرزو سے جُڑی ہے میں کیسے اس کو کسی اور کا ہونے دیتا اس لیے میں نے آرزو کی مرضی بغیر اس سے نکاح کر لیے میں جانتا ہوں وہ بہت سفر کر رہی ہے وہ اپنے گھر والوں کو یاد کرتی ہے میں اس کو اس کے گھر والوں سے ملواؤں گا پر ابھی مجھے کچھ وقت درکار ہے آپ تو ہر چیز پہ قادر ہے میری مشکل آسان کر دے آرزو کے دل میں میرے لیے گنجائی ش پیدا کر دے وہ بھی سب بھول کر مجھے اپنائے مجھے وہ مقام دے جس پہ میرا حق ہے وہ بہت روڈلی ہو گ ئی ہے

میرے ساتھ مجھ سے برداشت نہیں ہوتا میں بہت چاہتا ہوں اس سے میری دعا پہ کُن فرمادے میرے اللہ ایک آپ ہے جو سب کچھ جانتے ہیں وہ تو اب میری محرم ہے آپ اس کے دل میں میرے لیے محبت ڈالے میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گا بس آرزو مجھ سے خفا نہ ہو۔

نماز پڑھنے کے بعد زیاد اپنے ہاتھ دعا کے لیے کھڑے کیے اللہ سے اپنے دل کی باتیں اور دعا مانگنے لگا جس میں بس آرزو تھی آج وہ اپنے رب سے آرزو کی محبت کی بھیک مانگ رہا تھا وہ دعا میں اتنا محو تھا کے اس کو پتا بھی نہیں چلا کر کب اس کی آنکھوں میں نمی اُترنے لگی اس کا دھیان تو بس دعا مانگنے میں تھا زیاد نے اپنے گال پہ کچھ گرتا محسوس کیا تو اپنے چہرے پہ ہاتھ پھیرا تو اپنے آنکھوں میں آنسو محسوس کر کے وہ حیرانگی کی کیفیت میں مبتلا ہوا اس کو یاد نہیں آیا کب اس نے اتنی شدت اور عاجزی سے کسی کے لیے دعا مانگی تھی یا کب وہ آخری دفع رویا تھا وہ تو پتھر کا بن گیا تھا اس نے اپنے دل کو بھی پتھر کا بنا دیا تھا جس میں محض

چند لوگوں کے علاوہ کسی اور کے لیے احساس نہیں جاگتا تھا زیاد اپنے ہاتھ کو دیکھ کر مسکرایا جہاں نمی آگ ئی تھی۔

کیا بات ہے آج دعا کافی لمبی تھی۔امام صاحب اس کے ساتھ بیٹھ کر نرمی سے بولے تو زیاد نے ان کا پر نور چہرہ دیکھا جہاں سفید ڈھاڑی تھی اور ہاتھ میں تسبیح لیے وہ نرمی سے اس کو دیکھ رہے تھے۔

جب انسان کو کسی چیز کی ضرورت ہو وہ وہاں آتا ہے جہاں اس کو یقین ہوتا ہے کے اگر اس کی ضرورت پوری نہیں ہوئ ی تو ایک دَر ہوتا ہے جہاں اس کی ضرورتیں مرادیں التجائ یں قبول ہوتی ہیں میرے ساتھ بھی یہی مس ئ لا ہے میں بھی اپنے خالی ہاتھ اس دَر پہ پھیلائے مانگ رہا ہوں اِس یقین کے ساتھ کے وہ میری سنے گا اور میرے لیے بہتر کریں گا۔زیاد نے اپنی آنکھیں صاف کیے ہنس کے بولا تو امام صاحب اس کی بات پہ مسکرائے۔

بیشک وہ رب سب کی سنتا اور قبول کرتا ہے۔امام صاحب نے اُوپر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

میں گھنگار ہوں میری بھی سنے گا نہ؟زیاد نے کسی بچے کے انداز میں پوچھا۔

ابھی تو آپ نے کہا آپ کو یقین ہے وہ آپ کی سنے گا تو کسی اور سے کیا پوچھنا دعا مانگوں نہ تو یہ سوچ نہ لاؤ کے میں گھنگار ہو کیا پتا میری قبول نہ ہو بس یہ سوچو کے اللہ نے دعا مانگنے کی توفیق دی ہے تو دعا کی قبولیت کا بھی شرف بخشے گا۔امام صاحب نے آرام سے کہا تو زیاد کو سکون ملا۔

شکریہ آپ کا۔زیاد نے عقیدت سے ان کے ہاتھوں کو آنکھوں پہ لگایا تو انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔

جس کے لیے تم تڑپ رہے ہو نہ اس تڑپ کی تپش اس پہ ضرور پہنچے گی۔امام صاحب کی بات پہ زیاد نے حیرت سے ان کو دیکھا جو اب اٹھ کر چلے گ ئے تھے کیا میرا چہرہ دل کا حال بیان کرتا ہے۔زیاد نے خود

سے سوال کیا پر کوئی ی جواب نہ ملا تو مسجد سے نکل گیا۔ چلتے ہوئے گھر آیا تو ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی زیاد آرام سے چلتا گھر کے اندر داخل ہوا کمرے کی جانب گیا تو آرزو کو ویسے ہی لیٹا پایا وہ چلتا ہوا بیڈ کے پاس آیا اور آرزو کا ہاتھ اُپر کیا جو بیڈ سے نیچے لٹک رہا تھا خود وہ بیڈ کے کنارے پہ تھی زیاد نے جیسے ہی کلائی ی پکڑی تو آرزو کی آنکھ کھلی آرزو نے آنکھ کھول کر جیسے ہی زیاد کو دیکھا تو منہ بنایا مگر جب زیاد نے چہرہ کجھ اُپر کیا تو آرزو اس کی آنکھیں دیکھ کر ٹھٹکی جو کجھ سرخ سی تھیں۔

اچھا ہوا اٹھ گ ئی تم۔ زیاد نے آرزو کی کھلی آنکھیں دیکھی تو مسکرا کر ہشاش بشاش لہجے میں کہا کجھ دیر پہلے والا اداسی کا عنصر بلکل نہ تھا۔

ہاں مگر آپ کو کیا ہوا ہے؟ آرزو اپنی آنکھیں مسلتی ہوئی ی پوچھنے لگی۔

مجھے کجھ بھی نہیں۔ زیاد کو آرزو کی بات سمجھ نہیں آئی ی۔

توں آنکھوں کا کلر بدلا بدلا کیوں لگ رہا ہے مطلب سرخ اور گیلی سی ہیں آپ روئے ہیں کیا؟ آرزو نے اپنے تی ئی یں اندازہ لگایا جب کی زیاد

صدقے جانے والی نظروں سے اس کو دیکھنے لگا اور جھک کر اس کی پیشانی چومی۔

آرزو نے اپنی آنکھیں کر کُھلی۔

ایسا کچھ نہیں تم فریش ہو جاؤ میں کپڑے چینج کر کے جاگنگ پہ جاؤں گا۔ زیاد نے اس کا گال سہلا کر کہا تو آرزو نے دوبارہ نہیں پوچھا بس بیڈ سے اٹھ کھڑی ہوئی

زیاد آرزو کو واشروم جاتا دیکھا تو اس کو یاد آیا آرزو کے چند کپڑوں کے بیگز اس کی گاڑی میں ہیں۔ زیاد ماتھے پہ ہاتھ مار تھا کمرے سے باہر گیا گیراج میں آکر اس نے اپنی گاڑی کا لاک کھولا اور سب بیگز اپنے ہاتھ میں لیکر اندر کی طرف گیا وہ چاہتا تو یہ کام کسی ملازم سے بھی کہہ سکتا تھا مگر ان بیگز میں آرزو کی چیزیں تھی اور زیاد نہیں چاہتا تھا آرزو کی کوئی بھی چیز اس کے علاوہ کوئی اور چھوئے زیادہ چلتا ہوا گھر میں سیڑھیوں کی طرف بڑھ رہا تھا جب سمایا بیگم نے نخوت سے اس کو اور اس کے ہاتھ

میں پکڑے بیگز کو دیکھے تھے جب کی زیاد نظر انداز کرتا سیڑھیوں پار کرتا رائی ٹ سائی یڈ جا کر اپنے کمرے میں جانے لگا کمرے میں داخل ہوا تو آرزو شاید ابھی بھی واشروم میں ہی تھیں زیاد نے اس کا ایک ڈریس بیڈ پہ رکھا باقی جو تین چار تھے وہ چینجنگ روم میں بنے وارڈروب میں رکھے اس کے بعد وہ واشروم کے دروازے کے قریب آرزو کو آواز دینے لگا۔

تمہارا ڈریس کمرے میں موجود ہے اٹھا لینا۔ زیاد کی بات پہ آرزو جو کل والا ڈریس پہن رہی تھی اس کو واپس رکھا۔

آپ واشروم کے دروازے پہ رکھ دے میں وہاں سے اٹھا لوں گی۔ آرزو نے لب دانتوں تلے دبائے کہا تو زیاد نے وہی کیا جو آرزو نے کہا اور خود ٹریک سوٹ پہنتا باہر نکلا۔ آرزو نہا کر باہر نکلی تو زیاد نہیں تھا وہ آرام سے ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی ہوئی ی اور بالوں سے ٹاول اُتار کر ٹیبل پہ رکھا تبھی کمرہ نوک کرتے ماہی بیگم اندر داخل

ہوئی ی تو آرزوان کو دیکھ کر جانے کیوں گھبرائی ی جب کی ماہی مسکرا کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

اسلام علیکم۔ آرزو کو کچھ اور نہ سوجھا تو سلام کر ڈالا

وعلیکم اسلام ماشااللہ بہت پیاری لگ رہی ہو۔ماہی بیگم نے سلام کا جواب دے کر تعریف کی آرزوان کی تعریف پہ شرما گئی تھی جو اس وقت کمیکل کلر کے شلوار قمیض میں تھی گیلے بال کُھلے ہوئے تھے جب کی چہرے پہ ہلکی ہلکی پانی کی بوندیں چمک رہی تھی۔

شکریہ۔ آرزو نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا تو ماہی بیگم ہنس دی۔

آپ ریڈی ہو جائے پھر باہر چلیں ناشتہ بھی تیار ہونے والا ہے اور عینی تمہیں دیکھنے کے لیے بے چین ہے اس لیے جلدی کریں۔ماہی بیگم ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آکر بولی تا کہ اس کی مدد کریں ان کے لیے آج آرزو کی پہلی صبح تھی سسرال میں جو بھی زیاد تو اب لے آیا تھا اس کو اس لیے وہ پہلے دن کی دولہن کی طرح اس کو پروٹوکول دیں رہی تھیں۔

عینی کون ؟ آرزو الجھ کر بولی۔

زیاد کی بہن کل تم سے نہیں مل پائی ی نہ اس لیے۔ماہی بیگم نے بتایا۔

تو وہ یہاں بھی تو آسکتی ہے۔ آرزو نہ عام لہجے میں کہا تو ماہی بیگم کے

چہرے پہ سایہ لہرایا۔

زیاد کو پسند نہیں اس کے کمرے میں کوئی ی آئے اس لیے بس میں

یہاں اس کا خاص ملازم شبیر ہی آتا ہے اور کوئی ی نہیں۔ماہی بیگم

سنبھل کے بولی۔

ہاں پر بہن تو آسکتی ہے۔ آرزو کو ان کی بات عجیب لگی

آپ یہاں بیٹھو میں تیار کروں گی آج آپ کو۔ماہی بیگم بات بدل کے

بولی۔

مجھے بس بال بنانے ہیں اور کچھ نہیں۔ آرزو نے بتانا ضروری سمجھا۔

میک اپ کی تو آپ کو ضرورت نہیں مگر پھر بھی تھوڑا سا کر لیں اس گھر میں آپ کی پہلی صبح ہے نہ۔ماہی بیگم مسکرا کر اس کو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس والی چی ئی رپہ بیٹھا کے بولی تو آرزو جزبز ہونے لگی۔

آپ کے پاس سامان نہیں کیا؟ماہی بیگم نے ڈریسنگ ٹیبل پہ بس زیاد کی چیزیں دیکھی تو پوچھا۔

زیاد لائے تو تھے مگر شاید وہ وہاں رہ گ ئی ے جہاں ہم رہ رہے تھے۔ آرزو نے بتایا۔

کوئی ی نہیں میں آتی ہو۔ماہی بیگم مسکرا کر کہتی ہوئی ی کمرے سے باہر گ ئی تو آرزو نے بالوں کو سلجھانے کے لیے برش اٹھایا اور بالوں میں پھیرنے لگی کجھ دیر تک ماہی بیگم آئی ی تو ان کے ہاتھ میں میک اپ کی کٹ تھی

انہوں نے آرام سے ہلکہ سا میک اپ آرزو کے چہرے پہ کیا اور آنکھوں میں کاجل کی لکیر کھینچی آرزو خاموش آنکھیں بند کیے بیٹھی تھی جب کی

ماہی بیگم لپ اسٹکس کے شیڈ دیکھ رہی تھی کے کونسی لگائے پھر انہوں نے ہلکے ریڈ کلر کی لپ اسٹک آرزو کے ہونٹوں پہ لگائی ی ساری تیاری کے بعد ماہی بیگم نے آرزو کو دیکھا تو گردن کے پیچھے کاجل کا ٹیکہ لگایا ان کو ڈر تھا کہی نظر نہ لگ جائے آرزو لگ جو اتنی پیاری لگ رہی تھی وہ زیاد کی پسند کو داد دی ئی ے بغیر نہ رہ سکی وہ اب سمجھی زیاد کیوں کسی لڑکی کے لیے اتنا پاگل ہوا تھا۔

اللہ نظر ے بد سے بچائے۔ماہی بیگم نے اس کا ماتھا چومتے ہوئے کہا تو آرزو نے اپنے آپ کو مر ر میں دیکھا اور گہری سانس لی ماہی بیگم اس کی عدم دلچسپی نوٹ کر رہی تھی مگر کجھ کہا نہیں وہ سمجھ سکتی تھی اس وقت وہ کیا محسوس کر رہی ہو گی اپنوں سے الگ رہ کر مگر وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہو جائے گی ماہی بیگم یہ سوچ کر مطم ئی ن تھی اور زیاد پر بھی بھروسہ تھا۔

یہ لیں آپ کا ڈوپٹہ۔ ماہی بیگم نے ایک شانے پہ اس کا ڈوپٹہ ٹھیک کیا جب کی بال کھلے آدھے ایک کندھے پہ تھے تو باقی پیچھے کمر پہ تھے۔

آؤ باہر چلتے ہیں زیاد بھی آجائے گا تب تک۔ ماہی بیگم نے اس کو ایک جگہ کھڑا پایا تو چلنے کا کہا تو آرزو سر ہلاتی ان کے ساتھ جانے لگی تھی مگر ان کے جانے سے پہلے ہی دروازہ کھول کر زیاد داخل ہوا جس کے ہاتھ میں فریش جوس کی بوتل تھی اور بال سارے ماتھے پہ بکھرے ہوئے تھے آرزو نے زیاد کو دیکھ کر نظر جھکا دی جو بلیک اینڈ بلیو کلر کے ٹریک سوٹ میں بکھرے بالوں کا ساتھ بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا اُپر سے اس کے کسرتی مضبوط بازوں جو صاف نظر آرہے تھے کیوں کی زیاد نے جیکٹ کے بازوں بہت فولڈ کیے ہوئے تھے زیاد جو اپنے خیال میں اندر داخل ہوا تھا آرزو پہ نظر پڑی تو وہ ماہی بیگم کی موجودگی بھی محسوس نہیں کر پایا اور دم سادھے آرزو کو دیکھے جا رہا تھا جو ایک سیکینڈ میں اس کے دل کی دھڑکن تیز کر چکی تھی آرزو ماہی بیگم کے سامنے زیاد کو نظروں سے

خائف ہوتی ڈوپٹے کا کونہ مڑوڑنے لگی زیاد ابھی آگے قدم بڑھا کر اس کے پاس آتا اس سے پہلے ماہی بیگم نے اس کے سامنے چٹکی بجائی ی تو وہ جیسے گہری نیند سے جاگا تھا سامنے ماہی بیگم کو دیکھ کر وہ تعجب سے ان کو دیکھنے لگا کو شرارتی نظروں سے اس کی جانب دیکھ رہی۔

آپ کب آئی ی؟ زیاد کان کی لو مسلتا اپنی خفت مٹانے کے غرض سے بولا

میں تو کب سے یہی ہوں مگر تمہیں اپنی بیوی کو دیکھنے کے علاوہ کسی اور کو دیکھنے کی فرصت ہو تو کوئی ی اور نظر آئے۔ماہی بیگم نے اس کے سر پہ چپت لگاتے ہوئے کہا۔

آرزو کو آپ نے تیار کیا ہے؟ زیاد بات بدلنا بہتر سمجھا۔

جی اور تمہیں پسند آئی ی یا نہیں یہ مجھے پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ماہی بیگم نے پھر سے تنگ کیا تو زیاد مسکرایا ماہی بیگم نے اس کے ڈمپل کو دیکھا تو ماشااللہ کہا۔

میں آرزو کو نیچے لیکر جا رہی ہوں تم بھی فریش ہو کر ناشتہ کرنے آئو۔ماہی بیگم نے کہا تو زیاد نے آرزو کی طرف دیکھا جو اب بالوں کی لٹ کو انگلی میں گھما رہی تھی۔

اگر آپ کو برا نہ لگے تو آرزو میرے ساتھ آئے میں فریش ہو جاؤ پھر ساتھ آئیں گے۔زیاد نے ماہی بیگم سے کہا تو مسکرا دی۔

ٹھیک ہے پر جلدی آنا۔ماہی بیگم مسکرا کر کہتی باہر نکلی جب کی آرزو کو زیاد کی بات پسند نہیں آئی ی۔

مجھے آنٹی کے ساتھ جانا ہے۔آرزو زیاد کو اپنے پاس آتا دیکھا تو کہا۔

اور مجھے تمہارے ساتھ۔زیاد اس کا ہاتھ تھامتا ہاتھ کی پشت پہ اپنے ہونٹ رکھتا ہوا بولا تو آرزو نے گھور کر زیاد کو دیکھا اور اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے الگ کیا زیاد ہلکہ سا مسکرایا۔

اتنا تیار مت ہوا کرو تمہیں ان مصنوعی چیزوں کی ضرورت نہیں۔زیاد اس کے پیچھے کھڑا ہوتا ہوا بولا اور اس کے بال اپنے ہاتھوں میں لیے ان

کو بل دینے لگا آرزو تعجب سے زیاد کے ہاتھ اپنے بالوں پہ محسوس کر رہی تھی جو آرام سے ان کی پونی بنا رہا تھا۔

کیا کر رہے ہیں آپ ؟ آرزو جھنجھلا کر پوچھنے لگی۔

لمبے بال ہیں سنبھالنا مشکل ہو گا اس لیے ان کو قید کر رہا ہوں۔ زیاد نے بے آرام سے جواب دیا۔ دل پتھر کا

رمشا حسین

میں سنبھالتی۔ آرزو جل کے بولی زیاد نے آخر بل دیا اور ڈریسنگ ٹیبل پہ چہرے موڑ کر دیکھا جہاں کیچر رکھا ہوا تھا زیاد نے وہ اٹھایا اور ربن کے بجائے کیچر لگایا اس کے بعد اس کے شانے پہ ٹکا ہوا ڈوپٹہ آرام سے شانے سے ہٹا کر اس کو کھول کر سر پہ ٹکایا آرزو تو بہت بیزاری سے اس کی حرکتیں دیکھ رہی تھیں زیاد اپنے کام سے مطمئن ہوتا آرزو کے سامنے کھڑا ہوا اور اس کے ماتھے پہ اپنے لب رکھے۔

میں جلدی فریش ہو کر آیا تب تک یہی رہنا۔ زیاد کہتا واشروم کی طرف گیا آرزو بھی بیڈ کے کنارے بیٹھ گ ئی۔

بیس منٹ بعد زیاد واشروم سے ٹاول سے بال رگڑتا ہوا آیا تو پینٹ اور بنیان میں تھا زیاد سیدھا چینجنگ روم کی طرف بڑھا آرزو تو بس شعلہ بھری نظروں سے اس کو گھورتی رہ گ ئی جو لڑکیوں کی طرح فریش ہونے میں وقت لگایا تھا وہ تو یہی سوچ سکی دس منٹ اور زیاد نے چینجنگ روم میں لگائے آرزو کا دل کیا اکیلے نکل جائے مگر اس کو تو کچھ پتا بھی نہیں تھا جانا کہاں ہیں اس لیے جبر کر کے بیٹھی رہی زیاد باہر آیا تو نیوی بلیو کلر کی شرٹ اور جینز پینٹ میں تھا جس سے اس کی رنگت دمک رہی تھی کف بازوں تک فولڈ کرتا زیاد ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آیا آرزو تو حیرت سے زیاد کی کلائی ی دیکھ رہی تھی جہاں سفید رنگت پہ رگیں ابھری ہوئی ی صاف نظر آرہی تھی آرزو نے میکانکی نظروں سے آستین اُپر کر کے اپنا بازوں اور پھر کلائی ی دیکھی جو گوری تو تھی مگر

رگیں نہیں تھی ظاہر آرزو نے منہ بنایا اور آستین نیچے کی پھر سے زیاد کو دیکھا جو اپنے سلکی بالوں کو جیل لگا کر سیٹ کر رہا تھا عنابی لب آپس میں پیوست تھے اور سنجیدگی سے اپنی تیاری میں مگن تھا زیاد نے بال سیٹ کرنے کے بعد گھڑی پہنی اور پرفیوم اٹھا کر ڈھیر سارا خود پہ چھڑکا تو آرزو دیکھتی رہ گئی آرزو کو اپنے اطراف زیاد کے پرفیوم کی خشبو محسوس ہونے لگی تو سانس اندر کھینچی اور اٹھ بیٹھی۔ زیاد بھی تیار ہو تا آرزو کی طرف آیا اور بنا کچھ کہے اس کا ہاتھ اپنی آہنی گرفت میں لیکر کمرے سے نکلنے لگا۔

وہ دیکھو۔ کشمالا نے عینی کو پیچھے دیکھنے کا کہا جہاں زیاد آرزو کو لیے آ رہا تھا وہ عینی اور کشمالا ان دونوں کے انتظار میں تھے کے کب وہ آئے گے عینی نے جب چہرہ موڑ کر زیاد کے ساتھ آتی آرزو کو دیکھا تو اس کو اپنی آنکھوں پہ یقین نہ آیا اس نے بار بار آنکھیں بند کر کے کھلی کے شاید منظر بدل جائے مگر آرزو کو زیاد کی بیوی کے روپ میں دیکھ کر اس کو جتنا

حیرت کا جھٹکا لگا تھا اس سے گ ئی گنا دل کے ایک کونے میں ٹھنڈک ملی تھی کے چلو اب وہ عاشر کے اور اس بیچ میں نہیں آئے گی۔

آؤ بات کر کے ہیں۔ کشمالا نے اس کو کہنی مار کر کہا تو وہ ہوش میں آئی ی۔

ہاں چلو۔ عینی ہڑبڑا کر بولی۔

ناشتہ لگ گیا ہے سب آجائے ماہی بیگم نے کہا تو زیاد آرزو کو لیکر وہاں گیا تو وہ دونوں دل مسوس کر کے رہ گ ئی۔

یہ لوں۔ زیاد نے ڈائی ینگ ٹیبل پہ بیٹھ کر آرزو کی طرف پراٹھا بنایا وہ جانتا تھا آرزو کو پراٹھے پسند ہیں وہ بھی بہت آوئی لی اس لیے اس نے شبیر سے کہہ کر آرزو کے لیے بنوائے تھے جب کی ان سب میں سے کوئی ی بھی اتنا ہیوی نہیں کھاتا تھا۔

اتنی آوئی لی چیزے کھاتی ہو گی اس لیے تو اِن فٹ ہو۔ سمایا بیگم نے آرزو کو پراٹھا کھاتے دیکھا تو اس کے صحتمند وجود پہ چوٹ کی جب کی سب زیاد

کی طرف دیکھنے لگا جس کی رنگت سرخ ہوئی ی تھی جیسے سمایا بیگم نے آرزو کو نہیں بلکہ اس کو کہہ دیا ہو اگر وہ اس کو کہتی تو شاید زیاد کو اتنا غصہ آتا بھی نہ مگر سمایا بیگم نے سب کے سامنے آرزو کو کمتر کرنے کی کوشش کی تھی یہ بات زیاد کو آپے سے باہر کرنے کے لیے کافی تھی اسرار صاحب نے تنبیہ نظروں سے سمایا بیگم کو دیکھا تھا جب کی آرزو تو ان کی بات پہ گھورنے لگی پھر اپنا پرانہ جملا دوہرایا

میں ان فٹ نہیں بلکہ ہیلدی ہوں مطلب کی صحتمند اور ان فٹ ہونے میں اور صحتمند ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔ آرزو کی بات پہ ان چاروں نے سر جھکا کر اپنی ہنسی چھپائی ی جب کی سمایا بیگم کا چہرہ آہانت کے احساس سے سرخ ہوا تھا ان کو لگا تھا وہ چپ کر جائے گی یا چہرے پہ شرمندگی کے تاثرات نظر آنے لگیں مگر وہ تو بہت کانفڈنٹ سے ان کے منہ پہ جواب مار گئی تھی زیاد ابھی بھی اپنا اشتعال دبانے میں لگا ہوا تھا۔

شبیر

شبیر

جی سر۔شبیر فورن سے حاضر ہوا تھا آرزو زیاد کی اتنی تیز دھاڑ پہ ڈر کے کچھ دور ہوئی ی اس نے کہاں زیاد کو اتنا چیختے دیکھا تھا جب کی زارون اشرف عینی کشمالا نے اپنا سر پکڑا تھا کے اس دفع بھی ناشتہ کی ٹیبل پہ تماشا ہو گیا تھا جانے وہ دن کب آئے گا جب وہ آرام سے ساتھ بیٹھے ناشتہ کریں گے وہ بس سوچ سکے اسرار صاحب نے غصیلی نظر سمایا بیگم پہ ڈالی جو خود کو بے نیاز ظاہر کر رہی تھی ماہی بیگم جو زیاد کے پاس والی چی ئی ر پہ بیٹھی تھی اس کا ہاتھ دبا کر ریلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر زیاد اپنی چی ئی ر کو ٹھوکر مار کر اٹھ بیٹھا تھا آرزو فورن سے اٹھ بیٹھی تھی اس کا پورا وجود لرز رہا تھا ٹانگیں بے جان ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔

آرزو کا ناشتہ ہمارے کمرے میں لے آؤ۔زیاد نے تیز آواز میں کہا اور آرزو کو اپنے حصار میں لیکر اندر کی طرف بڑھا آرزو تو حیرت سے گنگ

زیاد کا روپ دیکھ رہی تھی اس کو ابھی تک سمجھ نہیں آیا تھا زیاد کو غصہ کس بات پہ آیا تھا اپنی ماں کی بات پہ یا اس کے جواب پہ شاید اس کے جواب پہ یہ خیال آتے ہی آرزو کی آنکھیں خوف سے پھٹی اس نے چور نظروں سے سپاٹ چہرہ لیے زیاد کو دیکھا جواب سیڑھیاں پھلانگتا جست میں اس کا بازوں پکڑے لیے گیا تھا سب لوگوں نے افسوس پہلے زیاد کو اور پھر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔

کبھی تو اس کو سکون لینے دیا کرو۔ اسرار صاحب سمایا بیگم سے بولے۔

کچھ غلط تو کہا نہیں تھا ایک نارمل بات تھی اور دوسرا یہ کے اپنی جیسی منہ پھٹ لڑکی سے شادی کی ہے۔ سمایا بیگم تو جل بھن کے بولی وہ توکل آرزو کو خاموش دیکھ کر دبنے والی سمجھ گئی تھی مگر وہ تو زیاد سے بھی دو ہاتھ آگے لگی ان کو۔

موم آپ پلیز زیاد بھائی کے معاملے میں کچھ غلط نہ بولا کریں وہ آپ کی وجہ سے پہلے ہی ہم سے بھی نفرت کرتیں اور اب تو ان کی بیوی بھی

کریں گی اور کیا پتا آپ کے اس رویے کی وجہ سے وہ ان کو لیکر یہ گھر ہی نہ چھوڑ دے۔ اشرف سخت لہجے میں اپنی ماں کہتا ہوا وہاں سے اٹھ کھڑا ہوا سمایا بیگم تو حیرت سے اپنے بیٹے کو دیکھ رہی تھی جو ان کے خلاف بول رہا تھا ان کے دل میں زیاد کے لیے نفرت کی چنگاڑی مزید بڑھی تھی ان کو اپنی غلطی نہیں بس زیاد کی غلطی دِکھ رہی تھی جس کی وجہ سے ان کا اپنا بیٹا پہلی بار ان سے ایسے بات کر رہا تھا۔

ماں سے بات کرنے کی تھمیز بھول گئے ہو کیا؟ سمایا بیگم ناگواری سے اشرف کو دیکھ کر بولی

سوری موم بٹ آئی ریکویسٹ یو پلیز چینج یوئی ربیہویر۔ اشرف اب کی کجھ عاجزی سے کہتا نکل گیا اس کو زیاد بچپن سے ہی عزیز تھا جانے کیا کشش تھی جو سمایا بیگم کے لاکھ بھکانے پہ بھی وہ کبھی زیاد سے نفرت نہ کر سکا اور نہ کبھی اس کو سوتیلا بھائی سمجھا تھا مگر کجھ سال پہلے ہوئے

حادثے پہ جیسے زیاد نے اس کا ساتھ دیا تھا بنا کسی کو بتائے یا شک دلائے اس کا پردہ رکھا تھا اشرف کے دل میں زیاد کا مقام مزید بلند ہوا تھا۔

آپ کے بیٹے کی وجہ سے میرا بیٹا مجھ سے ایسے بات کر گیا ہے۔ سمایا بیگم اسرار صاحب پہ چیخی جب کی زارون کشمالا کو اشارہ کرتا اٹھا تو وہ بھی اٹھی اور عینی بھی وہاں سے نکلی ماہی بیگم پریشانی سے ان کو بنا ناشتہ کیے جاتا دیکھنے لگی۔

آواز دھیمی رکھو یوں جاہل عورتوں کی طرح چیخوں مت ملازم بھی ہوتے ہیں یہاں۔ اسرار صاحب ٹوک کر بولا جب کی سمایا بیگم تو غصے سے پاگل ہونے کے دَر پہ تھیں۔

اپنے بیٹے کو کجھ نہ کہنا بس مجھے ہی رعب چلانا۔ سمایا بیگم سیخ پا ہوئی ی اسرار صاحب نیپکن سے اپنا ہاتھ صاف کیے اٹھ گ ئ ے سمایا بیگم اپنی مٹھیاں بھینچ کے اسرار صاحب کی پشت دیکھنے لگی جنہوں نے ان کی بات کا جواب دینا بھی ضروری نہ سمجھا تھا۔

زیاد کمرے میں آتا آرزو کو بیڈ پہ بیٹھایا اور خود یہاں سے وہاں چکر کاٹنے لگا آرزو بس اس کو یہاں سے وہاں جاتا دیکھ رہی تھی دروازہ نوک ہونے پہ زیاد دروازے پہ آیا جہاں شبیر ناشتے کی ٹرے لیے کھڑا تھا زیاد نے اس کے ہاتھ سے ٹرے لی پھر دروازہ بند کیا کمرے میں رکھی ٹیبل پہ اس نے ٹرے رکھی۔

آرزو آجاؤ ناشتہ کرو۔ کمرے کی خاموشی کو زیاد کی بھاری گھمبیر آواز نے توڑا آرزو آہستہ سے چلتی صوفے پہ بیٹھ کر زیاد کو دیکھنے لگی جو کسی کو کال ملانے میں لگا ہوا تھا۔

آپ نہیں کرو گے ناشتہ ؟ آرزو نے دھیمی آواز میں زیاد سے پوچھا جو اپنی پیشانی مسل رہا تھا آرزو کے پوچھنے پہ زیاد کا سارا غصہ پل بھر کہی دور سویا تھا اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی تھی تو کیا آرزو کو اس کی فکر تھی زیاد نے مسکرا کر سوچا پھر سر جھٹکتا خود پہ صوفے پہ آیا۔

میں ناشتے میں بس فریش جوس لیتا ہوں۔ زیاد نے آرام سے اس کو معلومات دی آرزو تو اس کے بیٹھنے پہ ہی ناشتہ شروع کر چکی تھی زیاد بس یک ٹک آرزو کو دیکھنے لگا جو آرام سے ناشتہ کر رہی تھی آرزو کے ناشتہ کرنے کے بعد زیاد نے اس بار اپنا بیگ خود پیک کرنے کا سوچا آرزو نے زیاد کے ہاتھ میں بیگ دیکھا تو اس کو لگا شاید اب یہ بھی گھر چھوڑ کر جانا پڑے گا۔

زیاد اب تم چھوٹی سی بات پہ گھر چھوڑ کر جاؤ گے؟ ماہی بیگم جو آرزو سے معذرت کرنے آئی تھی زیاد کو اپنے کپڑے بیگ میں ڈالتا دیکھا تو پریشانی سے بولی آرزو بھی خاموش کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی جب کی زیاد تعجب سے ان کی جانب دیکھنے لگا۔

یہ میرا گھر ہے چچی جان میرے نام کیا تھا امی نے یہ گھر میں کیوں سمایا بیگم کے لیے اپنا گھر چھوڑوں گا آرزو منہ کھولے زیاد کو اپنی ماں کا نام لیتا دیکھ رہی تھی اس کو تو یہی لگ رہا تھا کے وہ اس کی ماں ہے۔

وہ تو چاہتی ہی یہ ہیں کے میں اس گھر میں نہ رہوں مگر میں یہ ان کی خواہش کبھی پوری نہیں کروں گا۔زیاد بات کرتے کرتے آخر میں تمسخرانہ مسکرایا۔

پھر یہ سامان۔ماہی بیگم نے الجھ کر بیڈ کی طرف اشارہ کیا جہاں اس کے کپڑے اور باقی کا سامان تھا۔

ہمایوں کی شادی ہے چچی جان وہاں جانا ہے آج پنڈی کے لیے نکلنا ہے بار بار کالز آچکی ہیں اس کی بہت دیر کی میں نے وہاں جانے میں اور ساتھ میں علیدان کو بھی روکا ہوا ہے ورنہ وہ توکب کا جا چُکا ہوتا پنڈی اس لیے بس آج جاؤں گا اس کے ساتھ ایک ہفتے کے بعد آجاؤں گا۔زیاد نے بتایا تو ماہی بیگم کو کجھ سکون آیا آرزو بھی خوش ہوئی کے چلو ایک ہفتہ تو زیاد کی شکل نہیں دیکھنی پڑے گی۔

آرزو بھی چلیں گی تمہارے ساتھ؟ماہی بیگم نے آرزو کی طرف دیکھ کر زیاد سے پوچھا۔

نہیں وہ آپ لوگوں کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اس لیے میں اکیلے جاؤں گا۔ زیاد نے آدھا سچ اور آدھا جھوٹ بولا۔

کر آتی آپ بھی شادی انجوئے۔ ماہی بیگم زیاد کی اداسی بھانپتی آرزو سے بولی جو ان کی بات پہ گڑبڑا گئی تھی۔

اگر وہ نہیں آنا چاہتی تو رہنے دے آپ۔ زیاد نے مسکرا کر آرزو کی مشکل آسان کی اور ماہی بیگم سے کہا۔

اچھا جیسا تم لوگوں کو سہی لگے اور تم ہٹو میں پیکنگ کرتی ہوں شبیر سے نہیں کہا تو مجھے کہتے نہ خود کیوں کر رہے ہو۔ ماہی بیگم نے زیاد کے ہاتھوں سے شرٹ لیکر پیچھے کرتے ہوئے کہا تو زیاد سائیڈ پہ ہوا۔

کس وقت نکلوں گے؟ ماہی بیگم سامان بیگ میں ڈالتی پوچھنے لگی۔

آرزو کی شاپنگ کرنی ہے اس کے بعد نکلوں گا۔ زیاد سیل فون میں دیکھتا ہوا جواب دینے لگا۔

ٹھیک ہے۔ماہی بیگم نے سر ہلایا جب کی آرزو سارا معاملہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کے چچی کے لیے اتنی نرمی اور ماں کے لیے نفرت بھرا لہجہ

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا اسٹاپ پہ کھڑی ٹیکسی کا انتظار کر رہی تھی جب ایک گاڑی اس کے سامنے رکی روشنا نے گاڑی دیکھ کر کڑوا منہ بنایا وہ گاڑی کو پہچان گ ئی تھی جو فراز کی تھی۔

گاڑی میں آؤ کچھ بات کرنی ہے۔فراز گاڑی سے باہر آتا روشنا سے بولا جو مکمل طور پہ اس کو نظرانداز کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

مجھے کوئی ی بات نہیں اس لیے برائے مہربانی یہاں سے جاؤ بیچ سڑک پہ میرا تماشا مت بناؤ۔روشنا دانت پیستے ہوئے بولی۔

تماشا نہیں کر رہا تم بس آرام سے میری بات مانو۔فراز آتی جاتی گاڑیوں کو ایک نظر دیکھتا روشنا سے کہا۔

تم یہاں سے نہیں گ ئی ے نہ تو میں چیخ چیخ کے لو گوں کی جمع کروں گی پھر دیکھنا کسی چھترول پڑتی ہے۔روشنا اس کو وارن کرتی بولی تو فراز کا دماغ گھما اور ایک جھٹکے میں اس کا ہاتھ پکڑا روشنا منہ کھولے اس کی جرئ ت دیکھنے لگی۔

تم نہ عزت کے لائ ق ہی نہیں اب چپ چاپ گاڑی میں بیٹھو یہ اکڑ کسی اور کو دیکھانا۔فراز اس کا ہاتھ کھینچتے لے جانے لگا تو روشنا نے اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخن اس کے بازوں پہ رکھ کر زور سے مسلا ناخن تو ٹوٹا فراز کے بازوں پہ خون کی بوندیں ٹپک نے لگی فراز تڑپ کے جیسے ہی مڑا تو روشنا نے زوردار تھپڑ اس کے گال پہ جڑ دیا۔

چٹاخ کی آواز پہ جو لوگ ٹکسی یا کیب کا انتظار کر رہے تھے ان کی جانب متوجہ ہو گ ئی ے تھے مگر آگے بھر کر کسی نے پوچھنا یا مدد کرنے کی آفر نہ دی بس تماشا دیکھنے لگے فراز تو شاک میں اس کو دیکھنے لگا جو

خونخواز نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی فراز کو روشنا کی اس عمل کی توقع نہیں تھی۔

تیری یہ ہمت۔ فراز غصے سے پاگل ہوتا جواب میں تھپڑ مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا جب بیچ میں کسی نے اپنے مضبوط ہاتھ سے اس کا ہاتھ جکڑ کر اس کی کوشش کو ناکام بنا دیا تھا فراز اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ سے نکالنا چاہا مگر سامنے والے نے زور سے اس کا ہاتھ مڑوڑا تھا فراز درد سے بُلبُلا اٹھا تھا روشنا شاک کی کیفیت میں سامنے والے کو دیکھ رہی تھی جس کی آنکھوں سے شعلے بھڑک رہے تھے جس میں فراز کو جلانے کی خواہش تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد ایک ضروری کال پہ بات کر رہا تھا آرزو بور ہوتی کمرے سے نکل کے باہر جانے لگی۔

گھر تو کافی بڑا ہے مجھے تو ٹھیک سے پتا بھی نہیں جانا کہاں ہے۔ آرزو آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی خود سے بولی

یہ دروازہ شاید چھت کا ہے۔ آرزو راہداری سے گزر رہی تھی جہاں ایک میز اور اس کے گرد تین صوفے رکھے ہوئے تھے اس سے دور ایک ادھ کھلا دروازہ دیکھا تو تکہ لگایا وہ چیک کرنے کا سوچتی جانے لگی جب کشمالا اس کے سامنے آئی آرزو اس کے اچانک سامنے آنے پہ کچھ ڈر کے پیچھے ہوئی۔

ہاہاہا آپ ڈر گئی شکر زیاد بھائی نے نہیں دیکھا ورنہ میرا سر قلم کر دیتے آپ کو ڈرانے کے جرم میں۔ کشمالا ہنستی ہوئی شوخ لہجے میں آرزو کو دیکھ کر بولی۔

آپ کا نام ؟ آرزو اس کی بات نظر انداز کرتی ہوئی بولی۔

میرا نام کشمالا ابرار صدیقی ہے۔ کشمالا نے اپنے کندھے تک آتے بالوں کو جھٹکا دے کر ایک ادا سے کہا تو آرزو مسکرائی۔

واؤ آپ کی سمائیل تو بہت پیاری ہے۔ کشمالا نے اس کی مسکراتا دیکھا تو تعریف کی جب کی آرزو چلتی ہوئی ایک صوفے پہ بیٹھ گئی تو کشمالا بھی ساتھ والے صوفے پہ بیٹھی۔

آپ زیاد کی بہن ہیں؟ آرزو نے جانے کیوں یہ سوال پوچھا

ہاں کزن سسٹر ہوں۔ کشمالا نے مسکرا کر بتایا تو آرزو نے سر یلایا۔

آپ کل سے یہاں ہو ہماری ٹھیک سے بات تو کیا تعارف بھی نہیں ہوا آپ اپنے کمرے میں تھیں نہ اور جب ابھی میں نے آپ کو باہر دیکھا اور زیاد بھائی کو نہیں تو موقع غنیمت جان کر آپ کے پاس چلی آئی۔ کشمالا نے فخر سے اپنا کارنامہ بتایا آرزو کو وہ اپنی طرح باتونی لگی جب کی الجھن بھی ہوئی کے یہ سب زیاد کے کمرے میں کیوں نہیں آرہے اور زیاد کی موجودگی میں بات کرنے میں ان کو کیا پروبلم ہے۔

آپ مجھے تم کہہ کر مخاطب کریں تو مجھے اچھا لگے گا ایسے آپ لفظ اپنے لیے سننا عجیب فیل ہو رہا ہے۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو کشمالا کی آنکھیں چمکی۔

ہاں نہ اور تم تو مجھ سے چھوٹی بھی ہو مجھے خود عجیب لگ رہا تھا۔ کشمالا جھٹ سے اسکی بات مان کر آپ سے تم پہ آگ ئی۔

دو سال کا ہی فرق ہو گا۔ آرزو نے عام لہجے میں کہا۔

عینی کو میں نے کہا آج کالج نہ جائے مگر اس کا ایک ضروری لیکچر تھا تو وہ گ ئی ڈاکٹری کی پڑھائی ی بہت مشکل ہوتی ہے اور اس کو تو اچانک سے بیٹھے بیٹھائے جانے کہاں سے ڈاکٹر بننے کا کریز ہوا۔ کشمالا آنکھوں کو گھما کر بتانے لگی جب کی آرزو حیرت سے اس کو بات کرتا دیکھ رہی تھی جو ساتھ میں آنکھوں کو گھما بھی رہی تھی اور ہاتھوں کا اشارہ بھی دے رہی تھی۔

عینی آپ کی بہن؟ آرزو نے پوچھا۔

ہاں کزن سسٹر ہے میری۔ کشمالا کو جانے کیوں ہنسی آئی ی۔

میرا کزن بھی میڈیکل کالج میں پڑھتا ہے اس کو بھی بہت شوق ہے ڈاکٹر بن کر لوگوں کی خدمت کرنے کا۔ آرزو کو عاشر کی یاد آئی ی تو بتایا جانے کیا سوچتا ہو گا وہ اس کے بارے میں آرزو نے سوچ کر سرد سانس خارج کی۔

اووہ دیٹس گریٹ تم کونسی کلاس میں ہو؟ کشمالا نے مسکرا کر پوچھا آرزو کو اس کے سوال پہ تکلیف ہونے لگی کتنا دل تھا اس کا کالج یا یونیورسٹی میں پڑھنا مگر وہ کسی کو کہہ نہیں پائی ی وہ اپنے گھر کے حالات جانتی تھی پر روشانے اس کو تسلی دی تھی کے نادر ضرور اس کو آگے پڑھنے میں مدد کریں گا جب کی زیاد نے بیچ میں آکر سب کچھ ختم کر دیا تھا۔

ہیلو کہاں کھو گ ئی۔ کشمالا نے اس کے سامنے چٹکی بجا کر ہوش میں لانا چاہا جو جانے کہاں کی سیر کو نکلی تھی

کہیں نہیں میں نے دو مہینے پہلے انٹر کے امتحان دی ئے تھے دو سال پہلے دے چکی ہوتی مگر میں دو سال فیل ہو گ ئی تو بس۔ آرزو نے بتاتے بتاتے اپنا مخصوص ڈائی یلوگ مارا کشمالا کو وہ آخری بات پہ بہت کیوٹ لگی اس نے اپنے ہاتھ آگے بڑھا کر اسکے گال کھینچے تو آرزو مسکرائی ی۔ یہاں سب گھر والے ہیں تو تم بغیر ڈوپٹے کے مطلب ایزی ہو کر گھوم سکتی ہو۔ کشمالا نے آرزو کو اپنے ڈوپٹے میں چھپا دیکھا تو کہا جس کا ڈوپٹہ ابھی بھی سر پہ ٹکا ہوا تھا کشمالا کی بات پہ آرزو نے اس کو دیکھا جو خود وائی ٹ کلر کی شرٹ اور ٹراؤ زر میں بہت دلکش لگ رہی تھی چہرے پہ نفاست سے میک اپ اور سرخ رنگ کی لپ اسٹک لگائی ی ہوئی ی تھی اور کانوں میں گول ڈزائی ن کے ای ئی رر نگس پہنے ہوئے تھے جو بڑے تھے جس کی وجہ سے ہل رہے تھے آرزو کو وہ بہت ماڈل لگی جو گھر میں بھی اتنا تیار اور ایسی ڈریسنگ کر رہی تھی جب کی زرینہ بیگم تو اس کو گھر

میں بھی ڈوپٹہ لینے کا کہتی تھی ان کے گھر میں تو کوئی ی مرد بھی نہیں ہوتا تھا تب بھی وہ اس کو کوستی تھی۔

میں خود کو ڈوپٹے میں ایزی محسوس کر رہی ہوں۔ آرزو نے سادگی سے کہا تو کشمالا نے مزید بحث نہیں کی مگر جب سامنے نظر پڑی تو بدک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ی آرزو نے کشمالا کو اٹھتا دیکھ کر اس کی نظروں کے تعاقب میں اپنا چہرہ موڑ کر دیکھا تو زیاد ہاتھ میں سیل فون پہ کچھ ٹائپ کرتا ان کی طرف آ رہا تھا زیاد کو دیکھ کر اس نے چہرہ واپس کشمالا کی طرف کیا تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلی کیوں کی اب وہاں کشمالا تو کیا اس کا نام و نشان تک نہیں تھا۔

چلیں شاپنگ پہ پھر مجھے نکلنا ہے۔ زیاد آرزو کے پاس آتا بولا۔

میں شال لے آؤں۔ آرزو کمرے کی طرف جاتی ہوئی ی بولی کمرے میں آ کر اس نے صوفہ سے شال اٹھائی ی جو ابھی وہاں ہی تھی جہاں زیاد نے رکھی تھی شال خود پہ اوڑھ کر آرزو باہر آئی ی تو زیاد نے اس کا

ہاتھ پکڑا اور ساتھ چلنے لگا آرزو نے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا مگر زیاد نے اپنی گرفت مضبوط کی تو آرزو نے مزاحمت چھوڑ دی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

علیدان آفس میں اپنی ایک ضروری میٹنگ اٹینڈ کرتا گھر جا رہا تھا کیوں کی اس نے اپنی باقی ساری میٹینگز ایک ہفتے تک ملتوی کر رکھی تھی مگر ایک ضروری تھی اس لیے اس نے کینسل نہ کی ورنہ نقصان ہو سکتا تھا وہ گاڑی ڈرائیو کرتا ساتھ میں گانا بھی سن رہا تھا جب ایسے ہی اس کی نظر دور اسٹاپ پہ کھڑی لڑکی کو دیکھ کر اس کو روشنا کا گمان ہوا اس کو اپنا وجود سن ہوتا محسوس ہوا جانے کتنے وقت بعد وہ اس کو دیکھ رہا تھا مگر دور ہونے کی وجہ سے ٹھیک سے اس کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہا تھا دوسرا وہ حجاب میں تھی علیدان کا دل کیا اس سے بات کریں اپنے دل کی بے چینی بتائے کے تمہارے بعد میرا کیا حال ہوا ہے تم نے تو میری محبت ٹھکرائی ی پر پھر بھی میرے دل میں محبت اپنی جڑیں مضبوط کرتی گ ئی ہیں وہ پیچ

راستے پہ گاڑی روکے ہر چیز سے بے نیاز روشنا کو دیکھ کر اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچا رہا تھا جانے پھر کب ایسا موقع ملتا وہ اس کو دیکھنے میں اتنا کھویا ہوا تھا پیچھے گاڑی سے آتی ہارن کی آوازوں نے بھی اس کا دھیان نہ بھٹکا سکا وہ تو بہرہ بن گیا ساری سماعتیں تو بس روشنا کو دیکھنے میں لگی ہوئی تھی مگر اس کو ہوش میں آنا ہی پڑا کیوں کی اس کی گاڑی کا شیشہ کوئی توڑنے والے انداز میں بجا رہا تھا علیدان نے غصے سے گاڑی کا شیشہ نیچے کیا۔

کیا مسئلہ ہے۔علیدان کا بس نہیں چل رہا تھا کے وہ سامنے والے کو شوٹ کر دیتا۔

مسئلہ تو تم ہمیں بتاؤ ذرا پیچھے دیکھو کتنی گاڑیاں روک رکھی ہوئی ہیں یا تو آگیں بڑھاؤ اپنی گاڑی یا سائیڈ پہ کرو۔سامنے والا بھی کافی تپا ہوا تھا اس لیے اس کو پیچھے دیکھنے کا کہا جہاں گاڑیوں کی لائن لگی

ہوئی تھی اور لوگ اپنا چہرہ گاڑی کے ونڈو سے باہر نکال کر ہٹنے کا کہہ رہے تھے۔

بس ایک یہی روڈ رہ گیا ہے نہ جیسے۔علیدان پیچھے ایک نظر ڈالتا گاڑی سائیڈ پہ کرنے لگا سامنے والے شخص نے عجیب شکل بنائے اس کی بڑبڑاہٹ سنی تھی جو اپنی غلطی ماننے کے بجائے غصہ کر رہا تھا۔علیدان گاڑی سائیڈ پہ کرتا گاڑی سے نکلا اور دوبارہ وہاں دیکھا جہاں روشنا کھڑی تھی مگر اب اس کے ساتھ کسی لڑکے کو دیکھ کر اتنے وقت بعد اس کے دل میں آتی خوشی جاگ کی طرح ختم ہوگئی تھی اس کو خود پہ افسوس ہوا وہ کیسے بھول گیا کے وہ اب کسی اور کی ہے مگر اس کی آنکھوں میں نا سمجھی کا تاثر آیا جب روشنا کے چہرے پہ غصے کا عنصر نمایاں دیکھا تو وہ دور ہی تھا مگر سمجھ گیا تھا کے لڑکا شاید اس کو تنگ کر رہا ہے بھلا وہ کیسے نہ سمجھتا سب سے زیادہ اس نے روشنا کو غصہ ہی تو کرتے دیکھا تھا وہ بنا کچھ اور سوچے سمجھے گاڑیوں سے گزرتا ہوا روشنا کے پاس جانے لگا

پھر گاڑی کو آتا دیکھ کر روکا اس کا دل چاہ رہا تھا اوڑ کر روشنا کے پاس پہنچے گاڑیوں کی بھیڑ سے وہ بچتا بچاتا آیا تھا اس نے تیکھی نظروں سے آس پاس لوگوں کا جھرمٹ دیکھا تھا مگر جب سامنے والے لڑکے کو روشنا پہ ہاتھ اٹھاتا دیکھا تو اس کا دماغ کھُول اٹھا تھا وہ ایک جست میں سامنے آکر اس کا ہاتھ بیچ میں روکا روک گیا تھا علیدان کی برائی ون آنکھوں میں خون اتر آیا تھا آنکھیں میں شعلے بھڑک اٹھے تھے اس کا بس نہیں چل رہا تھا لڑکے کو جلا کر بھسم کر دیتا جس نے روشنا پہ ہاتھ اٹھانے کی جرئت کرنی چاہی تھی علیدان نے اس کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر مڑوڑ ڈال تھا

آآآآ۔ فراز کی چیخ بلند ہوئی ی تھی اس کو اپنا ہاتھ ٹوٹتا محسوس ہوا روشنا منہ پہ ہاتھ رکھے علیدان کا شدت سے لال ہوتا چہرہ دیکھ رہی آس پاس کے لوگ سر گوشیوں میں باتیں کرنے لگے روشنا نے تو سوچا بھی نہیں تھا اس کی ملاقات کبھی علیدان سے ہو گی اور وہ بھی اِس طرح سے وہ تو

علیدان کو پوری طرح سے بھول چکی تھی مگر قسمت نہ کیسے اس کو پھر سے روبرو کھڑا کیا تھا۔

میرا ہاتھ چھوڑو تم ہوتے کون ہو ہمارے درمیان میں آنے والے منگیتر ہے وہ میری۔ فراز تڑپ اور غصے کے ملے جلے تاثرات لیے علیدان سے بولا جس کی گرفت "منگیتر" لفظ پہ ڈھیلی ہوئی ی تھی علیدان کی نظریں بے ساختہ روشنا کے حیران چہرے پہ پڑی تھی روشنا اس کی آنکھوں میں شکوہ دیکھ کر جانے کیوں نظریں چُرا گ ئی تھی۔

اگر منگیتر ہے تو زبردستی کہاں لیکر جا رہے تھے؟ بھیڑ میں کھڑے ایک آدمی نے پوچھا۔

آپ لوگوں سے مطلب جائے اور جا کر اپنا کام کریں۔ فراز اپنا ہاتھ پکڑتا غصے سے ان سے بولا جو کانوں کو ہاتھ لگائے آہستہ آہستہ سے ہٹنے لگ گ ئے تھے علیدان کی نظریں روشنا کے جھکے سر پہ ٹک گ ئی تھی۔

سنا نہیں تم نے جاؤ یہاں سے لڑکی دیکھی نہیں ہیرو بن کر آجاتے

ہیں۔ فراز اپنے ہاتھ کا درد برداشت کرتا علیدان کو کھڑا پایا تو کہا۔

مجھے تمہارے ساتھ کہی نہیں جانا بہتر ہے یہاں سے جاؤ۔ علیدان نے تو

نہیں کچھ کہا مگر روشنا دوبارہ اپنی جوں میں آتی بولی تو علیدان چونکہ۔

روشنا بحث مت کرو مل جل کر بات کرتیں ہیں دوسال

میں نے کہا جاؤ۔ روشنا حلق کے بل چلائی ی فراز نے پھر سے آگے

بڑھنے لگا تو علیدان نے اس کا گلا پکڑ الیا

علیدان چھوڑو اسے میری خاطر۔ روشنا کے منہ سے بے ساختہ اس کا نام

اپنے منہ سے نکلا علیدان نے چہرہ موڑ کر اس کو دیکھا جیسے اس کو بہت

حیرت ہوئی ی تھی کے روشنا کو اس کا نام یاد تھا علیدان کا دل کیا کہہ دیں

کے تم کون ہو جس کی خاطر میں اسے چھوڑو علیدان کو بے اختیار جون

الیا کا کہا شعر یاد آیا

عجب تھا اس کی

دلداری کا انداز

وہ برسوں بعد

جب مجھ سے ملا ہے

بھلا میں پوچھتا

اس سے تو کیسے

بھلا میں پوچھتا

اس سے تو کیسے

متاعِ جاں

تمہارا نام کیا ہے۔

اچھا تو یہ تمہارا یار ہے جس کی وجہ سے تم اتنا اِترانے لگی ہو۔ فراز روشنا کا جملا سن کر زہر اگلنے لگا اس کی بات پہ روشنا کا دل کیا زمین پھٹیں اور اس میں سما جائے بھلا وہ کیسے اپنے کردار کے بارے میں ایسا کچھ سنتی اس نے

تو ہمیشہ اپنے آپ کو سنبھال کے رکھا تھا تو کوئی ی کیسے اس کی ذات پہ بہتان لگا سکتا تھا۔

بکواس بند کرو اپنی۔علیدان نے اس کی گھٹیاں بات سن کر ایک گھونسہ اس کے منہ پہ مارا تو اس کا سر اپنی گاڑی میں لگا ایک تو ہاتھ جو حرکت نہیں کر رہا تھا دوسرا اب سر جس میں ٹیسیں اٹھ رہی تھی وہ مزید بنا کچھ کہے گاڑی کا ڈور اوپن کرنے لگا علیدان آگے بڑھ کر اس کو پکڑنا چاہا جب روشنا نے اس کا ہاتھ پکڑا علیدان تو پتھر کا ہو گیا تھا روشنا کے ہاتھ کا لمس اپنے ہاتھ میں پا کر اس نے روشنا کو دیکھا جو خجل ہوتی اپنا ہاتھ ہٹا چکی تھی جب کی فراز فرار ہو گیا تھا۔

یہ تھا تمہارا انتخاب جس کی وجہ سے تم نے میرے جذبات پہ شک کیا میری محبت کو میرے منہ پہ مار کر چلی گ ئی تھی۔علیدان نے روشنا سے سوال کیا جس کا چہرہ ندامت کے احساس سے سرخ ہوا تھا وہ چاہ کر بھی علیدان کو کوئی ی جواب نہیں دے پائی ی۔

کہاں جانا ہے میں چھوڑ دیتا ہوں۔علیدان نے اس کو خاموش کھڑا دیکھا تو کہا۔

میں خود چلی جاؤں گی ٹیکسی آتی ہی ہو گی۔روشنا روڈ پہ نظر جمائے بولی۔

میری بات مان لو گی تو کوئی ی قیامت نہیں آجائے گی۔علیدان کو برا لگا جو ابھی بھی اس پہ اعتبار نہیں کر رہی تھی۔

آپ کو تکلف ہو گا آپ نے کہا وہی بڑی بات ہے۔روشنا نے کہا تو علیدان نے گہری سانس لی روشنا کا اتنا آرام سے بات کرنا اور آپ کہہ کر عزت دینا اس کو ہضم نہیں ہو رہا تھا۔

تکلف کی بات نہیں پلیز آئے۔علیدان نے پھر سے کہا تو روشنا کو حامی بھرنی پڑی ویسے بھی وہ آدھے گھنٹے سے کھڑی کسی سواری کا انتظار کر رہی تھی اس کو گروسری کا سامان لینا تھا زرینہ بیگم کے اکیلے جانے پہ منع تو بہت کیا مگر وہ نہیں مانی اور خود چلی آئی ی تھی۔علیدان روشنا کو راضی ہوتا دیکھ کر مسکرایا اور اپنے ساتھ لیے لے جانے لگا جہاں اس

نے اپنی گاڑی کھڑی کی تھی وہاں آکر اس نے روشنا کے لیے فرنٹ سیٹ کھولا تو وہ بیٹھ گئی علیدان بھی گھوم کر اپنی جگہ آیا

تمہیں میں بھول جاؤں گا

یہ باتیں دل میں نہ لانا

کبھی میں یاد آؤں تو

چلیں آنا چلیں آنا۔

روشنا جیسے ہی گاڑی میں بیٹھی تو فل آواز میں بجتا گاڑی میں میوزک اس کو کنفیوز کر گیا تھا علیدان جو گاڑی میں بنا سونگ بند کیے نکلا تھا اب گڑبڑا کر جلدی سے میوزک بند کیا اس کو کیا پتا تھا ایسا گانا چلے گا وہ بھی عین اس مصرعے پہ روشنا نے سکون کا سانس لیا اور اپنا حجاب ٹھیک کرتی باہر دیکھنے لگی جب کی علیدان اب گاڑی سٹارٹ کرنے لگا گاڑی میں مکمل طور پہ خاموشی تھی جس کو ختم کرنے کی خاطر علیدان نے روشنا کو مخاطب کیا۔

کہاں ڈراپ کرنا ہے؟

سوپر مارکیٹ۔ روشنا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

کیسی ہو؟ روشنا کا مختصر جواب سن کر علیدان نے نیا سوال داغا۔

ٹھیک ہوں۔ روشنا نے بنا دیکھے جواب دیا۔

وہ لڑکا تمہارے قابل نہیں۔ علیدان کہہ بنا نہ رہ پایا۔

وہ اب میرا منگیتر نہیں۔ روشنا نے سپاٹ انداز میں کہا تو علیدان کی گاڑی کو بریک لگی گاڑی رکتی دیکھ کر روشنا نے تعجب سے چہرہ علیدان کی طرف موڑا جو بے یقین سا اس کو دیکھ رہا تھا۔

سچ۔ علیدان کو سمجھ نہیں آیا کیسے ری ایکٹ کرے اس لیے اس کا لہجہ پرجوش ہو گیا تھا روشنا نے افسوس سے علیدان کو دیکھا جب کی اس کی نظروں سے علیدان کو احساس ہوا وہ کیا کر گیا ہے۔

میرا مطلب تھا سن کر افسوس ہوا۔ علیدان نے گڑبڑا کر وضاحت دی۔

نظر آرہا ہے۔ روشنا گھور کر کہتی باہر دیکھنے لگی تو علیدان اپنی خوشی کو کنٹرول کرتا پھر سے گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔

آگ ئی آپ کی منزل۔ علیدان نے گاڑی روشنا کی بتائی ی گ ئی جگہ پہ رک کر کہا۔

شکریہ۔ روشنا گاڑی کا لاک کھول کر بولی روشنا کو گاڑی سے اترتا دیکھ کر علیدان بھی گاڑی سے اُترا روشنا اس کے اُترنے کا نوٹس لیے بنا مارکیٹ کے اندر جانے لگی جب کی علیدان گاڑی کے پاس کھڑا تب تک اس کی پشت دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوئی ی جانے کتنے وقت بعد اس کو اپنے اندر سکون ملا تھا یہ خیال ہی سرشار کرنے کے لیے کافی تھا کے اب اس کی محبت اس کے دسترس میں آسکتی تھی علیدان دلکش انداز میں مسکرایا اور اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا گاڑی میں بیٹھا اور میوزک دوبارہ سے آن کیا۔

یہی تک تھا سفر اپنا

تمہیں ہے لوٹ کر جانا

کبھی میں یاد آؤں تو

چلیں آنا چلیں آنا۔

علیدان کی ہنسی نکل گئی سونگ سن کر اس نے اپنا ہاتھ اسٹئیرنگ پہ رکھا گاڑی سٹارٹ کر کے پارکنگ کی طرف بڑھائی ی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد آرزو کو لیے مہنگے بوتیک آیا تھا جہاں وہ اس کو مختلف ڈزائن کے ڈریسز لیکر دے رہا تھا کیوں کی خود تو آرزو کچھ نہیں کہہ رہی تھی زیاد جو کچھ کہتا اس کا جواب بھی مختصر سا دیتی یا دیتی ہی نہیں آرزو کا رویہ دیکھ کر زیاد بس گہری سانس لیکر رہ گیا آج پھر وہ اس کو بری طرح نظر انداز کر رہی تھی۔

تم اپنی پسند کا کوئی ی ڈریس دیکھ لو سب میں نے اپنی پسند کے لیے ہیں۔زیاد نے آرزو سے کہا۔

میری پسند اب ضروری نہیں۔ آرزو بے تاثر انداز میں بولی اس کو آج شدت سے زرینہ بیگم ایاز صاحب اور روشنا کی یاد آرہی تھی جس سے اس کا دل اُداس ہو گیا تھا۔

آرزو۔ زیاد بے بس ہوا آرزو کو کوئی ی فرق نہیں پڑا زیاد آرزو کے ڈریسز لیکر کاؤنٹر پہ کارڈ دے کے پیمنٹ کی اور سارے ڈریسز کے بیگ وہ خود اٹھائے گاڑی کی پچھلی سیٹ پہ رکھے آرزو چلتی ہوئی ی فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تو زیاد نے کہا۔

آئی سکریم کھاؤں گی؟

ہاں۔ آرزو اور آئی سکریم کو انکار ایسا تو ہو نہیں سکتا تھا

پہلے آئی سکریم پارلر چلتے ہیں اس کے بعد میچنگ سامان بھی لینا ہے تم نے اپنے ڈریسز کے لیے۔ زیاد آرزو کی بات سن کر مسکرایا اور پھر کہا۔ مجھے گھر جانا ہے ان سے ملنے۔ آرزو سے رہا نہ گیا تو ڈرائی یونگ کرتیں زیاد سے کہا جس کے ماتھے پہ بل آئے تھے آرزو کی بات سن کر۔

پھر کبھی۔ زیاد نے سنجید گی سے بولا

مجھے ابھی جانا ہے۔ آرزو چیخ کے بولی

آرزو ریلیکس۔ زیاد جس نے اپنے سامنے کسی کو آنکھیں ملا کر بات کرنے کی اجازت نہیں دی تھی وہ آرزو کی بد تمیزی پہ غصہ ہونے کے بجائے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر اس کو ریلیکس کر رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے ڈرائی یونگ۔

ہاتھ مت لگایا کریں۔ آرزو نے اپنا ہاتھ کھینچا جب کی زیاد سوچ کے رہ گیا کے اچانک آرزو کو کیا ہو جاتا تھا۔

آئی سکریم کھاؤ اس کے بعد چلیں گے۔ زیاد سپاٹ انداز میں کہا تو آرزو کو یقین نہ آیا۔

آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ آرزو نے پوچھا۔

ہمم۔ زیاد نے بس اتنا کہا اور گاڑی آئی سکریم پارلر کے سامنے روکی۔

تم رو کو میں آئی سکریم لیکر آیا۔زیاد گاڑی سے اُترتا آرزو سے بولا جو پہلی دفع بنا بحث کیے اس کی بات پہ سر ہلا گئی تھی زیاد ایک نظر اس کا چمکتا چہرہ دیکھا جو اپنے گھر والوں سے ملنے کا سن کر ہی کِھل اٹھا تھا زیاد کو اپنے اندر ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی مگر وہ نظر انداز کرتا آئی سکریم لینے چلا گیا۔

یہ لو۔کچھ دیر بعد زیاد آیا تو اس نے آئی سکریم کا کپ اس کی طرف بڑھایا ایک گھر جانے کی خوشی دوسرا اس کی فیورٹ چاکلیٹ فلیور آئی سکریم کا دیکھ کر وہ جی جاں سے مسکرا کر کپ پکڑا تھا زیاد نے کتنے وقت بعد اس کا پہلے کی طرح مسکراتا چہرہ دیکھا تھا مگر وجہ جان کر اس کو اپنے اندر سناٹا چھایا ہوا لگا۔

آپ نے اپنے لیے نہیں لی۔آرزو نے آئی سکریم کا چمچ منہ میں ڈالیں سنجیدگی سے ڈرائیونگ کرتے زیاد سے پوچھا

نہیں۔ زیاد نے بنا دیکھے جواب دیا اس کا دل راضی نہیں تھا آرزو کو اس کے گھر لے جانے کا وہ اگر ہاں نہ کہتا تو جانتا تھا آرزو اس سے اور دور ہو جائے گی اس لیے وہ آرزو کی بات مان گیا تھا۔ آرزو زیاد کی بات سن کر کندھے اچکائے آئی سکریم کھانے میں لگ گئی آرزو کے گھر کے پاس ایک گلی چھوڑ کر زیاد نے گاڑی روکی تو آرزو کو دیکھا جس کے پورے چہرے پہ آئی سکریم لگی ہوئی تھی جو بہت مزاحیہ خیز لگ رہی تھی زیاد کو ہنسی آئی جواب آئی سکریم کھانے کے بعد ریلیکس بیٹھی تھی زیاد سر جھٹکتا ٹیشو بوکس سے ٹیشو نکال کے آرزو کو اپنی طرف موڑا تو وہ نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھنے لگی زیاد کو وہ دن یاد آگیا جب آرزو نے اپنا چہرہ چاکلیٹ کھا کر خراب کیا تھا۔

پورا چہرہ آئی سکریم کر دیا ہے۔ زیاد اس کو حیران ہوتا دیکھ کر بتانے لگا اور آرام سے ٹیشو پیپر سے اس کا چہرہ صاف کرنے لگا آرزو بھی خاموش

بیٹھی رہی زیاد نے چہرہ صاف کرنے کے بعد ٹیشوز ڈیش بورڈ پہ رکھے اور آرزو کو اُترنے کا کہا تو وہ فورن سے گاڑی سے اُتری

زیاد اس کی طرف آ کر اپنا ہاتھ بڑھایا تو آرزو نے پہلے اس کی چوڑی ہتھیلی دیکھی پھر کچھ جھجھک کر اپنا ہاتھ زیاد کے ہاتھ میں رکھا تو زیاد نے مضبوطی سے تھاما اور گلی پار کرنے لگے جو دوپہر ہونے کی وجہ سے کافی سنسان تھی آرزو کو لگ رہا تھا آج اس کی ماں اور آپی اس کی بات ضرور سنے گے آرزو نے چلتے ہوئے زیاد کو دیکھا جو کافی خاموش تھا آرزو نے بھی کوئی ی بات نہیں آرزو کے گھر آیا تو زیاد نے دروازے کے پاس کھڑا کیا آرزو کو اور ہاتھ چھوڑ دیا۔

میں یہی تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ زیاد نے کہا تو آرزو نے بنا کچھ کہے اپنے گھر کا دروازہ کھٹکھٹانے لگی زیاد غور سے اس کی بے چینی دیکھ رہا تھا جس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ دروازے کو ہی توڑ لیتی۔

اماں یا آپی دروازہ کیوں نہیں کھول رہے۔ بہت دیر بعد جب دروازہ نہیں کھلا تو آرزو روہانسی ہو کر بولی۔

پریشان کیوں ہو رہی ہو کیا پتا گھر میں نہ ہو؟ زیاد نے نرمی سے کہا۔

ہم انتظار کرتے ہیں کیا پتا ابھی وہ آجائے۔ آرزو کا چہرہ زیاد کی بات پہ تاریک ہوا تھا مگر وہ سنبھل کے بولی۔

آرزو پھر آئی یں گے مجھے شام کو نکلنا ہے اور ابھی تمہاری چیزیں بھی رہتی ہیں۔ زیاد نے کہا تو وہ نفی میں سر کو جنبش دینے لگی۔

آپ جائے پر میں یہی ہوں۔ آرزو ضدی لہجے میں بولی۔

آرزو میں تمہاری بات مان کر یہاں لے آیا نہ اب تم بھی میری بات مان کر واپس چلو ٹرسٹ می میں دوبارہ بھی لے آؤں گا جب شادی اٹینڈ کر آؤں گا تو۔ زیاد نے اس کا ہاتھ تھام کر پُر یقین لہجے میں کہا آرزو نے حسرت بھری نگاہ سے اپنے گھر کے دروازے کو دیکھا پھر بنا کچھ کہے چلنے لگی زیاد نے گہری سانس خارج کی اور اس کے پیچھے چلنے لگا

روشنا سامان خرید کر مارکیٹ سے باہر نکلی تو علیدان کو کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئی اس کو امید نہیں تھی وہ ابھی تک یہاں کھڑا ہو گا علیدان نے روشنا کو آتا دیکھا تو اس کی طرف آنے لگا مگر روشنا نظر انداز کیے جانے لگی تو علیدان سرعت سے اس کے روبرو کھڑا ہوا

یہ کیا حرکت ہے؟ روشنا نے سخت لہجے میں کہا۔

میں پوچھ سکتا ہوں تم سے مگر خیر یہ شاپرز مجھے دو اور آؤ میں چھوڑ آتا ہوں۔ علیدان نے مسکرا کر کہا۔

آپ نے یہاں تک میری مدد کی وہی بہت ہے پر گھر میں خود چلی جاؤں گی۔ روشنا نے آس پاس دیکھتے ہوئے کہا

نہیں میں یہاں تک لے آیا ہوں تو آپ میری زمیداری ہیں کے میں آپ کو سہی سلامت گھر تک بھی چھوڑ آؤں۔ علیدان نے اس کے ہاتھ سے شاپرز لیے کہا تو روشنا اس کو گھورتی رہ گئی جو اتنے وقت بعد ملنے

پر بھی نارملی بات کر رہا تھا ہلانکہ وہ اس کو تھپڑ مار چکی تھی جب کی علیدان کے چہرے سے اس کو کہی سے بھی روکھا پن یا غصہ نظر نہیں آیا بلکہ وہ ویسے ہی بات کر رہا تھا جس طرح ک ئی وقت پہلے رات کے پہر اس کی مدد کرنے پہ بات کر رہا تھا جانے کیوں وہ اس وقت بھی اس سے اچھی طرح رویہ رکھے ہوئے تھا روشنا بس سوچ سکی اور ناچار اس کے ساتھ چلنے لگی جو اپنی گاڑی پارکنگ سے لیکر اس کے سامنے کھڑی کر چکا تھا روشنا فرنٹ سیٹ پہ بیٹھی تو علیدان نے گاڑی سٹارٹ کی۔

تم ویلے ہوتے ہو جو مجھے پِک اینڈ ڈراپ کی سروس دے رہے ہو؟ روشنا نے طنزیہ پوچھا۔

ویلا تو نہیں ہوتا مگر تمہارے لیے کچھ بھی۔ روشنا نے آپ کہنے کا تکلف چھوڑا تو علیدان بھی تم کہنے پہ آیا۔

روشانے اس کو گھورا جو پہلے کی طرح فری ہو رہا تھا جب کی علیدان چہرہ اس کی طرف موڑے آنکھیں ونک کر گیا تو روشنا گڑبڑا کر کھڑکی کی طرف چہرہ کر گ ئی علیدان کا دل کیا روشنا کی حرکت پہ قہقہہ لگائے۔

پیاری لگ رہی ہو۔علیدان نے محبت بھرے لہجے میں روشنا سے کہا جو نیوی بلیو کلر کی شلوار قمیض اور اس کے ہم رنگ حجاب میں تھی جب کی کندھوں کے اطراف کالی چادر اُوڑر کھی تھی روشنا نے علیدان کی بات پہ مٹھیاں بند کر کے کھولی جیسے ضبط کر رہی ہو۔

مجھ سے فلرٹ نہ کرے۔روشنا نے کڑے تیوروں سے اس کو گھور کر کہا۔

میں تو حقیقت بیان کر رہا تھا۔علیدان نے سامنے دیکھ کر کہا۔

نہ کریں۔روشنا کو کیمل کلر کے تھری پیس پہنے علیدان بہت برا لگا جو بالوں کو نفاست سے پف کے اسٹائیل میں سیٹ کیے ہلکی سے بی ئی رڈ کے ساتھ بہت ڈیشنگ لگ رہا تھا۔

میں بھی ہینڈ سم لگ رہا ہوں آئی ی نو۔علیدان نے اس کی گھورتی نظریں محسوس کی تو شرارت سے کہا تو روشنا نے نظروں کازاویہ بدلا علیدان بھی مزید چھیڑنے کاارادہ ترک کرتا خاموشی سے گاڑی چلانے لگا۔

آگیا آپ کا گھر۔علیدان نے گاڑی روک کر اپنے ہاتھ کھڑے کیے روشنا سے کہا جس کے چہرے پہ اب کچھ حیرت کے تاثرات تھے۔

تمہیں کیسے پتا میں یہاں رہتی ہوں؟روشنا نے پوچھا۔

اگر یاد ہو تو میں پہلے بھی تمہیں ڈراپ کر چکا ہوں۔علیدان نے کہا۔

ہاں پر وہ تو دو سال پرانی بات ہے اور تب تھی بھی رات۔روشنا ابھی بھی حیرت میں تھی۔

روشنا پلیز اتنی ناسمجھ نہ بنو جب کی میں اپنا حالِ دل بیان بھی کر چکا ہوں۔علیدان کو اس کا اتنا حیران ہونا اچھا نہیں لگا تو کہا روشنا علیدان کی بات پہ بوکھلاہٹ کا شکار ہوئی اس لیے بنا کچھ کہے جلدی سے گاڑی

سے نکلی علیدان نے دکھ سے اس کی طرف دیکھا اور پیچھلی سیٹ سے اس کا سامان اٹھا کر گاڑی سے نکلا شاپر زروشنا کی طرف بڑھائے جو آہستہ سے شکریہ ادا کر کے جانے لگی علیدان اس کے ساتھ نہیں گیا دروازے تک چھوڑنے دن کی وجہ سے وہ نہیں چاہتا تھا کے روشنا کو کوئی ی غلط سمجھ کسی لڑکے کے ساتھ دیکھ کر۔

کون ہو تم؟ روشنا گلی پار کر گ ئی تو علیدان اپنی گاڑی میں بیٹھنے لگا تو ایک خاتون کی آواز پہ ان کی طرف متوجہ ہوں جو تشویش زدہ ہو کر اس کو گھور رہی تھی۔

میں لڑکا۔ علیدان نے بڑی شرافت سے جواب دیا۔

وہ تو میں دیکھ رہی ہو۔ خاتون نے اُپر سے نیچے علیدان کو دیکھ کر کہا۔

پھر پوچھا کیوں۔ علیدان نے ہنسی کنٹرول کیے پوچھا۔

وہ کیا لگتی ہے تیری جس کو یہاں چھوڑ آیا تھا۔ خاتون نے اب کی مشکوک نظروں سے اس کو جانچا۔

آپ سے مطلب۔ علیدان نے ابھی کی ناگواری سے کہا۔

وہ بیٹا اس لیے یہ ہمارا محلہ ہے میں اس لڑکی کو اچھے سے جانتی ہوں اس کی چھوٹی بہن بھی ایسے ہی بڑی گاڑی والے کے ساتھ اپنے نکاح کے ایک روز پہلے چلی گ ئی تھی گھر والوں کی عزت کا سوچے بغیر اپنی بہن تک کا نہ سوچا اِس کا نکاح بھی تھا مگر اُس کی وجہ سے نہ ہوا۔ خاتون نے سرگوشی نما آواز میں کہا علیدان کو ان کی سوچ پہ افسوس ہوا جو ایسے ہی کسی کے بارے میں اپنے تی ئ یں اندازہ لگا لیتے ہیں۔

آپ ان کے ساتھ تھی جب وہ بڑی گاڑی والے کے ساتھ تھیں ؟ علیدان نے چبا چبا کر پوچھا۔

نہیں پر سب یہی کہتے ہیں۔ خاتون ہاتھ نچا کر بولی

جب خود دیکھے نہ تک کچھ کہ ئ یے گا ایسے سنی سنائی ی باتوں پہ بہتان بازی کرنا بند کریں اگر آج آپ بنا سوچے سمجھے کسی کے بارے میں بات

کریں گی تو کل وہی لوگ آپ کے بارے میں باتیں کریں گے۔ علید ان

ان کو آئینہ دیکھاتا گاڑی میں بیٹھ زن سے گاڑی کو بھا گا گیا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

گاڑی بُک شاپ پہ رک سکتے ہیں؟ زیاد آرزو کو ساری شاپنگ کروا کر اب

گھر کی طرف جا رہے تھے جب آرزو نے اچانک سے کہا۔

ہاں ضرور۔ زیاد مسکرایا اور شکر ادا کیا آرزو کچھ بولی تو سہی ورنہ اس نے

تو اپنے لبوں پہ قفل باند لیا تھا۔

کیا چاہیے میں لے آؤ۔ زیاد نے گاڑی بک شاپ کے قریب روک کر

آرزو سے پوچھا۔

میں ساتھ چلوں گی۔ آرزو بنا دیکھے بولی تو زیاد نے سر ہلایا اور سیٹ بلیٹ

کھول کر گاڑی سے اُترا۔

آپ کے پاس ڈائی ری ہے؟ آرزو نے شاپ کیپر سے پوچھا جب کی زیاد

خاموش کھڑا تھا۔

جی ہیں میں آپ کو دیکھاتا ہوں۔ شاپ کیپر مسکراتا بولا زیاد کا دل کیا اس کے دانت توڑ دے جس کی وہ نمائش کر رہا تھا۔

اِس سے کچھ بڑی ہو مطلب کی پیجز زیادہ ہوں۔ آرزو نے شکل کے زاویے بگاڑ کر کہا کیوں کی دکاندار نے جو دیکھائی ی تھی اس کو وہ کچھ خاص ٹھیک نہیں لگی اس کو۔ اس کی بات پہ زیاد نے تعجب سے آرزو کو دیکھا کیوں کی اس کو ڈائی ری ٹھیک لگی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

میم ہیں تو یہی مگر میں چیک کرتا ہوں کیا پتا ہو۔ شاپ کیپر نے کہا۔

آرزو ڈائی ریز ایسی ہوتی ہیں۔ زیاد نے آرزو کان کے پاس جھک کر کہا۔

الگ بھی ہوتی ہیں میرے پاس تھی پہلے اب بھی ہو گی گھر میں۔ آرزو نے جواب دیا۔

تم نے کبھی بتایا نہیں تمہیں ڈائی ری لکھنے کا بھی شوق ہیں ہلانکہ جب ہم بات کرتے تھے تو تم ہر بات بتاتی تھی۔ زیاد نے جیسے شکوہ کیا تھا۔

ہر بات ہر ایک کو بتائی ی نہیں جاتی۔ آرزو سنجیدگی سے بولی تو زیاد زخمی سے مسکرایا۔

سوری میم شاپ میں ایسی ہی ہیں۔شاپ کیپری ان کے پاس آکر بولا تو آرزو کے چہرے پہ مایوسی چھاگ ئی جو زیاد کو بلکل پسند نہیں آئی ی۔

آپ تین ڈائی ریاں کور میں پیک کریں۔زیاد نے شاپ کیپر سے کہا تو وہ سر ہلاتا اس کی بات پہ عمل کرنے لگا۔

تین کیوں؟ آرزو کو حیرت ہوئی ی۔

جب تک تمہیں تمہارے معیار کی ڈائی ری نہیں ملتی تب تک ان سے کام چلالوں۔زیاد نے اس ہاتھ پکڑتے کہا شاپ کیپر نے کور میں ڈائی ریز پیک کی تو زیاد نے تھام کر بل پے کیا اور آرزو کو لیے گاڑی کی طرف آیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا اپنے گھر کا دروازہ لاک دیکھا تو پرس سے چابی نکال کر اس کو کھولا اور گھر کے اندر داخل ہوئی ی اور شاپرز لیکر کچن کی طرف جا کر سارا سامان سیٹ کرنے لگی آدھے گھنٹے تک وہ اِس کام سے فارغ ہوئی ی تھی تو وہ باہر آئی ی اور سیل فون اٹھا کر ایک نمبر ملایا۔

اسلام علیکم خالا۔کال رسیو ہونے پہ روشنا نے فورن سے کہا۔

وعلیکم اسلام کیسی ہو بیٹا۔نصرت بیگم نے محبت سے پوچھا۔

میں ٹھیک خالا وہ پوچھنا تھا اماں آپ کی طرف ہے؟روشنا نے کال کرنے کی وجہ بتائی ی۔

نہیں بیٹا یہاں تو نہیں آئی ی کیوں خیریت۔نصرت بیگم نے بتا کر استفسار کیا۔

ہاں وہ میں گھر کا سامان لیکر واپس آئی ی تو اماں دروازہ لاک کیے شاید کہی گ ئی تھی مجھے لگا شاید آپ کی طرف ہو۔روشنا نے بتایا۔

یہاں نہیں ہیں کسی کام سے کہی گ ئی ہو گی آجائے گی اگر تم اکیلے ڈر رہی ہو تو میں آؤں کیا۔ نصرت بیگم نے تسلی دے کر کہا۔

ارے نہیں خالا شکریہ آپ خوامخواہ پریشان نہ ہو میں نے ایسے بس پوچھا بھلا اپنے گھر میں کیسا ڈر۔ روشنا نے جلدی سے کہا تو نصرت بیگم نے تسلی دیں کر کال کاٹ دی۔ روشنا بھی اٹھ کر وضو کرنے چلی گ ئی تا کہ نماز پڑھ سکے۔ نماز پڑھ کے وہ باہر آئی ی تو زرینہ بیگم کو لاؤنج میں بیٹھا دیکھا وہ نماز کے انداز میں پہنا ڈوپٹہ ڈھیلا کرتی ان کے پاس آئی ی۔

آپ کہاں گ ئی تھی اماں صبح بتایا تو نہیں تھا کچھ ؟ روشنا بیٹھتے ہی سوال کیا۔

کچھ کام سے پڑوس میں گ ئی تھی تم بتاؤ کس کے ساتھ آئی ی تھی حلیمہ راستے میں ملی کہہ رہی تھی چھوٹی بیٹی پہ تو نظر نہ رکھی اب بڑی پہ رکھنا۔ زرینہ بیگم نے کمزور آواز میں پوچھا وہ تنگ آگ ئی تھی لوگوں کی ایسی باتیں سن سن کر جب کی روشنا کو ان کے سوال پہ دکھ ہوا اور

حلیمہ خاتون پہ غصہ بھی آیا جو ہر ایک کے معاملے میں بولنا اپنا فرض سمجھتی تھی۔

اماں آپ کو اپنی بیٹی پہ یقین ہونا چاہیے۔روشنا نے کہا

کاش یہ بات تم تب بھی کرتی جب آرزو اپنی بات کا یقین دلا رہی تھی۔زرینہ بیگم کی آنکھیں نم ہو گئی تھی۔

کیا مطلب آپ کا اس بات سے؟روشنا کو سمجھ نہ آیا۔

کچھ نہیں پانی کا گلاس لاؤ میرے لیے۔زرینہ بیگم ٹالنے والے انداز میں بولی جب کی روشنا الجھ گئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤

آگئے تم دونوں۔ماہی بیگم نے زیاد اور آرزو کو آتا دیکھا تو مسکرا کر کہا۔

جی۔آرزو نے جواب دیا جب کی زیاد بیگز ہاتھ میں لیے اندر کی طرف بڑھا اور دوبارہ نیچے آکر باہر آیا تو پھر سے باہر گیا اور بیگز ہاتھ میں لیے

اپنے کمرے کی طرف گیا ایسے تین دفع چکر لگا کر وہ سارا سامان اپنے کمرے میں رکھ آیا جب کی ہال میں بیٹھی کشمالا اور ماہی بیگم منہ کھولے زیاد کو دیکھ رہی تھی۔

ملازم سے کہہ کر سامان کمرے میں پہنچا سکتے تھے۔ماہی بیگم نے اس کو صوفے پہ ٹیک لگا کر بیٹھا دیکھا تو کہا۔

آرزو کا سامان تھا اور مجھے اچھا لگتا ہے اس کا کام خود کرنا۔زیاد نے آرام سے جواب دیا جس پہ ماہی بیگم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی جب کی آرزو شرم آئی ی کشمالا نے رشک کرتی نظروں سے آرزو کو دیکھا تھا۔

کافی پی ئی وگے۔ماہی بیگم نے زیاد کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر پوچھا۔

نہیں بس فریش ہو کر نکلوں گا علیدان آتا ہی ہو گا۔زیاد اٹھتا ہوا بولا۔

سارا دن تو شاپنگ کرنے میں گزارہ تھک گ ئی ے ہو گے۔ماہی بیگم پریشانی سے بولی۔

ڈونٹ وری میں اتنی جلدی نہیں تھکتا۔زیاد ان کی فکر مندی پہ مسکرا کر بولا۔

اچھا۔ماہی بیگم بھی مسکرائی ی۔

میں کمرے میں جارہاہوں آپ کو برانہ لگے تو آرزو کی مدد کر دیتجۓ یے گا وارڈروب سیٹ کرنے میں۔زیاد فریش ہونے جارہا تھا جب اچانک رک کر ماہی بیگم سے بولا۔

کیوں نہیں۔ماہی بیگم سادگی سے بولی تو زیاد مطمۓن سے اندر کی طرف بڑھا۔

میں بھی کمرے میں جارہی ہوں۔آرزو اٹھتی ہوئی ی بولی۔

جیسی آپ کی مرضی۔ماہی بیگم نے نرمی سے کہا تو آرزو کمرے میں آئی ی تو بیڈ کو دیکھ کر گہری سانس لی کیوں کی زیاد نے سارے بیگز اور اس کے دیگر ضرورت کی چیزیں بیڈ پہ رکھی تھی اور خود واشروم میں تھا آرزو کو پہلی دفع اپنے سگھڑ نہ ہونے پہ افسوس ہوا اگر گھر میں کجھ کرتی تو

آج زیادہ کچھ نہیں تو ٹھیک سے کپڑے تو وارڈروب میں سیٹ کرتی ورنہ تو پہلے اس کی الماری میں نفاست سے روشنا سیٹ کیا کرتی تھی آرزو سب کچھ سوچتی صوفے پہ بیٹھ گئی زیاد نہاتا باہر آیا تو آرزو کو اپنے خیالوں میں گم پایا وہ بالوں کو ٹاول سے رگڑتا آرزو کے عین سامنے کھڑا ہو کر اپنے سر کو جھٹکا دیا تو ان میں ٹپکتی پانی کی بوندیں آرزو کے چہرے پہ پڑی تو وہ ہڑبڑا گئی اس نے گھور کر زیاد کو دیکھا جو گڑے کلر کی شرٹ کے ساتھ وائٹ پینٹ پہنے گیلے بالوں میں ٹاول پھیرتا دلکش انداز میں مسکراتا اس کو شرارت سے دیکھ رہا تھا آرزو کی نظر اس کے ڈمپل پہ اٹک گئی تھی جو بہت گہرائی سے ابھر رہا تھا۔

بہت بدتمیز ہیں آپ۔ آرزو ہوش میں آتی ہوئی بولی۔

تھینکس میری جاں تعریف کرنے کے لیے۔ زیاد سر خم دیتا اس کا لقب قبول کیا تو آرزو نے دانت پیسے زیاد مسکراتا ڈریسنگ ٹیبل کے پاس آیا۔

اب آدھا گھنٹہ تو اپنا چہرہ دیکھنے میں ہی گزار دینا ہے۔ آرزو نے زیاد کی طرف دیکھ کر سوچا جو اپنی بی ئی رڈ پہ ہاتھ پھیر تا مرر میں اپنا جائی زہ لے رہا تھا۔ آرزو زیاد سے نظر ہٹاتی اٹھ کر اپنی شال اُتاری اور ڈوپٹہ بھی اُتار کر رلکیس ہو کر دوبارہ بیٹھ گ ئی زیاد نے مرر سے اس کے عمل پہ زیر لب مسکرایا۔

مجھے تمہاری بوریت کا اندازہ ہے۔ زیاد نے منہ کے زاویے بگاڑتی آرزو سے کہا تو وہ چونک کر اس کو دیکھنے لگی جو بالوں میں برش پھیر رہا تھا۔

توں؟ آرزو نے پوچھا۔

توں یہ کے میں تمہاری ایڈ میشن کا بندوبست پہلے کر چکا ہو تا پر ڈاکیو منٹس تمہارے نہ ہونے پہ ڈیلے ہو گیا ہے پر تم فکر نہیں کرنا تمہارے گھر سے میں تمہارے سارے ڈاکیو منٹس لے آؤں گا اور اچھی یونیورسٹی میں داخل ہو جائے گا تمہارا۔ زیاد نے مسکرا کر آرزو کو بتایا تو آرزو کو بُجھ خوش ہوئی ی کے وہ پڑھ پائے گی زیاد کو اعتراض نہیں ہو گا۔

آپ کیوں کروائیں گے میری ایڈمیشن ؟ آرزو زیاد کے سامنے کھڑی ہو کر پوچھنے لگی۔

کیوں کہ تم میری اب بیوی ہو میری زمیداری تمہاری ہر ضرورت ہر چیز کا خیال رکھنا مجھ پہ فرض ہے۔زیاد اس کی بات پہ مسکراتا ہوا بتانے لگا آرزو نے غور سے زیاد کو دیکھا جواب اس کے ہاتھ کی پشت پہ اپنا لمس چھوڑ رہا تھا اس کو اپنا دل رُکتا محسوس ہو رہا تھا پر اس نے ہاتھ کھینچا نہیں جانتی تھی فاعدہ نہیں ہو گا زیاد نے چھوڑنا تو اپنی مرضی سے ہی ہے۔

تم بلا جھجک کر ہر بات کر سکتی ہو جیسے پہلے کیا کرتی تھی مجھے پہلے والی آرزو چاہیے۔زیاد ایک قدم آرزو کی طرف بڑھاتا سحر انگیز لہجے میں بولا تو آرزو ساکت ہو گ ئی تھی زیاد آگے بڑھ کر اس کو اپنے سینے سے لگایا آرزو کو اپنے دل کی حالت بُری ہوتی محسوس ہوئی اس کی حالت سے لاپروہ زیاد ایسے ہی اس کو سینے سے لگائے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر تا تو کبھی اس کا سر چومتا آرزو زیاد سے کچھ الگ ہوئی تو زیاد نے اس کی

طرف دیکھا جس کا چہرہ کمرے میں ائی سی کی کولنگ پہ بھی پسینے سے نہا گیا تھا۔

میں تمہیں بہت یاد کروں گا جانے ایک ہفتہ کیسے گزرے گا تم چلتی تو اچھا تھا۔زیاد نے اس کے ماتھے پہ عقیدت بھرا لمس چھوڑ کر کہا آرزو نے آنکھیں بند کی پر کہا کچھ نہیں زیاد اس کو خاموش دیکھتا سائیڈ ٹیبل کی طرف آیا اپنا سیل فون اور کی اٹھا کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا بیگ اس نے پہلے ہی گاڑی میں رکھوا دیا تھا دروازہ بند ہونے کی آواز پہ آرزو یکدم ہوش میں آئی تھی اس نے کمرے کی طرف دیکھا تو زیاد نہیں تھا پر اس کا احساس اور تیز پرفیوم کی خوشبو ابھی بھی پورے کمرے میں موجود تھی۔

یہ تھا تمہارا انتخاب جس کی وجہ سے تم میرے جذبات پہ شک کر رہی تھی میری محبت میرے منہ پہ مار کر چلی گ ئی تھی۔روشنا فورن سے بیڈ

پہ اٹھ بیٹھی وہ کروٹ پہ کروٹ لیتی تنگ آگ ئی تھی مگر نیند تھی جو اس کی آنکھوں سے کوسو دور تھی بار بار علید ان کا کہا جملا اس کے دماغ میں آکر اس کو بے سکون کر رہا تھا

افففف اللہ میں کیا کروں۔روشنا سر ہاتھوں میں گرائے جھنجھلاہٹ سے بولی اس نے سائی یڈ ٹیبل سے موبائی ل اٹھا کر وقت دیکھا تو گہری سانس بھری رات کے بارہ ہو رہے تھے اور اب تک اس کو نیند نہیں آئی ی تھی روشنا نے کمرے کی لائی ٹ آن کی سلپر پہن کر وہ کمرے سے باہر آئی ی تو اچانک آرزو کا خیال آیا تو وہ اس کے کمرے کی طرف بڑھی دروازہ کھولا تو دکھ نے آکر گھیر اا اس نے چاروں طرف نظر گھمائی ی کمرہ بلکل ویسے ہی تھا جیسے آرزو کی موجودگی میں ہو تا روشنا کی نظر آرزو کی رائی ٹنگ ٹیبل پہ پڑی تو اس کے دماغ میں کلک ہوا وہ فورن سے ٹیبل کا ڈرار کھولا تو لمبی سانس اندر کھینچی آرزو کی ڈائی ری دیکھ کر اس نے ہاتھ میں لی اور وہی کرسی پہ بیٹھی اس پہ اپنا ہاتھ پھیرنے لگی اگر تم ہوتی تو اپنی

ڈائی ری پہ ہاتھ لگانے نہیں دیتی۔ روشانے تصور میں آرزو کو مخاطب کیا۔

سوری میں جانتی ہوں اس میں تمہاری پرسنل باتیں ہیں تم نے کبھی پڑھنے نہیں دی مگر میں آج پڑھوں گی۔ روشانے کہتے ہی ڈائی ری کو کھولا پہلے ورق میں بڑے حرف سے آرزو ایاز لکھا دیکھ کر اس کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی اس نے دوسرا ورق پلٹا۔

جنوری ۱۲

میں آرزو ایاز

آج سے اپنی ہر بات تم سے شئی ر کروں گی مائے ڈی ئی ر ڈائی ری اور اللہ سے پہلے اللہ سے پھر تم سے۔

روشانے دوسرا ورق پڑھ کر پھر ورق پلٹا۔

جنوری ۱۳

میں آرزو جس کی اپنے نام کی طرح بہت آرزوئی یں اور تمنائی یں ہیں۔

۱۴ جنوری

آج بہت سردی ہے میں اپنے اُپر چادر اُوڑ کر تمہیں لکھ رہی ہوں دن تو مس نہیں کر سکتی نہ۔

۱۵ جنوری

میری عاشر کے ساتھ لڑائی ی ہو گ ئی اب میں پریشان ہوں مجھے آئی سکریم کون کھیلانے لے جائے گا۔ ساتھ میں سوچنے والا ایموجی بنایا ہوا دیکھ کر روشنا مسکرائی ی۔

۱۶ جنوری

شکر عاشر کو میرا خیال آیا اس نے اپنی غلطی تسلیم کی میرا دل بھی بڑا ہے میں نے بس پچاس دفع اس سے اٹھک بیٹھک کروا کر معاف کر لیا۔ روشنا کا قہقہقہ نکل گیا۔

۲۰ فروری

سوری میں پیاری ڈائی ری میں نے اتنا وقت تمہیں نہیں لکھا مصروف تھی گھر میں اس لیے کوئی ی بات نہیں بتا پائی ی تمہیں۔

فروری ۲۷

اب ہر روز تمہیں وقت نہیں دے سکتی کچھ کمپرومائی یز کرو۔

مارچ ۲۳۔

آپی آج اداس ہیں پتا ہیں کیوں ؟ کیوں کی ایک سال ہو گیا ہے انہوں نے چودہ جماعتیں تو کرلی ہیں مگر آگے وہ نہیں پڑھ پا رہی ان کو بہت شوق ہیں کسی بڑے سے کالج میں پڑھنا پر ہمارے حالات ابھی اتنے اچھے نہیں پر میری دعا ہے آپی جہاں چاہتی ہیں ان کا وہاں ایڈمیشن ہو جائے اللہ کوئی ی نہ کوئی ی وسیلا بنا دیں گا آپی کے چہرے پہ مایوسی اچھی نہیں لگتی پر میں کچھ کر نہیں سکتی سوائے دعا کرنے کے !!!!روشنا کی آنکھیں نم ہوئی ی تھی وہ آنسو پیتی دوسرے پیج پہ آئی ی۔

جولائے ۱۹

افففف اللہ میں تمہیں سال بعد لکھ رہی ہوں وہ بھی بس عاشر کی شرارت

کی وجہ سے وہ میرے کمرے میں آیا تھا اور تمہیں دیکھ کر چُرا کر لے گیا

اور میں بیوقوف گھر میں پاگلوں کی طرح تلاش کرتی رہی پر تم تو نہیں

اماں کی چپلیں ضرور ملی آج میں خالا کے گھر گ ئی تو عاشر کے کمرے

میں تم دِکھی ورنہ عاشر کا تو کوئ ی ارادہ نہیں تھا میں عاشر سے سخت خفا

ہوں وہ جب تک مجھے اپنی بائ یک پہ گھمانے نہیں لے جائے گا میرا

غصہ گرم ہی رہے گا۔ روشنا نے نفی میں سر ہلایا۔

جولائے ۲۰

اماں نے آپی کو امید دی ہے کے وہ ان کا ایڈمیشن کروائے گی پ ئی سے

ان کے پاس آجائے کچھ کمیٹی ڈالی ہیں انہوں نے اور کچھ اپنا زیور بیچے گی

وہ آپی کی خوشی کی انتہا نہیں تھی آج میں تو بس ان کو دیکھ رہی تھی جو

سن کر ہی اتنا خوش ہوئ ی تھی جب ایڈمیشن ہو گا تو جانے کیا حال ہو گا

ان کا پھر جب وہ فرسٹ ڈے پہ کالج جائیں پھر وہ تو اللہ ہی جانتا

ہے۔ روشنانے اپنے ہاتھ اس ورق پہ پھیرے ایک آنسو ٹوٹ کر ڈائی ری پہ گر کر ورق میں جذب ہوا۔

جولائے ۲۲

میرا کالج بھی بہت اچھا ہے بابا نے جانے کتنی راتوں کی نیندیں قربان کر کے اوور ٹائی م جاب کی تھی پھر میرا ایڈ میشن کروایا تھا۔ یہ ماں باپ بھی نہ بڑے عجیب ہوتے ہیں بس اپنی اولاد کا سوچتے ہیں ہمارا تو کوئی ی بھائی ی نہیں پر نہ اماں نے کبھی بیٹے کی خواہش ظاہر کی کبھی اور نہ بچپن میں ہم نے بابا سے بیٹے کا تضکرہ سنا وہ تو ہم دونوں بہنوں پہ اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ روشنا نم آنکھوں سے مسکرائی ی۔

ستمبر ۵

آج آپی عاشر کے ساتھ کالج گ ئی تھی کالج کی فارملیٹی پوری کرنے میرا بڑا دل تھا ساتھ جانے کا میں بھی دیکھنا چاہتی تھی کالج کیسے ہو تیں ہیں بڑے مگر عاشر اس نے کہا شادی پہ نہیں جا رہے اور کسی جنگ

میدان پہ جو تمہیں ساتھ لیں چلیں بس جی پھر میری بھی غیرت غلط وقت پہ جاگ گئی آپی کے لاکھ کہنے پہ نہ گئی۔روشنا کو وہ دن آیا جب اس کے سامنے عاشر اور آرزو کتنا لڑیں تھے روشنا کچھ ورق چھوڑ کر پڑھا

دسمبر ۱۱

میرا بڑا دل کر رہا ہے ہیزل آنکھیں والے لڑکے کو دیکھنے کا

روشنا کا اتنا پڑھنا تھا اس نے بیدردی سے ڈائری کو پھینکا اور بنا آگے پڑھے کمرے سے باہر چلی گئی جب کی ڈائری کا وہ ورق کُھل گیا تھا جس کے بعد آرزو نے کچھ نہیں لکھا تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

بیٹا یہ آملیٹ ٹرائے کرو۔ماہی بیگم نے آرزو کے پاس آملیٹ رکھ کر کھانے کا کہا آج وہ زیاد کی ڈیوٹی سنبھالے ہوئی ہیں تھی سرو کرنے والی جب کی آرزو کنفیوز ہو گئی تھی سب کی توجہ خود کی طرف پا کر اس کو

عجیب لگ رہا تھا زیاد نہیں تھا اس کو ضرورت بھی نہ تھی مگر اس کے بنا کچھ کھانے کو دل بھی نہیں کر رہا تھا پر ماہی بیگم کے بار بار کہنے پہ وہ زہر مار کر زبردستی کھا رہی تھی۔

آج میرے ٹیسٹ کی رزلٹ اناؤس ہوگی دعا کیجئے گا۔عینی اپنا بیگ کندھے پہ ڈالتی ہوئی سب سے بولی آرزو نے غور سے اس کی طرف دیکھا جانے کیوں اس کو لگ رہا تھا جیسے اِس کو کہی دیکھ رکھا ہے مگر یاد نہ آیا۔

اچھا رزلٹ آئیں گا پریشان کیوں ہو رہی ہو آخر میں نے تیاری کروائی تھی۔زارون نے آرام سے اس کو ریلیکس بھی کیا اور فخریہ انداز میں اپنے کالر جھاڑ کر کہا۔

تھینکیو زارون بروبٹ ٹینشن تو ہوگی نہ جب تک رزلٹ کا پتا نہ ہو۔عینی نے مسکرا کر کہا تو سب مسکرا دئیے۔

اچھا میں اب چلتی ہوں عینی جلدی سے وہاں سے اٹھ گئی۔

میں آج آپ کو پورا گھر دیکھاتی ہوں۔ناشتے کے بعد سب اپنے کاموں پہ نکلے گ ئ ے تو ماہی بیگم نے آرزو سے کہا۔

آنٹی کی طرح آپ باہر نہیں جاتی کیا؟ آرزو نے اپنے اندر پلتا سوال پوچھا وہ دیکھ رہی تھی سمایا بیگم تیار ہو کر لمبی ہیل کی ٹک ٹک کرتی جاتی تھی تو شام کے وقت آتی تھی۔

نہیں بیٹا میں ہاؤ س وائ ف ہوں جب کی سمایا بھابھی کا ایک پارلر ہے وہ وہاں جاتی ہے اور گیدرنگ پارٹیز میں بھی پر مجھے یہ پسند نہیں۔ماہی بیگم نے مسکرا کر جواب دیا اور اس کو اُپر کی طرف گھر دیکھانے بھی چلتی رہی۔

ایک بات پوچھو؟ آرزو ان کے ساتھ پول سائ یڈ پہ آئ ی تو جھجھک کر کہا۔

ہاں پوچھ لوں گھبرا ؤ نہیں۔ماہی بیگم نے اس کی ٹھوری پہ ہاتھ رکھ کر اجازت دی۔

زیاد اپنی ماں کا نام کیوں لے رہے تھے مطلب یہ تو غلط ہے نہ ؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا کے کیسے پوچھے اس کے سوال پہ ماہی بیگم کے مسکراتے لب سیکڑ گئے تھے۔

وہ زیاد کی سوتیلی ماں ہیں۔ ماہی بیگم نے بتایا آخر یہ بات چھپنے والی تو نہیں تھی اب اس کو اِس گھر میں رہنا تھا اس لیے اس کو ہر بات کا علم ہونا چاہیے تھا اس لیے ماہی بیگم نے بتانے کا سوچا آرزو کو حیرت ہوئی ان کی بات پہ۔

ان کی ماں پھر ؟ آرزو ان کو بیٹھتا دیکھ کر خود بھی کرسی پہ بیٹھ کر بولی۔

زیاد کی ماں کا نام سونیا خانزادہ تھا بہت نیک عورت تھی مگر عمر کم لکھوا کے آئی تھی اس لیے ستائیس سال کی عمر میں ہی اِس دنیا سے چل بسی۔ ماہی بیگم نے اتنا بتا کر گہری سانس بھری آرزو کی ساری سماعتیں ان کی جانب تھیں۔

زیاد پانچ سال کا تھا بس روز روتا تھا سونیا کی وفات کے بعد اپنی ماں کی کاپی ہے وہ اس کی طرح نین نقش رنگ اور ڈمپل سونیا کے دونوں گالوں پہ ڈمپل پڑتے تھے اور زیاد تو اپنی ماں کے ڈمپلز کا دیوانہ تھا۔ ماہی بیگم کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی تھی آرزو کے سامنے زیاد کا مسکراتا چہرہ آیا تھا۔

زیاد رات کو ڈر جاتا تھا کبھی میرے پاس آتا تو کبھی اپنے کمرے کے کونے میں ساری رات گزارتا۔

انکل کے پاس نہیں جاتے تھے؟ آرزو نے پوچھا۔

نہیں پہلے جاتا تھا پھر سمایا بھابھی سے شادی کے بعد وہ اپنے باپ سے بھی دور ہو گیا اور یہ دوری نفرت میں بدل گئی۔ ماہی بیگم اُداسی سے مسکرائی۔

باپ سے نفرت۔ آرزو شاک میں بولی۔

وجہ معلوم ہو جائے گی یہاں رہو گی تو اب چلو میں تمہیں سب کے کمرے لاؤنج ہال کچن گھر کا ہر ایک کونہ دیکھاتی ہوں تا کہ سب معلوم ہو تمہیں۔ماہی بیگم نے بات بدل کے کہا آرزو الجھے ہوئے ذھن کے ساتھ ان کے ساتھ چلی گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤

دو دن بعد

کیا ہو گیا ہے زیاد کب تک ایسے دیوداس جیسی شکل بنا کے رکھنا ہے۔وقاص چڑ کے زیاد کی طرف دیکھ کر بولا جو پی ئی تو کافی رہا تھا مگر دھیان سارا آرزو کی طرف تھا آج ہمایوں کا نکاح تھا جب کی کل رخصتی اور ایک دن چھوڑ کر ولیمہ تھا۔

میں ٹھیک ہوں دیوادس ایسے حُلیے میں نہیں ہوتے۔زیاد نے سنجید گی سے جواب دیں کر اپنی طرف اشارہ کیا وہ اس وقت بلیک گھیر دار شلوار اور قمیض تھا اور کندھوں پہ کالے کلر کی شال رکھی ہوئی تھی اس نے

پہلی دفع ایسی ڈریسنگ کی تھی جس سے وہ حد سے زیادہ خوبرو لگ رہا تھا بال ماتھے پہ گرے ہوئے تھے چہرے پہ بی ئی رڈ اور سنجید گی لیے وہ ہر ایک کی توجہ کا مرکز بنا ہوا تھا۔

ہاں پر چہرہ تو ایسے ہی بنا ہوا ہوتا ہے نہ۔ احمد نے کہتے ہی وقاص کے ہاتھ میں تالی ماری تو ہمایوں نے مسکراہٹ ضبط کی زیاد نے گھور کر ان کو دیکھا جب کی علیدان جانے کہاں گم تھا۔

مجھے دھیان دینے سے بہتر ہے اِس پہ دھیان دو جو تین دنوں سے مسلسل پاگلوں کی طرح مسکرائے جا رہا ہے۔ زیاد نے ان کی توپوں کا رُخ علیدان کی طرف کروایا جو زیاد کی دغابازی پہ بوکھلا گیا تھا۔

میں تو نہیں مسکرا رہا۔ علیدان جلدی سے بولا۔

جی جناب آپ کی خیر پہلے تو اتنا سنجیدہ ہو گ ئی ے تھے ان ایسے اچانک پرانے روپ میں کیسے آ گ ئی ے خیر تو ہے۔ وقاص نے مشکوک نظروں سے اب کی علیدان کو گھورا زیاد سب پہ نظر ڈالتا اٹھ گیا تھا زیاد

ہمایوں کے گھر کی پچھلی سائیڈ پہ آیا تھا اس نے قمیض کی جیب سے سیل فون نکالا اور کال ملانے لگا۔

ہیلو زیاد کیسے ہو؟ ماہی بیگم جو رات کے کھانے کے بعد اپنے لیے ملازمہ کو چائے کا کہتے لاؤنج میں بیٹھی تھی زیاد کی کال آتی دیکھ کر خوشگوار لہجے میں اس کا حال دریافت کرنے لگی۔

میں ٹھیک ہوں چچی جان آپ سو تو نہیں رہی تھیں نہ؟ زیاد نے دور خلاؤں میں دیکھ کر پوچھا۔

نہیں بیٹا ابھی کہاں۔ ماہی بیگم ہنس کے بولی تو زیاد مسکرایا۔

آرزو آپ کے ساتھ ہے؟ زیاد نے کچھ توقف کے بعد پوچھا

وہ تو ڈنر کے بعد کمرے میں چلی گئی تھی تم کہو تو بات کرواؤ۔ ماہی بیگم نے بتایا۔

کروا لے گی تو آپ کا مشکور رہوں گا۔ زیاد نے لب دانتوں تلے دبائے کہا تو ماہی بیگم ہنس پڑی۔

میں کمرے میں جا کر دیکھتی ہوں اگر وہ سوئی ی نہیں تو بات کرواتی ہوں ماہی بیگم نے کہتے ہی سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

آرزو آپ جاگ رہی ہیں؟ ماہی بیگم کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

نہیں آپ آئی یں۔ آرزو جو بیڈ پہ لیٹی ہوئی ی تھی اٹھ کر بولی۔

یہ موبائی ل لیں زیاد نے بات کرنی ہے۔ماہی بیگم نے اپنا فون آرزو کی طرف بڑھا کر کہا جو ان کی بات پہ عجیب تاثرات سے دیکھنے لگی بڑا جلدی خیال آگیا بات کرنے کا۔ آرزو دل میں بڑبڑائی ی کیوں کی زیاد جب سے گیا تھا اس سے بات نہیں کی تھی آرزو سر جھٹکتی ان کے ہاتھ سے فون لیا تو ماہی بیگم کمرے سے نکل گ ئی۔

کیسی ہو خانم؟ آرزو نے جیسے فون کان کے پاس رکھی تو زیاد کی گھمبیر آواز آئی ی تو اس نے گہری سانس لی۔

آپ سے مطلب۔ آرزو پھاڑ کھانے والے انداز میں بولی۔

ہاں سب مطلب مجھے ہی تو ہیں۔زیاد اس کی آواز سن کر آنکھیں بند کر کے کھولی۔

کیا بات کرنی ہے اِس وقت۔آرزو نے بیزارگی دیکھائی ی دوسری طرف زیاد نے اس کے انداز پہ لب بھینچے تھے وہ کیوں اس کا دل توڑ رہی تھی کیا اس کو نظر نہیں آرہا تھا کے کتنا چاہتا تھا وہ اُسے کتنا دل دکھتا ہے اس کا جب وہ بیزارگی دیکھاتی ہے یا نظر انداز کرتی ہے یا اس کو لیٹ ڈاؤن کرواتی ہے دل پتھر کا

رمشا حسین

کل ایک پارسل آئے یں گا میں تمہارے لیے بھیج رہا ہوں یہ بتانا تھا۔زیاد نے سنجیدگی سے کہتا کال کاٹ گیا آرزو کو جانے کیوں شرمندگی سے احساس نے گھیر اوہ اتنے دن بعد اس سے بات کر رہا تھا کیا تھا جو وہ

تحمل کا مظاہرہ کر کے اس کو سنتی آرزو نے خود کو کوسا پھر دوبارہ سب کچھ یاد آنے پہ وہ بے حس بن گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

تم کچھ ڈسٹرب لگتے ہو مجھے از ایوری اتھنگ اوکے۔ عینی عاشر کے پاس بیٹھ کر بولی جو فری ٹائی م میں کالج کے درخت کے پاس بیٹھا ٹھنڈی ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہا تھا وہ بات الگ تھی کے چہرے پہ سنجید گی رقم تھی جو عینی کو پسند نہیں آ رہی تھی اس کا دل انجان خدشات میں بھر چکا تھا اس کو لگ رہا تھا شاید عاشر آرزو سے محبت کرتا ہے پر اس کی شادی ہونے پہ وہ ایسے بیہیو کر رہا ہے عینی نے عاشر کو دیکھا جو اوف وائی ٹ شرٹ اور بلیک پینٹ میں ملبوس بہت ہینڈ سم لگ رہا تھا بال نفاست سے سیٹ تھے چہرے پہ ہلکی شیو کیے وہ بہت جاذب نظر آ رہا تھا عینی اس کو حسرت سے دیکھنے لگی جو اس کے پاس ہو کر بھی بہت دور تھا۔

میں ٹھیک ہوں۔عاشر نے سنجیدگی سے جواب دیا عینی کا دل اس کا جواب
سن کر کٹ کے رہ گیا۔

عاشر شاید تم مجھے اپنا دوست نہیں مانتے اگر مانتے تو مجھ سے بات شئیر
ضرور کرتے۔عینی اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اُپر رکھتی شکوہ کناں انداز
میں بولی۔

عینی اپنا ہاتھ ہٹائیں۔عاشر ضبط کیے بولا تو عینی نے ایک نظر اپنے ہاتھ کو
دیکھا جو عاشر کی سفید چمکتی کلائی جس پہ ہلکے بال اور رگیں ابھری
ہوئی تھی اس پہ رکھا ہوا تھا عینی نے اپنا ہاتھ دور کیا عینی کو افسوس نے
آگھیرا اس کو لگ رہا تھا جیسے عاشر اس کو غلط لڑکی تصور کرتا ہے اتنے
وقت سے وہ ایک ساتھ پڑھ رہے ہیں مگر جانے کیوں عاشر کا دل اس کی
طرف نہیں ہوتا ہلانکہ کے وہ بہت خوبصورت فٹ اور اسٹائی لش تھی
ہر کوئی اس کی چاہ کر سکتا تھا مگر جس کی اس کو چاہ تھی وہ اس کو دیکھتا
تک نہ تھا۔

سوری۔ عینی نے کہا

اگر میں دوست نہ مانتا تو نہ تم یہاں ہوتی اور نہ مجھ سے سوالات کرتی اور نہ ہی میں کوئی ی جواب دیتا۔ عاشر نے دوٹوک انداز میں کہا تو عینی مسکرائی ی۔

اب مان لیتی ہوں کے سچ میں کوئی ی بات نہیں ہو گی۔ عینی چہک کر بولی۔

میں زرہ لائی بریری سے ہو آؤ ں۔ عاشر اپنا بیگ اٹھا کر کہتا چلا گیا عینی نے افسوس سے اس کو جاتا دیکھا۔

کوئی ی تو بات ہے جو تم بتا نہیں رہے۔ عینی عاشر کی پشت دیکھ کر بڑبڑائی ی۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

آرزو لان میں آکر نرم ملائی م گھاس پہ ننگیں پاؤ ں چل کر ان کی نرماہٹ محسوس کر رہی تھیں وہ ناشتے کے بعد یہاں چلی آئی ی تھی اس کی کشمالا

سے اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی ماہی بیگم کا رویہ بھی اس کے ساتھ بہت اچھا تھا جب کی گھر کے مرد زیادہ تر باہر ہوتے تھے ان سے ملاقات یا صبح کے ناشتے کی ٹیبل پہ یا ڈنر کے وقت ہوتی تھی جس سے اسرار صاحب سے تھوڑی بہت بات چیت ہو جاتی تھی۔

میم آپ کا پارسل۔ آرزو مسکرا کر ٹہل رہی تھی جب شبیر احترام سے سر جھکاتا خاکی کلر کا پارسل اس کی طرف بڑھا کر بولا آرزو کو یاد آیا کل زیاد نے بتایا تھا اس نے پارسل کو دیکھا جو نہ بڑا تھا اور نہ چھوٹا وہ متجسس ہوئی کے جانے کیا ہو گا۔

یہاں رکھ دیں۔ آرزو نے لان میں رکھی میز کی طرف اشارہ کیا تو شبیر نے فورن وہاں رکھا اور کھسک کر چلا گیا آرزو کرسی پہ بیٹھ کر پارسل ہاتھوں میں لیے اس کو دیکھنے لگی اور ہاتھ میں لیے گھر کے اندر کی طرف چل پڑی۔ کمرے میں آ کر وہ جلدی سے بیڈ پہ چڑھی اور پارسل وہاں رکھا۔

دیکھوں تو سہی محترم نے کیا بھیجا ہے۔ آرزو اپنے ہاتھوں کو مسلتے ہوئے بولی اور اس کو کھولنے لگی اس نے سارا پارسل کھول کر اپنا ہاتھ اندر ڈالا تو دو پیکٹ اس کے ہاتھ آئی یں ایک خوبصورت لال کور میں چھپا ڈبہ تھا دوسرے میں کیا تھا اس کو سمجھ نہ آیا اس نے پہلے لال کلر والے ڈبے سے کور اُتارہ تو اس کا منہ حیرت سے کُھلا کا کُھلا رہ گیا۔

اتنا قیمتی فون۔ آرزو شاک میں بولی کیوں کی اس ڈبے میں لیٹسٹ موبائی ل تھا جو آرزو دیکھ کر حیران رہ گ ئی تھی اس نے جلدی سے آن کیا تو وال پیپر دیکھ کر اس کے چہرے پہ عجیب تاثرات آئی یں کیوں کی اس میں اُس کی خود کی تصویر تھی جو اس نے بہت وقت پہلے لی تھی پر زیاد کے پاس کیسے۔ وہ بس سوچ کے رہ گ ئی اس نے موبائی ل بیڈ پہ رکھا پھر دوسرے پیکٹ کی طرف بڑھی جو کور کے ساتھ ربن میں بند تھا آرزو نے کور پھاڑ دیا تو ہاتھ میں گلابی رنگ کی ڈائی ری سامنے آئی ی آرزو کی آنکھیں چمک اٹھی تھی یہ ڈائی ری اس سے زیادہ بڑی اور پیاری

تھی جیسی وہ چاہتی تھی وہ مسکراتی اس کو دیکھ رہی تھی جب سیل فون بجا

آرزو کو حیرت ہوئی کے اتنی جلدی کال بھی آگئی اس نے

موبائل کی اسکرین دیکھی توزاویے بگاڑے اسکرین پہ Love کالنگ

جگمگا رہا تھا وہ سمجھ گئی تھی کے زیاد ہو گا اس نے ناک سکوڑی اور کال

رسیو کی۔

پسند آیا جو میں نے بھیجا؟ زیاد نے فورن سے پوچھا۔

ڈائری بہت پیاری ہے۔ آرزو نے کہا۔

اور ڈائری بھیجنے والا؟ زیاد نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر پوچھا۔

وہ بہت خراب۔ آرزو جواب دے کر کال کاٹ گئی۔ زیاد نے زور

سے آنکھیں میچی آرزو کا دل فتح کرنا بہت مشکل تھا یا آرزو ناشکری

کر رہی تھی اس کی چاہت کی اس کے جذبات کی اس کے محبت بھرے

انداز کی ہر چیز کی

آرزو نے فون سائیڈ ٹیبل پہ رکھا اور ڈائری کو وارڈروب میں اپنے کپڑوں کے نیچے رکھ دیا واپس آکر اس نے بیڈ سے سارے کور ہٹا کر بیڈ صاف کیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کسی دن ہاتھ دھو بیٹھو گے مجھ سے

تمہیں چسکا ہے بہت ہے رخی کا

اُداس کیوں ہو زیاد؟ علیدان نے زیاد کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

آرزو کو جتنا خود سے قریب کرنا چاہتا ہوں وہ اتنا دور ہوتی جارہی ہے۔ زیاد بالکنی کی ٹھنی پہ بازوں ٹکائے بولا

اس کو اسپیس دو۔ علیدان نے کہا۔

وہی تو دے رہا ہوں۔ زیاد زخمی سے مسکرایا۔

وہ کم عمر ہے اپنے گھر والوں کی بے اعتباری نے اس کو اندر سے توڑ دیا ہے اس کے زمیدار تم ہو اِس لیے اس کا رویہ اپنی طرف سے ٹھیک ہے مگر آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گی۔علیدان نے اس کو تسلی کروائی ی۔

محبت کو دور جاتے دیکھنا میرے بس کی بات نہیں اور نا ہی میرا اتنا بڑا ظرف تھا کے میں یہ کہتا کے میری محبت سچی ہے وہ اگر میرے علاوہ کسی اور کے ساتھ خوش ہے تو میں بھی خوش رہ لوں گا نہیں مجھے اس سے محبت ہے تو بس اس کو میرے پاس ہونا چاہیے نہ کے کسی اور کے ساتھ۔زیاد کی آواز تیز ہوتی گ ئی تھی۔

جانتا ہوں محبت سیلوش ہے بہت۔علیدان نے کہا۔

میں ہمایوں کے پاس جا رہا ہوں اس کو ارینجمنٹس کروانے میں ضرورت ہو گی مدد کی۔زیاد نے علیدان سے کہا تو وہ بھی اس کے ساتھ باہر آیا جہاں وقاص اسٹول پہ چڑھا پھولوں کی لڑیاں لگا رہا تھا اور احمد اس کے پاس کھڑا اتھا ہدایت دے رہا تھا ایسے نہیں ویسے۔

یہ کام باقی لوگ دیکھ لیں گے تم جا کر مینیو دیکھو۔علید ان دونوں کے پاس آکر بولا کیوں کی کام کرنے والے بہت تھے جو کرسیاں سیٹ کر رہے تھے دیواروں کو لائٹس سے روشن کر رہے تھے یہ ہمایوں کے گھر کے لان کا منظر تھا جہاں رخصتی کا فنکشن بڑے پیمانے پہ ہونا طئے پایا تھا پورے لان کو پھولوں سے سجایا ہوا تھا جب کی ایک طرف اسٹیج بنا ہوا تھا جہاں ہمایوں اور اس کی دولہن فوزیہ نے بیٹھنا تھا پاس ہی ایک میز تھی جس کے اُپر پھولوں کے بکیں رکھے ہوئے تھے

ہاں سہی ہے ہم کھانا کھا کر بتائیں گے مینیو کیسے ہے یہاں کھڑے رہ کر تو میری کمر اکڑا گئی ہے۔وقاص علیدان کی بات پہ فورن سے جمپ لگا کر بولا۔

کھانا کھا کر آنے کی ضرورت نہیں بس یہ دیکھنا ہے کے سب ڈیشز پک رہیں ہیں یا نہیں۔علیدان اس کی بات پہ گھور کر بولا تو وقاص نے اپنے سر پہ ہاتھ مارا۔

تمہاری یہ نازک کمر کچھ زیادہ ہی نازک نہیں ہو گ ئی۔ احمد نے اس کی پیٹھ پہ جہانپڑ رسید کیے کہا تو وقاص نے دانت پیسے۔

اب چلو۔ احمد اس کو بازوں سے پکڑتا اپنے ساتھ لے جانے لگا۔

اپنی شادی میں، میں چُن چُن کے بدلا لوں گا۔ وقاص دھمکانا ضروری سمجھا مگر کسی نے توجہ نہ دی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو کا آج سارا دن اچھا گزرا تھا وجہ موبائ ل تھا جو زیاد نے لیکر دیا تھا ابھی بھی وہ ہال میں بیٹھی انسٹا پہ اپنا اکائ ونٹ چیک کر رہی تھی جو زیاد نے ہی بنا دیا تھا اس کو اپنے پرانے اکائ ونٹ کا پاسورڈ یاد تھا وہ چاہ رہی تھی وہی بنائے پر اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

کیا ہو رہا ہے؟ کشمالا آرزو کے ساتھ بیٹھ کر بولی تو آرزو نے مسکرا کر فون کی اسکرین سامنے کی عینی بھی کشمالا کے ساتھ تھی پر وہ دوسرے صوفے پہ بیٹھی دونوں کی بے تکلفی دیکھ رہی تھی عینی کی آرزو سے زیادہ

بات نہیں ہو پائی ی تھی کیوں کی تین بجے تک وہ کالج میں ہوا کرتی تھی اس کا باقی وقت اپنے کمرے میں گُزر تا یا کہی اور پر آرزو سے بات نہ ہونے کے برابر تھی۔

تمہارے ناخن بہت خوبصورت ہے نیل پینٹ لگاؤ میرے پاس بہت اچھے کلرز ہیں۔ کشمالا نے آرزو کا ہاتھ پکڑ کر اس کو ناخنوں کو دیکھ کر کہا جو بس تھوڑے بڑے تھے

نیل پینٹ کا اور بہت بڑے ناخنوں کا شوق مجھے بھی ہے مگر اُس سے وضو نہیں ہوتا۔ آرزو نے سادگی سے بتایا۔

اچھا سوری۔ کشمالا خجل ہوئی ی جب کی عینی کی نظر آرزو کے ہاتھوں پہ تھی جو واقع میں بہت پیارے تھے عینی نے اپنے ہاتھ کی جانب دیکھا جہاں لمبی لمبی مخملیں انگلیاں تھی جن کے ناخنوں پہ کالے رنگ کا نیل پینٹ کیا تھا کیوں کی اس کو اپنے گورے ہاتھ میں یہ کلر زیادہ اٹریکٹ کرتا تھا جب کی کشمالا کلر فل نیل پینٹ کرتی تھی۔

تمہارے میں ہاتھ اچھے ہیں۔ کشمالا نے عینی کو اپنے ہاتھوں میں گم دیکھا تو تنگ کرنے کی خاطر بولی۔

نہ میں تو بس ویسے ہی۔ عینی اپنی جگہ چور سی ہو گئی

روز دو کپ کافی اور ایک کپ چائے لانا۔ کشمالا نے پاس سے گزرتی ملازمہ کو دیکھ کر کہا تو وہ سر ہلاتی چلی گئی۔

بھائی سے بات ہوئی ہے؟ کشمالا نے آرزو کو کندھا مار کر پوچھا تو اس کا چہرہ بلش کرنے لگا عینی نے بہت غور سے اس کے چہرے پہ آتے جاتے رنگوں کو دیکھا تھا جو اس کے بھائی کے نام پہ آئے تھے عینی کے دل سکون کی لہر دوڑی تھی۔

ہاں صبح ہوئی تھی۔ آرزو اپنے ہاتھوں پہ نظر ٹکاتی ہوئی بولی جبھی ملازمہ ٹرے میں دو کپ کافی اور ایک کپ چائے ان کے سامنے رکھ کر چلی گئی تھی کشمالا نے چائے کا کپ آرزو کو دیا اور اپنے لیے کافی لیکر اس نے عینی کو کافی پکڑنے کا اشارہ دیا۔

شکریہ۔ آرزو نے چائے کا کپ لیتے ہوئے کہا۔

موسٹ ویلکم۔ کشمالا خوشدلی سے بولی۔

آپ کی پہلی ملاقات بھائی ی سے کب ہوئی ی تھی؟ عینی حقیقت سے آگاہ تھی مگر جانے کیوں یہ سوال پوچھ ڈالا آرزو کا چہرہ عینی کے سوال پہ لٹھ مانند سفید ہوا تھا اس کی حالت دیکھ کر کشمالا نے عینی کو گھورا۔

میں آتی ہوں۔ آرزو چائے کا کپ ویسے ہی چھوڑتی اپنا موبائی ل لیتی وہاں سے اٹھ گ ئی۔

یہ کیا تھا عینی شکر کرو زیاد بھائی ی نہیں یہاں ورنہ آرزو کی جو حالت ہو رہی تھی نہ وہ تم جان سے مارنے سے بھی گریز نہ کرتے۔ کشمالا نے دانت پیستے ہوئے عینی سے کہا جو لا پرواہ ہو کر کافی کا گھونٹ بھر رہی تھی۔

میں نے جسٹ ایک بات پوچھی ان میں اتنی بڑی بات تو نہیں میں سوتیلی ہی سہی پر زیاد بھائی ی کی بہن ہوں۔ عینی بات کے آخر میں اس کو جتایا۔

اور وہ سگی بیوی ہیں۔ کشمالا کہتی وہاں سے اٹھ گ ئی۔

سگی بیوی سریسلی۔ عینی کشمالا کی نرالی بات پہ عجیب سے انداز میں بولی۔

بات سننا۔ عینی نے چہرہ موڑ کر کشمالا سے کہا۔

کیا ہے۔ کشمالا واپس آتی بولی۔

سوتیلی بیوی بھی ہوتی ہے کیا؟ عینی نے معصوم شکل بنائے پوچھا

اتنی تمہاری شکل معصوم نہیں جتنا معصوم تم نے بنایا ہے۔ کشمالا نے اس کے ماتھے پہ چپت لگائے کہا۔

اِن باتوں کو چھوڑو جو پوچھا ہے وہ بتاؤ۔ عینی نے تجسس سے پوچھا۔

پہلے تم ایک بات کا جواب دو تو پھر۔ کشمالا نے پُراسرار لہجے میں کہا تو عینی چونک اٹھی۔

کونسی بات؟ عینی نے کہا۔

یہی کے تمہاری لو اسٹوری کہاں تک پہنچی۔ کشمالا نے معنی خیز نظروں سے اس کی جانب دیکھا تو عینی نے گہری سانس لی۔

وہی تک ہیں۔ عینی افسردہ لہجے میں بولی۔

یہ وَن سائی یڈ لو بھی نہ گلے کی ہڈی کی طرح ہوتا ہے جو نہ انسان اُگل سکتا ہے اور نہ نگل سکتا ہے۔ کشمالا نے باقاعدہ اپنا ہاتھ گلے پہ رکھ کر اس کو بتایا تو عینی گھور کر رہ گئی۔

کہاں پیار اور کہاں گلے کی ہڈی۔ عینی نے کشمالا کی عقل پہ ماتم کیا۔

یہ آج بڑے عجیب ورڈز یوز کر رہی ہو کبھی سوتیلی بیوی تو کبھی یہ۔ عینی نے پھر کہا۔

میں تو ایسے ہی بات کرتی ہوں تمہیں فرصت اب ملی ہے غور کرنے کی۔ کشمالا کندھے اُچکا کر کہتی چلی گئی جب کی عینی اپنی کافی کی طرف دیکھنے لگی جو ٹھنڈی ہو گئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا کمرے کی صفائی کر رہی تھی جب زرینہ بیگم ہڑبڑی میں اندر داخل ہوئی۔

کیا ہوا اماں خیریت تو ہے ؟ روشنا نے ان کے اِس طرح آنے پہ پوچھا۔

ہاں سب خیریت ہے تم اس کام کو چھوڑو اور جلدی سے تیار ہو جاؤ۔ زرینہ بیگم نے عجلت سے کہا تو روشنا کا ماتھا ٹھٹکا۔

کیوں ؟ روشنا نے پوچھا۔

تمہیں دیکھنے کچھ لوگ آئے ہیں۔ زرینہ بیگم نے بتایا۔

اماں مجھ سے پوچھے بغیر اور وہ بھی اچانک آپ ایسا کیسے کر سکتی ہیں۔ روشنا بے یقین سی بولی۔

روشنا دماغ خراب مت کرو جو کہہ رہی ہوں وہ کرو بڑی مشکل سے کوئی ی رشتہ آیا ہے۔ زرینہ بیگم نے گڑکا۔

اماں مجھے نہیں کرنی شادی۔ روشنا دوٹوک انداز میں بولی۔

میرا نہیں تو اپنے باپ کا سوچو جو پریشان رہتے ہیں تمہاری شادی کی وجہ طبیعت خراب رہتی ہے ایک آرزو کو سوچ کر دوسرا تمہاری شادی کا

سوچ کر۔ زرینہ بیگم تیز آواز میں بولی تو روشنا بے بس ہوئی ی ایاز صاحب کی پریشانی اس سے چھپی ہوئی ی تو نہ تھی۔

آتی ہوں۔ روشنا سنجیدگی سے کہتی ڈوپٹہ بیڈ سے اٹھا کر پہننے لگی۔

دوسرا جوڑا پہن لیتی۔ زرینہ بیگم نے اس کو آسمانی کلر کے سادہ سے شلوار قمیض میں دیکھا تو ٹوکا۔

پسند کرنا ہو گا تو ایسے ہی کر لیں گے۔ روشنا تلخی سے بولی تو زرینہ بیگم افسردہ سانس خارج کی اور اُس کو لیکر باہر آئی ی جہاں کچھ مہمان بیٹھے ہوئے تھے۔

اسلام علیکم۔ روشنا نے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام آؤں یہاں بیٹی۔ ایک خاتون سے سلام کا جواب دے کر اپنے پاس آنے کا کہا تو روشنا ان کے ساتھ بیٹھی گ ئی۔

کیا کرتی ہو آپ ؟اُسی عورت نے پوچھا۔

کچھ نہیں۔ روشنا نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔

گھر میں کچھ تو کرتی ہو گی نہ۔ عورت نے کریدہ تو روشنا اپنی ماں کو دیکھا جو آنکھوں ہی آنکھوں ریلیکس ہونے کا اشارہ کر رہی تھی۔

گھر کے کام میں اپنی ماں کی مدد کرواتی ہوں اور کچھ دن سے اسلامک کورس شروع کیا ہے گھر سے کچھ دور مدرسہ ہیں وہاں ایک راحیلا نام کی عورت ہیں جو پڑھاتی ہیں۔ روشنا نے اب کی ایک سانس میں کہہ ڈالا۔

ماشااللہ بہت اچھی بات ہے۔ عورت مسکرا کر بولی۔

آپ کچھ لیں نہ۔ زرینہ بیگم نے ان کی توجھ ٹیبل پہ کروائی ی جہاں کھانے کے لوازمات تھے۔

جی جی۔ دوسری عورت نے کہتے ہی کباب کا ٹکڑا اٹھایا۔

آپ جاب کریں گی شادی کے بعد؟ عورت نے پوچھا۔

نہیں جاب کیوں کروں گی۔ روشنا نے ناسمجھی سے کہا

ارے بیٹا پریشان کیوں ہو رہی ہو میں نے تو بس ایک بات پوچھی۔ خاتوں نے ہنس کے کہا۔

آپ کا بیٹا کیا کرتا ہے؟اب کی زرینہ بیگم نے سوال کیا۔

انٹرنیشنل کمپنی میں جاب کرتا ہے۔خاتون نے فخریہ انداز میں بتایا تو زرینہ بیگم نے سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

آپ کی بیٹی کا رشتہ کیوں ٹوٹا تھا۔دوسری خاتون جن کا نام شبانہ تھا وہ کباب سے بھرپور انصاف کرتی ہوئی ی پوچھنے لگی۔

بس قسمت میں ٹوٹنا لکھا تھا تو ٹوٹ گیا۔زرینہ بیگم نے کہا۔

کوئی ی وجہ۔شبانہ خاتون نے پھر پوچھا۔

آپ کو راشدہ "رشتا کروانے والی" نے بتایا تو ضرور ہو گا پھر اِس طرح پوچھنے کا مطلب۔روشنا نے تپ کے پوچھا۔

ہم نے تو ایسے پوچھا دیکھنا چاہ رہے تھے کے آپ سچ بتاتے ہیں یا جھوٹ۔شبانہ خاتون اپنی جگہ کھسیانی ہو گ ئی روشنا ان سب پہ نظر ڈالتی وہاں اٹھ کر چلی گ ئی۔

آپ کی بیٹی خوش نہیں ہے شاید۔دوسری خاتون سویرا نے روشنا کے اٹھنے پہ اندازہ لگایا۔

ایسا نہیں۔زرینہ بیگم نے کہا تو ان دونوں نے برا منہ بنایا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ہمایوں آج تیری فرسٹ ویڈنگ نائٹ ہے تو بتاؤ کیسا فیل ہو رہا ہے؟وقاص نے ہمایوں کا گال کھینچ کر شرارت سے پوچھا۔

بہت بیہودہ باتیں کرنے لگے ہو تم۔ہمایوں کا پورا چہرہ سرخ ہو گیا تھا وقاص کی بات پہ جب کی زیاد احمد علیدان نے ہمایوں کی پتلی ہوتی حالت دیکھ کر زور سے قہقہہ لگایا تھا۔

ہاہاہا اس میں بیہودہ کیا ہے شرما کیوں رہے ہو مرد ہو تم۔وقاص نے اپنا کندھا اس کے کندھے ٹکرا کر مزید چھیڑا تو ہمایوں نے اپنے ہاتھ کی مٹھی بنائے زور سے اس کے بازوں پہ ماری۔

ویسے تمہیں اب جانا چاہیے بھابھی انتظار کر رہی ہو گی۔ احمد نے ہنسی کے درمیاں کہا۔

یار احمد تم نہ وقاص کا ساتھ نہ دیا کرو ان فضولیات پہ۔ ہمایوں نے چڑ کر کہا۔

کیوں بھئی غلط کیا ہے سہی تو کہہ رہا ہے احمد رخصی ہوئے ایک گھنٹہ سے زیادہ ہو گیا ہے اب تم جاؤ۔ علیدان بھی میدان میں کودا تو ہمایوں نے مدد طلب کرتی نظروں سے زیاد کو دیکھا۔

اچھا اب بس کرو تنگ نہیں کرو ہمایوں کو وہ چند منٹ پہلے ہی بھابھی سے کہہ چُکا ہے کے وہ انتظار نہ کریں اپنے دوستوں سے وہ دیر تک گپ شپ کریں گا بعد میں تو اُس نے اس کے پاس ہی آنا ہے نہ۔ زیاد کی بات نے تو ہمایوں کی رہی سہی کسر پوری کر دی تھی جب کی ان تینوں کا قہقہقہ بلند ہوا تھا زیاد نے ہمایوں کو شاک میں دیکھ کر آنکھ ونک کی تھی۔

ہمایوں ہمیں معلوم نہ تھا تم اب بھی ہمیں اتنی امپورٹنس دو گے مطلب شادی کی پہلی رات اپنی بیوی کی تعریف میں قصدے پڑھنے کے بجائے ہمارے ساتھ گپ شپ کرو گے۔ وقاص ہمایوں کے صدقے واری ہوا تھا۔

تم سب انتہا کے کمینے ہو۔ ہمایوں دانت پیس کے کہتا وہاں سے اٹھنے میں خیریت جانی دور جاتے ہمایوں نے اپنے جان سے زیادہ عزیز دوستوں کا قہقہہ سنا تھا جس پہ اس کی خود کی ہنسی نکلی گئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ان کے دیدار کے لیے دل تڑپتا ہے

اُن نے انتظار میں دل ترستا ہے

کیا کہیں اِس کمبخت دل کو

اپنا ہو کر کسی اور کے لیے دھڑکتا ہے۔

آرزو صبح اٹھی تو موبائی ل اسکرین پہ زیاد کا میسج دیکھا ساری رات اُس نے رو کر گُزرای تھی پھر نہ جانے کس پہر اس کی آنکھ لگی تھی عینی کا سوال تو عام تھا پر اُس کو ساری باتیں یاد آگ ئی تھی جس سے اُس کو زیاد سے نفرت محسوس ہو رہی تھی جس کی ضد پہ وہ اپنے گھر والوں سے الگ ہو کر اجنبیوں کے بیچ رہ رہی تھی یہاں سب کے خیال رکھنے کے باوجود بھی وہ دلی طور پہ خوش نہ تھی شاید وجہ یہ تھی کے اُس نے زیاد کو قبول نہیں کیا تھا سب کچھ سوچتے سوچتے بخلت اس کی سوچ عاشر کی جانب ہوئی ی تو اس کی ساری اُداسی اور کل والی وحشت ختم ہو گ ئی تھی۔

میں عاشر کو کال کر سکتی ہوں مجھے تو اُس کا نمبر بھی یاد ہے یہ خیال پہلے کیوں نہ آیا۔ آرزو نے اپنے ماتھے پہ ہاتھ مار کر جیسے اپنی عقل پہ ماتم کیا اور جلدی سے اُس کا نمبر لکھ کر اپنی موبائ ل پہ سیو کیا تھا ابھی وہ کال کرنے ہی والی تھی کے کمرے کا دروازہ نوک ہوا۔

آجاؤ۔ آرزو کا موڈ خراب ہوا۔

آپ کا ناشتے کی ٹیبل پہ انتظار کر رہے ہیں۔ ملازمہ میں سر جھکار کہا تو اس نے گہری خارج کی۔

اچھا میں آتی ہوں۔ آرزو نے کہا تو ملامہ باہر چلی گ ئی۔

کجھ دیر بعد کال کروں گی۔ آرزو کہتی اپنے اُپر سے لحاف ہٹایا واشروم کی جانب گ ئی تا کہ فریش ہونے کے بعد باہر جا سکے۔

دیر کر دی۔ آرزو باہر آئی ی تو ماہی بیگم نے مسکرا کر پوچھا

وہ فریش ہونے میں وقت لگ گیا۔ آرزو اپنے لیے کرسی گھسیٹ کر بیٹھ کر کجھ شرمندگی سے بولی۔

کوئی ی بات نہیں۔ ماہی بیگم نے کہا اور آرزو کو ناشتہ سرو کرنے لگی تو آرزو ہاتھ کے اِشارے سے ان کو منع کیا

میں خود لیتی ہوں۔ آرزو نے سرسری کہا تو ماہی بیگم نے اپنے ہاتھ پیچے کیے اسرار صاحب بغور آرزو کو دیکھ رہے تھے ان کو اپنے بیٹے کی پسند

اچھی لگی تھی مگر اس کی حرکت پہ وہ آرزو سے نظریں نہیں ملا پاتے تھے۔

آپ اپنی اسٹڈی دوبارہ سٹارٹ کیوں نہیں کرتی اگر کہیں تو میں یونیورسٹی میں داخلا کرواؤ۔ اسرار صاحب نے آرزو کو مخاطب کیا جو جوس کے گھونٹ بھر رہی تھی۔

انکل زیاد نے کہا تھا وہ ایڈمیشن کروائے گے میری۔ آرزو نے چہرے پہ مسکراہٹ سجا کر بتایا۔

شادی کے بعد کیا تک ہے پڑھنے کی اچھا ہے گھر بار دیکھو اپنا اور شوہر پہ توجہ دو جس کی پسند کپڑوں سے زیادہ بدلتی رہتی ہے۔ سمایا بیگم جلے دل سے بولی موقع جو ملا تھا زیاد کی غیر موجودگی کا فاعدہ اٹھانا ضروری سمجھا۔

شکریہ آپ کے بتانے کا پر شوہر جب آئیں گا تو اُس کو بھی دیکھ لوں گی وہ بچے تو ہیں نہیں جن کی دیکھ بھال کروں میں۔ آرزو کی حاضر جوابی پہ

سب گنگ ہوتے رہ گئی ے تھے جب کی سمایا بیگم کو تو سانپ سونگھ گیا تو آج بھی آرزو ان کی بات پہ نہ دبی تھی اور نہ خاموش رہی تھی۔

زیاد کی طرح بد تمیز ہو بلکل اپنے جیسی پسند کی ہے لڑک

سمایا۔ اسرار صاحب نے غصے سے ان کا نام لیا تو ان کی چلتی زبان کو بریک لگی جب کی آرزو اٹھتی وہاں سے چلی گئی زارون اور اشرف نے پریشانی سے ایک دوسرے کا چہرہ دیکھا۔

بھابھی معاف کیجئی یے گا مگر آپ اِس بچی کو بخش دے پہلے ہی وہ سفر کر رہی ہے اُس حساب سے اس کا تلخ ہونا بنتا ہے وہ اب زیاد کی زمیداری ہے زیاد کو اس کی پڑھائی ی سے مسئی لا نہیں تو آپ بھی کوئی ی ایشو کیریٹ نہ کریں۔ ابرار صاحب سنجیدگی سے کہتے اپنا کورٹ اٹھا کر آفس کے لیے نکل گئی ے آج پہلی بار سمایا بیگم کی کسی معاملے میں ابرار صاحب بولیں تھے ورنہ وہ زیاد کا ساتھ نہیں دیتے تھے تو کبھی خلاف بھی نہیں ہوتے تھے سمایا بیگم نے زور سے ہاتھ ٹیبل پہ مارا تھا اسرار صاحب

کو شرمندگی ہوئی ایک غلط فیصلہ ان کے لیے زندگی بھر کا پچھتاوا بن چُکا تھا۔

آرزو کمرے میں آکر گیلری کا ڈور دھکیلا تو صبح کی تازی تازی وہاں اس کے چہرے پہ پڑی تو اس نے آنکھیں بند کر کے کھولی ایک سکون تھا اِس جگہ پہ

کاش زیاد سے میری ملاقات کبھی نہ ہوتی

کاش میں ان کی آنکھوں کو پسند نہ کرتی

کاش میں ان سے رابطہ نہ کرتی

کاش میں آپی کی بات مان لیتی

کاش میں کبھی بھی زیاد پہ اعتبار نہ کرتی

کاش زیاد کی کال پہ میں ان کے پاس نہ جاتی۔

ایسے بہت سے کاش اس کے دماغ میں آکر اس کی آنکھوں کو نم کر گئے تھے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

انکار ہو گیا۔ زرینہ بیگم نے روشنا سے کہا۔

اچھا ہوا۔ روشنا نے کہا۔

ایاز بہت پریشان ہیں۔ زرینہ بیگم دکھ سے بولی

ان کی پریشانی میری شادی کا نہ ہونا ہے میرا وجود اب بوجھ ہے آپ دونوں کے لیے۔ روشنا اداسی سے گویا ہوئی۔

غلط بات مت کرو روشنا۔ زرینہ بیگم کو روشنا کی بات پسند نہیں آئی۔

میرے فون پہ کال آرہی ہے میں جا کر دیکھ آؤں۔ روشنا کہتی اپنے کمرے میں آئی جہاں اس کا فون بج رہا تھا۔

روشنا نے دیکھا تو کوئی انون نمبر تھا کال پِک کر کے فون اس نے کان کے پاس رکھا اور کہا۔

کون؟

علیدان۔ دوسری طرف سے محبت سے جواب دیا گیا تھا۔

تم؟روشنا شاک میں بولی اس کو یقین نہیں آرہا تھا کے علیدان کال کرنے کی ہمت بھی کر سکتا تھا۔

ہاں میں۔علیدان کمرے کی کھڑکیوں پہ پردے ہٹا کر صبح کی تازی ہوا کو اندر آنے کا راستہ دے کر دلکش انداز میں روشنا نے بولا۔

میرا نمبر کہاں سے ملا اور کال کیوں کی؟روشنا نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نمبر بس مل گیا اور کال بات کرنے کے لیے کی ہے۔علیدان نے فرمانبرداری سے جواب دیا۔

کیا بات کرنی ہے؟روشنا نے جلدی سے پوچھ کر کال بند کرنی چاہی۔

ایسے ہی حال احوال اور کیا۔علیدان نے لب دانتوں تلے دبائے کہا تو روشنا کو تپ چڑھی۔

میرے پاس اتنا فضول وقت نہیں جو تم پاگل سے بات کروں۔روشنا سخت انداز میں کہتی کھٹاک سے فون بیڈ پہ پھینکنے والے انداز میں رکھا جب کی دوسری طرف علیدان دل کھول کر مسکرایا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر عینی کے ساتھ لیکچر ڈسکس کر رہا تھا جب اس کو فون رنگ کرنے لگا اُس نے کتاب سے نظر ہٹا کر اسکرین کو دیکھا تو کوئی انون نمبر تھا اس نے اگنور کیا فلحال اُس کا لیکچر ضروری تھا سمجھنا دس منٹ بعد پھر ان کی کلاس تھی عینی بھی بہت دھیان سے اس کو بتا رہی تھی کیوں کی عاشر نے پھر سے کلاس مس کیے تھے پھر دیر بعد کال آئی مگر عاشر نے دھیان نہ دیا تو میسج کی بپ ہوئی عاشر نے بیزاری سے میسج اُوپن کیا تو اُس کی ساری بیزاری ہوا ہوئی۔

عاشر اٹس می آرزو پلیز پِک اپ دی کال۔عاشر اپنی جگہ منجمند ہو گیا اُس کو یقین نہیں آیا کے واقع آرزو اتنے وقت بعد اس کو کال کی ہے اپنے تی ئی یں عاشر نے آرزو کو تلاش کرنے کی کوشش کی تھی مگر ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تھا جس سے وہ پریشان ہو گیا تھا۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے ؟ عینی نے اس کو ہوش میں لانا چاہا جو سیل فون کی اسکرین پہ نظر ٹکائے بیٹھا ہوا تھا عینی کے مخاطب کرنے پہ وہ یکدم ہوش میں آیا اور کال بیک کرنے لگا جو بنا سیکنڈ کی دیر کیے اٹھالی گئی تھی عینی تعجب سے اس کو دیکھنے لگی جس کے چہرے پہ بے چینی صاف ظاہر ہو رہی تھی۔

عاشر میری بات سنو۔ آرزو نے کال اٹھا کر فورن سے کہا اُس کو ڈر لگ رہا تھا اب کے کہیں عاشر بھی نہ اس کو غلط سمجھے اس کا لہجہ نم ہو گیا تھا۔

آرزو تم ٹھیک ہو نہ ؟ عاشر آرزو کی آواز سن کر فورن سے بولا سامنے بیٹھی عینی کو وہ فراموش کر گیا تھا جو شاک میں آ گئی تھی اس کے منہ سے آرزو کا نام اور چہرے پہ اس کے لیے اتنی فکر دیکھ کر مگر سب سے زیادہ تو یہ بات اس کو شاک کر گئی تھی کے آرزو جو اب اس کی بھابھی کے روپ میں ان کے گھر میں تھی اب عاشر کو کال کیوں کر رہی تھی۔

عاشر مجھے تم سے بات کرنی ہے۔ آرزو نے اپنے گال سے آنسو صاف کیے کہا۔

ہاں کیوں نہیں تم کہاں ہو ایڈریس بتاؤ میں آتا ہوں تمہیں لینے۔ عاشر فورن سے اپنی جگہ سے اٹھا کہاں کا لیکچر کہاں کی ضروری کلاس وہ سب بھول گیا تھا یاد تھا تو بس یہ کے وہ جس آرزو کے لیے ایک مہینے سے پریشان تھا آج وہ اس نے کال کی تھی جس سے رابطہ کرنے کے لیے کتنی کوششیں کی تھیں عینی ماؤف ہوتے دماغ کے ساتھ عاشر کو دیکھ رہی تھی۔

ایڈریس؟ آرزو سوچ میں پڑ گئی عاشر کا رواں رواں آرزو کی طرف متوجہ تھا۔

عاشر تم اسٹاپ پہ آؤ میں وہاں آکر تمہارا انتظار کروں گی۔ آرزو کو گھر کا ایڈریس سمجھ نہ آیا تو کہا۔

اوکے میں آتا ہوں۔ عاشر نے کہتے ہی قدم باہر کی طرف بڑھائے۔

عاشر کہاں جارہے ہو کلاس ہونے والی ہے۔ عینی ہوش میں آتی اس کے پیچھے بھاگی جو تیز قدموں سے باہر جارہا تھا۔

مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔ عاشر کہتے ہی بائیک پہ بیٹھ کر بائیک سٹارٹ کی عینی بس دھول اُڑاتی بائیک کو جاتا دیکھتی رہ گئی ایک آنسو اس کی آنکھ سے گر کر بے مول ہوا تھا۔

خواہش تو یہی ہے

تم میرے مقدر میں لکھے جاؤ۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

کہاں جارہی ہو بیٹا؟ ماہی بیگم نے چادر پہنتی آرزو کو جلدی سے باہر کی طرف جاتا دیکھا تو پوچھا۔

کچھ کام سے میں جلدی سے واپس آجاؤں گی۔ آرزو رک کر ان کو جواب دیں کر باہر جانے لگی۔

اچھا رکو میں ڈرائیور سے کہتی ہوں تمہیں چھوڑ آئیں گا جہاں تمہیں جانا ہو گا۔ماہی بیگم نے کہا تو آرزو نے سر ہلایا اس کو بس جلدی سے عاشر سے ملنا تھا ماہی بیگم نے ڈرائیور کو کہا تو وہ باہر آکر گاڑی میں بیٹھی ڈرائیور گاڑی زن سے باہر لے گیا۔

بی بی جی کہاں جانا ہے آپ نے ؟ڈرائیور نے بیک ویو مرر سے آرزو کو دیکھ کر پوچھا۔

بس اسٹاپ پہ چھوڑ کر آپ واپس چلے جائیے گا۔ آرزو نے جواب دیا۔

واپس کیوں آپ کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں بڑی بیبی غصہ کریں گی۔ڈرائیور پریشانی سے بولا۔

میں ان کو بتا دوں گی ابھی آپ تیز ڈرائیو کریں۔ آرزو نے جیسے بات ختم کی۔بس اسٹاپ پہنچنے پہ آرزو گاڑی سے اُتری ڈرائیور کو واپس بھیجنے کے بعد وہ چاروں طرف دیکھنے لگی کے شاید عاشر آیا ہو اس سے پہلے ابھی وہ دیکھ ہی رہی تھی جب پیچھے سے کسی نے اُس کے کندھے پہ ہاتھ

رکھا تو وہ گھبرا کر پیچھے مڑی مگر سامنے کھڑے وجود کو دیکھ کر اس نے شکر کا سانس لیا۔

آرزو۔ عاشر اُس کا ہاتھ پکڑ تا سائیڈ پہ لایا جہاں اس نے اپنی بائیک کھڑی کی تھی۔

بیٹھو۔ عاشر نے بائیک پہ بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔

میری بات سنو گے نہ؟ آرزو عاشر کا چہرہ دیکھ کے پوچھنے لگی جہاں سنجیدگی کے تاثرات تھے۔

اگر بات سنی نہیں ہوتی تو یہاں نہ آتا۔ عاشر نے مسکرا کر کہا تو آرزو کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی۔ عاشر بائیک پہ بیٹھا تو آرزو اُس کے پیچھے بیٹھ گ ئی عاشر اُس کو لیکر ساحل کنارے آیا تھا عاشر نے آرزو کو اُترتا دیکھ کر بائیک کو کھڑا کیا پھر پاس پڑی بینچ پہ بیٹھ کر آرزو کو بیٹھنے کا اِشارہ کیا۔

اب بتاؤ اگر نادر سے شادی نہیں کرنی تھی تو انکار کر دیتی کوئی ی

زبردستی تو نہ کرتا۔ عاشر نے آرزو کی طرف دیکھ کر کہا تو آرزو کو اُس کی

بات پہ دُکھ ہوا۔

ایسا نہیں ہے عاشر۔ آرزو جلدی سے وضاحت دینی چاہی۔

تو پھر کیسا ہے تم بتاؤ ایسے ہی تم چلی گ ئی اپنا گھر چھوڑ کر تمہیں اندازہ

ہے میں کتنا پریشان ہو گیا تھا خالا اور آپی کی بات سن کر۔ عاشر نے

سنجیدگی سے کہا

انہوں نے میرا یقین نہیں کیا پر تم کرنا۔ آرزو نے جیسے منت کی۔

آرزو مجھے تم پہ اعتبار ہے تم آرام سے ساری بات بتاؤ میں پوری کوشش

کروں گا تمہارا ساتھ دینے میں۔ عاشر نے اُس کو ہمت دلائی ی تو آرزو

نے آنسوؤ کے درمیان اُس دن والا سارا واقع بیان کیا۔

روؤ نہیں آرزو رونے کا کام تمہارا نہیں تم بس مسکرانے کے لیے بنی

ہو۔ عاشر نے اُس کے آنسوؤ صاف کیے کہا۔

مجھے بھی پہلے یہی خوش فہمی تھی۔ آرزو نے جیسے اپنا مزاق اُڑایا۔

زیاد خانزدہ نے تم سے شادی کیوں کی مطلب کیا بس کوئی ی بدلا یا پیار ویار کا سین ہے۔ عاشر نے پہلے سنجیدگی سے پھر آرزو کو چھیڑنے کے غرض سے کہا تو آرزو نے ایک مکہ اس کے بازوں پہ مارا۔

افففف تمہارا ہاتھ تو پہلے سے زیادہ بھاری ہو گیا ہے۔ عاشر اپنا بازوں سہلاتے ہوئے کہا۔

عاشر فضول نہیں بولوں۔ آرزو نے ٹوکا۔

اچھا پھر تم ہی کام کی بات بتاؤ۔ عاشر نے کہا

مجھ سے وہ کونسا بدلا لیں گے اور پھر پیار کا کوئی ی سین نہیں وہ الگ ہے عاشر مطلب وہ پرفیکٹ انسان ہے اُن کا گھر دیکھو گے نہ تو جتنا حیران ہو گے نہ اُتنا کم ہے ایسا سمجھو وہ کسی ریاست کا شہزادہ ہے میں اس کے سامنے کچھ بھی نہیں وہ ابھی یہاں نہیں پر میں اُس کے سامنے احساس کمتری کا شکار ہونے لگتی ہوں جو میں نے کبھی محسوس نہیں کیا۔ آرزو کی

آواز بتاتے بتاتے رُندھ گ ئی تھی عاشر پہلی بار آرزو کا ایسا روپ اور ایسی بات کرتا سن اور دیکھ رہا تھا۔

ایک مہینے میں تم بدل گ ئی ہو آرزو مجھے بلکل پسند نہیں آئی ی۔ عاشر کو افسوس ہو رہا تھا اس کی بات پہ آرزو مسکرائی ی طنزیہ بھری مسکراہٹ۔

میری ماں میرے باپ میری بہن اِنھوں نے میرا اعتبار نہیں کیا عاشر جب مجھے ان کی ضرورت تھی جب ان کو میرا یقین کرنا تھا تو انھوں نے زیاد پہ یقین کیا جن کو انھوں نے پہلی بار دیکھا تھا میرا سچ ان کو جھوٹا لگا پر زیاد نے ان کو ایسا لاجواب کیا کے اماں کو نہ اپنی آرو پہ یقین آیا نہ بابا کو اپنی لاڈلی پہ یقین آیا اور نہ آپی کو۔ آرزو شکست خور لہجے میں بتانے لگی۔

میں خالا کو سب بتادوں گا تم فکر نہیں کرو۔ عاشر نے اس کو یقین دلایا۔

تم کیسے ہو؟ آرزو نے بات بدلی۔

خیر تو آج مجھ سے حال احوال پوچھ رہی ہے مس آرزو ایاز۔ عاشر پھر تنگ کیا۔

آرزو ایاز کہاں آرزو زیاد بن گ ئی ہوں اب تو۔ آرزو کے لہجے پہ عاشر ایک پل کو چونک گیا تھا۔

تم اُس سے علحید گی چاہوں گی اگر۔ عاشر نے بات اِدھوری چھوڑ کر آرزو کو جانچنا چاہا۔

ہاں مجھے وہاں اپنا آپ معمولی سا لگتا ہے میں بھلے بڑے گھروں میں رہنے کی خواہش رکھتی تھی یا بہت ساری چیزیں چاہتی تھی پر وہ سب میں اپنے باپ سے چاہتی تھی نہ کے کسی غیر سے۔ آرزو نے پل بھر زیاد کو غیر بنا دیا تھا۔

کیا وہ تمہارا خیال نہیں رکھتا؟ عاشر نے پوچھا اس کی بات پہ آرزو کی آنکھوں کے سامنے زیاد سے گُزرا ہر ایک وہ لمحہ کسی فلم کی طرح چلا جہاں کبھی وہ اُس کے پیروں کے پاس بیٹھا ہوا تھا تو کبھی سب سے پہلے

اُس کو کھانا سرو کرنا تو کبھی بچوں کی طرح اُس کا خیال رکھنا زیاد کا چھیڑنا شرارت کرنا ہر ایک بات۔

وہ بہت خیال کرتے ہیں بہت زیادہ اُس کے گھر والے بھی بہت اچھے ہیں۔ آرزو نے صاف گوئی ی سے کہا۔

پھر کیوں الگ ہونا چاہتی ہو؟ عاشر کو سمجھ نہ آیا ایک طرف اس سے راضی تھی تو دوسری طرف الگ ہونا چاہتی تھی برحال جو بھی وہ آرزو کے ساتھ تھا۔

زیاد نے مجھے میرے گھر والوں سے الگ کر دیا ان کا کیا وہ تو اپنوں کے ساتھ ہیں بُری تو میں بن گ ئی نہ کھویا تو میں نے سب کجھ میں ساری عمر ان کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ آرزو فیصلہ کن انداز میں بولی۔

گھر چلیں امی سے ملنا۔ عاشر نے کہا۔

ابھی تو دیر ہو گئی ہے تم گھر چھوڑ آؤ۔ اب تو میں بات کرتے رہے گیں نہ تو آؤں گی بھی مجھے اماں سے بھی بات کرنی ہے۔ آرزو اٹھتے ہوئے اپنی چادر ٹھیک کرتی ہوئی بولی۔

ایڈریس تو پتا نہیں تمہیں پھر؟ عاشر نے کہا۔

ایڈریس نہیں پتا پر راستہ پتا ہے۔ آرزو کی بات پہ عاشر نے گھور کر اس کو دیکھا۔

میری بہت امپورٹنٹ کلاس تھی جو تمہاری وجہ سے مس ہو گئی ہے۔ عاشر نے آرزو کو بتایا۔

میں تمہاری کزن پلس دوست ہوں میری امپورٹنس ہر چیز سے پہلے ہونی چاہیے۔ آرزو کو ملال تو ہوا مگر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

تم ہی ہو اِس لیے تو میں کھانا بھی ٹھیک سے نہیں کھا پا رہا تھا پر آج جی بھر کے کھاؤں گا۔ عاشر بائیک پہ بیٹھتا بولا تو آرزو مسکرا دی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد بہت ٹائم سے آرزو کا نمبر ملا رہا تھا بیل جا رہی تھی مگر آرزو رسیو نہیں کر رہی تھی جو بات زیاد کو پریشان کر رہی تھی تھک ہار اُس نے ماہی بیگم کو کال کرنے کا سوچا۔

چچی آرزو ٹھیک ہے نہ میں کب سے اس کو فون کر رہا ہوں وہ اٹھا نہیں رہی۔ دوسری طرف ماہی بیگم نے جیسے کال رسیو کی زیاد نے اپنی بات کی۔

وہ ٹھیک ہے فون شاید کمرے میں ہو وہ خود باہر گئی ہے۔ ماہی بیگم لاؤنج میں آکر بولی۔

باہر کہاں؟ زیاد کو تعجب ہوا۔

جلدی میں تھی میں نے ڈرائیور کے ساتھ بھیجا تھا پر پھر ڈرائیور واپس آیا اکیلا کے آرزو نے بس اسٹاپ سے ہی اُتر کر واپس جانے کا کہا تین گھنٹے ہو گئے ہیں اب تو آتی ہی ہو گی۔ ماہی بیگم کی بات پہ زیاد کو خوف نے آگھیرا۔

چچی جان آپ کو مجھے بتانا چاہیے تھا۔زیاد نے پریشانی سے اپنی کنپٹی سہلائی ی۔

سوری زیاد پر وہ اپنی کسی دوست یا گھر میں کسی سے ملنے گ ئی ہو گی میں روک تو نہیں سکتی تھی پھر تمہیں کیا بتاتی۔ماہی بیگم نے کہا۔

اچھا جب وہ آئے تو آپ بتاد تج ئیے گا۔زیاد نے کہتے کال کٹ کی اور پریشانی سے اپنا سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھ گیا

آرزو مجھے بتا تو دیتی۔زیاد خود سے بڑبڑایا۔

❤❤❤❤❤❤❤

تم اندر نہیں آؤ گے؟عاشر نے آرزو کو گھر کے پاس چھوڑا تو کہا۔

نہیں تم جاؤ فکر نہیں کرنا جلد ہی تم اپنے گھر میں ہو گی۔عاشر نے مسکرا کر کہا تو آرزو بھی پر سکون ہوتی گھر کے اندر داخل ہو گ ئی۔

آرزو تم آگ ئی زیاد پریشان ہو رہا تھا اپنا فون ساتھ لیکر جاتی نہ زیاد بار بار فون کر رہا تھا۔آرزو جیسے اندر داخل ہوئی ی تو ماہی بیگم نے کہا۔

میں بھول گ ئی تھی۔ آرزو شرمندگی سے بولی۔

اچھا زیاد کو کال کرلینا۔ماہی بیگم مسکرا کر کہتی وہاں سے چلی گ ئی آرزو کمرے میں آکر خود کو چادر سے آزاد کیا بیڈ پہ بیٹھ کر اس نے سائیڈ ٹیبل پہ اپنا فون اٹھایا اسکرین آن کر زیاد کی اتنی ساری کالز دیکھ کر سر کو نفی میں جنبش دینے لگی اور کال بیک کی۔

آرزو کہاں گ ئی تھی تم ؟زیاد تو جیسے انتظار میں تھا فورن سے کال رسیو کر کے بے چینی سے پوچھنے لگا۔

کہی بھی گ ئی تھی واپس تو آگ ئی نہ۔ آرزو نے منہ بنا کر کہا زیاد نے ٹھنڈی سانس خارج کی۔

پریشان ہو گیا تھا ڈر گیا تھا میں۔زیاد نے کہا۔

کیوں ؟ آرزو کی زبان سے بے ساختہ پھسلا۔

تم کال جو نہیں اٹھا رہی تھی۔زیاد نے بتایا۔

اب تو کرلی نہ۔ آرزو شاید کچھ اور سننا چاہتی تھی تبھی منہ بسور کر بولی جس پہ زیاد مسکرا دیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا مدرسے سے واپس لوٹی ہی تھی کے اس کا فون بج اٹھا اس نے نمبر دیکھا تو گہری سانس بھری وہ نمبر پہچان گئی تھی علیدان کا تھا۔

علیدان کیا مسئلا ہے کیوں فون کر رہے ہو؟ روشنا نے کال اٹھا کر تپ کے پوچھا۔

مسئلا تم ہو اس کو حل کرو۔ علیدان آرام سے بولا۔

کیا حل کروں میں؟ روشنا نے جان چھڑانے والے انداز میں پوچھا۔

فون پہ نہیں بات کر سکتا ابھی میں دوسرے شہر ہوں کل واپسی ہو گی تو تم سے مل کر بات ہو گی۔ علیدان نے بتایا۔

تو اب کال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ روشنا نے طنزیہ کہا۔

تمہاری آواز سننے کا دل چاہ رہا تھا خود کو روک نہیں پایا تو کر دی کال۔علیدان آنچ دیتے لہجے میں بولا تو روشنا کو پہلی دفع اپنا دل زور سے دھڑکتا محسوس ہوا

مجھ سے ایسی فضول باتیں مت کیا کرو۔روشنا اپنے دل کی حالت پہ گھبرا کر علیدان پہ چڑھ دوڑی۔

تو کیا باتیں کروں وہ بھی بتا دو۔علیدان معصومیت سے بولا۔

کوئی بات نہیں کرو۔روشنا غصے سے بولی تو علیدان کا قہقہہ بلند ہوا روشنا اس کے ہنسنے کی خوبصورت آواز سن کر جلدی سے کال کاٹ دی اور اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کر اُس باز رہنے کا اشارہ دیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عینی واٹ ہیپنڈ؟کشمالا عینی کے کمرے میں آئی تو اُس روتا دیکھ کر جلدی سے اُس کے پاس آئی۔

کش وہ مجھ سے بہت دور ہے وہ مجھ سے محبت کیوں نہیں کرتا۔ عینی کشمالا کے گلے لگ کر زور سے روتے ہوئے بولی۔

عینی کام ڈاؤن سنبھالوں خود کو۔ کشمالا نے اس کی پیٹھ سہلا کر کہا تو عینی کے رونے میں روانگی آئی ی۔

میں آج عاشر کی آنکھوں میں وہ تاثر دیکھا کسی اور کے لیے جو اپنے لیے دیکھنا چاہتی تھی۔ عینی بے بسی کی انتہا پہ تھی۔

عاشر اگر تمہاری قسمت میں ہو گا تو ضرور ملے گا پر ایسے رو کر خود کو ہلکان نہیں کر ورونے سے کجھ نہیں ہو گا۔ کشمالا نے سمجھانا چاہا۔

میں بے بس ہوں مجھے وہ چاہیے کش اس کو میرا ہونا چاہیے میں بہت محبت کرتی ہوں آج سے نہیں بہت وقت سے جب پہلی دفع اُس کو دیکھا تھا۔ عینی کشمالا سے الگ ہوتی ہوئی ی بولی۔

ہاں میں جانتی ہوں وہ تمہارا ہی ہو گا یقین رکھو۔ کشمالا اس کو یقین دلانے لگی جب کی دل ہی دل میں پریشان تھی اُس کی حالت دیکھ کر۔

میں عاشر کو کسی اور کا ہونے نہیں دو گی۔ عینی شد تپسند ہوئی ی کشمالا تو

حیرت سے اُس کی دیوانگی دیکھ رہی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو گہری نیند میں تھی جب اپنے چہرے پہ کسی کے ہاتھوں کا لمس

محسوس ہوا اپنا وہم سمجھ کر وہ سوتی رہی مگر وہ ہڑبڑائی ی تب جب ماتھے

پہ شدت بھرا لمس محسوس ہوا آرزو نے پٹ سے اپنی آنکھیں کھولی تو

زیرو بلب کی روشنی میں زیاد کا چہرہ نظر آیا جو بے چین سے اس کو تک رہا

تھا آرزو جلدی سے اٹھ کر لیمپ آن کی تو زیاد مسکراتا اُس کے برابر میں

بیٹھا۔

آپ کب آئی یں؟ آرزو نے وال کلاک میں وقت دیکھ کر پوچھا جو رات

کا ایک بجا رہی تھی۔

ابھی۔ زیاد اس کا ہاتھ اپنے دل کے مقام پہ رکھتا ہوا بولا

آپ کو تو کل آنا تھا؟ آرزو نے بنا دیکھے پوچھا

تمہاری یاد آئی ی تو ولیمہ ختم ہوتے ہی آگیا۔زیاد نے بتایا

جھوٹ۔ آرزو نے فورن سے کہا

بلکل سچ۔زیاد آرزو کی طرف جھک کر گال پہ لب رکھتا ہوا بولا آرزو کی

ریڑھ کی ہڈی میں سر سراہٹ ڈور گ ئی۔

مجھے سونا ہے۔ آرزو سرخ گال لیے کہا۔

سو جاؤ آج مجھے بھی نیند آرہی ہے۔زیاد مسکرا کر اُس کے سرخ گال

کھینچ کے بولا تو آرزو جلدی سے کروٹ کے بل لیٹ گ ئی زیاد بھی

مسکراتا لیٹ گیا۔

صبح زیاد کی آنکھ کُھلی تو بیڈ کی دوسری سائیڈ خالی تھی وہ فورن سے اٹھا

اور واشروم کی جانب آواز دینی چاہی پر گیلری کا ڈور کُھلا ہوا دیکھا تو وہاں

آیا سامنے کا منظر دیکھ کر اُس کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ

آگ ئی آرزو کو نماز میں مشغول دیکھ کر زیاد چلتا ہوا اس کا چہرہ دیکھا جو

ڈوپٹے کے ہالے میں بہت پُر نور اور خوبصورت لگ رہا تھا آج آرزو زیاد

کو پہلے سے زیادہ پیاری لگی جب اس کی نظروں سے بے خبر آرزو کا پورا دھیان نماز پڑھنے میں تھا زیاد مسکراتا اس کا جائزہ لینے لگا جو سفید فراق اور پاجامے میں تھی جس کا ڈوپٹہ لال رنگ کا تھا۔ زیاد آرزو کو دیکھتے ہی رہتا پر اچانک سے اٹھا کرتا کہ وہ بھی مسجد جا کر نماز ادا کر سکے وہ سیدھا واشروم کی جانب گیا کُرتا شلوار پہن کر وہ باہر نکل گیا جب کی آرزو نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگنے کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آرزو نے جائے نماز رکھا اپنے ڈوپٹے کا ڈھیلا کر کے وہ کمرے میں آئی ی جہاں بیڈ خالی تھا

یہ کہاں گ ئی ے؟ آرزو خود سے بڑبڑائی ی اور کمرے سے باہر جانے لگی تو سب ہال میں موجود تھے اُتور ہونے کی وجہ سے آج سب کا آف تھا سب ہال میں موجود تھے صوفے کی ایک لائی ن کے گول دائی رے میں اسرار صاحب ابرار صاحب زارون اور اشرف بیٹھے کوئی ی بات کر رہے تھے جب کی دوسری طرف ڈبل سینٹر صوفے پہ عینی اور کشمالا

موجود تھی پاس والے سنگل صوفے پہ سمایا بیگم اپنے سیل فون میں مگن تھی جب کی ماہی بیگم ناشتہ ڈرائی ینگ ٹیبل پہ لگوانے میں مصروف تھی آرزو سیڑھیوں سے اُترتی ان سب کو دیکھا تھا جو ایک ہیپی فیملی تھی پر ان سب میں اُس کو زیاد کی کمی محسوس ہوئی ی ان کے درمیان میں تھا۔ شاید جاگنگ پہ گیا ہو۔ آرزو نے سوچا پھر نیچے آکر سب کو سلام کیا۔

وعلیکم اسلام یہاں آؤ۔ اسرار صاحب نے خوشدلی سے کہہ کر اپنی طرف بولایا تو آرزو مسکرا کر ان کی طرف آکر بیٹھ گ ئی۔

زیاد اندر داخل ہوا تو سفید فراق کھلے بال جو آدھے کمر پہ اور آدھے سے زیادہ سامنے کندھے پہ تھا جب کی ڈوپٹہ سر سے ڈھلک کر نیچے ہو گیا تھا وہ اسرار صاحب سے مسکرا کر کسی بات کا جواب دے رہی تھی زیاد کو آرزو جہاں ایک طرف بہت خوبصورت لگی وہی ان سب کے درمیان دیکھ کر اس کی رگیں تن گ ئی تھی۔

مجھ سے تو کبھی مسکرا کر بات نہیں کی۔زیاد جیلس ہوا اور وہاں آیا آرزو کے پاس کھڑے ہو کر اس کا ڈوپٹہ ٹھیک کیا آرزو نے زیاد کو دیکھا تو نظر انداز کیا۔

ان کے ساتھ نہ بیٹھا کرو دل میں کچھ اور باہر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔زیاد نے آرزو کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ کھڑا کیے اسرار صاحب کی طرف دیکھ کر آرزو سے کہا جو نا سمجھی سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

زیاد یہ خیال تب نہیں آیا جب ایک ہفتہ اکیلے آرزو کو یہاں چھوڑ گ ئی ے تھے ؟ابرار صاحب کو زیاد کی بات پسند نہیں آئی جب کی اسرار صاحب کا سر جھک گیا تھا۔

میں بحث کے موڈ میں نہیں۔زیاد نے جواب دے کر شبیر کو آواز دی۔

جی سر۔شبیر فورن سے زیاد کے پاس آیا۔

ہمارا ناشتہ باہر لان میں لگاؤ۔ زیاد نے سب پہ ایک اچٹتی نظر ڈال کر کہا آرزو کو زیاد کا ایسا بیہیویر سمجھ نہ آیا ماہی بیگم سے اس نے سنا تھا مگر اس کو وجہ جاننے کا تجسس ہوا۔

اوکے سر۔ شبیر کہتا وہاں سے ہٹا۔

زیاد آرزو کو لیے باہر لان میں گیا جہاں ٹھنڈی ہوا جسم میں سکون پہچا رہی تھی۔

آپ کے فادر کو بُرا لگا ہو گا ایسے بات نہیں کرنی چاہیے تھی آپ کو؟ آرزو اُس کی نوعیت میں چلتی ہوئی بولی

مجھے بھی برا لگتا ہے جب تم میرے ساتھ ہو کر کسی اور کا ذکر کرتی ہوں۔ زیاد اس کو اپنے حصار میں لیتا بولا۔

کیا کر رہے ہیں لوگ ہیں یہاں۔ آرزو نے گھور کر اُس کو گیٹ پہ کھڑے چوکیداروں اور شبیر کا احساس کروانا چاہا جو ناشتہ سیٹ کر رہا تھا۔

تو بیوی ہو میری کسی کی کیا مجال جو یہاں دیکھے۔ زیاد نے جھک کر اپنی ناک آرزو کی ناک سے مس کی تو آرزو کو گھبراہٹ ہونے لگی۔

میری ایڈمیشن کا کیا بنا؟ آرزو اس کی نظروں سے خائف ہوتی بولی۔

انشاءاللہ اگلے مہینے تم یونی جوائن کرو گی میں یونی کے فارم لے آؤں گا۔ زیاد آرزو کو الگ کرتا ناشتے کی ٹیبل کے پاس لا کر بولا

سبجیکٹس میں خود سلیکٹ کروں گی۔ آرزو نے زیاد سے کہا جو اس کو کرسی پہ بیٹھنے کا کہہ رہا تھا۔

افکورس تم کرو گی یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ زیاد ہنس کے بولا اور اپنے چیئر آرزو کے پاس کیے بیٹھا۔

میں بہت ایکسائیٹڈ ہوں۔ آرزو سب بھول بھال کر زیاد سے باتیں کرنے لگی۔

جانتا ہوں۔ زیاد نے بریڈ میں جیم لگا کر آرزو کو دی۔

اینڈ آپ کو پتا ہے مجھے لگا تھا میں کبھی آگے پڑھ نہیں پاؤں گی۔ آرزو بریڈ منہ میں ڈال کر بولی۔

غلط نہیں سوچا کرو۔ زیاد اس کے ہونٹوں کے پاس جیم صاف کرتا بولا۔

کوئی اور خیال جو نہیں آیا۔ آرزو کندھے اُچکا کر بولی زیاد مسکرایا اس کو اچھا لگ رہا تھا آرزو کا پرانے انداز میں اُس سے بات کرنا۔

یہ انڈا کیوں کھا رہے ہیں کچھ اور بھی لیں نہ۔ آرزو نے زیاد کو بوائل انڈا کانٹے کی مدد سے کھاتا دیکھا تو کہا

میں نے بتایا تھا نہ میں جوس پیتا ہوں ناشتے میں بس کبھی انڈا میں کھاتا ہوں۔ زیاد نے مسکرا کر بتایا۔

اچھا۔ آرزو نے کہا اور بریڈ ختم کی تو زیاد نے دوسری بریڈ آرزو کے سامنے کی جس پہ اُس نے پہلے ہی جیم لگایا ہوا تھا۔

آملیٹ دوں؟ آرزو نے جان بوجھ کر زیاد کو کھانے پہ اُکسایا۔

تم دو گی تو کھاؤں گا۔زیاد فدا ہوتی نظروں سے آرزو کو دیکھتا بولا تو آرزو

جھنپ کر آملیٹ زیاد کے سامنے کیا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥

روشنا گاڑی میں بیٹھو۔روشنا مدرسے جارہی تھی جب علیدان نے اپنی

گاڑی سامنے روکتے ہوئے کہا۔

علیدان جاؤ یہاں سے۔روشنا بنا دیکھے بولی۔

روشنا پلیز سِٹ۔علیدان نے کہا تو روشنا مجبورن گاڑی میں بیٹھی تو علیدان

نے گاڑی سٹارٹ کی۔

کہاں لیکر جارہے ہو۔روشنا نے باہر آتے جاتے مناظر دیکھ کر علیدان

سے پوچھا۔

اغواہ کرنے۔علیدان نے مزے سے کہا تو روشنا نے گھورا۔

میں سریس ہوں۔روشنا نے باور کروایہ

ہمیشہ ہوتی ہو۔علیدان نے منہ بنایا۔

علیدان۔روشنا نے زور دیں کر اُس کا نام لیا۔

سوچا تھا فائی یو اسٹار ہوٹل یا ریسٹورینٹ لیکر جاؤں گا پر تمہاری نیچر کا پتا ہے مجھے اچھا نہیں لگے گا تمہیں اس لیے بس سمندر کے پاس جا رہا ہوں۔علیدان نے چہرہ اُس کی جانب موڑ کر کہا۔

علیدان یہ کیا بد تمیزی ہے گاڑی روکو مجھے کہی نہیں جانا تمہارا ساتھ۔روشنا کا پارہ ہائے ہوا علیدان کی بات پہ۔

روشنا مجھے پہ شک نہیں کیا کرو۔علیدان اس کی بات کا اپنا مطلب لیکر بیٹھا۔

بات شک کی نہیں پلیز اسٹاپ دی کار۔روشنا تیز آواز میں بولی تو علیدان نے گاڑی کو سائیڈ پہ کھڑا کیا۔

روشنا لِسن میں نے پہلے بھی تم کہا تھا اب بھی کہہ رہا ہوں وِل یو میری می؟علیدان نے بنا دیر کیے کہا تو روشنا کا ہاتھ ہینڈل پہ جا تار کا تھا وہ شاک میں چہرہ موڑ کر علیدان کو دیا جس کی آنکھوں آج بھی محبت کا سمندر

آبادوہ آج بھی اُس کا طلبگار تھا اس کے سامنے سوالی بن گیا تھا جس کے ساتھ اُس نے غلط کیا تھا وہ سب کچھ بُھلائے اُس کی طرف قدم بڑھا رہا تھا

علیدان

روشنا پلیز بس میرا اور اپنا سوچنا اور کسی چیز کسی انسان کا نہیں پہلے کی طرح انکار مت کرنا پہلے تو میں بس ٹوٹ گیا تھا اب مر جاؤں گا۔روشنا کچھ کہنے والی تھی جب علیدان نے ٹوک کر کہا تو روشنا نے بے بسی سے اس کو دیکھا جو یک ٹک اُس کو دیکھے جا رہا تھا۔

علیدان میں تمہارے قابل نہیں۔روشنا کو کچھ اور نہیں سوجھا تو کہا۔

یس آر نو؟علیدان سنجیدگی سے بولا۔

ہمارے اسٹیٹس میں بہت فرق ہے۔روشنا نے ایک اور نقطہ اٹھایا۔

یس آر نو؟علیدان کو بس اپنا جواب جاننا تھا۔

میں دو سال کسی اور کی منگیتر رہی ہوں تمہاری فیملی سوال اٹھا سکتی ہے۔روشنا بے بس ہوئی ی۔

یس آر نو۔علیدان نے بنا کان دھڑے کہاروشنا علیدان کو دیکھتی رہی پھر گہری سانس لیکر کہا۔

اپنے والدین کو لے آنا میرے گھر میرے والدین کو مس ئی لا نہیں تو مجھے بھی نہیں۔روشنا کی بات پہ علیدان بے یقین ہوا اُس کو سمجھ نہیں آیا وہ کیسا ری ایکٹ کرے

روشنا آر یو سر یس؟علیدان اپنے دھڑکتے دل پہ قابو کیے کنفرم کرنے کی خاطر بولا۔

یس آئی ی ایم۔روشنا اس کی چمکتی آنکھوں سے نظریں چُرا کر بولی تو علیدان کو لگا جیسے اُس کو پوری کائی نات مل گ ئی ہو اُس کو اپنے صبر کا پھل مل گیا تھا اُس کی محبت رائی یگان نہیں گ ئی تھی اللہ نے جس کو

اُس کے دل میں ڈالا تھا قسمت میں بھی دیں دیا تھا ابھی کوئی ی علیدان سے اصل خوشی کا مطلب پوچھتا تو وہ بنا دیر کیے روشنا کا نام لیتا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

روشنا گھر آکر علیدان کی باتیں سوچ کر مسکرا رہی تھیں اُس کے لیے انوکھا احساس تھا اور بہت خوبصورت بھی جو اُس نے کبھی فیل نہیں کیا تھا وہ ایسے ہی اپنے کے صحن میں چہل قدمی کر رہی تھی جب باہر کا دروازہ بجا روشنا اپنے سر پہ ڈوپٹہ ٹھیک کیے دروازے تک آئی ی دروازہ کھول کر سامنے والی ہستی کو دیکھ کر اس کا موڈ بُری طرح خراب ہوا۔

تم یہاں کیوں آئے ہو؟ روشنا سامنے ہلکے گلابی کلر کی شرٹ کے ساتھ وائٹ پہنے زیاد کو آنکھوں پہ گاگلز چڑھائے سامنے شان سے کھڑا دیکھا تو نفرت سے پوچھا۔

تم سے ملنے تو بلکل نہیں آیا۔زیاد نے گاگلز آنکھوں سے ہٹا کر روشنا کو دیکھ کر کہا جس پہ ان نے گھور کر دیکھا سامنے خوبصورت کھڑا مرد اُس کا حد سے زیادہ بُرا لگا۔

تو جس لیے آئے ہو وہ بتاؤ ۔روشنا نے کاٹ دار نظروں سے زیاد کو دیکھا۔

مجھے میری آرزو کے سارے ڈاکیومنٹس چاہیے۔زیاد نے میری آرزو پہ زور دے کر کہا۔

کیوں؟روشنا نے تپ کے پوچھا۔

تمہیں بتانا ضروری نہیں۔زیاد نے سپاٹ انداز میں کہا روشنا نے ایک نظر اُس کو دیکھا پھر سامنے سے ہٹ گ ئی زیاد اندر آیا۔

آرزو کا کمرہ؟زیاد نے پوچھا تو روشنا بنا کجھ کہے اندر گ ئی تو زیاد اس کی پشت کو گھورتا ہوا اس کے ساتھ گیا روشنا اُس کو آرزو کے کمرے کے پاس چھوڑ کر چلی گ ئی زیاد نے روشنا کے جانے کا نوٹس لیے بنا آرزو

کے کمرے کا جائزہ لیا جس کی وسعت میں سنگل بیڈ تھا اور سامنے ڈریسنگ ٹیبل کے کچھ دور واشروم کا دروازہ جب کی بائیں طرف الماری تھی زیاد سب پہ نظر ڈالتا الماری کی طرف آیا تو آرزو کے کپڑے سیٹ تھے زیاد ان کو دور کیے الماری کے اندر ڈرار کو کھلا جہاں ایک فائل تھی زیاد نے کھلا تو آرزو کے کچھ پیپرز تھے زیاد نے سب کو دیکھا پیپرز مکمل تھے زیاد نے فائل اٹھا کر الماری کا پٹ بند کیا وہ باہر جانے لگا تھا تو اُس کی نظر رائیٹنگ ٹیبل پہ کُھلی ڈائری پہ پڑی زیاد چلتا ڈائری تک آیا اور کُھلا ہوا پیج پڑھا۔

جولا ۵

بے وجہ مسکرایا کریں کیونکہ کے وجہ بہت مہنگی ہے۔

آپی نے مجھ سے رشتے کی بات کی اماں چاہتی ہیں میں نادر سے شادی کرو جو آپی کے دیور ہیں مجھے وہ ایک آنکھ نہیں بھاتا کیوں کی وہ بہت عجیب سا ہے جب بھی آتا ہے مجھے تاڑتا رہتا ہے مجھے اچھا محسوس نہیں ہوتا

ہلانکہ عاشر اور زیاد بہت مختلف ہیں وہ بھی دیکھتے ہیں مگر دیکھنے کا طریقہ کچھ ڈفرنٹ ہوتا ہے عاشر تو بچپن سے میرے ساتھ ہے جب کی زیاد وہ تو میرے دوست ہیں آپی کو نہیں پتا منع کرتی ہیں وہ زیاد خانزادہ سے بات کرنے کے لیے پر مجھے ہیزل آنکھوں والا زیاد بہت پسند ہے جانے کیوں پر وہ اچھا لگتا ہے میں اُس پہ یقین کرتی ہوں ہلانکہ میں زیادہ تر اس کو جانتی بھی نہیں پر جتنا جانا ہے ہمیشہ پوزیٹو ہی لگا وہ آپی روشنا کہتی تھی وہ میرے پاس ٹائم پاس کرتے ہیں اور کچھ نہیں میرے اندر کہی نہ کہی دکھ ہوتا تھا کیا میں ایسی ہوں جو لوگ مجھ سے ٹائم پاس کرنے لیے بات کریں؟ یقیناً نہیں مجھے پتا ہے زیاد مختلف ہیں ان سے بات کرنے کی شروعات تو میں نے کی تھی نہ تو میں آپی کی بات کیسے مان لوں کے وہ ٹائم پاس کرتے ہو گے برحال میرا نکاح قریب ہے اور میں ایکسائیٹڈ ہوں نادر اچھا نہیں لگتا پر اگر وہ زیادہ برا لگا تو میں اُس کو چھوڑ کر گھر واپس آجاؤں گی۔

زیاد دم سادھے آرزو کا لکھا ہوا پڑھ رہا تھا۔

کیا اُس نے آرزو کا اعتبار توڑ دیا؟ یہ خیال تھا جو سب سے پہلے زیاد کے دماغ میں آیا تھا۔ زیاد بس یہی سوچ رہا تھا نادر عاشر کا آرزو نے ذکر کیا تھا مگر زیاد کے دماغ میں بس وہ باتیں تھی جس میں آرزو زیاد کا ذکر کیا تھا۔

اگر اپنی آرزو کے ڈاکیومنٹس لے چُکے ہو تو پلیز جاؤ یہاں سے۔ روشنا کی آواز پہ وہ چونکہ زیاد ایک تیکھی نظر روشنا پہ ڈالی آرزو کی فائل جس میں اُس کے ڈاکیومنٹس تھے وہ اور ڈائری لیکر وہ گھر سے نکلا۔

روشنا زیاد کے جانے کے بعد دروازہ بند کیا اور اندر چلی گئی زرینہ بیگم سر درد کی وجہ کمرے میں سوئی ہوئی تھی جس وجہ سے ان کو زیاد کے آنے کا پتا نہ لگا۔

زیاد گاڑی میں بیٹھ کر اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسلسل سوچ رہا تھا کے شاید وہ آرزو کو پرپوز کرتا تو ہاں کر دیتی اس نے راستہ غلط اپناتے آرزو کو خود سے دور کر دیا تھا زیاد نے زور سے اپنا ہاتھ اسٹیرنگ پہ مارا

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

امی جان آپ کے لیے ایک گُڈ نیوز ہیں۔علیدان نرما بیگم کے کمرے میں آکر ان سے بولا۔

اچھاوہ کیا ہے گُڈ نیوز۔نرما بیگم نے مسکرا کر علیدان کا خوشی سے جگمگاتا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

وعدہ کریں آپ کو اعتراض نہیں ہو گا اور نہ ڈیڈ کو۔علیدان نے کہا۔

بات کیا ہے پتا تو چلیں پہلے؟نرما بیگم ٹھٹک گ ئی۔

میں ایک لڑکی کو پسند کرتا ہوں اینڈ میں چاہتا ہوں آپ اور ڈیڈ میرا رشتہ لیکر جائے۔علیدان نے کہا تو نرما بیگم خوشی سے کِھل اٹھی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے دانی کے تمہیں شادی کا خیال آیا بھلا مجھے یا تمہارے ڈیڈ کو کیا اعتراض ہو گا تم لڑکی کا بتاؤ کون ہے نام وغیرہ ایوری تھنگ۔نرما بیگم نے ایک سانس میں پوچھ ڈالا تو علیدان ان کی جلد بازی پہ مسکرائے بغیر نہ رہ پایا۔

روشنانام ہے بہت چاہتا ہوں اُسے آپ بس اس کے گھر جانے کی تیاری کریں۔علید ان نے کہا۔

ہاں کیوں نہیں تمہارے ڈیڈ آئی یں تو میں بات کرتی ہوں میں خود تمہاری شادی جلدی کرنا چاہتی ہوں۔نرما بیگم نے اُس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہا

ایک اور بات بھی ہے۔علید ان ان کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔

اور کیا بات؟نرما بیگم نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔

ان کے اور ہمارے اسٹیٹس میں فرق ہے اُمید ہے آپ کو یا ڈیڈ کو اِس بات سے کوئی ی ایشو نہیں ہو گا۔علید ان نے گہری سانس بھر کر بتایا۔

دانی اِس میں کوئی ی بڑی بات تو نہیں اور اسٹیٹس کی بات تم نہ کرو ہمیں ان سے کیا ہمارے پاس اللہ کا دیا الحمد اللہ سب کچھ ہے بس خاندان اچھا ہونا چاہیے باقی سب خیر ہے۔نرما بیگم کی بات پہ علید ان کو اپنے اندر

سکون کی لہر ڈورتی محسوس ہوئی علیدان اٹھا اور نرما بیگم کو اپنے گلے

سے لگالیا نرما بیگم مسکرا دی۔

اللہ ہمیشہ خوش رکھے تمہیں۔ نرما بیگم علیدان کا ماتھا چومتی ہوئی دعا

دینے لگی جو آج بچہ بنا ہوا تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو یہ تمہارے یونیورسٹی کے فارم ہے فل کر دو۔ زیاد کمرے میں آکر

آرزو سے بولا جو اپنے سیل فون میں ناول پڑھ رہی تھی۔

آپ کو ڈاکیومنٹس مل گئے مطلب آپ گھر گئے تھے مجھے

بھی لے چلتے۔ آرزو نے زیاد سے کہا۔

تمہیں بھی لیکر جاؤں گا تم فارم دیکھ لینا میں ایک ضروری کال کر

آؤں۔ زیاد نے نرمی سے کہا اور گیلری کی طرف بڑھ گیا آرزو نے فارم

اٹھایا اور اُس کو دیکھنے لگی وہ مسکرا کر فارم فل کرنے لگی۔

یہ لیں ہو گیا فل۔ کچھ دیر بعد آرزو گیلری پہ زیاد کے پاس آکر بولی جو لیپ ٹاپ یوز کر رہا تھا۔

سہی یہاں آؤ۔زیاد نے لیپ ٹاپ سائی یڈ پہ کیے اپنا ہاتھ آرزو کی طرف بڑھایا تو آرزو نا سمجھی سے اس کو دیکھتی اپنا ہاتھ زیاد کے چوڑے ہاتھ پہ رکھا تو زیاد نے اس کو اپنے ساتھ بیٹھایا۔

تمہارے والدین اگر تم پہ پہلے کی طرح ٹرسٹ کرنے لگ جائے سب کچھ ٹھیک ہو جائے تو کیا تم مجھ چھوڑ دو گی ؟زیاد نے اپنے دل کی آواز نظر انداز کر کے آرزو سوال کیا۔

میرے بابا اور اماں کب مجھ پہ یقین کریں گے مجھے ان کے پاس رہنا ہے نہ کے یہاں۔ آرزو کا جواب زیاد کے دل پہ خنجر کی طرح چبھا تھا شدت جذبات سے زیاد کی آنکھوں میں نمی اُتر آئی ی تھی زیاد جلدی سے اٹھا وہ اپنے آپ کو کمزور نہیں کر سکتا تھا زیاد بنے دیکھے گیلری سے نکل کر

کے کمرے میں گیا اور پھر کمرے سے باہر آرزو اس کو بس جاتا دیکھتی رہی۔

آپ فری ہیں؟ آرزو لاؤنج میں تھی جب عینی نے اس سے پوچھا۔

ہاں۔ آرزو نے مسکرا کر کہا۔

چچی جان سے پتا چلا آپ پیر سے یونی جانا سٹارٹ کریں گی۔ عینی نے کہا۔

ہاں ایڈمیشن ہو گیا ہے میرا تو پیر سے جاؤں گی۔ آرزو نے جواب دیا۔

سہی۔ عینی نے بس اتنا کہا اُس کو سمجھ نہیں آیا وہ اور کیسے بات کریں۔

میں آتی ہوں۔ آرزو عینی سے کہتی اٹھی اور سیدھا جا کر رائٹ سائیڈ پہ بنے اسٹڈی روم میں گئی جہاں اسرار صاحب کسی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مصروف تھے۔

انکل میں بیٹھ جاؤں اگر آپ ڈسٹرب نہ ہو تو؟ آرزو نے اسرار صاحب سے کہا تو وہ چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔

بیٹھ جائے بیٹا ڈسٹرپ ہونے کی تو کوئی بات نہیں۔ اسرار صاحب خوشدلی سے بولے تو آرزو ایک صوفے پہ بیٹھی یہ بڑا کمرہ تھا جس کو اسٹڈی روم کیا گیا تھا آرزو نے چاروں طرف دیکھا جہاں کتابوں کا ڈھیر تھا اور ریکس پہ بہت سلیقے سے کتابوں کے مجموعے کو سیٹ کیا گیا تھا روم کے بیچ ایک گول میز تھی جس کے اطراف صوفے جب کی سامنے ایک چی ئی رکھی جس پہ اِس وقت اسرار صاحب براجمان تھے۔

آپ کو کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟ آرزو نے اسرار صاحب سے پوچھا۔

جی بہت میں اور سونیا اکثر پہلے کتاب پڑھ کر اُس پہ تبصرے کیا کرتے تھے۔ اسرار صاحب بے دھیانی میں بول گ ئے جب احساس ہوا تو خاموش ہو گ ئے۔

سونیا کون؟ آرزو نے ان سے سارا سچ جاننا چاہا۔

زیاد نے بتایا نہیں آپ کو اپنی ماں کے بارے میں؟ اسرار صاحب کو کچھ حیرت ہوئی ی ان کو لگا تھا باپ کا نہیں پر ماں کا ذکر ضرور کیا ہو گا۔

انہوں نے تو کبھی کچھ نہیں بتایا مجھے۔ آرزو پھر سے زیاد سے بد گمان ہوئی ی۔

میں آپ کو زیاد کی زندگی کی ساری حقیقت بتاؤں گا آپ ان کی اب شریکِ حیات ہیں زیاد کے بارے میں جاننا آپ کا حق ہے۔ اسرار صاحب نے گہری سانس بھر کر آرزو کو سب کچھ بتانے کی ٹھانی تو آرزو ہمہ تن گوش ہوئی ی

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ماضی۔

دین کاکا زیاد نے اپنی غلطی قبول کی یا اپنے جھوٹ پہ کھڑا ہے؟ اسرار صاحب نے اپنے سامنے سر جھکائے ملازم سے پوچھا۔

وہ تو جی کچھ بول ہی نہیں رہے آپ نے کہا تھا کچھ کھانے پینے کا نہ دینا وہ تو منہ میں قفل لگائے بیٹھے ہیں جیسے کبھی کچھ بولے گیں ہی نہیں آپ زیاد

بابا کا اعتبار کریں وہ بچہ ہے آپ سے بدزن ہو جائے گا۔ دین کا کا نے افسوس سے کہا۔

ہاں بچہ اس لیے میں چاہتا ہوں جھوٹ کی زیاد کو سزا ملے تا کہ وہ دوبارا کبھی جھوٹ نہ بولے۔ اسرار صاحب اپنی بات پہ قائم تھے۔

بڑے صاحب اشرف بابا کو ہوش آ گیا ہے۔ ملازمہ نے آکر اطلاع دی تو وہ جلدی سے اٹھے اور اشرف کے کمرے کی طرف گئے جہاں سمایا بیگم اشاروں سے اس کو جانے کیا سمجھا رہی تھی۔

اشرف میرے بیٹے کیسے ہو۔ اسرار صاحب جلدی سے تین سالہ اشرف کو اپنی گود میں اٹھائے کہا۔

می تھیک دید۔ اشرف اپنی توتلی زبان میں کہا تو اسرار صاحب مسکرا کر اس کے چہرے پہ پیار کیا۔

اشرف اپنے ڈیڈ کو بتاؤ کیسے تمہیں زیاد نے تھکا مارا۔ سمایا بیگم نے اشرف سے کہا تو اس نے اپنے چھوٹے ماتھے پہ بل لائے اپنے ڈیڈ کو دیکھا پھر کہا

دادبائی ی نے تجھ نہیں اِیامی خود گرا۔ اشرف نے جلدی سے کہا اسرار

بونچکار کر اشرف کو دیکھا

اشرف ڈرو نہیں سچ بتاؤ اپنے ڈیڈ کو۔ سمایا بیگم سٹپٹا کر جلدی سے کہا۔

وہی تو کہہ رہا۔ اشرف اسرار صاحب کے سینے پہ سر رکھے کہا تو اسرار

صاحب نے اس کو بیڈ پہ لیٹایا اور جلدی سے باہر نکلے۔

دین کاکا

جی صاحب۔ دین کاکا فورن سے حاضر ہوا۔

زیاد کو اسٹور روم سے باہر نکالوں۔ اسرار صاحب گھرے سانس لیکر

بولے جب کی دسمبر کی تیز سردی میں بھی ان کا چہرہ پورا پسینہ ہو گیا تھا۔

بڑے صاحب زیاد بابا نہیں آرہے چیخ رہے ہیں۔ دین کاکا کی بات پہ وہ

خود اسٹور روم کی طرف آئے زیاد کو دیکھ کر ان کو ندامت ہوئی ی جو

اپنے گھٹنوں پہ بازوں کا حصار قائی م کیا خاموش بیٹھا تھا بالے سارے

بکھرے ہوئے تھے ہیزل آنکھوں میں وحشت ٹپک رہی تھی جس سے

اسرار صاحب کو ڈر لگا ان کو زیاد دس کا بلکل نہیں لگا زیاد کے بازوں پہ خراشیں دیکھ کر ان کا دل ڈوب کے ابھرا۔

زیاد میری جان اپنے ڈیڈ کو معاف کر و غلط فہمی ہو گ ئی تھی تمہارے ڈیڈ کو۔ اسرار صاحب اس کے پاس بیٹھ کر محنت بھرے لہجے میں بولے تو زیاد نے انجان نظروں سے ان کو دیکھا زیاد کی نظروں میں جانے کیا تھا جو اسرار صاحب نے نظریں چُرائی ی۔

یو آر ناٹ مائی ی فادر یو آر ناٹ۔ زیاد ان سے دور ہوتا چیختا ہوا بولا جب کی ایسے چیخنے پہ اس کے گلے میں کانٹے چُبھ رہے تھے وجہ صبح سے نہ اس نے کچھ کھایا تھا اور نہ حلق میں پانی انڈیلا تھا۔

زیاد کول ڈاؤ ن۔ اسرار صاحب نے زیاد کو گلے لگانا چاہا۔

اسٹے اوے۔ زیاد پیچھے کی طرف قدم بڑھاتا ان کو دور رہنے کا اشارہ کرنے لگا دین کا کا تاسف سے ان کو دیکھتے رہے اسرار صاحب تو شاک میں زیاد کا ایسا روپ دیکھ رہے تھے۔

باپ ہوں تمہارا اگر کچھ کہہ دیا تو غلط نہیں اب آؤ میرے ساتھ۔اسرار صاحب نے اب کی سختی سے سمجھانا چاہا مگر زیاد سنتا تب نہ۔

یو آرناٹ مائے فادر سنا آپ نے میں آج سے زیاد اسرار صدیقی نہیں بلکہ زیاد خانزادہ ہوں اپنی ماں کا بیٹا اور کچھ نہیں آپ میرے کچھ نہیں لگتے۔زیاد کمزور آواز میں چیخا تو اسرار صاحب کا صبر جواب دے گیا انہوں نے زیاد کا نازک بازوں زور سے پکڑا اور اپنے ساتھ لے جانے لگے۔

چھوڑے مجھے۔زیاد پھڑ پھڑاتا خود کو چھڑوانا چاہا۔

بہت ہو گیا اب اور نہیں۔اسرار صاحب بنا زیاد کی سنے کہنے لگے تو زیاد نے بنا لحاظ کیے اپنے دانت ان کے ہاتھ میں گاڑھے تو اسرار صاحب کا ہاتھ اس کے بازوں سے نکلا زیاد بے خوف ان کو دیکھنے لگا جو زیاد کی حرکت پہ حیران سے تھے اسرار صاحب نے اپنے ہاتھ کو دیکھا جہاں زیاد کے چھوٹے سے دانتوں کے نشان تھے اسرار صاحب کو طیش آیا

اور ساری نرمی بھلائے زناٹے دار تھپڑ اس کے نازک گال پہ رکھ دیا زیاد

جو پہلے ہی کمزور تھا پورے دن کا بھوکا پیاسا تھا اسرار صاحب کے پڑتے

تھپڑ پہ وہ سنبھل نہیں پایا اور اسٹور روم کے

فرش پہ گر پڑا جہاں کانچ ٹکڑے تھے اور ایک کانچ زیاد کے آنکھ کے کچھ

اُپر لگ کر اس کو زخمی کر گیا تھا زیاد کا پورا چہرہ خون میں نہا گیا تھا دین کا کا

فورن سے بیہوش ہوتے زیاد کو اپنے بازوں میں اٹھائے باہر کی طرف

گ ئ ے جب کی اسرار صاحب اپنے ہاتھ کو دیکھنے لگے جس سے

انہوں نے زیاد کو مارا اور پھر نیچے فرش پہ دیکھا جہاں زیاد کے خون کی

کچھ بوندیں تھی اسرار صاحب شکست خور ہوتے وہی بیٹھتے چلے

گ ئ ے یہ بھی خیال نہ آیا کے اِس وقت زیاد کو ان کی ضرورت ہے وہ

بس ندامت میں گھرے اپنا سر جھکائے بیٹھتے رہ گ ئ ے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

اسرار صاحب کی آنکھیں نم ہو گئی تھی بتاتیں ہوئے جب کی آرزو کا چہرہ آنسو سے بھر گیا تھا جانے کیوں اس کو زیاد کی تکلیف محسوس ہو رہی تھی وہ نہیں جانتی تھی باہر سے مضبوط نظر آنے والا زیاد یہ سب برداشت کر چُکا ہے آرزو کو یاد آیا اس نے زیاد کی آئی برو پہ کٹ کا نشان دیکھا تو کیا وہ۔ آرزو سوچ رہی تھیں اسرار صاحب اپنی آنکھیں صاف کیے مزید بتانے والے تھے جب اسٹڈی روم کا دروازہ دھڑام سے کھول کر زیاد اندر داخل ہوا۔ آرزو نے جلدی سے اپنا چہرہ صاف کیا۔

ضرور میرے خلاف باتیں کی ہو گی۔ زیاد آرزو کو بازوں پکڑتا اپنے ساتھ کھڑا کیے اسرار صاحب سے طنزیہ کہا

زیاد ایس

آرزو کچھ کہنے والی تھی جب زیاد کی ایک گھوری پہ وہ خاموش ہو گئی۔ دل پتھر کا

رمشا حسین

جانتا ہوں خفا ہو تم مگر میں ایسا کیوں کروں گا کچھ تو باپ پہ یقین کرو۔ اسرار صاحب شرمندہ سے بولے۔

یقین اعتبار بھروسہ ان کا ذکر آپ پہ جچتا نہیں۔ زیاد تلخی سے کہتا آرزو کو لیے باہر جانے لگا۔

زیاد آپ کے رویے سے انکل کا دل دُکھتا ہے آپ ایسے بات نہ کیا کریں ان سے۔ زیاد آرزو کو اپنے اور اس کے مشترکہ کمرے میں لایا تو آرزو نے کچھ رعب سے بولی جس پہ زیاد غصے میں ہونے کے باوجود بھی مسکرا دیا۔

اور جو تم اپنے رویے سے مجھے تکلیف دیتی ہو اس کا کیا؟ زیاد نے پہلی دفع شکوہ کیا۔

مجھے نیند آرہی ہے۔ آرزو نے بہانا بنایا اور بیڈ کی طرف آئی ی زیاد نے دکھ سے اس کو دیکھا جس کی نظر میں اس کی بات کی کوئی ی ویلیو نہیں تھی وہ چاہتا تھا پُرانہ والا زیاد بن سکتا تھا پر وہ آرزو کو کبھی نظر انداز نہیں

کر سکتا تھا اور اس کے بنا نہ رہ سکتا تھا زیاد نے ایک نظر آرزو کو دیکھا جو پوری بلینکٹ میں چھپی ہوئی تھی پھر باہر نکل گیا اس کا رخ اب پول سائیڈ تھا

اسلام علیکم خالا جان۔ نور جہاں کی کال پہ اس نے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام کیسے ہو میری جان ؟نور جہاں نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔

ٹھیک۔ زیاد مختصر بولا

آر یو او کے زیاد تمہاری آواز سے لگ رہا ہے جیسے پریشان ہو ؟نور جہاں فکر مندی سے بولی۔

نہیں پریشان نہیں ہوں میں آپ بتائیں اس وقت کال کی۔ زیاد نے بات بدل کر پوچھا۔

ہاں شادی تو تم نے ایسے کر لی بنا اپنی خالا کو بتائیں میں چاہتی ہوں تم اب اپنی بیوی کے ساتھ آؤ دعوت پہ۔ نور جہاں نے کہا کیوں کی زیاد

نے نکاح کے کچھ دن بعد مختصر سا ان کو بتا دیا تھا جس پہ نور جہاں کچھ ناراضگی کے بعد مان گ ئی تھی۔

ابھی تو نہیں آ سکتیں خالا جان میں نے آفس کا چکر نہیں لگایا بہت کام ہیں جن کو مجھے دیکھنا ہے پھر کبھی انشااللہ۔زیاد ان کی بات سن کر اپنی پیشانی دو انگلیوں سے سہلاتا بولا۔

زیاد کام تو ہوتے رہیں گے آجاتے میں تمہاری حیات کو بھی دیکھ لیتی۔نور جہاں آخر میں شرارت سے بولی۔

خالا جان سمجھنے کی کوشش کریں ابھی میں بہت اُلجھا ہوا ہوں جس وجہ سے میں نے ولیمہ بھی نہیں کیا۔زیاد نے کہا تو نور جہاں نے بحث نہیں کی۔

ولیمہ جب کرو تو اپنے گھر میں نہ کرنا۔نور جہاں نے کہا

کیوں؟زیاد نے پوچھا۔

میں شریک ہونا چاہتی ہوں تمہارے ولیمے پہ اس لیے۔ نور جہاں نے کہا تو زیاد ساری بات جیسے سمجھ گیا۔

جیسا آپ چاہے خالا جان۔ زیاد نے کہا تو نور جہاں مسکرا دی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زرینہ بیگم سبزی کاٹ رہی تھی جب باہر کا دروازہ بجا۔

روشنا دروازے پہ دیکھو کون ہے۔ زرینہ بیگم نے روشنا کو آواز دی جو کمرے میں تھی۔

دیکھتی ہوں۔ روشنا اپنا ڈوپٹہ سر پہ پہنتی باہر آئی ی۔

آتی ہوں۔ دروازہ پھر سے بجا تو روشنا نے زور سے کہا دروازے کے پاس آکر اس نے جیسے ہی دروازہ کُھلا تو سوالیہ انداز سے باہر کھڑے نقوش کو دیکھا۔

اسلام علیکم بیٹا آپ کا نام روشنا ہے؟ نرما بیگم نے روشنا کو دیکھ کر مسکرا کر پوچھا جو پیرٹ کلر کے شلوار قمیض اور سلیقے سے سر پہ ڈوپٹہ پہنا ہوا تھا۔

وعلیکم اسلام جی میں روشنا ہوں آپ کو؟ روشنا اُلجھ کر ان تینوں کو دیکھا۔

میں حفصہ اینڈ یہ میرے والدین ہیں اگر آپ اجازت دے اندر آنے کی

تو ہم آپ کے بڑوں سے بات کریں گے ان سے کام ہے۔ حفصہ نے

شوخ انداز میں کہا تو نرما بیگم نے اس کو چپت لگائی ی جب کی روشنا نے

سامنے کھڑی لڑکی کو عجیب نظروں سے دیکھا جو نیلے کلر کی شارٹ

شرٹ اور وائٹ پلازو میں تھی بال کندھے تک کھولے ہوئے تھے ہلکہ

سامیک اپ چہرے پہ جو بہت خوبصورت لگ رہا تھا جب کی ہونٹوں پہ

ڈارک لپ سٹک لگائی ی ہوئی ی تھی۔

آپ لوگ آئی یں۔ روشنا نے اندر آنے کا کہا تو اسد اللہ صاحب نرما بیگم

اور حفصہ اندر آئی ی۔

اماں کجھ مہمان آپ سے ملنے آئی یں ہیں۔ روشنا ان کو لاؤنج میں بیٹھا کر

کچن میں زرینہ بیگم سے بولی جو سبزی دھو رہی تھی۔

کونسے مہمان؟ زرینہ بیگم نے پوچھا

پتا نہیں بڑے لوگ ہیں کوئی آپ دیکھے جا کر میں کچن دیکھتی ہوں۔ روشنالا علمی کا اظہار کیا فلحال وہ علید ان کی بات بھول گئی تھی جس نے کہا تھا وہ اپنے گھر والوں کو بھیجے گا۔

جی کس سلسلے میں آپ یہاں آئی ہیں؟ زرینہ بیگم نے سلام کرنے کے بعد پوچھا۔

آپ اپنے شوہر کو بولا لیتی تو اچھا تھا ان کے سامنے ہی بات ہوتی۔ نرما بیگم نے کہا

وہ دفتر میں ہوتے ہیں اور ان کو شاید دیر ہو جائے آنے میں آپ لوگ کہتے ہیں تو میں کال کر کے دیکھتی ہوں۔ زرینہ بیگم نے کہا تو اسد اللہ صاحب نے منع کر دیا ان کو جانے کی جلدی تھی ایک اہم میٹنگ تھی پر وہ علید ان کی جلد بازی کرنے پہ آگئے تھے۔

اصل میں ہم آپ کی بیٹی کا رشتہ مانگنے آئے ہیں۔ نرما بیگم نے کہا تو زرینہ بیگم کو سمجھ نہ آیا کے کیا کہا روشنا کا رشتہ وہ تو خود بھی کرنا چاہتی تھی پر اتنے بڑے خاندان سے کیسے وہ تو ان کو جانتے تک نہ تھے۔

آپ لوگ کچھ لیں نہ۔ زرینہ بیگم نے چائے اور نمکو بسکٹ کی جانب اشارہ کیے کہا جو روشنا کچھ ٹائم پہلے رکھ کر گئی تھی۔

ہم میٹھائی کھائیں گے اگر آپ رشتے کے لیے ہاں کہے تو۔ نرما بیگم نے اُمید سے کہا۔

آپ لوگ بڑے لوگ ہے دوسرا ہم آپ کو جانتے نہیں ایسے میں بیٹی کا رشتہ کیسے۔ زرینہ بیگم نے کہا۔

آنٹی آپ فکر نہ کریں آپ کی بیٹی بہت خوش رہے گی۔ حفصہ نے کہا۔

میں اپنے شوہر ایاز سے بات کر کے بتاؤں گی۔ زرینہ بیگم نے کہا تو نرما بیگم نے اسد اللہ صاحب کی طرف دیکھا

ٹھیک پر ہم بہت چاہ سے آئے ہیں جواب ہاں میں دیجیے گا نمبر ہمارا آپ رکھ لیں ایک دو دن بعد جواب دے دیجیے گا۔نرما بیگم نے رسانیت سے کہا تو زرینہ بیگم سوچنے پہ مجبور ہو گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو اٹھ جاؤ تمہارا یونی کا فرسٹ ڈے ہے آج۔زیاد پچھلے بیس منٹ سے آرزو کو جگانے کی کوشش کر رہا تھا جو نماز کے بعد سوئی ی تھی تو اب تک اٹھنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

آرزو مجھے آفس جانا ہے لیٹ ہو رہا ہوں۔زیاد نے اس کے چہرے سے بال ہٹائے کہا جو اس کے چہرے پہ اور تکیے پہ بکھرے پڑے تھے آرزو نے اب کی مندی مندی آنکھیں کھولی تو زیاد کو دیکھا جو اپنی بزنس ڈریسنگ میں تھا آرزو کی نیند پل بھر میں غائ ب ہوئی ی تھی زیاد کو پہلی دفع اُس نے فارمل ڈریسنگ کرتے دیکھا تھا وائ ٹ شرٹ اور بلیک پینٹ جب کی بلیک کوٹ بازوں پہ ٹکائے زیاد آرزو کے پاس اس کو

جگانے کی کوشش میں تھا بال نفاست سے سیٹ کیے گ ئ ے تھے ہلکی بی ئی رڈ جو اس کے وجیہہ چہرے پہ بہت بچ رہی تھی جب کی عنابی لب مسکرا رہے تھے آرزو کے اِس طرح دیکھنے پہ آرزو کی نظر زیاد کے بائیں گال پہ پڑتے ڈمپل پہ پڑی جو پوری آب و تاب سے اپنا دیدار کروا رہا تھا آرزو نے منہ بنا کے اٹھی۔

لے لیا میرا جائزہ؟ زیاد آرزو کو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتا دیکھ کر شرارت سے پوچھنے لگا۔

میں کونسا آپ کو دیکھ رہی تھی ایویں خوش فہمیاں۔ آرزو صاف مکر گ ئی۔

اچھا ابھی بحث نہیں کرتے تم فورن سے اٹھو فریش ہو جاؤ دوسرا یہ کے میں روم میں ناشتہ منگواتا ہوں۔ زیاد نے آرزو کے اُپر سے بلینکٹ ہٹا کر کہا تو آرزو بھی جلدی سے بیڈ سے اٹھ کر فریش ہونے چلی گ ئی وہ یونی

کے پہلے دن لیٹ نہیں جانا چاہتی تھی جب کی زیاد اس کو دیکھ کر مسکرا کر کمرے سے نکلا۔

شبیر۔زیاد ریلنگ کے پاس کھڑا اُپر سے ہی شبیر کو آواز دینے لگا۔

جی سر۔شبیر ہال میں آتے چہرہ اُپر کی جانب کیے زیاد سے بولا۔۔

ناشتہ لیکر کمرے میں آؤ فورن۔زیاد کہتا اندر کی جانب بڑھا۔

ایک تو ان کے چونچلے۔سمایا بیگم نے نخوت سے کہا۔

آپ کی کرم نوازی ہے۔اشرف کہہ بنا نہ رہ سکا۔

میں نے کیا کیا؟ سمایا بیگم نے گھور کر اپنے بیٹے کو دیکھا۔

آپ لڑائی ی نہ کرتی تو ساتھ میں ناشتہ کرتے۔اشرف نے بتایا جب کی اسرار صاحب خاموش رہے۔

ناشتہ لگ گیا ہے آجائے۔ماہی بیگم نے سب سے کہا تو وہ اٹھ کر ڈرائی ینگ ٹیبل کی طرف آئے۔

آرزو فریش ہو کر باہر آئی ی بالوں کو اس نے تولیہ سے کور کیا ہوا تھا وہ
بلیک کلر کے نیٹ کے فراق میں تھی جس پہ اسکن کلر کی نفیس سے
کڑھائی ی کی گ ئی تھی ساتھ میں بلیک پاجامہ پہنے وہ ڈریسنگ ٹیبل کے
سامنے کھڑی ہوئی ی اور تولیہ بالوں میں نکال کر اس نے صوفے پہ رکھا
بال ابھی بھی گیلے ہی تھے اس نے زیاد کی طرف دیکھا جو سیل میں بزی
تھا آرزو نے پھر اپنے آپ کو شیشے میں دیکھا جہاں بلیک کلر میں اس کا
گورا رنگ دمک رہا تھا اس نے خود پہ تنقیدی نظر ڈالی وہ سادگی میں بھی
بہت پیاری لگ رہی تھی آرزو نے پُر سوچ ہو کر اپنی انگلی ٹھوری پہ
رکھی۔

لگ تو پیاری رہی ہوں پھر یہ پہلے کی طرح دیکھ کیوں نہیں رہے۔ آرزو
نے سوچا پھر دوبارہ زیاد کو دیکھا جو موبائ ل میں کچھ ٹائ پ کر رہا تھا
آرزو نے حسد بھری نظروں سے زیاد کے ہاتھ میں اس فون کو دیکھا پھر
ڈریسنگ ٹیبل سے برش اٹھا کر اس نے اپنا ہاتھ جان بوجھ کر ٹیبل پہ رکھے

پرفیوم میز پہ لگا کر ان کا ٹکڑ کروایا تاکہ آواز ہو تو زیاد اس کی جانب متوجہ ہو پر ایسا کچھ نہیں ہوا تو آرزو کلس کے رہ گئی اور بال سنوارنے لگی

دروازہ نوک ہوا تھا زیاد اٹھ کر دروازے کے پاس آیا شبیر سے ناشتے کی ٹرے لیکر اس نے میز پہ رکھی پھر آرزو کو دیکھا جو زور زور سے بالوں میں برش پھیر رہی تھی۔

یہ کیا کر رہی ہو آرزو درد ہو گا ایسے زور سے برش کروں گی تو بال گریں گے بھی ٹوٹ کر۔ زیاد فورن سے آرزو کے پاس آکر اس کے ہاتھ سے برش لیکر بولا آرزو کو گُدگدی ہونے لگی مگر چہرے کے تاثرات سنجیدہ کیے ہوئے رکھا

میرے بال ہیں میں جیسے چاہوں برش کروں اور بھلے میرے بال جڑ سے اُکھڑ جائے آپ کو کیا۔ آرزو کی بات زیاد نے گھور کر دیکھا۔

فضول مت بولوں ناشتہ کرو پھر میں کنگھی کروں گا تمہارے بالوں میں۔ زیاد اس کا ہاتھ پکڑ تا صوفے پہ بیٹھائے کہا تو آرزو مسکرا دی اس کو

مسکرا تا دیکھ کر زیاد نے جھک کر اس کے ماتھے پہ عقیدت بھرا لمس
چھوڑا ناشتہ کرنے کے بعد زیاد نے آرزو کو ڈریسنگ ٹیبل کے پاس پڑی
چی ئی ر کے بیٹھایا اور خود پیچھے کھڑے ہو کر اس کے بال سلجھانے لگا۔
تمہارے بال بہت خوبصورت ہیں۔زیاد نے آرزو کے گھنے سلکی بالوں کی
نرماہٹ اپنے ہاتھوں میں محسوس کیے کہا۔

میں خود بھی بہت پیاری ہوں۔ آرزو اپنے بالوں سے جیلس ہوتی
ہوئی ی جلدی سے بولی تو زیاد ہنس پڑا اور بالوں کی چوٹی بنانے لگا تو آرزو
فورن بولی۔

یونیورسٹی جاؤں گی اِس لیے بال کُھلے ہوئے چھوڑوں گی۔

نہیں بال باندھ کے رکھو گی خبردار جو بال کھول کر جانے کا سوچا تو۔زیاد
کو آرزو کی بات بلکل پسند نہیں آئی ی آرزو نے منہ بنایا۔

آپ ایسا نہیں کر سکتے۔ آرزو نے احتجاج کیا

تمہاری ہر بات سر آنکھوں پہ مگر اِن چیزوں پہ میں کمپر ومائی ز نہیں کروں گا۔ زیاد نے اس کے بالوں پہ اپنے لب رکھ کر کہا تو آرزو کی زبان تالوں سے چپک گ ئی۔

زیاد نے آرزو کی چوٹی بنا کر ہی چھوڑی تو آرزو منہ بنا کر اٹھی اور کجھ میک اپ کرنے کا سوچا جب کی زیاد گیلری کی طرف اپنا لیپ ٹاپ کا لینے گیا تھا وہ جب اندر آیا تو آرزو کو دیکھ کر اس کا میٹر گھوما اس نے آگے بڑھ کر آرزو کا چہرہ اپنے پاس کیا آرزو جو اپنے دھیان میں لپ سٹک لگانے میں محو تھی اچانک افتاد پہ ہڑبڑا گ ئی زیاد نے ڈرینسگ ٹیبل پہ پڑے ٹیشو پیپر میں سے ٹیشو اٹھایا اور آرزو کی لپ سٹک رموؤ کی آرزو کی آنکھیں حیرت سے پھیل گ ئی اس نے اتنی محنت سے لگائی ی تھی۔

یہ کیا کیا آپ نے؟ آرزو شاک میں نکل کے زیاد پہ چیخی۔

آرزو وہاں بہت بوائی ز بھی ہو گے میں نہیں چاہتا تم پہ کسی کی نظر پڑے تمہیں تیار ہوتا دیکھنے کا حق صرف مجھے ہے۔ زیاد نے آرام سے بتایا

آرزو نے غصے سے زیاد کو دیکھا جو مسکرا کر اس کو دیکھ رہا تھا آرزو پاؤں پٹختی کتابیں اٹھانے لگی تو زیاد نے بیڈ پہ پڑا آرزو کا ڈوپٹہ اٹھایا اور اس کے سر پہ پہنایا پھر چادر لا کر اس کے کندھوں کے اطراف رکھی آرزو صبر کے گھونٹ بھرتی برداشت کرتی رہ گ ئی۔

یہ ڈوپٹہ سر سے ڈھلکنا نہیں چاہیے دھیان رکھنا۔زیاد نے اس کے سر کی جانب اشارہ کیے کہا آرزو جو پہلے ہی بھری پڑی تھی زیاد کے ن ئے حکم پہ پھٹ پڑی۔

ساتھ پردوں میں بھیج دیں نہ تاکہ ایک ڈھلک جائے تو دوسرا پھر تیسرا موجود ہو۔ آرزو کی بات پہ زیاد ہنسی کنٹرول کی۔

اگر میری بات نہیں مانی تو میں ایسا کرنے سے گریز بلکل نہیں کروں گا۔زیاد کی بات پہ آرزو دانت پیستے رہ گ ئی۔

اب یونی چھوڑ آئی یں مجھے۔ آرزو اپنا بیگ اور ایک کتاب ہاتھ میں پکڑے کہا۔

ایک منٹ ویٹ۔زیاد کہتا وارڈروب کی طرف بڑھا اور وہاں سے ایک مخملیں ڈبی لے آیا آرزو نے چونک کر اس کو دیکھا یہ وہی ڈبی تھی جس میں زیاد نے اُس کی منہ دیکھائی ی کا تحفہ کہے خریدہ تھا۔

ہاتھ دو۔زیاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا اور مخملیں کیس کھول کر اس میں سے وہ بریسلیٹ نکالا کر آرزو کی کلائی ی میں پہننانے لگا آرزو نے زیاد کو دیکھا جس کے چہرے پہ ہلکی مسکرہٹ تھی آرزو کا دل کریا زیاد کے ڈمپل پہ ہاتھ رکھ کر محسوس کریں۔

بیوٹیفل۔زیاد نے بریسلیٹ کو آرزو کی کلائی ی میں پہنا کر کہا اور وہاں اپنے لب رکھے آرزو نے جلدی سے ہاتھ پیچے کیا زیاد نے اپنا لیپ ٹاپ والا بیگ لیا پھر آرزو کو ساتھ آنے کا کہا تو آرزو بھی اپنی چادر سنبھالتی زیاد کے ساتھ قدم ملانے لگی۔ سیڑھیوں سے دونوں کو اُترتا دیکھ کر ماہی بیگم نے دل میں ماشاءاللہ کہا وہ لگ جو اتنے پیارے رہے تھے شبیر آیا زیاد کے ہاتھ سے لیپ ٹاپ لیا اور گاڑی میں رکھنے چلا گیا آرزو نے حیرت

سے زیاد کو دیکھا جو اب اپنا کوٹ دوسرے بازوں میں منتقل کر رہا تھا زیاد نے چلتے ہی آرزو کا بیگ تھاما اور کتاب پکڑی جو انسان اپنا ایک بیگ نہیں اٹھا رہا تھا وہ اس کا ہر کام اور سامان اٹھاتا تھا یہ بات آرزو کے لیے نا قابل یقین تھی پر اس کو پسند آئی ی اس نے چور نگاہ زیاد پہ ڈالی جو چلتا ہوا ماہی بیگم کے پاس آیا تھا۔

میں آرزو کو یونی چھوڑ کر آفس جاؤں گا۔زیاد نے شاید ماہی بیگم کی کسی بات کا جواب دیا۔

ماشااللہ دونوں بہت پیارے لگ رہے ہو پر زیاد تمہارا آفس کا راستہ اور آرزو کا یونی میں الگ راستے میں ہیں نہ تمہیں تو لیٹ ہو جائے گا آرزو کو ڈرائیور کے ساتھ بھیج دو۔ماہی بیگم نے مسکرا کر کہا جب کی آرزو کو بھی ٹھیک لگا ورنہ اس کو پتا نہیں تھا۔

چچی جان کوئی مس ئی لا نہیں اینڈ آرزو کو پِک اینڈ ڈراپ میں خود کروں گا۔زیاد نے آرام سے کہا۔

اچھا سہی جو تمہیں لگے۔ماہی بیگم نے کہا۔

ہم چلتے ہیں دیر ہو رہی ہے۔زیاد نے کہا اور باہر نکل آئے زیاد نے آرزو کا بیگ اور کتاب پچھلی سیٹ پہ رکھا پھر آگے آکر آرزو کے لیے فرنٹ ڈور کھولا چوکیدار یہ سب حیرت سے دیکھ رہے تھے آرزو کے بیٹھنے کے بعد زیاد ڈرائی یونگ سیٹ پہ آیا گیراج سے گاڑی نکالی تو چوکیداروں نے جلدی سے گیٹ کا دروازہ کھُولا تو زیاد نے گاڑی گھر سے پار کر کے نکل گیا۔

ویسے تو تمہیں کوئ ی پریشان نہیں کریں گا میں نے یونی کے ہیڈ سے بات کرلی ہے لیکن پھر بھی کوئ ی بات ہو تو مجھے بتانا۔زیاد نے ڈرائی یو کرتے آرزو سے کہا۔

میں خود بہت ہوں۔ آرزو نے اِترا کر کہا۔

جی وہ تو ہو پر آج پہلا دن ہے کانفڈنٹ رہنا کنفیوز بلکل نہیں ہونا تم زیاد خانزادہ کی بیوی ہو۔زیاد نے آرزو کو ہدایت دی۔

جانتی ہوں یاد نہ کرواۓ۔ آرزو نے کہا تو زیاد جلدی سے ڈرائی یو کرتا

یونیورسٹی کے باہر گاڑی روکی آرزو فورن سے گاڑی سے نکلی یونیورسٹی کا

داخلی دروازہ دیکھ کر آرزو نے حیرت سے منہ کُھولے لڑکوں اور لڑکیوں

کو اندر جاتا دیکھا مگر آرزو کی حیرت کی وجہ لڑکیوں کی ڈریسنگ تھی جو

جینز پینٹ میں تھی آرزو نے خود پہ نظر ڈالی جس میں وہ پوری چادر میں

چھپی ہوئی تھی

زیاد یہ دیکھیں سب کتنی فیشن ایبل ہیں اور آپ نے مجھے کیا بنایا

ہے۔زیاد آرزو کے سامنے آیا تو آرزو نے کہا

آرزو خود کو اِن لڑکیوں سے کمپئیر نہیں کرو تم خاص ہو تم سیپ کا

موتی ہو تمہیں خود کو چھپا کر رکھنا ہے تا کہ غلیظ نظروں سے محفوظ رہ سکو

خود کو ایسا بنانا ہے کے جب کوئی تمہیں دیکھے تو ان کی نظر احترام سے

جھک جاۓ مجھے باوقار شخصیت والی آرزو چاہیے جو شوخ چنچل تو ہو مگر

صرف اپنوں کے لیے ہر کسی کے لیے نہیں جو لڑکیاں خود کی نمائش

کرتی ہیں ان کی کوئی ی عزت نہیں کرتا لوگ سامنے بھلے جو بھی ہو اور سب سے بڑی بات اللہ ناراض ہوتا ہے کیا تم چاہتی ہو تمہارے بال نامحرم لڑکے دیکھے ؟زیاد نے نرمی سے سمجھاتے سمجھاتے آخر میں پوچھا تو آرزو کا سر بے ساختہ نفی میں ہلا توزیاد نے مسکرا کر اپنا ہاتھ اس کے گال پہ رکھا۔

تم خوبصورت ہو آرزو اور معصوم بھی پر تمہاری خوبصورتی بس تم ہی دیکھو نا کہ کوئی ی اور دیکھے میرا دل چاہتا ہے تمہیں عبایا پہنا کر یونی بھیجوں مگر میں نے نہیں کیا مجھے پتا ہے تم اپنا آپ چادر میں ہی اچھے سے چھپاؤ گی۔زیاد کے لہجے میں مان محسوس کر کے آرزو کو اپنی بات پہ شرمندگی ہوئی ی۔

میں نے ایسے ہی کہا تھا۔ آرزو نے کہا۔

جانتا ہوں اب تم جاؤ۔زیاد نے اس کی طرف بیگ اور کتاب بڑھا کر کہا تو آرزو یونی کی گیٹ کی طرف بڑھی گیٹ پار کرنے سے پہلے آرزو نے

مڑ کر دیکھا جہاں زیاد کھڑا تھا آرزو کے چہرے پہ مسکراہٹ آئی ی وہ اندر چلی گ ئی جب کی زیاد پہ گہری سانس لیتا گاڑی میں بیٹھ کر آفس کے راستے گاڑی کو موڑ دیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا یار تمہاری فیملی اتنا وقت کیوں لے رہی ہے جواب دینے میں ان سے کہو نہ ہاں کہہ دیں۔علیدان اپنے کیبن میں بیٹھا روشنا سے کال پہ بات کیے بولا۔

علیدان میں کیسے کچھ کہہ سکتی ہوں ان کو جو جیسا جیسے ٹھیک لگے گا بتا دیں گے خود ہی۔روشنا اس کی حالت سے محفوظ ہوتی ہوئی ی بولی۔

تم نے کم ظلم کیا ہے مجھے پہ جواب تمہارے گھر والے انتظار کی سولی پہ لٹکا رہیں ہیں۔علیدان کی بس رونے کی کثر رہ گ ئی تھی علیدان کا انداز دیکھ کر روشنا کا قہقہہ بلند ہوا علیدان بے ساختہ اپنے دل پہ ہاتھ رکھا اور روشنا کی ہنسی محسوس کرنے لگا جو اس پہ سحر طاری کر رہی تھی۔

تمہارے ہنسنے کی آواز بہت پیاری ہے۔علیدان کھوئے لہجے میں بولا تو روشنا کی ہنسی کو بریک لگی۔

فضول مت بولا کرو۔روشنا خفت مٹانے کے غرض سے بولی دوسری طرف علیدان اس کی بات پہ مسکرادیا۔

میری پیار بھری باتیں تمہیں فضول کیوں لگتی ہیں؟علیدان نے پوچھا۔

مجھے کام ہیں فون رکھتی ہوں۔روشنا نے جان چھڑانی چاہی۔

اچھا ایک بات سننا۔روشنا کال کاٹنے والی تھی جب اسپیکر سے علیدان کی بات پہ رکی۔

بولوں۔روشنا نے کہا۔

آئی لویو۔علیدان نے گھمبیر آواز میں کہا تو روشنا کی حالت غیر ہونے لگی اس نے جلدی سے کال کٹ کی۔

ٹوں ٹوں کی آواز پہ علیدان نے فون کان سے ہٹائے سامنے کی تو مسکرادیا اور چیئر پہ پشت ٹکاتا مسکرادیا

روشنا کو اپنے دل کی دھڑکنے کی آواز کانوں تک آتی محسوس ہوئی ی اس نے شرم سے اپنے ہاتھ چہرے پہ رکھ دی ئے۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

آرزو یونیورسٹی میں داخل ہوتی اپنا ڈپارٹمنٹ تلاش کرنے لگی وہ جانتی تھی اگر کسی سے ہیلپ مانگی تو آ بیل مجھے مار کے مترادف ہو گا اس لیے خود ہی تلاش کرنے کا سوچا مگر اتنی بڑی یونی دیکھ کر وہ پریشان ہو گ ئی تھی وہ ابھی سوچ رہی تھی جب سیل فون کی رنگ ٹون اس کے کانوں پہ پڑی تو آرزو نے بیگ کھول کر موبائ ل دیکھا تو زیاد کی کال تھی۔

زیاد کیوں کال کر رہیں ہیں؟ آرزو خود سے کہتی کال پِک کرنے لگی۔

آرزو تمہاری فرسٹ کلاس انگلش کی ہے کسی سے ڈپارٹمنٹ مت پوچھنا میں گائیڈ کر رہا ہوں۔ زیاد ایک ہاتھ سے ڈرائیو کرتا دوسرے ہاتھ سے کان میں بلیوتھ ٹھیک کرتا آرزو سے بولا تو آرزو کو پہلی بار زیاد پہ پیار آیا جو اس کو بہت بڑی پروبلم سے بچا گیا تھا۔

جی بتائیں میں پریشان ہوگئی ہوں اتنی بڑی یونی دیکھ کر۔ آرزو نے آس پاس دیکھ کر کہا جہاں اسٹوڈنٹس اپنے اپنے ڈپارٹمنٹ جارہے تھے تو کچھ باتوں میں مشغول تھے۔

راہداری سے گزر کر تم لفٹ سائیڈ جانا وہاں سیڑھیوں سے گزر کر رائٹ سائیڈ جانا انگلش ڈپارٹمنٹ ہیں وہاں جا کر دو کلاسس چھوڑ کر تیسری کلاس تمہاری ہے اوکے سمجھ آیا۔ زیاد نے موڑ کاٹ کر آرزو کو بتا کر پوچھا۔

ہاں میں سمجھ گئی آپ کا شکریہ۔ آرزو نے کہا۔

ایوری تھنگ فار یو۔ زیاد نے کہہ کر کال کاٹ دی تو آرزو بھی پرسکون ہوتی فون کو دوبارہ بیگ میں رکھا چادر ٹھیک کرتی وہ اپنے ڈپارٹمنٹ کی جانب چلنے لگی تو سامنے ایک گروپ اس کے سامنے آیا آرزو نے دیکھا تو تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں جو اس کو سر تا پیر دیکھ رہی تھی

لیں آرزو گ ئی اب تو تم۔ آرزو بڑبڑائی ی وہ جانتی تھی اچھی نیت سے تو نہیں آئی یں ہو گے وہ بھی یونی کے فرسٹ ڈے پہ اس نے ناولز اور ڈراموں میں دیکھا رکھا تھا کے پہلے دن سین ئی رز کے ہاتھوں جونی ئی رز کا کیا حال ہوتا ہے۔

جی آپ سامنے دیوار بن کے کیوں کھڑے ہیں؟ آرزو نے بڑی معصومیت سے پوچھا تو ان سب نے معنی خیز مسکراہٹ سے ایک دوسرے کو دیکھا۔

آپ کا فرسٹ ڈے ہم اندازہ ہوا تو سوچا آپ کی مدد کریں۔ ان میں سے ایک لڑکی ساتھ والے لڑکے کے کندھے پہ بازوں ٹکائے کہا۔

آپ کا شکریہ جو میرے بارے میں سوچا مگر میں نے پڑھا تھا کے انسان کو اپنی مدد خود کرنی چاہیے اس لیے شکریہ آپ یہی کھڑے ہو کر باقی اسٹوڈنٹ کی مدد کریں کیا پتا ان کو ضرورت ہو۔ آرزو نے ہنوز معصومیت سے کہتے ان کا پلین فعل کرنا چاہا۔

آپ تو بہت سمجھدار ہیں اب تو آپ کی مدد کرنا ہم پہ واجب ہے۔ ایک لڑکا آرزو کی بات پہ بولا تو اس کے ساتھ کھڑے دوستوں نے تائید میں سر ہلایا تو آرزو نے گہری سانس لی۔

مجھے انگلش ڈپارٹمنٹ کا بتائے کہاہیں۔ آرزو نے جان بوجھ کر کہا ویسے بھی زیاد نے تو اس کو بتا ہی دیا تھا

انگلش ڈپارٹمنٹ آپ سامنے والا راستہ دیکھ رہی ہیں۔ ایک لڑکے نے اس کو اشارہ کیا جہاں سیڑھیاں تھیں۔

وہ راستہ نہیں سیڑھیاں ہے۔ آرزو نے ہنسی کنٹرول کیے کہا تو لڑکے نے دانت پیسے جب کی اس کے ساتھ کھڑے دوست ہنس پڑے۔

ہاں وہی وہاں جا کر ٹرن لیکر سیدھا جائے پھر لفٹ اس کے بعد رائیٹ جائے گی تو آپ کی کلاس ہے۔ لڑکے نے کنٹرول کیے کہا جب کی آرزو شکر ادا کرنے لگی دل میں کے زیاد نے بتا دیا ورنہ اچھی خاصی ہو جانی تھی۔

آپ کا بہت شکریہ۔ آرزو نے کہا تو سب کے چہرے پہ پُر اسرار مسکراہٹ آئی ی آرزو ان کی سائیڈ سے گزرتی سیڑھیوں کے پاس جانے لگی وہ سب سیڑھیاں پار کرتی پیچھے مڑ کر دیکھا جو اس کو ہی دیکھ رہے تھے آرزو سیدھی کھڑی ہو کر ان کو دیکھنے لگی پھر اپنا ہاتھ سیدھا کیے ان کی پانچوں انگلیاں کھول کر ان پہ لعنت بھیجی اور رائیٹ سائیڈ چلی گ ئی جہاں واقع اس کی کلاس تھی جب کی وہ پانچوں حیرت سے گنگ آرزو کی ہمت دیکھتے رہ گ ئ ے جس کو وہ اُلوں بنانے والے تھے وہ ان کو اُلوں تو بنا گ ئی ساتھ میں لعنت بھی بھیج گ ئی۔

دیکھنے میں کتنی معصوم تھی۔ لڑکی حیرت سے نکل کے بولی۔

ہاں مجھے تو وہ گانا یاد آرہا ہے؟ دوسرا لڑکا سامنے دیکھتا بولا جہاں سے آرزو گزری تھی۔

کونسا ااا؟ سب نے ایک ساتھ پوچھا۔

ان کی معصومیت پہ نہ جانا۔ لڑکے کا اتنا گانا تھا سب ہنس پڑے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

تمہاری تیاری ٹھیک ہے نہ آج ہمارا فرسٹ پیپر ہے؟ عینی نے عاشر سے پوچھا۔

ہاں الحمد اللہ۔ عاشر نے مسکرا کر کہا۔

یقین نہیں آرہا ایک سال گزر گیا۔ عینی ہاتھوں میں چہرہ گرائے بولی۔

ابھی چار سال ہیں۔ عاشر اس کے انداز پہ ہنس کے بولا۔

یہ بھی گزر جائے گے ہم نہ ساتھ میں جاب کریں گے۔ عینی نے بتایا۔

دیکھتے ہیں۔ عاشر کندھے اُچکا کر بولا۔

میں تو بہت بڑی سرجن بننا چاہتی تھی۔ عینی نے عاشر کو بتانا ضروری سمجھا۔

پھر کیوں نہیں بنی؟ عاشر نے پوچھا

بس قسمت میں بس ڈاکٹر بننا لکھا تھا۔ عینی اپنی بات پہ خود ہی ہنسی تو عاشر نے نفی میں سر ہلایا۔

پانچ ماہ بعد۔

آرزو کو لیکر آنا اس کی بہن کا نکاح ہے سمجھو بات کو۔علیدان زیاد کے کیبن میں بیٹھا اس کو سمجھا رہا تھا بہت سوچنے کے بعد ایاز صاحب اور زرینہ بیگم نے ہاں کہہ دی تھی جس پہ علیدان کی خوشی کا کوئی ی ٹھکانہ نہیں رہا تھا اور تین دن بعد ان دونوں کا نکاح تھا زیاد کو جب پتا چلا آرزو کی بہن روشنا سے علیدان شادی کر رہا ہے تو اس نے نکاح پہ آنے کے لیے معذرت کر لی تھی بھلا وہ آرزو کے بنا کیسے جا سکتا تھا آرزو تو ابھی جانتی ہی نہیں اور ابھی تو ان کے درمیان زیادہ نہیں تو کچھ ٹھیک ہوا وہ نہیں چاہتا تھا کے اس کے گھر والے غلط رویہ اختیار کریں تو آرزو پھر سے اس سے نفرت کرنے لگے۔

میں کیا سمجھوں آرزو کے سمسٹر شروع ہونے والے ہیں وہ اس میں بزی ہے میں نہیں چاہتا اس کا مائی ینڈ ڈسٹرپ ہو۔زیاد نے سنجیدگی سے کہا

توتم آرزو کے والد کو بتا کیوں نہیں دیتے کے حقیقت کچھ اور ہے آرزو کی کوئی غلطی نہیں۔علیدان کو تپ چڑھی۔

بتادوں گا۔زیاد لاپرواہی سے بولا

زیاد یہ غلط بات ہے اتنا اوور سینسٹو اور پوزیٹو مت بنو آرزو کے لیے کیا میں نہیں سمجھ رہا تم اس کو بس اپنے تک محدود رکھنا چاہتے ہو کے وہ بس تمہارا سوچے ہر ایک سے کٹ کر بس تمہارے ساتھ رہے۔علیدان سخت ہوا وہ تنگ آگیا تھا زیاد کی آرزو کے معاملے میں پوزیسونس دیکھ کر۔

تو غلط تو نہیں ہے یہ بیوی ہے میری اب بس میرا حق ہے اور آرزو ان کے ساتھ کیوں رہے کیوں ملے جنھوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا تھا۔زیاد سفاکیت سے بولا

بھول گئے ہو تو یاد کرواؤ خود ہی بتایا تھا تم نے قسم دی ہے آرزو کو۔علیدان کی آواز کیبن میں گونج رہی تھی

ہاں تو میں ٹھیک کر دوں گا پر ابھی وقت نہیں آیا۔زیاد نے بنا اثر لیے کہا تو علیدان نے اپنا سر پکڑ لیا زیاد کو سمجھانا بہت مشکل تھا بہت زیادہ

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

روشنا یہ ڈریس تمہارے سسرال کی طرف سے آیا ہے پہن کے دیکھو نرما بہن فیٹنگ کا پوچھ رہی تھی۔زرینہ بیگم روشنا کے پاس آکر بولی جو لاؤنج میں بیٹھی چائے سے لطف اندروز ہو رہی تھی۔

اماں بعد میں چیک کرتی ہوں آپ بتائے خوش ہیں نہ؟روشنا نے زرینہ کا چہرہ دیکھا جو پر سکون تھا۔

ہاں بہت خوش اور ایاز بھی بہت مطمئ ن ہے ان کے بارے میں جو خدشات تھے نہ کے امیر ہیں بڑے لوگ ہیں مغرور نہ ہو پر ایسا نہیں تھا بہت سادہ دل اور مہذب قسم کے لوگ ہیں۔زرینہ بیگم شکر بھرا سانس لیکر بولی

ہاں اچھے ہیں بہت آنٹی میں بھی حفصہ سب۔روشنا نے کھوئے انداز میں کہا

سہی کہتے ہیں جو ہوتا ہے اچھے کے لیے ہوتا ہے دیکھو نہ اللہ نے کہاں کا جوڑ کہاں ملایا محلے کے جو لوگ پہلے غلط بیانی کرتے تھے اب ان کے منہ بھی بند ہو گئ ے ہیں۔زرینہ بیگم تشکرانہ لہجے میں بولی۔

بیشک اماں اللہ کے ہر کام میں مصلحت ہوتی ہے۔روشنا ہلکہ سا مسکرائ ی۔

آرزو جانے کیسی ہو گی۔زرینہ بیگم یکدم اُداس ہوئ ی۔

خوش مطمئ ن۔روشنا طنزیہ بولی

سال ہونے والا ہے اس کی شکل تک نہیں دیکھی۔زرینہ بیگم آبدیدہ لہجے میں بولی۔

اس نے جو کیا نہ اس کے بعد شکل دیکھنا بنتا بھی نہیں۔روشنا کہتی وہاں سے اٹھ گ ئی زرینہ بیگم نے افسوس سے اس کو جاتا دیکھا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

آرزو بہت وقت سے ایک سوال حل کرنے کی کوشش کر رہی تھی مگر حل ہو کے نہیں ہو رہا تھا تنگ آ کر وہ اٹھی اور میتھ کا بک اور رجسٹر ہاتھ میں لیے باہر آئی ی۔

چچی زارون بھائی ی ہیں گھر پہ؟ آرزو زیاد کی طرح اب ماہی بیگم کو چچی ہی کہتی تھی۔

نہیں وہ تو اشرف کے ساتھ باہر گیا ہے میچ تھا ان کا۔ماہی بیگم نے کہا تو آرزو نے اووو کہا۔

اسلام علیکم۔زیاد آفس سے آتا ان کو سلام کرنے لگا جب کی آرزو کو دیکھ کر اس کو اپنی ساری تھکن اُترتی محسوس ہوئی ی۔

زیاد اچھا ہوا آپ آگ ئی ے مجھے ایک ہیلپ چاہیے آپ کی ایک سوال حل نہیں ہو رہا۔ آرزو زیاد کو دیکھتی ہی شروع ہو گ ئی جب کی مسکراتا بس اس کو دیکھ رہا تھا

آرزو بیٹا جب شوہر آتا ہے نہ کام سے تو اس کو پانی کا پوچھتے ہیں اِیسے کام کا نہیں کہتے۔ ماہی بیگم نے ٹوکا تو آرزو خجل ہوئی ی۔

چچی جان کوئی ی بات نہیں پانی شبیر لیں آئے گا۔ زیاد کو کہاں برداشت تھا آرزو کا اداس ہونا۔

پھر بھی خیال رکھنا چاہیے۔ ماہی بیگم کہتی کچن کی جانب گ ئی زیاد گہری سانس لیتا آرزو کی طرف آیا اور اس کو اپنے قریب کیے ماتھے پہ لب رکھے۔

کیا حل نہیں ہو رہا۔ زیاد پوچھ کے پچھتایا۔

یہ چیپٹر نو ہے نہ اس کا ایک سوال حل نہیں ہو رہا۔ آرزو نے کتاب کھول کر دیکھائی ی تو زیاد کو دن میں تارے نظر آنے لگے اُس نے کتاب کے کور کو دیکھا میتھا میٹکس دیکھ کر زیاد نے تھوک نگلا زندگی پہلی بار اس کو شرمندگی محسوس ہوئی ی تھی زیاد کو دور کہیں کان کے پاس احمد کی آواز گونجی تھی۔

دعا ہے میری تیری بیوی روز تجھ سے ٹیوشن لے اور کتابوں سے مشکل مشکل سولات تلاش کر کے تم سے جواب پوچھے تب پتا چلے گا جب وہ تمہیں نکما کہے گی۔

زیاد نے آرزو کو دیکھا جو امید سے زیاد کی طرف دیکھ رہی تھی جیسے زیاد ابھی حل کر کے دیں گا جواب۔

یہ کتاب مجھے دو تم تب تک میرے لیے کپڑے نکالوں تا کہ میں فریش ہو جاؤ پھر آرام سے تمہیں سمجھا پاؤں گا۔زیاد نے کہا۔

پر کپڑے تو آپ خود نکالتے ہیں۔ آرزو نے کہا

تو آج تمہیں کہہ رہا ہوں نہ۔زیاد نے کہا تو آرزو نے بحث نہیں کی اور کتاب زیاد کو پکڑاتی وہاں سے گ ئی زیاد سیدھا پول سائی یڈ آیا۔کتاب میز پہ رکھی اور آرزو کے بتائے گ ئ ے سوال کی تصور لیکر اس نے ہمایوں کے نمبر پہ واٹس ایپ کی اور کال ملانے لگا۔

یہ کیا سینڈ کیا ہے تم نے؟ دو تین دفع کال کرنے کے بعد ہمایوں نے کال رسیو کیے زیاد سے کہا۔

اِس کا جواب حل کر بتاؤ مجھے جلدی سے۔ زیاد اپنی پیشانی مسلتے ہوئے کہا

خیر تو ہے

ہمایوں باتیں بعد ابھی جو کہا ہے وہ کرو۔ زیاد نے بیچ میں ہی ہمایوں کو ٹوکا اس کو ڈر تھا آرزو نہ آجائے۔

اچھا میں سمجھ گیا تم اپنا فون بلیوتھ میں کنیکٹ کرو پھر بھابھی جو جو پوچھے میں بتاتا رہوں کا تم ان کو بتاتے جانا۔ ہمایوں ساری بات سمجھ کر اپنی ہنسی کنٹرول کر کے بولا۔

بہت کمینے ہو۔ زیاد کو ہمایوں کا آئیڈیا پسند تو آیا مگر اس کا مزاق اُڑاتا لہجہ محسوس کر کے بولا۔

شکریہ اب جلدی کرو مجھے فوزیہ کو ہسپتال لیکر جانا ہے۔ ہمایوں نے کہا

ہسپتال کیوں؟ زیاد نے پوچھا۔

طبیعت خراب رہنے لگی ہے اس کی اِس لیے سوچا چیک اپ کروالوں۔ ہمایوں نے بتایا۔

آرزو آؤ سوال حل کرواؤ۔ زیاد کمرے میں آتا آرزو سے بولا جب کی فون بلیوتھ میں کنیکٹ کیا تھا۔

ہاں پلیز جلدی۔ آرزو فورن سے بیڈ پہ بیٹھی تو زیاد بھی اس کے ساتھ بیٹھا ہمایوں کال پہ زیاد سے بولتا گیا اور زیاد وہی رَٹا رٹایا آرزو کو بتانے لگا جو آرزو کو سمجھ آبھی گیا وہ آرزو کو بتانے سے فارغ ہو کر زیاد نے بلیوتھ کان سے ہٹایا۔

آپ تو بہت ہوشیار ہے مجھے پتا ہوتا تو میں روز آپ سے پڑھتی ناکہ زارون بھائی ی سے۔ آرزو خوش ہوتی ہوئی ی بولی کیوں کی جس انداز سے ہمایوں نے زیاد کو بتایا تھا ویسے ہی زیاد نے آرزو کو تو آرزو جلدی سمجھ گ ئی تھی اس کے مطابق تو زیاد نے بتایا اِس لیے وہ کافی ایمپریس ہوئی ی زیاد سے جب کی زیاد سمجھ نہیں پایا خوش ہو یا شرمندہ۔

آپ اِس لیے اتنے بڑے بزنس مین ہیں اور بزنس میں تو میٹھ آنا ضروری ہے ہیں نہ۔ آرزو بنا زیاد کی سنے اپنی بولے جا رہی تھی۔

میں فریش ہو کر آیا۔ زیاد نے اٹھنا ضروری سمجھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد آرزو کو یونی چھوڑنے کے بعد کیبن میں بیٹھا آفس کا کوئی ی کام کر رہا تھا جب ہمایوں وقاص احمد اس کے کیبن میں آئے یں۔

کیا ہوا خیریت؟ زیاد ان تینوں کو اچانک آتے دیکھ کر پوچھا۔

ہاں خیریت ہے۔ وقاص ہمایوں کی جانب دیکھ کر معنی خیز انداز میں کہا تو ہمایوں نے ایک مکہ اس کی پیٹھ پہ مارا جس پہ وہ بس کڑھا سکا۔

چائے یا کافی؟ زیاد نے پوچھا۔

دونوں نہیں تمہیں ساتھ چلو آج کی ٹریٹ ہمایوں کی طرف سے۔ احمد مزے سے بولا۔

کس خوشی میں؟ زیاد نے بھویں اُچکائے پوچھا۔

یہ ابا بننے جارہا ہے۔وقاص نے ہنس کے کہا تو زیاد نے ہمایوں کو دیکھا جس نے سر ہلایا۔

واقع؟زیاد خوشگوار حیرت میں بولا۔

ہاں واقع میں ہم سب سے یہ پہلا شخص ہے جو باپ کے رُتبے پہ فائز ہونے والا ہے۔وقاص نے ہمایوں کی پیٹھ تپتھپا کر جیسے داد دی۔

مبارک ہو۔زیاد مسکراتا اپنی جگہ سے اٹھ کر ہمایوں کے گلے مل کر بولا۔

تمہاری شادی تو اِس سے پہلے ہوئی ی تھی تم کب ہمیں چاچوں بنا رہے ہو؟وقاص نے پُھلجڑی چھوڑی تو زیاد ہمایوں سے الگ ہوتا گھور کر وقاص کو دیکھا جو بنا سوچے کچھ بھی بول دیتا تھا۔

فضول نہیں بولوں اور چلنا کہاں ہے یہ بتاؤ۔زیاد ان تینوں کو مسکراتا دیکھ کر گھور کر بولا۔

فائی یو اسٹار کا پرائی یویٹ روم ہے جہاں ہم آرام سے بیٹھے گیں۔احمد نے کہا تو زیاد نے سر ہلایا۔

اور علید ان؟ زیاد ان کے ساتھ کیبن سے نکلتے ہوئے بولا۔

وہ نہیں آرہا میں نے بتایا پر وہ شادی کی تیاری میں بزی ہے۔ ہمایوں نے بتایا زیاد اپنے سیکٹری کو ہدایت کرتا ان تینوں کے ساتھ باہر نکلا گیا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو تمہارا شوہر بہت ہینڈ سم ہے۔ آرزو کی یونی میں ن ئی ی دوست بن گ ئی تھی جس کا نام علیشہ تھا وہ اس کے فون میں زیاد کی تصویر دیکھتی ہوئی ی بولی۔

میرا شوہر ہے اس لیے نظر نہ ڈالو۔ آرزو جو رجسٹر پہ لکھ رہی تھی جھٹ سے علشبہ سے اپنا فون چھین کر وارن کرنے والے انداز میں بولی۔

عشقئے بھ ئی اب دوستوں سے بھی پردا داری۔ علشبہ اپنا خالی ہاتھ دیکھ کر دُہائی ی دیتی ہوئی ی بولی۔

میرے سامنے یہ ڈرامے نہ کیا کرو۔ آرزو نے ہاتھ میں پکڑی پین مار کر کہا۔

ہاں خود ایک فلم جو ہو جانے کیسے زیاد برداشت کرتا ہو گا۔ علشبہ نے منہ بسور کر کہا۔

اوہ ہیلو کس خوشی میں زیاد بول رہی ہو بھائی کہو انہیں یا ان کا ذکر ہی نہیں کرو۔ آرزو تو اس کے منہ سے زیاد کا نام سن کر تپ اُٹھی۔

غصہ کیوں آرہا ہے میں نے ایسے ہی کہا خیر تم یہ بتاؤ تم سے وہ اظہار کیسے کرتے ہیں؟ علشبہ نے تجسس سے پوچھا تو آرزو نے آس پاس دیکھا وہ گرائی ونڈ میں موجود تھی جہاں اور بھی بہت سارے اسٹوڈنٹس موجود تھے۔

کس بات کا اظہار؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا۔

افففف پیار کا اور کس بات کا اظہار جیسے تم بتاتی ہو انہوں نے زبردستی نکاح کیا تھا پھر خیال بھی رکھتے ہیں تو محبت کا اظہار بھی تو رومانٹک طریقے سے کرتے ہو گے نہ۔ علشبہ نے آرزو کی عقل پہ ماتم کر کے تفصیل سے بتایا تو آرزو نے یاد کرنا چاہا پر اتنے وقت میں اُس کو یاد نہیں آیا کے کبھی

زیاد نے کہا ہو کے آرزو مجھے تم سے محبت ہے تو کیا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے ؟ آرزو نے اپنے دماغ کے گھوڑے ڈورائے سوچا۔

اظہار تو نہیں کیا کبھی۔ آرزو نے بتایا۔

کبھی تو کیا ہو گا نہ۔ علشبہ کو یقین نہیں آیا۔

کبھی بھی نہیں کیا۔ آرزو روہانسی ہوئی ی۔

تو اتنا خیال کیوں کرتے ہیں ؟ اور اتنا پیارا گفٹ کیوں دیا؟ علشبہ نے اس کے ہاتھ میں پہنے بریسلیٹ کی طرف اشارہ کر کے کہا جو اس کی کلائی ی میں چمک رہا تھا۔ آرزو کے دماغ میں ن ئی بات بیٹھ گ ئی کے زیاد اس سے پیار نہیں کرتا۔

تمہیں لینے آیا ہے کوئی ی۔ آرزو خاموش بیٹھی ہوئی ی تھی جب ایک لڑکی نے اس کو بتایا تو آرزو علشبہ سے ملتی باہر آئی ی جہاں گیٹ کے پار زیاد اپنی گاڑی سے ٹیک لگائے اس کا انتظار کر رہا تھا آرزو کو آتا دیکھا تو مسکرا دیا۔

آرزو خاموش سی گاڑی میں بیٹھی زیاد نے کجھ حیرت سے دیکھا جو روز کے برعکس چپ تھی۔

آج دن اچھا نہیں گزرا کیا؟ زیاد نے گاڑی ڈرائیو کرتے ہوئے پوچھا۔

اچھا تھا۔ آرزو نے منہ پُھلائے جواب دیا۔

آئی سکریم کھاؤ گی؟ زیاد کو آرزو کا خاموش ہونا برداشت نہیں ہو رہا تھا۔

نہیں۔ آرزو نے انکار کیا تو زیاد کو پریشانی ہوئی اب آرزو نے پہلی بار آئی سکریم کھانے سے منع کیا تھا۔

پانچ منٹ لیٹ ہو گیا کیوں کی اپنے دوستوں کے ساتھ کھانے کا پروگرام بن گیا تھا۔ زیاد کو لگا شاید دیر آنے کی وجہ سے غصہ ہے اِس لیے وضاحت دی۔

اچھا۔ آرزو نے خاص نوٹس نہیں کیا زیاد نے گہری سانس لی اور آرزو کے منع کے بعد بھی آئی سکریم پارلر کے پاس گاڑی روکی زیاد گاڑی سے اُترا اور آرزو کے لیے آئی سکریم لینے چلا گیا۔

یہ لو۔زیاد واپس آتا آرزو کی طرف آئی سکریم کا کپ بڑھا کر بولا۔

میں نے کہا تھا نہیں کھانی تو کیوں لے آئے۔آرزو تنک کے بولی۔

آئی سکریم کھاؤ ریلیکس کرو پھر بتاؤ کیا بات ہے جو موڈ آف ہے۔زیاد نے آرام سے گاڑی دوبارہ سٹارٹ کیے آرزو سے کہا تو آرزو نے ونڈو کے باہر آئی سکریم کو پھینک دیا زیاد نے ضبط سے آرزو کا یہ عمل دیکھا تھا وہ سمجھ نہ پایا اچانک آرزو کو ہو کیا گیا جو ایسا رد عمل ظاہر کر رہی ہے ورنہ پہلے تو بلکل ٹھیک تھی صبح بھی اچھے موڈ سے یونی گ ئی تھی پر ابھی دوبارہ پوچھا نہیں بس سنجید گی سے ڈرائی یو کرتا رہا گھر پہنچنے پہ زیاد نے گاڑی جیسے ہی گیٹ کے اندر داخلی کی تو آرزو خود کی گاڑی کا لاک کھول کر باہر نکلی زیاد گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

کیا ہوا سب ٹھیک ہے لڑائی ی ہوئی ی ہے کیا دونوں کے درمیان؟زیاد لاؤنج میں آکر بیٹھا تو ماہی بیگم نے پوچھا۔

نہیں لڑائی ی کیوں ہو گی۔زیاد زبردستی مسکرا کر بولا۔

آرزو ایسے اندر آئی ی تو مجھے لگا۔ماہی بیگم ساتھ بیٹھتی ہوئی ی بولی

تم اُس کو گھر چھوڑ کر آفس جاتے ہو نہ پھر؟ ماہی بیگم نے دوسرا سوال کیا۔

ہمایوں نے ٹریٹ دی تھی اس کی وائی ف ایکسیپٹ کر رہی ہے اس خوشی میں تو میں سیکٹری کو سمجھا کر آج آفس سے آف لے لیا۔زیاد نے وجہ بتائی ی۔

ماشااللہ میری طرف سے مبارک باد دینا۔ماہی بیگم مسکرا کر بولی۔

ضرور۔زیاد نے کہا۔

ہمارے گھر میں کب بچوں کی قلقاریا گونجے گی؟ ماہی بیگم نے زیاد کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

اشرف تو بچہ ہے فلحال آپ زارون کا سوچے۔زیاد ان کی بات کا مطلب سمجھے بغیر بولا۔

میں تمہارے بچوں کی بات کر رہی ہوں۔ماہی بیگم نے گھور کر کہا تو زیاد

کو ان کی بات پہ جھٹکا لگا پہلے وقاص اور اب ماہی بیگم۔

جب اللہ نے چاہا تو۔زیاد اٹھتا ہوا بولا تو ماہی بیگم نے کچھ نہ کہا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

ڈریس پسند آیا میں نے خود پسند کیا تھا تمہارے لیے ؟علیدان نے روشنا

سے پوچھا۔

ہاں اچھا تھا۔روشنا نے جواب دیا۔

پریشان ہو۔علیدان نے اندازہ لگایا۔

زیاد تمہارا دوست ہے نہ ؟روشنا کے اچانک پوچھے گ ئی ے سوال پہ

علیدان الرٹ ہوا۔

ہاں بلکل۔علیدان نے جواب دیا۔

وہ شادی پہ نہیں ہونا چاہیے۔روشنا نے حکیمہ انداز میں کہا تو علیدان طنزیہ

مسکرایا۔

بے فکر رہو وہ خود ہی نہیں آرہا۔علیدان نے جواب دیں کر کال کاٹ دی روشنا نے حیرت سیل فون کو دیکھا۔

بس داعوے پیار کے عزیز تو دوست ہے بس۔روشنا غصے سے بڑبڑائی ی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو پریشانی سے کمرے میں چکر کاٹ رہی تھی اُس کو سمجھ نہیں آرہا اس کو ٹینشن کیوں ہو رہی ہے نا کرے تو نا کرے مجھے کونسا ضرورت ہے زیاد کی محبت کی۔آرزو دل میں سوچتی خود کو رلیکس کرنے کی کوشش کرنے لگی مگر ناکام ٹھہری۔

آپ سے کجھ بات کرنی ہے۔ماہی بیگم آرزو کے پاس آکر بولی۔

جی کہے۔آرزو مسکرا کر بولی تو ماہی بیگم اندر داخل ہوئی ی اور پاس پڑے صوفے پہ بیٹھی۔

میں جانتی ہوں آپ اور زیاد کے درمیان سب ٹھیک نہیں ہوا ابھی تک شاید وجہ آپ ہو آپ زیاد سے ٹھیک نہیں ہونا چاہ رہی پر بیٹا میں ایک بات بتانا چاہوں گی زیاد

وہ مجھ سے محبت نہیں کرتے۔ آرزو ان کی بات کے درمیان بولی تو ماہی بیگم اس کو دیکھتی رہ گ ئی۔

میں بات مکمل کروں؟ ماہی بیگم کے اِس طرح کہنے پہ آرزو شرمندہ ہو گ ئی بس سر ہلا کر اجازت دی۔

زیاد بچپن سے بہت محرومیاں محسوس کی ہیں تم چاہو تو پوری کر سکتی ہو زیاد تمہیں بہت چاہتا ہے اِس لیے غلط راستے کا انتخاب کر کے تمہیں اپنایا پر یہ بات سمجھ لوں بیٹا تمہارا جوڑ زیاد سے ہی لکھا گیا تھا تمہیں اگر زیاد سے شکوہ ہے تو ختم کر لو زیاد کو قبول کرو بیٹا ساری عمر اب زیاد کے ساتھ ہی رہنا ہے اپنا دل بڑا کرو زیاد کی طرف ایک قدم بڑھاؤ گی نہ باقی کا راستہ زیاد طے کر کے تمہارے پاس آئے گا معاف کرنا اچھی بات ہے

اللہ کو معاف کرنے والے انسان بہت پسند ہوتے ہیں زیاد کا طریقہ بس غلط تھا نیت نہیں۔ماہی بیگم رسانیت سے سمجھا رہی تھی آرزو غور سے ان کی سن بھی رہی تھی اب دیکھنا یہ تھا وہ عمل کرتی ہے یا نہیں۔

زیاد مجھ سے پیار نہیں کرتے چچی اگر کرتے تو اظہار بھی کرتے نہ؟ ماہی بیگم اپنی اتنی تقریر پہ آرزو کا جواب سن کر ماتھا پیٹنے کا دل کیا۔

تمہارے نزدیک محبت کا مطلب کیا ہے اظہار کرنا یا اپنے ہر عمل سے ظاہر کرنا کے کتنی محبت ہے سامنے والے کو۔ماہی بیگم نے آرزو سے جاننا چاہا۔

ظاہر کرنا اچھی بات ہے پر اظہار بھی تو ضروری ہے نہ۔ آرزو کی بات بھی ٹھیک تھی۔

تمہیں زیاد کے کسی بھی عمل سے ظاہر نہیں ہوا اُس کی محبت اس کی آنکھوں میں اپنے لیے جذبات نہیں نظر آتے تمہیں گھر میں کس کے ساتھ تم نے زیاد کا ایسا لونگ اور کئی رنگ روپ دیکھا ہے زیاد کسی کی

کچھ نہ سننے والا تمہاری کڑوی بات بھی صبر سے پی جاتا ہے اپنا کام نہ کرنے والا تمہارا ہر کام خوش اسلوبی سے کرتا ہے تمہاری چیزوں کو کسی کو ہاتھ لگانے تک نہیں آتا کیا یہ سب کم ہے اس کی محبت ظاہر کرنے کے لیے۔ماہی بیگم نے آرزو سے کہا تو آرزو سوچ میں پڑ گئی واقع وہ سچ تو کہہ رہی تھی اظہار سے زیادہ احساس کی بات ہوتی ہے آرزو کو اپنے رویے پہ شرمندگی ہوئی ی اُس نے سوچ لیا تھا وہ زیاد سے معافی مانگ لے گی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر تم نے روشنا سے یا زرینہ سے بات کی آرزو کے مطلق؟ نصرت بیگم عاشر کے کمرے میں آکر بولی جو اسٹڈی کرنے میں مصروف تھا۔

وہ لوگ آرزو کے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتے۔عاشر سپاٹ انداز میں بولا

روشنا کا نکاح ہے ایک دن بعد آرزو کا حق ہے شریک ہونا۔ نصرت بیگم افسردہ ہوئی ی۔

مجھے حیرت ہے اپنی بیٹی پہ کوئی ی اتنی بے اعتباری کیسے کر سکتا ہے آپی روشنا پہ تو مجھے حیرت ہوتی ہے۔ عاشر نفی میں سر کو جنبش دیتا ہوا کہنے لگا۔

اب کیا ہو گا پھر؟ نصرت بیگم نے کہا

آرزو رہنا نہیں چاہتی وہاں تو میں نے سوچ لیا ہے آرزو کو خُلا کا کہوں گا پھر میں آرزو سے شادی کروں گا۔ عاشر نے نصرت بیگم پہ دھما کا کیا۔

ہوش میں ہو تم وہ کسی اور کی بیوی ہے تم ایسا کیسے سوچ سکتے ہو۔ نصرت بیگم کو عاشر سے اس بات کی توقع ہرگز نہ تھی۔

وہ خوش نہیں وہاں اور بیوی ہے رہے گی نہیں۔ عاشر نے اٹل انداز میں کہا

وہ مان جائے گی؟ نصرت بیگم نے پوچھا

ہاں اس میں اعتراض کیا ہے۔ عاشر عام انداز میں بولا۔

تم پیار کرتے ہو آرزو سے جو اس بار شادی کا سوچ لیا۔ نصرت بیگم عاشر سے سوال کیا۔

میری محبت آرزو کے لیے پاک امی ایک دوست کے ناطے اور کزن کے ناطے شادی کا فیصلہ میں بس آرزو کے لیے لے رہا ہوں تا کہ وہ ہمارے ساتھ اپنوں کے ساتھ رہے کیا پتا خالا جان اور خالوں بھی معاف کر دے اس کو۔ عاشر نے وضاحت دی۔

جو بھی مجھے نہیں لگتا وہ لڑکا آرزو کو چھوڑے گا۔ نصرت بیگم نے خدشہ ظاہر کیا پر عاشر بے فکر تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آرزو دیر تک زیاد کا انتظار کرتی رہی مگر جب زیاد نہیں آیا تو وہ صوفے پہ ہی سو گئی تھی زیاد جب گھر آیا تو ماہی بیگم کو کچن سے آتا دیکھا۔

دیر کر دی آج؟ ماہی بیگم نے زیاد کو دیکھا تو اس کی طرف آتی بولی۔

ہاں بس کام تھا۔زیاد نے جواب دیا۔

آرزو نے بات کی مجھ سے ایک۔ماہی بیگم نے کہا

کونسی بات ؟زیاد سیڑھیاں چڑھتا پوچھنے لگا

کہہ رہی تھی زیاد مجھ سے محبت نہیں کرتا۔ماہی بیگم کی بات پہ شاک کی کیفیت پہ رکا پھر تپ چڑھی۔

تو شادی کیا میں نے جھک مارنے کے لیے کی ہے۔زیاد تپ کے بولا۔

کبھی کہا ہے اس سے کے آرزو مجھے پیار ہے تم سے ؟ماہی بیگم زیاد کا انداز دیکھ کر مسکرا کر بولی۔

نہیں پر میں اپنے عمل سے اپنے لہجے سے بتاتا ہوں وہ نا سمجھ تو نہیں جو سمجھ نہ پائے۔زیاد نے کہا

اظہار ضروری ہوتا ہے محبت میں اظہار ہونا ضروری ہے ہر بات سمجھنے کے لیے عمل کبھی کبھی کام نہیں آتا۔ماہی بیگم اس کو سمجھاتی اپنے کمرے کی طرف چلی گ ئی تو زیاد بھی کمرے میں آیا تو آرزو کو صوفے

پہ لیٹا آیا زیاد آرزو کو بے آرام لیٹا دیکھا تو اس کے پاس آیا جس کا ایک ہاتھ صوفے کے نیچے لٹک رہا تھا خود صوفے کے کنارے پہ تھی ذرہ بھی ہلتی تو نیچے گر جاتی زیاد نے احتیاط سے آرزو کو اپنے بازوں میں اٹھایا اور بیڈ پہ لیٹایا تو آرزو کسما کر کروٹ لی زیاد مسکراتا اس کے ماتھے پہ لب رکھے اور کمبل اس کے اُپر ڈال کر خود دوسری طرف آیا اور آرزو کی طرف کروٹ لیکر اس کو دیکھنے لگا جو گہری نیند میں تھی۔

توں کیا یہ بات تھی تمہاری ناراضگی کی؟ زیاد آرزو کو دیکھ کر دل میں سوال کرنے لگا اس نے آرزو کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیکر سونے کے لیے آنکھ موندلی آرزو کے آنے کے بعد زیاد کی زندگی میں یہ بدلاؤ آیا تھا کے اس کو اب سکون کی نیند آجاتی تھی اُس لیے کسی میڈیسن کھانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

صبح آرزو کی آنکھ کھلی تو زیاد آفس کے لیے تیار ہو رہا تھا آرزو کسما کر اٹھی تو خود کو بیڈ پہ دیکھ کر تعجب ہوا اُس کو یاد تھا وہ صوفے پہ ہی سوئی ی

تھی اس نے چور نظر زیاد پہ ڈالی جو خود پہ پرفیوم کی بارش کر رہا تھا زیاد نے آرزو کی اٹھتا دیکھا تو مسکرا کر اس کے پاس آکر بیٹھا

میں بھی جگانے والا تھا تمہیں۔ زیاد نے آرزو کے گالوں پہ پیار کرتے ہوئے کہا آرزو سانس روک کر زیاد کو دیکھنے لگی جس کی پرفیوم کی خوشبو میں اس کو سانس لینا مشکل لگتا تھا۔

میں تیار ہو جاؤ یونی کے لیے۔ آرزو نے اٹھنا چاہا پر زیاد نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

تمہیں پتا ہے میں جب تمہارے ماتھے پہ بوسہ دیتا ہوں تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟ زیاد نے آرزو کے بال کان کے پیچھے کیے سوال کیا تو آرزو نے نفی میں سر ہلایا۔

یہ میرے پیار کا اظہار ہوتا ہے جو میں دن میں بہت بار کرتا ہوں۔ زیاد نے ماتھے پہ لمس چھوڑ کر کہا تو آرزو کے دل کی دھڑکن نے تیز رفتار پکڑی وہ کل کے لیے سوری کرنے والی تھی جب آرزو کی فون میں کال

آنے لگی زیاد نے سوالیہ نظریں آرزو کی سیل فون پہ ڈالی اور دور ہو کر صوفے کی جانب آیا جب کی آرزو فون پہ متوجہ ہوئی تو عاشر کی کال تھی آرزو نے ابھی یونی کے لیے تیار ہونا بہتر سمجھا وہ فون وہی چھوڑ کر واشروم کی طرف گ ئی زیاد فون پہ میلز چیک کر رہا تھا جب آرزو کی فون میں بار بار میسج کی بپ پہ وہ اٹھا اُس کا ارادہ فون کو سائی لینٹ پہ کرنے کا تھا پر جب اسکرین پہ عاشر نام کے میسجز اور کالز دیکھی تو اس کی پیشانی شکن آلود ہوئی ی زیاد نے فون میں کوئی ی پاسورڈ نہیں دیکھا تو میسجز چیک کیے۔

آرزو

کہاں ہو؟

ضروری بات کرنی ہے۔

کیا آج مل سکتے ہیں؟

تم اپنی بات پہ قائم ہو زیاد خانزادہ کے ساتھ علیحدگی کے لیے اگر ہاں تو میرے پاس بہت اچھا آئیڈیا ہے پھر تمہارا کبھی زیاد سے سامنا نہیں ہو گا۔

زیاد کی پیشانی پہ بل گہرے ہوتے گئے اُس نے عاشر کا نمبر نوٹ کیا اور آرزو کا فون اپنی جگہ پہ رکھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ کیا کر جاتا ایک تو اُس کا آرزو سے بات کرنا ہضم نہیں رہی کسر میسجز نے پوری کر دی تھی زیاد نے زور سے مٹھیاں بھینچ کر اپنا اشتعال قابو کرنا چاہا زیاد نے واشروم کے بند دروازے کو دیکھا۔

آرزو میری اتنی چاہتوں کا یہ صلہ دو گی مجھ سے علیحدہ ہو کر۔زیاد زخمی مسکراہٹ سے خود سے کہنے لگا وہ سب کچھ سوچ سکتا تھا سوائے یہ کے آرزو کبھی اس سے الگ ہو گی یا الگ ہونا چاہے گی۔

میں کبھی خود سے الگ نہیں کروں گا۔زیاد اٹل انداز میں کہتا بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا آرزو بھی واشروم سے باہر آئی تو زیاد کی نظر اُس پہ

اٹک گ ئی جو لیمن کلر کے فراق ٹراؤ زر میں گیلے بالوں کے ساتھ بہت پیاری لگ رہی تھی کچھ دیر کے لیے ہی زیاد کا دماغ باقی سوچو سے ہٹ گیا تھا مگر پھر اپنا دھیان سیل فون پہ لگا دیا۔

آرزو بغور زیاد کو دیکھ رہی تھی اس کو زیاد کے چہرے پہ سوچ کی پرچھائی یاں دیکھی وہ سمجھ گ ئی تھی زیاد پریشان ہے۔

آپ پریشان ہیں؟ آرزو ڈریسنگ ٹیبل سے ہٹ کر زیاد کے پاس آکر بولی زیاد نے کو حیرت ہوئی ی آرزو پہلی بار خود اُس کے پاس آئی ی تھی وہ عاشر کے میسج نہ دیکھتا تو ضرور خوشی کی انتہا پہ ہوتا۔

تمہیں ایسا کیوں لگا؟ زیاد نے جواب کے بجائے سوال داغا بس لگا۔ آرزو کندھے اُچکا کر بولی مگر نظر زیاد کے دائی یں آئی برو پہ کٹ پر تھیں۔

پریشان نہیں ہوں۔ زیاد نے جواب دیا آرزو نے اپنا ہاتھ زیاد کی آئی برو پہ رکھ کر اُس کٹ کو محسوس کرنا چاہا زیاد نا سمجھی سے آرزو کی حرکت دیکھنے لگا اس کو آرزو کے انداز پہلے سے الگ لگے۔

یہاں درد ہے اب ؟ آرزو نے جانے کیا سوچ کر پوچھا مگر وہ زیاد کے زخموں پہ انجانے میں ہی نمک چھڑک چکی تھی۔

نہیں۔زیاد کے تاثرات سپاٹ ہو گئے تھے آرزو نے دیکھا تو اٹھ کر تیار ہونے لگی۔

آجاؤ ناشتہ سب کے ساتھ کرنا ہے۔آرزو تیار ہو گئی تو زیاد نے کہا آرزو اپنا ڈوپٹہ پہنا پھر زیاد کے ساتھ باہر آئی۔

اسلام علیکم۔آرزو نے ڈرائیننگ ٹیبل پہ کر سب کو سلام کیا جس کا سب نے خوشدلی سے جواب دیا۔

زیاد میں نے اِس مہینے کی آخر تاریخ کو تمہارا ولیمہ آرگنائز کیا ہے۔اسرار صاحب نے زیاد کو مخاطب کیا جو سب سے لاپرواہ آرزو کو ناشتہ سرو کر رہا تھا۔

آپ کو اس تکلف میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔زیاد نے بے رخی سے بولا۔

ہر بات نہیں مانی مجھے اچھا لگے گا اگر تم ولیمہ کا انتظام ہمیں کرنے دو گے تو۔ اسرار صاحب کا لہجہ منت بھرا تھا زیاد نے آرزو کو دیکھا جو آنکھوں سے ہاں کہنے کا کہہ رہی تھی یہاں زیاد کی بس ہوئی ی تھی اور بیس سال بعد اس نے اپنے باپ کی بات مان لی تھی۔

اوکے مجھے کوئی ی پروبلم نہیں۔ زیاد کی بات پہ پانی پیتی سمایا بیگم کو زبردست قسم کا غوطہ لگ گیا جب کی باقی سب کا چہرہ خوشی سے کِھل اٹھا زیاد بس آرزو کو دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پہ خوبصورت مسکراہٹ تھی اسرار صاحب نے شکر کا سانس لیا یہ ان کی پہلی صبح تھی جس کا اختتام زیاد کے ہوتے ہوئے تلخ باتوں سے نہیں ہوا تھا۔

تم بیٹھو میں تمہاری چادر اور بیگ لے آتا ہوں۔ ناشتے کے بعد زیاد آرزو کو لاؤنج میں بیٹھاتا بولا اور خود کمرے کی جانب گیا۔

شکریہ بیٹا۔ اسرار صاحب آرزو کے سر پہ شفقت بھرا ہاتھ رکھ کر بولے۔

شکریہ کس چیز کا؟ آرزو کو سمجھ نہیں آیا۔

آپ کی وجہ سے زیاد میں بدلاؤ آیا ہے انشااللہ ہم سے مکمل طور پہ بھی ٹھیک ہو جائے گا۔ اسرار صاحب امید سے کہتے چلے گئے آرزو ان کو جاتا دیکھنے لگی زیاد آیا تو اس کی طرف متوجہ ہوئی زیاد اس کو چادر پہنائی اور ہاتھ پکڑتا باہر گیراج کی طرف آیا۔

آپ نے انکل کو دیکھا کتنے خوش ہو گئے تھے جب آپ نے ان کی بات مانی تو۔ زیاد گاڑی سٹارٹ کرتے گیٹ کے باہر لایا تو آرزو نے پرجوش آواز میں کہا۔

مجھے تمہارے علاوہ اور کچھ نہیں نظر آتا۔ زیاد ڈرائیو کرتا سنجیدگی سے بولا تو آرزو کا چہرہ سرخ ہوا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ روشنا آج نصرت بیگم کے گھر آئی تھی اس نے جب عاشر کو باہر جاتا دیکھا تو کہا۔

جی آپی کیوں نہیں۔ عاشر صوفے پہ بیٹھ کر بولا۔

مجھے آرزو کے مطلق بات کرنی ہے تم سے۔ روشنا کو کہتے ہوئے کچھ شرمندگی ہوئی ی۔

آرزو کے مطلق کیا بات آپ لوگ تو ان کا نام سننا گوارہ نہیں کرتے اب پھر یوں اچانک۔ عاشر چاہ کر بھی اپنے لہجہ پہ طنزیہ تاثر کو چھپا نہیں پایا۔

عاشر بڑی ہوں تم سے کچھ لحاظ کرو۔ روشنا کچھ سخت ہوئی ی۔

سوری آپی آپ سب نے تو آرزو کی ایک بات نہیں سنی کے وہ کیا کہنا چاہتی ہے پر میں نے سنی تھی پانچ ماہ پہلے جو میں نے اس کی حالت دیکھی تھی نہ بہت مختلف تھی وجہ پتا ہے مجھے کیا لگی؟ عاشر بات کرتے کرتے رُکا۔

کیا؟ روشنا نے پوچھا

یہ کے اس میں جو بدلاؤ آیا نہ اس کی وجہ وہ نہیں تھی کے زیاد خانزادہ نے اس سے زبردستی شادی کی وجہ یہ تھی کے اس کے اپنوں نے اس کا یقین نہیں کیا اس کو دھتکار دیا تب جب اس کو ضرورت تھی اپنوں کی۔ عاشر نے تلخی سے مسکرا کر کہا۔

کیا واقع زیاد نے زبرستی سے نکاح کیا تھا؟ روشنا ابھی بے یقین تھی۔

بلکل آپ تو ہم سے بہتر جانتی ہیں ان کو پھر اپنی بہن پہ یقین کیوں نہیں کیا؟ عاشر نے سوال اٹھایا۔

میرے منع کے باوجود وہ زیاد سے بات کرتی تھی تو مجھے لگا شادی کا پلین بھی بنا لیا ہو گا۔ روشنا کی بات پہ عاشر نے تاسف سے ان کو دیکھا۔

آرزو کا پتا ہے آپ کو فنتاسی دنیا میں رہنا پسند کرتی ہے وہ جس طرح کی ناولز پڑھتی ہے آپ کو نہیں پتا تصوری لوگ ناول کے ہیروئن کا تو کچھ نہیں بس ہیرو کی تعریف میں دن رات ایک کرتی ہے جیسے کے اُس نے دیکھ رکھا ہو یا حقیقت ہو ایسے ہی آپ نے زیاد خانزادہ کا خاکہ آرزو کے

سامنے ایسا پیش کیا جو آرزو اس پہ مرغوب نظر آنے لگی ورنہ جیسا آپ سب نے سمجھا ویسا کچھ نہیں تھا۔ عاشر نے روشنا کو بتا کر دیکھا جس کے چہرے پہ ندامت کے کچھ تاثرات تھے۔

کل آپ کا نکاح ہے اس کی تیاری کریں۔ عاشر روشنا کو کشمکش میں دیکھ کر بولا۔

زیاد نے ایک دفع مجھ سے کہا تھا وہ مجھے آرزو کی پرچھائی ی سے بھی دور رکھے گا میں اس کا سایہ بھی نہیں دیکھ پاؤں گی اور دیکھو اُس نے ایسا کر دیکھایا سال ہونے والا ہے میں نے آرزو کی پرچھائی ی تک نہیں دیکھی۔ آنسو کا ایک گولا روشنا کو اپنے گلے میں اٹکتا محسوس ہوا۔

مجھ بھی لگ رہا تھا آرزو سے شادی بس آپ سے بدلا لینے کے لیے کی ہو گی۔ عاشر نے اپنا اندازہ بتایا۔

آرزو کے پاس فون ہے؟ روشنا نے امید سے پوچھا۔

ہاں میری بات ہوتی رہتی ہے اور اب تو وہ یونی بھی جاتی ہے۔عاشر نے بتایا

وہ بے قصور ہے تو ہم سے ملنے کیوں نہیں آئی ی؟روشنا کو سمجھ نہیں آئی ی۔

زیاد خانزادہ نے کہا ہے وہ سب ٹھیک کر دیں گا آرزو پھر سے اس کی باتوں میں آگ ئی ہے۔عاشر طنزیہ بولا۔

مجھ آرزو کا نمبر دو میں بات کروں گی اس سے۔روشنا جلدی سے بولی تو عاشر نے آرزو کا نمبر نوٹ کروایا۔

❤❤❤❤❤❤❤

سر آپ نے بولایا۔زیاد لیپ ٹاپ میں ٹائی پپنگ میں بزی تھا جب اس کا سیکیٹری کیبن کا ڈور نوک کیے اندر داخل ہوا۔

ہاں ایک نمبر میں نے سینڈ کیا اس کی ساری انفارمیشن مجھے چاہیے۔زیاد نے لیٹ ٹاپ پہ نظر ٹکائے اپنے سیکٹری سے کہا۔

اوکے سر۔ سیکٹری کہتا کیبن سے باہر نکل گیا زیاد کے سیل فون پہ کال آئی اسکرین پہ دیکھا تو علیدان کالنگ لکھا ہوا تھا۔

ہیلو کیسے ہو؟ زیاد نے پوچھا۔

میں ٹھیک کل میرا نکاح ہے۔ علیدان نے بتایا۔

جانتا ہوں۔ زیاد نے جواب دیا۔

میرا کل کا دن اسپیشل ہے اور تم نہیں ہو گے۔ علیدان کی آواز میں اُداسی تھی۔

نکاح ہے نہ ابھی تو شادی میں وقت ہو گا زیادہ نہیں تو انشااللہ ولیمے پہ میں اور آرزو دونوں ہو گے۔ زیاد نے تسلی کروائی۔

ہاں نکاح کے ایک ہفتہ بعد شادی کے فنکشن سٹارٹ ہے۔ علیدان نے بتایا۔

ڈن پھر ولیمہ تو ویسے بھی تمہارے گھر پہ ہو گا تو ہم آجائے گے۔ زیاد نے کہا تو علیدان کچھ مطمئن ہوا۔

مبارک باد ہی دیں دو ایڈوانس میں۔علیدان نے مسکینت سے کہا تو زیاد ہنس پڑا

سوری ٹو سے بٹ میں تمہیں حوصلہ دینا زیادہ بہتر سمجھوں گا جو تم نے لڑکی پسند کی ہے نہ اپنے اس کو برداشت کرنے کے لیے ہمت درکار ہے۔زیاد نے جیسے افسوس کیا۔

شرم کرو سالی ہے تمہاری اور کل بھابھی بن جائے گی۔علیدان نے زیاد کو شرم دلانے کی ناکام کوشش کی۔

حقیقت بتانے میں کسی شرم۔زیاد مزے سے کہا تو علیدان ناچاہتے ہوئے بھی ہنس دیا

❤❤❤❤

20

لائبریری چلیں؟علشبہ نے آرزو سے کہا۔

ہاں چلو۔آرزو اپنا بیگ اٹھا کر بولی۔

تم اپنے ولیمے میں پہ انوائی ٹ کرو گی مجھے؟ علشبہ نے جاننا چاہا جب سے آرزو نے ولیمے کا بتایا وہ بس یہی سوچ رہی تھی۔

ہاں کیوں نہیں میری دوسری فرینڈس سے تو رابطہ نہیں ہوتا اب تمہیں تو انوائی ٹ ضرور کروں گی۔ آرزو مہک اور ردہ کو یاد کر کے علشبہ سے کہا تو وہ خوش ہوئی ی۔

چلو اچھا ہے مجھے خوشی ہوئی ی۔ علشبہ لائی بریری میں آکر بولی۔

مجھے کل کے نوٹس دو۔ آرزو نے کہا تو علشبہ اپنے بیگ سے نوٹس نکالنے لگی۔ ان کو لائی بریری میں بیٹھے آدھا گھنٹہ ہو گیا تھا جب ان کی کلاس فیلو ان کے پاس آکر آرزو سے بولی

آرزو تمہیں کوئی ی لینے آیا ہے۔

ابھی تو دو کلاسس رہتی ہیں اتنی جلدی آگیا تمہارا شوہر۔ علشبہ نے آرزو کو چھیڑا جو خود حیران تھی۔

زیاد تو وقت پہ آتے ہیں آج پتا نہیں شاید کوئی بات ہو میں چلتی ہوں۔ آرزو اٹھتی اپنی کتابیں سمیٹنے لگی۔

عاشر تم۔ آرزو باہر آئی ی تو عاشر کو بائی یک کے پاس کھڑا دیکھ کے چیخ کے بولی۔

آہستہ کان کے پردے پھاڑو گی کیا۔ عاشر نے گھور کر کہا تو آرزو نے لب دانتو تلے دبایا۔

اچھا پر تم یہاں کیسے ؟ آرزو اس کے سامنے آکر بولی

تم سے بات کرنی ہے بجھ وقت ہے پھر یہی چھوڑ دوں گا۔ عاشر نے کہا۔

پر میری کلاسس رہتی ہیں۔ آرزو نے بتانا ضروری سمجھا

آج مس کر دو میں نے بھی تو آج کالج کی چھٹی لی ہے۔ عاشر نے مسکرا کر آرام سے مشورہ دیا۔

آرزو یہ ڈمپل بوائے کون ہے ؟۔ آرزو ابھی بیٹھنے والی تھی کے ایک یونی کی لڑکی نے سوال کیا۔

کزن ہے۔ آرزو نے جواب دیا۔

آپ بہت ہینڈ سم ہیں کیا آپ اپنا نمبر دے سکتے ہیں۔ وہ لڑکی اب ڈائی ریکٹ عاشر سے مخاطب ہوئی ی۔

سوری۔ عاشر نے ہاتھ کھڑے کیے۔ آرزو لڑکی پہ ایک نظر ڈالتی عاشر کے پیچھے بائی یک پہ بیٹھی جب کی لڑکی نے دور تک ان کی جاتی بائی یک کو دیکھا۔

بتاؤ کیا بات ہے؟ عاشر آرزو کو ایک ریسٹورینٹ میں ملایا تھا وہاں بیٹھتے ہی آرزو نے پوچھا۔

کل آپی روشنا کا نکاح ہے۔ عاشر نے بتایا تو آرزو سن ہوتی وجود کے ساتھ عاشر کو دیکھتی رہی۔

آپی کی شادی ہو رہی ہے اور ان میں کسی نے مجھ سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آرزو یکدم ہوش میں آتی بولی جب کی آنکھوں میں گرم سیال بہنا شروع ہو گئے تھے۔

آرزو یہ کیا تم اب تھوڑی تھوڑی بات پہ رونا شروع کر دیتی ہو۔ عاشر اس کی آنکھیں صاف کیے بولا۔

تھوڑی بات میرے گھر والوں نے مجھ سے قطعً تعلق کر لیا ہے اور یہ تھوڑی بات ہے۔ آرزو عجیب نظروں سے دیکھتی پوچھنے لگی تو عاشر کو اپنی بات پہ شرمندگی ہوئی ی۔

شوہر نے نہیں بتایا؟ عاشر نے پوچھا۔

ان کو کیسے پتا ہو گا۔ آرزو نے کہا

اتنا اعتماد اچھا نہیں سب جانتا ہے وہ اور دوسری بات یہ کے پہلے بھی اندھے اعتماد کی وجہ سے تم اِس مقام پہ ہو اور اب پھر سے وہی غلطی دُہرا رہی ہو۔ عاشر نے اس کو احساس کروانا چاہا تو آرزو ساکت ہو گ ئی تھی۔

وہ جانتے ہیں؟ آرزو کو اپنی آواز کھائی ی سے آتی محسوس ہوئی ی۔

یقیناً جانتا ہو گا اور تم نے کہا تھا وہ سب ٹھیک کر لیں گا تو کب کریں گا دو ماہ بعد ایک سال ہو جائے گا تمہاری شادی کو ایک سال تک وہ کچھ نہ کر سکا تو بعد میں کیا کریں گا۔ عاشر نے تیز آواز میں کہا تو آرزو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی ی۔

مجھے گھر جانا ہے۔ آرزو بیدردی سے اپنا چہرہ صاف کیے بولی تو عاشر بھی اس کی حالت کو دیکھتا اٹھ بیٹھا وہ خُلا کی بات کرنا چاہتا پر بعد میں کرنے کا سوچتا آرزو کو باہر لے آیا۔

یونی کے باہر چھوڑ آؤں نہ وہ لینے جو آئے گا۔ عاشر نے بائیک پہ بیٹھتی آرزو سے کہا۔

گھر جانا ہے ابھی بس۔ آرزو نم آواز میں بولی تو عاشر بنا کوئی ی اور بات کیے بائیک سٹارٹ کی۔

سر یہ انفارمیشن ہے جن کے بارے میں آپ نے کہا تھا

نام، عاشر عباس ہے

عمر، بیس سال ہے۔

میڈیکل کالج کا اسٹوڈنٹ ہے۔

بہن کوئی ی نہیں دو بھائی ی ہیں آپس میں اور والدین۔

رکارڈ بہت کلی ئی رہے کسی لڑکی کے ساتھ کوئی ی سین نہیں اور نہ کبھی کسی غلط صحبت میں شریک ہوا۔

سکیٹری نے زیاد کے سامنے ایک فائی ل رکھ کسی طوطے کی طرح بتانا شروع کیا۔

فائی ل رکھو تم جاؤ۔ زیاد نے سنجید گی سے کہا۔

تم سے تو حساب برابر کرنا پڑے گا۔ زیاد عاشر کی پروفائی ل تصویر دیکھ کر طنزیہ انداز میں بول کر اٹھا اور اپنا کوٹ راکنگ چی ئی رسے اٹھایا۔ زیاد گاڑی میں بیٹھتا اس کے کالج کی جانب جارہا تھا جب سامنے ہی بائی یک پہ بیٹھے لڑکے کو دیکھ کر اس کو عاشر کا گمان ہوا زیاد نے گاڑی

ریورس کی اور فورن سے اپنی گاڑی کو عاشر کی بائی یک کے سامنے روکی۔ عاشر نے اپنی بائی یک جلدی سے بریک لگائی ی ورنہ تصادم زبردست قسم کا ہوتا۔

عاشر؟ زیاد گاڑی سے اُترتا عاشر سے بولا تو عاشر نے بھی اپنی بائی یک سائی یڈ پہ کھڑی کی وہ ابھی آرزو کو گھر چھوڑ کر اپنے گھر جا رہا تھا جب سامنے گاڑی کو آتا دیکھ کر اس کو تعجب ہوا مگر زیاد کو گاڑی سے اُترتا دیکھ کر وہ پہچان گیا تھا۔

جی۔ عاشر نے جواب دیا۔ زیاد نے عاشر پہ نظر ڈالی جو براؤن کلر کے شلوار قمیض میں بہت منفرد اور ہینڈسم لگ رہا چہرے پہ اچھے سے تراشی ڈارھی اور سفید رنگت پہ ہلکی سرخی مائی ل تھی ڈمپل گہرے ہونے کی وجہ سے لب آپس میں پیوست ہونے پہ پھر بھی ملکے نظر آرہے تھے۔

آرزو سے دور رہو۔ زیاد نے سخت آواز میں کہا۔

آپ کون ہوتے ہیں یہ سب مجھے بتانے والے۔عاشر نے بازوں سینے پہ باندھ کر زیاد سے پوچھا تو زیاد اس کا انداز دیکھ کر داد دی ئے نہ رہ سکا۔

بچے ہو تم میں نہیں چاہتا میرے ہاتھوں پیٹائی ی ہو تمہاری۔زیاد نے کہا جب کی عاشر اس کے مقابلے میں بس تھوڑا ہائیٹ میں اس سے کم تھا ورنہ مسلز عاشر کے زیاد کے جتنے نہیں پر تھے ضرور۔

دھمکی سے نہیں ڈرتا میں آرزو کزن ہے میری اور جلدی میں تمہارے سامنے اس کو لے جا

عاشر کو چپ زیاد کے مکہ نے کروائی ی عاشر کا چہرہ ایک طرف ہوا تھا اس نے ہاتھ اپنے منہ کے پاس کیا تو خون نظر آیا۔

آج تو آرزو کا نام لیا اور یہ بکو اس میں نے سنی دوبارہ کرنے کی جرئ ت کی تو ساری عمر بولنے سے محروم رہو گے۔زیاد بنا کوئی ی موقع دیا ایک اور مکہ اس کے چہرے پہ مار کر گریبان سے پکڑا عاشر کو اپنا سر بھاری محسوس

ہوا جب کی زیاد کی دھاڑ کی آواز پہ کان کے پردے پھٹتے محسوس ہوئے زیاد نے مکہ مارنے کے لیے مٹھی بنائی ی تھی جو عاشر نے بیچ میں روک کر دوسرے ہاتھ سے زیاد پہ وار کیا۔

ہر دفع برداشت نہیں کروں گا۔عاشر نے وارن کرنے والے انداز میں زیاد سے کہا جس کے چہرے کی رگیں پھٹنے کی حد تک ابھری ہوئی ی تھی۔

کیا کروگے۔زیاد نے دھکا دے کر پوچھا جب کی عاشر کے مکے پہ کوئی ی فرق نہیں پڑا۔

ویٹ اینڈ واچ۔عاشر زیاد کا ہاتھ خود سے پرے کیے بولا۔

ری ئی لی تم کل آئے بچے مجھے دھمکی دوگے زیاد خانزادہ کو۔زیاد نے مزاق اُڑانے والے انداز میں بولا۔

یس گھر جاؤ سرپرائی یز انتظار کر رہا ہے تمہارا اور دوسری بات آرزو کو پک کرنے مت جانا میں نے اس کو گھر چھوڑ دیا سو یو ڈونٹ وری۔عاشر

زیاد کے کندھے پہ ان دیکھی میل صاف کیے زیاد کے غصے کو مزید ہوا دی

تمھیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔زیاد اپنی ٹانگ عاشر کی ٹانگ میں اُلجھا کر نیچے گرا کر اس کے چہرے پہ مسلسل گھونسے جڑ دیئے روڈ پہ بھیڑ جمع ہوگئی تھے سب نے زبردستی زیاد کو عاشر سے الگ کیا جو اس کو چھوڑنے کا نام نہیں لگ رہا تھا۔عاشر بنا مزاحمت کیے زیاد کی مار برداشت کرتا رہا اس کو دور ہوتا دیکھ کر وہ اپنے زخمی چہرے سمیت اٹھ کھڑا ہوا۔ تڑپ کیوں رہے ہو اس چیز کے کھونے کا کیسا ڈر جس کو کبھی تم نے پایا ہی نہیں۔عاشر بامشکل درد کو برداشت کیے زیاد کو چڑانے کے غرض سے بولا زیاد کی مار عاشر کے زبان کے وار سے زیادہ نہیں تھی زیاد خود کو جھٹکے سے لوگوں کی گرفت سے نکال کے عاشر کی طرف جانے لگا جب تین لڑکے فورن سے زیاد کے سامنے آئے اور عاشر کو جانے کا کہا

ائی ول کِل یو باسٹرڈ۔زیاد زخمی شیر بن کر غرایا اور ایک دھکے سے تینوں لڑکوں کو ہٹا کر اپنی گاڑی کی طرف گیا لوگ بھی آپس میں چہ مگوئیاں کرتے اپنے راستے چل دیئے جب کی عاشر اپنی جیب سے فون نکال کر کیمرہ آن کیے اپنا چہرہ دیکھا جہاں ہونٹوں کے پاس خون رس رہا تھا اور ایک گال اور آنکھ سوجھی ہوئی تھی عاشر اپنے خوبصورت چہرے کا حشر دیکھ کر تڑپ اٹھا۔

سارا سامنے کھڑا تھا پر مارنے کے لیے بس شکل نظر آئی یدل پتھر کا

رمشا حسین

جیلس لوگ۔عاشر نے جلے دل کے پھپھوڑے پھوڑے۔

ہسپتال جانا پڑے گا۔عاشر اپنے چہرے کا جائزہ لیکر بولا

کمینہ بوکسر کہی کا آرزو کی وجہ سے برداشت کر گیا بس ورنہ میں نے بھی حشر نشر کرنا تھا۔عاشر بڑبڑاتا بائیک پہ بیٹھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد ریش ڈرائی یونگ کرتا گھر پہنچا تھا گاڑی کی چابی وہ چوکیدار کی طرف بڑھا کر وہ اندر لابی سے گزرتا ہال میں آیا جہاں کوئی ی نہیں بیٹھا تھا زیاد جلدی سے سڑھیاں چڑھتا کمرے کے پاس آیا اس نے دروازہ کھولنے کے لیے جیسے ہی ہینڈل پہ ہاتھ رکھ کر گھمایا تو دروازہ اندر سے لاک تھا زیاد نے طیش میں آکر زور سے دروازے پہ ہاتھ مارا اس کو آرزو سے اِس حماقت کی امید نہ تھی۔

شبیر۔زیاد نے زور سے شبیر کو آواز دی۔

جی سر۔

میرے کمرے کی ڈوپلیکیٹ چابی لاؤ۔زیاد نے جلدی سے کہا۔

جی سر؟شبیر کو لگا اس نے سننے میں غلطی کی ہے۔

میرے کمرے کی ڈوپلیکیٹ چابی لاؤ سمجھ نہیں آرہا۔زیاد نے دھاڑ کر کہا تو شبیر فورن سے کچن کی طرف گیا اور وہاں کچن کی طرف آیا اور وہاں سے چابی لیکر زیاد کے ہاتھ میں پکڑائی ی زیاد دروازہ کھول کر اندر داخل

ہوا تھا گہری خاموشی نے استقبال کیا زیاد نے چاروں اطراف نظر گھمائی تو آرزو بیڈ کے پاس سر گھٹنوں میں گرائے بیٹھی ہوئی تھی زیاد کا دل کسی انہونی کے احساس سے دھڑک اٹھا وہ آہستہ قدم چلتا آرزو کے پاس آکر بیٹھا۔

آرزو۔ زیاد نے آواز دی مگر کوئی جواب نہ ملا۔

آرزو کیا ہوا ہے؟ زیاد نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھ کر پوچھا تو آرزو نے اپنا سر اٹھایا تو زیاد اس کا چہرہ دیکھ کر اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا آرزو کی سوجھی آنکھیں سرخ ناک گالوں پہ مٹے مٹے آنسو کے نشان دیکھ کر زیاد حقیقتاً پریشان ہو گیا۔

آرزو مجھے بتاؤ کیا ہوا ہے۔ زیاد نے پوچھا تو آرزو فورن سے زیاد سے دور ہوئی۔

مجھے فلحال آپ کی شکل نہیں دیکھنی جائے یہاں سے۔ آرزو ہزیاتی انداز میں چیخ کے بولی۔

ریلیکس آرزو ہوا کیا ہے وہ تو بتاؤ ؟زیاد آرزو کا ہاتھ تھامنا چاہا پر آرزو نے
اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔
دور رہے۔ آرزو چیخی۔
جب تک بتاؤ گی نہ تو میں کیا سمجھو کیوں تم نے اپنا یہ حال کیا ہے۔زیاد
اپنے بالوں میں پریشانی سے ہاتھ پھیر تا بولا
میرا حال کرنے والے آپ ہیں اب جائے یہاں سے۔ آرزو نے ہاتھ
جوڑے تو زیاد نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔
پاگل ہو گ ئی ہو کیا۔زیاد گڑ کا۔
آپ جائی یں گے یا میں جاؤ ں۔ آرزو سپاٹ انداز میں بولی تو زیاد
ناچاہتے ہوئے بھی کمرے سے باہر گیا جب کی آرزو قالین پہ بیٹھتی رونے
لگ گ ئی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

عاشر یہ اتنا کس نے اور کیوں مارا ہے تمہیں؟ زبیر نے عاشر سے پوچھا

نصرت بیگم بھی ساتھ ہی عاشر کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔

بھائی بس دوستوں سے مزاق ہو رہا تھا۔ عاشر نے بہانا بنایا۔

دفع کرو ایسے دوستوں کو بھلا مزاق میں کون مارتا ہے ایسے۔ نصرت بیگم

پریشان کن لہجے میں بولی۔

میں نے بھی مارا تھا۔ عاشر نے فخریہ بتانا چاہا۔

تمہارے دوستوں نے کافی پروفیشنل طریقے سے مارا ہے جیسے جانے

کون سے بدلے نکالنے چاہ رہے ہو۔ زبیر طنزیہ انداز میں کہا۔

بس بھائی مزاق میں تو چلتا رہتا ہے۔ عاشر زبیر کی نظروں بچتا صفائی

دینے لگا۔

دوائی ٹھیک سے لینا تاکہ زخم بھر جائے۔ نصرت بیگم عاشر کے گال پہ

ہاتھ رکھتی بولی تو عاشر بُلبلا اٹھا

امی یار حد کرتی ہیں۔ عاشر ان سے دور ہوتا بولا

مجھے کیا پتا اتنا درد ہے۔نصرت بیگم خائف ہوتی بولی توزبیر نے

مسکراہٹ دبائی جب کی عاشر ان کو بس دیکھتا رہ گیا۔

💔💔💔💔💔💔💔💔💔💔

زیاد کمرے سے نکل کر لان میں آ گیا تھا وہ جاننا چاہتا تھا ایسی کیا بات

ہوگئی ہے جو آرزو ایسے برتاؤ کر رہی ہے پر آرزو تو اس کی شکل

دیکھنے کی روادار نہیں لگ رہی تھی زیاد بےچینی سے اٹھتا لان میں چکر

کاٹنے لگا زیاد اضطراب کی کیفیت میں مبتلا کبھی کرسی پہ بیٹھتا تو کبھی ٹہلنے

لگتا تھک ہار اس نے پول سائیڈ کا رخ کیا۔

💔💔💔💔💔💔💔💔💔💔

کیسا لگ رہا ہوں ؟علیدان بلیک کلر کی شیروانی پہنے بالوں کو جیل کے

ساتھ نفاست سے سیٹ کیے ہاتھ میں رولیکس کی گھڑی جب کی پیروں

پیشاوری چپل پہنے تیار سا احمد وقاص اور ہمایوں سے پوچھنے لگا جو اس کے

کمرے میں رونق لگائیں بیٹھے ہوئے تھے۔

مست۔ وقاص نے آنکھ ونک کیے کہا وہ تینوں سیم ڈریسنگ میں تھے اسکن کلر کی شیروانی میں ملبوس علیدان کے تیار ہونے کا انتظار کر رہے تھے۔

بکواس ہی کرنا۔ علیدان وقاص کے مست کہنے پہ بدمزا ہوا جب کی ہمایوں اور احمد موبائل میں گھسے جانے کیا دیکھ رہے تھے۔

علیدان بھائی آپ تیار ہیں تو نیچے آئے سب آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ حفصہ ان کے پاس آتی عجلت میں علیدان سے بولی وقاص نے غور سے حفصہ کو دیکھا جو میرون کلر کی میکسی پہنے چہرے پہ ہلکہ سا میک کیے بہت پیاری لگ رہی تھی وقاص نے اپنی نظروں کا زاویہ بدل کر احمد اور ہمایوں کی طرف کیا۔

ہاں ہم آتے ہیں بس۔ علیدان ڈریسنگ کے سامنے کھڑا ایک آخری نظر خود پہ ڈالی اور ان سب کو باہر آنے کا کہا

میں اپنی گاڑی میں بیٹھوں گا۔احمد باہر آتا بولا جہاں سب نکاح کے لیے نکل رہے تھے۔

میں تمہارے ساتھ۔وقاص فورن سے بولا۔

مجھے تو الگ گاڑی میں جانا ہے تو میں گیا اب تم لوگوں کی مرضی۔علیدان بیزار شکل بنائے بولا تو سب اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوئے وہاں پہنچے تو سب نے پھولوں سے ان کا استقبال کیا ایاز صاحب آگے آکر علیدان کو پھولوں کا ہار پہنایا علیدان مسکرا کر ادب سے ان سے ملا وہ سب لاؤنج میں آئی یں علیدان کی طرف سے بس قریب رشتیدار شریک تھے علیدان کی فیملی نے زیادہ دباؤ نہیں دیا تھا جب کی باقی کے فنکشنس کی زمیداری علیدان نے خود لی تھی جو کی ہال میں ہونا طے پایا تھا ایاز صاحب نے اعتراض تو اٹھایا تھا مگر علیدان نے ان کو منا لیا تھا۔

مس حجاب کہاں ہے؟وقاص علیدان کے ساتھ بیٹھ کر کان کے پاس بولا۔

وقاص خاموش رہو۔علیدان نے دانت پیستے ہوئے کہا جو سب کی موجودگی میں بھی اپنی ہانکے جارہا تھا۔

یہ تو بہت مشکل کام ہے اس کے لیے۔احمد جو علیدان کے بائیں طرف بیٹھا تھا بولا جب کی ہمایوں اسد اللہ اور ایاز صاحب کے ساتھ موجود تھا۔

قاری صاحب آئیں گے پہلے تم سے مرضی پوچھے گے یا مس حجاب سے ؟وقاص کی زبان میں پھر سے خجلی ہوئی علیدان بس اس کو گھور کر رہ گیا۔

روشنا تمہارا دولہا تو بہت پیارا ہے۔روشنا تیار ہو کر بیٹھی تھی جب اس کی ایک کزن چھیڑنے کے غرض سے بولی۔

ہماری روشنا کسی سے کم ہے۔دوسری کزن نے جلدی سے روشنا کی طرفداری کی جو گولڈن کلر کے لہنگے کے ساتھ میچنگ جیولری پہنے بہت حسین لگ رہی تھی میک اپ کے نام پہ اس نے بس لپ سٹک لگائی ی

تھی جب کی سر پہ آج گولڈن کلر کے ڈوپٹے کا حجاب تھا جو اس کو منفرد بن رہا تھا۔

گھبراہٹ تو نہیں ہو رہی نہ؟ زرینہ بیگم آج بار بار اس کی نظر اُتار رہی تھی اب بھی آ کر وہ روشنا سے پوچھنے لگی جو اضطراب کی کیفیت میں اپنے ہاتھ مڑوڑ رہی تھی۔

بس تھوڑا۔ روشنا صاف گوئی سے بولی اس کے ہاتھ پاؤں کانپ رہے تھے عجیب سی کیفیت طاری ہو گئی تھی وہ ریلیکس ہونا چاہتی تھی مگر شرم اور گھبراہٹ سے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔

ہوتا ہے یہ دن ہی ایسا ہوتا ہے جہاں لڑکی اپنی ہمت ہار کر گھبرانے لگتی ہے۔ زرینہ بیگم اس کے ماتھا چومتی بولی۔

چنری اڑھا دو نکاح کا پوچھنے آ رہے ہیں۔ نصرت بیگم نے کہا تو زرینہ بیگم نے جلدی سے لال چنری سے روشنا کا چہرہ چھپا دیا جب کی سب لڑکیوں نے سر پہ ڈوپٹہ ٹھیک کیا تو مولوی صاحب اور ایک ان کا ساتھی وقاص

احمد اور ہمایوں اندر آئی ییں کمرہ چھوٹا ہونے کی وجہ سے باقی سب باہر رک گ ئی ے تھے۔

کیا آپ روشنا ایاز ولد ایاز مرید علیدان اسد اللہ ولد اسد اللہ پیرزادہ کو ایک کروڑ روپے حق مہر سکہ رائج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہے۔

مولوی صاحب جیسے جیسے نکاح کے کلمات پڑھ رہے تھے روشنا کی ہتھلیاں پسینے سے بھیگتی جا رہی تھی اس نے زور سے اپنے ہاتھ کی مٹھیاں بند کی اور آنکھیں بند کر کے خود کو ریلیکس کرنا چاہا۔

یہ قبول ہے کیوں نہیں بول رہی سو تو نہیں گ ئی۔ وقاص احمد کے کان میں سرگوشی میں بولا تو ہمایوں نے اپنا پاؤں اس کے پاؤں پہ مار کر باز رکھنے کی کوشش کی۔

ہاں قبول ہے۔ زرینہ بیگم نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تو روشنا نے قبول ہے کہا۔

ہاں قبول ہے نہیں بس قبول ہے بولنا ہے۔وہ وقاص ہی کیا جو باز آجائے

بنا سب کی موجودگی کا لحاظ کیے وہ روشنا کو سمجھانے لگا روشنا کی سب کزنز

وقاص کو دیکھنے لگی جب کی ہمایوں کا دل کیا اپنا ماتھا پیٹ لے احمد مسکرا دیا

اس کو بھی موقع مل گیا روشنا سے حساب برابر کرنے کا سوچا جو بہت

ٹائی م پہلے ان کو بے عزت کر گ ئی تھی۔روشنا جو پہلے ہی نروس تھی

اب اور نروس ہوئی ی۔

جی قبول ہے۔روشنا چار دوبارہ سے بولی۔

پھر جی بس دو الظاظ بولے قبول ہے۔وقاص نے باقاعدہ کہہ کر سنایا جب

کی مولوی صاحب خاموش کھڑے ہو گ ئے تھے۔

قبول ہے۔روشنا نے جیسے جان چھڑائی ی۔

کیا آپ روشنا ایاز ولد ایاز مرید "علیدان اسد اللہ ولد اسد اللہ پیرزادہ"

ایک کروڑ حق مہر سکہ رائی ج الوقت اپنے نکاح میں قبول ہے۔۔

قبول ہے۔روشنانے دوسری مرتبہ بھی قبول ہے کہا مولوی صاحب نے تیسرا دفع پوچھا تب بھی قبول ہے کہہ کر اس نے اپنے سارے حقوق علیدان کے نام کر دی ئی ے سب لوگوں مبارباد دینے لگ گ ئی ے زرینہ بیگم نے روشنا کو اپنے ساتھ لگایا روشنا کی آنکھوں میں آنسو آگ ئی ے تھے اس نے کانپتے ہاتھوں سے نکاح نامے پہ دستخط کیے مولوی صاحب روشنا کے سر پہ ہاتھ رکھ کر دعا دی اور باہر نکل گ ئی ے جہاں علیدان بے صبری سے ان کا انتظار کر رہا تھا مولوی صاحب نے جب علیدان سے پوچھا تو اس نے فٹ سے قبول ہے کہہ دیا نرما بیگم اپنے بیٹے کا چمکتا چہرہ دیکھ کر نظر اُتارنے لگی حفصہ جب کی روشنا کے پاس تھی سب دعا مانگنے سے فارغ ہوئے تو علیدان سے وہ تینوں گلے مل کر مبارکباد دینے لگے۔

تم نے اپنی محبت پا ہی لی آخر۔ہمایوں علیدان گلے مل کر کان میں بولا۔

الحمد اللہ۔علیدان خوشی سے بھرپور آواز میں جواب دیا

دو دن بعد

آرزو بیڈ پہ بیٹھی چادر پہ انگلیوں سے لکیریں کھینچ رہی تھی آج دو دن ہو گئے تھے اس نے زیاد سے کوئی بات نہیں کی تھی اور نہ ہی کمرے سے باہر نکلتی تھی زیاد بھی صبر سے بس برداشت کر رہا تھا اس نے بھی اپنے کمرے میں جانا بند کر دیا تھا بس صبح کو آرزو کو ناشتہ کرواتا پھر لنچ یا ڈنر جو آرزو بہت ضد کرتی پر زیاد اس کی ایک نہیں سنتا وہ اداس بیٹھی ہوئی تھی جب اس کا سیل فون بجنے لگا جو آرزو بنا دیکھے کال رسیو کر لی پر کہا کچھ نہیں۔

روشنا بات کر رہی ہوں۔ دوسری طرف سے آتی آواز نے آرزو کو چونکا دیا

آپی۔ آرزو بس اتنا بولی۔

سوری معاف کر دو اپنی بہن کو۔روشنا نے آبدیدہ ہو کر کہا جب کی آرزو کو یقین نہیں آرہا تھا وہ اپنی بہن سے بات کر رہی ہے۔

آپی آپ معافی کیوں مانگ رہی ہے؟ آرزو بس اتنا بول پائی ی۔

ہم نے اعتبار جو نہیں عاشر نے مجھے سب بتا دیا تھا کے کیسے زیاد۔روشنا کہتی کہتی خاموش ہو گ ئی۔

اماں بابا کو بتایا یقین ہوا ان کو؟ آرزو نے پوچھا۔

میں بتادوں گی دیکھنا پھر وہ ایک منٹ تمہیں وہاں نہیں رہنے دیں گے۔روشنا نے کہا

آپ کا نکاح ہو گیا۔ آرزو افسردہ ہو کر بولی۔

دو دن ہو گ ئی ے ہیں۔روشنا نے بتایا۔

کون ہے وہ؟ آرزو نے پوچھا

ابھی مجھے ایک اہم بات کرنی ہے تم سے۔روشنا اس کا سوال نظر انداز کرتی بولی۔

جی کہیے۔ آرزو نے کہا

زیاد سے طلاق کی بات کرو۔ روشنا پتھریلے لہجے میں بولی۔

طلاق۔ آرزو شاک میں بولی

ہاں طلاق تو کیا تم ایسے انسان سے رہوں گی جس نے تمہیں اپنے گھر والوں کے سامنے رسوا کیا؟ روشنا کو آرزو کا اتنا حیران ہونا سمجھ نہیں آیا۔

طلاق وہ نہ دیں تو؟ آرزو نے خدشہ ظاہر کیا۔

تم اس کی فکر نہیں کرو ہم خلا کا نوٹس بھیج دیں گے۔ روشنا نے پوری تیار کرلی تھی جب کی آرزو کے اندر ویرانی چھاگئ ی تھی روشنا کی بات پہ آپ

میں بعد میں بات کرتی ہوں۔ آرزو کچھ کہنے والی تھی پر زیاد کو کمرے میں آتا دیکھا تو خاموش ہوئی ی۔

مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔ آرزو زیاد کے پیچھے کھڑی ہوتی بولی جو

ڈریسنگ ٹیبل پہ اپنی گھڑی اُتار کر رکھ رہا تھا۔

کرو میں بھی تو انتظار میں تھا کے میری حیات مجھ سے بات کریں۔ زیاد

آرزو کے مخاطب کرنے پہ مسکرا کر اس کی طرف مڑ کر بولا جب کی

آرزو کو ڈر لگ رہا تھا زیاد کا ری ایکشن سوچ کر۔

مجھے طلاق دیں۔ آرزو نے بنا سانس لیے کہا تو زیاد کے مسکراتے لب سیکڑ

گ ئ ے۔

واٹ ؟ زیاد کنٹرول کرنے کے باوجود بھی چیخ اٹھا آرزو ڈر کر کچھ قدم دور

ہوئ ی۔

نام جان سکتا ہوں اس ہستی کا جس نے تمہارے دماغ میں یہ خناس بھرا

ہے۔ زیاد نے غصے سے پوچھا وہ جانتا تھا اتنا دماغ آرزو کا نہیں ہو سکتا اور

نہ آرزو سوچ سکتی تھی

میرا اپنا فیصلا ہے مجھے نہیں ر

آرزو۔زیاد کا ہاتھ اٹھا تھا اور آرزو کے چہرے پہ نشان چھوڑ گیا تھا آرزو اپنے گال پہ ہاتھ رکھتی بے یقین نظروں سے زیاد کو دیکھنے لگی جس کا چہرہ غصے کی وجہ سے سرخ ہو گیا تھا جب کی ہیزل گرین آنکھیں آگ برسا رہی تھی۔

سوری۔زیاد نے آرزو کے گال پہ اپنی انگلیوں کے نشان دیکھے تو پتا چلا وہ کیا کر گیا ہے جب کی آرزو ساکت نظروں سے زیاد کو دیکھ رہی تھی جس نے اس پہ ہاتھ اٹھایا تھا اتنا وقت اس نے بس زیاد کی نرمی اور محبت ہی دیکھی تھی جب کی آج زیاد کا روپ اس کے لیے نا قابل یقین تھا۔

بہت چاہتا ہوں تمہیں آئی لو یو آرزو الگ ہونے کی بات مت کرو میرا دل بند ہو جائے گا مجھے جینا ہے تمہارے ساتھ۔زیاد اس کے قدموں کے پاس بیٹھ کر کسی بچے کی طرح سسکتے ہوئے بولا آرزو تو آج پتھر کی بن گئی تھی وہ نیچے زیاد کے پاس بیٹھی۔

پیار کرتے ہیں تو چھوڑ دے مان لے میری بات۔ آرزو سفاکیت سے بولی زیاد کو آرزو بہت ظالم لگی۔

تم نہیں کرتی؟ زیاد ایک آس سے پوچھنے لگا۔

نہیں۔ آرزو کا دل چیخ اٹھا تھا مگر آرزو کان بند کیے بیٹھی رہی۔

مر جاؤں گا پر کبھی چھوڑوں گا نہیں۔ زیاد کو ایک منٹ نہیں لگا تھا اپنے ازلی روپ میں آنے کے لیے۔

آپ اپنی مرضی نہیں کر سکتے۔ آرزو تیز آواز میں بولی زیاد نے بازوں سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

میں تمہیں بھی مرضی نہیں کرنے دوں گا میں جانتا ہوں تم مجھ سے پیار کرتی ہوں کسی اور کے بہکاوے میں آکر اپنا اور میرا رشتہ خراب نہیں کرو تمہارا جو شکوہ ہے میں وہ بھی دور کر دوں گا بس دوبارا طلاق کا لفظ میں نہ سنوں۔ زیاد آرزو کے کان کے پاس جھک کر اٹل لہجے میں کہا جب کی آخری لائن اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا زیاد کی سرخ

آنکھیں دیکھ کر آرزو کو ڈر لگا زیاد اس کی ماتھے پہ شدت بھرا لمس چھوڑ کر کمرے سے نکل گیا آرزو بیڈ پہ بیٹھ گ ئی۔

میں کیا چاہتی ہوں؟ آرزو نے خود سے پوچھا۔

زیاد یا گھر والے۔ آرزو اُلجھ گ ئی تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

تم یہاں کیوں آئے ہو زیاد گھر چلو۔علیدان نے زیاد کو زبردستی اٹھانا چاہا جو کلب میں بیٹھا تھا۔

میرا کون ہے گھر جو میں وہاں جاؤں؟ زیاد تلخی سے بولا۔

زیاد پلیز چلو انکل کا فون آیا تھا پریشان ہیں وہ تمہارے لیے۔علیدان نے منت کی۔

اپنی منکوحہ کو سمجھاؤ میرے اور آرزو کے معاملے سے دور رہے۔زیاد اپنا طیش کنٹرول کیے بولا جب کی علیدان کو زیاد کی بات سمجھ نہیں آئی ی۔

روشنا کی بات کر رہے ہو؟علیدان نے پوچھا۔

اور بھی ہے کیا؟زیاد نے طنزیہ پوچھا تو علیدان نے گھورا۔

کیا کیا ہے اس نے ؟علیدان نے پوچھا

اتنے وقت بعد آرزو سے بات کی اور کہا کے مجھ سے طلاق لیں۔زیاد غصے سے بولا علیدان بے یقین نظروں سے زیاد کا سرخ چہرہ دیکھنے لگا۔

وہ ایسے کیوں کہے گی؟علیدان نے کہا۔

اس کو پتا ہو گا یقین نہیں مجھ پہ تو رکارڈنگ دیکھاؤ جو اس نے کال پہ آرزو سے کہا۔زیاد نے سخت آواز میں کہا۔

ابھی تم یہاں سے چلو۔علیدان کلب میں موجود شور کی آواز پہ اکتاہٹ سے زیاد کو کہا۔

ایک عاشر دوسرا یہ روشنا ہمارے درمیان آئی یں تو میں لحاظ نہیں کروں گا۔زیاد نے مٹھیاں بھینچ لی۔

تم جاؤ میں اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔زیاد نے ساتھ جانے سے انکار کیا۔

آرزو کو سمجھاؤ وہ سمجھ جائے گی اٹھو رات ہو گئی ہے آرزو سے نرمی سے بات کرو اپنے بارے میں ساری حقیقت بتاؤ دیکھنا پھر کبھی نہیں چھوڑے گی۔علیدان نے کہا

ہمدردی نہیں پیور محبت چاہیے۔زیاد طنزیہ بولا علیدان زیاد کو بازوں سے پکڑ کر زبردستی کلب سے باہر لے جانا چاہا زیاد بنا مزاحمت کیے ساتھ جانے لگا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد نے ہاتھ اٹھایا؟ ماہی بیگم آرزو کی بکھری حالت دیکھتی ہوئی بولی۔

ہاں زور سے۔آرزو سوں سوں کرتی ہوئی بتانے لگی۔

کس بات پہ؟ ماہی بیگم جانتی تھی اگر زیاد نے ہاتھ اٹھایا ہے تو کوئی بڑی بات ہو گی ورنہ ایسے ہاتھ زیاد آرزو پہ تو نہیں اٹھا سکتا۔

میں نے طلاق دینے کا کہا۔آرزو کی بات پہ ماہی بیگم نے منہ پہ ہاتھ رکھا۔

طلاق کا مطلب جانتی ہوں اللہ کا سب سے ناپسندیدہ عمل ہے۔ماہی بیگم کو آرزو سے ایسی بات کی امید نہیں تھی آرزو خاموش رہی۔

کیا کمی دی ہے زیاد نے ہر لحاظ سے ہر چیز دی اپنی محبت تم پہ لُٹاتا رہا سب کچھ برداشت کر گیا تمہارے لیے پر تم یہ دیں رہی ہو بدلے میں زیاد کی غلطی یہ نہیں اس کے نے محبت کی غلطی یہ ہے اس نے تم سے محبت کی جس کو محبت کی قدر ہی نہیں میری بات بھلے تمہیں بری لگے مگر سوچنا زیاد نے تمہیں کیا دیا اور انہوں نے کیا دیا جس کی وجہ سے تم زیاد کو چھوڑنا چاہ رہی ہو ایک یقین تک نہیں کیا تمہارا پر زیاد ہمیشہ ساتھ رہا اپنے ہونے کا احساس دلاتا رہا۔ماہی بیگم اپنی بھراس نکالتی وہاں سے اٹھ گ ئی جب کی آرزو کو ان کا کہا ہر جملا سہی لگا واقع میں ایک سال ہو گیا تھا پر ماں باپ نے ایک دفع بھی اس سے ملنے کی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی جان سے پیاری بہن نے بھی تب کال کی جب عاشر نے

حقیقت بتائی ی ورنہ تو شاید اب بھی نہ کرتی کیا کوئی ی اتنا ظالم ہو سکتا تھا آرزو کو اپنے آپ سے گِھن محسوس ہوئی ی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

تم دونوں کچھ کو پتا چلا؟ وقاص ویڈیو کال پہ ہمایوں اور احمد سے بولا

نہیں۔ احمد نے کندھے اُچکار کر کہا۔

تم لوگوں کو زاویار یاد ہے ہمارا کالج فیلو؟ وقاص نے سسپینس دیا۔

پلس ایمی؟ احمد کی بات پہ وقاص ہنس پڑا۔

ہاں وہی۔ وقاص نے تصدیق کی۔

کیا ہوا اس کو؟ ہمایوں کو جاننے کا تجسس ہوا۔

کچھ ماہ پہلے اس کے فادر نے اس کو جائیداد سے عاق کر دیا تھا وجہ وہ دبئی ی میں کسی نون مسلم لڑکی سے شادی کر لی تھی وقاص نے بتایا۔

اووہ نون مسلم۔ ہمایوں کو شاک لگا۔

ہاں اور بات ختم یہی نہیں ہوتی وہ نون مسلم لڑکی چور تھی بڑی بڑی چوریاں کرتی تھی اس نے ساتھ میں زاویار کو بھی ملا لیا زاویار کے پاس پ ئی سے تو تھے نہیں باپ نے عاق جو کر لیا تھا اس لیے وہ اپنی بیوی جو نون مسلم تھی اس کی باتوں میں آ کر ڈکیٹی کا کام شروع کیا پہلے انہوں نے دب ئی ی کے بڑے شاپنگ مال میں چوری کی نیت سے گ ئی ے وہاں کامیاب ہو گ ئی ے اللہ جانے کیسے بھی اس چوری پہ ان کا حرص اور بڑھا اور انہوں نے بینک لوٹنے کا سوچا پر قسمت ہر دفع تو ساتھ نہیں دیتی نہ اس لیے پکڑے گ ئی ے اور اب وہ اور اس کی نون مسلم بیوی دب ئی ی کی جیل میں ہنی مون منا رہے ہیں۔ وقاص نے کسی فلم کی سٹوری کی طرح ان کو بتاتا گیا ہمایوں اور احمد شاک سے وقاص کی بات سن رہے تھے۔

زاویار چور تو نہ تھا۔ ہمایوں بس اتنا بول پایا۔

ہاں بس نون مسلم لڑکی سے شادی کر کے اپنی زندگی خراب کر دی۔ احمد کو افسوس ہوا۔

زاویار کے باپ کو پتا ہے یہ بات اور تم اتنا سب زاویار کے بارے میں کیسے جانتے ہو؟ ہمایوں نے پوچھا۔

ہاں پتا ہے انہیں ان کا کہنا تھا وہ اس کو رہائی ی نہیں دلوائے گے جب سے پیدا ہوا ہے شرمندہ ہی کیا ہے اس لیے اب اپنا کیا کاٹے دوسری کے میں کیسے جانتا ہوں تو میری اس پہ نظر تھی زیاد کو جو اس نے بہت ٹائم پہلے دھمکی دی تھی نہ تو بس میں نے تب سے اس پہ نظر رکھنا شروع کی تھی تو یہ بات پتا لگ گئی۔ وقاص نے تفصیل سے بتایا۔

ایسا ہی ہوتا ہے جب انسان دوسرے انسان کا برا چاہتے ہے تو خود مصیبت میں پڑ جاتا ہے۔ ہمایوں نے کہا۔

مطلب ہماری اسٹوری میں زاویار کا چیپٹر کلوز۔ احمد نے پوچھا۔

بلکل۔ وقاص اور ہمایوں نے یک آواز میں کہا پھر تینوں ہنس پڑے۔

زیاد گھر آیا تو چاروں طرف اندھیرا تھا وہ بنا لائیٹس آن کیے اندھیرے میں لڑکھڑاتا سیڑھیوں کی طرف بڑھا ریلنگ پہ ہاتھ رکھے وہ ساری سیڑھیاں چڑھ کر کمرے کی طرف آیا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آیا تو سامنے آرزو بیڈ کے پاس ٹیک لگائے ٹانگیں سیدھی کیے بیٹھی ہوئی تھی سوجھی آنکھیں دیر تک رونے کی چغلی کھا رہے تھے زیاد آہستہ قدم اٹھاتا اس کے پاس آیا آرزو زیاد کی موجودگی محسوس کر چکی تھی مگر اس نے اپنی نظر سامنے دیوار پہ ٹکا دی زیاد جھکا اور اس کے گال پہ اپنے لب رکھے جہاں اس کی انگلیوں کا نشان ابھی تک تھا زیاد کی حرکت پہ آرزو نے اپنی آنکھیں بند کی زیاد چہرہ اُپر کیے آرزو کو دیکھا پھر اپنا سر آرزو کی گود میں رکھا آرزو کچھ گڑبڑا گئی۔

یہ کیا حرکت ہے؟ آرزو نے اٹھنا چاہا پر زیاد نے اس کا تھام کر اپنے دل کے مقام پہ رکھا۔

سوری شاید چھوٹا لفظ ہے مجھے تم پہ ہاتھ نہیں اٹھانا چاہیے تھا پر تم نے بات ایسی کی میرا ہاتھ اٹھ گیا۔ زیاد نے کہنے کے ساتھ آرزو کے ہاتھ پہ بوسہ دیا۔

میں چاہتا تو نکاح کے دن ہی کہہ دیتا کے میں نے زبردستی نکاح کیا ہے پر میرے دل میں ایک خوف تھا تمہیں کھو دینے کا خوف جس نے مجھے اجازت نہیں دی کے تمہاری بات کی تصدیق کرو میں بہت چاہنے لگا تھا تمہیں تم ایک منٹ ویٹ کرو۔ زیاد کو کچھ یاد آیا تو اٹھا آرزو نا سمجھی سے اس کو دیکھنے لگی زیاد نے آرزو کا ہاتھ پکڑ کر اس کو کھڑا کیا اور گیلری کے پاس گیا اور وہاں ایک کمرے میں الماری کے پاس آرزو کو کھڑا کیے اس نے ایک الماری کے اندر ایک بیگ نکالا۔

یہ ڈریس میں نے بہت سال پہلے لیا تھا۔ زیاد نے فراق آرزو کے سامنے کیا جو اس نے یہ سوچ کر لیا تھا کے کبھی تو وہ آرزو کو دیں گا۔ آرزو نے زیاد کے ہاتھوں میں وہ ڈریس دیکھا پھر زیاد کو۔

تمہارے لیے لیا تھا میچنگ جیولری بھی۔زیاد نے ایک اور باکس آرزو کے سامنے کیا۔

یہ ٹیشوز یاد ہے ہماری دوسری ملاقات پہ تم میرے ساتھ تھی گاڑی میں چاکلیٹ کھا رہی تھی سارا چہرے پہ لگنے کی وجہ سے میں نے ٹیشو دیا تھا میں نے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔زیاد ایک کے بعد چیز دیکھا رہا تھا آرزو ہونک بنی زیاد کو دیکھ رہی تھی جو آج بچہ بنا ہوا تھا۔

زیاد بس کر دیں۔آرزو کو شرمندگی ہو رہی تھی وہ اتنی حقدار نہیں تھی جتنی زیاد اس کے لیے دیوانگی دیکھا رہا تھا۔

تم مجھے چھوڑنا مت امی جان کی طرح۔زیاد آرزو کے دونوں بازوؤں سے تھامتا بولا۔

زیاد

آرزو نے کچھ کہنا چاہا۔

میری سنو آج آرزو میں بتانا چاہتا ہوں تمہیں سب کچھ۔زیاد نے آرزو کا سر اپنے سینے پہ رکھ کر اپنا گزرا ہوا وقت بتانے لگا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥

ماضی۔

چچی امی کو کیا ہوا ہے ؟پانچ سالہ زیاد کانپتی آواز میں ماہی بیگم سے بولا جو اس کو اپنی آغوش میں چھپائے بیٹھی ہوئی تھی۔

زیاد بیٹا آپ اندر چلو۔ماہی بیگم اپنے آنسوؤ اندر دھکیلتی زیاد کو گود میں اٹھائے ایک کمرے میں لے آئی۔

چچی نیچے کون لیٹا ہوا تھا امی نہیں تھیں نہ اتنے سارے لوگ ہمارے گھر میں کیوں آئے ہیں میری ماں کہاں ہیں۔زیاد روتے ہوئے پوچھنے لگا۔

زیاد آپ اندر ہی رہنا باہر مت آئیے گا۔ماہی بیگم نے نرمی سے کہا۔

امی کو بھیج دیں نہ وہ کہاں ہیں؟زیاد ان کا ہاتھ اپنے چھوٹے ہاتھ میں لیتا ہوا بولا۔

زیاد آپ کی امی جنت میں گ ئی ہے وہ اب کبھی واپس نہیں آئ یں گی۔ماہی بیگم زیاد کو سینے سے لگاتی ہوئ ی بولی۔

مجھے کیوں نہیں لیکر گ ئی؟زیاد نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا تو ماہی بیگم تڑپ کے اس کو دیکھنے لگی۔

ایسا نہیں کہتے۔ماہی بیگم نے اس کو سمجھانا چاہا۔

نیچے کون ہے امی ہیں تو ان کے چہرے کو کیا ہوا ہے؟زیاد پھر سے پوچھنے لگا۔

بھول جاؤ جو تم نے دیکھا۔ماہی بیگم کی آنکھوں سے آنسوؤ نکل آئے مگر وہ منظر تو زیاد کی آنکھوں میں قید ہو گیا تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد تم ٹھیک ہوں کیسا فیل ہو رہا ہے؟اسرار صاحب نے دس سالہ زیاد سے پوچھا جس کی آنکھ کے کچھ اُپر ٹانکے لگے ہوئے تھے۔

آپ یہاں سے جائیں۔زیاد بنا ان کی طرف دیکھ کر بولا۔

زیاد بیٹا معاف کر دو اپنے باپ کو تھوک دو غصہ۔ اسرار صاحب اس کو پچکارنے لگے۔

میرا کوئی باپ نہیں اب آپ یہاں سے جائیے۔ زیاد تیز آواز میں بولا تو اسرار صاحب افسردہ دل کے ساتھ وہاں سے اٹھ گئے۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

بھائی بھابھی کو آپ اکیلا کیوں چھوڑ آئیں تھے لڑائی ہوئی بھی تھی تو بھی آپ کو آدھی رات میں ان کو سڑک پر چھوڑنا نہیں چاہیے تھا۔ ابرار صاحب نے اسرار صاحب سے کہا جو لاؤنج میں ٹی وی پہ نیوز دیکھ رہیں تھے ان کی بات پہ بارہ سال زیاد جو اسپورٹس ڈریس پہنے فٹ بال گیم کھیلنے باہر جا رہا تھا وہی پلر کے پاس رک گیا تھا۔

پُرانی بات ہے چھوڑ دو اب۔ اسرار صاحب نے ٹالا۔

سات سال سے پوچھ رہا ہوں آپ بتا کیوں نہیں دیتے کل کو اگر یہ سوال زیاد کریں گا تو کیا کریں گے آپ؟ ابرار صاحب نے ان کو سمجھانا چاہا۔

زیاد دو سالوں سے مجھے ڈیڈ نہیں بول رہا اتنا غصہ ہے اس کو پرینٹس میٹنگ میں مجھے ساتھ لے جانا گوارہ نہیں کرتا اور تم کہہ رہے ہو وہ مجھ سے سوال کریں گا۔ اسرار صاحب طنزیہ بولے ان کی بات پہ زیاد کی گرفت بال میں سخت ہوئی ی تھی۔

بھائی ی آج آپ بتاہی دے ایس پی بتارہا تھارات کے تین بجے کے وقت بھابھی کی زخمی لاش سڑک پہ ملی ان کا بہت بُراا ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس سے وہ اسی وقت جان کی بازی ہار گ ئی تھی ٹرک والا جس کی ٹرک سے بھابھی کا ٹکراؤ ہوا تھاوہ کہہ رہا تھا بھابھی خود سامنے آئی ی تھی بھاگ کر کیوں کی ان کے پیچے تین لڑکے پڑے تھے عزت بچانے کے چکر میں وہ اپنی جان کی بازی ہار گ ئی صرف آپ کی وجہ سے اگر آپ لے آتے ان کو تو آج زیاد کے پاس اس کی ماں ہوتی۔ ابرار صاحب کا ہر لفظ زیاد کے اُپر بجلی بن کے گِرا تھا بارہ سال کا بچہ اپنی ماں کی ایسی حالت کا

سن کر ٹوٹ چکا تھا اپنے باپ سے حد درجہ نفرت محسوس ہو رہی تھی اس کی ہیزل گرین آنکھیں لال ہو گئی تھی۔

لڑائی چھوٹی بات پہ تھی میں نے بس ایسے ہی کہہ دیا کے گاڑی سے باہر پھینک دوں گا تو وہ ضد کرنے لگی کے میں گاڑی روکوں تو وہ اُترے۔ اسرار صاحب رنج کی کیفیت میں بولے۔

میرے دل میں آپ کے لیے نفرت کا پودہ اور مضبوط ہو گیا ہے۔ اچانک زیاد کی بات پہ وہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھے۔

زیاد تم۔ اسرار صاحب کا رنگ فق ہو گیا۔

ہاں میں آج سے میرا آپ سے کوئی تعلق نہیں نفرت ہے مجھے آپ سے بہت نفرت۔ زیاد چیخ کے اپنے باپ سے بولا اسرار صاحب اپنی صفائی میں کچھ بول بھی نہیں پائے اس دن کے بعد زیاد اپنی بات پہ ڈٹ کے کھڑا ہو گیا تھا اس نے واقع میں اسرار صاحب سے تعلق ختم کر دیا تھا اور اسرار صاحب ندامت کی گہرائیوں میں اُترتے گئے

جہاں بس پچھتاوا اور محبوب بیوی کی اذیت ناک موت کا ذمہ دار ہونے کا ملال جو تا عمر ان کے ساتھ رہنا تھا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

زیاد آرزو کو بتاتے بتاتے آرزو کو صوفے پہ بیٹھایا تھا اور خود پہ وہی بیٹھ گیا تھا زیاد خاموش ہو کر آرزو کو دیکھا جو سر جھکائے رونے میں مصروف تھی۔

رویا مت کرو میرے دل کو کجھ ہوتا ہے۔زیاد آرزو کی آنکھوں میں اپنے لب رکھ کر بولا۔

آیم سوری زیاد۔ آرزو نے بس اتنا کہا۔

کس بات کے لیے ؟زیاد آرزو کو اپنے پاس کیے آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔

جتنا بھی میں نے آپ کو تنگ کیا اس سب کے لیے۔ آرزو نے اپنا سر زیاد کے کشادہ سینے پہ رکھ کر کہا۔

بھول جاؤ سب۔زیاد اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا بولا۔

زیاد ایک بات مانیں گے میری؟کافی دیر خاموش کے بعد آرزو نے زیاد سے کہا۔

ہمم کہوں؟زیاد نے اجازت دی۔

سب کچھ بھول کر اپنی زندگی کی نئی شروعات کریں جس میں آپ کے فادر ہو بھائی ہو اور بہن سب ہو۔آرزو زیاد کی بئیرڈ پہ ہاتھ پھیر اکر بولی تو زیاد نے زور سے آنکھیں بند کر کے کھولی۔

ممکن نہیں میرے لیے۔زیاد تکلیف سے بولا۔

ناممکن بھی تو نہیں اگر آپ میری بات مانے گیں تو میں آپ کے ساتھ رہوں گی۔آرزو نے جیسے لالچ دی اس کی بات پہ زیاد ہنس دیا۔

وہ تو ویسے بھی میرے ساتھ رہنا ہے اب تم نے۔زیاد نے باور کروایا۔

مطلب میری بات نہیں مانیں گے؟آرزو نے خفگی سے پوچھا۔

تمہارا ہر حکم سر آنکھوں پہ۔ زیاد دلکش انداز میں کہتا آرزو کو اپنے ساتھ لگا یا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

کیسی ہو؟ علیدان روشنا کو لیے ریسٹورینٹ لے آیا تھا روشنا نے انکار تو بہت کیا مگر علیدان نے ایموشنلی تقریریں کر کے بُلا لیا تھا۔

ٹھیک تم کیسے ہو؟ روشنا نے بتا کر پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں تم سے ایک بات کرنی ہے۔ علیدان نے کہا

کرو۔ روشنا ہمہ تن گوش ہوئی ی۔

زیاد محبت کرتا ہے آرزو سے بہت اس لیے تم آرزو کو یہ مشورہ نہ دو کے وہ زیاد سے الگ ہو۔ علیدان نے رسانیت سے کہا۔

میری بہن ہے وہ میں اس کی بھلائی ی چاہتی ہوں۔ روشنا نے تنک کر کہا ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں وہاں طلاق یافتہ کو کیا سمجھا جاتا ہے یہ تم بھی جانتی ہوں آرزو کم عمر ہے اور خوش رہے گی زیاد کے ساتھ اس لیے

پلیز تم ان کے معاملے میں انٹرفئیر نہ کرو۔علیدان نے جیسے بات ختم کی۔

آرزو جو فیصلہ کریں گی میں اب اس کا ساتھ دوں گی پر زیاد اس بار زبردستی نہیں کریں گا۔روشانے وارن کیا۔

نہیں کریں گا۔علیدان نے یقین سے کہا۔

دیکھتے ہیں۔روشانے جواباً کہا تو علیدان نے ویٹر کو اپنے پاس آنے کا کہا اور آرڈر لکھوانے لگا۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤

انکل مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔زیاد ایاز صاحب جس دفتر میں کام کرتے تھے وہاں آکر بولا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ایاز صاحب زیاد کو دیکھ کر بھرم ہوئے۔

ہم سامنے بنے ہوٹل میں بیٹھ کر بات کرسکتے ہیں آرزو کے مطلق۔زیاد آرام سے بولا۔آرزو کے نام پہ ایاز صاحب نا چاہتے ہوئے بھی اس کے

ساتھ ہوٹل کی طرف آئی یں زیاد ان کے بیٹھنے کے بعد ساری حقیقت ان کے گوش گزار کر دی ایاز صاحب کو اپنا وجود زلزلوں کی زد میں آتا محسوس ہوا۔

میری بیٹی بے قصور تھی۔ایاز صاحب ندامت سے یہی بول پائے۔

وہ بے قصور ہے آپ اس کو معاف کر کے اپنے سینے سے لگا لیں وہ یاد کرتی ہے آپ کو۔ زیاد نے کہا تو ایاز صاحب نے غصے سے زیاد کو دیکھا۔

میری بیٹی ہی ملی تھی تمہیں سب کے سامنے اس کو مشکوک بنا دیا۔ایاز صاحب سخت لہجے میں بولیں۔

انکل پُرانی باتیں دُہرانے کا کوئی فائدہ نہیں میں نے آرزو کو دی قسم پوری کی اب آپ کا فرض بنتا ہے اپنی بیٹی کو مان دیں اپنی موجودگی کا احساس کروائے۔زیاد سنجیدگی سے بولا تو ایاز صاحب نے سر کو جنبش دی زیاد نے سکون کا سانس خارج کیا۔

زیاد گھر آیا تو سب لاؤنج میں خوش گپوں میں مصروف تھے سوائے سمایا بیگم کے زیاد نے آرزو کو دیکھا جو مسکرا کر کشمالا سے بات کر رہی تھی آرزو کو مسکراتا دیکھ کر زیاد بھی مسکرا دیا زیاد چلتا ہوا اسرار صاحب کی طرف آیا جو ابرار صاحب اور اشرف زارون کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے زیاد ان کے سامنے آیا تو لاؤنج میں سناٹا چھا گیا تھا سب کی نظر زیاد کی طرف ٹک گ ئی اسرار صاحب خود حیران سے زیاد کو دیکھ رہے ایک آرزو ہی تھی جو مطم ئ ن سی زیاد کو دیکھ رہی تھی۔

میں نافرمان بیٹا ہوں آپ کا۔ زیاد اسرار صاحب کا ہاتھ پکڑتا بولا تو اسرار صاحب نے زیاد کو دیکھا جس نے بہت سال بعد خود کو ان کا بیٹا کہا تھا عینی اور کشمالا حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا زارون اور اشرف بھی حیرت سے زیاد کو دیکھ رہے تھے جو پہلی بار اسرار صاحب سے ایسے ادب سے بات کر رہا تھا۔

کیا ہوا ہے زیاد ایسے بات کیوں کر رہے ہو؟ اسرار صاحب پریشان ہوئے۔

مجھے معاف کر دیں ڈیڈ۔ زیاد اپنے ہاتھ ان کے سامنے جوڑتا بولا تو کتنے ہی پل اسرار صاحب بے یقین سے بیٹھے رہے پھر زیاد کو زور سے گلے لگایا زیاد کی آنکھیں نم ہو گئی تھی طاقی سب بھی نم آنکھوں سے باپ بیٹے کو دیکھ رہے تھے۔

اتنی بڑی تبدیلی۔ ابرار صاحب ماحول میں چھائی ی اُداسی کو ختم کرنے کے غرض سے بولے تو سب ہنس دی ئے جب کی زیاد کی نظر آرزو پہ گ ئی جس کی بدولت اس کو وہ سکون ملا تھا جس کی تلاش میں وہ ہمیشہ رہا تھا۔

ہم بہت خوش ہیں زیاد تم نے دیر نہیں کی آنے میں۔ ماہی بیگم خوش ہوتی ہوئی ی بولی تو زیاد مسکرایا۔

ہم بھی آپ کے کچھ لگتے ہیں۔ اشرف نے اپنی طرف دھیان کروایا تو زیاد اٹھتا عینی اور اشرف کو اپنے پاس آنے کا کہا تو وہ بھاگ کر زیاد کی طرف آئی یں زیاد نے ایک طرف اشرف کو گلے لگایا تھا دوسرے میں عینی کو

ہم آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ عینی رونے کے ساتھ ساتھ مسکرا کر کہا تو زیاد نے نرمی سے اس کے ماتھے پہ بوسہ دیا عینی مسکرادی۔

میں بھی ہوں۔ کشمالا منہ بنا کے بولی تو زیاد نے ان دونوں کو بھی بولایا۔ سب مسکرا کر ان بہن بھائی یوں کا ملن دیکھ رہے تھے۔

ایک سیلفی تو ہونی چاہیے۔ آرزو سامنے آکر بولی۔

آزمائی ش شرط ہے۔ زیاد آرزو کو آنکھ ونک کیے کہا آرزو سب کے سامنے زیاد کی حرکت پہ بس گھور سکی جب کی ان چاروں نے باقائی دہ ہوٹنگ کی۔

کونسی شرط؟ آرزو نے منہ کے زاویے بگاڑ کر کہا۔

تم میرے ساتھ کھڑی ہو گی۔ زیاد نے کہا تو آرزو بنا دیر کیے زیاد کے پاس آئی اور اپنا فون اشرف کو دیا زیاد آرزو کے گرد حصار قائم کیا تو اشرف نے سیلفی کھینچ لی دو تین تصویریں ساتھ لینے کے بعد وہ اپنی اپنی جگہ پہ بیٹھے۔

اب ہمیشہ آپ ایسے ہی رہے گے نہ۔ کشمالا نے پوچھا۔

بلکل۔ زیاد نے کہا۔

ایک سوال تھا۔ زارون نے کہا۔

کونسا؟ اب کی اسرار صاحب نے پوچھا۔

زیاد بھائی ی آپ اشرف اور عینی کو نظر انداز کرتے تھے وہ سمجھ آتا تھا پر ہماری ماں سے تو آپ کی بہت بنتی ہے تو ان کی اولاد سے اتنا دور کیوں؟ زارون نے اپنے اور کشمالا کی طرف اشارہ کیے کہا تو سب کی سوالیہ نظریں زیاد پہ ٹکی۔

اگر میں تم دونوں کو امپورٹنس دیتا تو میرے بہن بھائی ی حسرت بھری نظروں سے دیکھتے اور مجھے شک تھا کے اِن کی مسکین شکل دیکھ کر میں پگھل نہ جاؤں

تب میں پگھلنا نہیں چاہتا تھا اس لیے تم دونوں کو بھی نظر انداز کیا۔ زیاد نے مسکرا کر حقیقت سے پردہ اٹھایا زیاد کی بات پہ اسرار صاحب اور ابرار صاحب مسکرا کر سر جھٹکتے رہ گئے۔

ہائے کتنا خیال تھا آپ کو ہمارا۔ اشرف دل پہ ہاتھ رکھتا بولا تو زیاد نے اس کے بال بگاڑے آرزو نے مسکرا کر زیاد کے چہرے پہ خوشی دیکھی تھی اور دل میں ہمیشہ قائم رہنے کی دعا کی۔

اُداسیوں کے بادل ہٹ چُکے تھے اب بس خوشیاں ان کی منتظر تھی۔

❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤❤

آج زیاد اور آرزو کا ولیمہ تھا زیاد نے گولڈن کلر کا کُرتا پہنا تھا جب کی آرزو نے گولڈن کلر کی میکسی پہنی ہوئی تھی دونوں ہاتھوں میں

گولڈن کلر کی خوبصورت چوڑیاں تھی گلے میں زیاد کی دی چین تھی بس جس کی ہارٹ شیپ پہ زیاد کی آرزو لکھا ہوا تھا دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر خوبصورت لگ رہے تھے ہر کوئی ی اسٹیج پہ ان کی طرف دیکھ کر تعریف کر رہا تھا تو کوئی ی حسد اور رشک بھری نظروں سے ان کا مسکراتا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ ولیمے کا انتظام لان میں کیا گیا تھا پورے لان کو خوبصورت سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا۔

بھابھی آج آپ خوش لگ رہی ہے ورنہ نکاح کے دن آپ اداس تھی زیاد نے چہرہ دیکھنے بھی نہیں دیا۔ وقاص نے آرزو کو دیکھ کر کہا تو آرزو نے بس مسکرانے پہ اکتفا کیا۔

یہ آپ کے دونوں کے لیے۔ ہمایوں کی بیوی فوزیہ ان کی طرف ایک باکس بڑھا کر بولی تو آرزو نے مسکرا کر تھام لیا۔

زیاد میں بہت خوش ہوں تمہارے لیے۔ ہمایوں اسٹیج پہ آتا زیاد کے گلے مل کر بولا۔

شکریہ۔زیاد مسکرایا۔

ہائے آرزو کتنا پیارا کپل ہے تم دونوں کا ماشااللہ۔علشبہ آرزو کے پاس والے صوفے پہ بیٹھتی ہوئی ی بولی آرزو کی جواب دیتی جب سامنے اپنے والدین کو دیکھتی آرزو نے حیرت اپنے ساتھ بیٹھے زیاد کو دیکھا جو آنکھوں سے ریلیکس کہتا کھڑا ہو گیا تھا۔

بابا آرزو اپنی جگہ سے اٹھتی ایاز صاحب کے پاس آئی ی جو نڈھال سے تھے۔

اپنے باپ کو معاف کر دینا میری بچی۔ایاز صاحب آرزو سینے سے لگائے بولے سب لوگ اب ان کی طرف دیکھ رہے تھے خاص طور پہ بطور مہمان کی حثیت کے آئے ہوئے لوگ اسرار صاحب ابرار صاحب ماہی بیگم بھی ان کے پاس آئے جب کی دور کونے میں سمایا بیگم کوفت سی بیٹھی فنکشن اٹینڈ کر رہی تھی۔

ایسا نا کہے بابا۔ آرزو نے فورن سے کہا زرینہ بیگم بھی اس کو اپنے ساتھ لگائے ماتھا چومتے معافی مانگنے لگی جو آرزو ہنس پڑی۔

آپ بس چپل مارا کریں معافی آپ پہ نہیں سوٹ کر رہی۔ آرزو کی بات پہ سب مسکرادی ئی ے زرینہ بیگم بھی ہنس دی۔

آپی نہیں آئی ی کیا؟ آرزو نے پوچھا۔

آئی ی ہے وہ رہی۔ زرینہ بیگم نے سائی یڈ کی طرف اشارے کیے بتایا جہاں روشنا عاشر کے ساتھ کھڑی ہوئی ی تھی۔

پیاری لگ رہی ہو۔ روشنا اس کے پاس آکر گلے مل کر بولی۔

شکریہ آپی۔ آرزو مسکرادی آرزو خوش دیکھ کر عاشر بھی مطمئی ن تھا عینی نے عاشر کو دیکھا تھا اس کا دل خوشی سے دھڑک اٹھا۔

اب ہٹو بھی ہم نے بات کرنی ہے۔ زیاد نے تپ کے روشنا سے کہا جو آرزو سے جانے کیا باتیں کر رہی تھی جس سے آرزو نے مکمل زیاد کو نظر انداز کیا تھا زیاد کو کہاں برداشت تھی آرزو کی نظر اندازی۔

تمہارے ساتھ ہی ہوتی ہے آج میں بات کر رہی ہو تو بھی مس ئی لا ہے۔ روشنا نے تیز آواز میں کہا سب اسٹیج سے اُتر کر نیچے چلے گ ئے تھے بس روشنا آرزو کے ساتھ تھی۔

میں بھولا نہیں ہوں ہماری لو اسٹوری میں ویلن کا رول پلے کرنے میں تم نے کوئی ی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ زیاد نے یاد کروانا ضروری سمجھا آرزو نے اپنا سر پکڑ لیا جو بنا لحاظ کیے لڑنے بیٹھ گ ئے تھے۔

تم تو میری بہن کے قابل ہو ہی نہیں۔ روشنا کو کجھ اور نہ سوجھا تو کہا۔

بلکل ویسے ہی جیسے تم میرے دوست کے قابل نہیں۔ زیاد نے بھی حساب بے باک کیا روشنا نے کہنے کے لیے منہ کھلا ہی تھا کے زرینہ بیگم کو دیکھ کر چُپ کر گ ئی۔

لیڈیز اینڈ جینٹل مین پلیز اٹینشن ہی ئ ر۔ زارون سب کے بیچ کھڑا مائی یک پہ بولا تو سب اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

جیسا کے آپ سب جانتے ہیں آج میرے بھائی ی اور بھابھی کے ولیمہ
ہے اِس خوبصورت شام میں میں آپ کو ایک اور بات بتانا چاہوں
گا۔ زارون کی بات پہ سب کو تجسس ہوا۔
امی جان۔ زارون نے ماہی بیگم کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔
میں نے آپ کے لیے بہوں تلاش کی ہے۔ زارون کی بات پہ سب نے
اووکی آوازیں کی اور ساتھ میں کلیپنگ کی
کون ہے وہ؟ ماہی بیگم نے حیرت سے پوچھا زارون نے ایک دفع تالی
بجائی ی تو پورا لان جو لائی ٹس سے جگمگا رہا تھا اندھیرہ ہو گیا تھا بس ایک
داخلی دروازے پہ سپاٹ لائی ٹ روشن تھی جہاں سے ہیل کی ٹک ٹک
سے کوئی ی لڑکی آرہی تھی آرزو نے جب دیکھا تو غش کھانے کے دَر پہ
تھی کیوں وہ کوئی ی اور نہیں بلکہ سلک کی وائی ٹ میکسی پہنے سومل
تھی۔ سومل کے آتے ہی ساری لائی ٹس پھر سے آن ہو گ ئی تھی

زارون سب سے سومل کو ملوا کر اسٹیج کی طرف آیا۔ سومل مسکراتی ہوئی ی آرزو کو دیکھنے لگی آرزو کو عجیب لگا پر خاموش رہی۔

میں نے تم سے اور زیاد سے بدلا لینے کا سوچا تھا بٹ جب میری زندگی میں زارون آیا تو میں سب بھول گ ئی۔ سومل آرزو سے گلے مل کر سرگوشی نما میں بول کر دور ہوئی ی اور زارون کا ہاتھ پکڑتی نیچے چلی گ ئی۔

کیا ہوا تھک گ ئی ہو؟ زیاد نے آرزو کو چپ دیکھا تو پوچھا

نہیں تو۔ آرزو نے مسکرا کر کہا تو زیاد مسکرایا۔

جسے آپ چاہتے ہو اگر وہ نہ ملے تو اس کا ہاتھ تھامنا چاہیے جو آپ کو چاہتا ہو۔ عینی عاشر کے پاس کھڑی ہو کر بولی۔

میں سمجھا نہیں۔ عاشر نے عینی سے کہا جو پستا کلر کے فراق میں تھی۔

میرا ہاتھ تھام لو کبھی نہ چھوڑنے کے لیے۔ عینی آنکھوں میں امید کے جگنو لیے عاشر سے بولی۔

وی آر جسٹ فرینڈ۔ عاشر نے جیسے یاد کروایا۔

عاشر میں تمہاری منتظر رہوں گی۔ عینی نے کہا

میری زندگی میں ان چیزوں کی گنجائش نہیں۔ عاشر نے سمجھانا چاہا۔

گنجائش نکالنی پڑتی ہے تم وعدہ کرو میرے پاس آؤ گے جب کبھی کسی کے ساتھ کی ضرورت پڑی تو۔ عینی اپنا ہاتھ سامنے کیے بولی تو عاشر نے اس کا چہرہ دیکھا جہاں ایک امید تھی اور عاشر امید کو توڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے اس کا ہاتھ تھا لیا عینی کی خوشی کا ٹھکانہ نہیں رہا اس کے چہرے پہ آتے رنگ دیکھ کر عاشر مسکرا دیا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

علیدان مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے پلیز جو ایڈریس بھیجا ہے وہاں آجاؤ۔ وقاص اپنی کہتا کال کاٹ گیا علیدان نے گھور کر فون اسکرین کو دیکھا۔

♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥♥

زیاد ایک بات کرنی ہے اگر فری ہو تو آ جاؤ میں نے ایڈریس میسج کر لیا ہے۔ احمد نے کال پہ زیاد سے کہا۔

اوکے میں آتا ہوں۔ زیاد نے کہا اور کال کٹ کر دی۔

تم یہاں ؟علیدان نے ریسٹورینٹ میں زیاد کو دیکھا تو کہا

ہاں احمد نے بولایا ہے کوئی بات کرنی تھی تم بتاؤ یہاں کیسے کل سے تمہاری شادی کے فنکشن شروع ہونے والے ہیں نہ ؟زیاد نے جواب دیں کر پوچھا۔

مجھے وقاص نے بُلایا ہے اور خود غائب ہیں۔علیدان نے بتایا۔

اچھا بیٹھ کر انتظار کرتیں ہیں۔زیاد نے کہتے ہی ایک ٹیبل کے پاس آیا۔

زیاد تم۔وقاص علیدان کو دیکھ کر ٹیبل کے پاس آیا تھا مگر زیاد کو دیکھ کر گڑبڑا گیا تھا تب تک احمد بھی وہاں آ گیا تھا علیدان کو دیکھ کر اس کی حالت بھی وقاص سے مختلف نہ تھی۔

تم دونوں نے کیا بات کرنی ہے کرو جلدی۔ زیاد نے گھڑی پہ وقت دیکھ کر کہا۔

پہلے وقاص کریں گا۔ احمد نے وقاص کو ہاتھ مار کر کہا

نہیں پہلے تم۔ وقاص سیدھا احمد کو تھپڑ رسید کیے بولا علید ان اور زیاد اکتاہٹ سے ان دونوں کو دیکھنے لگے۔

غلط مت سمجھنا نیت صاف ہے بات یہ ہے کے مجھے تمہاری بہن پسند ہے شادی کرنا چاہتا ہوں اس سے۔ پہلے دونوں بول نہیں رہے تھے مگر بولے تو ایک ساتھ بولے اور ایک بات بولے۔ زیاد نے حیرت سے دونوں کو دیکھا جب کی علید ان کو سمجھ نہ آیا کون کس کو کیا بول رہا ہے۔

کس کی بہن کی بات کر رہا ہے؟ وقاص نے گھور کر احمد سے کہا۔

سیم ٹو یو۔ احمد نے جواب کہا

سریس ہو جاؤ مزاق ہر بات پہ نہیں کی جاتی۔ زیاد سنجیدگی سے بولا۔

میں کشمالا کی بات کر رہا تھا

اور میں حفصہ کی۔ احمد کے بعد وقاص بولا۔

اوو۔ زیاد اور علیدان ایک ساتھ بولے۔

رشتہ منظور سمجھے؟ احمد نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

تم دونوں سیریس ہو؟ علیدان نے اُلٹا ان سے سوال کیا۔

شکل سے نظر نہیں آرہا اب کیا ہسپتال کے بیڈ پہ لیٹ کر بتائیں کے کتنے سیریس ہیں۔ وقاص جل کے بولا تو زیاد ہنس دیا۔

میری طرف سے احمد کو ڈن ہے میں چچا جان سے بات کروں گا۔ زیاد نے احمد کے اندر نئی جان ڈالی احمد کا دل کیا زیاد کا منہ چوم لیں مگر ضبط کیے کھڑا رہا

اب تم بھی ڈن کرو۔ وقاص چہرے پہ مسکینیت طاری کیے علیدان سے بولا۔

کاش حقیقت میں تم اتنے معصوم ہوتے۔ علیدان نے وقاص کو چھیڑا

علیدان۔۔۔۔ وقاص نے کھینچ کر نام ادا کیا۔

میری طرف سے ڈن ہے امی سے بات کروں گا۔علیدان نے کہا تو وقاص نے یاہوں کا نعرہ لگایا۔

سلیبریشن تو بنتی ہے۔احمد نے کہا

تم لوگ کرو آرزو میرا انتظار کررہی ہو گی۔زیاد اٹھتا ہوا بولا تو سب نے معنی خیز نظروں سے اس کو دیکھا۔

میں بھی چلتا ہوں کل مایوں ہے اس لیے روشنا کو آج ہی شاپنگ کروانی ہے۔علیدان بھی اٹھا۔

ہمارے ایسے دن کب آئیں گے ؟وقاص حسرت سے بولا۔

اللہ نے چاہا تو جلد۔احمد نے حوصلہ دیا۔

پھر وہ دونوں بھی اپنے اپنے راستے چل دیئے ایک نئی امید کے ساتھ کے آنے والا وقت ان کے لیے خوشیاں لے آئیں گا۔

ختم شد